جلد اول

مذاق العارفین

ترجمۂ

احیاء علوم الدین

مترجمہ مولوی محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ تعالے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

تقریظ واقف غوامض علوم دینی و دنیوی جناب مولوی امیر علی صاحب مرحوم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد دانشمندون کا قول مشہور ہی کہ جو شخص دوسرونکا خیرخواہ ہوتا ہی وہ جیسا کچھ ہر دلعزیز ہوتا اور زندگی
مین نیکنام رہتا ہی ویسا ہی اوسکو خود بخود بھلائی بھی پہونچتی رہتی ہی اور کیون نہین کہ نیکی کا بدلا نیکی ہی۔ اس مطبع اودھ اخبار نے اس قول حکمت کو مضبوط
گرہ مین باندھا اور اسکا تجربہ کر کے خود تو جانچ لیا اور جو لوگ عقل رکھتے ہین انکو بھی معلوم ہی لیکن اپنا تجربہ کرنا ضرور ہی تا کہ آئینہ کیطرح ہر ایک پر ہویدا ہو جائے دیکھو زمانہ کے
مسلمان ہندو ہر قسم و ہر قوم کے ایسے خواب غفلت مین پڑے کہ اپنے دین و ملت تک سے بھی غافل ہوے انکو یہ بھی نہین معلوم کہ ہمارے دانشمندون سے کیا کیا حکمت
کی باتین بیان ہین اور بزرگون نے کس نیک راہ کی ہدایت کی ہی پھر یہ معلومات کیونکر حاصل ہون کہ وہ لوگ اُس زبان ہی سے واقف نہین جس مین یہ باتین اور
ایسے مضامین بیان ہوے ہین۔ اسمین شک نہین کہ اچھا مضمون جس زبان مین چاہو ادا کرو وہی مضمون ہی بنا برین خیرخواہی عام کی نظر سے اس مطبع نے
عربی و فارسی و سنسکرت و بھاشا اور انگریزی کی بہت سی کتابین اپنے ملک والونکے لئے انکی زبان مین ترجمہ کرادین کہ وہ بھلی باتین اور اچھے مضامین انکو اپنی زبان مین
ملین اور کارآمد ہون۔ یہ تدبیر بہت مفید ہوئی۔ اور اس سے بہت کچھ فائدہ مترتب ہوا۔ ایک یہی کتاب **مذاق العارفین** ہی کہ کارخانہ کی فرمائش سے اسکا ترجمہ ہوا اور
کارخانہ نے اپنی عالی ہمتی اور دریا دلی سے اسکے عوض مین بہت کچھ زر خطیر صرف کیا اور بیدریغ دیا حالانکہ اسوقت تک یہ نہین معلوم تھا کہ اسکا انجام کیا ہو گا۔ مگر ہم تو
دانشمندونکا مقولہ پہلے ہی سے نقل کر چکے ہین کہ بھلائی چاہنے والے کو بھلائی ہی ملتی ہی۔ اللہ تعالی کے فضل سے یہ کتاب پہلے دو بار چھپی تھی تو لوگونکو اسکی قدر معلوم
ہونیکے بعد خواہش ازحد ہوئی اور ہاتھون ہاتھ ہدیہ طالبین ہوگئی اور برابر خواہش جاری ہی لہذا اہتمام سے پانچوین بار اسکے چھپنے کی نوبت پہونچی اور امید ہی کہ
خواہش کو روز افزون ترقی ہوگی اور کیون نہو درحقیقت کتاب ہی ایسی نایاب ہی اور یہ امام ہمام محمد غزالی حجۃ الاسلام کی اُس مشہور کتاب کا ترجمہ ہی جو بنام احیاء
علوم الدین مشہور و معروف ہی۔ سبحان اللہ عجیب کتاب ہی اتنے سے حجم و ضخامت مین کتنے دین کے علوم بھر دیے ہین۔ بہت لوگونکو تو یہی غرہ ہی کہ یہی فقہ کی دو ایک
کتابین اور اصول و عقائد کی ایک آدھ کتاب پڑھ لی پھر علوم دین کے ماہر ہوگئے یہ نہین جانتے ہین کہ نرے الف بے تھی علوم دین کا تو ابھی نام بھی کم ہی آیا اور علوم دین
کا تم نے ابھی کہان مزہ پایا اگر چاہتے ہو کہ دین کے علوم سے خبردار ہو اور اس باغ کی خوشبودار کلیان چنو تو اس کتاب کو دیکھو۔ اسمین جھگڑے بکھیڑون سے کچھ کام نہین۔
پریشانی خاطر کا کہین نام نہین۔ ہر ہر بیان مین طمانیت اور تسکین ہوتی ہی اور یہی تو دین کی خوبی ہی اسی کتاب سے تمکو معلوم ہوگا کہ علم کیا ہی اور اسکی کیا فضیلت ہی اور کتنے
اقسام اور کون بہتر اور کون بدتر اور کیا برتاؤ وغیرہ امور ہین فقہ اسمین حدیث اسمین مدارک تفسیر اسمین ہی اور ان سبکے برتاؤ کے قواعد اور آداب مذکور ہین پھر سب سے
بڑھکر افعال قلبی کا بیان ہی اگر انکو دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ واقعی علم یہی اور دین اسی کا نام ہی ہر شخص کو یہ مضمون حدیث معلوم ہی کہ قلب ہی کی صلاحیت و سلامتی سے
سب کام ہی اور جس نے اسکو درست نہ کیا اگر ہزار علم پڑھ لیا وہ سخت جاہل بلکہ بڑھا شیطان ہی نعوذ باللہ منہ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم نے جو لکھا کہ مجکو اس کتاب سے بہت
فیض ہوا بہت سچ کہا اللہ تعالی انپر رحمت و مغفرت کرے اہل اسلام کی کتابون مین یہ کتاب بھی بہت عمدہ کتاب ہی اور مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی عالم باعمل جو اس کتاب کے
مترجم ہین انھون نے دلی شوق و نیک نیتی سے اسکا اچھا ترجمہ کیا اور اپنے واسطے عمدہ توشہ آخرت ساتھ لیا ہی جزاہ اللہ تعالی خیر الجزا ترجمہ سلیس با محاورہ اُردو ہی چنانچہ خود
مترجم صاحب نے کہا کہ ایسا با محاورہ اُردو ترجمہ ہی کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ کسی دوسری کتاب کا ترجمہ ہی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پہلے ہی اصل اُردو ہی مین یہ کتاب تالیف ہوئی
ہی سچ فرمایا کہ عربی عبارت پڑھانا مقصود نہین بلکہ مضامین سمجھانا مراد ہی اور مترجم صاحب نے یہ بھی خوب کیا کہ اصل احیاء العلوم کی لفظ کتاب کو باب اور باب کو فصل سے بدل دیا ہی اور
یہ تنبیہ ضروری ہی جو مترجم صاحب نے خود بھی لکھدی کہ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ شافعی المذہب تھے فقہی مسائل عبادات و معاملات کو انھون نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا ہی اور
مترجم صاحب نے ویسا ہی ترجمہ کر دیا اور حنفی مذہب کے موافق اسپر تنقیح و توضیح نہین فرمائی ہی لہذا اُن مسائل کو حنفی کتب فقہ مثل فتاوای عالمگیری وغیرہ سے معلوم کر لین
باقی افعال قلوب و تہذیب اخلاق وغیرہ کے جو امور مذکور ہین وہ یکسان ہین اور یہ جان رکھین کہ نیت خالص کے ساتھ طلب رضاے الہی مقصود ہی اسمین حنفیت و شافعیت
کچھ مضر نہین ہی اور ہرگز کسی قسم کے تعصب کو راہ نہ دین کہ وہ ہلاکت اور گمراہی کا پہلا زینہ ہی اور اسکی خرابی و بربادی کو کسی کتاب مین دیکھ لین اس کتاب مین ہر مضمون تفصیل اسطرح

مذکور ہی کہ دلکو بخوبی تسکین ہوتی ہی مترجم صاحب کو فائدہ بڑھانیکی کوئی حاجت نہ تھی پھر بھی اُنھون نے کہین کہین بڑھایا ہی اور اس کتاب کی اخیر دونون جلدین بہت ہی
نادر مضامین سے بھری ہوئی ہین جس سے پڑھے لکھے لوگ جو عالم کہلاتے ہین اور انکو جاننا واجب تھا وہ بھی غافل ہین۔ عبارت ترجمہ کی سادہ چال پر بلا تصنع
ہی قافیہ بندی و عبارت آرائی ایسے مضامین مین نازیبا و بیکار ہی۔ آیات کتاب مجید کے ساتھ انکا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ سے لکھا ہی
اور تخریج احادیث جو حاشیہ پر مذکور ہی اس کتاب کیواسطے عمدہ زیور ہی کیونکہ بعضے اہل علم اس کتاب کی احادیث کو قابل اعتبار نہین جانتے تھے مصنف نے اگرچہ
ایسا کیا ہی کہ دیگر الفاظ سے معنی حدیث کو ادا کر دیا ہی لیکن یہ امر اسکا باعث نہین کہ اعتبار چھوڑ دیا جاوے۔ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ مقصود مضمون ہی نہ عبارت الحدیث چنانچہ حافظ
عراقی رح نے اسکی احادیث کی تخریج مین اچھی کوشش کی اور علامہ زیلعی رح اور یہ دونون تخریج احادیث مین شریک تھے۔ عراقی رح تو تخریج احادیث احیاء العلوم مین اور زیلعی رح
تخریج احادیث ہدایہ مین ایک دوسرے کے موید ہے۔ مترجم سلمہ اللہ نے تصریح کر دی کہ یہ تخریج عراقی سے احادیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا ہی اور عراقی نے اپنی کتاب کے
دیباچہ مین لکھا کہ مینے اس بات کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی انھین الفاظ سے نقل کیا ہو جو الفاظ احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی تب بھی مینے لکھدیا
کہ فلان مخرج نے اسکو اخراج کیا ہی اور مترجم صاحب نے یہ التزام کیا ہی کہ جن احادیث کی نسبت عراقی رح نے کہا ہی کہ اسکی سند صحیح ہی تو مترجم نے وہان کچھ نہین لکھا اور جن احادیث کو عراقی
نے کسی وجہ سے معلول کہا انکے ساتھ ضعف وغیرہ کو ہر جگہ حاشیہ پر بیان کر دیا ہی لہذا ناظرین کیلئے تنبیہ کر دی کہ حاشیہ پر جن احادیث کے ساتھ کوئی جرح نہو انکو صحیح تصور فرماوین اور بعض جگہ
کسی خاص مصلحت سے بسند صحیح یا بسند جید کا لفظ بھی لکھدیا ہی جو لوگ اس سے استفادہ حاصل کرین یہ بات یاد رکھین۔ عراقی رح کی کوشش اسکے احادیث کی تخریج مین قابل تحسین
ہی کہ اچھی تفصیل و توضیح سے اُنھون نے تخریج لکھی جزاہ اللہ تعالی جزاءً کاملاً **مطبع اودھ اخبار** نے جو کوشش اس کتاب کے ترجمہ مین صرف کی عامہ اہل اسلام کے نزدیک
قابل سپاس داری ہونی چاہئے ہی کہ اسنے اصل کتاب سے بھی زیادہ اس ترجمہ سے لوگونکو فائدہ پہونچایا۔ اور ایسے ہی اہل ہنود کے مذہب اخلاق تصوف وید وغیرہ کو
بھی ایسے ہی بڑے اہتمام سے ترجمہ کرایا بلکہ بہت سی سنسکرت کتابونکو مع شرح ترجمہ کیا اور اس علم کا نفع بہت کچھ ظاہر ہوا علی ہذا القیاس بہت سے انگریزی علوم فنون
جس سے اہل ہند گویا بالکل بیخبر تھے اُردو مین ترجمہ کر کے طبع کئے اور اسکے مصارف کثیر اپنے ذمہ لئے اور نیز جس فن کے کامل نے اپنے فن کے کمال سے جو عام مفید
یا عام پسند ہی تصنیف و تالیف کی اُسے مطبع کو مطلع کیا اسکی حیثیت کے موافق اُسکی قدردانی عمل مین آئی یہ سلسلہ بھی برابر جاری ہی اور روز بروز اسمین ترقی ہی اسوقت
بھی عربی و فارسی و سنسکرت و انگریزی کے مترجم صاحبان و دیگر اہل فن کا تعلق و ربط اس کارخانہ سے جن لسانوں کے ساتھ قائم ہی اور طب یونانی کی بہت سی کتابین
ترجمہ ہو کر عام نفع لیے ہوئین کارخانہ کو تہ دل سے اسکے اہتمام مین سرگرمی ہی اور نصف ہزار سے زاید ماہواری انھین مصارف مین خرچ کیا جاتا ہی ایسی حالت مین کارخانہ کی
کسی خاص قوم و ملت سے نہین بلکہ عام خلایق کے ساتھ گذارش ہی کہ اپنی خاص استعداد کے وسیلون سے جو کسی نہج و طرز کے ساتھ مخصوص نہین ہین اس صلا مین کہ کارخانہ انکی بہبودی
و خیر خواہی مین سرگرم ہی محروم نہ فرماوین اور نہین تو یہی سہی کہ اپنے اہل ملت و قوم کو تہذیب و تعلیم پر مستعد کرین اور عمدہ عمدہ تصانیف سے انکو رغبت دلادین
اور اگر خود ایسی تصنیف رکھتے ہین یا تیار کر سکتے ہین تو تمام کر کے کارخانہ کو دیدین کہ انکے علمی ہنر اور یہان کے مالی خرچ سے عام کی بہبودی حاصل ہو و ہل جزاء الاحسان الا الاحسان
مثل مشہور ہی کہ نیکی کا بدلا نیکی ہی اور وہ اعلان جو عام مترجم و مصنف صاحبان کو دیا گیا ہی کارخانہ کی فہرست کتب کے آخر مین درج ہی۔ کارخانہ جن عمدہ کتابون کے حقوق
تالیف کا مالک ہی اگر انکو ذکر کیا جاوے تو فہرست دراز ہو گی انمین سے بہت سی چھپ گئین اور بہت چھپنے کو باقی ہین ہان چند کتابین ناظرین کی تفریح کیلئے مطبوعہ یہان بھی
ذکر ہوتی ہین چنانچہ علم اخلاق و تصوف مین تو یہی مذاق العارفین کافی ہی اور مدارک تفسیرین ترجمہ تفسیر حسینی مسمی بہ تفسیر قادری کئی مرتبہ چھپا اور ایک عجیب نادر جامع
تفسیر موسوم بہ مواہب الرحمن ہر پارہ علیحدہ جسمین بیضاوی و کشاف و مشہور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے عمدہ مضامین و حقائق قرآن حضرت ابو محمد روزبہان قدس سرہ مسمی بعرائس البیان
ہین نہایت خوبی و صحت کے ساتھ چھپکر کامل ہدیۂ ناظرین ہو چکی ہی فقہ مین ترجمہ مختار مختصر متین فتاوی کئی بار چھپا اور چارون جلد فتاوی عالمگیری جو اپنے ذاتی مضامین سے بلند پایہ ہی
ترجمہ اسکا بہت آسان عبارت کیساتھ مع حل مطلب وغیرہ کے کیا گیا ہی طبع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوا اسکی خوبی ظاہر ہی بیان کرنا کچھ ضرور نہین اور کارخانہ کی یہ سعی قابل شکریہ
کے ہی اور بہت سی کتب طب از انجملہ قانون شیخ بو علی سینا و کامل الصناعہ علی بن عباس مجوسی کہ وہ بھی مشہور حکیم ہی ترجمہ ہو کر چھپ گئین اور عموما فارسی کتابین مثل مخزن الادویہ و
جامع کبیر وغیرہ ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہین اب علی العموم ان فنونکا حاصل کرنا شائقین کو کچھ مشکل نہین اور انسانی لیاقت مین کمال حاصل کرنا کتنا آسان ہی۔۔

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد اول

تمت

بہ عون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین

جلد اول

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم الٰہی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ تعالی القوی

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بطبع مزین منقول ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد صفوۃ الموجودات وعلی آلہ وصحبہ الکاملین لاحیاء علوم الدین
المستمرین للطاعات بعد حمد وصلوٰۃ کے بندہ **ضعیف محمد احسن** صدیقی نانوتوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ برادران دینی کی خدمت مین عرض
کرتا ہی کہ اس نحیف نے بغرض خیرخواہی اہل اسلام کے کتاب احیاء العلوم امام محمد غزالی کا ترجمہ زبان اردو سلیس مین کیا اور امور مفصلہ ذیل کی
رعایت اسمین رکھی **اول** یہ کہ ترجمہ محاورۂ اردو کے موافق ایسا کیا ہی کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ دوسری کتاب کا ترجمہ ہی
بلکہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابتداءً اردو ہی مین یہ کتاب تالیف ہوئی ہی اسلیے پابندی ترجمہ لفظی کی نہین رہی بہت سی تقدیم و تاخیر الفاظ
کی وتوسع مین آئی کیونکہ مقصود مطالب کی تفہیم ہی نہ عبارت عربی کی تعلیم **دوسرے** یہ کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب موصوف کی چار جلدین
کر کے ہر جلد کو دس دس کتابون مین تقسیم کیا ہی اور ہر کتاب پر دیباچہ جدا لگایا ہی اور بعض جا دیباچہ مین فہرست اس کتاب کی بھی لکھ دی ہی
مترجم نے رواج حال کی رو سے زبان اردو مین اس ڈھنگ کا باقی رکھنا مناسب نہ جانا اسلیے شروع جلد کے دیباچہ کے سوا اور دیباچون کو
ترک کر دیا ہی اور ہر دیباچہ کی جگہ ایک رباعی مضمون لاحق کے مناسب لکھدی ہی اور کتاب کو باب سے اور باب کو فصل سے بدلدیا ہی
تیسرے یہ کہ مذہب مصنف مغفور کا شافعی تھا مسائل عبادات و معاملات اپنے مذہب کے طور پر لکھے ہین مین نے صرف انکا ترجمہ
کر دیا ہی مذہب حنفی کی تصریح نہین کی ناظرین اگر حنفی مذہب کے موافق کسی مسئلہ کو دریافت کرنا چاہین تو کتب معتبرہ اولہ مذہب کی طرف
رجوع فرماوین **چوتھے** یہ کہ اس کتاب مین ہر مضمون اس بسط و تفصیل کے ساتھ ہی کہ گویا کتاب خود اسکی شرح ہی اسلیے مین نے اپنی طرف سے
کسی مضمون مین کچھ زیادتی نہین کی الا چند جا جو کچھ لکھا ہی تو اسی جگہ اشارہ بھی کر دیا ہی خواہ **ف** لکھدی ہی یا لفظ **یعنی** کرکے اپنی عبارت کو
خط وحدانی بنا دیا ہی ہان فارسی یا اردو کا شعر مضمون سابق کے مناسب لکھدینا یا ربط کلام یا نتیجہ عبارت مقدم کے لیے کسی جملہ کا کم و بیش
ہونا اکثر ہوا ہی **پانچوین** یہ کہ ترجمہ جلدین اخیرین کا اول کیا گیا اس خیال سے کہ زیادہ کار آمد وہی مضامین ہین ایسا نہو کہ اگر زندگی
وفا نکرے تو امر مہم ہی ہاتھ سے رہجائے جب خداوند کریم کی عنایت سے آخر کی جلدین ہو چکین تو جلدین اولین کا ترجمہ کیا گیا یہانتک کہ
دوسری جلد سب سے آخر مین ترجمہ ہوئی اس سے ترجمہ مین لحاظ قافیہ بندی اور عبارت آرائی کا نہین کیا گیا کہ یہ طور کتب قصص و حکایات

مین خوشنما ہی اور تہذیب اخلاق کے صحائف مین تکلف ظاہری نازیبا علاوہ برین اِتنی بڑی کتاب مین اُسکا التزام دشوار اور بہ نظر غور وتامل
مخل مطلب فہمی اور زائد از کار ہی **چھٹے** یہ کہ آیات قرآنی کا ترجمہ شاہ عبد القادر مرحوم کے ترجمہ سے لکھا گیا ہی الا ماشاء اللہ اور جن احادیث
کی عبارت تیمن وتبرک کے لیے نقل کی ہی اُنکا ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہی **ساتوین** یہ کہ بعض ارباب علم کی صلاح یہ ہوئی کہ جو احادیث احیاء العلوم
مین ہین اُنکا حوالہ بھی لکھا جائے کہ کس کتاب مین کیسی سند سے مذکور ہین اور مین نے بھی خیال کیا کہ کچھ اہل علم اسکی احادیث قابل اعتبار نہین جانتے
اسلیے مین نے تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا اور جس طرح عراقی نے صرف نام کتاب اور راوی اعلیٰ کے ذکر پر
اکتفا کیا تھا مین نے بھی اُسکی تبعیت سے ویسا ہی کیا مثلاً اگر اُسمین لکھا ہی مسلم من حدیث ابی ہریرۃ یا الترمذی فی الشمائل من حدیث علی
تو مین نے حاشیہ پر یون لکھا ہی مسلم بروایت ابی ہریرہ - ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰؓ مگر افسوس کہ تخریجات عراقی ہرچند لکھی ہوئی ۹۳۱ سنہ ہجری
کی تھی مگر اسقدر غلط نکلی کہ بعض احادیث کی سند بالکل فروگذاشت کردی اور باب النکاح کی دوسری فصل سے اگلے باب کی تیسری فصل تک کی
تخریج بالکل نہین لکھی اور دوسرا نسخہ ملا نہین کہ اُسمین دیکھ لیا جاتا ایسی حدیثون مین سے جسقدر کا نشان مجکو دوروی مین مل گیا مین نے لکھ دیا اور
جنکا نشان جلد نہین ملا اُنکے لیے حاشیہ پر جگہ چھوڑ دی - اور عراقی نے ہر سند کے بعد اُسکی کیفیت لکھی ہی کہ صحیح ہی یا ضعیف وغیرہ مین نے حاشیہ پر صحیح الاسناد
کے بعد کچھ نہین لکھا ہان بعض جگہ کسی مصلحت خاص کے لیے سند صحیح یا جید لکھا ہی اور جہان کہین عراقی نے سند مین علت بیان کی ہی اُسکو مین نے بعینہا
نقل کر دیا ہی تو جس تخریج کے بعد حاشیہ پر کوئی علت نہو اُسکو ناظرین صحیح تصور فرمائین - اور جن احادیث کی سند مین عراقی نے کئی کئی طریق لکھے ہین
بعضے صحیح اور بعضے معلل تو ایسی صورت مین مین نے صحیح طریق کو لکھا ہی معلل کو چھوڑ دیا ہی اور بعض جا کلمات حدیث کے اختلاف کو نقل کیا ہے
تو اُس جگہ مین نے بانڈک اختلاف لکھ دیا ہی غرضکہ حوالہ لکھنے مین عراقی نے بہت تفصیل وتطویل کی ہی مین نے اختصار کی راہ اختیار کی
اور یہ بھی التزام کیا ہی کہ جس مخرج کے الفاظ ہون اُسکا نام راوی اعلیٰ کے نام کے پاس لکھا جایے اور ایک یہ کہ اگر حدیث اوپر کسی باب مین گذری
ہی تو لفظ بیشتر وغیرہ لکھا ہی - اور اگر اسی باب مین ہوچکی ہی تو اوپر گذری لکھا ہی - اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھا ہی کہ مین نے اس بات
کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی اُنھین الفاظ سے نقل کیا ہو جو احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی ہی تب بھی
مین نے لکھدیا ہی کہ فلان مخرج نے اسکو نقل کیا ہی **آٹھوین** یہ کہ اس ترجمہ مین اشعار کا ترجمہ اشعار مین کیا ہی اور یہ التزام نہین کہ اشعار
اُردو ہی ہون بلکہ بعض فارسی بھی ہین جہان بندش فارسی کے الفاظ کی اچھی بن پڑی ہی اور یہ ترجمہ سب ایسی طرح لکھا ہے کہ نوبت
مسودہ کی نہین ہوئی فکر اول ہی مین جو عبارت ذہن مین گذری قلم برداشتہ لکھدی اور یہین وجہ جو اشعار کہ کتاب مین مکرر
واقع ہوئے ہین اُنکا ترجمہ ہر جگہ مختلف ہوا ہی اور باانیہمہ مین اپنی کم استعدادی اور قلت بضاعت کا معترف ہو کر اقرار کرتا ہون کہ نہ مین
ناظم ہون نہ نثار نہ مقرر نہ فصیح گفتار مگر اپنی جانفشانی اور بیہودہ سری کی داد منصفون سے چاہتا ہون اور سہو وخطا سے اغماض اور
اغلاط کی اصلاح کے لیے التماس کرتا ہون **شعر** ہوش گم بخطائے رہی وطعنہ مزن + کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود +
اور نام اس ترجمہ کا بہ نظر تاریخ **مذاق العارفین** رکھا گیا اب مین اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہون کہ اسکو قبول فرماوے اور مجکو اور دوسرے
طالبان آخرت کو اس سے دارین مین نفع عنایت فرماوے جیسے اسکی اصل سے اُسنے فائدہ مرحمت کیا اور جس جا مین نے مطلب نہ سمجھا ہو

یا اور کسی قسم کی لغزش عمداً یا خطاءً ہوئی ہو اُسکو اپنے فضل عمیم سے معاف فرماوے وہو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

بعض اقسام احادیث کے جو اس کتاب کے حاشیہ مین متفرق واقع ہین اُن کی تصریح کردی جاتی ہو کہ ناظرین کو دقت نہو۔

قسم حدیث	تعریف
صحیح	وہ حدیث ہو جسکی سند راوی سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اس کے سب راوی سچے اور یاد کے پکے ہون اور روایت کا خلاف اور پوشیدہ اسباب طعن کے نہ رکھتے ہون۔
حسن	وہ حدیث ہو جسکے راویون مین کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ ہوئی ہو نہ روایت کا خلاف ہو اور وہی حدیث دوسری سند سے مروی ہو اسکا رتبہ صحیح کے رتبہ سے کم ہو۔
مرفوع	وہ ہو جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا تقریر یعنی مقرر رکھنا ہو۔
متصل	وہ ہو جسکی سند برابر ملی ہو کوئی راوی چھوٹا نہو۔
مسند	وہ حدیث ہو جسکے راویون کے نام مذکور ہون۔
مشہور	وہ حدیث ہو کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو یعنی ہر زمانے مین بہت سے راویون نے روایت کیا ہو۔
ضعیف	وہ حدیث ہو جسکے راویون مین سے کوئی دروغگو یا فاسق یا کسی اور طرح سے مطعون ہو۔
موقوف	وہ قول وفعل ہو جو کسی صحابی سے روایت کیا جائے۔
مرسل	وہ حدیث ہو جو تابعی آنحضرت ؐ سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا کہا یا ایسا کیا یعنی ذکر صحابی کا نکرے۔
منقطع	وہ حدیث ہو جسکے اسناد برابر نہون شروع مین سے خواہ بیچ مین سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو مگر اکثر اُس روایت پر بولتے ہین جو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کا ذکر نہ کرے۔
معضل	وہ حدیث ہو جسکی سند مین سے دو یا زیادہ راوی چھوٹ گئے ہون۔
مضطرب	وہ حدیث ہو جسمین روایت مختلف ہو کوئی کسی طرح روایت کرے کوئی دوسری طرح۔
غریب	وہ حدیث صحیح ہو جسکی روایت مین کسی جگہ ایک راوی اکیلا ہو اور اگر ہر زمانے مین اکیلا ہوگا تو وہ فرد کہلاتی ہے اور اگر راوی ہر جگہ دو ہون تو اُسکو عزیز کہتے ہین۔
متواتر	وہ حدیث ہو کہ اُسکے راوی کثرت سے ہر زمانے مین ہون کہ انکا اتفاق جھوٹ پر عادۃً محال ہو۔
منکر	اُس حدیث کو کہتے ہین جو کوئی ثقہ اور معتبر شخص لوگون کی روایت کے خلاف بیان کرے اسی کو شاذ بھی کہتے ہین۔
معلق	اُس حدیث کو کہتے ہین جسکے اسناد کے شروع مین سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیے جائین اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہین۔
تدلیس	حدیث مین اُس فعل کو کہتے ہین کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اُس سے ملاقات کی ہو یا وہ اُس کا ہمعصر ہو مگر اُس سے اس روایت کو سنا نہو اور ایسی لفظون سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سُنا ہوا کہتا ہو۔

معلل ..... وہ حدیث ہو کہ ظاہر مین تو عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو مگر اُس مین پوشیدہ سبب طعن کے پائے جاتے ہون۔
مُدرج ..... وہ ہو کہ حدیث مین کسی راوی کا کلام درج ہو جاوے اور یہ گمان ہو کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہو یا دو متن کہ دو اسناد وں سے مروی ہون اُنکو ایک اسناد سے روایت کیا جاوے۔
موضوع ..... وہ حدیث ہو جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا صحابہؓ کی طرف منسوب کر دی ہو۔

حال مختصر مصنف قدس سرہ العزیز کا

لقب آپ کا امام حجۃ الاسلام زین الدین ہو اور کنیت ابو حامد اور نام محمد بن محمد اور وطن شریف غزالہ ہو طوس کے دیہات مین سے پیدایش آپ کی طوس مین سنہ چارسو پچاس ہجری مین ہوئی تحصیل علوم ابو حامد اسفرائینی اور ابو محمد جوینی سے کی اور مذہب امام شافعی کے اصول اور فروع کے حافظ تھے ابتدا سے حال ہین آپ طوس مین رہے پھر امام الحرمین ابو المعالی کے پاس بمقام نیشاپور مین تشریف لائے اور یہ کتاب احیاء العلوم ایک ہزار پچیس دن مین تالیف کی اور اُسکی تحسین واتقان غایت درجہ کو کی اور ہر روز ایک ختم کر کے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی جو اس کتاب کی عزت کرے اُسکی تو عزت کرنا اور جو اُسکی حقارت کرے اُسکو تو حقیر فرمانا آپکی تصنیفات کا مجموعہ چارسو جلد ہین جن مین سے تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدون مین ہو اور کیمیاے سعادت اور بسیط اور وسیط اور وجیز اور خلاصہ اور تہافۃ الفلاسفہ اور محک النظر اور معیار العلم اور مقاصد اور مضنون بہ علی غیر اہلہ اور مقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اور جواہر القرآن اور مشکوۃ الانوار اور منخول اور احیاء علوم وغیرہا ہین اور اگر آپ کی تالیف بجز اس کتاب احیاء العلوم کے اور نہوتی تب بھی آپ کے فضل و تقدس پر یہ ایک ہی دلیل کافی ووافی تھی سبحان اللہ عجب کتاب ہو کہ سلوک آخرت کے فن مین اس سے بڑھکر اور کامل تر نہ دیکھی نہ سنی اگر اسکو عذاب روح کہیے تو بجا ہو یا نور بصر نام رکھیے تو زیبا آب زر سے صفحۂ قرطاس پر لکھنا اُسکی کشفیات ہویدان سواد چشم سے سر بدل سے دل پر نقش کرنا اُسکے حال کے شایان ہو حنفی اللہ المؤلف احسن الجزا کہتے ہین کہ جب آپ نے کتاب منخول تالیف کی اور اُسکو اپنے استاد امام الحرمین کی خدمت مین لے گئے تو اُنھون نے فرمایا کہ تمنے مجکو زندہ ہی دفن کر دیا یعنی تمھاری تصنیف کے سامنے میری مصنفات کی قدر جاتی رہی۔ بغداد کے مدرسۂ نظامیہ مین کچھ دنون آپ نے درس دیا آپکا درس ایسا مقبول عام ہوا کہ جب مدرسے سے مکان کو آتے تو یا نسو فقہ دہنے بائین پس و پیش آپ کے گرد ہوتے پھر آپ نے زہد اختیار کیا اور درس وغیرہ کو ترک کر کے حج کو تشریف لے گئے اور وہان سے بیت المقدس مین پہونچکر عبادت مین مشغول ہوئے پھر چند روز دمشق مین رہکر اپنے وطن مالوف طوس مین رونق افروز ہوئے اور آخر عمر تک اُسی جگہہ مقام فرمایا اور ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنوا کر اپنے اوقات کو تعلیم اور امور خیر مین تقسیم کیا تھا تا آنکہ دو شنبہ کے روز چودھوین جمادی الاخری سنہ پانسو پانچ ہجری مین پچپن برس کے ہوکر ر گرا ے علیین ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ فقط

قطعہ
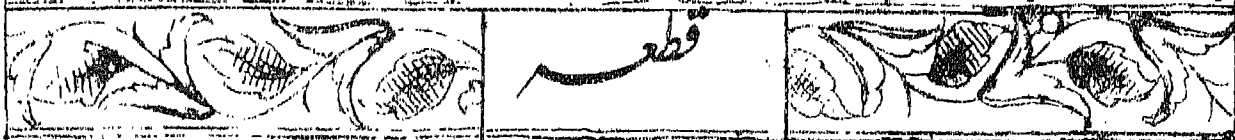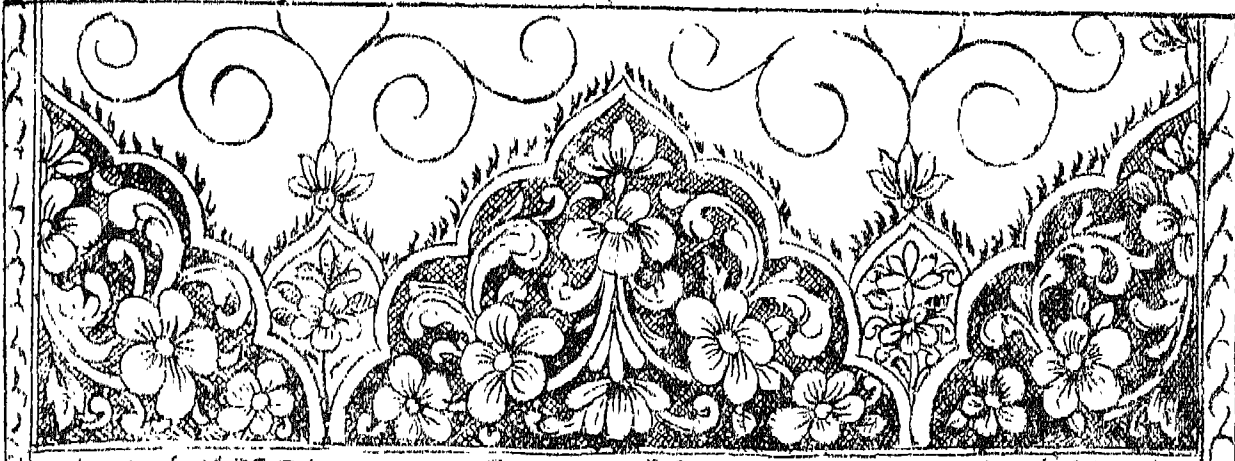
پادشاہا ترے دروازے پہ مین سائل ہون دے طبیعت کو مری زور قلم کو تیزی	مدعا میرا تو کر فضل سے اپنے پورا تا لکھون ترجمہ احیاے علوم دین کا

دیباچہ کا ترجمہ

اول مین خداے تعالی کی بہت سی تعریفین پیاپے کرتا ہون اگرچہ اُسکے حق جلال کے آگے تعریف کرنیوالونکی تعریف ذلیل و حقیر ہے دوم درود اور سلام ایسی طرح بھیجتا ہون کہ سب پیغامبرون کو شامل ہو بہمراہی جناب سید المرسلین کے جنکا نام بشیر اور نذیر ہی سوم اللہ تعالی سے اس امر مین بہتری چاہتا ہون جسکے لیے میرا ارادہ علوم دینی کے زندہ کرنے مین ایک کتاب لکھنے کا ہوا چہارم تیرے تعجب دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہون ہی ملامت گرون مین ملامت کرنے والے اور غافل منکرون کے زمرون مین زیادہ سرزنش اور انکار کرنیوالے اسلیے کہ اب اللہ تعالی نے میری زبان سے سکوت کی گرہ اُٹھا دی اور گفتگو اور کلام کا ہار میرے گلے مین ڈالدیا مجکو وہ بات کھنی پڑی جسپر تو مواظبت کرتا ہی یعنی حق صریح سے آنکھین بند کرکے باطل کی نصرت اور جہل کی تعریف مین اصرار کرتا ہے اور اگر کوئی شخص خلق کی رسمون سے تھوڑا سا نکلنا چاہتا ہی یا رسم کی پابندی کو چھوڑ کر علم کے بموجب عمل کرنے پر راغب ہوتا ہی اس توقع سے کہ نفس کی صفائی اور قلب کی درستی جسکو اللہ تعالی نے عبادت مقرر کیا ہی حاصل ہو اور تمام عمر کے رایگان جانے کی تلافی سے ناامید ہوکر اپنے پیچھلے گناہون ہی کا تدارک کرے اور ان لوگون کے گروہ سے منحرف ہو جنکے حق مین صاحب شریعت جناب فخر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ۱۲ اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ سبحانہ بعلمہ تو تو اُس شخص پر شور اور فتنہ اُٹھاتا ہی اور مجکو یقین ہی کہ انکار پر تیرے اصرار کا باعث بجز اُس مرض کے نہین جو اکثر لوگون مین پھیل گیا ہی بلکہ عالمگیر ہو رہا ہے یعنی امر آخرت کی بزرگی کے ملاحظے سے قاصر ہین اور اس بات کو نہین جانتے کہ معاملہ خوفناک ہی اور مہم بڑی ہی آخرت سامنے چلی آتی ہی اور دنیا پشت پھیرے جاتی ہی اور موت قریب ہی اور سفر بعید توشہ تھوڑا ہی اور اندیشہ مزید راستہ بند اور مسدود ہی اور جو علم و عمل کہ خدا کی ذات کے سوا ہو

۱۲ قیامت کے روز سب لوگون سے زیادہ سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اُسکے علم سے نفع [illegible]

وہ پرکھنے والے عاقل کے نزدیک مردود ہو اور راہ آخرت کا چلنا باوجود بہت سی مہلک چیزوں کے سد راہ ہونے کے بدون راہ نما اور رفیق کے نہایت سخت اور دشوار ہو کیونکہ اس رستے کے راہ نما وہ عالم ہین جو انبیا علیہم السلام کے وارث ہین آئنسے دنیا خالی ہو بجز رسمی لوگون کے اور کوئی نہین رہا اور اکثر پر اُن مین سے شیطان غالب ہو اور سرکشی نے اُن کو گمراہ کر رکھا ہو اور ہر ایک اُن مین سے اپنے سرعت کے فائدہ مین مصروف ہو اسی وجہ سے یہ حال ہوا ہو کہ اکثر اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی جانتے ہین یہانتک کہ علم دین مٹا ہوا ہو گیا اور ہدایت کے نشان روے زمین پر مٹ گئے اور ان لوگون نے خلق کو یہ بات سوجھا دی کہ علم یا تو حکومت کا فتویٰ ہو جس سے حاکم کینون کے جھگڑے فیصل کرنے مین مدد لین یا بحث و مناظرہ کا علم ہو کہ فخر اور بڑائی کے چاہنے والے اُسکو اپنے غالب ہونے اور طرف ثانی کے ساکت کرنے کا وسیلہ کرین یا علم وہ جکنی مقفّی باتین ہین جنکو واعظ عوام کے پھسلانے کا ذریعہ ٹھہرا لیوین اسلیے کہ انھون نے سوا ان تین قسمون کے اور کوئی دام حرام کا اور جال دُنیا کے مال کا نپایا اور طریق آخرت اور وہ راستہ جسپر اگلے نیک بخت چلتے تھے اُسکا علم لوگون مین سے تو ہوگیا اُسکا نام تک نہ رہا حالانکہ اس علم کو خداے تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید مین فقہ اور حکمت در علم اور روشنی اور نور اور ہدایت اور راہ یابی سے تعبیر فرمایا ہی۔ اور چونکہ یہ امر دین مین رخنہ عظیم اور مصیبت فخیم ہو اسلیے اس کتاب کے لکھنے مین مصروف ہونا نہایت ہی ضروری جانا تاکہ دین کے علوم زندہ ہون اور اگلے پیشواؤن کے رستے کھل جاوین اور وہ علوم جو انبیا علیہم السلام اور اکابر سلف رحمہم اللہ کے نزدیک مفید ہین معلوم ہو جاوین اس کتاب کی بنا مین نے چار جلدون مین رکھی ہو۔ اول جلد مین عبادات ہین دوم مین عادات یعنی معاملات اور آداب ہین۔ سوم مین مہلکات یعنی وہ امور ہین جو بندے کو تباہ کرنے والے ہین۔ چہارم مین منجیات یعنی بندے کو نجات دینے والی چیزین ہین۔ اور ان سب سے پیشتر مین نے باب علم لکھا ہو اس نظر سے کہ وہ نہایت ضروری ہے اور اسکے مقدم کرنے سے یہ غرض ہو کہ اول وہ علم واضح کردون جسکی طلب ہر ایک شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی عبادت مقرر کی چنانچہ آپنے ارشاد فرمایا ہو کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اس باب مین علم نافع کو مضر سے علیحدہ کرونگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین نعوذ باللہ من علم لا ینفع اور زمانے کے لوگونکا راہ صواب سے پھرنا اور چمکتے سراب کو دیکھ کر دھوکا کھانا اور علوم مین سے مغز کو چھوڑ کر پوست پر قانع ہونا بھی اس باب مین ثابت کرونگا۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ ہر جلد اس کتاب کی دس دس بابون پر مشتمل ہو یعنی **عبادات کی جلد مین** دس باب ہین۔ باب علم باب عقائد کے قواعد کا باب طہارت کے اسرار کا باب نماز کے اسرار کا۔ باب زکوٰۃ کے اسرار کا باب روزہ کے اسرار کا باب حج کے اسرار کا۔ باب تلاوت قرآن کے آداب کا۔ باب ذکرون اور دعاؤن کا باب وقتون مین وظیفہ کی ترتیب کا اور **عادات کی جلد مین** دس باب ہین اول کھانے پینے کے آداب مین دوم نکاح کے آداب مین سوم کسب کے احکام مین چہارم حلال اور حرام مین پنجم صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ معاملہ کرنے مین ششم گوشہ نشینی مین ہفتم آداب سفر مین ہشتم راگ کے سننے اور حال مین نہم اچھی بات کے کہنے اور بری بات سے منع کرنے مین دہم زندگی کے آداب اور نبوت کے اخلاق مین اور **مہلکات کی جلد** بھی متضمن ہو دس بابون کے پہلے مین بیان قلب کے عجائب کا ہو دوسرے مین ریاضت نفس کا تیسرے مین شہوت شکم اور شرمگاہ کی آفتون کا چوتھے مین زبان کی آفتون کا پانچوین مین غصے اور کینے اور حسد کی آفتونکا چھٹے مین دنیا کی

برائی کا ساتوین مین مال اور بخل کی مذمت کا آٹھوین مین جاہ اور ریا کی برائی کا نوین مین تکبر اور خودپسندی کی مذمت کا دسوین مین
مغالطہ کھانے کی برائی کا اور **منجیات کی جلد مین** بھی دس باب ہین اول توبہ کا دوم صبر و شکر کا سوم خوف اور توقع کا چوتھا فقر اور ترک
دنیا کا پانچوان توکل اور خدا تعالی کو ایک جاننے کا چھٹا محبت اور شوق اور انس اور رضا کا ساتوان نیت اور صدق اور خلاص کا
آٹھوان مراقبہ اور محاسبہ یعنی نفس کی نگرانی اور حساب لینے کا نوان فکر کرنے کا دسوان موت کے یاد کرنے کا۔ جلد عبادات مین ہم عبادات
کے پوشیدہ آداب اور اُنکی سنتون کی باریکیان اور اُنکے معانی کے اسرار وہ لکھینگے جنکی طرف عمل کرنیوالا عالم مضطر ہوتا ہے بلکہ
جو شخص اُنپر واقف نہو وہ آخرت کے علما مین سے نہین اور یہ وہ باتین ہین کہ فقہ کی کتابون مین اکثر متروک ہین کسی نے اُن کو نہین لکھا
اور عادات کی جلد مین اُن معاملات کے اسرار لکھینگے جو خلق مین جاری ہین اور اُنکے طریقون کی باریکیان اور جہان جہان وہ
جاری ہین اُن جگہون کے پوشیدہ ورع مذکور کرینگے اسلیے کہ ایسی چیزین ہین کہ اُنکی حاجت ہر متدین کو ہوتی ہے اور مہلکات کی جلد مین
ہم وہ بُری عادتین لکھینگے جسکا دور کرنا نفس کو اُن سے پاک کرنا اور دل کو صاف کرنا قرآن مجید مین وارد ہے اور ان عادتون مین سے
ہر ایک کی تعریف اور حقیقت بیان کرینگے پھر وہ سبب لکھینگے جس سے وہ عادت پیدا ہوتی ہے پھر وہ آفتین بیان کرینگے جو اُس عادت پر
مترتب ہوتی ہین پھر اُس عادت کی علامتین پھر طریق علاج کا جسکے باعث اُس عادت سے آدمی نجات پاوے ذکر کرینگے اور ہر ایک
امر کی دلیل آیتون اور حدیثون اور آثار سے لکھی جاوینگی اور منجیات کی جلد مین ہر ایک عمدہ عادت اور اچھی خصلت جسمین رغبت ہو اور
مقربون اور صدیقون کے عادات مین سے ہو اور جس سے بندہ پروردگار عالم کے نزدیک ہو ذکر کرینگے اور ہر ایک خصلت کی تعریف
اور ماہیت اور سبب جس سے وہ حاصل ہو۔ اور ثمرہ جو اُس سے پیدا ہو اور علامت جس سے وہ جانی پڑے اور فضیلت جسکے باعث اُسکی
طرف رغبت ہو مع دلائل شرعی اور عقلی کے جو اُسکے باب مین وارد ہین ذکر کرینگے اور لوگون نے ان باتون مین سے بعض امور مین
کتابین لکھی بھی ہین مگر یہ کتاب اُنکی تصانیف سے پانچ باتون مین علٰحدہ ہے اول جس چیز کو اُنھون نے مجمل رہنے دیا اور چھوڑ رکھا ہے
اُسکو ہمنے کھول کر مفصل لکھا ہے دوم جن باتون کو اُنھون نے متفرق اور پریشان لکھا ہے اُسکو ہمنے ترتیب وار انتظام بیان کیا ہے سوم جن امور
کو اُنھون نے طویل تقریر مین لکھا ہے اُسکو ہمنے مختصر طور پر ضبط کیا ہے چوتھے اُنھون نے جو امر مکرر لکھے ہین انکو ہمنے حذف کیا ہے وہی
مطلب ثابت رکھا ہے پانچوین ہمنے باریک باتون کی تحقیق کی ہے جنکا سمجھنا فہمون پر دشوار ہوا ہے اور اُنکے ذکر کے درپے کتابون مین کوئی
نہین ہوا اس جہت سے کہ ہر چند سبھون نے ایک ہی طرح لکھا ہے مگر کچھ بعید نہین کہ ہر ایک سالک ایسے امر مخفی پر مطلع ہو جاوے جس سے
اُسکے ساتھ والے غافل رہین یا اُسپر آگاہ کرنے سے غفلت تو نہ کرے مگر کتابون مین اُسکو لکھنا بھول جاوے یا بھول بھی نہین لیکن حقیقت
واقعی لکھنے سے اُسکو کوئی مانع ہو غرض کہ اس کتاب کے خواص یہ ہین اور سبھنا یہ کتاب ان علوم پر مفصلاً حاوی ہے اور ہمنے جو اس کتاب
کی چار جلدین کین تو اُسکی دو وجہین ہین وجہ اول جو باعث اصلی ہے یہ ہے کہ یہ ترتیب تحقیق اور سمجھانے کے باب مین گویا کہ ضروری ہے اسلیے کہ جس
علم سے آخرت کی طرف توجہ کی جاتی ہے اُسکی دو قسمین ہین ایک علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور علم مکاشفہ سے ہماری غرض وہ علم ہے کہ جس سے
معلوم کے کھل جانے کی طلب کیجاے۔ اور علم معاملہ سے وہ غرض ہے کہ معلوم کے کشف ہونیکے ساتھ اُسپر عمل کرنا مطلوب ہو اور اس

کتاب مین مقصود صرف علم معاملہ ہی نہ مکاشفہ جسکو کتابون مین لکھنے کی اجازت نہین ہر چند غایت مقصود طالبون کا اور صدیقون کی تاک
کا مقام علم مکاشفہ ہی ہی اور علم معاملہ اُسکا ذریعہ ہی مگر انبیا علیہم السلام نے خلق کے ساتھ صرف علم معاملہ ہی مین گفتگو کی ہی اور اسیکی طرف
راہ بتایا علم مکاشفہ مین کچھ کلام نہین کیا مگر رمز و اشارہ کے ساتھ تمثیل و اجمال کے طور پر باین وجہ کہ اُنکو معلوم تھا کہ خلق کی فہمین اُسکے ادراک
اور برداشت سے قاصر ہین اور چونکہ علما انبیا علیہم السلام کے وارث ہین تو اُنکو بھی انبیا کی پیروی سے عدول کرنیکی صورت نہین پھر علم
معاملہ کی دو قسمین ہین ایک علم ظاہر یعنی اعضاے ظاہری کے اعمال کا علم دوسرا علم باطن یعنی دلون کے اعمال کا علم اور جو عمل کہ اعضا پر جاری
ہوتے ہین وہ یا عبادت ہین یا عادت اور دل جو کہ حواس سے پردہ ہونے کے حکم مین ہین اُنپر جو عالم ملکوت سے اعمال وارد ہوتے
ہین وہ یا اچھے ہین یا بُرے غرضکہ اِس علم کی تقسیم دو حصون مین ضروری ہوئی ایک ظاہر دوسرا باطن اور ظاہر جو متعلق اعضا ہی دو منقسم
ہوا عبادت اور عادت مین اور باطن جو دل کے احوال سے اور نفس کی عادتون سے متعلق ہی وہ بھی منقسم ہوا دو قسمون اچھی اور بُری
مین تو سب چار قسمین ہوئین علم معاملہ مین کوئی بات ان قسمون سے باہر نہین ہوتی دوسری وجہ یہ ہی کہ مین نے طالب علمون کی
رغبت صادق اُس فقہ مین دیکھی جو ایسے لوگون کے نزدیک کہ خدا تعالیٰ کا خوف نہین رکھتے ذریعہ فخر کا ہو سکتا ہے اور جاہ و منزلت کو رغبت
کی چیزون مین قوت دل سکتی ہی اور وہ فقہ بھی چار حصون پر مرتب ہی تو چونکہ محبوب چیز کے پیرایہ مین دوسری چیز بھی محبوب معلوم ہوا کرتی ہے
اسلیے مین نے بھی اِس باب مین کوتاہی نہ کی کہ اِس کتاب کی صورت فقہ کی شکل پر رہے تاکہ دلون کا میل اِس طرف ہو اور یہی وجہ
بعض لوگون نے جو رئیسون کے دل کا میل طب کی طرف چاہا تو اُنھون نے اپنی کتاب کو ستارون کی تقویم کی صورت پر جدولون اور رقمون
مین لکھا اور اسکا نام صحت کی تقویم رکھا اِس نظر سے کہ رؤسا کو اِس جنس کی طرف اُنس ہوا کرتا ہی تو بیشک اُنکی طبیعت کو ایسی مطالعہ
کتاب کی طرف کشش کریگی اور ظاہر ہی کہ ایسا حیلہ کرنا جس سے دل اِس علم کی طرف کھینچ آوین جسمین فائدہ زندگی جاوید کا ہے اُس
حیلہ کی نسبت کر نہایت ضروری ہی جس سے رغبت طب کی طرف ہو جو صرف جسم کی تندرستی کو مفید ہی کیونکہ ثمرہ علم آخرت کا دلون اور
روحون کا علاج کرنا ہی ایسی طرح کہ اُس سے زندگی ابد الآباد پر پہونچ جاوین تو ایسے علم کو علم طب کہان پہونچ سکتا ہی جس سے جسمون
کا علاج ہوتا ہی اور وہ بالضرور تھوڑے ہی دنون مین جاتے آتے رہینگے - اب ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور رہنمائی کا سوال کرتے ہین

کہ وہ کریم اور جواد ہی اور بحسب مرقومہ بالا علم کا باب شروع کتاب مین لکھتے ہین

باب اول - علم کے بیان مین اور اُس مین سات فصلین ہین

رباعی گر زندگی ابد ہے تجکو منظور ٭ کر سعی تو علم دین مین حتی المقدور ٭ احمد کو اسی سے قاب قوسین ملا ٭ موسیٰ پہ ہوا تھا اِسی سے ہی جلوہ طور ٭

فصل اول علم اور طلب علم اور تعلیم کی فضیلت اور اُس کے دلائل نقلی اور عقلی کے ذکر مین اور اِسمین چار بیان ہین بیان اول

علم کی فضیلت مین قرآن مجید سے اُسکے فضائل یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ
تو دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے کیسے شروع فرمایا اور دوسری مرتبہ مین فرشتون کو ذکر فرمایا اور تیسری مین علم والونکو اور شرف
اور فضل اور بزرگی اور اصالت کو اتنا ہی کافی ہی - اور فرمایا يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ حضرت ابن عباس فرماتے ہین

شهد اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہین اُسکے سوا اور فرشتون نے اور علم
والون نے وہی حاکم انصاف کا ۱۲ ش ۳ اللہ اونچے کریگا اُنکے درجے جو ایمان اور علم رکھتے ہین تم مین ۱۲

کہ علما کے درجات ایمانداروں کے اوپر سات سو درجے ہونگے کہ دو درجوں کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی اور فرمایا قل ھل یستوی الذین
یعلمون والذین لایعلمون اور فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب اور فرمایا قال الذی عندہ
علم من الکتاب انا آتیک بہ اسمین اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ تخت کے لانے پر بزور علم قادر ہوا اور فرمایا وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر
لمن آمن وعمل صالحا اسمین بیان فرمایا کہ قدر آخرت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہے اور فرمایا وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون
اور فرمایا ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم اپنے حکم کو معاملات میں علما کے اجتہاد پر راجع فرمایا اور انکے رتبے کو حکم الٰہی
کے معلوم کرنیمیں انبیا کے رتبے کے ساتھ ملایا اور اس آیت کی تفسیر میں یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی
ذلک خیر بعضوں نے کہا ہے کہ لباس سے مراد علم ہے اور ریش سے مراد یقین ہے اور لباس تقوی سے مراد حیا ہے اور فرمایا اللہ جل شانہ نے ولقد جئناھم
بکتاب فصلناہ علی علم اور فرمایا فلنقصن علیھم بعلم اور فرمایا بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم اور فرمایا خلق الانسان علمہ البیان یہکو احسان
جتلانے کی جگہ میں مذکور فرمایا ہے اور اخبار میں یہ فضائل وارد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین
ویلھمہ رشدہ اور فرمایا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی عالم انبیاء کے وارث ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی رتبہ نبوت کے درجہ سے بڑھکر نہیں اس سے
معلوم ہوا کہ اس رتبے کی وراثت سے بڑھکر کوئی اور شرف بھی نہیں اور فرمایا کہ عالم کیواسطے زمین اور آسمانوں میں جو چیز ہے مغفرت طلب
کرتی ہے اس سے بڑھکر کونسا منصب ہوگا جس منصب والے کے لیے آسمان وزمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں پس وہ تو اپنے نفس
میں مشغول رہتا ہے اور فرشتے اسکے لیے مغفرت چاہنے میں مشغول رہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکمت شریف کی
بزرگی زیادہ کرتی ہے اور مملوک کو اتنا اونچا کرتی ہے کہ اسکو بادشاہوں کی جگہ میں بٹھلا دیتی ہے اس حدیث میں آپنے علم کا نتیجہ دنیا
میں ارشاد فرمادیا اور یہ ظاہر ہے کہ آخرت دنیا کی نسبت کر بہتر اور پایدار ہوتی ہے اور فرمایا کہ خصلتان لا یکونان فی منافق حسن سمت وفقہ
فی الدین اس حدیث میں بعض فقہاے وقت کا نفاق دیکھکر تمکو شک نکرنا چاہیے اسلیے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فقہ سے
وہ علم نہیں جسکو تم فقہ خیال کرتے ہو بلکہ فقہ کے معنی آگے مذکور ہونگے اور ادنی درجہ فقیہ کا یہ ہے کہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ آخرت دنیا سے
بہتر ہے یہ بات جب فقیہ میں ٹھیک اور غالب ہو جاتی ہے تو اسکو نفاق اور نمود سے بری کر دیتی ہے اور فرمایا کہ آدمیوں میں سے بہتر ایماندار
وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اسکے پاس حاجت لیجاویں تو انکو فائدہ دے اور اگر اس سے بے پروائی کریں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے اور فرمایا
کہ ایمان ننگا ہے اور اسکی پوشش تقوی ہے اور اسکی آرایش حیا اور اسکا ثمرہ علم ہے۔ اور فرمایا کہ لوگوں میں سے درجہ نبوت کے قریب اہل علم اور

اہل جہاد مین اہل علم اس وجہ سے کہ اُنھون نے لوگون کو وہ باتین بتائین جو رسول لائے تھے اور اہل جہاد اس وجہ سے کہ اُنھون نے پیغمبرون کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلوارون سے جہاد کیا اور فرمایا کہ ایک قبیلے کا مرجانا ایک عالم کے مرنے کی بہ نسبت آسان تر ہی اور فرمایا الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ فخیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا اور فرمایا کہ قیامت کے روز علما کی سیاہی شہیدون کے خون سے تولی جاویگی اور فرمایا جو شخص میری امت پر چالیس حدیثین میری سنت کی یاد کرکے پہونچادے تو مین اُسکا شفیع اور گواہ قیامت مین ہونگا اور فرمایا کہ جو شخص میری امت مین سے چالیس حدیثین یاد کرلے وہ قیامت کو اللہ تعالی سے فقیہ اور عالم ہوکر ملیگا اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی کے دین مین سمجھ پیدا کرے اللہ تعالی اُسکو رنج سے بچاوے اور اُسکو ایسی جگہہ سے روزی پہونچاوے کہ جہان سے اُسکو گمان بھی نہو اور فرمایا کہ خدا تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم مین علیم ہون اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہون - اور فرمایا کہ عالم زمین پر خدا تعالی کا امانت دار ہی - اور فرمایا کہ میری امت مین سے دو قسمین ایسی ہین کہ جب وے درست ہون تو سب لوگ درست ہو جاوین اور اگر وہ بگڑ جائین تو سب لوگ بگڑ جاوین ایک امرا یعنی حکام ہین دوسرے فقہا - اور فرمایا کہ جب میرے اوپر کوئی ایسا دن آوے جسمین مجھکو وہ علم زیادہ نہو جو مجھکو خدا تعالی سے قریب کردے تو اُس روز کا آفتاب نکلنا مجھکو نصیب نہو جیو اور عبادت اور شہادت پر علم کو فضیلت دینے مین یون ارشاد فرمایا کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی تو اب دیکھو کہ علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث مین کیسا نبوت کے درجے کے ساتھ کیا ہی اور جو عمل کہ علم سے خالی ہو اُسکے رتبے کو کیسا کم فرمایا ہی حالانکہ عابد جس عبادت کو ہمیشہ کرتا ہی اُسکا علم تو رکھتا ہی ہے اگر اُسکا علم نہو تو عبادت نہوگی - اور فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب اور فرمایا یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء اس حدیث سے نہایت بڑا رتبہ علم کا ثابت ہوتا ہی کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہی باوجودیکہ شہادت کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہی - اور فرمایا کہ خدا تعالی کی عبادت کسی چیز سے بہتر نہین ہوتی جیسے دین کی سمجھ سے ہوتی ہے اور ایک دین کا سمجھنے والا شیطان پر ہزار عابدون سے سخت تر ہی اور ہر چیز کا ایک ستون ہی اور اس دین کا ستون فقہ ہی - اور فرمایا تمہارے دین مین سے بہتر وہ ہی جو سب سے آسان زیادہ ہو اور بہتر عبادت فقہ ہی - اور فرمایا کہ ایماندار عالم ایماندار عابد سے ستر درجے بڑھکر ہی - اور فرمایا کہ تم ایسے زمانے مین ہو جسمین فقیہ بہت ہین اور خطیب کم اور سائل قلیل ہین اور دینے والے بہت اس زمانے مین عمل کرنا بہ نسبت علم کے بہتر ہی اور عنقریب لوگون پر وہ وقت آوے گا جسمین فقیہ کم ہونگے اور خطیب زیادہ دینے والے تھوڑے ہونگے اور مانگنے والے بہت اسمین علم بہ نسبت عمل کے بہتر ہوگا اور فرمایا عالم اور عابد کے بیچ مین سو درجون کا فرق ہی ہر دو درجون مین اتنا فاصلہ ہی جتنا کہ ستر برس مین ایک گھوڑا تیز دوڑ کر قطع کرے اور صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اعمال مین سے کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ علم خدا ے پاک کا لوگون نے عرض کیا کہ ہم اعمال مین سے افضل پوچھتے ہین

[illegible]

آپنے فرمایا کہ علم خدائے پاک کا لوگون نے عرض کیا کہ ہم عمل کو پوچھتے ہین اور آپ علم ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ
تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہی اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بے سود ہی اور فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی بندونکو اُٹھاویگا
پھر علما کو اُٹھاکر اُنسے ارشاد فرماویگا کہ ای گروہ علما مین نے جو تم مین اپنا علم رکھا تھا تو تمکو کچھ جانکر ہی رکھا تھا اور مینے تم مین اپنا علم
اسلیے نہین رکھا تھا کہ تمکو عذاب دون جاؤ مینے تم کو بخشدیا۔ اللہ تعالی سے ہم کبھی یہی مراد چاہتے ہین کہ ہمارا انجام بھی ایسا ہی کرے اور علم
کے فضائل آثار یعنی صحابہ اور تابعین کے اقوال مین بھی بہت ہین چنانچہ حضرت علی رضنے کمیل کو ارشاد فرمایا کہ ای کمیل علم مال سے بہتر ہی علم تیری
حفاظت کرتا ہی اور تو مال کی علم حاکم ہی اور مال محکوم علیہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہی اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہی اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد
ہی کہ عالم افضل ہی روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے اور جب عالم مرتا ہی تو اسلام مین ایسا رخنہ پڑجاتا ہی کہ اُسکو بجز اُسکے نائب کے
اور کوئی بند نہین کرتا اور نیز آپ نے ایک قطعہ عربی مین فرمایا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی **قطعہ** آدمی جتنے ہین وہ صورت مین ہین سب ایک سے + باپ تو
سب کا ہی آدم اور حوا سب کی ما + ہو شرف پر اصل کے گر فخر اُنکو تو کہین + اصل اُنکی کیا ہی پانی اور مٹی کے سوا + ہان بدیسر عالمون کے ہی
قبائے فخر چست + کیونکہ خود ہین راہ یاب اور دوسرون کے رہنما + حسن جس شی سے ہو حاصل ہی وہی انسان کی قدر + جاہلونکو پر عداوت
عالمون سے ہی سدا + سیکھ ایسا علم جس سے ہو تو زندہ تا ابد + لوگ سب مردے ہین پر عالم ہی زندہ دائما + اور ابو اسود رح فرماتے ہین کہ کوئی چیز علم
سے بڑھکر عزت والی نہین کہ بادشاہ لوگون پر حاکم ہوتے ہین اور علما بادشاہون پر حاکم ہوتے ہین۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ حضرت
سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم اور مال اور سلطنت مین سے جو چاہو پسند کرو اُنھون نے علم کو پسند فرمایا تو مال اور حکومت علم
کے ساتھ اُنکو عطا ہوئی۔ اور حضرت ابن مبارک رح سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہین اُنھون نے فرمایا کہ علما پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہین فرمایا
کہ زاہد پوچھا کہ کمینے کون ہین فرمایا کہ جو لوگ اپنے دین کو بیچکر کھاتے ہین غرضکہ عالم کے سوا اورون کو آدمی نہ کہا اسلیے کہ جو خاصہ کہ اُس سے
انسان کو چوپایون سے تمیز ہوتی وہ علم ہی اور انسان جبھی تک انسان کہلاویگا کہ جس بات سے اُسکو شرف ہو وہ اُسمین موجود ہو اور انسان کی
شرافت نہ تو جسم کے زور کے باعث ہی اسلیے کہ زور مین اُس سے اونٹ مثلاً زیادہ ہی نہ بڑے جثہ ہونے کی جہت سے کہ ہاتھی اُس سے بہت بڑا
ہی نہ شجاعت کے سبب سے کہ درندے اُس سے بھی زیادہ شجاع ہین نہ کھانے کے لیے کہ بیل کا پیٹ اُس سے کہین زیادہ ہی نہ صحبت کے سبب
سے کہ ادنی چڑیا اس باب مین اُس سے بہت بڑھکر ہی بلکہ اُسکو شرافت ہی تو صرف علم کی رو سے ہی اور اسی علم کے لیے وہ پیدا ہوا ہی اور بعض حکما کا
قول ہی کہ ہمکو کوئی یہ بتاوے کہ جسکو علم نہ ملا اُسکو اور کیا ملا اور جسکو علم ملا اُس سے اور کیا باقی رہا۔ اور فتح موصلی کا قول ہی کہ جب مریض کو دن دن
کھانا پانی دوا کچھ نہ دیا جاوے تو وہ کیا مر نہین جاویگا۔ لوگون نے کہا بیشک مرجاویگا فرمایا کہ یہی حال دل کا ہی جب اُس سے تین دن علم اور حکمت
کو روک دیا جاتا ہی تو مرجاتا ہی اور یہ قول اُنکا بجا ہی اسلیے کہ دل کی غذا علم اور حکمت ہی اور انھین دونون سے اُسکی زندگی ہی جسطرح کہ بدن
کی غذا کھانا ہی اور جس شخص کو علم میسر نہین تو اُسکا دل بیمار ہی اور موت اُسپر لازم مگر اُس شخص کو اپنے دل کی بیماری اور موت کی خبر نہین
ہوتی اسلیے کہ دنیا کی محبت اور اُسکے کاروبار مین لگے رہنے سے اُسکی حس جاتی رہتی ہے جیسے خوف اور نشے کے غلبے مین زخم کا درد
اُسوقت معلوم نہین ہوتا اگرچہ واقع مین درد ہوتا ہی لیکن جب موت دنیا کے بوجھ اور علاقے آدمی سے اُتار دیتی ہی تب اپنے دل کی ہوت

ابوالاسود [illegible] صفحہ ۱۲

کو جانتا ہی اور افسوس کرتا ہی اُسوقت افسوس کچھ فائدہ نہین کرتا جس طرح کہ خوف والے کا خوف یا متوالے کا نشہ دور ہوجاتا ہی تو اسکو جہان
جہان نشہ یا خوف کی حالت مین زخم لگا ہوتا ہی معلوم ہوتا ہی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہین اُس روز سے کہ حقیقت حال کھلے اسلیے کہ اہل
لوگ سوتے ہین جب مرینگے تب جاگینگے اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ عالمون کی سیاہی اور شہیدون کا خون تولا جائیگا تو سیاہی
زیادہ ٹھہریگی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ لوگو علم کو سیکھو بیشتر اس سے کہ علم اُٹھا لیا جاوے اور اُسکا اُٹھانا یہ ہی کہ اُسکے روایت
کرنے والے مرجاوین بس قسم ہی مجکو اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی کہ جو لوگ راہ خدا مین مارے گئے اور شہید ہوے وہ
عالمون کی بزرگیان دیکھکر یہ چاہین گے کہ اللہ تعالیٰ اُنکو عالم اُٹھاتا۔ اور عالم کوئی پیدا ہوتا ہی نہین بلکہ سیکھنے سے علم آتا ہی اور حضرت
ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ علم کا تذکرہ تھوڑی سی رات مین کرنا میرے نزدیک تمام رات جاگنے سے اچھا ہی اور یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ اور
امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر مین ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ[ت] فرماتے ہین کہ دنیا کے
حسنۃ سے مراد علم اور عبادت ہی اور آخرت کے حسنۃ سے مراد جنت اور بعض حکمائے سے کسی نے سوال کیا کہ کونسی چیز ذخیرہ کیجاوے جواب یا کہ
وہ چیز ذخیرہ کرنی چاہیے کہ جب تیری کشتی ڈوب جاوے تو وہ تیرے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم ذخیرہ کرنے کے قابل ہی کہ جب کشتی بدن غرقاب ہو
ہوجاوے تو یہی ساتھ رہے اور بعض حکمار کا قول ہی کہ جو شخص حکمت کو اپنا لگام بناتا ہی لوگ اُسکو اپنا امام کرتے ہین اور جو شخص حکمت مین معروف
ہوتا ہی اُسکو لوگ وقار اور عزت سے دیکھتے ہین اور امام شافعیؒ کا قول ہی کہ علم کی شرافت ایک یہ ہی کہ اُسکو جس شخص کی طرف نسبت کردو
کسی ادنیٰ بات مین کہو مثلاً کہ یہ شخص فلان چیز کا علم رکھتا ہی تو وہ خوش ہوتا ہی اور جس شخص سے اُسکو اُٹھا لو مثلاً کہو کہ فلان چیز کا اُسکو علم نہین تو وہ رنجیدہ
ہوتا ہی۔ اور حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہین کہ ای لوگو علم کے پیچھے چلو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک چادر محبت ہی جو شخص کوئی باب علم کا طالب ہوتا ہی
اللہ تعالیٰ وہ چادر اُسکو اُڑھاتا ہی پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا جوئی اُس سے کرالیتا ہی پھر دوبارہ اگر خطا کا مرتکب ہوتا ہی تب
بھی اُس سے رضا جوئی کا طالب ہوتا ہی تیسری بار بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہی اور غرض اس ہر دفعہ کی رضا جوئی کرانے سے یہ ہوتی ہی کہ
اُس سے وہ چادر نہ چھینے اگرچہ اُسکا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہونچ جاوے اور احنفؒ کا قول ہی کہ علما ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مالک
بنجاوینگے۔ اور جس عزت کی مضبوطی علم سے نہو تو اُسکا انجام ذلت ہوتا ہی۔ اور سالم بن ابی جعد کہتے ہین کہ میرے آقا نے مجکو تین سو درم کو
لیکر آزاد کردیا تو مین نے سوچا کہ مین کونسا فن سیکھون آخر علم کو حرفہ بنایا ایک برس بھی مجکو نہ گذرا تھا کہ حاکم شہر میری ملاقات کو آیا اور
مین نے اُسکو لوٹا دیا اور پاس نہ آنے دیا۔ اور زبیر ابن ابی بکر کہتے ہین کہ مجکو میرے باپ نے عراق مین خط لکھا کہ تو علم کے پیچھے پڑ اسلیے کہ اگر
تو مفلس ہوجائیگا تو یہ تیرا مال ہوگا اور اگر تو غنی ہوگا تو اُس سے تیری زینت ہوگی۔ اور لقمانؒ نے جو اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے
لڑکے علما کے پاس بیٹھ اور اپنا زانو اُن کے زانو سے بھڑا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے دلونکو ایسا زندہ کرتا ہی جیسے زمین کو بھاری مینھہ سے
سرسبز کرتا ہی اور بعض حکما فرماتے ہین کہ جب عالم مرجاتا ہی تو اُسپر مچھلیان پانی مین اور پرند ہوا مین روتے ہین اور گو ظاہر مین اُسکا چہرہ
نظر نہین پڑتا مگر اُسکی یاد دلون مین نہین بھولتی۔ اور زہریؒ فرماتے ہین کہ علم نر ہی اور اُسکو مردون مین سے وہی پسند کرتے ہین جو مرد ہون

ت اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا مین خوبی اور آخرت مین خوبی ۱۲۔

بیان دوم طلب علم کی فضیلت مین

آیتین اس باب مین یہ ہین فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طایفۃ لیتفقہوا فی الدین اور فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور حدیثین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ اور فرمایا کہ فرشتے طالب العلم کے کام سے خوش ہوکر اپنے بازو اُسکے لیے بچھاتے ہین۔ اور فرمایا کہ اگر تو جاکر کوئی علم کا باب سیکھے تو اُس سے بہتر ہی کہ سو رکعتین نفل پڑھے۔ اور فرمایا کہ آدمی کو علم کا کوئی باب سیکھنا اُسکے حق مین دنیا اور مافیہا سے بہتر ہی اور فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین مین ہو یعنے بہت دور ہو۔ اور فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہی اور فرمایا کہ علم وہ خزانہ ہی جس کی کنجیان سوال ہے پس علم کا سوال کرو کہ اُسمین چار شخصونکو ثواب ملتا ہی اول سوال کرنیوالے دوسرے عالم کو تیسرے سننے والیکو چوتھے اُسکو جو اُنسے محبت رکھتا ہو۔ اور فرمایا کہ جاہل کو نہ چاہیے کہ اپنے جہل پر خاموش ہو رہے اور نہ عالم کو چاہیے کہ اپنے علم پر چپکا رہے یعنی جاہل کو رفع جہالت کے لیے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اُسکا جواب دینا چاہیے۔ اور حضرت ابو ذر کی حدیث مین ارشاد ہے کہ مجلس علم مین حاضر ہونا ہزار رکعتین پڑھنے اور ہزار بیمارون کو عیادت کرنے اور ہزار جنازون کی شرکت کرنیسے بہتر ہی پس کسی نے عرض کیا کہ قرآن کی تلاوت سے بھی بہتر ہی آپ نے فرمایا کہ قرآن بدون علم کے کب مفید ہی۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو موت آوے اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لیے علم سیکھتا ہو تو اُسکا اور انبیا کا درجہ جنت مین ایک ہوگا اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ جب مین طالب علم تھا تو ذلیل تھا اب جو میرے پاس لوگ سیکھنے لگے تو عزت والا ہوگیا اور اسیطرح ابن ابی ملیکہ نے کہا ہی کہ مین نے حضرت ابن عباس کے مثل کوئی نہین دیکھا اگر صورت کو دیکھو تو سب سے اچھی اور اگر گفتگو کرین سب سے فصیح اور فتوی دین تو سب سے زیادہ علم معلوم ہو اور ابن مبارک رض فرماتے ہین کہ مجکو تعجب آتا ہی اُس شخص پر جو علم کی طلب نہ کرے کہ اُسکا نفس اُسکو کسی بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہی اور بعض حکما نے کہا ہی کہ مجکو جیسا دو شخصون پر ترس آتا ہی اور کسی پر نہین آتا ایک تو اُسپر کہ علم کا طالب ہی اور سمجھتا نہین اور ایک اُسپر کہ علم کو سمجھتا ہی اور اسکی طلب نہین کرتا اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ اگر مین ایک مسئلہ سیکھون میرے نزدیک تمام رات کی شب بیداری سے اچھا ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ عالم اور طالب علم خیر مین شریک ہین اور دوسرے تمام آدمی بھنگے ہین کہ اُنمین کچھ بہتری نہین اور نیز اُنکا ارشاد ہی کہ یا عالم ہو یا طالب علم یا سننے والا ان تین کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہو جاویگا۔ اور عطا رحمہ کا قول ہی کہ ایک مجلس علم کی لہو کی ستر مجلسون کا کفارہ ہوتی ہی۔ اور حضرت عمر رض ارشاد فرماتے ہین کہ ہزار شب بیدار روزہ دار عابدون کا مرجانا ایسے عالم کی موت سے کم ہی جو خدا تعالی کے حلال اور حرام کا ماہر ہو۔ اور امام شافعی رح کا قول ہی کہ علم کا طلب کرنا نفل سے افضل ہی۔ اور ابن عبد الحکم نے کہا ہی کہ مین امام مالک کے پاس سبق پڑھتا تھا کہ ظہر کا وقت آگیا مین نے اپنی کتاب نماز پڑھنے کے لیے تہ کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے فلان جسکے لیے تو اُٹھا ہی وہ اس سے بہتر نہین جسمین تو تھا بشرطیکہ نیت درست ہو اور ابو درداء فرماتے ہین کہ جس شخص کی یہ تجویز ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہین تو وہ اپنی عقل و تجویز مین ناقص ہی

تیسرا بیان تعلیم کی فضیلت مین

آیتین اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اس آیت مین انذار سے مراد تعلیم اور ارشاد ہی اور دوسری

جگہ فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اس مین تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہی اور فرمایا وان فریقا منہم لیکتمون الحق وہم یعلمون اس مین علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی جیسے گواہی کے چھپانے کے لیے ارشاد فرمایا ہی ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ اور فرمایا ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا اور فرمایا ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اور فرمایا ویعلمہم الکتب والحکمۃ اور حدیثین تعلیم کی فضیلت کی بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے کسی عالم کو جو علم دیا تو اُس سے وہ عہد بھی لیلیا ہی جو پیغمبرون سے لیا ہو کہ اُسکو بیان کرینگے اور چھپاوینگے نہین۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو اُن کو یہ ارشاد فرمایا لان یہدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من الدنیا وما فیہا اور فرمایا کہ جو شخص علم کا ایک باب اسلیے سیکھے کہ اُسکو لوگون کو سکھا دے تو اُسکو ستر پیغمبرون صدیق کا ثواب دیا جاویگا۔ اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص عالم ہو اور علم کے بموجب عمل کرے اور لوگون کو علم سکھاوے وہ آسمان وزمین کے ملکوت مین عظیم کہلاتا ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی عبادت کرنے والون اور جہاد کرنے والون سے ارشاد فرمائیگا کہ جنت مین جاؤ عالم عرض کرینگے کہ الٰہی اُنھون نے ہمارے علم کے طفیل سے عبادت اور جہاد کیا یعنے شایان اکرام ہم ہین اللہ تعالی ارشاد فرمائیگا کہ تم میرے نزدیک میرے بعض فرشتون کے مثل ہو تم شفاعت کرو تمھاری شفاعت منظور ہوگی پس وہ سفارش کرینگے پھر جنت مین داخل ہونگے اور یہ رتبہ اُسی علم کا ہی جو تعلیم سے دوسرون کو پہونچے اُس علم کا نہین جو فقط اُسی شخص کے ساتھ رہے دوسرے کو نہ پہونچے اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ عزوجل لا ینتزع العلم انتزاعا من الناس بعد ان یؤتیہم ایاہ ولکن یذہب بذہاب العلماء فکلما ذہب عالم ذہب بما معہ من العلم حتی اذا لم یبق الا رؤسا جہالا ان سئلوا افتوا بغیر علم فیضلون ویضلون اور فرمایا من علم علما فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیامۃ بلجام من نار اور فرمایا خوب عطا اور عمدہ ہدیہ کلمۂ حکمت ہی جسکو تو سنے اور یاد رکھے پھر اُسکو اپنے بھائی مسلمان کے پاس لیجاوے اور اُسکو سکھلاوے تو ایک برس کی عبادت کے مساوی ہی۔ اور فرمایا الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ذکر اللہ سبحانہ وما والاہ او معلما او متعلما۔ اور فرمایا ان اللہ سبحانہ وملئکتہ واہل سمواتہ وارضہ حتی النملۃ فی جحرہا وحتی الحوت فی البحر یصلون علی معلم الناس الخیر اور فرمایا مسلمان اپنے بھائی کو اس سے بڑھکر کوئی فائدہ نہین پہونچاتا کہ جو عمدہ بات اُسنے سُنی ہو وہ دوسرے کو سُناوے اور فرمایا ایماندار اگر ایک کلمۂ خیر سُنے اور سیکھکر اُسکے بموجب عمل کرے تو اُسکے حق مین ایک برس کی عبادت سے بہتر ہی۔ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے پھر آپ نے دو مجلسین دیکھین کہ ایک تو اللہ تعالی سے دعا مانگتے تھے اور اُسکی طرف راغب تھے اور دوسرے لوگون کو کچھ سکھلاتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجلس اول کے لوگ تو اللہ تعالی

عہ زمین والے یہان تک کہ چیونٹی اپنی سوراخ مین اور مچھلی سمندر مین سب رحمت بھیجتی ہین اُسپر جو لوگون کو خیر سکھاوے ۱۲ ترمذی بروایت ابو امامہ رضہ ۱۲ عہ ابن عبد البر نے بروایت

سوال کرتے ہین اگر وہ چاہے اُنکو دے اور چاہے نہ دے مگر دوسری مجلس والے لوگونکو تعلیم کرتے ہین اور مجکو بھی خدا نے تعلیم کرنیوالا ہی بھیجا ہی
پھر آپ دوسری مجلس والونکی طرف پھرے اور اُنکے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا مثل ما بعثنی اللہ عز وجل بہ من الہدیٰ والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب
ارضا فکانت منہا بقعۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا بقعۃ امسکت الماء فنفع اللہ عز وجل بہا الناس فشربوا منہا
وسقوا وزرعوا وکانت منہا طایفۃ قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء اس حدیث مین مثال اول ان لوگون کی ہی جنکو اپنے علم سے خود فائدہ
ہوتا ہی اور دوسرے اُن لوگون کی جو دوسرون کو فائدہ پہونچاتے ہین اور تیسری مثال ایسے شخصون کی ہی جو دونون باتون سے محروم ہین
اور فرمایا اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلث علم ینتفع بہ وصدقۃ جاریۃ وولد صالح یدعو لہ بالخیر اور فرمایا الدال علی الخیر کفاعلہ اور فرمایا لا حسد
الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ عز وجل حکمۃ فہو یقضی بہا ویعلمہا الناس ورجل آتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ہلکتہ فی الخیر اور فرمایا کہ میرے نایبون پر
خداے تعالیٰ کی رحمت ہو لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے نایب کون ہین آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہین جو میرے طریق کو پسند کرتے
ہین اور اُسکو خداے تعالیٰ کے بندون کو تعلیم کرتے ہین اور آثار تعلیم کی فضیلت کے یہ ہین کہ حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی
حدیث بیان کرے اور اسپر عمل کرے تو اُسکو ثواب ان لوگون کے برابر ملیگا جو وہی عمل کرینگے۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین
کہ جو شخص لوگون کو بہتر بات سکھاتا ہی اُسکے لیے تمام چیزین سمندر مین کی مچھلیون تک استغفار کرتی ہین۔ اور بعض علماء کا قول ہے
کہ عالم خداے تعالیٰ اور اُسکی مخلوق مین واسطہ[۱] پڑتا ہی۔ اور روایت ہی کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ عسقلان مین تشریف لائے
اور کچھ دنون رہے اُنسے کسی نے کچھ نہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجکو سواری کرایہ کر دو کہ اس شہر سے مین نکل جاؤن یہ ایسا شہر ہی کہ
اس مین علم مر جاویگا اور اسی واسطے کہا کہ تعلیم کی بزرگی اور اُسکی جہت سے علم کے باقی رہنے کی آپکو حرص تھی۔ اور عطاء رح
فرماتے ہین کہ مین حضرت سعید بن مسیب کے پاس گیا وہ روتے تھے مین نے رونے کی وجہ پوچھی اُنھون نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ
مجھسے کوئی کچھ پوچھتا نہین اور بعضون کا قول ہی کہ علما زمانون کے چراغ ہین ہر ایک اپنے وقت مین شمع ہوتا ہی کہ اُس سے اُسکے
عہد کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہین۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ اگر علما نہوتے تو آدمی مثل چوپایون کے ہوجاتے یعنی علما
لوگون کو تعلیم کی جہت سے حالت بہیمی سے نکالکر سرحد انسانیت پر پہونچا دیتے ہین۔ اور عکرمہ یہ فرماتے ہین کہ اس علم کا کچھ مول ہی
کسی نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ وہ یہ ہی کہ اُسکو ایسے کو سکھاوے جو اچھی طرح یاد کرے اور ضایع نہ کرے۔ اور یحییٰ ابن معاذ فرماتے ہین
کہ علماے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ماں باپ سے زیادہ رحیم ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہی اُنھون نے فرمایا کہ اسلیے کہ ماں باپ تو
لوگون کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہین اور علما آخرت کی آگ سے بچاتے ہین۔ اور بعض کا قول ہی کہ ابتداے علم سکوت ہے پھر سننا پھر
یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اُسکو لوگون مین پھیلانا اور بعض یون فرماتے ہین کہ اپنا علم ایسے کو سکھاؤ جو اُس سے جاہل ہو اور ایسے شخص سے
سیکھو کہ جو چیز تمکو نہ آتی ہو اُسکو وہ جانتا ہو جب ایسا کروگے تو جو کچھ آتا ہوگا اُسکو جان جاؤگے اور جو جانتے ہوگے وہ یاد رہیگا

[۱] بخاری اور مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲ [۲] ابن عبد البر بروایت حسن ۱۲ [۳] قولہ واسطہ پڑتا ہی الخ تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیونکر بیچ مین آتا ہی کذا فی الاحیاء ۱۲

اور حضرت معاذ بن جبل رض کا قول ہی اور مین نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی پایا کہ علم کو سیکھو اسلیے کہ اسکا سیکھنا خوف الٰہی ہے
اور اسکی جستجو عبادت اور اسکا درس دینا تسبیح اور اسکی بحث کرنی جہاد اور جو شخص نہ جانتا ہو اسکو اسکی تعلیم کرنی خیرات اور جو اسکا اہل ہو اُسپر
اسکا خرچ کرنا قرب منزلت ہی یہی علم تنہائی مین انیس اور سفر مین جلیس اور خلوت مین گفتگو کرنیوالا اور دین کا راہ نما اور حالت تونگری
اور افلاس مین چراغ اور دوستون کے سامنے نائب اور اجنبی شخصون مین قریب کرنے والا اور دشمنون کے حق مین ہتھیار اور راہ جنت
کا منار ہی اس علم کی بدولت اللہ تعالیٰ کچھ لوگون کو بلند رتبہ عنایت فرماتا ہی کہ اُنکو امور خیر مین سردار پیشوا ہادی بناتا ہی اُنکی دیکھا دیکھی
اورون کو خیر نصیب ہوتی ہی اُن کے قدمون پر لوگ چلتے ہین اور اُنکے افعال کو تاکتے ہین فرشتے اُن کی دوستی کے خواہان ہوتے
ہین اور اپنے بازوون سے اُنکو پونچھتے ہین اور تمام خشک و تر اُنکے لیے بخشش چاہتے ہین یہانتک کہ سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے
اور خشکی کے درندے اور چوپایے اور آسمان اور اُسکے ستارے سب دعاے مغفرت کرتے ہین اسلیے کہ علم دل کی زندگی ہی اُس کے
باعث جہالت نہین رہتی اور نور ہے کہ جسکے سامنے تاریکی جاتی رہتی ہی اُس سے بدن کو قوت آتی ہی اور ضعف دور ہوتا ہی اُس کے
باعث بندہ نیک لوگون کے مراتب اور بلند درجے حاصل کرتا ہی علم مین فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہی اور اُسکے درس مین مشغول رہنا
شب بیداری کے مساوی ہی اور اُسی کے باعث خداے تعالیٰ کی اطاعت اور توحید و عبادت اور تمجید ہوتی ہی اُسی سے ورع
اور تقویٰ اور صلۂ ارحام اور معرفت حلال اور حرام حاصل ہی علم امام ہی اور عمل اُسکا تابع ہی نیک بختون ہی کے دلمین اُسکی جگہ
کی جاتی ہے اور بدبخت اُس سے محروم رہتے ہین ہم اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کے خواہان ہین

چوتھا بیان دلائل عقلی کے ذکر مین

اب دلائل عقلی اسباب مین سننی چاہیین کہ غرض اس جا علم کی فضیلت اور نفاست کے معلوم کرنے سے ہی اور جب تک کہ خود فضیلت کو
نہ سمجھو اور جو اُس سے غرض ہی اُسکو نہ معلوم کرو تو علم وغیرہ اشیا کی فضیلت کا جاننا ناممکن ہی جیسے کوئی یہ معلوم کیا چاہے کہ زید حکیم ہے
یا نہین اور اُسکو ہنوز حکمت کے معنی اور اُسکی حقیقت معلوم نہ ہو تو بجز راہ بہکنے کے اور اُسکو کیا حاصل ہوگا پس واضح ہو کہ فضیلت فضل سے
نکلی ہی جسکے معنی زیادتی کے ہین تو جب دو چیزین کسی بات مین شریک ہون اور ایک مین کوئی بات زیادہ ہو تو اُسکو کہینگے کہ یہ دوسری
سے زیادہ اور فضل ہی لیکن زیادتی ایسی چیز مین ہونی چاہیے جو اُس چیز کا کمال ہو مثلاً گھوڑے کو جو گدھے سے افضل کہتے ہین تو
اسی لیے ہی کہ گھوڑا بار برداری مین تو گدھے کا شریک ہی مگر کر و فر اور تگ و دو مین اور خوبصورتی مین اُس سے بڑھکر ہے
اب اگر کسی گدھے کو بہت سا زیور پہنا دین تو یہ نہ کہینگے کہ یہ افضل ہی کیونکہ یہ زیادتی صرف ظاہر کی ہی باطن کی نہین کمال مین اُسکے کچھ دخل ہی
اور جانورون سے غرض اُنکے صفات اور امور باطنی ہین نہ ظاہر کا جسم جب یہ معلوم کر چکے تو اب تمیز ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اگر علم کو اور اوصاف کے لحاظ
سے دیکھو تو اُسمین ایک طرح کا فضل ہی جیسے گھوڑے کو نسبت اور حیوانات کے فضیلت ہی بلکہ تیزی تگ و دو جو گھوڑے مین ہے وہ مطلق
فضیلت نہین اضافی ہی اور علم کو بالذات اور مطلق فضیلت ہی خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہ ہو اسلیے کہ وہ خداے تعالیٰ کی صفت کمال
ہی اور اسی سے فرشتون اور انبیا کا شرف ہی بلکہ گھوڑون مین سے جسکو تمیز ہوتی ہی وہ احمق اور کم فہم سے اچھا ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم

کو فضیلت مطلق ہی خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہ ہو اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفیس چیز کی رغبت جو ہوتی ہی اُسکی تین قسمین ہین ایک وہ کہ غیر
کے لیے مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات اور غیر کے لیے دونون طرح مطلوب ہو ان تینون قسمون مین سے جو
بالذات مطلوب ہوتی ہی وہ اول کی نسبت کہ اشرف اور افضل ہی اور اول قسم یعنی جو چیزین غیر کے لیے مطلوب ہین وہ روپیہ اشرفی ہین کہ
دونون خود پتھر ہین اُنسے خود کسی طرح کا فائدہ نہین اگر بالفرض خداوند کریم آدمیون کی حاجتین پوری کرتی اُنسے سہل نفرماتا تو اُنکا
اور کنکر و نکا ایک سا حال ہوتا اور مطلوب بالذات آخرت کی سعادت اور لذت دیدار الٰہی ہی اور جو چیز کہ بالذات بھی اور غیر کے لیے بھی
مطلوب ہوتی ہی اُسکی مثال بدن کی سلامتی ہی مثلاً پانون کی سلامتی اس جہت سے بھی مطلوب ہی کہ بدن درد سے سلامت رہے
اور اسلیے بھی مطلوب ہی کہ اُس سے چلکر اپنے مطالب اور حاجات پورے کرین اب اس اعتبار سے اگر علم کو دیکھو تو اُسکو خود بھی
لذیذ پاؤگے اور وسیلۂ آخرت اور سعادت اخروی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بھی پاؤگے کہ بدون اُسکے خدا تعالیٰ کیطرف وصول
نہین ہوتا اور آدمی کے حق مین سب رتبون مین بڑھکر سعادت ابدی ہی اور سب چیزون مین افضل وہ ہی جو سعادت ابدی کا وسیلہ
ہو اور ظاہر ہی کہ اُسکا ملنا بدون علم و عمل کے ہرگز نہین ہو سکتا اور عمل بھی بدون اُسکے کہ کیفیت عمل کا علم ہو نہین ہو سکتا اس سے
معلوم ہوا کہ دنیا اور آخرت مین سعادت کی اصل علم ہی ہی اسلیے ثابت ہوا کہ سب اعمال سے افضل علم ہی اور کیون نہو کہ فضیلت کسی چیز
کی اُسکے نتیجہ سے بھی معلوم ہوا کرتی ہی اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ علم کا نتیجہ قرب الٰہی اور وصول بزمرۂ ملائکہ اور نزدیکی ملاء اعلیٰ کی ہی
یہ امور تو آخرت مین ہونگے اور دنیا مین عزت اور وقار اور سلاطین پر حکم کرنا اور طبیعتون مین عالم کی قدر و منزلت کا لازم ہونا ہی
یہانتک کہ ترکون مین غبی اور عرب کے کم رتبہ لوگ اپنی طبیعتون کو اس بات پر مخلوق پاتے ہین کہ اپنے بڑون کی توقیر کیا کرین اسلیے
کہ اُنکو تجربہ کرتے کرتے کچھ علم زیادہ ہو جاتا ہی بلکہ چوپایون کو دیکھو تو وہ بھی اپنی طبیعت سے انسان کی توقیر کرتے ہین اسلیے اُنکو
اس بات کا شعور ہی کہ جو درجہ ہمکو ہی اُس سے کمال مین انسان بڑھا ہوا ہی یہ فضیلت علم کی مطلق ہی پھر علوم مختلف ہین چنانچہ اُنکا
بیان عنقریب آویگا۔ اور جیسے علوم مین اختلاف ہی اُسیطرح اُنکے فضائل مین تفاوت ہی اور فضیلت تعلیم اور تعلم کی بھی وجہ
مذکورۂ بالا سے ظاہر ہی اسلیے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ سب باتون سے افضل علم ہی تو اسکا سیکھنا افضل بات کا حاصل کرنا ہوگا اور
اُسکا سکھانا افضل امر کی تعلیم ہوگی اور اُسکی تقریر اسطرح ہی کہ خلق کے مقاصد دین اور دنیا مین آجاتے ہین اور دین کا انتظام بدون
دنیا کے انتظام کے نہین ہو سکتا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی اور جو شخص دنیا کو آلہ آخرت اور فرودگاہ جانے اُسکے حق مین دنیا ذریعہ
وصول الی اللہ کا ہی بشرطیکہ اُسکو اپنا وطن اور فرودگاہ نہ کرے اور دنیا کا انتظام آدمیون کے اعمال سے ہی اور آدمیون کے اعمال
اور کاروبار تین قسمون مین منحصر ہین۔ اول تو اصول ہین کہ بدون اُنکے عالم کا قیام نہین اور اصول چار چیزین ہین ایک زراعت
جسپر کھانا موقوف ہی دوم نوربافی لباس کے لیے سوم تعمیر رہنے کے واسطے چہارم سیاست آپس مین مانوس رہنے اور
اجتماع کے لیے اور اسباب معیشت مین ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے دوسرے وہ اعمال ہین جو اُن چارون امور کو مہیا
کرتے ہین اور اُنکے خادم کی طرح ہین مثلاً آہنگری کہ زراعت کی خادم خاصکر ہی اور دوسری صنعتون کا آلات بھی اسی سے بنتے ہین

اور دھنا اور کاتنا دونون نوربافی کے خادم ہین کہ سوت وغیرہ کا ہونا اُنپر موقوف ہی تیسرے وہ اعمال ہین کہ اصول کو پورا کرتے ہین اور اُنکو زینت دیتے ہین مثلاً پیسنا اور پکانا زراعت کے لیے اور دھونا اور سینا نوربافی کے لیے اور ان تین طرح کے اعمال کو عالم کے قیام مین ایسا ہی علاقہ ہی جیسے آدمی کے اجزا کو اُسکے تمام وجود کے قیام مین ہی یعنے آدمی کے اجزا بھی تین طرح کے ہین ایک اصول ہین جیسے دل اور جگر اور دماغ ہین دوسرے وہ اعضا ہین جو اصول کے خادم ہین جیسے معدہ اور رگین اور شریانین اور پٹھے اور نسین ہین تیسرے وہ اجزا ہین جو زینت کے لیے ہین مثلاً ناخن اور اُنگلیان اور بھوین اور بال وغیرہ ہین اور ان صنعتون مین سے اشرف اور افضل اصول ہین اور اصول مین سے افضل سیاست ہی جسپر کہ مدار مانوس رہنے اور آپسمین اچھی طرح بسر کرنیکا ہی اور اسی لیے اس خدمت کے بجالانیوالے کو وہ کمال ہونا چاہیے جو اور صنعتون مین درکار نہین ہی اور یہی وجہ ہی کہ اس خدمت والا اور صنعتون والون سے خدمت لیا کرتا ہی اور سبکو اپنا تابع جانتا ہی اور خلق کی درستی کے لیے اور دنیا اور آخرت مین اُنکو راہ راست بتانے کے لیے سیاست کے چار مرتبے ہین اول سیاست جو سب مین برتر ہی سیاست انبیا علیہم السلام کی ہی اور اُنکا حکم خاص اور عام سب پر ظاہر اور باطن ہر حال مین ہی دوسرے سیاست خلفا اور ملوک اور سلاطین کی ہی اور اُنکا حکم بھی خاص اور عام سب پر ہی مگر صرف ظاہر پر ہی باطن پر نہین تیسری سیاست ان علما کی ہی جو اللہ تعالی اور اُسکے دین کے عالم ہین اور یہی علما انبیا کے وارث ہین ان کا حکم صرف خاص لوگون کے باطن پر ہی عوام کی سمجھ کا اتنا رتبہ نہین جو اُنسے مستفید ہو اور نہ اُن کو یہ قوت کہ لوگون کے ظاہر پر کسی بات کے لازم کرنے خواہ روک دینے کا تصرف کرین چوتھی سیاست واعظون کی ہی اُنکا صرف عوام کے باطنون پر ہی اب ان سب سیاستون مین نبوت کے بعد اشرف اور افضل علم کی تعلیم اور لوگون کے نفس کو مہلک عادتون اور بُری خصلتون سے بچانا اور عمدہ اخلاق اور سعادت کی طرف راہ بتلانا ہی اور تعلیم سے مراد بھی یہی ہی اور تعلیم کو جو ہمنے اور اعمال کی نسبت کر افضل بتایا اسکی وجہ یہ ہی کہ پیشہ کا شرف تین باتون سے جانا جاتا ہی یا تو اُس قوت کے لحاظ سے جو اس صنعت کے پہچاننے کا ذریعہ ہو مثلاً عقلی علوم لغوی علوم سے افضل ہین اسلیے کہ حکمت تو عقل سے معلوم ہوتی ہی اور لغت کان کے سُننے سے اور عقل سُننے کی نسبت کر افضل ہی تو جو چیز عقل سے معلوم ہو گی وہ بھی افضل ہو گی یہ شرف باعتبار فائدے کے عام ہونیکے ہوتا ہی جیسے کھیتی بہ نسبت زرگری کے ہی کہ اول کا فائدہ انسانون اور حیوانون کو عام ہی بخلاف زرگری کے کہ اُسکا فائدہ سب انسانون کے لیے نہین یا شرف باعتبار محل کے ہوتا ہی جسمین اس پیشہ کا اثر ہو جیسے زرگری چمڑا پکانیکی نسبت کر افضل ہی اسلیے کہ زرگر تو سونے پر اپنا عمل کرتا ہی اور چمڑا پکانیوالا مردار کی کھال پر کام کرتا ہی اب تعلیم جو دیکھتے ہین تو یہ تینون وجہین شرف کی اسمین موجود ہین اسلیے کہ علوم دینی یعنی سمجھنا طریق آخرت کا ظاہر ہی کہ عقل کی خوبی اور ذکا کی تیزی اور صفائی ہی سے ہوتا ہی اور عقل تمام صفات انسانی سے اشرف ہی جیسا کہ اُسکا بیان عنقریب آویگا اسلیے کہ عقل ہی کے باعث خدا تعالی کی امانت مقبول ہوتی ہی اور اُسی کی جہت سے قرب الہی تک پہونچ جاتا ہی اور فائدہ کا عام ہونا تعلیم مین خود ظاہر ہی کہ مقام شبہہ نہین کیونکہ اُسکا فائدہ اور ثمرہ سعادت آخرت ہی اور تعلیم کے محل کی شرافت مین بھی کچھ شک نہین کیونکہ تعلیم کرنیوالا آدمی کے دلون اور نفسون پر تصرف کرتا ہی اور ظاہر ہی کہ زمین پر موجود چیزون مین سب سے اشرف انسان کی جنس ہے اور انسان کے اجزا مین سب سے عمدہ اور اشرف انسان کا دل ہی اور تعلیم کرنیوالا دل کی تکمیل اور جلا دینے اور پاک کرنے اور اُسکو قرب الہی تک پہونچانے مین مشغول رہتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم کا تعلیم کرنا

ایک طور سے تو اللہ تعالی کی عبادت ہی اور ایک طرح سے اُسکی خلافت اور یہ خلافت اللہ تعالی کی نہایت بڑھکر ہی کیونکہ اللہ تعالی نے عالم کے
دل پر وہ صفت جو اُسکی صفات مین سے خاص تر ہی مفتوح فرمائی تو گویا عالم کا دل خدا تعالی کے عمدہ خزینونکا خزانچی ہوا پھر اُسکو اجازت ہی کہ جو اُس چیز کا
محتاج ہے اُسکو یہ چیز دیدے پس اب غور کرو کہ اس سے زیادہ کونسا رتبہ ہوگا کہ آدمی اللہ تعالی اور اُسکی مخلوق مین واسطہ ہو کہ اُنکو خدا تعالی
کی نزدیکی اور جنت فردوس کی طرف برابر کھینچتا رہے **دوسری فصل** علم محمود اور مذموم اور اُنکی قسمون اور حکمونکے بیان اور اسمین تین بیان ہین

بیان اول اس علم کا جو فرض عین ہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ علم کا طلب کرنا فرض ہی ہر مسلمان پر اور یہ بھی فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین مین ہو پس جو علم کہ ہر مسلمان
پر فرض عین ہی اُسمین لوگونکا اختلاف ہی اور اس باب مین بیس سے زیادہ فرقے ہو گئے ہین ہم سب کی تفصیل نہین لکھتے مگر حاصل اختلاف یہ ہی
کہ ہر فریق نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہی جسکے درپے وہ خود تھا مثلاً کلام کرنے والے کہتے ہین کہ اُس علم سے غرض علم کلام ہی اسلیے کہ توحید اسی سے
معلوم ہوتی ہی اور خدا تعالی کی ذات اور صفات کا علم اُسی سے آتا ہی اور فقہا کہتے ہین کہ وہ علم فقہ ہی اس جہت سے کہ اُس سے عبادات
اور حلال اور حرام اور معاملات مین سے جائز اور ناجائز معلوم ہوتے ہین اور علم فقہ سے اُنکی غرض وہ ہی جسکی طرف ہر ایک کو حاجت ہی نہ وہ
معاملات جو کمتر واقع ہوتے ہین اور مفسر اور محدث فرماتے ہین کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی کہ انھین دونون سے اور تمام علوم
آتے ہین اور اہل تصوف کہتے ہین کہ اس علم سے غرض ہمارا علم ہی پس انہین سے بعض یون کہتے ہین کہ بندہ کو اپنے حال کا اور خدا تعالی
کے نزدیک اپنے مقام کا علم مراد ہی۔ اور بعض کا یہ قول ہی کہ وہ علم اخلاص کا اور نفس کی آفتونکا اور شیطان کے خطرون اور فرشتے کے الہام
مین تمیز کرنے کا ہی اور بعض کا ارشاد ہی کہ وہ علم باطن ہی اور چند خاص لوگون پر واجب ہی جو اُسکے اہل ہین ان لوگونے لفظ کے عموم کو بدل ڈالا
اور اُسکو خاص کر لیا۔ اور ابو طالب مکی فرماتے ہین کہ اُس سے مراد وہ علم ہی جسکو وہ حدیث متضمن ہی جسمین مبانی اسلام کا مذکور ہی یعنی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الحدیث اسلیے کہ واجب یہی پانچون چیزین ہین اسی لیے اُنکے عمل کی
کیفیت اور واجب ہونے کی کیفیت کا علم بھی واجب ہونا چاہیے اور جس امر پر طالب کو یقین کرنا چاہیے اور شک نہ کرنا چاہیے وہ وہ ہی جسکو ہم
ذکر کرتے ہین اور وہ یہ ہی کہ جیسا ہمنے اس باب کے مقدمہ مین بیان کیا ہی۔ علم کی دو قسمین ہین اول علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور جو علم کہ حدیث
مین ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہی اس سے مراد علم معاملہ ہی اور جو معاملات کہ عاقل اور بالغ شخص کو اُنکا حکم ہوتا ہی وہ تین ہین ایک اعتقاد
اور ایک کرنا اور ایک نہ کرنا اب اگر فرض کرو کہ کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کی راہ سے دن کو چاشت کے وقت مثلاً بالغ ہو تو اول واجب اُسپر یہ
ہوگا کہ شہادت کے دونون کلمون کو سیکھے اور ان دونون کے معنی سمجھے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سیکھنا اور اُنکے معنی کا سمجھنا واجب ہی
یہ امر واجب نہین کہ اس باب مین بحث و تکرار کرے اور دلیلون کو لکھکر اُسکا یقین کرے مگر اسیقدر کفایت کرتا ہی کہ ان کلمونکی تصدیق اور
اعتقاد اسی طرح کرے کہ اُسمین شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بھی بدون بحث
اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہی اور بحث اور دلیل کے واجب نہونے کی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اجلاف
سے صرف تصدیق اور اقرار بدون دلیل جاننے کے کفایت فرمائی غرضکہ اگر آدمی اسقدر جان لیگا تو واجب وقت ادا کر لیگا اور اُسوقت

علم کہ اُسپر فرض عین تھا وہ کلموں کا سیکھنا اور ان دونوں کو سمجھنا تھا اُسوقت میں اِس کے سوا اور کوئی چیز اسکو لازم نہ تھی اسوجہ سے کہ مثلاً اگر بعد اِن دونوں کلموں کی تصدیق کے مرجاوے تو بلاشبہہ خدائے تعالیٰ کا مطیع مریگا اور نا فرمان نہوگا اور دوسری چیزیں بعد کلموں کے جو اُسپر واجب ہوتی ہیں وہ عوارض کے باعث ہوتی ہیں وہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں اُنسے بعض آدمی جدا بھی ہوسکتے ہیں اور یہ عوارض اور اسباب خواہ فعل میں ہوتے ہیں خواہ ترک میں خواہ اعتقاد میں فعل کی مثال یہ ہی کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر تک زندہ رہے تو ظہر کے وقت کے داخل ہونے سے ایک نیا واجب اُسپر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز کے مسائل سیکھے پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ میں تندرست ہوا اور ایسا ہو کہ اگر زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت میں سب سیکھ کے عمل نہ کرسکیگا بلکہ اگر سیکھنے میں مشغول رہیگا تو وقت جاتا رہیگا تو ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہی کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہی کہ یہ شخص زندہ رہیگا اسلیے وقت سے پہلے ہی اسکو سیکھنا واجب ہی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کیلیے شرط ہی وہ عمل کے واجب ہونے کے بعد ہوا کرتا ہی پس پہلے وقت سے اُسپر سیکھنا واجب نہیں اور اسیطرح باقی نمازوں میں حال ہی پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہیگا تو رمضان کے سبب سے اُسپر روزہ کا سیکھنا ایک نیا واجب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب کے ڈوبنے تک ہی اور روزہ میں واجب نیت ہی اور کھانے اور پینے اور صحبت سے بند رہنا اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے خواہ دو گواہوں کی گواہی گذرنے تک قائم رہتی ہی اب اگر اُسکے پاس مال ہوجاے یا بالغ ہونے کے وقت ہی مال ہووے تو اسکو مقدار واجب زکوٰۃ کا معلوم کرنا لازم ہوگا مگر اُسوقت لازم نہ ہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک برس پورا ہونے پر لازم ہوگا اور اگر اسکے پاس اونٹوں کے سوا اور کچھ نہو تو صرف انھیں کی زکوٰۃ کا سیکھنا لازم ہوگا اسیطرح تمام اقسام مال میں تصور کرنا چاہیے جب اُسپر حج کے مہینے آویں تو اسپر حج کا علم اسیوقت جاننا ضروری نہیں اسلیے کہ اسکا ادا عمر میں ہوتا ہو تو سیکھنا بھی فوراً واجب نہوگا ہاں علماے اسلام کو چاہیے کہ اگر اسکے پاس حیثیت بقدر زاد و راحلہ کے ہو تو اُسکو آگاہ کردیں کہ حج اُس شخص پر عمر میں فرض ہی جو مالک سامان سفر اور سواری کا ہو تا کہ شاید وہ اپنے نفس پر احتیاطاً ضروری جانکر جلد ہی ادا کرے پس جس وقت وہ قصد حج کرے اسوقت اُسکو حج کی کیفیت کا سیکھنا لازم ہوگا اور صرف ارکان حج اور اُسکے واجبات کا سیکھنا واجب ہوگا نوافل کا سیکھنا واجب نہوگا اسلیے کہ جس چیز کا کرنا نفل ہی اسکا سیکھنا بھی نفل ہی تو نفل کا سیکھنا فرض عین نہوگا۔ رہی یہ بات کہ اصل حج کے واجب ہونے پر اُسکو اُسیوقت آگاہ کردینے سے سکوت کرنا حرام ہی امر متعلق فقہ سے ہی غرضکہ سب افعال جو فرض عین ہیں اُنکا جاننا بتدریج اسیطرح ہی اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی جب جیسا حال پیش آتا جاویگا اسیطرح واجب ہوگا یہ امر آدمی کے حال کے مناسب مختلف ہوا کرتا ہی مثلاً گونگے کو واجب نہیں کہ جو کلام حرام ہی اُسکو معلوم کرے یا اندھے پر ضرور نہیں کہ نظر نا جائز کے مسئلے سیکھے یا جنگل کے رہنے والے پر واجب نہیں کہ جن مکانات میں بیٹھنا حرام ہی اُنکو معلوم کرے حاصل یہ کہ اگر معلوم ہو کہ اِن اشیاء کی ضرورت اس شخص کو نہ پڑے گی تو اُنکا سیکھنا اسپر واجب نہیں بلکہ جن امور میں وہ مبتلا ہو اُنپر تنبیہ کردینا واجب ہی مثلاً اگر مسلمان ہونیکے وقت میں حریر پہنے ہو یا غصب کی زمین میں بیٹھا ہو یا غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہو تو اُسکو اطلاع ان امور کے ترک کی کردینی ضرور ہی جن امور کا مرتکب نہو بلکہ عنقریب اُن میں مبتلا ہوا چاہتا ہو جیسے کھانے پینے کی چیزیں ہیں تو اُسکا تعلیم کردینا واجب ہی مثلاً اگر کسی شہر میں شراب کا پینا اور سور کا

گوشت کا کھانا رائج ہو تو اُسکو اُسکا ترک سکھلانا اور آگاہ کر دینا واجب ہی اور جن چیزون کا سیکھنا واجب ہی اُنکا سکھانا بھی واجب ہی اور اعتقادات اور دلون کے اعمال کا علم بھی موافق خطرون کے واجب ہی مثلاً اگر اُسکے دل مین اُن معنون مین شک پیدا ہو جنپر کہ دونون کلمے شہادت کے دلالت کرتے ہین تو اِس صورت مین اُسکو ایسی چیز سیکھنی چاہیے جس سے وہ شک دور ہو جاوے پس اگر یہ شک اُسکو نہو اور مرجاوے اور ابھی اِس بات کا اعتقاد نہ کیا ہو کہ خدا تعالی کا کلام پاک قدیم ہی اور وہ قابل رویت ہی اور اُسمین تبدیل کو گنجایش نہین اور سوا اُسکے اور باتین جو اعتقادات مین مذکور ہین کسی کا معتقد نہ ہوا ہو تو ایسا شخص سب کے نزدیک اسلام ہی پر مریگا لیکن یہ خطرے جو موجب اعتقادون کے ہوتے ہین بعضے تو خود آدمی کی طبیعت سے اُٹھتے ہین اور بعضے اپنے شہر والونکی گفتگو سننے سے دلمین آتے ہین پس اگر یہ شخص ایسے شہر مین ہو کہ اُسمین گفتگو اور کلام بدعت سے شایع ہوا ہو تو چاہیے کہ اُسکو ابتداے بلوغ مین امر حق سکھلا کر بدعت سے محفوظ کر دیا جاوے تاکہ امر باطل پہلے نہ جم جاوے اِسلیے کہ اگر امر باطل اُسکے سُننے مین آجاویگا تو اُسکا دور کرنا اُسکے دل سے واجب ہوگا اور بعض اوقات اُسکا دور کرنا دشوار پڑجاتا ہی مثلاً اگر نو مسلم تاجر ہو اور اُس شہر مین معاملہ سود کا رائج ہو تو اُسپر سود سے بچنے کا مسئلہ سیکھنا واجب ہوگا تو جو علم فرض عین ہی اُسمین یہی امر حق ہی جو ہمنے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہی پس جو شخص کہ عمل واجب کو جان لیگا اور اُسکے واجب ہونیکے وقت کو معلوم کر لیگا تو وہ علم جو اُسپر فرض عین تھا اُسکو سیکھ لیگا اور صوفیون نے جو فرمایا ہی کہ اُس علم سے غرض شیطان کے خطرون اور فرشتے کے الہام کے جاننے سے ہی تو وہ بھی حق ہی لیکن اُسی شخص کے حق مین جو اُسکا درپے ہو اور چونکہ غالبا انسان اسباب شر اور ریا اور حسد سے خالی نہین ہوتا اسلیے اُسکو لازم ہی کہ جلد سوم مہلکات مین سے وہ باتین معلوم کرے جنکی طرف اپنے نفس کو محتاج دیکھے اور یہ باتین کیسے واجب نہ ہونگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین چیزین مہلک ہین بخل کہ اطاعت کیا ہوا اور خواہش جسکی پیروی کیجاے اور آدمی کا اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اِن باتون سے کوئی آدمی خالی نہین اور دل کے بُرے حالات مین سے جنکا ہم آگے ذکر کرینگے مثل کبر اور عجب اور اُنکے مثل کے وہ اُن تینون مہلکات کے تابع ہین اور اُنکا دور کرنا فرض عین ہی اور جبتک اُن مہلکات کی تعریفات اور اسباب اور علامات کو نہ جان لیا جاوے اور اُنکے علاج کو نہ معلوم کر لیا جاوے تب تک اُنکا دور کرنا ممکن نہین اِسلیے کہ جو شخص بدی کو نہین جانتا وہ اُس مین مبتلا ہو جاتا ہی اور علاج اسطرح ہی کہ ہر ایک سبب کے مخالف سے اُسکا مقابلہ کیا جاوے اور یہ امر بدون اسباب و مسبب کے جاننے کے ممکن نہین اور جلد سوم مہلکات مین جو کچھ ہمنے لکھا ہی وہ اکثر فرض عین ہین کہ سب لوگون نے بیفایدہ امور مین مشغول ہونیکی جہت سے اُنکو چھوڑ رکھا ہی اور اگر نو مسلم شخص کسی اور مذہب سے بدل کر آیا ہو تو اُسکو بہشت اور دوزخ اور مرنیکے بعد جینے اور قیامت پر ایمان جلدی سکھانا چاہیے تاکہ اِن چیزون پر ایمان لاوے اور اُنکی تصدیق کرے یہ امر بھی دونون شہادت کے کلمون کا تتمہ ہی اسلیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا چکا تو اُسکے بعد یہ چاہیے کہ جو کچھ آپنے پہونچایا ہو اُسکو سمجھے اور وہ یہ ہی کہ جو اطاعت کرے اللہ اور رسول کی اُسکو جنت اور جو اُن دونون کی نافرمانی کرے اُسکو دوزخ ہی جب اِس تدریج کو معلوم کر چکے تو اب جان لیا ہوگا کہ مذہب حق یہی ہی اور یہ بھی تحقیق ہو گیا ہوگا کہ ہر شخص پر اُسکے رات دن کے خیالات مین کچھ واقعات عبادتون اور معاملات کے نئے نئے لوازم سے آتے رہتے ہین اِسی لیے جو عجیب بات اُسپر واقع ہو اُسکا پوچھنا اُسکو لازم ہی اور جس چیز کے واقع ہونیکی عنقریب توقع غالب ہو اُسکا سیکھنا جلد ضروری ہے

ح بزار اور طبرانی اور بیہقی نے بروایت انس ۱۲

پس جب یہ بات ظاہر ہوچکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس ارشادِ فیض بنیاد مین طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اِس علم معرفۃ سے
اُس عمل کا علم مراد لیا ہی جسکا واجب ہونا مسلمانو نپر مشہور ہی اور کوئی علم مراد نہین لیا تو اس سے صاف وجہ اس بات کی معلوم ہوگئی کہ
عمل کے واجب ہونیکے وقت مین بتدریج علم واجب ہوتا جاویگا واللہ اعلم

دوسرا بیان اُس علم کا جو فرض کفایہ ہے

واضح ہو کہ جبتک علوم کے اقسام ذکر نہ کیے جاوینگے تب تک فرض اور غیر فرض مین تمیز نہ ہوگی اور جس فرض کے ہم درپے بیان ہوتے
ہین اُسکے اعتبار سے علوم کی دو قسمین ہین ایک شرعی دوسری غیر شرعی اور شرعی علوم سے ہم وہ علوم مراد لیتے ہین جو انبیا علیہم السلام سے
حاصل ہو ہون عقل اور تجربہ اور سننا اُنکی طرف ہدایت نہ کرتا ہو جیسے علم حساب مثلاً کہ عقل سے معلوم ہوتا ہو اور علم طب تجربے سے اور علم لغت
سننے سے اور جو علم کہ شرعی نہین اُنکی تین قسمین ہین ایک اچھے اور ایک بُرے اور ایک مباح اچھے وہ علم ہین جنسے دنیا کے
کام کی مصلحت وابستہ ہی جیسے طب اور حساب ہین اور اُن اچھے علوم مین سے بعض فرض کفایہ ہین اور بعض فقط بہتر ہین مگر فرض نہین فرض کفایہ
وہ علوم ہین جنکی حاجت امور دنیا کے قائم رہنے مین پڑے جیسے طب ہی کہ بدنون کے تندرست رہنے کے لیے ضروری ہی اور جس طرح
حساب کہ معاملات مین اور وصیتون اور ترکون کے تقسیم وغیرہ مین ضروری ہے اور یہ اسطرح کے علوم ہین کہ اگر شہر مین کوئی نہ جانتا ہو
تو شہر والے نہایت دقت اُٹھاوین اور جب ایک بھی اُنکو جان جاوے تو کافی ہی اور دوسرے شخصون سے فرض ساقط ہوجاتا
ہی اور اِس بات مین تعجب مت کرنا کہ ہمنے طب اور حساب کو فرض کہدیا اسلیے کہ اس اعتبار سے تو اصل صنعتین بھی فرض کفایہ ہین مثلاً
اور بافی اور کاشتکاری اور سیاست بھی فرض کفایہ ہین بلکہ پچھنے لگانا اور سینا بھی ضروری ہی کہ اگر مثلاً کسی شہر مین خون لینے والا نہو تو
جلد مر جاوین اور اپنی جانون کو ہلاک پر پیش کرینگی وقت اُٹھاوینگے اسلیے کہ جسنے بیماری بھیجی ہی اُسنے دوا بھی اُتاری ہی اور اُسکے استعمال کا
طریق ہدایت فرمایا اور اُسکے اسباب مقرر فرمائے پس اُن اسباب کو بیکار چھوڑ کر آپسے مرجانا درست نہین اور یہ علوم کہ فرض نہین صرف
بہتر ہین وہ یہ ہین کہ مثلاً حساب کے دقائق اور طب کے حقائق مین مشغول ہونا وغیرہ کہ جنکی حاجت نہین پڑتی مگر جسقدر کی ضرورت پڑتی ہی اُس مین قوت
اور ملکہ زیادہ ہوجاتا ہی۔ اور غیر شرعی علوم مین سے بُرے ایسے ہین جیسے سحر اور طلسمات اور شعبدہ اور بہت کھیل ہین اُنہین سے مباح
یعنی جائز ایسے ہین جیسے اشعار جنمین کچھ نقصان نہو اور علم تاریخ اور جو اُسکے قائم مقام ہو اور علوم شرعی جنکا بیان کرنا مقصود ہی وہ سب اچھے
ہی ہین لیکن چونکہ کبھی دھوکا ہوجاتا ہی کہ اُنکو علوم شرعی جانتے ہین اور واقع مین بُرے ہوتے ہین اسلیے اُنکی دو قسمین ہوئین ایک اچھے
ایک بُرے جو علوم اچھے ہین وہ کچھ تو اصل ہین اور کچھ فروع اور کچھ مقدمات اور کچھ تتمہ اور تکملہ کے طور پر یعنی چار طرح کے ہین اول وہ جو اصول ہین
اور وہ چار ہین ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوم اجماع امت چہارم آثار صحابہ اور اجماع اس جہت سے اصل ہے
کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہی مگر اُسکا درجہ سنت کے بعد ہی اور اسیطرح آثار صحابہ کا حال ہی کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتے ہین اسلیے کہ
صحابہ نے وحی کا مشاہدہ فرمایا اور احوال کے قرینون سے انہون نے وہ باتین معلوم کین جنکا دیکھنا دوسرون سے غائب رہا جو
باتین کہ قرینون سے معلوم ہوئی ہین اگر لکھین جاوین تو کیا عجب ہی کہ تحریر مین گنجایش اُنکی نہو اور اسیوجہ سے علما نے اُن کی

پیروی کرنی اور اُنکے آثار کو تمسک گردانا مصلحت جانا ہی مگر یہ پیروی ایک شرط خاص سے بوجہ خاص ہی جسکا بیان کرنا اس جگہ مناسب
نہیں۔ دوسری قسم علوم شرعی کے فروع ہیں اور وہ ایسے علوم ہیں کہ ان چاروں اصول سے مفہوم ہوتے ہیں یہ نہیں کہ مقتضائے
الفاظ سے سمجھے جاتے ہوں بلکہ معانی اور علتوں کی وجہ سے جنپر عقلوں کو آگاہی ہوگئی اور اُنکی وجہ سے احکام کو وسعت ہوگئی حتی کہ
لفظ ملفوظ سے اور باتیں بھی سمجھ لیں جنکے لیے وہ ملفوظ نہ تھا مثلاً آپکا ارشاد جو یہ ہی لایقضی القاضی وہو غضبان^ح اُس سے یہ بھی سمجھا گیا کہ
جسوقت قاضی کو پیشاب کا دباؤ ہو یا بھوکا ہو یا کسی مرض سے دردناک ہو اُسوقت بھی حکم نہ دیوے اور یہ علم فروع دو طرح پر ہے ایک
وہ کہ دنیا کی بہتری سے متعلق ہی اِس علم کو فقہ شامل ہی اور اسکے کفیل فقہا ہیں اور وہ دنیا کے عالم اور دوسرے وہ کہ جس سے آخرت
کی بہتری علاقہ رکھتی ہی اور وہ دل کے حالات اور اُنکی اچھی یا بُری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اُن میں
سے کون بات پسند ہی اور کونسی ناپسند اور اس کتاب کا نصف اخیر اِسی علم کے بیان میں ہی۔ اور جو بات دل سے اعضا پر عبادات
اور عادات میں مترشح ہوتی ہی اُسکا جاننا بھی اسی علم میں داخل ہی اور وہ اِس کتاب کے نصف اول میں مذکور ہی تیسری قسم علوم شرعی
کے مقدمات ہیں اور وہ یہ علوم ہیں کہ علوم شرعی کے لیے بمنزلہ آلات کے ہیں مثلاً علم لغت اور علم نحو کہ دونوں کلام مجید اور حدیث شریف
کے لیے آلہ ہیں حالانکہ لغت اور نحو خود علم شرعی نہیں مگر انمیں خوض کرنا بوجہ شریعت کے لازم ہی اسلیے کہ شریعت محمدی علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام لغت عربی میں آئی ہی اور ہر ایک شریعت کا حال اُسکی زبان سے ظاہر ہوتا ہی اسوجہ سے لغت عربی کا سیکھنا آلہ
ٹھہریگا۔ اور آلات میں علم کتابت بھی ہی مگر یہ علم ضروری نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اگر فرض کیا جاوے کہ جتنی
باتیں سُنی جاویں اُنکا یاد کر لینا ممکن ہی تو لکھنے کی کچھ حاجت نہ رہے مگر چونکہ غالباً لوگ اسطرح کے نہیں ہوتے اسلیے کتابت بھی سیکھنی ضروری
چوتھی قسم علوم شرعی کے متممات ہیں اور وہ قرآن مجید میں ہیں اسلیے کہ متممات میں سے بعض تو متعلق الفاظ سے ہیں جیسے قرات اور
حروف کے مخارج کا سیکھنا اور بعض متعلق معنے سے ہیں جیسے علم تفسیر کہ اُسکا مدار بھی نقل پر ہی صرف لغت اُسکو کافی نہیں ہی اور بعض متعلق
قرآن کے احکام سے ہیں جیسے ناسخ اور منسوخ اور عام اور خاص وغیرہ کا جاننا اور اُسکا ایک دوسرے کے ساتھ میں استعمال معلوم کرنا ہی
اور یہ وہ علم ہی جسکو اصول فقہ کہتے ہیں اور اسمیں حدیث بھی شامل ہی اور حدیثوں اور آثاروں میں تتمے یہ ہیں کہ راویوں کے نام اور
نسب اور صحابہ کے اسمار اور اُنکے صفات جاننا اور راویوں کی راستی اور حالات کا معلوم کرنا ہی تاکہ حدیث ضعیف کو قوی سے جدا
کیا جاوے اور راویوں کی عمر کا حال معلوم کرنا بھی تتمہ ہی کہ حدیث مرسل مسند سے علحدہ ہو جاوے غرض اسی طرح کے اور جو اس فن
کے متعلق ہوں وہ سب تتموں میں داخل ہیں۔ یہ چاروں قسمیں علوم شرعیہ کی ہیں اور یہ سب اچھے ہیں بلکہ فرض کفایہ میں سے ہیں اب
اگر یہ کہو کہ تمنے فقہ کو علم دنیا میں اور فقہا کو دنیا کے عالموں میں کیوں شامل کیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام
کو مٹی سے نکالا اور اُنکی اولاد کو چنی ہوئی مٹی اور اُچھلتے پانی سے پیدا کرکے باپ کی پشتوں میں سے ماں کے رحموں میں اور وہاں سے
دنیا میں نکالا اور دنیا سے قبر میں اور وہاں سے حساب کتاب کی پیشی میں پھر جنت یا دوزخ میں ڈالیگا غرض آدمیونکی ابتدا اور انتہا اور
منزلیں یہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کے لیے توشہ بنایا ہی کہ انمیں جو چیز قابل توشہ کرنیکے ہو اُسکو توشہ کر لیا جاوے

ح حکم نہ کرے قاضی جس حالت میں کہ غضبناک ہو ۱۲ بخاری اور مسلم نے بروایت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

پس اگر انسان انصاف سے دنیا کو لیوین تو سب جھگڑے مٹ جاوین اور فقہا بیکار رہ جاوین مگر وہ تو نفس کی خواہش سے اُسکو لیتے ہین
اسی لیے اسمین جھگڑے پیدا ہوتے ہین اور اسی وجہ سے ایک سلطان کی حاجت ہوئی تاکہ وہ لوگونکو ڈانٹے رکھے اور سلطان کو
ایک قانون کی ضرورت ہی جس سے کہ خلق کو ڈانٹے پس فقیہ یعنی فقہ کا عالم قانون سیاست کا ماہر اور درصورت نزاع خلق کو برابر
رکھنے کے طریق سے واقف ہوتا ہی غرض کہ فقیہ سلطان کو وہ راہ بتاتا ہی جس سے کہ سلطان خلق کو ڈانٹے اور انکو پریشان ہونے دے
تاکہ اُن کی راستی سے دنیا مین اُنکے کام منتظم رہین ہان اسمین بھی شبہہ نہین کہ فقہ دین سے بھی متعلق ہے لیکن متعلق خود دین
سے نہین بلکہ بواسطۂ دنیا کے ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی اور دین بدون دنیا کے کامل نہین ہوتا اور سلطنت اور دین دونون
جوڑوان یعنی ایک ساتھ ہین تو دین اصل ہی اور سلطان اسکا نگہبان اور جس چیز کی جڑ نہین ہوتی وہ منہدم ہو جاتی ہی اور
جس چیز کا نگاہبان کوئی نہین ہوتا وہ تلف ہو جاتی ہی اور سلطنت و انتظام بدون سلطان کے کامل نہین ہوتا اور جھگڑونکے فیصلہ کرنے
مین انتظام فقہ سے ہوا کرتا ہی اور جسطرح سے کہ سلطنت سے خلق پر سیاست کرنی علم دین اول درجہ کا نہین بلکہ جن امور سے کہ دین
پورا ہوتا ہی اسکی تکمیل پر یہ سلطنت مددگار ہوتی ہی اسی طرح اس سیاست کے طریق کو جاننا یعنی علم فقہ بھی اول درجہ کا علم دین
نہین مثلاً ظاہر ہی کہ حج بدون ایسے آدمی کے ساتھ لیے جو راہ مین بدّوؤن سے بچاوے پورا نہین ہوتا لیکن حج اور چیز ہی اور چلنا حج کی
راہ مین دوسری چیز اور حفاظت کرنی راہ کی جس سے حج پورا ہوتا ہی وہ تیسری چیز ہی اور جاننا طریق حفاظت و اُسکی تدبیرون اور قانون
کا چوتھی چیز ہی اور علم فقہ کا حاصل طریق سیاست اور حفاظت کا معلوم کرنا ہی اور اس امر پر وہ روایت دلالت کرتی ہی جو اسناد
کے ساتھ مروی بھی ہی کہ آدمیونمین حکم نہ کرتے مگر تین شخص امیر یا مامور یا متکلف اس حدیث مین امیر سے مراد امام ہی کہ اول امام ہی مفتی ہوا کرتے
تھے اور مامور اُنکا نائب ہی اور متکلف وہ ہی جو نہ امام ہو اور نہ اُسکا نائب اور وہ وہی شخص ہی جو اس عہدہ کو بدون حاجت اختیار
کرلے اور صحابہؓ کا دستور تھا کہ حکم دینے یعنی فتوی دینے سے بہت بچتے تھے یہانتک کہ ہر ایک ایک دوسرے پر ٹال دیا کرتا تھا مگر
جب کوئی علم قرآن اور طریق آخرت کا حال پوچھتا تھا تو احتراز نہ فرماتے اور بتا دیتے اور بعض روایت مین متکلف کی جگہ مرائی یعنی
ریاکار آیا ہی اسلیے کہ جو شخص فتوے دینے کو اختیار کرتا ہی حالانکہ اُس کام کے لیے کچھ وہی معین نہین تو اسکا ارادہ بجز طلب جاہ اور
مال کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ تقریر تمھاری اگر درست بھی ہو تو زخمون اور حدود اور قصاص کے احکام اور
تاوانات اور جھگڑون کے فیصلہ کرنے مین بن سکتی ہی مگر جن امور پر کہ جلد اول اور دوم اس کتاب کی شامل ہی یعنی عبادات
مثل نماز اور روزہ کے اور عادات مثل بیان حرام اور حلال معاملات کے اُسکو تمھاری تقریر شامل نہین اور فقیہ ان امور مین بھی فتوی
دیتا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین اعمال آخرت مین سے جن اعمال کا فقیہ ذکر کیا کرتا ہی وہ زیادہ تر تین ہو سکتے ہین ایک اسلام
دوم نماز اور زکوۃ سوم حلال و حرام لیکن ان کے باب مین بھی اگر فقیہ کے منتہاے نظر کو سوچو تو جان لوگے کہ اُسکی نظر دنیا کے
حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہین کرتی اور جب انھین تینون چیزوان مین یہ حال ہو تو اور چیزون مین تو صاف ظاہر ہے کہ وہ
دنیا ہی کے امور مین مثلاً اسلام مین اگر فقیہ کچھ کہیگا تو یہ بیان کریگا کہ اُسکا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نادرست ہوا اور شرطین

مسلمان ہونے کی یہ ہین مگر اس سب بیان مین اسکا التفات بجز زبان کے اور طرف نہو گا دل اسکی حکومت سے باہر ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبان سیف اور سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرمادیا ہی چنانچہ جس شخص نے کہ اُس آدمی کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمۂ اسلام کہہ چکا تھا اور یہ عذر آپکی خدمت مین کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے کلمہ کہا تھا اسکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہلا شققت عن قلبہ[ح] یعنی تو نے اُسکا کیا دل چیر کر معلوم کیا تھا کہ دل سے نہین کہتا۔ بلکہ فقیہ اسلام کی صحت کا حکم تلوارون کے سایہ تلے کرتا ہی باوجودیکہ جانتا ہی کہ تلوار سے اُسکا شبہہ دور نہین ہوا اور دلسے پردۂ جہالت نہین اُٹھا تاہم وہ تلوار والے پہ حکم کرتا ہی یعنے تلوار مقتول کی گردن پر کھچی ہی اور ہاتھ اُسکے مال پر دراز ہی مگر زبان سے اس کلمے کے کہنے سے بحکم فقیہ وہ اپنی گردن اور مال کو بچالیگا جبتک اُسکی حیات اور مال ہی اس کلمہ کی بدولت دنیا مین کوئی اُسکا معترض نہوگا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوہا فقد عصموا منی دماءہم واموالہم[ح] اس حدیث مین آپنے اثر اُس کلمۂ زبانی کا صرف خون اور مال مین ارشاد کردیا لیکن آخرت مین زبانی اقوال کارآمد نہین بلکہ دلون کے انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہین اور یہ امور فن فقہ مین سے نہین اور اگر فقیہ انکا بیان کرے تو ایسا ہی جیسے علم کلام اور طب بیان کرنے لگے اور اُسکا بیان خارج از علم فقہ ہوگا۔ اسیطرح اگر نماز کوئی شخص ظاہر کی سب شرطون سے ادا کرنے اور تکبیر اولی کے سوا ساری نماز مین شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات وداد وستد کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کریگا کہ نماز درست ہوگئی حالانکہ یہ نماز آخرت مین کچھ بہت بکار آمد نہین جیسے زبان سے صرف کلمہ کا ادا کرلینا اسلام کے باب مین روز جزا مفید نہوگا لیکن فقیہ اسلام کی درستی کا فتوی دیگا اس معنی کرکہ جو کچھ اُس شخص نے کیا ہی اس سے تعمیل صیغۂ امر کی ہوگئی اور قتل اور تعزیر اُسپر سے دور ہوگئی باقی رہا عاجزی اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہی اور جس سے ظاہری عمل مفید ہوتا ہی اُسکے درپے فقیہ نہین ہوا کرتا اور اگر بالفرض ہوتو علم فقہ سے علیحدہ ہوگا اور زکوۃ کے باب مین بھی فقیہ کی نظر اُسی صورت پر ہوتی ہی جس سے مطالبہ سلطان کا اُسکے ذمہ نہ رہے یعنی ایسی صورت ہو کہ اگر مالدار زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اُسکو زبردستی گرفتار کرنے تو اُسپر یہ حکم ہو کہ یہ شخص بری الذمہ ہی اسکے ذمہ زکوۃ نہین۔ اور روایت ہی کہ قاضی ابو یوسف آخر برس مین اپنا مال اپنی بی بی کو ہبہ کردیا کرتے تھے اور اسکا مال اپنے نام اُس سے ہبہ کرالیتے تھے تاکہ زکوۃ ساقط ہوجاوے یہ بات کسی نے حضرت ابو حنیفہ رح سے نقل کی آپ نے فرمایا کہ یہ امر اُنکی فقہ کی جہت سے ہی اور درست فرمایا اسلیے کہ یہ حیلہ صرف دنیا کی فقہ کا ہوگا اُسکا ضرر آخرت مین ہر گناہ سے بڑھکر ہی اور ایسے جیسا علم ضرر کرنے والا کہلاتا ہی۔ اور حلال و حرام کا حال یہ ہی کہ یہ صحیح ہی کہ حرام سے بچنا دین کی بات ہی مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار مرتبے ہین اول وہ ہی جو گواہ کے عادل ہونے مین شرط ہی اور اگر وہ نہو تو آدمی گواہی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونیکی لیاقت نہ رکھے اسطرح کا ورع تو صرف یہ ہی کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے دوسرا ورع نیک بختو نکا ہی یعنے اُن شبہات سے بچنا جنمین احتمالونکی مساوات ہو حلت اور حرمت دونون کے پائے جاتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دع ما یریبک الی ما لا یریبک[ح] اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الاثم حواز القلوب یعنی گناہ دلون مین کھٹکنے والا ہوتا ہی تیسرا درجہ ورع متقیون کا ہی اور وہ خالص حلال کو اس وجہ سے چھوڑ دینا ہی

[ح] مسلم بروایت اسامہ بن زید ۱۲

[ح] مجھکو حکم ہی کہ لوگون سے لڑون جبتک کہ لا الہ الا اللہ کہین پس جب یہ کلمہ کہ لینگے تو مجھسے اپنی جانین اور مال بچا لینگے ۱۲ بخاری اور مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

[ح] [illegible]

کہ اُس سے خوف حرام تک پہونچنے کا ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لایکون الرجل من المتقین حتے یدع
مالا باس بہ مخافۃ مما بہ باس اور اس ورع کی مثال یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص لوگون کے حالات بیان کرنے سے بچے اِس خوف سے
کہ کہین غیبت نہ ہو جائے یا خواہش کی چیزون کے کھانے سے پرہیز کرے اِس خوف سے کہ کہین سرور زیادہ ہوکر سرکشی نہ ہو جاوے
جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہی چوتھا مرتبہ صدیقون کے ورع کا ہی اور وہ یہ ہی کہ خدائے تعالیٰ کے ماسوا سے منھ پھیرنا اس
ڈر سے کہ کہین کوئی ساعت زندگی کی ایسی نہ کٹ جاوے کہ جسمین خداوند کریم کی نزدیکی زیادہ نہ ہو گو یہ یقیناً معلوم اور ثابت ہو کہ
اُسمین نوبت حرام تک نہ آویگی پس سوا درجۂ اول کے سب فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہین اُسکا التفات صرف گواہون اور قاضیون کے ورع
پر اور اُن امور پر ہی جو عادل ہونے کے مزاحم ہین اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس بات کا منافی نہین کہ آخرت مین گناہ نہ ہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتوی لے اگرچہ لوگ تجکو فتوی دین اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا فقیہ
دل کے خلجانون کا حال بیان نہین کرتا نہ اُنکے ہوتے ہوئے عمل کی کیفیت کو بتاوے بلکہ صرف وہ چیزین ذکر کرتا ہی جنسے عدالت جاتی
رہتی ہی حاصل اِس سب کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اُس دنیا سے وابستہ ہوتی ہی جس سے کہ طریق آخرت کی بہتری ہی اور اگر دل کے صفات
اور آخرت کے احکام کہتا ہی تو یہ ذکر اُسکے کلام مین بطفیل دوسرے ذکر کے آجاتا ہی جسطرح کہ طب اور حساب اور نجوم اور علم کلام کا ذکر کبھی آجاتا ہی
اور جسطرح کہ حکمت علم نحو اور شعر مین کبھی آجاتی ہی اور اسیوجہ سے حضرت سفیان ثوری جو علم ظاہر کے امام ہین فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی
طلب زاد آخرت مین سے نہین ہی اور یہ بات درست ہی اسلیے کہ سب کا اتفاق ہی کہ علم مین شرف اِسی سے ہی کہ اسکے بموجب عمل کیا جاوے
تو کیسے ہوسکتا ہی کہ وہ علم ظہار اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف کا ہو اور جو کوئی اِس امور کو اسلیے سیکھے کہ اُنکے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف
نزدیکی ہوگی تو وہ مجنون ہی طاعتون مین عمل تو دل اور اعضا دونون سے ہوتا ہی اور اسی عمل کا علم شریف ہی اب اگر یہ کہو کہ تمنے فقہ اور طب کو
برابر کیسے کر دیا کیونکہ طب بھی متعلق دنیا سے یعنی بدن کی صحت سے ہی اور اُسپر بھی دین کی درستی کا مدار ہی اور یہ برابری اجماع کے خلاف ہی تو
اُسکا جواب یہ ہی کہ اِن دونون مین برابری لازم نہین بلکہ دونون مین فرق ہی اِس لیے کہ فقہ تین وجہون کے باعث طب سے اشرف ہی
اول یہ کہ فقہ علم شرعی ہی یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہی بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہین دوسرے یہ کہ آخرت کے طریق چلنے والون مین سے
ایسا کوئی نہین جسکو فقہ کی حاجت نہو بیمار اور تندرست دونون اُسکی حاجت رکھتے ہین بخلاف طب کے کہ اُسکی حاجت بیمارونکو ہوتی ہے
اور وہ کمتر ہوتے ہین تیسرے یہ کہ علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہی اسلیے کہ اُسکا حاصل اعضا کے اعمال مین نظر کرنا اور اعضا کے اعمال کا منشا
دلون کے صفات ہین کہ اچھے اعمال اچھی عادتون سے صادر ہوتے ہین اور بُرے اعمال بُرے صفات سے اور عضا کا دل سے ملا رہنا صاف
ظاہر ہی اور صحت اور بیماری کا منشا مزاج اور خلطون کے صفات ہین جو بدن کے اوصاف مین سے ہین نہ دل کے صفات سے تو جب فقہ
کو طب کی طرف اِس نسبت کر دیکھا جائے تو فقہ کا شرف ظاہر ہوگا اور جب اُسکو علم طریق آخرت کی طرف نسبت کرکے دیکھا جاوے تو طریق آخرت
اُس سے شریف معلوم ہوگا **تیسرا بیان** علم طریق آخرت کی تفصیل اجمالی کے ذکر مین جس سے اسکے سب عنوانون پر اشارہ ہو جائے گو سب تفصیلون
کو ذکر کرنا ممکن نہین واضح ہو کہ علم طریق آخرت کی دو قسمین ہین ایک علم مکاشفہ دوم علم معاملہ قسم **اول** کا نام علم باطن ہی اور وہ سب علوم کی

تھا اور علت غائی ہی چنانچہ بعض عارفون نے کہا ہو کہ جس شخص کو اس علم سے بہرہ نہو مجکو اُسکے خاتمہ کے بُرے ہونیکا خوف ہی اور ادنی بہرہ اس علم کا یہ ہو کہ اُسکی تصدیق کرے اور جو لوگ اُسکے اہل ہین اُنکے لیے اس علم کا ہونا مانے۔ اور ایک اور شخص نے کہا ہے کہ جسمین دو خصلتین ہون اُسکے لیے اس علم مین سے کوئی بات معلوم نہ ہوگی وہ دونون خصلتین بدعت اور غرور ہین۔ اور بعض کا قول ہو کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہو یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو اُسکو یہ علم حاصل نہ ہوگا گو اور سب علمون کا محقق ہو جائے اور ادنی عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہو کہ اِس علم مین سے اُسکو کچھ نہین ملتا حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقون اور مقربون کا علم ہو اور وہ ایک نور ہوتا ہو کہ جب دل اپنی بُری صفتون سے پاک اور صاف ہوتا ہو اُسوقت اُسمین ظاہر ہوتا ہو اور اِس نور سے آدمی کو بہت سی باتین منکشف ہوتی ہین جنکا پہلے نام سُنا کرتا تھا اور اُنکے لیے کچھ معنی مجمل وہم کر لیتا تھا معنے واضح معلوم نہ ہوتے تھے اب اِس نور کے باعث اُن سب کے معنی واضح ہو جاتے ہین یہان تک کہ اِس وقت مین خدا ے پاک کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے اور اُسکے صفات کاملہ دائمی کی اور اُس کے افعال کی اور دنیا اور آخرت کے پیدا کرنے مین حکمت کی اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت واقعی آجاتی ہے اور نبوت اور نبی کے معنی اور وحی اور ملائکہ اور شیاطین کے معنی اور انسانون سے شیطانون کی عداوت کی کیفیت اور نبیون کو فرشتون کے معلوم ہونے کی صورت اور اُنکے پاس وحی پہونچنے کی حقیقت اور آسمانون اور زمین کے ملکوت کی حالت اور دل کی معرفت اور اُسکے اندر فرشتون اور شیطانون کے لشکرون کے مقابلہ کی کیفیت اور فرشتے کے اُتارے اور شیطان کے خطرہ مین فرق کی شناخت اور آخرت اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور اِس آیت کریمہ کے معنی اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا اور اِس آیت کے وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان لوکانوا یعلمون اور خدا ے تعالی کی لقا اور اُسکی ذات کریم کو دیکھنے کے معنی اور اُس سے نزدیک ہونے اور اُسکے ہمسایہ مین جا اُترنے کی غرض اور ملاء اعلی کی رفاقت اور ملائکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل ہونیکی مراد اور بہشت والون کے درجون مین جو اتنا فرق ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھینگے جیسے چمکتا ستارا آسمان مین معلوم ہوتا ہے اس فرق سے مقصود اور سوا اِسکے اور باتین جنکی تفصیل طویل ہو اُس نور کے سبب معلوم ہو جاتی ہین اور اِس نور کے پہلے اِن امور کے معنون مین لوگ مختلف رہتے ہین اِنکے اصول کی تصدیق تو کرتے ہین مگر انہی غرض کے باب مین کچھ کا کچھ کہتے ہین بعضون کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ ساری چیزین مثالین ہین اور اللہ تعالی نے جو چیزین اپنے نیک بندون کے لیے تیار کی ہین وہ ایسی ہین کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری اور یہ کہ خلق کے لیے جنت مین سے بجز صفتون اور نامون کے اور کچھ نہین اور بعضون کا اعتقاد یہ ہو کہ انمین سے بعض باتین تو مثالین ہین اور بعض امور ایسے کہ جو حقیقت اُنکے لفظون سے سمجھ مین آتی ہو اُسی کے موافق ہین اور بعضون کی راے یہ ہو کہ انجام اور کمال خدا ے تعالی کی معرفت کا اُسکی معرفت سے عاجز ہونیکا اقرار کرنا ہو۔ اور بعض شخص خدا ے تعالی کی معرفت مین بڑی بڑی باتون کا دعوی کرتے ہین۔ اور بعضے یون کہتے ہین کہ خدا ے تعالی کی معرفت کی انتہا سب عوام کے اعتقاد کی حد ہو یعنی خدا ے تعالی موجود جاننے والا قدرت والا سننے والا دیکھنے والا کلام کرنے والا ہو۔ پس ہماری غرض علم مکاشفہ سے یہ ہو کہ ان امور پر سے پردہ شبہہ برطرف ہو جائے اور صاف حق واضح ہو جائے اسطرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لیوے

اور شک کی گنجایش اُسکے بعد نہ رہے اور یہ امر انسان کے جوہر مین ہو سکتا ہی بشرطیکہ آیئنہ دل پر دنیا کی خباثتون کے زنگ کی تہین نہ جم گئی ہون اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہو کہ آیئنہ دل کی جلا کی کیفیت کا علم اُن خباثتون سے جو اللہ تعالیٰ سے اور اُسکے صفات اور افعال کی معرفت سے روکتی ہین اور اُنکی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اسکے نہین کہ شہوتون سے باز رہے اور انبیا علیہم السلام کا اقتدا اُنکی سب حالتون مین کرے اس تدبیر سے جسقدر دل صاف ہوتا جاویگا اور اُسکے مقابل امر حق کا حصہ واقع ہوگا اسیقدر اُسمین اُسکی حقیقتون کی جھلک واقع ہوگی اور اس جلا کی سبیل بجز ریاضت کے جسکی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی اور بدون سیکھنے کے اور کچھ نہین اور یہ وہ علوم ہین کہ کتابون مین نہین لکھے جاتے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ یہ علم کچھ بھی عنایت کرتا ہو وہ اُسکا ذکر دوسرون سے نہین کرتا صرف جو اُسکے اہل ہین اُنسے البتہ کہتا ہی اور وہی اُسکے شریک مذاکرہ اور اسرار کے طور پر ہوتے ہین اور یہ وہی علم پوشیدہ ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین مراد لیا ہی کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہین کہ اُنکو سوا خدا کے عارفون کے اور کوئی نہین جانتا جب وہ اُسکو بولتے ہین تو بجز اللہ تعالیٰ پر مغالطہ کھانے والون کے اور کوئی اس سے جاہل نہین رہتا پس جس عالم کو خدا تعالیٰ نے اُسمین سے علم دیا ہو اُسکو حقیر مت جانو کیونکہ خدا تعالیٰ نے اُسکو حقیر نہین کیا اسلیے کہ اُسکو علم مذکور عنایت فرمایا اور قسم دوم یعنی علم معاملہ وہ دل کے حالات کا معلوم کرنا ہی خواہ اچھے حالات ہون جیسے صبر اور شکر اور خوف و رجا اور رضا اور زہد و تقوی اور قناعت اور سخاوت اور سب حالات مین خدا تعالیٰ کے احسان کو پہچاننا اور لوگون سے بسلوک پیش آنا اور خدا تعالیٰ پر گمان اچھا رکھنا اور حسن خلق اور حسن معاشرت اور صدق اور اخلاق اور اُنکے مثل ہین پس اُنکی حقیقتون اور تعریفون اور ان اسباب کو جاننا جنسے یہ حاصل ہوتے ہین اور اُنکے ثمرون اور علامتونکو پہچاننا اور جو اُنمین سے ضعیف ہو اُسکے قوی ہوجانیکا علاج اور جو حال جاتا رہا ہو اُسکے پیدا کرنیکا طریق معلوم کرنا علم آخرت مین سے ہی خواہ دل کے بُرے حالات ہون جیسے مفلسی کا خوف اور تقدیر پر خفا ہونا اور کینہ رکھنا اور حسد کرنی اور نفاق اور برتری کی طلب اور خواہش ثنا اور دنیا مین مزے اُڑانے کو زیادہ جینے کی محبت اور کبر اور نمود اور غصہ اور شیخی اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور حرص اور تکبر اور اترانا اور تونگرون کی تعظیم کرنی اور فقیرون کی اہانت کا خواہان ہونا اور فخر اور آپس مین ایک دوسرے پر بڑائی کسی امر مین کرنی اور حق بات سے تکبر کرنا اور بیفائدہ امر مین خوض کرنا اور زیادہ گفتگو کرنے کی محبت اور دوسرے کی کھٹکتی بات کہنی اور لوگون کے لیے بن سنور کر رہنا اور دین مین سستی کرنا اور اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اُسکی بُرائیون سے غافل ہوکر لوگونکی عیب چینی کرنی اور دل مین سے فکر کا دور ہونا اور خوف الہی کا اُسمین سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہونچے تو اُسکا بدلہ سختی سے لینا اور حق بات کے انتقام مین ضعف ہونا اور باطن کی عداوت کے لیے ظاہر کے یار بنانے اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا کہ جو کچھ اُسنے دیا ہی کہین چھین نہ لے اور طاعت پر بھروسا کرنا اور مکر اور خیانت اور فریب اور توقع زیادہ جینے کی اور سخت دلی اور سخت کلامی اور دنیا سے خوش رہنا اور اُسکی جدائی سے رنج کرنا اور مخلوق سے اُنس کرنا اور اُنکی علٰحدگی سے وحشت کرنی اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنی اور حیا و رحم کا کم ہونا اور جو ایسی چیزین ہون سب بُری ہین یہ سب عادتین دل کے صفات ہین یہی سب بُرائیون کی اور اعمال بد کی جڑ ہین اور اُنکے مقابل یعنی اچھی عادتین وہ طاعتون اور ثوابون کی اصل ہین غرضکہ ان صفات کی تعریفون اور حقیقتون اور سببون اور ثمرون اور علاجون کو معلوم کرنا علم آخرت ہی اور علما آخرت کے

حکم کی رو سے علم فرض عین ہی پس جو شخص اسنے منھ پھیریگا وہ آخرت مین قہر بادشاہ حقیقی سے ہلاک ہوگا جسطرح کہ اعمال ظاہری سے
روگردانی کرنے والا بادشاہان دنیا کی تلوار سے فقہاے دنیا کے فتوے کے بموجب ہلاک ہوتا ہی۔ حاصل یہ کہ فقہا کی نظر فرض عین چیزون
مین دنیا کی بہتری کی نسبت کرہوتی ہی اور یہ علم جو ہمنے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت کرہی اگر کسی فقیہ سے ان باتو نمین سے ایک بھی بات مثلاً توکل
یا اخلاص کو پوچھو یا یہ سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہی تو اس سوال کے جواب مین توقف کریگا حالانکہ یہ بات خود اسپر فرض عین ہی کہ
اسکے نہ معلوم کرنیمین آخرت مین اسکی بربادی ہی اور اگر اس سے لعان اور ظہار اور گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمھارے
سامنے انکے فروعات دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کردیگا کہ قرنو تک انمین سے کیسکی حاجت نہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو شہر اسکے بتانیوالے
سے خالی نہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت کو بچاویگا کہ رات دن اس فروعات مین اور انکے یاد کرنے اور پڑھانے مین مشقت اٹھاتا ہی اور
جو امر خاص اسکے لیے ضروری ہی اور دین مین اہم ہی اس سے غافل ہی اور اگر اسپر کوئی اس باب مین اعتراض کرتا ہی تو کہتا ہی کہ مین اس
علم مین اسلیے مشغول ہوا ہون کہ یہ علم دین اور فرض کفایہ ہی اس دھوکے مین آکر فقہ کو سیکھتا ہی اور دوسرونکو دھوکا دیتا ہی عاقل شخص جانتا ہی کہ
اگر غرض اسکی یہی ہوتی کہ فرض کفایہ مین حق الامر ادا کرے تو فرض کفایہ پر فرض عین کو مقدم کرتا بلکہ فرض کفایہ تو اور چیزین بھی ہین انکو
فقہ پر مقدم کرتا کیونکہ بعض شہر ایسے ہین کہ انمین طبیب بجز کفار ذمی کے نہین اور جو احکام فقہی کہ متعلق طبیبونکے ہین انمین کفار کی شہادت
مقبول نہین مگر باوجود اسکے طب کو نہین سیکھتا اور علم فقہ خصوصاً مسائل خلافی اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے مین مبالغہ کرتے ہین حالانکہ شہر مین
فقہا اس قسم کے جو فتوے دیتے ہین اور مقدمات مین جواب لکھتے ہین بہت بھرے ہین تو اب ہمکو کوئی یہ بتاے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ
کی بجا آوری پر مستعد ہین تو فقہاے دین کسطرح اسکے سیکھنے کی اجازت دینگے اور طب کے لیے جو کوئی نہین جانتا چھوڑنیکا حکم کرینگے اسکا سبب
اسکے سوا اور کچھ نہین کہ طب پڑھنے کی جہت سے اوقاف اور وصیتونکا متولی ہونا اور یتیمونکے مال کا محافظ ہونا اور عہدہ قضا اور حکومت کا
ملنا اور ہمسرون پر اسکی جہت سے مقدم ہونا اور دشمنون پر غالب ہونا میسر نہین افسوس صد افسوس کہ برے عالمون کے دھوکے سے
دین مٹ گیا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہم کو اس مغالطے سے بچا دے جس سے اسکی خفگی اور شیطان کی ہنسی ہو علماے ظاہر
مین سے جو اہل ورع تھے وہ علماے باطن اور صاحب دلون کی فضیلت کے مقر تھے مثلاً امام شافعیؒ شیبان چرواہے کے سامنے ایسے
بیٹھتے جیسے لڑکا مکتب مین استاد کے سامنے بیٹھتا ہی اور انسے پوچھتے کہ فلان فلان امر مین ہم کیا کرین لوگ امام شافعیؒ سے کہتے کہ
آپ جیسا شخص اس جنگلی آدمی سے پوچھتا ہی آپ فرماتے کہ جو ہمنے سیکھا ہی اسکی اس شخص کو توفیق ملی ہی۔ اور امام احمد بن حنبل اور یحیی بن
معینؒ معروف کرخی رح کے پاس آیا جایا کرتے حالانکہ علم ظاہر مین وہ ان دونون کے پلّے کے نہ تھے اور دونون انسے پوچھا کرتے تھے کہ ہم
کیسے کرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ہمکو ایسا امر پیش ہو کہ اسکو قرآن اور حدیث مین نہ پاوین تو کسطرح
کرین آپ نے فرمایا کہ نیکبختون سے سوال کرو اور اسکو انکے مشورہ پر منحصر کردو۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ علماے ظاہر زمین اور
ملک کی زینت ہین اور علماے باطن آسمان اور ملکوت کی۔ اور جنید رح فرماتے ہین کہ مجھ سے ایک روز میرے مرشد سری رح نے
فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے اٹھتے ہو کسکے پاس بیٹھتے ہو مین نے کہا کہ محاسبی رح کے پاس فرمایا کہ بہتر انکا علم و ادب اختیار کرنا

ع الطبرانی بروایت ابن عباس رض ۱۲

اور وہ جو کلام اور متکلمون کا خلاف اور رد کرتے ہین وہ مت سیکھنا پھر جب مین آپ کے پاس سے اٹھا تو سنا کہ یہ فرمایا کہ تجکو خدا علم اور
حدیث والا صوفی کرے صوفی حدیث والا نہ کرے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم کو حاصل کرکے صوفی
بنتا ہے وہ فلاح پاتا ہے اور جو پہلے علم سے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرے مین ڈالتا ہے ۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے علوم کے اقسام مین کلام اور
فلسفہ کو کیون نہین ذکر کیا اور انکے اچھا ہونے یا برا ہونیکا بیان کیون نہ کیا تو اسکے لیے جان لو کہ جسقدر دلیلین مفید علم کلام مین پائی
جاتی ہین انکا حاصل قرآن اور حدیث مین موجود ہے اور جو امور ان دونون سے خارج ہین وہ یا تو برے جھگڑے ہین جو بدعتون مین ہین
چنانچہ عنقریب اسکا ذکر ہوگا یا فرقون کے خلافیات کی متعلق تقریرین لمبی چوڑی یا انکی تقریرون کے نقل کرنے سے طول کلام ہے تو
یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہین جنکو طبع سلیم معیوب جانتی ہے اور گوش حق نیوش انکو اپنے اندر جگہ نہین دیتا اور بعض باتین اس قسم کی ہین
کہ وہ دین سے متعلق نہین اور نہ انکا وجود قرن اول یعنی صحابہؓ کے وقت مین تھا اسوقت انمین خوض کرنا بدعت تھا مگر اب اسکا حکم بدل گیا
اسلیے کہ بدعتین اسطرحکی بہت ہوگئین جو قرآن اور حدیث کے مقتضا سے منحرف کرین اور کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوگئے جنھون نے بدعتون
کے شبہات کو چکنا دیا اور انمین تقریرین بنائین اسلیے گو پہلے ان امور کے جواب مین خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کے باعث سے
اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہوگیا لیکن اسیقدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف میل کرانے کا قصد کرے تو اسکا مقابلہ ہوسکے اور اسکے
لیے ایک حد معین ہے جسکو ہم فصل آئندہ یعنی تیسری فصل مین بیان کرینگے ۔ اور فلسفہ کا حال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علم نہین ہے بلکہ اسکے
چار حصے ہین اول اقلیدس اور حساب اور یہ دونون جائز ہین جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور بجز ایسے شخص کے کہ جسپر یہ خوف ہو کہ اسکے پڑھنے
سے برے علمون کی طرف میل کر جاویگا اور شخص کو اسکے منع نہ کیا جاویگا اور جسپر خوف ہو اسکو منع کیا جاوے اسلیے کہ انکے ماہر جو انمین
کثرت سے مہارت کرتے ہین وہ بدعتون کی طرف میل کر جاتے ہین تو ضعیف الایمان کو ان دونون سے بچانا چاہیے جیسے چھوٹے
بچے کو نہر کے کنارے پر نہین کھڑا ہونے دیتے کہ کہین نہر مین نہ جا پڑے یا نومسلم کو کفار کے میل جول رکھنے سے بچاتے ہین کہ کہین
انکی صحبت اسمین اثر نہ کر جاوے بخلاف قوی کے کہ اسکو کچھ حرج نہین دوسرا حصہ فلسفہ کا منطق ہے جسمین دلیل کی کیفیت
اور شرطین اور حد کی وجہ اور شرطین مذکور ہوتی ہین اور یہ دونون باتین علم کلام مین داخل ہین تیسرا حصہ الہیات ہے یعنی ذات خدا
پاک اور اسکے صفات کو بیان کرنا اور یہ بھی کلام مین داخل ہے فلسفیون نے اس باب مین کوئی علم نئے طور کا ایجاد نہین کیا بلکہ انکے
مذہب جداگانہ ہین کہ بعضے کفر ہین اور بعضے بدعت اور جسطرح کہ معتزلی ہو جانا ایک علم جدا نہین بلکہ کلام والون ہی مین سے کچھ لوگون نے
بحث و دلیل کرکے مذہب باطل علیحدہ کر لیے ہین اسیطرح فلسفیون کا حال جانو ۔ چوتھا حصہ طبیعیات ہے کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے
مخالف ہین وہ سرے سے علم نہین کہ اقسام علوم مین بیان کیے جاوین بلکہ جہل ہین اور بعض مین اجسام کی صفات اور خواص اور انکا تغیر
اور تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہے اسکا حال طب کے مشابہ ہے فرق یہ ہے کہ طبیب کی نظر خاص بدن انسان مین باعتبار
مرض اور صحت کے ہوتی ہے ۔ اور طبیعیات والون کی نظر سب اجسام مین باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہے مگر طب کو طبیعیات پر فضیلت ہے
یعنی طب کی طرف حاجت ہوتی ہے اور طبیعیات کی طرف کچھ حاجت نہین پڑتی ۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ علم کلام ان چیزون مین سے ہے کہ جنکا

سیکھنا فرض کفایہ ہی تاکہ عوام کے دلون کو بدعتیون کے خیالات سے امن ملے اور اس علم کا وجوب بدعتون کے پیدا ہونیسے واقع ہوا جیسے راہ حج مین عرب کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہو گئی ہی اگر بالفرض عرب کے لوگ اپنی تعدی چھوڑ دین تو پھر راہ حج کی شرطون مین سے نگاہبانی محافظین کی نہ ہوگی اسیطرح اگر بدعتی اپنی بک سے باز آوے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت نرہے جو زمانہ صحابہؓ مین تھی پس کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہیے کہ علم کلام کی حد دین مین یہانتک ہی اور متکلم کا درجہ دین مین ایسا ہی جیسے راہ حج مین محافظ کا تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے تو وہ ظاہر ہی کہ حاجیون مین نہ ہوگا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے سے حاجی ہوگا اسی طرح اگر متکلم صرف مناظرہ اور بدعتیون کی روک ہی مین مشغول رہیگا اور طریق آخرت طے نکریگا اور اپنے دل کی خبرگیری اور درستی مین مصروف نہ ہوگا تو وہ بھی دین کے عالمون مین سے ہرگز نہ ہوگا اُسکے پاس بجز عقیدے کے جسمین سب عوام شریک ہین اور کیا ہی اور عقیدہ اعمال ظاہری دل و زبان سے متعلق ہی ہان عوام سے اسقدر تمیز اُسکو ہوگی کہ بدعتیونسے لڑ سکتا ہی اور عوام کی حفاظت کرتا ہی لیکن معرفت خدائے تعالی کی اور اُسکے صفات اور افعال کی اور اُن امور کی جنکا بیان ہمنے علم مکاشفہ مین کیا ہی وہ علم کلام سے حاصل نہین ہوتی بلکہ کیا عجب ہی کہ یہ علم اُنکا حجاب اور مانع ہو اُن تک رسائی تو مجاہدہ سے ہی جسکو اللہ تعالی نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہی جیساکہ ارشاد فرمایا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ایہ اگر یہ کہو کہ تمنے متکلم کی تعریف بھی کہدی کہ عوام کے عقیدہ کو بدعتیون کے الجھاؤ سے محفوظ رکھے جیسے محافظ کا حال ہی کہ حاجیون کے کپڑے عرب کی لوٹ سے بچاتا ہی اور فقیہ کی تعریف یہ بیان کی کہ اُسکو وہ قانون یاد ہو جس سے بادشاہ ایک دوسرے کی تعدی کو روک سکے اور علم دین کی بہ نسبت کریہ دونون مرتبے کم ہین حالانکہ علماے امت جو اہل فضل مشہور ہین وہ فقہا اور اہل کلام ہین اور وہ لوگ خدائے تعالی کے نزدیک افضل ہین تو تم اُنکے درجون کو کس طرح علم دین کی نسبت کر ایسے پست درجے مین ڈالے دیتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص حق کو آدمیون سے پہچانتا ہی وہ گمراہی کے جنگلون مین خاک چھانتا ہی تم کو چاہیے کہ اول حق کو جانو تب اُسکے اہل کو پہچانو بشرطیکہ طریق حق کے سالک ہو اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگون مین مشہور ہین اُنھین پر تاک رکھتے ہو تو صحابہ رضہ کے حالات اور مراتب بلند سے غفلت نہ کرو جن لوگون کا ذکر تمنے کیا اُن سب کا اتفاق ہی کہ صحابہ رضہ سب سے بڑھکر ہین اور دین مین کوئی اُنکی چال نہین چل سکتا نہ ان کی گرد کو پہونچے حالانکہ اُنکی فضیلت علم کلام اور علم فقہ سے نہ تھی بلکہ علم آخرت اور اُسکے طریق کے اختیار کرنیسے تھی حضرت ابو بکرؓ کو جو اورون پر فضیلت تھی تو نہ زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایت کرنیسے نہ تھی فتوے دینے اور علم کلام کی جہت سے بلکہ اُس چیز کی جہت سے تھی جو اُنکے سینے مین چھپی تھی چنانچہ اُنکی شہادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لیے فرمائی پس تم کو اُس راز کی جستجو مین حرص کرنی چاہیے کہ جوہر نفیس اور دُر مکنون وہی ہی اور جسکو اکثر لوگ متفق ہو کر چند اسباب کی جہت سے جنکی تفصیل طویل ہی بڑا جانتے ہون اور تعظیم کرتے ہون اُسکو جانے دو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہزارون صحابہؓ چھوڑے جو عالم باللہ تھے اُنکی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اُنمین سے کوئی ایسا نہ تھا جو فن کلام سے اچھا واقف ہو اور سوائے کچھ اوپر دس شخصون کے اور کسی نے اپنے آپ کو فتوے دینے کے لیے مقرر نہ کیا حضرت ابن عمرؓ بھی صحابہ کبار مین سے تھے

جب اُنسے کوئی فتوے پوچھتا تو فرماتے کہ فلان حاکم کے پاس جاؤ جسنے اُن لوگون کے کام اپنے ذمے لے رکھے ہین اور اس سوال کو اُسکی گردن پر رکھو اس جواب مین یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام مین فتوے دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہی۔ اور جب کہ حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ علم کے نو دسوین حصے مرگئے لوگون نے اُن سے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیون فرماتے ہین ہم مین تو بڑے بڑے صحابی موجود ہین اُنھون نے فرمایا کہ میری غرض علم فتوی اور حکم سے نہین ہی مقصود علم خدا تعالی کا ہی بھلا بتاؤ تو کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فن کلام وغیرہ مراد لی تھی اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر تمکو کیا ہوا ہی کہ اُس علم کی معرفت پر حرص نہین کرتے کہ حضرت عمرؓ کے مرنے سے اُنکے نو دسوین حصے مرگئے حالانکہ حضرت عمرؓ وہ تھے جنھون نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور جب ضبیع نے آپ کے سامنے قرآن کی دو آیتون کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باب مین سوال پیش کیا تو آپنے اُسکو دُرہ سے مارا اور ملنا چھوڑ دیا اور لوگون کو فرمادیا کہ اُسکو چھوڑ دین اور یہ تو جو تم کہتے ہو کہ علما مین سے مشہور فقہا اور اہل کلام ہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جس چیز سے خدا تعالی کے نزدیک فضیلت ہوتی ہی وہ اور چیز ہی اور جس سے لوگون مین شہرت ہوتی ہی وہ دوسری چیز ہی چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی شہرت تو خلافت کی جہت سے تھی اور فضیلت اُس راز کی جہت سے جو اُنکے دل مین منقش تھا اسیطرح حضرت عمرؓ کی شہرت سیاست کے سبب تھی اور فضیلت اِس علم کی جہت سے جسکے نو دسوین حصے آپ کی موت پر جاتے رہے اور اپنی حکومت مین جو قصد قرب الہی کی نزدیکی کا اور خلق پر عدل و شفقت کا کرتے تھے اُسکی جہت سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر خفیہ آپکے دل کے اندر تھا آپکے اور افعال ظاہری جو تھے وہ تو اور لوگون سے بھی سرزد ہونے ممکن ہین جو جاہ اور شہرت اور نام کے طالب و راغب ہون غرضکہ شہرت ایسے امر مین ہوتی ہی جو مہلک ہو اور فضل ایسی بات مین ہوتا ہی جو خفیہ ہو کسی کو اُسپر اطلاع نہو آپ فقہا اور اہل کلام مثل حکام اور قاضیون کے ہین اور کئی طرح کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ اُنھون نے اپنے علم اور فتوی سے خدا تعالی کا قصد کیا ہی اور اُسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو بچایا ہی نمود اور شہرت اُنکو مطلوب نہین ان لوگو ن سے اللہ تعالی راضی ہی اور اُنکی فضیلت خدا تعالی کے نزدیک اسوجہ سے ہی کہ اُنھون نے عمل اپنے علم کے بموجب کیا اور اپنے فتوی اور دلیل سے اُسکی ذات مراد لی اسلیے کہ ہر ایک علم عمل ہے کیونکہ علم بھی ایک فعل کسبی ہی اور ہر ایک عمل علم نہین ہی اور طبیب بھی اپنے علم سے خدا تعالی کے تقرب پر قادر ہی تو اُسکو بھی ثواب اسی اعتبار سے ہوگا کہ اپنے علم سے خدا تعالی کے لیے کام کرتا ہی اسیطرح اگر سلطان خلق کا معاملہ خدا کیواسطے کرے تو خدا تعالی کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ثواب ہوگا نہ اِس جہت سے کہ وہ علم دین کا ذمہ دار ہی بلکہ اِس سبب سے کہ اُسنے اُس کام کا ذمہ لیا ہی جسسے قصد خدا تعالی کی نزدیکی کا رکھتا ہی اور جن چیزونسے کہ خدا تعالی کی نزدیکی ہوسکتی ہی وہ تین قسم ہین ایک صرف علم وہ تو علم مکاشفہ ہی۔ دوم صرف عمل جیسے بادشاہ کا عدل کرنا اور لوگونکو مجتمع انتظام سے رکھنا سوم مرکب عمل اور علم سے اور وہ طریق آخرت کا علم ہی جو اِس علم کا جاننے والا ہی وہ عالم اور عامل دونون ہی پس اب تم اپنے لیے تجویز کرلو کہ قیامت مین خدا تعالی کے عالمون مین ہوگے یا عمل کرنیوالون مین یا دونون جماعتون مین ہو کر ہر ایک کے ساتھ اپنا حصہ لگاؤ گے یہ بات تمھارے حق مین زیادہ ضروری اور اہم ہی بہ نسبت محض شہرت کے تقلید کے جیسا کہ کسی کا شعر ہی جسکا ترجمہ یہ ہی شعر لو اُسے جو کچھ کہ دیکھو چھوڑ دو اُسکو جو چھوڑ ہی زحل کی کیا ضرورت شمس گر ہو سامنے۔ علاوہ اسکے ہم یہان اگلے فقہا کا وہ حال لکھتے ہین جس سے تمکو معلوم ہو کہ جو لوگ

اُنکے مذہب مین اپنے آپ کو بتاتے ہین وہ اُنپر ظلم کرتے ہین اور قیامت کو اُنکے بڑے دشمن وہی ہونگے اسلیے کہ فقہاے سلف نے اپنے علم سے بجز رضاے پروردگار اور کچھ قصد نہین کیا اور اُنکے احوال سے علماے آخرت کی علامتین دیکھی گئی ہین چنانچہ اُنکا بیان علماے آخرت کی علامتون کے ذکر مین آویگا کیونکہ وہ لوگ صرف علم فقہ ہی کے لیے نہ تھے بلکہ دلونکے علم مین مشغول تھے اور اُنکے نگران رہتے تھے اور اس علم مین جو اُنھون نے کچھ تصنیف نہین کیا اور اُسکی تدریس نہ کی تو اُسکی وجہ وہی تھی جو صحابہ کو فقہ کے باب مین تدریس اور تصنیف کی مانع تھی حالانکہ سب صحابہؓ علم فتوے مین جداگانہ فقیہ تھے اور وجہین مانع یقیناً ہوئی ہین اُنکے ذکر کی کچھ حاجت نہین ہم اب کچھ حالات اسلام کے فقہ کا ذکر کرتے ہین جس سے تم جان لوگے کہ جو کچھ ہمنے لکھا ہی وہ فقہاے سلف کے باب مین طعن نہین بلکہ وہ اُن لوگونپر طعن ہی جو اُن کی پیروی ظاہر کرتے ہین اور اُنکے مذہبونسے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہین حالانکہ وہ عمل مین اُنکے مخالف ہین پس فقہاے سلف جو فقہ کے رئیس اور خلق کے پیشوا جنکے پیرو اکثر ہین وہ پانچ ہین امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد حنبل اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری ان مین سے ہر ایک عابد اور زاہد اور علوم آخرت کا ماہر اور دنیا مین خلق کی بہتری کا سمجھنے والا اور اپنی فقہ سے خداتعالی کی رضا کا خواہان تھا تو یہ پانچ خصلتین ہین جنمین سے اس زمانے کے فقیہون نے صرف ایک خصلت مین اُنکا اتباع کیا ہی یعنی فروعات سابقہ مین استعداد اور مبالغہ اسلیے کہ چار خصلتین باقی صرف آخرت ہی کے قابل ہین اور یہ ایک خصلت دنیا و آخرت دونون کے لیے ہوسکتی ہی اگر اُس سے آخرت کا ارادہ کیا جاوے مگر دنیا کی بہتری کے لیے اُسپر جھک پڑے ہین اور اس ایک خصلت کے سبب سے دعوی اُن امامونکی مشابہت کا کرتے ہین بھلا لوہار فرشتونکے مشابہ کیسے ہوسکتے ہین اب ہم ان امامون کے حالات وہ بیان کرتے ہین جنسے وہ چارون خصلتین اُنمین معلوم ہون اور پانچوین خصلت یعنی فقہ کی مہارت تو ظاہر ہی حضرت امام شافعیؒ کے عابد ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہین کہ آپ رات کے تین حصے کیا کرتے تھے ایک علم کے لیے دوم نماز کے لیے سوم سونے کے لیے ربیع کہتے ہین کہ امام شافعیؒ رمضان مین ساٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے اور سب نماز ہی مین ختم کیا کرتے تھے اور بویطی جو انکے شاگردون مین سے ہی رمضان مین ایک ختم ہر روز کیا کرتا تھا اور حسین کرابیسی کہتے ہین کہ مین امام شافعیؒ کے ساتھ بہت دفعہ رات کو رہا ہون آپکا دستور تھا کہ مقدار سوم حصہ شب کی نماز پڑھا کرتے تھے مین نے آپکو دیکھا کہ پچاس آیتون سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور جب زیادہ کرتے تو سو آیتین پڑھتے تھے اور جب کسی آیت رحمت پر گذرتے تو اللہ تعالی سے اُسکی دعا اپنے لیے اور سب مسلمانون اور ایماندارونکے لیے مانگتے تھے اور جب آیت عذاب پڑھتے تو اپنے آپکو اور مسلمانونکو اُس سے نجات پانیکا سوال کرتے گویا رجا اور خوف دونون اُنکے لیے ایک ساتھ تھے اس روایت سے سمجھو کہ پچاس آیتونپر آپکا اکتفا کرنا اسرار قرآنی کو سمجھنے اور اُنپر عبور ہونے پر کیسی دلالت کرتا ہی اور خود اُنکا ارشاد ہی کہ مین سولہ برس سے شکم سیر نہین ہوا اسلیے کہ شکم سیری بدن کو گران کرتی ہی اور دل کو سخت اور دانائی کو کھوتی ہی اور نیند لاتی ہی اور آدمی کو عبادات کم کرنے دیتی ہی تو اس قول سے آپ کی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ شکم سیری کی آفتونکو ذکر کیا پھر عبادت مین کوشش کو لحاظ کرنا چاہیے کہ اُسکے واسطے شکم سیری ترک کردیا۔ اور ظاہر ہی کہ عبادت کی اصل کم کھانا ہی۔ اور یہ بھی آپکا ارشاد ہی کہ مین نے اللہ کی قسم نہ سچی کھائی نہ جھوٹی اس قول سے خیال کرو کہ آپ حرمت اور توقیر خداتعالی کی کتنی کرتے تھے اور جلال خداوندی کا کسقدر علم رکھتے تھے اور آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ چپ ہورہے سائل نے کہا کہ آپ پر خداتعالی کی رحمت ہو آپ جواب نہین دیتے

فرمایا کہ جب تک مجکو یہ نہ معلوم ہو کہ سکوت مین میری بہتری ہی یا جواب دینے مین تب تک مین کچھ جواب نہ دونگا اس روایت سے تامل
کرو کہ آپ اپنی زبان کی نگاہداشت کتنی کرتے تھے حالانکہ فقہا پر سب اعضا سے زیادہ زبان مسلط ہی اور اُنکے ضبط اور قابو سے باہر
اور اسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ آپکا بولنا اور چپ رہنا فضیلت اور ثواب کے حاصل کرنے کے لیے ہوا کرتا تھا
اور احمد بن یحییٰ بن وزیر روایت کرتے ہین کہ ایک بار آپ قندیلون کے بازار سے نکلے اور ہم آپکے پیچھے ہوے دیکھا تو ایک شخص
کسی عالم سے اُلجھ رہا ہی اور اُسکو بیہودہ کہتا ہی آپ ہماری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اپنے کانونکو فحش کے سننے سے صاف کرو
جیسے زبان کو فحش بکنے سے صاف کرتے ہو اسلیے کہ سننے والا کہنے والیکا شریک ہی اور کم عقل آدمی اپنے سفر مین جو سب سے زیادہ بری بات
دیکھتا ہی اُسکو چاہتا ہی کہ تمھارے مغز مین لوٹ دے اگر اُسکا قول اُسی پر لوٹا دیا جاوے یعنی اُسکو کانونمین جگہ نہ دیجاوے تو اُسکا نہ سننے والا
نیکبخت ہوگا جیسے بولنے والا بدبخت ہوا۔ اور آپ کا ارشاد ہی کہ ایک حکیم نے دوسرے کو خط لکھا کہ تجھکو خدا تعالیٰ نے علم دیا ہی اپنے علم کو
گناہونکی تاریکی سے میلا مت کرو ورنہ جس روز کہ اہل علم اپنے علم کے نور مین چلینگے تو اندھیرے مین رہیگا۔ اور آپکا زہد اُن روایتون سے
معلوم ہوتا ہی کہ آپنے فرمایا کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے دل مین محبت دنیا کی اور محبت اُسکے خالق کی ایک ساتھ ہی وہ جھوٹا ہی۔ اور حمیدی
کہتے ہین کہ آپ ایکبار بعض حکام کے ساتھ یمن کو گئے اور وہانسے دس ہزار درم لیکر مکے کو پھرے مکہ معظمہ کے باہر ایک گانو مین آپکے لیے خیمہ کردیا
گیا لوگ آپسے ملنے آتے گئے آپنے جبتک وہ سب مال تقسیم نہ کردیا وہانسے نہ ہلے اور ایک روز آپ حمام سے نکلے تو حمام والے کو بہت سا مال دیڈالا
اور ایک دفعہ آپکا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا ایک شخص نے اُٹھا دیا اُسکو آپنے اُسکے عوض مین پچاس اشرفیان دین۔ اور سخاوت آپکی مشہور ہی بیان
کرنیکی حاجت نہین اور زہد کی اصل سخاوت ہی اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہی اُسکو روک رکھتا ہی اور جدا نہین کرتا اس صورت مین مال وہی
جدا کریگا جسکی نظر مین دنیا حقیر ہو اور یہی معنی زہد کے ہین اور آپکے زہد اور خدا تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھنے پر اور اپنی ہمت کو آخرت مین
مشغول رکھنے پر یہ روایتین بھی دال ہین کہ سفیان بن عیینہ نے آپکے سامنے ایک حدیث رقت قلب کے بیان مین روایت کی آپکو غش آگیا لوگون نے
سفیان ثوری سے کہا کہ آپ مرگئے اُنھون نے فرمایا کہ اگر مرگئے تو اپنے زمانیکے لوگون سے افضل مرگئے اور عبداللہ بن محمد بلوی کہتے ہین کہ ہین اور عمر
بن نباتہ بیٹھے ہوے عابدون اور زاہدونکا ذکر کرتے تھے مجھسے عمر نے کہا کہ مین نے پرہیزگار اور فصیح محمد بن ادریس شافعیؒ سے کسی کو زیادہ نہین دیکھا
کہ مین اور آپ اور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے اور حارث صالح مری کا شاگرد تھا اُسنے پڑھنا شروع کیا اور یہ شخص خوش آواز تھا جب
آیت پڑھی ہذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لہم فیعتذرون مین نے آپکو دیکھا کہ آپ کا رنگ بدل گیا اور بدن پر بال اُٹھ کھڑے ہوے اور زور سے
تڑپکر بیہوش ہو گئے جب آپکو ہوش آیا تو یون کہنا شروع کیا الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون جھوٹون کے مقام اور غافلون کے اعراض سے
الٰہی تیرے ہی لیے عارفونکے دل انکسار کرتے ہین اور تیرے ہی مشتاقونکی گردنین جھکتی ہین الٰہی اپنی جود مجکو عنایت کر اور مجکو اپنے پردۂ
کرم مین چھپا اور اپنی ذات کے کرم کے طفیل سے میری تقصیر سے درگذر کر عبداللہ کہتے ہین کہ پھر وہانسے اُٹھکر ہم سب چلے آئے جب مین بغداد
مین پہونچا آپ اُن دنون عراق مین تھے مین نہر کے کنارے نماز کے لیے وضو کرتا تھا ایک شخص میرے پاس گذرا اور کہا کہ بیٹا اپنا وضو
اچھی طرح کر خدا تعالیٰ دنیا اور آخرت مین تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آویگا مین نے جو پھر دیکھا تو معلوم کیا کہ ایک بزرگ جنکے پیچھے بہت لوگ ہین

جھٹ پٹ وضو کرکے اُنکے پیچھے ہوا میری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تجھے کچھ کام ہی مینے کہا کہ ہان یہ مطلب ہی کہ جو علم خدا تعالی نے آپ کو دیا ہی
اسمین سے مجھکو بھی کچھ سکھا دیجیے آپنے فرمایا کہ جان رکھ کہ جو شخص اللہ تعالی کی تصدیق کرتا ہی وہ چھٹی پاتا ہی اور جو شخص اپنے دین کا خوف رکھتا ہے
وہ تباہی سے بچا رہتا ہے اور جو شخص دنیا مین زہد کرتا ہی قیامت کو اللہ تعالی کے ثواب کو دیکھکر اُسکی آنکھین ٹھنڈی ہونگی اب اور کچھ زیادہ بتاؤن
مینے کہا بہتر آپنے فرمایا کہ جس شخص مین تین خصلتین ہین اُسنے اپنا ایمان پورا کرلیا ایک یہ کہ اچھی بات کا دوسرے کو حکم کرے اور پہلے آپ مانے
دوم یہ کہ بُرائی سے اورون کو منع کرے اور پہلے آپ بازرہے تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے جو حدین مقرر کین ہین اُنکی نگاہداشت کرے اور اُنسے
کسی طرف تجاوز نہ کرے آپ اور کچھ بتاؤن مینے کہا بہتر فرمایا کہ دنیا مین زاہد رہ اور آخرت کا راغب ہو اور سب باتون مین خدا تعالی کو
سچا جان اس سے تو اور نجات پانیوالون کے ساتھ مین نجات پاویگا یہ کہکر آپ تشریف لے گئے مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون ہین
کہا کہ شافعیؒ ہین اِس روایت سے آپکے بیہوش ہو جانیکو سوچ کر نصیحت فرمانے کو خیال کرو کہ اُس سے آپ کا زہد اور شدت خوف
کتنا معلوم ہوتا ہی اور یہ خوف اور زہد بدون معرفت اللہ تعالی کے حاصل نہین ہوتا کہ خدائے تعالی خود فرماتا ہی انما یخشی اللہ من
عبادہ العلماء امام شافعیؒ نے یہ خوف اور زہد فقہ کے سلم اور اجارہ اور چیزون سے حاصل نہین کیا تھا بلکہ آخرت کے علوم جو قرآن و حدیث
سے نکلے ہین اُنسے پیدا کیا تھا کیونکہ تمام اولین و آخرین کی حکمتین قرآن و حدیث مین بھری ہین اور دل کے اسرار اور آخرت سے
آپکا واقف ہونا اُن حکمتون سے تمکو معلوم ہوگا جو آپ سے منقول ہین مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا کہ ریا کیا ہی آپنے بلا تامل فرمایا کہ
ریا ایک فتنہ ہی جسکو خواہش نفس نے علما کے دلون کے سامنے لا کھڑا کیا اُنھون نے اُسکی طرف اسوجہ سے کہ نفس بُری بات اختیار کرتا ہی
دیکھا اسلیے اُنکے عمل برباد ہوگئے اور یہ آپکا قول ہی کہ جب تمکو اپنے عمل مین عجب کا خوف ہو تو سوچو کہ تم کسکی رضا چاہتے ہو اور کس ثواب کے
راغب اور کس عذاب سے ترسان اور کونسی عافیت کے شکرگزار اور کونسی مصیبت کو یاد کرتے ہو جب تم ان باتون مین سے ایک مین بھی
فکر کروگے تو تمھارا عمل تمھاری نظرون مین حقیر ہو جاویگا عجب سے مامون رہیگا پس تامل کرو کہ آپنے کسطرح ریا کی حقیقت اور عجب کا
علاج ذکر فرمایا اور یہ دونون دل کی بڑی آفتون مین سے ہین اور یہ بھی آپکا ارشاد ہی کہ جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا اُسکے
علم نے اُسکو فائدہ نہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص علم سے خدا تعالی کی اطاعت کرتا ہی اور اُسکے راز کو سمجھتا ہی اور فرمایا کہ ہر ایک آدمی کے لیے
دوست اور دشمن ضرور ہوتے ہین جب یہ حال ہی تو تم اُنھین لوگون کے ساتھ رہو جو خدائے تعالی کے اہل طاعت ہین اور روایت ہی کہ عبداللہ
بن عبدالعزیز ایک مرد نیکبخت پرہیزگار تھے وہ آپ سے پرہیزگاری کے باب مین مسائل پوچھا کرتے اور آپ اُن کے ورع کی جہت سے
اُن کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایک روز اُنھون نے شافعیؒ سے کہا کہ صبر اور امتحان اور تمکین مین سے کون چیز بہتر ہی آپنے فرمایا
کہ تمکین انبیا کا درجہ ہی اور وہ بعد آزمایش کے ہوتا ہی پس جب امتحان ہوتا ہی تو صبر ہوتا ہی اور صبر کے بعد تمکین دیکھو خدا تعالی نے
اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا پھر اُن کو وقار عنایت کیا اور حضرت موسی اور حضرت ایوب علیہما السلام کا اول امتحان لیا
پھر وقار عنایت فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اول امتحان لیا پھر انکو تمکین اور ملک عطا کیے اور تمکین سب درجون سے افضل ہی
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وکذلک مکنا لیوسف فی الارض اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بعد بہت بڑی آزمایش کے تمکین دی اور فرمایا واتیناہ اہلہ

ومثلہم معہم رحمتہ من عندنا وذکری للعبدین تو یہ جواب امام شافعی رح کا دلالت کرتا ہی کہ آپ کو اسرار قرآنی پر خوب عبور تھا اور
جو لوگ انبیا اور اولیا اللہ تعالی کی طرف کے سالک ہین اُنکے مقامات سے خوب واقف تھے اور یہ سب باتین آخرت کے
علوم مین سے ہین اور آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آدمی عالم کب ہوتا ہی فرمایا کہ جس علم کو جانتا ہی اُسمین جب محقق ہو کر دوسرے
علمونکے درپے ہوتا ہی اور جو بات اُس سے رہگئی ہی اُسمین تامل کرتا ہی تو اسوقت عالم ہوتا ہی چنانچہ جالینوس سے کسی نے پوچھا تھا کہ تم ایک
مرض کے لیے بہت سی دوائین مرکب لکھتے ہو اُسنے جواب دیا کہ مقصود ایک ہی دوا ہی دوسری اُسکے ساتھ اسلیے ہین کہ اُسکی تیزی کم ہوجاوے
اسلیے کہ مفرد دوائین قاتل ہین پس اسطرح کی بہت سی باتین علوم آخرت مین آپ کی معرفت الٰہی علوم رتبت پر دلالت کرتی ہین اور
یہ بات کہ آپ خاص فقہ سے اور اُسمین مناظرہ کرنے سے خداے تعالی کی رضا کے خواہان تھے اس امر پر یہ روایتین دال ہین
کہ آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس علم سے لوگ مستفید ہون اور اُسمین سے میری طرف کوئی چیز منسوب نہو تو دیکھو کہ آپ کو
علم کی آفت اور طلب شہرت کی بُرائی کتنی معلوم تھی اور اس باب مین خالص نیت خدا تعالی کی رضا جوئی کی کرکے شہرت کی طرف دل کی توجہ
نہ رکھتے تھے اور آپکا ارشاد ہی کہ مین نے کبھی کسی سے مناظرہ اس طور سے نہین کیا کہ یہ چاہا ہو کہ وہ خطا کرے اور فرمایا کہ جب مین نے کسی سے گفتگو کی ہی
تو یہ چاہا ہی کہ اُسکو توفیق اور راستی و اعانت ملے اور اُسکے اوپر خدا تعالی کی حمایت و حفاظت رہے اور جب مین نے کسی سے کلام
کیا ہی تو یہ پروا نہین کی ہی کہ امر حق میری زبان خواہ اُسکی زبان سے نکلے - اور فرمایا کہ جب مین نے امر حق اور حجت کو کسی شخص پر پیش کیا اور
اُسنے حق بات کو قبول کیا تو مین اُس سے ہیبت رکھتا ہون اور اُسکی محبت کا معتقد ہوتا ہون اور جو کوئی امر حق پر مجھسے زبردستی کرکے
حجت توڑتا ہی تو وہ میری نظرون سے گرجاتا ہی اُس سے ملنا چھوڑ دیتا ہون - تو یہی علامات ہین جنسے معلوم ہوتا ہی آپکی غرض فقہ
سے اور اُسمین مناظرہ کرنے سے خداے تعالی کی رضا جوئی تھی البتہ دیکھو کہ زمانہ حال کے لوگون نے آپکا اتباع ان پانچ باتون مین
صرف ایک بات مین کسطرح کیا ہی اور پھر اُسمین بھی اُنکے خلاف کرتے ہین اور اسی لیے ابو ثور رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ نہ مین نے اور نہ دیکھنے والون
نے کوئی شخص شافعی رح کے مثل دیکھا ہی اور احمد بن حنبل رح نے فرمایا کہ چالیس برس سے مین نے ایسی کوئی نماز نہین پڑھی جس کے بعد
امام شافعی رح کے لیے دعا نہ مانگی ہو اس روایت سے دعا مانگنے والے کے انصاف کو اور جنکے لیے دعا کی اُنکے درجے کو خیال کرو اور
پھر اس زمانیکے علماء کے حالات کو مطابق کرو کہ اُنکے دلونمین آپس مین کتنا بغض اور عناد ہی تاکہ تمکو معلوم ہو کہ یہ لوگ جو دعوی سلف کی پیروی
کا کرتے ہین اس دعوی مین قصور رکھتے ہین امام احمد رح کے زیادہ دعا مانگنے کی جہت سے اُنکے لڑکے نے اُنسے کہا کہ شافعی رح کون شخص تھے
جنکے لیے تم اسقدر دعا مانگتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹا شافعی رح دنیا کے حق مین مثل آفتاب کے تھے اور لوگونکے حق مین مثل تندرستی
کے تو آپ بتاؤ کہ ان باتون مین سے کوئی اُنکی نیابت کرتا ہی - اور امام احمد رح فرمایا کرتے کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے دوات چھوئے اُسکی
گردن پر شافعی کا احسان ہی اور یحیی بن سعید قطان کہتے ہین کہ مین نے چالیس برس سے جو نماز پڑھی اُسمین شافعی رح کے لیے دعا مانگی
اسلیے کہ اللہ تعالی نے اُنکو علم عنایت فرمایا اور اُسمین طریقہ راستی ہدایت کیا اب ہم آپکے حالات کو اسیقدر مختصر پر کفایت کرتے ہین اسلیے کہ
سب حالات خارج از حد شمار ہین اور یہ مناقب جو ہمنے لکھے ہین اکثر اُس کتاب سے نقل کیے ہین جو نصر بن ابراہیم مقدسی نے مناقب شافعی رح

کیونکہ چار باتون مین اتباع نہ کیا فقط ایک بات مین اتباع کیا ۱۲

مین لکھی ہی اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی ان پانچون خصلتون کے ساتھ موصوف تھے چنانچہ اُنسے کسی نے کہا کہ اے مالک طلب
علم مین آپ کیا فرماتے ہین اُنھون فرمایا کہ بہتر اور اچھا ہی بلکہ جو شخص صبح سے لیکر شام تک تمھارا ساتھ نہ چھوڑے اسکا ساتھ تم بھی نہ چھوڑو
اور آپ علم دین کی تعظیم مین بہت مبالغہ فرماتے یہانتک کہ جب حدیث بیان کیا چاہتے تو وضو کرتے اور اپنے فرش کے صدر مقام پر
بیٹھتے اور داڑھی مین کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے اور بیٹھنے مین وقار اور ہیبت کو ملحوظ رکھتے پھر حدیث ارشاد کرتے لوگون نے جو اس باب
مین آپ سے کچھ کہا تو آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی عظمت کرون اور آپکا ارشاد ہے کہ علم ایک
نور ہی اُسکو خدا تعالی جہان چاہتا ہی وہان کر دیتا ہی کثرت روایت سے نہین ہوتا اور یہ حرمت و توقیر اسبات پر دال ہی کہ آپ کو اللہ تعالی
کے جلال کی معرفت نہایت قوی تھی اور علم سے آپکی غرض خدا تعالی کی رضا جوئی آپکے اس قول سے معلوم ہوتی ہی کہ فرمایا دین کے باب مین
جدل کرنا کچھ بھی نہین اور اس امر پر امام شافعی رح کا قول بھی دلالت کرتا ہی کہ مین آپکے پاس حاضر ہوا اُسوقت آپسے اڑتالیس مسئلے پوچھے
گئے تھے اُنھین سے بتیس کے جواب مین آپنے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین تو جسکو اپنے علم سے خدا تعالی کے سوا اور کچھ غرض ہوتی ہی اُسکا
نفس کبھی نہین مانتا کہ یون اقرار کرے کہ مین نہین جانتا اور اسی لیے امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ جب عالمون کا ذکر ہو تو امام مالک اُنمین
نجم ثاقب ہین اور امام مالک سے بڑھکر میرے اوپر کسیکا احسان زیادہ نہین ہوا اور روایت ہی کہ ابو جعفر منصور نے آپکو منع کر دیا تھا کہ
مکرہ کے طلاق کے باب مین حدیث مت بیان کرنا پھر ایک شخص کو خفیہ کہہ دیا کہ اُنسے اس طلاق کا مسئلہ پوچھے جب اُس شخص نے
دریافت کیا تو آپنے سب لوگون کے سامنے کہہ دیا کہ جس شخص سے زبردستی طلاق کہلا لی گئی ہو وہ طلاق نہین ہی ابو جعفر نے آپکے
کوڑے لگائے مگر آپنے حدیث بیان کرنا ترک نہ کیا اور امام مالک رح کا ارشاد ہی کہ جو شخص حدیث مین سچا ہوتا ہی اور جھوٹ نہین بولتا
اُسکی عقل سے اُسکو نفع دیا جاتا ہی۔ اور بڑھاپے مین آفت اور فساد عقل طاری نہین ہوتا اور دنیا مین آپ کا زہد اس روایت سے
معلوم ہوتا ہی کہ امیر المومنین مہدی نے آپسے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی مکان ہی آپنے فرمایا کہ نہین لیکن اسباب مین تمسے
ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ مین نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے سنا ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ آدمی کا نسب ہی اُسکا مکان ہی اور
ہارون رشید نے آپسے سوال کیا کہ آپکا مکان ہی آپنے فرمایا کہ نہین پس رشید نے تین ہزار دینار آپکو دیے اور کہا کہ اسسے ایک مکان خرید و آپنے
اُنکو لیکر رکھ چھوڑا خرچ نہ کیا جب رشید نے مدینہ منورہ سے چلنا چاہا تو آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپکو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے اسلیے کہ ہمنے قصد
کیا ہی کہ لوگون کو موطا کی ترغیب دین جیسے حضرت عثمان رض نے لوگونکو قرآن پر ترغیب دی تھی آپنے جواب دیا کہ لوگونکو موطا کی ترغیب
دینے کی کوئی سبیل نہین اسلیے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد حضرت کے شہرون مین چلے گئے ہین اور حدیثین روایت کی ہین
اسی لیے ہر اہل شہر کے پاس علم حدیث موجود ہی اور آپنے ارشاد فرمایا ہی کہ اختلاف امتی رحمۃ باقی رہا تمھارے ساتھ چلنا تو وہ بھی نہین ہو سکتا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون اور یہ بھی ارشاد ہی المدینۃ تنفی خبثہا کما ینفی الکیر خبث الحدید اور یہ تمھارے
دینار جون کے تون رکھے ہین چاہو لے لو چاہو چھوڑ جاؤ یعنے تم جو مجھسے مدینہ چھوڑایا چاہتے ہو تو اسلیے کہ تمنے مجھپر احسان کیا ہی لیکن
مین دنیا کو حضرت کے مدینہ طیبہ پر ترجیح نہین دیتا ہون غرضکہ دنیا مین آپکے زہد کی یہ صورت تھی اور جب آپکے علم اور شاگردون

کے منتشر ہونیکی جہت سے سب طرف سے مال آپ کے پاس آنے لگا آپ اُسکو امور خیر مین خرچ کر دیا کرتے آپکی سخاوت سے آپکا زہد اور دنیا کی محبت کی کمی معلوم ہوتی ہی اور زہد یون نہین ہوتا کہ آدمی کے پاس مال نہو بلکہ یہی صورت ہی کہ مال سے دل بے پرواہ ہو چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت مین زہد کرتے تھے اور اس روایت سے حضرت مالک رح کا دنیا کو حقیر جاننا اور بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رح سے نقل ہی کہ مین نے امام مالک رح کے دروازے پر ایک گلہ خراسان کے گھوڑون اور مصر کے خچرونکا ایسا دیکھا کہ اُس سے عمدہ مین نے نہین دیکھا تھا مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا عمدہ ہین آپ نے فرمایا کہ ای ابو عبد اللہ یہ میری طرف سے تمکو تحفہ ہی مین نے کہا کہ آپ ایک اُنمین سے اپنی سواری کے لیے رہنے دیجیے آپنے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی سے شرم آتی ہی کہ جس زمین مین اسکا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو اُس زمین کو سواری کے سم کا پامال کرون اس روایت سے خیال کرو کہ سخاوت آپ مین اسقدر تھی کہ سب گھوڑے خچر ایکبارگی دیدیے اور پھر خاک پاک مدینہ طیبہ کی توقیر کا لحاظ کرو اور آپکی غرض علم سے خدا تعالی کی رضاجوئی اور دنیا کو حقیر جاننا آپ کی اس حکایت سے ثابت ہی کہ فرماتے ہین کہ مین ہارون رشید کے پاس گیا رشید نے مجھسے کہا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایا کیجیے تاکہ ہمارے لڑکے آپ سے موطا سنین مین نے کہا کہ خدا تعالی امیر کی ترقی کرے یہ علم تمھین لوگونسے نکلا ہی اگر تم اسکی عزت کروگے تو عزیز ہوگا اور اگر ذلت کروگے تو ذلیل ہوگا علم کے پاس لوگ جایا کرتے ہین علم نہین آیا کرتا رشید نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین اور لڑکونکو حکم دیا کہ مسجد مین جاؤ تاکہ اور لوگونکے ساتھ موطا سنو اور **حضرت امام ابو حنیفہ کوفی** رح بھی عابد اور زاہد اور خدا تعالی کے عارف اور اُس سے ڈرنیوالے اور اپنے علم سے اُسکی رضا کے خواہان تھے آپ کی عبادت اس روایت سے معلوم ہوتی ہی جو ابن مبارک سے مروی ہی آپ صاحب مروت تھے اور نماز بہت پڑھتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہین کہ آپ تمام شب عبادت کرتے تھے اور روایت یون ہی کہ آپ نصف شب عبادت کیا کرتے تھے ایک روز آپ چلے جاتے تھے ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کیا دوسرے نے کہا کہ یہ وہ ہین جو تمام شب عبادت کرتے ہین اُس روز کے بعد سے پھر امام صاحب نے تمام شب عبادت کرنی شروع کردی اور فرمایا کہ مجکو خدا تعالی سے شرم آتی ہی کہ اُسکی عبادت جتنی مین نہ کرتا ہون اسقدر لوگ مجھ مین بتاوین اور آپکا زہد ان روایتون سے ثابت ہی کہ ربیع بن عاصم کہتے ہین کہ مجکو یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے بھیجا مین حضرت امام ابو حنیفہ رح کو اُسکے سامنے لیگیا اُسنے چاہا کہ آپ بیت المال کے حاکم ہون آپ نے انکار کیا اُسنے آپ کے بیس کوڑے مارے تو دیکھو کہ حکومت سے کیسے انکار کیا اور مار کو برداشت فرمایا اور حکم بن ہشام ثقفی نے کہا ہی کہ مجھسے شام مین امام صاحب کے باب مین ایک روایت کسی نے کی کہ آپ سب لوگونسے زیادہ امین تھے اور بادشاہ نے چاہا کہ اُنکو اپنے خزانون کی کنجیان سپرد کردے ورنہ اُنکو پٹوادے آپنے دنیا کا عذاب اختیار کیا اور خدا تعالی کے عذاب کی جرأت نہ کی۔ اور ابن مبارک کے سامنے جو آپ کا ذکر ہوا تو کہتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کا کیا ذکر کرتے ہو کہ جسپر تمام دنیا پیش کی گئی اور اُس سے گریز کی اور محمد بن شجاع آپ کے بعض شاگردون سے روایت کرتے ہین کہ آپسے کسی نے کہا کہ آپ کے لیے امیر المومنین ابو جعفر منصور نے دس ہزار درہم دینے کو کہا ہی آپ راضی نہ ہوے اور جب وہ دن ہوا جسمین توقع اس مال کے آنیکی تھی آپنے صبح کی نماز پڑھی اور منھ لپیٹ لیا اور کسی سے کچھ کلام نہ کیا پھر حسن بن قحطبہ کا قاصد وہ مال لیکر آپکے پاس آیا آپ اُس سے کچھ نہ بولے بعض حاضرین نے کہا کہ آپ سے

بھی ایک آدھ بات کبھی کرتے ہین یعنی آپ کی عادت ایسی ہی ہی کہ کلام نہین کرتے اس مال کو تم اس تھیلی مین مکان کے گوشے مین گھدو پھر بعد
کے بعد امام صاحب نے اپنے سب اثاث البیت کی وصیت کی اور اپنے لڑکے سے کہا کہ جب مین مرجاؤن اور مجکو دفن کر چکو تو اس تھیلی کو حسن
بن قحطبہ کے پاس لیجانا اور کہنا کہ یہ تمھاری وہ امانت ہی جو تمنے ابو حنیفہ کو سپرد کی تھی آپکے صاحبزادے نے وصیت کے بموجب تعمیل کی حسن
نے فرمایا کہ رحمت ہو خدا کی تیرے باپ پر اسلیے کہ وہ اپنے دین پر نہایت حریص تھے اور روایت ہی کہ اُنسے عہدہ قضا کے لیے کہا گیا تو آپنے
فرمایا کہ مجھ مین اسکی لیاقت نہین لوگون نے پوچھا کہ کس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اگر مین سچا ہون تب تو واقع مین اُسکے لایق نہین اور اگر
اِس قول مین جھوٹا ہون تو جھوٹا شخص عہدہ قضا کی لیاقت نہین رکھتا - اور آپکا طریق آخرت سے ماہر ہونا اور امور دینی کی راہ سے
واقف ہونا اور خدا تعالی کا عارف ہونا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالی سے بہت ڈرتے تھے اور دنیا مین زاہد تھے چنانچہ ابن
جریج رحمہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجکو یہ خبر پہونچی ہی کہ یہ تمھارا کوفی نعمان بن ثابت خدا تعالی سے بہت ڈرتا ہی - اور شریک نخعی کہتے
ہین کہ امام اعظم رح سکوت بہت رکھتے اور ہمیشہ فکر مین مستغرق رہتے لوگون سے کلام کم کرتے تو یہ امور صاف دلیل ہین باطن کے
علم اور دینی مہمات مین مشغول رہنے پر اسلیے کہ جسکو سکوت اور زہد عنایت ہوا اسکو علم کامل عطا ہوا یہ ہی مختصر بیان تینون اماموں کے احوال
کا اور **حضرت امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری** کا حال یہ ہی کہ اُنکے تابع بہ نسبت اُن تین امامون کے کم ہین اور
سفیان ثوری کے تابع امام احمد رح کی نسبت کر بھی کم ہین لیکن یہ دونون ورع اور زہد مین زیادہ مشہور ہین اور یہ ساری کتاب اِن
دونون کے افعال و اقوال سے بھری ہی اسلیے اسوقت کچھ ضرورت تفصیل کی نہین - پس اب تم ان تینون امامون کی سیر تون مین غور
کرو اور سوچو کہ یہ حالات اور افعال اور اقوال دنیا سے اعراض کرنے کے اور خالص خدا کے لیے ہو رہنے کے بھلا علم فقہ کی فروعات
یعنی سلم اور اجارہ اور ظہار اور ایلا اور لعان کے جاننے سے ہوتے ہین یا یہ دوسرے ہی علم سے پیدا ہوتے ہین جو فقہ سے اعلی اور
اشرف ہی اور تامل کرو کہ جو لوگ اُنکی پیروی کا دعوی کرتے ہین وہ سچے ہین یا جھوٹے **تیسری فصل** اُن علوم کے بیان مین

جنکو لوگ اچھے علوم مین شمار کرتے ہین اور واقع مین وہ علوم انمین نہین اور اس فصل مین تین بیان ہین

بیان اول اس بات کی وجہ مین کہ بعض علم بُرے کیون ہوتے ہین شاید تم یہ اعتراض کرو کہ علم کے معنی تو یہ ہین کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہی
اسیطرح پر جاننا اور علم خدا تعالی کے صفات مین سے بھی ہی تو یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ کوئی چیز علم ہو کر مذموم اور بُری ہو وے تو اسکا
جواب یہ ہی کہ علم کی بُرائی خود علم ہونے کی جہت سے نہین ہوتی بلکہ بندونکے حق مین تین وجہون مین سے کسیلیے پائے جانے سے بُرا
کہا جاتا ہی **اول** یہ کہ وہ علم خواہ عالم کے حق مین یا دوسرے کے حق مین انجام کو مضر ہوتا ہو جیسے علم سحر اور طلسمات کو بُرا کہتے ہین حالانکہ
علم سحر حق ہی اسلیے کہ قرآن اُسکا شاہد ہی کہ سحر ایک سبب ہی جسکو خاوند بی بی مین جدائی ڈالنے کا ذریعہ کرتے ہین اور صحیحین مین مذکور ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کسی نے کر دیا تھا اور اُسکے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے یہانتک کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُسکی
خبر آپ کو دی اور وہ جادو ایک کنوئین کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا اور جادو ایک علم کی قسم ہی کہ جواہر کے خواص اور ستارونکے
مطلعون مین حسابی امور کے جاننے سے حاصل ہوتا ہی اسطرح کہ اُن جواہر سے ایک پتلی اس شخص کی صورت پر بناتے ہین جسپر جادو

کرتے ہین اور ایک خاص وقت کے منتظر رہتے ہین جب وہ وقت ستارے کے نکلنے کا آتا ہی تو اس تیلی پر چند کلمات کفر اور فحش خلاف
شرع بولتے ہین اور اُنکے ذریعہ سے شیطانون سے مدد چاہتے ہین اور ان سب تدبیرون سے بحکم عادت جاریہ خدا تعالیٰ کے مسحور شخص مین
عجیب حالات پیدا ہوتے ہین اور معرفت ان اسباب کی اس اعتبار سے کہ معرفت ہی بُری نہین مگر چونکہ بجز خلق کے ضرر کرنیکے اور بدی
کا وسیلہ ہونیسے اور کسی بات کی اُنمین لیاقت نہین اس سبب سے اُنکے جاننے کو علم مذموم کہتے ہین بلکہ اگر کوئی ظالم کسی ولی کے قتل کا درپے ہوا اور
وہ اس سے ڈر کر کسی مضبوط جگہ مین جا چھپے تو ظالم اگر اُسکا حال پوچھے تو اُسکی جگہ بتانی نہ چاہیے اور جھوٹ اس موقع مین واجب ہی حالانکہ
اُسکی جگہ کا ذکر کرنا بتانا ہی اور حقیقی حال کا جتا دینا لیکن بُرا اسی وجہ سے ہی کہ انجام کو مضر ہی دوم یہ کہ وہ علم غالباً عالم کے حق مین مضر ہو
مثلاً علم نجوم کہ وہ خود اپنی ذات سے بُرا نہین کیونکہ وہ یا تو حساب کے متعلق ہی اور قرآن مجید مین صاف فرما دیا ہی کہ آفتاب اور چاند کی
چال حساب سے ہی چنانچہ ارشاد فرمایا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ اور فرمایا وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ یا احکام ہین جنکا ماحصل ہونیوالے
واقعات کا بتانا ہی یہ ایسا ہی جیسے طبیب نبض سے بتا دیتا ہی کہ یہ مرض عنقریب پیدا ہوگا غرضکہ اسکا جاننا خلق مین خدا تعالیٰ کی
عادت کا معلوم کرنا ہی مگر شرع نے اُسکو بُرا کہا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تقدیر کا ذکر ہو تو چپ ہو جاؤ اور جب
نجوم کا ذکر ہو تو چپ ہو رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو سکوت کرو اور فرمایا کہ مین اپنی امت پر تین باتون سے ڈرتا ہون ایک اماموں کا
ظلم کرنا دوم نجوم کا معتقد ہونا سوم تقدیر کا نہ ماننا۔ اور حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہی کہ نجوم کو اسقدر سیکھو کہ اُس سے خشکی اور تری مین تم کو
راہ ملے پھر رک رہو اور اُس سے منع کرنیکی تین وجہین ہین اول یہ کہ اکثر خلق کو یہ مضر ہوتا ہی یعنی جب یہ بات دلمین پڑتی ہی کہ حالات
ستارون کی چال کے بعد اسطرح ہوتے ہین تو اُن کے دلون مین بھی جمتا ہی کہ تاثیر کرنے والے ستارے ہی ہین اور یہی معبود ہین جو انتظام
کرتے ہین اسلیے کہ یہ اجسام شریف اور جواہر لطیف آسمان پر ہین اور انکی عزت دل مین بڑھ جاتی ہی اور توجہ دلی اُنھین کی طرف رہتی ہی
خیر کی توقع اور شر سے بچاؤ اُنھین کی جہت سے معلوم ہونے لگتی ہی اللہ پاک کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہی اسلیے کہ ضعیف آدمی کی
نظر ذریعون تک ہی رہتی ہی اور پکا عالم البتہ واقف ہوتا ہی کہ چاند اور سورج اور ستارے سب خدا تعالیٰ کے امر کے مطیع ہین
ضعیف آدمی کہ سورج کی جوت سورج نکلنے کے باعث دیکھتا ہی اُسکی مثال ایسی ہی جیسے چیونٹی کہ بالفرض اُسکو عقل ہو اور کاغذ پر موجود
ہو اور دیکھ رہی ہو کہ قلم کی سیاہی سے کاغذ سیاہ ہوتا چلا جاتا ہی تو وہ یہی اعتقاد کرےگی کہ لکھنا قلم ہی کا فعل ہی اسکی نظر قلم سے انگلیون پر
اور اُنسے ہاتھ پر اور ہاتھ سے ارادے پر اور ارادے سے کاتب پر جو ارادہ کر رہا ہی اور کاتب سے اُسکی قدرت اور ہاتھ کے بنانے والے پر
ہرگز ترقی نہ کریگی غرض کہ خلق کی نظر اکثر قریب اور نیچے کے ذریعون پر رہکر مسبب الاسباب تک ترقی سے باز رہتی ہی۔ اسلیے نجوم کے
سیکھنے کی ممانعت کی گئی دوسری وجہ ممانعت کی یہ ہی کہ نجوم کے احکام صرف اٹکلی ہین ہر فرد خاص کے باب مین نہ یقینی معلوم
ہوتے ہین نہ ظنی تو اُسکے ذریعہ سے حکم کرنا جہالت پر حکم کرنا ہی اس صورت مین اُسکی بُرائی اس اعتبار سے ہی کہ وہ جہل ہی علم ہونیکی جہت سے نہین
کیونکہ یہ تو معجزہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہی جیسا کہ مروی ہی اور یہ علم جاتا رہا اور مٹ گیا اور اگر منجم کی کوئی بات سچی بھی ہوتی ہی تو وہ اتفاقی ہی
اسلیے کہ منجم بعض اوقات کسی سبب پر واقف ہوتا ہی اور سبب اُسکے بعد بدون بہت سی شرطون کے ہو جانیکے نہین ہوتا اور اُن شرطون پر

سح طبرانی از روایت ابن مسعود
سح ابن عبد البر از روایت ابی محجن بسند ضعیف

واقف ہونا آدمی کے اختیار مین نہین پس اگر اتفاقاً خداتعالیٰ باقی شرطونکو بھی مقدر فرما دیتا ہی تب تو منجم کا قول درست ہوجاتا ہی اور اگر باقی سبب نہین ہوتے تو اُسکا کہنا غلط ہوتا ہی اور اُسکا حال ایسا ہی جیسے کوئی شخص دیکھے کہ پہاڑون پر سے بادل اُٹھ اُٹھ کر جمع ہوتے ہین اور چلتے پھرتے ہین تو وہ اٹکل سے کہدے کہ آج مینھ برسیگا حالانکہ اکثر بعد ایسے ابر کے کبھی آفتاب نکل آتا ہی اور ابر جاتا رہتا ہی اور کبھی مینھ بھی برستا ہی تو صرف ابر کا ہونا ہی مینھ کے آنے مین کافی نہین جبتک اور اسباب کا علم نہو اسیطرح ملاح کا قیاس کرنا کہ کشتی سلامت رہیگی یعنی ہمیشہ سے ہواؤنکا عادی ہی اسی پر اعتماد کرکے کہدیتا ہی حالانکہ اُن ہواؤن کے اور سبب خفیہ بھی ہین کہ اُن پر اُسکو اطلاع نہین اسی لیے کبھی تو اُسکا کہنا ٹھیک ہوتا ہی اور کبھی اٹکل غلط ہوتی ہی اور اسی وجہ سے قوی شخص کو بھی نجوم کی ممانعت ہوئی تیسری وجہ یہ ہی کہ اس علم سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ادنیٰ مرتبہ یہ ہی کہ امر فضول مین خوض کرنا ہی جسکی حاجت نہین اور ایک امر بیفائدہ مین عمر سی چیز کو جو زیادہ نفیس سرمایہ انسان کا ہی تلف کرنا ہی اور یہ بات نہایت درجے کے نقصان کی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے کہ لوگ اُسکے گرد جمع تھے آپنے فرمایا کہ یہ کون ہی لوگون نے عرض کیا کہ یہ بڑا عالم ہی آپنے فرمایا کس چیز کا عرض کیا کہ شعر کا اور عرب کے نسبونکا آپنے فرمایا کہ یہ علم ہی کہ مفید نہین اور جہل ہی کہ مضر نہین اور فرمایا انما العلم آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ اس سے ثابت ہوا کہ نجوم مین اور اُس جیسے علوم مین خوض کرنا خطرہ مین پڑنا اور جہالت مین بیفائدہ مصروف ہونا ہی اسلیے کہ جو کچھ تقدیر مین ہی وہ ہوتا ہی اس سے بچنا غیر ممکن ہی بخلاف طب کے کہ اُسکی طرف ضرورت داعی ہی اور اُسکی اکثر دلیلین ایسی ہین جنپر اطلاع ہوجایا کرتی ہی اور بخلاف تعبیر کے کہ ہرچند وہ قیاسی ہی مگر نبوت کے حصونمین سے چھیالیسوان حصہ ہی اور اسمین کچھ اندیشہ نہین تیسری وجہ یہ ہی کہ آدمی اگر ایسی بات مین خوض کیا کرتا ہی جسکا تحمل اُسکو نہین ہوتا تو وہ اُسکے حق مین مضر ہوتی ہی مثلاً باریک اور خفیہ علوم کا سیکھنا بیشتر ادنیٰ اور ظاہر علمون کے جسطرح اسرار الٰہی مین بحث کرنی کہ حکما اور اہل کلام نے انپر اطلاع چاہی حالانکہ انکے فہم سے یہ اسرار زاید تھے انکی تاب اور انمین سے بعض کے طریقونپر اطلاع بجز انبیا اور اولیا کے اور کسی کو نہین ہوسکتی اسلیے انکی بحث سے لوگونکو روکنا اور جسقدر شرع مین وارد ہی اُسکا معتقد کرنا ضرور ہی کہ توفیق یافتہ شخص کے لیے اسقدر کافی ہی اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک آدمی علوم مین خوض کرتا ہی اور اُنسے ضرر پاتا ہی اگر وہ اُنمین خوض نہ کرتا تو اُسکا حال دین مین اُس سے اچھا ہوتا جو علوم مین خوض کرنے سے ہوگیا اور علم کا مضر ہونا بعض لوگون کے حق مین یقینی ہی اسمین انکار نہین ہوسکتا جیسے پرند کا گوشت اور لطیف حلوے شیر خوار بچہ کو مضر ہین بلکہ بعض آدمیونکو بعض باتونسے جاہل ہی رہنا مفید پڑجاتا ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی شخص نے بی بی کے بانجھ ہونیکی شکایت طبیب سے کی طبیبنے اس عورت کی نبض دیکھی اور کہا کہ تجکو اب بچہ پیدا ہونیکی دوا کرنی ضرور نہین کیونکہ تیری نبض سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ چالیس دن نہین تو مرجاویگی عورت کو نہایت خوف معلوم ہوا اور زندگی تلخ ہوگئی اور اپنا مال سب تقسیم کردیا اور وصیت اور دانہ پانی سب چھوڑ دیا یہانتک کہ مدت گذر گئی اور نہ مری اُسکا شوہر طبیب کے پاس آیا اور کہا کہ وہ تو نہین مری طبیبنے کہا کہ مجھے بھی یہ بات معلوم تھی اب تو اُس سے صحبت کر کہ تیرے اولاد اُس سے ہوگی اُسنے پوچھا کہ یہ کیسے کہا کہ مین نے اُس عورت کو موٹا دیکھا کہ اُسکے بچہ دان کے منھ پر چربی جم رہی ہی مینے سمجھا کہ یہ بدون موت کے خوف کے دُبلی نہوگی اسلیے مینے اُسکو موت سے ڈرا دیا تھا اب کہ وہ دبلی ہوگئی

ح ابن عبد البر بروایت ابو ہریرہ ۱۲

ح علم تین ہین یا آیت محکم یا سنت جاری

تو بچہ جننے کی روک جو تھی جاتی رہی۔ اس حکایت سے تمکو معلوم ہوگا کہ بعض علوم کے واقف ہونے مین خطرہ ہوتا ہے اور اسی سے تمکو معنی اس حدیث شریف کے معلوم ہوجاوینگے نعوذ باللہ من علم لا ینفع تو اس حکایت کا اعتبار کرو اور جن علوم کی مذمت شریعت نے کی ہے اور اُنسے منع فرمایا ہے اُنکا حال مت دریافت کرو اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کو لازم کرلو اور اتباع سنت پر کفایت کرو کہ سلامتی اتباع مین ہے اور اشیاء کی بحث و تحقیق مین خطرہ ہے اور اپنی رائے اور عقل اور دلیل و برہان پر مت بھولو کہ ہم اشیاء کی بحث اسلیے کرتے ہین کہ چیزین جون کی تون معلوم ہوجاوین اور علم مین فکر کرنیسے ضرر کیا ہے کیونکہ اس علم کا ضرر تمکو فائدہ سے زیادہ ہوگا اور اکثر چیزین جنپر تم واقف ہوتے ہو ایسی ہین کہ اُنپر تمہارا واقف ہونا اتنا ضرر کریگا کہ آخرت مین اگر خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تدارک نہ فرمایا تو تمکو تباہ کرڈالیگا۔ اور واضح ہو کہ جسطرح علاج کے اسرار کو طبیب حاذق جانا کرتا ہے اور ناواقف شخص علاج کو بعید سمجھتا ہے اسیطرح انبیا علیہم السلام دلون کے طبیب ہین اور آخرت کی زندگی کے اسباب سے واقف ہین اُنکے طریق پر اپنی عقل کو فائق نہ کرنا چاہیے ورنہ ہلاک ہوجاؤگے دیکھو بعض دفعہ کسی شخص کی اُنگلی مین کوئی مرض ہوتا ہے تو اُسکی عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ اُنگلی کی لیپ کرے مگر طبیب حاذق اُسکا علاج بعض اوقات یہ بتاتا ہے کہ دوسری طرف کے شانے پر لیپ کرو اور اس بات کو نہایت بعید جانتا ہے اسلیے کہ اُسکو پٹھونکے پھوٹنے اور اُنکے اُگنے کی کیفیت معلوم نہین اور اسیطرح کا حال آخرت کی راہ کا اور شرع کی سنتون اور مستحبات کے دقایق کا ہے۔ اور شرع نے جو عقیدے لوگون کے عبادات کے مقرر کیے ہین اُنمین وہ اسرار اور لطیف باتین ہین کہ عقل کا حوصلہ نہین کہ اُن کو معلوم کرسکے جیسے کہ پتھرون کے خواص مین بعض عجیب باتین ہین کہ اہل فنون سے اُنکا علم پوشیدہ ہے مثلاً آجتک کسی کو یہ معلوم نہین ہوا کہ مقناطیس لوہے کو کیون کھینچتا ہے اور دواؤن اور پتھرون کی نسبت عجائب اور غرائب عقیدون مین اور اُن عملون مین بہت زیادہ اور بڑھکر ہین جنسے دلونکی صفائی اور طہارت اور اصلاح ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کی طرف ترقی اور اُسکے فضل کے نفحات کی سیر نصیب ہوتی ہے اور جسطرح کہ دواؤن کے کل فائدون کے معلوم کرنیسے عقلین قاصر ہین باوجودیکہ تجربہ ہوسکتا ہے اسی طرح جو باتین کہ آخرت کی زندگی کے لیے مفید ہین اُنکے معلوم کرنیسے بھی عقلین عاجز ہین اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اُنکا تجربہ بھی نہین ہوسکتا ہے اسیطرح جو ممکن تھی اگر بالفرض کچھ مردے دنیا مین آکر کہہ جایا کرتے کہ جو عمل مقبول اور خدا تعالیٰ کے قرب کے مفید ہین وہ یہ ہین اور جو اُس سے دور کرتے ہین وہ یہ ہین اسیطرح عقائد کا حال کہدیا کرتے مگر اسطرح کے تجربہ کی طمع نہین ہوسکتی اس صورت مین عقل کا نفع اسقدر تمکو بس ہے کہ وہ تمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا جاننے کی طرف ہدایت کرے اور آپ کے اشارون کے منشا اور مورد سمجھاوے پس جب یہ صورت ہوجاوے تو اُسکے بعد عقل کو معزول کردو کہ کچھ تصرف نہ کرے اور اتباع کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ تمہاری سلامتی اتباع ہی سے ہوگی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من العلم جہلا وان من القول عیا اور ظاہر ہے کہ علم تو جہل نہین ہوا کرتا مگر اُسکی تاثیر ضرر پہونچانے مین جہل کیطرح ہوتی ہے اور نیز ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی توفیق بہت سے علم سے بہتر ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ درخت بہت سے ہین مگر سب بار آور نہین اور پھل بہت سے ہین مگر سب بہتر نہین اور علوم بہت سے ہین اور سب مفید نہین دوسرا بیان اُن علوم کے ذکر مین جنکے لفظ بدل گئے ہین۔ واضح ہو کہ بُرے علم جو شرعی علوم مین مل جل گئے اُسکا سبب یہی ہے کہ لوگون نے عمدہ نامونکو اپنی فاسد غرضونکی جہت سے

اور معنوں میں بدل ڈالا ہی اور جو غرض اُن الفاظ سے پہلے نیک بخت اور قرون اول کے لوگ کیا کرتے تھے اُس سے ان الفاظ کو تحریف کرکے اور مقصود ٹھہرالیا ہی اور وہ پانچ لفظ ہیں فقہ اور علم اور توحید اور تذکیر اور حکمت یہ الفاظ عمدہ ہیں اور جو لوگ اُنکے ساتھ موصوف تھے وہ دین کے رکن ہوتے تھے مگر اب یہ الفاظ بُرے معنوں میں منقول ہوگئے ہیں اسی لیے جو انسے موصوف ہوتا ہی اُسکی مذمت کرنیسے دلوں کو نفرت ہوتی ہی کیونکہ یہ تو اول عمدہ لوگوں پر بولے جاتے تھے مثلاً **اول لفظ فقہ ہی** اسمیں لوگوں نے خصوصیت لگانیکا تصرف کیا ہی نقل وتبدیل نہیں کی یعنی فقہ کو اس معنی میں خاص کردیا کہ فتووں کے عجیب فروعات اور اُنکی علتوں کے دقائق کو جاننا اور انمیں بہت سی گفتگو کرنی اور جو اقوال انسے متعلق ہوں اُنکو یاد کرنا فقہ کہلاتا ہی تو جو شخص ان باتوں میں خوب غور کرتا ہو اور زیادہ مشغول ہو وہ بڑا فقیہ کہلاتا ہی حالانکہ پہلے زمانے میں لفظ فقہ کے یہ معنی نہ تھے بلکہ مطلق طریق آخرت اور نفسوں کی آفتوں کے دقائق اور مفسدات عملوں کے جاننے اور دنیا کی حقارت کو خوب طرح حاوی ہونے اور لذت آخرت سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف چھائے رہنے کا نام فقہ تھا اور اسکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم تو جس فقہ سے کہ ڈرانا اور خوف دلانا ہوتا ہی وہ یہی فقہ ہی جو ہمنے بیان کی نہ طلاق اور عتاق کے مسئلے اور لعان اور سلم اور اجارہ کے فروعات کہ اُنسے ڈرانا اور خوف دلانا کچھ بھی نہیں بلکہ اگر ہمیشہ انھیں کا ہو رہے تو دل کو سخت کرتے ہیں اور خوف کو دل سے نکالتے ہیں چنانچہ جو لوگ اب انھیں کے درپے ہو رہے ہیں اُنکا حال دیکھتے ہی ہو اور اللہ جلشانہ یہ بھی ارشاد فرماتا ہی لھم قلوب لا یفقھون بھا اس سے ایمان کی باتیں نہ سمجھنے سے مراد ہی فتووں کے نہ سمجھنے سے غرض نہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ فقہ اور فہم ایک ہی معنی کے لیے دو لفظ ہیں اور استعمال کی رو سے پیشتر اور حال میں انھیں معنوں میں بولے جاتے تھے جو ہمنے لکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ ذلک بانھم قوم لا یفقھون اسمیں خدا تعالیٰ سے لوگوں کے کم ڈرنے اور خلق کا دبدبہ جاننے کو فقہ کی کمی پر حوالہ فرمایا ہی تو تامل کرو کہ یہ بات فروعات فتاویٰ کی نہ یاد رکھنے کا ثمرہ ہی یا جن باتوں کو ہمنے لکھا ہی اُنکے نہونیکا نتیجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے فرمایا تھا علماء حکماء فقہاء یعنے یہ لوگ دانا اور حکیم اور فقیہ ہیں حالانکہ وہ لوگ فتاویٰ کے فروعات کو نہ جانتے تھے اور سعد بن ابراہیم زہری رح سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے کون زیادہ فقیہ ہی اُنھوں نے کہا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہی گویا اُنھوں نے فقہ کے ثمرہ کو بتادیا اور خوف خدا علم باطن کا ثمرہ ہی نہ فتووں اور مقدمات کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیا میں تمکو پورا فقیہ نہ بتادوں لوگوں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو آپ نے فرمایا کہ پورا فقیہ وہ ہی کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور اسکے عذاب سے اُنکو بیخوف نہ کرے اور اُسکے فیض سے اُنکو یاس نہ دلاوے اور قرآن کے سوا دوسری چیز کی رغبت میں قرآن کو ترک نہ کرے اور جب انس بن مالک نے اس حدیث کو بیان فرمایا کہ لان اقعد مع قوم یذکرون اللہ تعالیٰ من غدوۃ الی طلوع الشمس احب الی من ان اعتق اربع رقاب تو یزید رقاشی اور زیاد نمیری کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ذکر کی مجلسیں پیشتر ایسی نہ تھیں جیسی یہ تمھاری مجلسیں ہیں کہ تم میں سے ایک قصہ کہتا ہی اور وعظ کہتا ہی اور خطبہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہی اور حدیث بہم بیان کردیتا ہے ہم تو یوں کرتے تھے کہ بیٹھکر ایمان کا ذکر کرتے اور قرآن کو سمجھتے اور دین میں فہم لگاتے اور اللہ کی نعمتیں اپنے اوپر شمار کرتے اس روایت

مین حضرت انس رضہ نے قرآن کے سمجھنے اور نعمتون کے شمار کرنیکو دین کی سمجھ یعنی تفقہ فرمایا اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی کہ آدمی پورا فقیہ نہین ہوتا یہانتک کہ خدا تعالی کی ذات پاک مین لوگون کو اپنے اوپر ناخوش نہ کرلے اور قرآن کے لیے بہت سی وجہین نہ اعتقاد کرے یہ روایت ابو درداء رضہ پر موقوف بھی مروی ہی اور اسمین اتنا جملہ اور ہی کہ پھر وہ اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور سب سے زیادہ اُس سے ناخوش رہے اور فرقد سنجی رح نے حسن بصری سے کوئی بات پوچھی آپنے اُسکا جواب دیا انھون نے کہا کہ فقہا آپ کے خلاف کہتے ہین حضرت حسن رح نے فرمایا کہ ای فرقد تونے فقیہ اپنی آنکھ سے کہین دیکھا ہی فقیہ تو وہ ہی جو دنیا مین زاہد اور آخرت کا راغب اور اپنے دین مین عقل رکھنے والا اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت رکھنے والا اور پرہیزگار اور اپنے نفس کو مسلمانون کی اعراض سے بچانیوالا اور اُنکے مالونکی طرف رُخ نکرنیوالا اور اہل اسلام کی جماعتونکا خیرخواہ ہو یہ ساری باتین آپ نے فرمائین انمین یہ نفرمایا کہ فروعات فتاویکا حافظ ہو اور ہم یہ نہین کہتے کہ لفظ فقہ احکام ظاہری کے فتاوی کو شامل نہ تھا بلکہ یہ کہتے ہین کہ بطریق عموم یا تبعیت کے اُسپر بھی بولا جاتا تھا اور اکثر سلف صالحین فقہ کو علم آخرت پر ہی بولا کرتے تھے اب جو اُسکو خاص کردیا ہی تو اُس خصوصیت سے بعض لوگونکو دھوکا ہوگیا اور صرف فتاوی کے احکام ہی کے ہو رہے اور علم آخرت سے اور دلون کے احکام سے روگردانی کرلی اور اپنی اس تجویز پر طبیعت کی طرف سے ایک سہارا پایا کیونکہ علم باطن تو باریک ہی اور اُسپر عمل کرنا مشکل اور اُسکے باعث اور عہدون اور جاہ و مال کا ملنا دشوار ہی اسلیے شیطان نے اس فقہ ظاہری کے دلونمین جا بنیکا خوب ہی موقع پایا کہ وہ فقہ جو شرع مین عمدہ علم تھا اُسکو خاص اس علم فتاوے کے لیے کردیا دوسرا لفظ علم ہی کہ بیشتر خدا تعالی کی معرفت اور اُسکے آیات کے جاننے اور بندونمین اور مخلوقات مین اُسکے افعال کو پہچاننے کے لیے بولتے تھے حتی کہ جب حضرت عمر رضہ کی وفات ہوئی تھی تو حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا تھا مات تسعة اعشار العلم اُس علم کے نوین دسوین حصے جاتے رہے آپنے علم کو معرفت بولا پھر خود اُسکی تفسیر کردی کہ اللہ تعالی کا علم اس سے مراد ہی اس لفظ مین بھی لوگونے خصوصیت کا تصرف کیا ہی یعنی اکثر یہ مشہور کررکھا ہی کہ جو شخص طرف مقابل سے مسائل فقہیہ وغیرہ مین خوب مناظرہ کرے اور اسمین مصروف رہے حقیقت مین عالم وہی ہی فضیلت کی پگڑی اُسی کے سر پر ہی اور جو مناظرہ مین مہارت نہ رکھتا ہو یا اُسمین پہلوتہی کرے اُسکو ضعیف جانتے اور اہل علم مین شمار نہین کرتے حالانکہ علم کے یہ معنی پہلے نہ تھے یہ انھین لوگونکا تصرف ہی بلکہ جو کچھ علم اور علما کی فضیلت مین وارد ہوا ہی وہ اُنھین علما کی صفت ہی جو خدا تعالی اور اُسکے احکام اور افعال اور صفات کو جانتے ہون اب عالم اُنکو کہنے لگے کہ علم شرع سے تو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف مسائل خلافی مین لڑنے جھگڑنیکا طریق یاد ہو ایسے یکتا عالمونمین گنے جاتے ہین گو تفسیر اور حدیث اور مذہب وغیرہ کو خاک نہ جانتے ہون اور یہی امر بہت سے طالبعلمونکے حق مین سبب ہلاک ہوگیا ہی تیسرا لفظ توحید ہی جسکے معنی اب یہ ٹھہرے ہین کہ فن کلام اور طریق جدل سے واقف ہونا اور طرف ثانی کی مخالفت باتونپر حاوی ہونا اور اُن باتونکے باب مین بہت سے سوال بنا ڈالنے اور کثرت سے اعتراض نکالنے اور طرف ثانی کو الزام دینا یہانتک کہ اکثر جدید فرقوں نے ایسے لوگونمین سے اپنا لقب اہل عدل و توحید ٹھہرایا ہی اور کلام والونکا نام توحید کے عالم رکھا ہی باوجودیکہ جو باتین خاص اس فن کی ہین اُن مین سے کوئی بھی قرن اول مین نہ تھی بلکہ وہ لوگ اُس شخص پر جو جدل اور خصومت کا باب کھولتا تھا سخت انکار سے پیش آتے تھے اور جن باتون پر کہ قرآن مجید شامل ہی یعنی دلیلین صاف صاف کہ ذہن اُنکے ماننے کو مبادرت کرتے ہین اور سنتے ہی قبول کرتے ہین

ح ابن حبان [illegible] روایت کیا [illegible] نے اور کہا کہ یہ حدیث مرفوع ثابت نہین ۱۲

انکو اُنمین سے ہر ایک شخص جانتا تھا اور قرآن مجید کا علم پورا علم تھا اور اُنکے نزدیک توحید امر آخرت کو کہتے تھے جسکو اکثر کلام والے نہین سمجھتے اور اگر سمجھتے ہین تو اُسپر عمل نہین کرتے اور وہ یہ ہی کہ سب کاموں کا خدا تعالی کی طرف سے اعتقاد کرے اسطرح کہ پھر توجہ اسباب اور ذریعہ کی طرف نہ رہے یعنی خیر اور شر کو بجز خداوند کریم کے اور کسی طرف سے اعتقاد نہ کرے اور یہ توحید ایک بڑا مرتبہ ہی جسکا ایک ثمرہ توکل ہی جسکا بیان باب توکل مین آویگا اور اسکا ایک ثمرہ خلق کی شکایت نہ کرنی اور اُنپر غصہ نہ کرنا اور خدا کے حکم پر راضی رہنا اور سب کام اُسیکے حوالہ کر دیتے ہین اور اسی توحید کا ایک ثمرہ یہ تھا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضہ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا ہم آپکے لیے طبیب کو بلا دین تو آپنے ارشاد فرمایا کہ طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہی اور ایک روایت یون ہی کہ جب آپ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا کہ طبیب نے آپکے مرض کے باب مین کیا کہا ہی تو آپنے فرمایا کہ طبیب نے کہا ہی انی فعال لما ارید یعنی مین جو چاہتا ہون سو کرتا ہون اور عنقریب باب توکل اور توحید مین انشاء اللہ اسکے دلائل مذکور ہونگے۔ اور توحید ایک جوہر نفیس ہی اور اُسکے دو پوست ہین کہ ایک مغز سے بنسبت دوسرے کے دور ہی لوگون نے لفظ توحید پوست کے لیے اور اُس فن کے لیے جس سے پوست کی حفاظت ہو خاص کر دیا اور مغز کو بالکل چھوڑ دیا پس توحید کا اول پوست تو یہ ہی کہ اپنی زبان سے کہو لا الہ الا اللہ اور یہ توحید وہ ہی جو تثلیث کے خلاف ہی جسکے قائل نصاریٰ ہین مگر یہ توحید کبھی منافق سے بھی سرزد ہوتی ہی جسکا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہی اور دوسرا پوست توحید کا یہ ہی کہ جو قول زبان سے کہا ہی دل مین اُسکے مضمون کا خلاف اور انکار نہ ہو بلکہ ظاہر قلب مین اس مضمون کا اعتقاد اور تصدیق موجود ہو اور یہ توحید عوام کی ہی اور کلام والے اسی توحید کو اہل بدعت سے بچاتے ہین جیسا پہلے گذرا اور مغز توحید یہ ہی کہ سب امور کو خداے تعالی کی طرف اسطرح اعتقاد کرے کہ بیچ کے واسطون پر التفات نہ رہے اور اُسکی عبادت ایسی طرح کرے کہ جس سے خاص اُسی کو معبود ٹھہراوے دوسرے کی عبادت نہ کرے اس توحید سے جو خواہش نفس کے پیرو ہین وہ خارج ہین اسلیے کہ جو شخص اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہی وہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ بدتر معبود جسکی پرستش زمین مین کی جاوے وہ خواہش نفس ہی اور واقع مین اگر کوئی تامل کرے تو جان لے کہ بت پرست بت کی عبادت نہین کرتا بلکہ اپنی خواہش نفس کی عبادت کرتا ہی اسلیے کہ اُسکا نفس اپنے باپ دادون کے دین کی طرف مائل ہی اور وہ اُسی میل کا اتباع کرتا ہے اور نفس کا میل کرنا خوگرفتہ چیزون کی طرف انھین باتون مین سے ہی جنکو خواہش نفس کہتے ہین اور اُس توحید سے خلق پر غصہ کرنا اور اُنکی طرف التفات کرنا بھی خارج ہی اسلیے کہ جو شخص سب باتونکو خداے تعالی کی طرف سے اعتقاد کریگا وہ دوسرے پر کیسے غصہ کریگا غرض کہ پیشتر اس مقام کو توحید کہا کرتے تھے اور یہ مقام صدیقون کا ہے تو دیکھو کہ لوگون نے اُس کو کس چیز کی طرف بدل ڈالا اور کون سے پوست پر اکتفا کر لیا اور اُسکو مدح اور فخر کے باب مین کیسے تمسک ٹھہرالیا باوجودیکہ جو اصل تعریف کی بات تھی اُس سے بالکل خالی ہین اور اسکا حال ایسا ہی ہی جیسا کوئی صبح کو اٹھکر قبلہ رُخ ہو کر کہے انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا کہ اگر اُسکے دل کی توجہ خاص خداے تعالی کی طرف نہ ہوگی تو ہر روز اول ہی اول خداے تعالی سے جھوٹ بولا کرے گا اس لیے کہ مُنھ سے مراد اگر ظاہر کا رُخ ہے تو اُسکا رُخ تو کعبے کی طرف ہی اور اُسکو صرف اور جہتون سے پھیر کر کعبے کی طرف کیا ہی اور کعبہ آسمان و زمین

بنانیوالے کیطرف نہین کہ جو کعبہ کی طرف متوجہ ہو جاوے وہ تو جہتون کے احاطے سے نرالا ہی اور اگر منھ سے مراد دل کی توجہ ہی جو مقصود عبادت ہی
تو جس صورتمین کہ دل دنیاوی حاجات اور اغراض مین مبتلا ہی اور مال و رجاہ کے جمع کرنیکے حیلے بنا رہا ہی اور بالکل اسکی طرف متوجہ ہی اس صورتمین
یہ قول کیسے سچا ہوگا کہ مین نے اپنا منھ کیا اسی کی طرف جسنے آسمان و زمین بنائے یہ جملہ اصل حقیقت توحید سے خبر دیتا ہی واقع مین توحید والا وہی ہی
کہ سوا واحد حقیقی کے اور کسیکو نہ دیکھے اور اپنے دل کے رخ کو بجز اسکے اور طرف نہ پھیرے اور یہ توحید اس ارشاد کا ماننا ہی کہ قل اللہ ثم ذرہم
فی خوضہم یلعبون اور اس سے مراد زبانی قول سے نہین اسلیے کہ زبان تو دل کے حال سے خبر دیتی ہی کبھی سچی ہوتی ہی اور کبھی جھوٹی اور
اللہ تعالی کے دیکھنے کی جگہہ دل ہی جو توحید کا معدن اور منبع ہی چوتھا لفظ ذکر و تذکیر ہی جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہی وذکر فان
الذکری تنفع المؤمنین اور ذکر کی مجلسون کی تعریف کے باب مین بہت سی حدیثین وارد ہین مثلاً ارشاد فرمایا اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا
قیل وما ریاض الجنۃ قال مجالس الذکر اور دوسری حدیث مین یون ارشاد ہی ان للہ تعالی ملائکۃ سیاحین فی الہواء سوی ملائکۃ الخلق
اذا راوا مجالس الذکر ینادی بعضہم بعضا الا ہلموا الی بغیتکم فیاتونہم ویحفون بہم ویستمعون الا فاذکروا اللہ وذکروا انفسکم اس ذکر و تذکیر کو لوگون نے
بدل کر ان باتون کا نام رکھدیا جنکو زمانہ حال کے واعظ مدام بیان کرتے ہین یعنی قصے اور اشعار اور شطح اور طامات حالانکہ قصے بدعت ہین کیونکہ
اکابر سلف نے قصہ گو کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا ہی چنانچہ ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہی کہ قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وقت مین نہ تھے نہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت مین تھے یہانتک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو نکل کھڑے ہوے۔ اور ابن عمرؓ سے
مروی ہی کہ ایک روز وہ مسجد سے نکلے اور فرمایا کہ مجکو قصہ گو ہی نے مسجد سے نکالا اگر وہ نہوتا تو مین نہ نکلتا۔ اور ضمرہ کہتے ہین کہ مین نے
سفیان ثوری رحؒ سے کہا کہ ہم قصہ گو کی طرف اپنے منھ کرین انھون نے فرمایا کہ بدعتون کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیر لیا کرو اور ابن عون
کہتے ہین کہ مین ابن سیرینؒ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آج کچھ اچھا نہ ہوا کہ امیر نے قصہ گوؤن کو قصہ کہنے سے منع کر دیا آپنے فرمایا کہ امیر کو بہتر
توفیق ملی۔ اور اعمش رحؒ بصرہ کی جامع مسجد کے اندر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص بیان کر رہا ہی اور کہتا ہی کہ ہمسے اعمش نے روایت
کی کہ آپ حلقہ کے اندر گھس گئے اور اپنی بغل کے بال اکھاڑنے لگے واعظ نے کہا کہ بیان تمھین شرم نہین آتی اعمش نے فرمایا کہ مین کیون
شرم کرون مین تو امر مسنون کرتا ہون اور تو جھوٹا ہی کہ کہتا ہی اعمش نے ہمسے کہا ہی مین اعمش ہون مین نے تجھ سے نہین کہا اور
احمد کا ارشاد ہی کہ سب لوگون مین زیادہ جھوٹے قصہ گو اور بھیک مانگنے والے ہین اور حضرت علیؓ نے بصرہ کی جامع مسجد مین سے قصہ گو کو
نکلوا دیا اور جبکہ حضرت حسن بصری رحؒ کا کلام سنا تو انکو نہ نکالا اسلیے کہ وہ علم آخرت اور موت کے یاد دلانے اور نفس کے عیوب اور آفتون
کے عمل پر متنبہ کرنے اور شیطانون کے وسوسے اور انسے بچنے کی تدبیر کے باب مین گفتگو کرتے تھے اور خدا تعالی کی نعمتون کا اور انکی
شکر گزاری سے بندہ کا قاصر ہونا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی حقارت اور عیب اور ناپائداری اور بیوفائی اور آخرت کا خطرہ اور اسکے
احوال کا اندیشہ بتاتے تھے حاصل یہ کہ عمدہ تذکیر شرعی یہی ہی جسکے لیے اس حدیث مین ترغیب وارد ہی جو ابوذر رضؓ سے مروی ہی کہ
مجلس ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت کے پڑھنے سے بہتر ہی اور مجلس علم مین آنا ہزار بیمارون کی عیادت سے اور ہزار جنازہ کے ساتھ ہونے
سے اچھا ہی کسی نے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید کی تلاوت سے بھی افضل ہی آپنے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا بھی علم ہی سے مفید ہی و عظام

[حاشیہ:] اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ہین کہ ہوا مین سیر کرتے ہین خلق کے فرشتون کے علاوہ جب وہ ذکر کی مجلسون کو دیکھتے ہین تو ایک دوسرے کو پکارتے ہین کہ چلو تمہارا مطلب یہان ہی پس ذکر والون کے پاس آکر ان کو گھیر لیتے ہین اور ذکر سنتے ہین [illegible]

[حاشیہ:] ہوا اور اپنے نفسون کو سمجھایا کرو ۱۲ بخاری اور مسلم بروایت ابی ہریرہ رضؓ مگر سیاحین فی الہواء نہین ہی مسلم مین لفظ سیارہ ہی اور ترمذی مین سیاحین فی الارض ہی ۱۲ [illegible] فصل اول مین گذری ۱۲

قول ہے کہ ایک مجلس ذکر کی ستر لہو کی مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ ان جیسی باتیں بنانیوالوں نے ان حدیثوں کو اپنے نفسوں کی صفائی کے لیے ٹھہرا لیا ہے اور اپنی خرافات کا نام تذکیر رکھ لیا ہے حالانکہ عمدہ ذکر کی راہ بھول کر قصوں میں مصروف ہیں جنمیں کمی اور بیشی اور اختلاف کو دخل ہے اور جو قصے کہ قرآن میں وارد ہیں اُنسے خارج اور زائد ہیں اسلیے کہ قصے بعضے ایسے ہیں جنکا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضوں کا سننا مضر ہوتا ہے اگرچہ سچے ہوں اور جو شخص اس امر کو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اُسپر سچ اور جھوٹ ملجاتا ہے اور مفید اور مضر میں اختلاط ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اُس سے منع کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو سچے حالات بیان کرنیوالے کی بڑی ضرورت ہے پس اگر قصہ کسی نبی کا انبیا علیہم السلام سے ہو اور وہ لوگوں کے دین کے متعلق ہو اور کہنے والا بھی سچا ہو تو ایسے قصے کے سننے میں تو ہمکو کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا مگر بیان کرنیوالے کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور نیز اُن احوال کی حکایتوں سے جن میں لغزشوں اور سستیوں کا اشارہ پایا جاوے جنکے دریافت کرنے سے عوام کی فہم قاصر ہے اور ایسی لغزش نادر کو بھی ذکر نہ کرے جسکے پیچھے لغزش کرنے والے نے بہت سی نیکیاں کی ہوں جنسے وہ لغزش چھپ گئی ہو اسلیے کہ عامی شخص اُس سے اپنی لغزش اور خطا پر تمسک کیا کرتا ہے اور اپنے واسطے عذر کی تمہید کرکے حجت یوں کیا کرتا ہے کہ فلاں مشایخ کے حال میں یوں بیان کرتے ہیں اور ہم سب گناہوں کے درپے رہتے ہیں اگر میں نے خطا کی تو کیا عجب ہے کہ فلاں شخص جو ایسا بزرگ اور مجھسے افضل تھا اُسنے بھی یہ خطا کی تھی اور اُس بات سے اُسکو بدون جانے خدا تعالی پر جرأت ہو جاتی ہے پس ان دونوں امر سے اگر قصہ گو بچا رہے تو قصہ بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ان قیدوں کے ساتھ میں عمدہ قصے وہی رہینگے جنکو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ شامل ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ طاعتوں کے باب میں رغبت کی حکایتیں گڑھ لینی درست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا قصد اُنسے خلق کو حق کیطرف بلانیکا ہے اور یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اسلیے کہ سچ میں بہت گنجایش ہے وہ کیا تھوڑا ہے کہ جھوٹ کی حاجت ہو اور جو چیزیں کہ اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہیں اُنکے ہوتے ہوئے وعظ میں نئی بات اختراع کی ضرورت نہیں اور سجع سے یہ غرض ہے کہ قافیہ کا تکلف مکروہ ٹھہرا ہے اور بناوٹ میں شمار کیا گیا چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عمر اُنکے پاس کسی کام کے لیے آئے تھے آپنے سُنا کہ مقفی عبارت سے حاجت بیان کرتے ہیں آپنے کہا کہ اسی سبب سے میں تجکو بُرا جانتا ہوں تیری حاجت کبھی روا نہ کرونگا جبتک کہ تو یہ نہ کریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ سے تین کلمے مقفی سُنکے ارشاد فرمایا کہ اے ابن رواحہ اپنے آپکو سجع سے دور رکھو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سجع دو کلموں سے زیادہ ہو وہ داخل تکلف اور ممنوع تھا اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے جنین کے خونبہا میں یہ الفاظ کہے کیف ندی من لا شرب ولا اکل ولا صاح ولا استہل ومثل ذلک یطل یعنی ہم ایسے کی دیت کیسے دیں جسنے نہ پیا نہ کھایا نہ چیخا نہ چلایا اس جیسا تو معاف ہی ہوتا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ اعراب کے سجع کے موافق سجع کر اور اشعار کا حال یہ ہے کہ وعظوں میں اُنکی کثرت بُری ہے اللہ تعالی فرماتا ہے والشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انہم فی کل واد یہیمون اور فرمایا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ اور جن شعروں کی عادت واعظوں کو ہو رہی ہے اکثر وہی ہوتے ہیں جن میں عشق کا وصف اور معشوق کی خوبصورتی اور وصال کی راحت اور جدائی کا درد مذکور ہوتا ہے اور مجلس وعظ میں عوام اور اجلاف ہی بھرے رہتے ہیں اور اُنکے باطن شہوات سے پُر ہوتے ہیں اور اُنکے دل بھی خوبصورتوں کی طرف

التفات کرنے سے خالی نہین ہوتے پس اشعار اُنکے دلون مین سے اُس چیز کو اُبھارتے ہین جو اُنمین چھپی رہتی ہے اِس لیے
شہوات کی آگ اُنمین بھڑک اُٹھتی ہے اور چیختے ہین اور حال کرتے ہین خلاصہ یہ کہ شعرون مین سے اکثر یا سب کا انجام ایک طرح
کی خرابی ہوتی ہے اِس نظر سے بجز اُن اشعار کے جن مین نصیحت اور حکمت ہو اور وہ بھی دلیل اور اُنس دلانے کے طور پر مذکور ہون
اور کسی قسم کا شعر استعمال نہ کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ان من الشعر لحکمۃ رح اور اگر مجلس مین دین کے خواص
جمع ہون اور معلوم ہو کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت مین ڈوبے ہوئے ہین اور اُنکے ساتھ کوئی اور نہو تو ایسے لوگون کے حق مین وہ شعر
ضرر نہین کرتا جو ظاہر مین خلق کی طرف معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ سننے والا جو کچھ سنتا ہے اسکو اُسی چیز پر ڈھال لیتا ہے جو اُسکے دل پر غالب ہوتی ہے
چنانچہ اسکی تحقیق باب السماع مین مذکور ہوگی اور اسیوجہ سے حضرت جنید بغدادی رح چھ اوپر دس آدمیون مین وعظ کہا کرتے اور اگر
زیادہ ہوتے تو کچھ نہ کہتے اور اُنکی مجلس مین کبھی پورے بیس آدمی نہوے اور ایک بار ابن سالم کے مکان کے دروازے پر کچھ لوگ جمع ہوے
اُنمین کسی نے کہا کہ آپ بیان فرمائیے آپ کے یار موجود ہین اُنھون نے فرمایا کہ یہ میرے یار نہین یہ تو مجلس کے لوگ ہین میرے اصحاب خاص
لوگ ہین اور شطح سے ہماری غرض کلام کی اُن دو قسمون سے ہے جسکو بعض صوفیون نے گڑھا ہے ایک تو عشق آلہی مین اور وصال
ہونے مین بڑے لنبے چوڑے دعوے جسکے بعد اعمال ظاہری کی کچھ حاجت نہ رہی یہانتک کہ بعض لوگ اتحاد کا دعوی کرنے لگتے ہین اور
کہتے ہین کہ حجاب اُٹھ گیا اور دیدار کا مشاہدہ ہوتا ہے اور خطاب حضوری حاصل ہے اور کہتے ہین کہ ہمکو یہ حکم ہوا اور ہمنے یہ کہا اور اِسمین یہ
حسین بن منصور حلاج کی مشابہت کرتے ہین جو اسطرح کے چند کلمات کے بولنے سے سولی دیا گیا تھا اور اُسکے انا الحق کہنے کو اور حضرت
بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو سند لاتے ہین یعنی آپ سے بھی منقول ہے کہ آپنے سبحانی سبحانی کہا تھا اور یہ قسم کلام کا ایسا ہے کہ جسکا ضرر
عوام مین بہت ہوا ہے یہانتک کہ بعض کسانون نے اپنا کام چھوڑ کر اسطرح کے دعوے کرنے شروع کر دیے اسلیے کہ یہ کلام طبیعت کو اچھے معلوم ہوتے ہین
کہ اسمین کچھ ظاہری عمل نہین کرنا پڑتا اور مقامات اور احوال کے لیے نفس کا تزکیہ کرنا پڑے تو پھر کم فہم اپنے لیے ایسا دعوی کیون نہ کرین
اور کلمات خبط اور مہمل کیون نہ بکین اور اگر کوئی اُنپر اِس باب مین انکار کرے تو جواب مین یہ کہتے ہین کہ اس انکار کا منشا علم اور مناظرہ ہے اور علم
حجاب ہے اور مناظرہ نفس کا عمل ہے اور یہ بات جو ہمکو حاصل ہے بذریعہ مکاشفہ نور حق کے صرف باطن سے معلوم ہوا کرتی ہے غرض کہ اسطرح کے امور جہان
مین پھیل گئے اور انکا ضرر عوام کو اتنا بڑھ گیا کہ اگر اُنمین سے کوئی اسطرح کی کچھ بات کہے تو اُسکا مار ڈالنا دس آدمیون کے زندہ رکھنے کی
نسبت کہ اچھا ہو اور حضرت بایزید رح سے جو قول منقول ہے اول تو اُسکی صحت مین کلام ہے اور اگر بالفرض اُنسے وہ الفاظ کسی نے سنے

تو غالبًا بر سبیل حکایت خداے تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے جی مین مکرر کہتے ہونگے جیسے مثلاً یہ آیت کہتے انني انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدني
تو اس سے یہ سمجھنا نہین چاہیے تھا کہ وہ اپنا حال بیان کرتے ہین بلکہ بطور حکایت ہی جاننا چاہیے تھا۔ دوسری قسم شطح کی وہ کلمات ہین کہ
سمجھ مین نہ آدین ظاہر کے تو اچھے ہون اور اُنکے معانی ہولناک اور فائدہ کسیطرح کا اُنسے متعلق نہو اور یہ کلمات یا تو خود کہنے والے کی بھی
سمجھ مین نہین آتے بلکہ اپنی عقل کے خبط اور خیال کی پریشانی کے باعث کہتا ہے اور اس خبط کی وجہ یہ ہے کہ جو کلام اُسکے کان مین پڑتا ہے اُسکے
معنی کم یاد کرتا ہے اور اکثر تو ایسا ہی ہے یا خود تو سمجھتا ہے لیکن اُنکو دوسرونکو نہین سمجھا سکتا اور ایسی عبارت نہین بنا سکتا جس سے

رح بخاری کی روایت ہے [illegible] یعنی میں اللہ ہوں سواے میرے [illegible] سو میری بندگی کر یہ آیۃ سورۂ طٰہٰ کی ہے ۱۲

اُسکا مافی الضمیر معلوم ہو اس جہت سے کہ علم کی مہارت کم ہے اور طریق معانی کو الفاظ میں اداکرنیکا نہیں سیکھا اور اسطرح کے کلام سے
کچھ فائدہ نہیں بجز اسکے کہ دلونکو پریشان اور عقلون اور ذہنون کو حیران کرے یا اُس سے وہ معنی سمجھ لیے جاوین جو اُس سے مقصود
نہیں اور اُس صورت میں ہر ایک شخص اُسکو اپنی خواہش اور طبیعت کے بموجب سمجھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۱] ہے
جو کوئی تم میں سے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کریگا جسکو وہ نہ سمجھیں تو وہ اُنپر ایک بلا ہوگی اور فرمایا[۲] لوگون سے وہ باتین کرو جنکو
وہ جانتے ہون اور جنکو نہ جانتے ہون اُنکا ذکر نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کی تکذیب ہو اور یہ ایسے کلام کے
باب میں ہے کہ کہنے والا تو اُسکو سمجھتا ہو مگر سننے والیکی عقل اُسکو نہ پہونچتی ہو کہ ایسے کلام کا کہنا جائز نہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کلام
کو خود کہنے والا بھی نہ سمجھے اُسکو کہنا کیسے درست ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ حکمت ایسے لوگونکو مت سناؤ جو اُسکے
لائق نہ ہون اور نہ حکمت پر تمھاری زیادتی ہوگی اور جو اُسکے اہل ہون اُنسے حکمت کو مت روکو کہ اُنپر ظلم ہوگا اپنا حال نرم دل طبیب کیطرح
کرلو کہ جہان مرض دیکھے وہان دوا لگاوے اور ایک روایت میں یون ہے کہ جو شخص حکمت نا اہلون میں بیان کرے وہ جاہل ہے اور جو حکمت کے
اہل سے اُسکو روکے وہ ظلم کرتا ہے حکمت کا ایک حق ہے اور کچھ لوگ اُسکے اہل ہین پس ہر ایک اہل حق کو اُسکا حق دینا چاہیے اور طامات
مین وہ امور بھی داخل ہین جو ہمنے شطح مین ذکر کیے ہین اور ایک امر اُنکے علاوہ ہے کہ وہ خاص طامات مین ہے یعنی شریعت کے ظاہر الفاظ
سے جو مراد مفہوم ہوتی ہے اُسکو نہ لینا اور اُنسے امور باطنی ایسے نکالنے کے ذہن مین اُنکا فائدہ نہ آتا ہو جیسے فرقہ باطنیہ قرآن مجید مین
تاویلین کرتے ہین تو یہ بھی حرام ہے اور اُسکا نقصان بہت زیادہ ہے اسلیے کہ جب لفاظ کے ظاہری معنی بدون دلیل نقلی شارع کے اور بدون کسی
حاجت وضرورت عقلی کے چھوڑ دیے گئے تو اس سے الفاظ پر اعتماد جاتا رہیگا اور اُس سے کلام خدا اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع
ساقط ہوگا کیونکہ جو کچھ لفظون سے سمجھا جاتا ہے اُسپر تو اعتماد نہ رہا اور باطن سبکا ایک طرح کا نہین ہوتا اُسمین خطرے ایک دوسرے کے
خلاف ہوا کرتے ہین اور مختلف طور پر الفاظ کو ڈھال سکتے ہین یہ امر بھی بڑی عام بدعتون مین سے ہے جسکا ضرر زیادہ ہوتا ہے اور طامات والونکا
مقصود ایک امر غریب نکالنا ہے اسلیے کہ غریب کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور اُس سے لذت پاتا ہے اس تدبیر سے باطنیہ فرقہ نے ساری
شریعت کو برباد کردیا کہ ظاہر الفاظ کو تاویلین کرکے اپنی رائے کے موافق بنا لیا چنانچہ اُن کے مذہب ہمنے کتاب مستظہری مین
جو اس فرقہ کی رد مین بنائی ہے لکھے ہین اور طامات والون کی تاویل کرنے کی یہ مثال ہے کہ بعض اس آیت کے معنی اذْهَبْ اِلٰى
فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى[۳] یون کہتے ہین کہ اُس مین اشارہ دل کی طرف ہے اور فرعون سے مراد وہی ہے اور سرکش بھی ہر ایک انسان پر وہی ہے اور
وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ کے یہ معنی ہین کہ بجز خدا ے تعالیٰ کے جس چیز پر بھروسا اور اعتماد ہو اُس کو ڈالدینا چاہیے اور اس حدیث
مین کہ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِى السَّحُوْرِ بَرَكَةً کہتے ہین کہ مراد سحر کے وقت استغفار سے ہے اور اسیطرح تاویلات کرتے ہین یہان تک کہ قرآن کو
اول سے آخر تک ظاہری معنی اور اس تفسیر سے جو حضرت ابن عباس رضی اور دوسرے علماء سے منقول ہے بدل دیتے ہین اور ان تاویلون
سے بعض کا باطل ہونا تو یقیناً معلوم ہو جاتا ہے مثلاً فرعون سے دل کو مراد لینا اسلیے کہ فرعون ایک شخص محسوس تھا کہ اُسکا ہونا اور حضرت
موسیٰ کا اُسکو اسلام کی طرف بلانا متواتر ہمکو پہونچا ہے اور جیسے ابو جہل اور ابو لہب وغیرہما کافرون مین سے کہ موجود شخص تھے اور شیطانون

(۱) ابن السنی اور ابو نعیم بروایت ابن عباس ۱۲
(۲) بخاری سے موقوف بر علی رضی و ابو منصور دیلمی مرفوع ۱۲
(۳) جا طرف فرعون کی

اور فرشتون مین سے نہ تھے جو حس سے معلوم نہین ہوتے تاکہ اُن لفظون کو ڈھال لیا جاوے ایسا ہی حال سحر کے لفظ سے استغفار مراد لینے کا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اُس وقت نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہلموا الی الغذاء المبارک یعنی اِس برکت والے کھانے کی طرف آؤ تو اس طرح کی تاویلین خبر متواتر اور حس سے باطل ٹھہرتی ہین اور بعضی تاویلین غالب ظن سے معلوم ہوتی ہین اور وہ ایسے امور ہین کہ حواس یعنی دیکھنے وغیرہ سے متعلق نہون بہرحال یہ سب تاویلین حرام اور گمراہی اور لوگون کے دین کا خراب کرنا ہین اور نہ اُن سے کچھ بھی نہ صحابہؓ سے منقول ہوا نہ تابعین سے نہ حضرت حسن بصریؒ سے باوجودیکہ وہ خلق کو اسلام کی طرف بلانے اور اُنکو نصیحت کرنے کے عاشق تھے اور یہ جو حدیث مین ارشاد ہی من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار اسکی مراد بھی کچھ اسی طرح کی تاویل کرنے سے ہی یعنی آدمی کی غرض اور رائے ایک امر کے ثابت اور مقرر کرنیکی ہو اور اُس غرض کے ثبوت کیلیے قرآن کو شاہد بنالے اور اُسکے لفظون سے اپنی غرض نکالے بدون اسکے کہ کوئی دلالت لفظی لغت کی راہ سے یا دلالت نقلی موجود ہو اور اِس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی تفسیر استنباط اور فکر سے نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ بہت سی آیتین ہین جنمین صحابہؓ اور مفسرین سے پانچ اور چھ اور سات معنی منقول ہین اور معلوم ہی کہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے ہوئے نہین کیونکہ وہ معانی بعض اوقات ایک دوسرے کے ضد ہوتے ہین کہ جمع نہین ہو سکتے تو ضرور ہی کہ فہم کی خوبی اور طول فکر سے نکلے ہونگے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا تھا اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل اور جو شخص طامات والون مین کا اِس جیسے تاویلات کو درست کہتا ہی باوجودیکہ اُسے معلوم ہی کہ یہ معنی اُن لفظون سے مقصود نہین اور پھر کہتا ہی کہ میرا ارادہ ان سے لوگونکو خداتعالی کیطرف بلانیکا ہی تو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی ایسے امر مین جو واقع مین حق ہو مگر شریعت مین اُسکا ذکر نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی حدیث بناوے یا ہر ایک مسئلہ مین کہ حق سمجھے ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موضوع کرلے تو یہ امر ظلم اور گمراہی اور اس حدیث شریف کے مضمون مین داخل ہونا ہی من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار بلکہ الفاظ کی تاویل کرنی اِس سے بھی بڑھکر ہی اسلیے کہ اُس سے تو الفاظ کا اعتبار ہی بیکار ہوتا ہی اور قرآن کے سمجھنے اور اُس سے فائدہ لینے کے طریق کو بالکل برہم کرتا ہی۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ شیطان نے لوگون کے ارادے کو اچھے علمون کی طرف سے کسطرح بُرے علمونکی طرف پھیر دیا اور یہ ساری باتین علماء بد کے نام بدلنے کی بدولت ہین اب اگر تم انکا اتباع صرف شہرت کے اعتبار پر کروگے اور جو معانی کہ اول قرن مین معروف تھے اُنکی طرف توجہ نہ کروگے تو تمھارا حال وہ حال ہوگا کہ حکمت کے سبب سے شرف کی طلب مین کسی نام کے حکیم کا اِس زمانہ مین اتباع کرو اور یہ خبر نہو کہ حکمت کے پہلے کیا تھی اور اب کیا ہی پانچوان لفظ حکمت ہی کہ حکیم کا لفظ اب طبیب اور شاعر اور منجم پر بولتے ہین بلکہ جو شخص سڑکون پر عوام کے ہاتھون مین قرعہ ڈالتا ہی اُسکو بھی حکیم کہتے ہین حالانکہ حکمت وہ ہی جسکی خداتعالی تعریف بیان فرماتا ہی یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے باب مین فرمایا کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اُس کے حق مین دنیا وما فیہا سے بہتر ہی اب تامل کرو کہ پہلے حکمت کیا تھی اور بالفعل کس طرف منقول ہوگئی اور اسی پر باقی الفاظ کو قیاس کرلو اور علماء بد کے دھوکے اور فریب مین نہ آؤ اسلیے کہ دین پر اُنکی خرابی بہ نسبت شیطانون کے بڑھکر ہی کیونکہ شیطان اُنھین کے ذریعہ سے لوگون کے

۱۲ بخاری بروایت ابن عباس رضہ ۱۲

۱۲ بخاری ومسلم بروایت علی رضہ وانس رضہ ۱۲

دلو نمین سے دین کو نکالتے ہین اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ بدترین خلق کون ہین تو آپنے انکار
کیا اور فرمایا کہ الٰہی مغفرت کر یہانتک کہ مکرر پوچھا تو آپنے فرمایا کہ وہ لوگ علما بد ہین۔ پس اچھے اور برے علم کو تم جان چکے اور
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونون ایک دوسرے مین کس وجہ سے ملتبس ہو جاتے ہین تو اب تمھین اختیار ہے کہ اپنے نفس کی بھلائی چاہو تو سلف
کا اقتدار کرو اور اگر چاہو فریب مین گرا چاہو تو پچھلون کی مشابہت اختیار کرو جتنے علوم کہ سلف کو پسند تھے وہ سب مٹ گئے اور جنپر
اب لوگ اوندھے منھ گرتے ہین وہ اکثر بدعت اور نو پیدا ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا بجا ہے کہ بدأ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما
بدأ فطوبی للغرباء فقیل ومن الغرباء قال الذین یصلحون ما افسدہ الناس من سنتی والذین یحیون ما اماتوہ من سنتی اور دوسری روایت مین
ہے کہ وہ لوگ اس چیز پر تمسک رکھنے والے ہونگے جسپر تم آج متمسک ہو اور ایک اور حدیث ہے کہ غربا کمتر نیکبخت لوگ ہین بہت سے
لوگون مین اور خلق مین انسے بغض رکھنے والے بہت ہوتے ہین بہ نسبت دوستی رکھنے والونکے اور یہ علوم اسطرح کے غریب ہو گئے
کہ جو کوئی انکا ذکر کرتا ہے اسکے لوگ دشمن ہو جاتے ہین اور اسی لیے سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی عالم کے دوست بہت دیکھو تو
جان لو کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملا ہوا لاہے اسواسطے کہ اگر حق ہی کہتا تو لوگ اس سے عداوت رکھتے **تیسرا بیان عمدہ علمون**
مین سے مقدار محمود کے ذکر مین واضح ہو کہ علم اس اعتبار سے تین قسم پر ہے ایک تو وہ کہ اسمین سے تھوڑا اور بہت برا ہی ہو دوم وہ کہ اسکا
قلیل و کثیر اچھا ہو اور جسقدر بہت ہو اسیقدر بہتر اور عمدہ ہے سوم وہ کہ اسمین سے بقدر کفایت تو اچھا ہو اور مقدار کافی سے زائد قابل
تعریف نہو اور یہ تینون قسمین مثل بدن کے حالات کے ہین کہ انمین سے بعض حالت خواہ تھوڑی ہو یا بہت اچھی گنی جاتی ہے جیسے
تندرستی اور خوبصورتی اور بعض حالت بری گنی جاتی ہے کم ہو یا زیادہ جیسے بدصورتی اور بدخلقی اور بعض حالتین ایسی ہین کہ ان مین
میانہ روی اچھی متصور ہوتی ہے جیسے مال کل کا دینا کہ اسراف قابل تعریف نہین گو وہ بھی خرچ کرنا ہے جیسے شجاعت کہ تہور کی تعریف نہین
اگرچہ وہ بھی شجاعت کی جنس ہے اسیطرح علم کا حال ہے اسکی اول قسم جو تھوڑا ہو یا بہت برا ہی گنا جاوے ایسا علم ہے کہ جسمین نہ دین کا
فائدہ ہو نہ دنیا کا یا اسکا نقصان بہ نسبت فائدے کے زیادہ ہو جیسے علم سحر اور طلسمات اور نجوم مین کہ بعضون مین تو کچھ فائدہ نہین اور عمر
سی نفیس چیز جو عمدہ سرمایہ انسانی ہے اسمین صرف کرنی مفت برباد کرنی ہے اور نفیس چیز کا برباد کرنا برا ہے اور بعض ایسے ہین کہ بہ نسبت
اس فائدے کے جو اس علم سے مقصود ہوتا ہے یعنی دنیاوی حاجت کبھی کوئی نکل جاتی ہے انکا نقصان زائد ہوتا ہے بلکہ وہ فائدہ بہ نسبت
نقصان کے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو علم اس قسم کا ہے کہ اس سے تک اچھا ہی ہے وہ علم خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے صفات اور افعال
کا اور خلق مین اسکی عادت جاری کا اور دنیا پر آخرت کی ترجیح کی حکمت کا ہے اسلیے کہ یہی علم مطلوب بالذات اور وسیلہ سعادت
اخروی ہے اور اسمین جسقدر کوشش کیجاوے وہ مقدار واجب سے کم ہی ہو گی کیونکہ یہ دریا وہ ہے کہ جسکی تھاہ نہین معلوم ہوتی تمام گھومنے
والے اسکے کنارہ و نہر ہی پھرتے ہین تھیٹا جس سے ہو سکتا ہے اتنی گردش کرتا ہے اسکے اندر بجز انبیا اور اولیا اور مضبوط عالمون کے اور کوئی
نہین جاتا وہ البتہ موافق اختلاف اپنے درجون اور قوتونکے جسقدر کہ تقدیر الٰہی نے انکے حق مین لکھدیا ہے اسمین خوض کرتے ہین یہ وہی
علم پوشیدہ ہے کہ کتابون مین لکھا نہین جاتا۔ اس علم پر تنبیہ ہو جانے کیلیے علم سیکھنا اور علمائے آخرت کے حالات دیکھنے مفید ہوتے ہین یہ تو

ابتدا مین چاہیے اور انجام کے لیے اس علم پر مدد مجاہدہ اور ریاضت اور قلب کے صاف کرنے اور دنیا کے علاقون سے اسکو خالی کرنے اور دنیا مین انبیا اور اولیا کی مشابہت پیدا کرنے سے ملتی ہی جو کوئی اس علم کے لیے اسطرح سعی کریگا تو اسکو جتنا اسکے نصیب مین ہی ملجاویگا بقدر کوشش نہین ملیگا ہان مجاہدہ کی حاجت اسمین ضرور ہی بدون مجاہدہ کچھ نہین ہوتا کہ ہدایت کی کنجی سوا اسکے اور کوئی نہین اور تیسری طرح کے علوم جو ایک مقدار خاص تک اچھے ہین وہ وہ ہین جنکو ہم فرض کفایہ مین لکھہ آئے ہین کہ ان مین ہر علم کے تین درجے ہین ایک بقدر کفایت وحاجت وہ تو ادنی ہی اور ایک متوسط سے زائد کہ آخر عمر تک اسکی انتہا نہو تو آدمی کو چاہیے کہ دو باتون مین سے ایک اختیار کرے یا تو اپنے نفس کی فکر کرے یا جب اپنے نفس سے فارغ ہوجاے تو دوسرے کی فکر کرے مگر ایسا ہرگز نکرے کہ اپنے نفس کی اصلاح سے پیشتر دوسرے کی اصلاح مین مشغول ہو اب اگر تمکو اپنے نفس کا دھندا کرنا ہو تب اسی علم مین مشغول ہو جو تمپر فرض عین ہی بسبب اقتضاے حالات ہوتا جاے اور جو اعمال ظاہر کے متعلق ہو مثلاً نماز اور روزہ اور طہارت لیکن بڑا ضروری اور اہم جسکو سب لوگون نے چھوڑ رکھا ہی وہ دل کی صفتون کا علم ہی اور یہ کہ انمین سے کونسی اچھی ہی اور کونسی بری اسواسطے کہ کوئی آدمی ایسا نہین جو بری صفتون سے مبرا ہو اور حرص وحسد اور ریا اور کبر اور عجب وغیرہ اسکے اندر نہون اور یہ صفات سب ہلاک کرنے والے ہین اور انکو ویسے ہی چھوڑ دینا اور صرف اعمال ظاہری مین مشغول رہنا ایسا ہی کہ آدمی خارش یا پھوڑون کی تکلیف مین ظاہر بدن پر لیپ کرے اور اندر کا مواد فصد اور مسہل سے نکالنے مین سستی کرے ... اور نام کے علما اور کٹھ ملا اعمال ظاہری ہی بتاتے ہین جیسے سڑک کے طبیب ظاہر بدن پر لیپ کرنے کو کہتے ہین اور آخرت کے علما بجز باطن کی صفائی اور دور کرنے مواد شر کے اسطرح کہ انکی جڑین اکھاڑ ڈالی جاوین اور کچھ نہین بتاتے اور انکی جڑین دل کے اندر ہین ۔ اور اکثر لوگ جو اعمال ظاہری کے پابند ہین اور دل کی صفائی نہین کرتے انکی وجہ یہ ہی کہ ظاہر اعضا کے اعمال آسان پڑتے ہین اور دل کے اعمال مشکل جیسے کوئی شخص کڑوی اور بدمزہ دوا پینے کو سخت جان کر ظاہر بدن پر لیپ کر لیتا ہی اور اسی درد سری مین مبتلا رہتا ہی اور مواد بڑھتا جاتا ہی اور اسکے سبب سے اور روگ دونے ہوتے جاتے ہین پس اگر تمکو قصد آخرت اور طلب نجات ہی اور ہلاک ابدی سے گریز منظور ہے تو باطن کے روگون اور انکے علاج کے علم مین مشغول ہو جسطرح ہمنے جلد ثالث مین انکی تفصیل کی ہی اسکے جاننے سے تم ان عمدہ مقامات پر بالضرور پہونچ جاؤگے جو جلد چہارم مین مذکور ہین کیونکہ دل جب بری باتون سے خالی ہوتا ہی تو اچھی بات سے بھرتا ہی اور زمین جب گھاس سے تو لائی جاتی ہی تب اسمین کھیتی اور چمن کی بہار ہوتی ہی اور جبتک تمکو اس فرض عین سے فراغت نہو تب تک فرض کفایہ مین مصروف نہو خصوصاً اسوقت مین کہ کوئی دوسرا اسکو جانتا ہو اور تحصیل کرتا ہو اسلیے کہ جو شخص اپنی جان کو ہلاک کرے اسلیے کہ دوسرے کی اصلاح شاید ہوجاوے تو وہ بیوقوف ہی مثلاً اگر سانپ اور بچھو کسی کے کپڑون مین گھسے ہوے ہون اور اسکے قتل کے درپے ہون اور وہ ایک پنکھا ڈھونڈھتا پھرتا ہو جس سے کہ دوسرے کی مکھیان دور کرے اور وہ دوسرا ایسا ہو کہ اگر سانپ اور بچھو اوسکو ستاوین تو اسکو ہرگز نہ بچاوے تو وہ اسکے کام نہ آوے اور نہ اسکو مصیبت سے چھڑاوے تو بھلا اس سے بڑھکر کون احمق ہوگا کہ اپنی جان کی فکر تو نہ کرے دوسرے کے لیے بیفائدہ کاوش کرے ۔ اور اگر تمکو اپنے نفس کی صفائی سے فراغت ملے اور ظاہر اور باطن کے گناہ چھوڑنے پر قدرت ہوجاے اور یہ امر ایک عادت دائمی کے طور پر تم مین حاصل

ہوجاوے اور ایسا ہونا کچھ بعید نہین تو اسوقت البتہ فروض کفایہ مین مشغول ہونا چاہیے اور اسمین ترتیب اور درجہ کا لحاظ رکھنا چاہیے
یعنی اول کلام مجید پھر حدیث شریف پھر علم تفسیر اور علوم قرآنی ناسخ اور منسوخ اور مفصول اور موصول اور محکم اور متشابہ پہچاننے کے اور
اسیطرح حدیث کے علوم سیکھنے چاہیین پھر اُن کے فروع مین مشغول ہونا یعنی علم فقہ کے مذہب معتبرہ جاننا چاہیے نہ خلاف کو پھر اصول فقہ
کو اور اسیطرح باقی اور علمون کو جہانتک کہ عمر مین گنجایش ہو اور وقت یاری دے مگر اپنی عمر کو ایک فن خاص مین مستغرق مت کرو اس لحاظ سے کہ
اسمین کمال پیدا کرو اسلیے کہ علوم بہت ہین اور عمر تھوڑی اور یہ علوم دوسرے مقصود کے لیے آلات اور مقدمات ہین خود مطلوب
بالذات نہین اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہی اُسمین یہ نہین چاہیے کہ اصل مقصود بھلا دیا جاوے اور ذریعہ کی کثرت کی جاوے
پس علم لغت مروج سے اسیقدر پر اکتفا کرو جس سے کہ تم عربی زبان کو سمجھ سکو اور بول سکو اور جو لغت کم رائج ہون اُن مین سے اسقدر
جان لو کہ قرآن اور حدیث کے سب الفاظ پر وقوف ہوجاوے اسسے زیادہ مین خوض کرنا کچھ ضرور نہین اسیطرح نحو سے اسیقدر پر اکتفا کرو
جو قرآن اور حدیث کے متعلق ہو اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ علم کے تین مراتب ہین ایک بقدر کفایت دوم متوسط سوم درجہ کمال تو ہم حدیث
اور تفسیر اور فقہ اور کلام مین ان تینون مراتب کو بتائے دیتے ہین تاکہ اور علوم کو تم انھین پر قیاس کرلو پس علم تفسیر مین مقدار کفایت یہ ہی کہ
حجم قرآن کی دونی ہو جیسے علی واحدی نیشاپوری کی تفسیر ہی جسکا نام وجیز ہی اور متوسط درجہ یہ ہی کہ قرآن کے حجم سے تگنی ہو جیسے تفسیر نیشاپوری
جسکو وسیط کہتے ہین اور درجہ کمال اس سے زائد ہی جسکی کچھ حاجت نہین اور عمر بھر تک اُسکا انجام بھی نہین ہوتا۔ اور حدیث مین مقدار
کفایت یہ ہی کہ مضمون بخاری اور مسلم کا کسی شخص فاضل اور متن حدیث کے واقف سے سمجھ لو اور راویون کے نام کا یاد کرنا ضرور نہین
اسلیے کہ یہ کام تم سے پہلے لوگ کر چکے ہین اور سب کچھ لکھ گئے ہین تمکو اتنا ہی چاہیے کہ اُنکی کتابونکو معتبر سمجھو اور یہ بھی تم پر لازم نہین کہ بخاری
اور مسلم کے الفاظ حدیث کو حفظ کرو بلکہ اسطرح تحصیل کرو کہ ضرورت کے وقت جس مسئلہ کی ضرورت تم کو پڑے اُنمین سے نکال سکو اور متوسط
درجہ یہ ہی کہ جتنی کتابین حدیث کی صحیح ہین اُن سب کو صحیحین کے ساتھ پڑھ لو اور درجہ کمال یہ ہی کہ جو کچھ حدیثین منقول ہون
خواہ ضعیف ہون یا قوی اور صحیح ہون یا معلل سب کو پڑھو اور اسناد کے بہت سے طریق اور راویون کے حالات اور اُن کے نام اور
اوصاف معلوم کرو اور فقہ مین مقدار کفایت اسقدر ہی کہ جیسے مختصر مزنی رح کی ہی جسکو ہمنے خلاصۃ المختصر مین لکھا ہی اور متوسط وہ ہی جو مختصر
کی تین گنی ہو یعنی اتنی بڑی ہو جتنی بڑی ہماری کتاب فقہ کی وسیط ہی اور درجہ غایت اُسکو سمجھو جو ہمنے بسیط مین لکھا ہی مع اور بڑی بڑی
کتابون کے اور علم کلام کا مقصود صرف اتنا ہی کہ جو عقیدے اہل سنت نے سلف صالحین سے نقل کیے ہین وہ محفوظ رہین اور کچھ مطلب نہین
اور اگر ہی تو امور کے حقائق کا کشف ہوجانا بدون طریق کشف کے اُس سے کچھ غرض متعلق نہین ہان مقصود حفظ سنت کے لیے مقدار کافی علم
کلام کی ضرور ہونی چاہیے اور وہ ایک مختصر رسالہ عقائد سے ہوسکتی ہی جیسے مضمون کو باب قواعد العقائد اس جلد کا حاوی ہے اور متوسط
درجہ کی مقدار یہ ہی کہ سو ورق کا رسالہ ہو جیسا کہ ہمنے کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لکھی ہی اور حاجت علم کلام کی اسوجہ سے ہی کہ اہل
بدعتی کا مناظرہ کیا جائے اور اُسکی بدعت کو اثر کرکے عامی کے دل مین سے نکالدیا جائے اور یہ بات صرف عوام ہی کے ساتھ مین کار آمد
ہی بشرطیکہ اُنکو تعصب بڑھ گیا ہو اور رہا بدعتی اگر تھوڑا سا بھی مناظرہ جان جاتا ہی تو کم ایسا ہوتا ہی کہ اُسکو کلام مفید ہو کیونکہ اگر اُسکو تقریر مین

ساکت بھی کردو تب بھی اپنا مذہب نہ چھوڑیگا اور اپنے نفس کو ناقص سمجھکر فرض کرلیگا کہ اس بات کا جواب ضرور ہوگا مگر مجکو نہین آتا طرف ثانی
مجکو مغالطہ دیتا ہی اور قوت مناظرہ سے حق کو مشتبہ کیے ڈالتا ہی اور عامی کا حال یہ ہوتا ہی کہ اگر ذرا سی تقریر مین حق سے منحرف ہوجاتا ہے تو
اُسی قدر تقریر مین پھر درست ہوسکتا ہی بشرطیکہ تعصب نہ پیدا ہوگیا ہو اور اگر تعصب اور اپنی جاہ کی پیچ پر آجاویگا تو پھر عامی سے بھی نا امیدی
ہوجاتی ہی اسلیے کہ پیچ بیموقع کرنی نفسون مین عقیدون کو پختہ کردیتی ہی اور یہ آفت بُرے علما مین ہی کہ حق کے لیے تعصب مین مبالغہ کرتے
ہین اور مخالفین کو بچشم حقارت دیکھتے ہین اور اُسکا انجام یہ ہوتا ہی کہ وہ لوگ بھی مکافات اور مقابلہ پر آمادہ ہوتے ہین اور باطل کی
مدد زیادہ کرتے ہین اور جس چیز کا اُنپر الزام لگایا جاتا ہی اُسکو خوب مضبوطی سے تمسک کرتے ہین اگر حضرات علما براہ مہر و رحمت اور
خیر خواہی کے اُنکو خلوت مین نصیحت کردیتے اور تعصب و حقارت کے موقع سے قطع نظر کرتے تو غالبًا کامیاب ہوتے لیکن چونکہ
جاہ بدون لوگون کی پیروی کے راست نہین ہوتا اور پیروی پر میل لوگون کا بدون تعصب اور طرف ثانی کے لعن و دشنام کے نہین
آتا اسلیے علما نے تعصب کو اپنی عادت اور حربہ ٹھہرالیا ہی اور کہتے ہین کہ ہم دین کی حفاظت کرتے ہین اور مسلمانون کی طرف سے
لڑتے ہین اور واقع مین اس صورت سے خلق کی بربادی اور نفسون مین بدعت کا جم جانا حاصل ہے۔ اور امور خلافی جو ان پچھلے زمانون
مین ایجاد ہوے ہین اور انمین وہ تحریرین اور تصنیفین اور مناظرے نکلے ہین کہ ویسے کبھی زمانہ سلف مین نہ تھے تو اُنکے تم گرد بھی مت
پھرنا اور اُنسے ایسی طرح بچنا جیسے زہر قاتل سے اسلیے کہ وہ مرض لاعلاج ہی وہی روگ ہی جسنے تمام فقیہون کو آپس کی حرص اور
مباہات مین مبتلا کردیا ہی چنانچہ عنقریب اُنکے آفات اور غوائل ہم بیان کرینگے۔ اور کبھی اُس تقریر کو کوئی ویسا ہی عالم سنتا ہی تو کہتا ہی
کہ جس شخص کو کوئی بات نہین آتی وہ اُسکا دشمن ہوا کرتا ہی تو تمکو اس کہنے سے یہ گمان نہو کہ ہم بھی اس علم سے ناواقف ہین بلکہ ہمنے
تو اس فن مین ایک عمر تلف کی اور تصنیف اور تحقیق اور جدال اور بیان مین اول لوگون پر گوے سبقت لے گئے مگر پھر اللہ تعالی
نے ہمکو راہ راست الہام کیا اور اس فن کے عیب پر مطلع فرمایا تب ہم اُسکو ترک کرکے اپنے نفس کی فکر مین مشغول ہوے اس نظر
سے تمکو نصیحت ہماری قبول کرنی چاہیے کہ تجربہ کار کا کہنا ٹھیک ہی اور اگر کوئی یون کہے کہ فتوی شریعت کا رکن ہی اور اسکی علتین بغیر
علم خلافت کے معلوم نہین ہوتین اسلیے اُسکا جاننا ضروری ہی تو اس قول سے تم مغالطہ مین نہ آنا کیونکہ مذہب کی علتین خود مذہب مین
مذکور ہین اُنسے جو باتین زائد ہین وہ مفت کے جھگڑے ہین کہ قرن اول کے لوگ اور صحابہؓ انکو نہ جانتے تھے حالانکہ اور ونکی نسبت کر علم فتوی
کو زیادہ جانتے تھے بلکہ یہ علتین قطع نظر اس سے کہ علم مذہب مین کچھ مفید نہین فقہ کے مزہ کو خراب کرتی ہین اور ضرر پہونچاتی ہین اسلیے کہ جس
شخص کے لیے مفتی کا فکر شاہد ہوجاتا ہی تو اگر مفتی کی طبیعت مین ذوق صحیح فقہ کا ہوتا ہی تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ اُس سے جدل کی شرطون
کی بموجب حکم کا اجرا نہین ہوسکتا اور جس شخص کی طبیعت جدل کی رسمون کی عادی ہوتی ہی اُسکا ذہن جدل کے مقتضیات کو مانتا ہی اور فقہ
ذوق کے ماننے سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اور اس فن مین وہی لوگ مشغول ہوتے ہین جنکو شہرت اور جاہ کی طلب ہوتی ہی اور بہانہ یہ کرتے ہین کہ ہم مذہب
معتبر کی علتین تلاش کرتے ہین حالانکہ بعض اوقات ساری عمر گذر جاتی ہی اور اُنکی ہمت مذہب کے جاننے پر مصروف نہین ہوتی علتون ہی مین بسر ہوجاتی ہی
اسلیے تمکو چاہیے کہ جن کے شیطانون سے بھی بچو اور انسانون کے شیطانون سے بھی احتراز کرو کہ اُن لوگون نے بہکانے اور گمراہ کرنے مین

شیاطین جن کو راحت دیدی ہی حاصل اس سب تقریر کا یہ ہی کہ تم جہان مین اپنے نفس کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ اکیلا فرض کرلو اور جان لو کہ موت اور پیشی اور حساب اور بہشت اور دوزخ سامنے ہین پھر تامل کرو کہ ان سامنے کی چیزون مین کونسی بات تمکو بکار آمد ہی اسکو تو اختیار کرو اور اسکے سوا سب کو ترک کردو والسلام بعض مشائخ نے کسی عالم کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ جن علوم سے تم جھگڑا کیا کرتے تھے اور اُنکے باب مین مناظرے برسوں کیا کرتے تھے اُنکا احوال کہو عالم نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر اسمین پھونک ماری اور کہا سب خاک کی طرح اُڑ گئے مجکو صرف دو رکعتین کام آئین جو رات کو مین نے ادا کین صرف وہی میری تھین۔ اور حدیث شریف مین ارشاد ہی ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرأ

ما ضربوہ لک الا جدلا بل ہم قوم خصمون اور ایک حدیث مین اس آیت کے مضمون مین فاما الذین فی قلوبہم زیغ یہ ارشاد ہی ہم اہل الجدل الذین عناہم اللہ تعالیٰ بقولہ واحذرہم ان یفتنوک اور بعض اکابر کا قول ہی کہ آخر زمانے مین کچھ لوگ ہونگے کہ عمل کا دروازہ انپر بند کردیا جاویگا اور جدل کا دروازہ اُنکے لیے کھل جاویگا اور بعض احادیث مین وارد ہی کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ تمہین عمل کا الہام ہوا ہی اور عنقریب ایک قوم ایسی ہوگی کہ اُنکے دلون مین جدل ڈالا جاویگا۔ اور حدیث مشہور مین وارد ہی ابغض الخلق الی اللہ تعالیٰ الالد الخصم ایک روایت مین یون ہی کہ جس قوم کو گفتگو ملی وہ عمل سے روک دی گئی۔ اور علی بن نصیر جہضمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے خلیل بن احمد کو بعد اُن کی وفات کے خواب مین دیکھا اور کہا کہ ہمکو خلیل سے زیادہ کوئی عاقل نہین ملتا کہو آپ سے کچھ پوچھین خلیل نے فرمایا کہ جس بات مین ہم مصروف تھے اُسکا حال بھی تمنے معلوم کیا ہم کو تو سوا اِن کلمات کے اور کوئی چیز مفید نہوئی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

چوتھی فصل اس ذکر مین کہ علم خلافت پر خلق کے متوجہ ہونے کا کیا سبب ہی اور مناظرہ کی آفتون کی تفصیل اور اُسکے جائز ہونیکی شرطین

اس فصل مین تین بیان ہین بیان اول علم خلافت پر لوگون کے متوجہ ہونیکے ذکر مین واضح ہو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر خلافت کے متکفل خلفائے راشدین ہوئے اور یہ لوگ عالم باللہ تھے اور اُسکے احکام سمجھنے والے اور مقدمات کے فتاوی کے ماہر اسی جہت سے اُن لوگون کو فقیہون سے مدد لینے کی بہت ہی کم حاجت ہوتی تھی فقط ایسے معاملات مین کہ جنمین مشورہ سے گریز نہ تھا فقہا کی ضرورت پڑتی تھی اسی لیے علماء علم آخرت ہی کے ہو رہے تھے اور کچھ شغل نہ رکھتے تھے اور فتاوے اور خلق کے احکام دنیاوی کو اپنا دوسرے پر ڈالتے تھے اور بہت متوجہ الی اللہ تھے چنانچہ اُن کی سیرتون سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہی جبکہ نوبت خلافت ان لوگون تک پہونچی جو بے استحقاق خلافت اور بدون رسوخ علم فتاوے اور احکام کے حاکم ہوگئے تو اُنکو ناچار فقہا سے مدد لینی اور سب حالون مین اُنکو ساتھ رکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ جو حکم جاری کرین اُنسے فتوے طلب کرین اور اسوقت علما تابعین سے وہ لوگ باقی تھے جو طرز اول قرن کے عادی اور دین خالص کے ملازم تھے اور علماء سلف کے قدم بقدم چلتے تھے اسلیے کہ اُنکا یہ حال تھا کہ اگر حکام اُنکو بلاتے تھے تو وہ بھاگتے تھے اور روگردانی کرتے تھے لہذا احکام کو اُنکی طلب مین اصرار کرنا پڑا کہ عہدۂ قضا اور حکومات دیوین پس اسوقت کے لوگون نے جو علما کی عزت دیکھی کہ حاکم اور امام اور والی سب اُنکی طرف متوجہ ہین اور یہ اُنکو منہ نہین لگاتے تو علم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تاکہ حاکمون کی طرف سے عزت اور جاہ ملے اسی لیے علم فتاوی پر جھک پڑے اور اپنے آپ کو حاکمون کے سامنے پیش کیا اور اُنسے تعارف بہم پہونچا کر عہدے اور انعام لیے اور بعض تو پھر بھی محروم رہے اور بعض مراد کو پہونچے جو مراد کو پہونچے وہ بھی طلب کی ذلت اور بدون بلائے جا کھڑے ہونیکی خواری

ا ح یعنی گمراہ ہوئے لوگ بعد ہدایت کے کہ جسپر تھے مگر کہ دئے گئے یعنی جھگڑنا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی یہ نام جو رکھتے ہین تیرے جھگڑنے کو ہین بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہین ۱۲ ترمذی، ابن ماجہ روایت ابو امامہ

سے نہ بیچے غرض کہ فقہا جو مطلوب رہا کرتے تھے اب طالب ہو گئے اور پیشتر جو سلاطین کو منھ نہ لگاتے تھے اور عزت سے تھے اب اُن کے
پاس آنے سے ذلیل بنے مگر پھر بھی علماے دین الٰہی مین سے جنکو توفیق عنایت ہوئی وہ ہر وقت مین اس ذلت سے محفوظ رہے اور
اُس زمانے مین اکثر توجہ لوگون کی فتاوے اور مقدمون کے علم پر تھی اسلیے کہ عہدون اور حکومتون مین اسکی بڑی ضرورت تھی پھر
اُسکے بعد بعض رؤسا اور امرا ایسے ہوے کہ اُنھون نے عقائد کے قواعد مین لوگون کی گفتگو مین سُنین اور اسباب مین دلائل سننے کا اُن کو
شوق ہوا جب لوگون کو معلوم ہوا کہ اُن امرا کو رغبت علم کلام کے مناظرہ اور جھگڑنے کی ہی تو اُسیکا چرچا شروع کر دیا اور اسمین بہت سی تصنیفات
کین اور طریق جھگڑنے کے نکالے اور طرف ثانی کے اقوال پر اعتراضات کے ڈھنگ ایجاد کیے اور یہ خیال کیا کہ ہمکو دین الٰہی کی طرف سے
بُری باتون کا دفع کرنا اور سنت کی طرف سے لڑنا اور بدعت کا استیصال کرنا منظور ہی جیسا اُنسے پیشتر کے فقہا کہتے تھے کہ ہماری غرض دین
کے فتاوے کا اچھی طرح جاننا اور مسلمانون کے احکام کا متکفل ہونا ہی اور اُسمین خلق خدا پر شفقت اور اُنکی خیر خواہی مدنظر ہی۔ پھر کچھ مدت
بعد بعض رؤسا ایسے ہوے کہ اُنکو علم کلام مین خوض کرنا اچھا نہ معلوم ہوا اس جہت سے کہ اُسمین مناظرہ کا باب مفتوح ہونیسے بڑے بڑے
تعصبات اور خصومات پیدا ہوے جنسے نوبت کشت و خون اور شہرون کی بربادی کی پہونچی مگر اُنکو فقہ مین مناظرہ ہونے کا اور خاص
امام شافعی اور امام اعظم رحمہ کے مذہبون مین اولیٰ کے معلوم کرنیکا ذوق ہوا اسلیے لوگون نے علم کلام اور دوسرے فنون کو ترک کر دیا اور خاص
ان دونون اماموں کے مسائل خلافی کی طرف میل کیا جو خلاف کہ امام مالک اور احمد اور سفیان ثوری رح وغیرہم کے ساتھ ہی اسمین سہولت برتی
اور اپنے خیال خام مین یہ سمجھا کہ ہماری غرض شریعت کی باریک باتونکا نکالنا اور مذہب کی علتونکا ثابت کرنا اور فتاوے کے اصول کی بنا ڈالی
ہی اور اس بات مین بہت سی تصانیف لکھین اور طرح طرح کے جھگڑے اُنمین درج کیا اور ابتک اسی پر چلے جاتے ہین نہین معلوم کہ ہمارے بعد کے
زمانون مین خدا تعالیٰ نے کیا مقدر کر رکھا ہی غرض کہ باعث خلافیات پر جھکنے کا اور مناظرون پر مائل ہونیکا یہی تھا اور کچھ نہ تھا اگر بالفرض
دنیا والونکے نفس کسی اور امام کے ساتھ خلاف معلوم کرنیکی طرف راغب ہو جاوین یا کسی اور علم کی طرف شائق ہون تو علما بھی اُنکے ساتھ ہی
جھکینگے اور اس بہانیسے باز نہ آوینگے کہ جس علم مین ہم مشغول ہین یہ علم دین ہی اور ہمکو مطلب سوائے تقرب خدائے تعالیٰ کے اور کچھ نہین
دوسرا بیان اس بات کی غلطی مین کہ یہ مناظرے صحابہ رض کے مشورون اور اکابر سلف رح کی تقریرون کے مشابہ ہین۔ جاننا چاہیے کہ علما کبھی
لوگونکو یہ مغالطہ دیتے ہین کہ ہماری غرض ان مناظرونسے حق بات پر بحث کرنا ہی تاکہ حق کھل جاوے اسلیے کہ امر حق مطلوب ہے اور فکر کرنے
مین ایک دوسرے کی مدد کرنی اور بہت سی رایون کا متفق ہو جانا مفید ہی اور صحابہ کی عادت بھی اپنے مشورون مین اسی طرح کی تھی
مثلاً دادا کے ساتھ مین بھائیون کے محروم ہونیکی صورت اور شرابخواری کی سزا مین اور جب امام چوک جاوے تو اُسپر تاوان کے واجب
ہونے مین جیسا اُس مسئلہ مین کہ کسی عورت نے بباعث خوف حضرت عمر رض کے اپنا بچہ گرا دیا تھا اور یہی مسائل فرائض وغیرہ مین اُنکے مشورے
مشہور ہین اور جو خلاف کہ شافعی اور احمد اور محمد اور مالک اور ابو یوسف وغیرہم رحمہم اللہ سے منقول ہی وہ اسی بات کا ممد ہی اور ہم تمکو اس
مغالطہ کی تہ بتائے دیتے ہین اور وہ یہ ہی کہ طلب حق پر ایک دوسرے کی مدد چاہنی البتہ دین کی بات ہی مگر اُسکے لیے کئی شرطین اور علامتین
ہین اول یہ کہ جب مناظرہ فرض کفایہ ہو تو جو شخص کہ فرض عین سے فراغت نہ کر چکے اُسکو اُسمین مشغول ہونا نہ چاہیے اور جس شخص پر فرض

عین ہو اور وہ فرض کفایہ مین مصروف ہو جاوے اور کہے کہ میری غرض طلب حق ہی تو وہ جھوٹا ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی خود تو نماز
ترک کر بیٹھے اور کپڑون کے پیدا کرنے اور بننے مین کوشش کرتا پھرے اور کہے کہ میری غرض اس سے یہ ہی کہ جو شخص ننگے بدن نماز پڑھے اور کپڑا
نہ میسر ہو اُسکا ستر عورت کرون کیونکہ یہ بات کبھی ہو بھی جاتی ہی اُسکا واقع ہونا ممکن ہی جیسا کہ فقیہ کہتا ہی کہ جا نمو کہ اُنسے خلاف مین بحث
ہوتی ہی اُنکا واقع ہونا ممکن ہی گو کم ہوتے ہوان - اور جو لوگ مناظرہ مین مشغول رہتے ہین وہ ایسی باتونکو چھوڑے ہوئے ہین جو با اتفاق فرض عین ہین لا
اگر کوئی ودیعت کو فوراً ادا کرنا چاہیے اور کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندھ لے جو سب ثوابون سے عمدہ ہی اور کسی شرط وغیرہ کا لحاظ نہ کرے تو ظاہر ہی
کہ اس نماز سے وہ نافرمان خدا تعالیٰ کا ہوگا اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع ہونے مین بھی امر کافی نہین کہ وہ کوئی فعل طاعت کی جنس کا کرتا
جبتک کہ اُسمین وقت اور شرط اور ترتیب کا لحاظ نہ کرے دوسرے یہ کہ مناظرہ کی بنسبت اگر کوئی دوسرا فرض کفایہ اہم نہ دیکھے اگر اُسکی
نسبت اور فرض کفایہ اہم اُسکو معلوم ہوا اور پھر مناظرہ مین مشغول ہوگا تو نافرمان ہوگا اور اُسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص ایک جماعت
کو دیکھے کہ پیاس کے مارے مرے جاتے ہین اور لوگون نے اُنکو چھوڑ دیا ہی خبر گیری نہین کرتے اور اُسکو اُنکے جلانیکی یعنی پانی پلانے کی
قدرت ہی تو اب یہ پانی نہ پلاوے پچھنے لگانے سیکھے اور کہے کہ اسلیے سیکھتا ہون کہ یہ فرض کفایہ ہی اگر شہر مین اسکا جاننے والا نہ رہیگا تو لوگ
ہلاک ہو جاوینگے اور کوئی اُس سے کہے کہ شہر مین تو سینگی لگانیوالے بہت ہین اسیقدر کافی ہین تو جواب دیتا ہی کہ اس بات سے اس فعل
فرض کفایہ ہونا تو نہین گیا غرض کہ جو شخص ایسا کرے اور جو کام کہ نہایت ضرور ہی اُسکو نہ کرے یعنی پیاسے مسلمانون کی خبر نہ لے اُسکا حال اس
شخص جیسا ہی کہ مناظرہ مین فرض کفایہ جانکر مصروف رہے اور شہر مین جن فرضون کفایہ کو کوئی نہین کرتا اُنمین تند ہی نہ کرے مثلاً فتوے
ہی ہی کہ اسکے لیے بہت لوگ ہین اور فرض کفایہ ہر ایک شہر مین کچھ نہ کچھ چھوٹے ہوئے ہین کہ اُنکی طرف فقہا توجہ بھی نہین کرتے مثلاً سب سے نزدیک طب
ہی ہی کہ اکثر شہرونمین مسلمان طبیب نہین جسکی گواہی شرعاً امور طبیہ مین درست ہو اور فقہا مین سے کوئی طب کی رغبت نہین کرتا اسیطرح امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہی اکثر مناظرہ کرنیوالا مجلس مناظرہ مین دیکھتا ہی کہ حریر کا لباس ہی یا فرش بچھا ہی اُسکو چپکا دیکھا کرتا ہی اور ایسے مسئلہ مین مناظرہ
کرتا ہی کہ وہ کبھی واقع نہو اور اگر ہو بھی تو اُسکے بتانیوالے بہت سے ہون پھر یہ کہتا ہی کہ مین فرض کفایہ مین مشغول ہونیسے خدا تعالیٰ کا قرب
چاہتا ہون اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک ہو جاویگا
آپنے فرمایا کہ جب تم سے بہتر لوگونمین مداہنت پیدا ہوگی اور بڑونمین بیحیائی اور چھوٹونمین سلطنت چلی آئیگی اور رذیلونمین فقہ تیسری یہ
مناظرہ کرنیوالا مجتہد ہو کہ اپنی رائے سے فتوی دے مذہب امام شافعی اور امام اعظم وغیرہ پر مقید ہو کر فتوی نہ دے یہانتک کہ اگر اُسکو حق
امام ابو حنیفہ کے مذہب سے معلوم ہوا تو امام شافعی کی تجویز کو ترک کرے اور جو کچھ امر حق معلوم ہوا ہی اُسی کے بموجب فتوی دیدے جسطرح کہ صحابہ
اور امام کیا کرتے تھے اور جس شخص کو کہ اجتہاد کا رتبہ نہین جیسا کہ حال سب زمانہ بھر کا ہی اور جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہی تو اپنے امام کا قول
نقل کر کے حکم دیتا ہی اور اگر اپنے امام کے مذہب مین کچھ ضعف معلوم ہوتا ہی تو اُس مذہب کا چھوڑنا اُسکو جائز نہین تو ایسے شخص کو مناظرہ سے کیا
فائدہ ہی مذہب تو اُسکو معلوم ہی ہی اُسکے سوا اور مذہب پر فتوی دینے کا اُسکو اختیار نہین اور جو بات اُسکو مشکل پڑے تو اُسکے جواب مین یہ
لازم ہی کہ شاید ہمارے امام کے یہان اسکا کچھ جواب ہوگا ہمکو اجتہاد مین اتنا رسوخ نہین کہ اصل شرع مین سے بات نکالین اور اگر ایسے مسائل

ح ا ابن ماجہ باسناد حسن ۱۲

مین مباحثہ کرتا کہ جنمین اسکے امام سے دو صورتین یا دو قول ہین تو البتہ مناسب تھا کیونکہ وہ مثلاً اکثر ایک روایت کے بموجب حکم دیدیتا ہی تو بحث
سے یہ فائدہ ہوگا کہ جونسی روایت قوی ہوگی وہ معلوم ہو جائیگی حالانکہ ایسے مسائل ہین کبھی مناظرے نہین ہوتے بلکہ جس مسئلہ مین امام سے دو وجہین یا قول
مروی ہون اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور ایسا مسئلہ تلاش کیا جاتا ہی جسمین قطعاً دوسرے امام کا خلاف ہو چوتھی یہ کہ مناظرہ ایسی صورتونمین کرے
جو ہو چکی ہون یا عنقریب ہونیکو ہون اسلیے کہ صحابہؓ نے اُنھین واقعات مین مشورہ فرمایا ہی جو نئے ہوے ہین یا جو اکثر ہوا کرتے ہین جیسے
فرائض کے مسائل مگر مناظرہ کرنیوالونکو نہ دیکھوگے کہ جن مسائل مین لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہین اور فتوی کی حاجت ہو اُنکی تحقیق کا اہتمام کبھی کرتے ہون
بلکہ ایسے ہی مسائل کو ڈھونڈھتے ہین جنمین گنجائش جھگڑنیکی کسی صورت سے نکل آوے اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جو بات اکثر واقع ہوتی ہے
اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ مسئلہ حدیث کے متعلق ہی یا مختصر ہی کچھ طویل مسئلہ نہین پس تعجب کی بات ہی کہ مقصود تو امر حق دریافت کرنا ہی
اور پھر مسئلہ کو یہ کہکر چھوڑ دین کہ متعلق بہ حدیث ہی اُسکے باب مین امر حق حدیثون سے دریافت ہوتا ہی یا اس وجہ سے ترک کرین کہ مسئلہ طویل نہین کہ
اُس مین کلام کو طول دیا جاوے حالانکہ امر حق مین مقصود یہی ہوتا ہی کہ کلام مختصر کرکے جلد مطلوب پر پہونچ جاوین یہ نہین کہ تقریر کو طول
دیا جاوے پانچوین یہ کہ خلوت اور تنہائی مین مناظرہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو بہ نسبت محفلون اور امرا اور حکام کے سامنے ہونیکے اسلیے
کہ خلوت مین ہمت مجتمع اور ذہن اور فکر صاف رہتے ہین اور حق کو جلد سمجھتے ہین اور لوگون کے سامنے نمود کے لوازم اُبھر کھڑے ہوتے ہین
اور ہر کسی کو فریقین مین سے یہی حرص ہوتی ہی کہ مین ہی برتر رہون اُسکی پروا نہین کہ حق پر رہون یا باطل پر اور تمکو معلوم ہی کہ اب مناظرہ
کرنیوالے محفلون اور مجمعونمین بحث کرنیکے زیادہ حریص ہین اور ایک شخص دوسرے کے ساتھ مدتون رہتا ہی مگر تنہائی مین کچھ تقریر نہین کرتا
بلکہ اگر ایک کچھ پوچھتا ہی تو دوسرا جواب نہین دیتا اور اگر کوئی رئیس وہان ہو یا مجمع ہو تو پھر کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتا تاکہ کلام مین بقدر ثابت رہے
چھٹی یہ کہ امر حق کی طلب مین ایسا حال ہو جیسے کوئی کھوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہے کہ اس بات کی تمیز نہ کرے کہ وہ میرے ہاتھون ملے
یا دوسرے کے اور بحث کرنے مین طرف ثانی کو اپنا مددگار جانے مقابل اور خصم نہ سمجھے اگر وہ اُسکی غلطی پر آگاہ کردے یا حق بات بتاوے
تو اُسکا شکرگزار اور ممنون ہووے جسطرح کہ گم شدہ چیز کی تلاش مین اگر ایک رستہ چلتا ہو اور دوسرا شخص اُسکو وہ چیز دوسری سڑک پر
بتادے تو یہ شخص دوسرے کا مشکور ہوتا ہی اُسکی برائی نہین کرتا اور اُس سے خوش ہوتا ہی اُسکو برا نہین جانتا اور صحابہؓ کے مشورونکا بھی حال ایسا ہی تھا
یہانتک کہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو عین خطبہ مین مجمع کے سامنے ٹوکا اور حق پر آگاہ کیا تو آپنے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور مرد نے
غلطی کی۔ اور ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کچھ پوچھا آپنے جواب دیا اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین مسئلہ اسطرح نہین ایسے ہی آپنے فرمایا کہ
تو درست کہتا ہی مین نے خطا کی اور ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا علم والا ہی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کو وہ بات
بتادی جو اُنسے فوت ہو گئی تھی تو اُنھون نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم مین ہی تب تک مجھسے کچھ نہ پوچھا کرو اور وہ حال اسطرح ہی کہ کسی نے
حضرت ابو موسیٰؓ سے یہ پوچھا کہ ایک شخص نے خدا کی راہ مین جہاد کیا اور مارا گیا اُسکا حال کیا ہی آپنے فرمایا کہ وہ جنت مین ہی اور اُسوقت آپ
کوفہ کے حاکم تھے حضرت ابن مسعودؓ نے سائل سے فرمایا کہ امیر سے دوبارہ پھر پوچھو شاید وہ تمھارا سوال سمجھے نہین اُسنے دوبارہ وہی سوال کیا
آپنے پھر وہی جواب دیا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہونچا تب جنتی ہی حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ حق

ہی ہی جو آپنے فرمایا اور واقع مین جو طالب حق ہو تو اُسکو یونہی انصاف کرنا چاہیے اگر اسطرحکی بات آجکل کسی دینی فقیہ کے سامنے کوئی
ذکر کرتا تو وہ نہ مانتا اور بعید جانتا اور یہ کہتا کہ مسئلہ مذکور مین حق کو پہونچنے کی قید کی کچھ حاجت نہین کہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہی غرضکہ اپنے اس
زمانے کے مناظرین کو دیکھو کہ اگر امر حق طرف مقابل کی زبان سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسکا چہرہ کیسا سیاہ پڑجاتا ہی اور پھر چھپ کر جہانتک اُن سے بنتا ہی اُس حق کے
انکار مین کوشش کرتے ہین اور جو شخص اُنکو الزام دیتا ہی اُسکی برائی عمر بھر کرتے رہتے ہین اور پھر شرم نہین کرتے کہ مناظرے مین اپنے
آپ کو صحابہؓ کے مشابہ بناتے ہین ساتوین یہ کہ مناظرہ کا شریک اگر ایک دلیل سے دوسری کی طرف آیا ایک اعتراض سے دوسرے
پر بدلنا چاہے تو اسکو روکنا نہ چاہیے اسلیے کہ سلف کے مناظرے سب ایسے ہی ہوتے تھے اُنکے کلام سے سب جھگڑنے کے دقائق جو اب
نئے نکلے ہین خارج تھے مثلاً اس کہنے سے کیا حاصل کہ اس بات کا ذکر مجھپر لازم نہین کہ یہ امر تمھاری پہلی تقریر کے خلاف ہی اس لیے
نہین مانا جاویگا کیونکہ امر حق کی طرف رجوع کرنا تو ہمیشہ باطل کے خلاف ہوتا ہی بلکہ حق کا قبول کرنا واجب ہی اور اب مناظرہ کی مجلسون کو
دیکھتے ہو کہ سب ایک دوسرے کی بات کاٹنے اور لڑائی جھگڑے مین بسر ہو جاتی ہین مثلاً ایک شخص اپنے گمان مین کسی اصل کی ایک علت ٹھہرا کر
استدلال کرتا ہی تو دوسرا اُس سے کہتا ہی کہ اسکی کیا دلیل ہی کہ اصل مین حکم اسی علت سے ہوا ہی تو وہ جواب دیتا ہی کہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہی
اگر تمکو کوئی اور علت واضح تر اور بہتر معلوم ہوئی ہو تو اسکو ذکر کرو کہ مین بھی اُسمین تامل کرون تو معترض اصرار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ جو علت
تمنے ذکر کی اُسکے سوا اور بات ہی اور مین اُسکو جانتا ہون مگر کہونگا نہین اسلیے کہ مجکو اسکا کہنا ضروری نہین اور استدلال کرنیوالا کہے جاتا
کہ جس امر کو تم علت بتاتے ہو اُسکو ظاہر کر دو اور معترض یہی اصرار کرتا ہی کہ مجھپر تو کہنا لازم نہین اور اسیطرح کے سوالون وغیرہ سے مناظرہ کی
مجلسون مین شور و غل رہتا ہی اور معترض بیچارہ کو یہ معلوم نہین کہ اُسکا یہ کہنا کہ مین جانتا ہون اور علت حکم کو بیان نہین کرتا اسلیے کہ مجھپر
ذمہ بیان کرنا ضروری نہین شریعت پر جھوٹ بولنا ہی اسلیے کہ اگر واقع مین حکم کی علت کو نہین جانتا اور صرف اپنے مقابل شخص کے
عاجز کرنے کو دعوے جاننے کا کرتا ہی تب تو وہ فاسق اور جھوٹا اور خدا تعالی کا نافرمان اور مستحق اسکی خفگی کا ہی کہ جو بات اُسکو نہین آتی اُسکے جاننے
کا دعوی کرتا ہی اور اگر اپنے دعوے مین سچا ہی تب بھی فاسق ہی اسلیے کہ جو امر شرعی اسکو معلوم ہی اُسکو چھپاتا ہی حالانکہ اُسکا بھائی مسلمان اُس سے
پوچھ رہا ہی تاکہ اُسکو سمجھکر تامل کرے اگر وہ علت قوی ہو تو خود بھی اُسکو اختیار کرے اور اگر ضعیف ہو تو اُسکا ضعف ثابت کرکے معترض کو جہل کی تاریکی
سے علم کی روشنی مین پہونچا دے اور یہ امر باتفاق ثابت ہی کہ آدمی علوم دین مین سے جو کچھ جانتا ہو اگر کوئی اُس سے پوچھے تو سوال کے بعد اُسکا
بتانا اور ظاہر کرنا واجب اور لازم ہوا کرتا ہی پھر معترض جو یہ کہتا ہی کہ مجکو اُسکا بیان کرنا لازم نہین اس سے یہ غرض ہی کہ اس طریق
مین جو ہمنے بموجب خواہش اور رغبت حیلہ جوئی اور تقریر کے لڑانے کے ایجاد کیا ہی اس شریعت مین لازم نہین ورنہ شرع محمدی علی صاحبہا
الصلوۃ والسلام مین جو اُسپر بیان کرنا لازم ہی اسلیے کہ بیان نہ کرنے سے یا جھوٹا ٹھہرتا ہی یا فاسق - اب صحابہؓ کے مشورون اور علما
سلف کی تقریرون کو دیکھکر اُنمین کہین اسطرحکی بات سُنی ہی اور کبھی انمین سے کسی نے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف جانے
منع کیا ہی اور قیاس سے قول صحابی کی طرف اور حدیث سے آیت کی طرف میل کرنے سے روکا ہی بلکہ اُنکے تو سب مناظرے اسیطرح کے ہوتے تھے
کہ جو اُنکے دلمین گذرا بجنسہ اسیطرح ذکر کر دیا اور پھر اسمین سب نے تامل کیا آٹھوین یہ کہ مناظرہ ایسے شخص سے کرے جس سے کہ توقع فائدہ

اُٹھانے کی ہو اور جو کہ علم میں مشغول ہوا اور اب غالبًا یہ رواج ہے کہ مناظرہ کرنیوالے بڑے بڑے علما مناظرہ کرتے ہوے ڈرتے ہیں کہ امر حق
اُنکی زبان سے نہ نکل جاوے اور ہماری قلعی کھلجاوے اور جو لوگ اپنے آپ سے علم میں کم ہیں اُنکے ساتھ مناظرہ کرنے کے راغب ہیں کہ اُنکے
سامنے باطل کو رواج دیں - یہ شرطیں ہیں مناظرہ کی اور اُنکے سوا اور شرطیں باریک بہت سی ہیں مگر تمکو ان آٹھ شرطوں ہی سے مناظرہ کرنیوالے
کا حال معلوم ہوجاویگا کہ خدا تعالی کیواسطے مناظرہ کرتا ہے یا کسی اور سبب کے لیے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ جو شخص شیطان سے تو مناظرہ
نہ کرے کہ وہ اُسکے دلپر چھا رہا اور سب میں بڑا دشمن اور ہمیشہ ہلاک کا خواہاں ہے اور دوسرے شخص سے ان مسائل اختلافی میں مناظرہ کرے
؎ جنمیں اجتہاد کرنیوالا یا مصیب ہے یا ثواب میں مصیب کا شریک ہے تو وہ شیطان کا کھلونا اور اخلاص والوں کیلیے عبرت ہے اور اسی سے
شیطان نے اس سے راضی ہوکر اُسکو ان آفات کے گرداب میں غوطہ دیا جنکی شمار اور تفصیل بعون اللہ وحسن توفیقہ ہم آگے لکھتے ہیں تیسرا بیان
مناظرہ کی آفتوں اور ان مہلک عادتوں کے ذکر میں جو مناظرہ سے پیدا ہوتے ہیں - واضح ہو کہ جو مناظرہ اس غرض کے لیے ہو کہ اپنا
غالب ہونا اور دوسرے کا ساکت کرنا اور اپنے فضل اور شرف کا اظہار اور لوگوں میں اپنی فصاحت اور خوش تقریری اور فخر کو دکھلانا اور لوگوں
کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا اس سے منظور ہو تو ایسا مناظرہ جتنی عادتیں کہ خدا تعالی کے نزدیک مذموم اور اُسکے دشمن یعنی شیطان کے
نزدیک اچھی ہیں سبکا منبع ہوتا ہے اور باطن کی برائیوں سے یعنی کبر اور حسد اور عجب اور حرص اور تزکیہ نفس اور محبت جاہ وغیرہ کو اس
مناظرے سے وہ نسبت ہے جو ظاہر کی خرابیوں مثل زنا اور گالی اور قتل اور چوری وغیرہ کو شراب پینے سے ہے اور جسطرح کہ کسی شخص کو شراب
پینے اور ان ساری خرابیوں کے کرنیمیں اختیار دیا جاوے تو وہ شراب پینے کو ادنی جانکر جرأت کر بیٹھے اور پھر نشے کی حالت میں اس سے
باقی خرابیاں بھی سرزد ہوں اسیطرح جسکے دل میں محبت دوسرے کی ساکت کرنے اور اپنے غلبہ مناظرہ کی اور جاہ و فخر کی طلب غالب ہوتی ہے
تو یہ باتیں اسکو اس امر کی مقتضی ہوتی ہیں کہ سب طرح کی خباثتیں اُسکے دلمیں مخفی ہوں اور سب عادات بد ہیجان میں آویں اور ان
عادات بد کی مذمت حدیثوں اور آیتوں سے جلد ثالث میں ہم بیان کرینگے مگر یہاں صرف اُن عادات کو کلیۃً بیان کرتے ہیں جو مناظرے
سے اُبھرتی ہیں پس ایک اُن میں سے حسد ہے جسکے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ؎ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اور
مناظرہ کرنیوالا حسد سے خالی نہیں ہوتا اسلیے کہ وہ کبھی غالب ہوتا ہے اور کبھی مغلوب اور بعض اوقات اُسکے کلام کی تعریف ہوتی ہے اور بعض اوقات
غیر کے کلام کی تو جب تک دنیا میں ایک بھی ایسا شخص ہوگا جو قوت علمی اور مناظرے میں معروف ہو یا مناظرہ کرنیوالے کے گمان میں اُسکا مناظرہ
اور کلام اُس سے بہتر اور قوی ہو تو بالضرور اُسکی حسد کریگا اور خدا تعالی کی نعمت کو اس سے دور ہونا چاہیگا اور یہ پسند کریگا کہ لوگوں کے
دل اُس سے پھر کر میری طرف ہوجاویں اور حسد ایک جلتی آگ ہے جو اُسمیں مبتلا ہوتا ہے وہ دنیا میں عذاب الیم میں رہتا ہے اور
آخرت کا عذاب سخت اور زیادہ تر ہے اور اسلیے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ علم کو جہاں سے پاؤ حاصل کرو اور فقہا کے اقوال جو ایک
دوسرے پر ہوں اُنکو مت مانو کہ وہ لوگ ریوڑوں کے بکروں کی طرح لڑتے رہتے ہیں اور ایک لوگوں پر تکبر کرنا ہے جسکے باب میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ؎ کہ جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالی اُسکو پست کرتا ہے اور جو شخص فروتنی کرتا ہے اللہ اُسکو بلند کرتا ہے اور حدیث
قدسی میں یوں ارشاد ہے کہ العظمۃ ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی واحدا فیہما قصمتہ اور مناظرہ کرنیوالے اپنے اقران و ہمسروں پر تکبر کرنے اور

؎ [illegible] ایسا کھا لیتی ہے [illegible] جیسے آگ لکڑی کو [illegible] ۱۲ ابن ماجہ [illegible]
بسند حسن بروایت ابو سعید یہی مضمون ۱۲
؎ عظمت میرا تہمد ہے اور کبریا میری چادر جو شخص کسی سے ان دونوں میں میرے ساتھ نزاع کریگا میں اسکو توڑ دونگا ۱۲ ابو داؤد بروایت ابوہریرہ

بڑائی ڈھونڈھنے اور اپنی لیاقت سے بڑھکر جگہ پانیسے خالی نہین رہتے یہانتک کہ جو مقام صدر مکان کے قریب یا دور ہوتا ہی یا بلندی خواہ پستی مین اُسکی رغبت کیجاتی ہی اُسمین بیٹھنے کے لیے لڑ مرتے ہین اور راستے کی تنگی کی صورتمین پہلے جانے پر کشت و خون کرتے ہین اور بعض اوقات اُنمین سے جو ناواقف اور مکار فریبی ہوتا ہی وہ یہ بہانہ کرتا ہی کہ ہمکو عزت علم کی حفاظت منظور ہی اور ایماندار کو اپنے نفس کو ذلیل بنانا بھی شرعًا ممنوع ہی پس اس بہانے سے تواضع کو جسکی صفت اللہ تعالیٰ نے اور اُسکے تمام انبیا نے فرمائی ہی ذلت بتاتا ہی اور تکبر کو جو خدا تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہی دین کی عزت سے تعبیر کرتا ہی تاکہ لفظونکو بدل کر خلق خدا کو گمراہ کرے جیسے علم و حکمت کے الفاظ کو بدل کر اور معنی کردئیے اور ایک کینہ ہی کہ مناظرہ کرنے والا کمتر اس سے خالی ہوتا ہی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایماندار کینہ ور نہین ہوا کرتا اور کینہ کی بُرائی مین بہت کچھ مروی ہی مگر کسی مناظرہ والیکو ایسا نہ پاؤگے کہ جب وہ کسی شخص کو دیکھے کہ میرے کلام مین توقف کرتا ہی اور اچھی طرح نہین سنتا اور طرف ثانی کے کلام پر سر ہلاتا ہی تو نہ گھبرا دے اور اُس شخص سے دل مین کینہ نہ رکھے غایت ضبط اگر کریگا تو یہ کہ دلمین نفاق رکھیگا الّا ابھی نہ کبھی ظاہر مین بھی غالبًا اُسکا اثر آجاویگا اور چونکہ سب سننے والونکا اتفاق ایک شخص خاص کے کلام کی ترجیح دینے پر ممکن نہین کہ سب حالات مین اُسی کے اعتراض اور جواب کو اچھا جانا کرین اسلیے ضرور ہوا کہ مناظرہ والے کے کلام کو نہ ماننے والا بھی مجلس مین ضرور ہو اور یہی جڑ اُسکے نفاق و عداوت کی ہوگی یعنی جہان طرف ثانی کی طرف سے کوئی ادنی سبب ہوا جسکے باعث سے کسی نے مناظرہ والیکے کلام کی طرف کم توجہی کی تو اُسکے دل مین اُسکی طرف سے عمر بھر کو کینہ جم جاتا ہی اور ایک غیبت ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے مردار کھانیسے تشبیہ دی ہی اور مناظرہ کرنیوالا مردار ہی کھانے کا عادی رہتا ہی کہ ہمیشہ اپنی طرف مقابل کے کلام نقل کرکے اُسکی بُرائی کیا کرتا ہی- اور نہایت احتیاط اُسکی یہ ہی کہ جس بات کو اُسکی نقل کرے سچ سچ بیان کردے جھوٹ نہ کہے اور اُسمین بھی یہ ہوگا کہ اُسکی ایسی باتین بیان کریگا جس سے اُسکی گفتگو مین قصور اور اُسکا ہارجانا اور فضیلت مین گھٹا پایا جاوے اور ظاہر ہی کہ اسطرح کا ذکر داخل غیبت ہی اور اگر جھوٹ بولیگا تو بہتان اُسکے ذمہ لگادیگا جو غیبت سے بھی زائد ہی اسیطرح مناظرہ والے سے یہ بھی نہین ہوسکتا کہ جو شخص اُسکے کلام سے روگردانی کرے اور اُسکے طرف مقابل کے کلام سنے اور اُسکی طرف متوجہ ہو تو یہ اُسکی ہتک کے درپے نہو اور اُسکو جاہل اور احمق اور کم فہم نہ کہے اور ایک تزکیۂ نفس ہی جسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی اور کسی حکیم سے سوال کیا گیا کہ بُرا سچ کونسا ہی اُسنے کہا کہ اپنے نفس کی تعریف کرنی اور مناظرہ کرنیوالا اپنے نفس کی تعریف قوت اور غلبہ مین ہمسرونپر فضل کی رُو سے مقدم ہونیمین کیا ہی کرتا ہی بلکہ درمیان مین مناظرہ کے کہہ اُٹھتا ہی کہ مین ایسا نہین کہ اس جیسی باتین مجھپر مخفی رہین اور یہ باتین میرے ناخنونمین بھری ہین اصول اور احادیث مین طاق ہون اور سوا اُسکے اسطرح کی باتین کبھی توشیخی کے طور پر اور کبھی اپنے کلام کے رواج دینے کی ضرورت سے کہا کرتا ہی اور ظاہر ہی کہ شیخی اور لاف مارنی شرعًا اور عقلًا ممنوع ہین اور ایک عیب جوئی اور بھید کا ٹٹولنا ہی جسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تجسسوا یعنی بھید مت ٹٹولو اور مناظرہ کرنیوالا اپنے ہمسرون کی لغزشین اور طرف مقابل کے عیب ڈھونڈھتا رہتا ہی یہانتک کہ جب کسی مناظرہ کرنے والے کو اپنے شہر مین آیا ہوا سنتا ہی تو ایسے شخص کی تلاش کرتا ہی جو اُسکے اندرونی حالات بتاوے اور اُسکی سب بُرائیان پوچھ پوچھ کر کہلاتا ہی اُنکو اپنے لیے ذخیرہ کر رکھے اور وقت ضرورت اُسکو فضیحت اور شرمندہ کرے حتی کہ اُسکے لڑکپن کے حالات اور بدن کے عیب بھی دریافت کرتا ہی کہ شاید کوئی لغزش یا عیب مثل گنج وغیرہ کے

دریافت ہو جاوے پھر مناظرہ کے وقت اگر اسکی طرف سے ذرا سا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہے تو خود اگر وضعدار ہوتا ہے تو اس عیب کو کنایۃً اس سے
کہتا ہے اور اس امر کو اور لوگ بھی پسند کرتے ہیں اور خود مناظرہ والا اس بات کو ایک لطیف سبب جانتا ہے اور اگر خود پھکڑ باز ہوتا ہے تو کھلا کھلی
اور علانیہ اس عیب کے جتانے سے نہیں چوکتا چنانچہ ایک قوم کا حال اسیطرح کا سنا گیا ہے جو بڑے معتبر مناظرہ کرنیوالوں میں ہیں اور ایک لوگوں
کی برائی سے خوش ہونا اور انکی خوشی پر رنج کرنا ہے اور جو شخص کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہ بات نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا تو وہ ایمانداروں
کے اخلاق سے بمراحل دور ہے تو جو شخص کہ فضل کے جتانے سے فخر کا طالب ہے اسکو بالضرور وہ بات اچھی معلوم ہوگی جو اسکے
ہمسروں اور فضل کے شریکوں کو بری لگے اور انمیں عداوت ایسی ہی ہوگی جیسے سوتوں میں ہوا کرتی ہے تو جسطرح ایک سوت دوسرے
دوسری کو دیکھ کر کانپ اٹھتی ہے اور زرد پڑجاتی ہے اسطرح مناظرہ کرنیوالا جب دوسرے کو دیکھتا ہے اسکا رنگ بدل جاتا ہے اور فکر میں پریشانی
آجاتی ہے گویا بھوت سامنے آگیا یا کوئی درندہ بلا کو مقابل ہوا پس ان لوگوں میں وہ الفت و راحت کہاں ہے جو علماے دین میں ملاقات کیوقت
ہوا کرتی ہے اور جسطرح کا بھائی چارہ اور آپسمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی اور رنج و راحت میں شریک رہنا انسے مروی ہے وہ ان میں
کہاں ہے حتی کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فضل اور عقل والوں میں علم ایک قرابت قریبہ ہے اب ہمکو نہیں معلوم کہ جن لوگوں میں کہ علم ایک عداوت
قطعی ہو گیا ہے وہ لوگ امام شافعیؒ کے مذہب کی اقتدا کا کیسے دعوی کرتے ہیں بھلا کہیں ہو سکتا ہے کہ باوجود مباہات اور غلبہ کے طلب کے انمیں
انس ثابت ہو یہ ہرگز ہرگز نہوگا اور اس مناظرے کی برائی تمکو اتنی ہی کافی ہے کہ تمسے مومنوں کی عادتیں چھوڑا کر منافقوں کی عادتیں تمہارے ساتھ
کردے اور ایک نفاق ہے جسکی برائی کی دلیلیں لکھنے کی کچھ حاجت ہی نہیں اور مناظرہ والونکو یہ بھی کرنا پڑتا ہے مثلاً جب طرف ثانی یا انکے دوستوں
اور پیرووں سے ملتے ہیں تو ناچار زبان سے انکی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور شوق جتاتے ہیں اور انکے رتبے کے قائل ہوتے ہیں حالانکہ کہنے والا
مخاطب اور جو کوئی غیر انکی باتیں سنتا ہے سب جانتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ اور مکر اور نفاق اور بدکاری ہے کہ ظاہر میں زبان سے تو دوست ہیں اور
دل سے دشمن خدا تعالی ایسی عادت سے پناہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدمی علم سیکھیں اور اسپر عمل کرنا چھوڑ دیں اور
زبان سے دوست بنے رہیں اور دل سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں اور قرابتوں کو قطع کریں تو اسوقت میں اللہ تعالی انپر لعنت کرتا ہے پس بہرا
کر دیتا ہے انکو اور انکی بینائی کھو دیتا ہے روایت کیا اسکو حسن نے اور اس حال کے تجربہ ہو جانے سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون درست ہے اور ایک حق بات سے برائی
رکھنی اور اس سے نفرت کرنی اور اسمیں لڑنیکی حرص کرنی ہے یہانتک کہ مناظرہ کرنیوالے کے نزدیک سب سے بڑی بات یہ ہے کہ طرف ثانی کی زبان
سے امر حق ظاہر ہو اور جب ایسا ہوتا ہو تو اسکے انکار اور نہ ماننے کے لیے اپنی طاقت کے موافق مستعد ہوتا ہے اور جتنا کہ اس سے ہو سکتا ہے
اسکے دفع کیلئے مکر و فریب و حیلہ کرتا ہے یہانتک کہ امر حق میں جھگڑنا اسکی عادت جبلی ہو جاتی ہے کہ کوئی کلام جہاں کان میں پڑا اسیوقت طبیعت میں
اسپر اعتراض کرنیکی سوجھی ہوتے ہوتے یہ امر قرآن مجید کی دلیلوں میں اور شریعت کی لفظوں میں بھی اسکے دلپر غالب ہو جاتا ہے ایک کا
مقابلہ دوسرے سے کرتا ہے اور جھگڑنا ایسا برا ہے کہ باطل کے مقابلے میں بھی اس سے نہی آئی ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سے
باطل پر جھگڑا نہ کرنیکو ارشاد فرمایا چنانچہ ایک حدیث میں یوں فرمایا من ترک المراء وہو مبطل بنی اللہ لہ بیتا فی ربض الجنۃ ومن ترک المراء
وہو محق بنی اللہ لہ بیتا فی اعلی الجنۃ اور اللہ تعالی نے خود اپنی ذات پر جھوٹ کا افترا کرنیکو اور امر حق کے جھٹلانیکو برابر فرمایا چنانچہ فرمایا ومن اظلم

فمن افترىٰ على الله كذبا وكذب بالحق لما جاءه اور فرمایا فمن اظلم ممن كذب على الله وكذب بالصدق اذ جاءه اور ایک ریا اور خلق کو دکھلانا اور اُنکے دلونکے پھیرنے مین کوشش کرنی ہے اور زیادہ مرض لا علاج ہے جسکے سبب مین بڑا کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے چنانچہ اُسکا بیان باب الریا مین آویگا اور منافق کا مقصود صرف خلق مین نمود ہوتی ہے اپنی تعریف مین اُنکی زبان کا گویا ہونا ہے تو یہ سب باطن کی برائیان دس ہوئین جو سب خرابیون کی جڑ ہین اور جو خرابیان کہ غیر ضعفا اور ذمین ہو جایا کرتی ہین وہ اُنکے علاوہ رہین مثلاً اسطرح جھگڑنا کہ نوبت مشت مشت اور دھول دھپے اور لات گھونسے اور کپڑے پھاڑنے اور داڑھی پکڑنے اور مان باپ اور اُستادونکو برا کہنے اور صریح گالی دینے کی پہونچے اسطرح کے لوگ زمرۂ انسانیت سے خارج ہین جو لوگ کہ عاقل اور بزرگ ہین اُنمین یہ دسون خصلتین ضرور ہوتی ہین ہان بعض اوقات کوئی مناظرہ والا ان عادتون مین سے بعض سے بچ بھی رہتا ہے بشرطیکہ اُسکا مقابل بظاہر اُس سے کم رتبہ ہو یا بہت بڑھکر ہو یا اُسکے شہر سے اور سب آبادی سے دور رہتا ہو اور جو مناظرہ والے کہ ہمسر اور پاس پاس رہنے والے اور درجے مین مساوی ہون وہ ان دسون سے نہین خالی ہیں پھر ان دس خصلتون سے دس اور برائی حرکات متفرع ہوتی ہین جنکی تفصیل ایک ایک کی ہم طول سمجھکر قلم انداز کرتے ہین مثلاً ناک چڑھانا اور غصہ کرنا اور دشمنی اور طمع اور جاہ ومال کی طلب کی محبت جو غلبہ اور مباہات کے لیے ہوتی ہے اور خوش ہونا اور اترانا اور تونگرون اور حکام کی تعظیم اور اُنکے پاس آنا جانا اور اُنکے مال حرام مین سے لینا اور گھوڑون اور سواریون اور ممنوع لباس سے زینت کرنا اور فخر وتکبر سے لوگون کو حقیر جاننا اور بیفائدہ امر مین خوش کرنا اور کلام بہت کرنے اور دل مین سے خوف ورجا کا جاتا رہنا اور اُسپر غفلت کا چھا جانا اس درجہ تک کہ ان مین سے نماز پڑھنے والے کو یہ معلوم نہو کہ کتنی پڑھی اور کیا پڑھتا ہے اور کس سے مناجات کرتا ہے اور اپنے دل سے خشوع کی خبر تک نہو باوجودیکہ عمر بھر اُن علوم مین ڈوبا رہے جو مناظرہ پر ہون یہانتک کہ عبارت کا اچھا بولنا اور لفظ مقفی کہنا اور نادر باتونکا یاد کرنا وغیرہ اور ہمیشہ اسمین مصروف رہتا ہے حالانکہ آخرت مین یہ کچھ کام نہ آوینگے اور مناظرہ کرنیوالے مناظرہ مین موافق اپنے درجون کے مختلف ہوتے ہین اور اُنکے درجات بہت ہین اور جو شخص کہ اُنمین سے بڑا دیندار اور زیادہ عاقل ہوتا ہے اُسمین بھی ان اخلاق کے مواد مجتمع رہتے ہین اور غایۃ اُسکی یہی کہ نفس پر مجاہدہ کرکے اُنکو پوشیدہ رکھتا ہے اور یہ رذیل عادتین اُس شخص کے ساتھ بھی رہتی ہین جو وعظ ونصیحت مین مشغول رہتا ہے بشرطیکہ اُسکا ارادہ وعظ سے لوگونمین مقبول ہونا اور جاہ وشہرت وعزت کا حاصل کرنا ہو۔ اگر کوئی شخص علم مذہب وفتاوی مین لگا رہے اور اُسکی غرض یہ ہو کہ عہدۂ قضا اور وقفونکی تولیت ملے اور ہمسرونپر فوقیت ہو تو اسکو بھی یہ عادتین لازم ہونگی۔ حاصل یہ کہ یہ عادتین ایسے شخص کے ساتھ ہونگی جو علم سے سوائے آخرت کے ثواب الٰہی کے غیر چیز کا طالب ہو اور ایسے علم کے ساتھ بھی ہونگی جو عالم کو ویسا ہی نہ رکھے بلکہ ہمیشہ کو ہلاک کردے یا زندۂ جاوید بنادے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کو سخت عذاب آدمیونمین اُس عالم کو ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اُسکے علم سے نفع نہ دے تو دیکھو کہ علم نے گو نفع نہ دیا مگر نقصان کیا اور کاش اُس سے اور ونکے برابر ہی عذاب ہوکر نجات ملجاوے مگر یہ کہان ہوسکتا ہے کہ علم کا خطر بہت بڑا ہے اور اُسکا طالب ملک دائم اور دولت قدیم کا طالب ہے تو ضرور ہے کہ سلطنت ہی ملے یا ہلاک ہی ہووے کہ طالب علم کا حال مثل اس شخص کے ہے جو دنیا مین سلطنت کا خواہان ہو کہ اگر اتفاق سے سلطنت نہ ملے تو یہ توقع نہین کہ ادنیٰ شخصونکی طرح بچا رہے بلکہ بڑی بڑی رسوائیان ہونی ضرور ہین اب اگر یہ کہو کہ مناظرہ کی اجازت دینے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگونکو طلب

علم کی رغبت ہوتی ہی اسلیے کہ اگر ریاست کی محبت نہو تو علم ہی مٹ جاوے اِس شوق مین پڑھتے تو ہین نعم واقع مین یہ تمھارا کہنا ایک طرح سے درست تو ہی مگر مفید نہین اسلیے کہ اگر لڑکو نکو گیند بلّے اور چڑیون سے کھیل کا وعدہ نہ کیا جاوے تو اُنکو مکتب کی رغبت نہین ہوتی اس سے یہ نہین نکلتا کہ اُنمین رغبت کرنی اچھی ہی اسیطرح اگر محبت ریاست نہو تو علم مٹ جاوے یہ جملہ اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ جو شخص ریاست کا طالب ہو وہ نجات کا پانیوالا ہی بلکہ وہ تو اُن لوگو نمین سے ہی جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین ان اللہ لیوید ہذا الدین باقوام لا خلاق لھم اور دوسری جا ارشاد ہی ان اللہ لیوید ہذا الدین بالرجل الفاجر اس سے معلوم ہوا کہ طالب ریاست خود تو ہلاک ہونیوالا نہین ہے مگر کبھی اُسکے باعث سے دوسرے کی بہتری ہوجاتی ہی جس صورت مین کہ وہ دوسرون کو ترک دنیا کی طرف بلاتا ہو اور یہ ایسے رئیسو نمین ہوتا ہی جنکا ظاہر حال بظاہر مثل علماے سلف کے ظاہر حال کے ہوتا ہی مگر باطن مین جاہ کا قصد پوشیدہ رکھتے ہین اُنکی مثال شمع کی سی ہی کہ خود تو جلتی ہی اور دوسرے اُس سے روشنی پاتے ہین یعنے دوسرونکی بہتری اُنکے ہلاک ہونیسے ہوا کرتی ہی لیکن اگر کوئی رئیس دنیا کی طلب کی رغبت دلاوے تو اُسکو آتش سوزان کی طرح جانو جو آپ جلتی ہی اور دوسرونکو پھونکتی ہی غرض کہ علما تین طرح کے ہین یا تو وہ کہ آپ بھی ہلاک ہون اور دوسرونکو بھی ہلاک کرین وہ تو ایسے ہین جو علانیہ طلب دنیا کی تصریح کرتے ہین اور اُسکی طرف متوجہ ہین یا وہ کہ خود بھی سعید ہین اور دوسرونکو سعید کرتے ہین وہ ایسے علما ہین کہ خلق کو ظاہر اور باطن دونو نمین خدا تعالی کی طرف بلاتے ہین یا وہ کہ خود ہلاک ہونیوالے ہین اور دوسرونکو سعید کرتے ہین وہ ایسے عالم ہین کہ آخرت کی طرف بلاتے ہین اور ظاہر مین دنیا کے تارک ہین مگر دل مین یہی مقصود ہی کہ لوگون مین مقبول ہون اور جاہ قائم ہو اب تم اپنے حال مین غور کرلو کہ تم کونسی قسم سے ہو اور وہ کونسا شخص ہی جسکے لیے تم تیاری مین لگے ہو اور یہ ہرگز مت گمان کرنا کہ خدا تعالی علم و عمل مین سے ایسے کو قبول کرے گا جو اُسکی ذات پاک کے لیے خالص نہو اور انشاء اللہ ہم باب ریا بلکہ تمام جلد ثالث مین وہ بیان کرینگے جس سے تمکو شک اسمین نہ رہیگا

پانچوین فصل طالب علم اور معلم کے آداب کے ذکر مین

اور اسمین دو بیان ہین بیان اول طالب علم کے آداب مین ہر چند طالب علم کے آداب بہت ہین مگر وہ سب دس آداب مین آجاتے ہین ادب اول یہ ہی کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بُری صفات سے پاک کرے اسلیے کہ علم دل کی عبادت اور باطن کی درستی اور اسکا نزدیک ہونا خدا تعالی سے ہی اور جسطرح نماز کہ وظیفہ اعضاے ظاہری ہی بدون طہارت ظاہر کے حدث اور نجاست سے درست نہین ہوتی اسیطرح عبادت باطن یعنی علم کے باعث دل کی عبادت بھی بدون بُرے اخلاق اور نجس صفات سے پاک ہونیکے درست نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بنی الدین علی النظافۃ یعنی دین ستھرائی پر بنیا ہوا ہی تو ستھرائی ظاہر و باطن دونون کی چاہیے اللہ تعالی فرماتا ہی انما المشرکون نجس یعنی مشرک ناپاک ہین اسمین عقلونکو اس بات کی آگاہی دی گئی ہی کہ طہارت اور نجاست ظاہری پر موقوف نہین جو آنکھ سے سوجھے بلکہ مشرک بعض اوقات کپڑے بھی صاف پہنے ہوتا ہی اور بدن بھی صاف ہوتا ہی مگر باطن اسکا پلید یونمین آلودہ رہتا ہی اور نجاست اُسکو کہتے ہین جس سے احتراز کیا جاوے اور علیحدگی مطلوب ہو اور صفات باطن کی نجاستین احتراز کیے جانے کے لیے زیادہ اہم ہین اسلیے کہ وہ سردست تو پلیدی ہی ہین اور انجام کو ہلاک کرنیوالی ہین اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہی لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب اور قلب انسان کا وہ گھر ہی جسمین فرشتونکا گذر اور اترنا اور مقام ہوتا ہی اور بُری صفتین مثل غضب اور شہوت

۱ع ... ان الفاظ کے ساتھ ... کی حقیقت ... مین بروایت عائشہؓ ... الاسلام نظیف ... ۱۲

اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب وغیرہ کے بھونکتے کتے ہین تو جب دلمین یہ کتے بھرے ہونگے تو پھر فرشتونکا گذر اسمین کہان ہوگا اور نور علم جو خدا تعالی دلمین پہونچاتا ہو وہ صرف فرشتونکے ذریعہ سے پہونچاتا ہو چنانچہ خود فرماتا ہو وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا[۱] او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء اور اسیطرح علوم کی رحمت جو دلونپر بھیجتا ہو اسکے اقبیل بھی وہ فرشتے ہوتے ہین جو ان علوم پر مقرر ہین اور فرشتے پاک اور صاف اور صفات مذمومہ سے بیزار ہین تو وہ پاک ہی جگہ دیکھتے ہیں اور جو اللہ تعالی کی رحمت کے خزانے اُنکے پاس ہین اُنکو پاک ہی دلمین بھرتے ہین۔ اور ہم یہ نہین کہتے کہ حدیث مذکور مین بیت سے مراد دل ہو اور کلب غضب و صفات مذمومہ ہین تاکہ فرقہ باطنیہ ہمپر اعتراض کرین کہ جس امر سے ہمکو مانع ہو وہی خود کرتے ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اس حدیث سے تنبیہ اس مطلب پر پائی جاتی ہو اور ظاہر لفظون کو بدل کر باطن کے معنے لینے اور بات ہو اور ظاہری معنی قائم رکھکر باطنی معنون کی طرف اُسسے تنبیہ پائی جانی اور بات ہو یہ دوسری شق عبرت حاصل کرنے کی ہو اور علما اور نیک بندون کا طریق یہی ہو اسلیے کہ عبرت اسی کو کہتے ہین کہ جو چیز دوسرے کو کہی جاوے اُس سے اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ خود نصیحت حاصل کرے مثلاً اگر کوئی عاقل غیر پر مصیبت دیکھے تو وہ اپنے لیے اُسکو عبرت کر لیتا ہو کہ ہم بھی ہدف مصیبت ہین اور دنیا مین انقلاب ہوتا ہی رہتا ہو تو دوسرے کا حال دیکھکر اپنے نفس کی طرف خیال کرنا اور نفس سے اصل دنیا کو سوچنا ایک عمدہ عبرت ہو اسیطرح اس بیت سے جو خلق کا بنایا ہوتا ہو تم بھی دل کی طرف خیال کرو جو خدا تعالی کے گھر مین سے ایک مکان ہو۔ اور کلب سے جسکی مذمت صفت کے سبب سے یعنی درندگی اور نجاست سے ہوئی ہو نہ صورت کی جہت سے روح سگی کا دھیان کرو جو درندگی ہو۔ اور جان لو کہ جس دلمین غضب اور دنیا کی حرص اور اُسپر لڑنا جھگڑنا اور مال پر حریص ہونا اور لوگون کی ہتک کرنا بھرا ہو وہ دل باطن مین کلب ہو اور ظاہر مین قلب اور نور عقل باطن کو دیکھا کرتا ہو ظاہر کا لحاظ نہین کرتا اور اس جہان مین معانی پر صورتین غالب ہین اور معانی اُنکے اندر رہین اور آخرت[۲] مین صورتون کے معانی کار آمد ہونگے اور معانی غالب ہونگے اسی لیے ہر شخص کا حشر اسکی معنوی صورت پر ہوگا مثلاً جو شخص لوگونکی ہتک عزت کرتا ہوگا وہ اُس کتے کی شکل پر اُٹھیگا جو شکار پر چھوٹا ہو اور جو شخص کہ لوگون کے مال کا حریص ہوگا وہ ظالم بھیڑیے کی صورت پر اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اور ریاست کا طالب شیر کی صورت پر اُٹھےگا اور اس امر پر اخبار[۳] وارد ہین اور صاحبان بصیرت و بصارت کے نزدیک عبرت اسپر شاہد ہو پس اگر کوئی کہے بہت سے طالب علم اخلاق بد رکھتے ہین اور انھون نے علوم حاصل کیے ہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ کبھی نہین ہوسکتا جو شخص اخلاق بد رکھتا ہے اُسکو علم حقیقی جو آخرت مین کار آمد موجب سعادت ابد ہو کبھی نہ آویگا وہ اُس سے بمراحل دور ہو اس لیے کہ اُس علم کے آغاز ہی مین یہ ہو کہ طالب کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ گناہ زہر قاتل اور ہلاک کرنے والے ہین اور تمنے کبھی کسی کو دیکھا ہو کہ زہر کھالیوے باوجود دیکھ جانتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہے جس علم کو تمنے سنا ہو وہ رسمی لوگون کی ایک بات ہو کہ کبھی اپنی زبان پر اُسکو چکنا دیتے ہین اور کبھی اپنے دلون مین اسکو بار بار کہتے ہین اُسکو علم مین کچھ دخل نہین حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ وہ ایک نور ہو کہ دل مین ڈالا جاتا ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہو کہ علم صرف خوف الہی ہے اس لیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء گویا اللہ صاحب نے علم کے ثمرات مین جو خاص تر تھا اُسکی طرف اشارہ کردیا اور اسی جہت سے بعض محققون نے اس جملہ کے معنی

ف۱ اور کسی آدمی کی طاقت نہین کہ اس سے باتین کرے اللہ مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہونچا دے اسکے حکم سے جو چاہے ۱۲

ف۲ ذہبی نے بروایت [illegible] سند ضعیف سے مضمون بالا [illegible] روایت کیا ہے

ف۳ [illegible] اللہ تعالی سے ڈرتے ہین [illegible]

ف۴ [illegible] جن کو سمجھ [illegible] اور وہ فہم [illegible] و انقلاب [illegible] ۱۲ امیر علی الاصل [illegible]

ف۵ اصل مین [illegible] اور آخرت مین [illegible] معانی کے تابع [illegible] ۱۲ امیر علی

کہ تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی العلم ان یکون الا للہ یعنی ہمنے غیر خدا کے واسطے علم سیکھا مگر علم نے انکار کیا بجز اُسکے کہ خدا کیلیے ہو اسطرح کہتے ہین کہ علم ہمکو نہ آیا اور اُسکی حقیقت ہمپر نہ کھلی صرف ظاہری الفاظ وعبارت حاصل ہوئی۔ اب اگر کہو کہ ہم تو بہت سے علماے محققین اور فقہا کو دیکھتے ہین کہ فروع و اصول مین فائق اور بڑے ماہرون مین شمار کیے جاتے ہین مگر اُنکے اخلاق بُرے ہین اُنسے وہ پاک وصاف نہین ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب تم علوم کے مراتب اور علم آخرت کو جان لوگے تو تمکو ظاہر ہوگا کہ جس علم مین یہ علما مشغول ہین وہ علم ہونیکی جہت سے کم مفید ہے اُسکا فائدہ صرف اس جہت سے ہوتا ہے کہ اسکی طلب اللہ تعالی کیلئے ہو اور مقصود اُس سے خدا تعالی کا قرب ہو چنانچہ اس بات کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین اور عنقریب اس باب مین زیادہ بیان و توضیح کیجاویگی انشاء اللہ تعالی دوسرا ادب یہ ہے کہ طالب العلم دنیا کے شغل کے علاقے کم کر دے اور اپنے اقارب اور وطن سے دوری اختیار کرے اسلیے کہ علاقے سب حارج اور مانع ہین اور اللہ تعالی نے کسی انسان کے اندر دو دل نہین بنائے تو جب فکر بٹا رہیگا حقیقتونکے دریافت سے قصور کریگا اور اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ علم تجکو اپنا تھوڑا حصہ نہ دیگا جبتک تو اسکو اپنا سب دل و جان حوالہ نہ کرے اور جب تو ایسا کریگا تو تھوڑا حصہ جو تجکو علم دیگا اُس سے تجکو خطر ہے معلوم نہین کہ نافع ہو یا نہو اور جو فکر کہ بہت کامونمین بٹا رہتا ہے اُسکا حال نالے کا سا ہے جسکا پانی پھیل گیا ہو کہ کچھ تو زمین پی جاتی ہے اور کچھ ہوا اُسکو اڑا دیتی ہے تو اُسمین اتنا نہین رہتا کہ اکٹھا ہو کر کھیتی مین پہونچے تیسرا ادب یہ ہے کہ علم پر تکبر نہ کرے اور نہ استاد پر حکومت بلکہ اپنے معاملے کو ہر حال مین بالکل اُسکے اختیار پر چھوڑ دے اور اُسکی نصیحت کو ایسا مانے جیسے جاہل بیمار طبیب مشفق وحاذق کی مانتا ہے اور چاہیے کہ اُستاد سے انکسار کے ساتھ پیش آوے اور اُسکی خدمت سے ثواب و شرف کا طالب ہو شعبی روایت کرتے ہین کہ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازے کی نماز پڑھی پھر اُنکا خچر قریب کر دیا گیا کہ اُسپر سوار ہون حضرت ابن عباس رض تشریف لائے عہ اور اُنکی رکاب تھام لی زید بن ثابت نے فرمایا کہ اے چچازاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ رکاب چھوڑ دین آپ نے فرمایا کہ ہمکو یون ہی حکم ہے کہ علما اور بڑے لوگون سے اسیطرح پیش آوین اُنھون نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ ہمکو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے ساتھ اسیطرح کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایماندار کی عادت مین نہین کہ خوشامد کرے الا علم کی طلب مین پس طالب العلم کو نہ چاہیے علم پر تکبر کرے مثلاً تکبر علم پر اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ اُسی سے پڑھینگے جو معروف و مشہور عالم ہو دوسرے سے پڑھنے مین کتیاوے یہ عین حماقت ہے اسلیے کہ علم نجات اور سعادت کا سبب ہے تو جو شخص کسی درندہ ضرر پہونچانے والے سے مفر اور گریز کا طالب ہو وہ اس بات مین فرق نہ کریگا کہ اُسکو گریز کی تدبیر کوئی مشہور آدمی بتاوے یا گمنام اور ظاہر ہے کہ درندہ آتش کا نقصان خدا تعالی کا نجانے والون پر بہ نسبت ہر ایک درندہ کے ضرر کے نہایت سخت ہوگا اور حکمت ایماندار کی گم ہوئی چیز ہے جہان ملجاوے اُسکو غنیمت جانے اور جو کوئی اُسے اُس تک پہونچاوے اُسکا احسان مانے خواہ کوئی ہو اور اسی لیے کسی نے شعر کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر علم کو اہل تکبر سے تنفر ہے مدام جیسے رکھتی ہے مکانون سے عداوت سیلاب غرض کہ علم بدون انکسار اور کان لگانے نہین آتا اللہ تعالی فرماتا ہے ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وہو شہید اور دل والا ہونے سے یہ غرض ہے کہ علم کی قابلیت اور سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو پھر سمجھنے پر قادر ہونا ہی کافی نہین جبتک کہ کان حضور دل سے نہ لگاوے تاکہ جو کچھ کان مین ڈالا جاوے اُسکو اچھی طرح سنکر انکسار اور شکر اور خوشی و منت کے ساتھ

ارح ابن عدی بروایت سعد و بسند ضعیف ۱۲

عہ اسمین سوچنے کی جگہ ہو اسکو جیسے ازبدان ہو بات لگاوے کان دل لگا کے اصل مین ہے

جان لیگا تو تمپر ظاہر ہوگی کہ جس علم الخ ۱۲ امیر علی

عہ یہ قصہ طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے ۱۲

قبول کرے اُستاد کے سامنے شاگرد کو ایسا رہنا چاہیے جیسے نرم زمین جسپر بہت سا مینھ برسے اور وہ سب پی جاوے کہ جب اُستاد کوئی
طریق تعلیم کا اُسکو بتادے اُسکی پیروی کرے اپنی رائے کو دخل نہ دے اسلیے کہ مرشد اگر خطا پر بھی ہوگا تو وہ خطا خود شاگرد کے صواب
سے اُسکے حق مین زیادہ مفید ہے کیونکہ تجربہ سے ایسی باتین باریک معلوم ہوتی ہین جنکے سُننے سے تعجب آتا ہے مگر اُنکا فائدہ بہت ہوتا ہے
مثلاً بہت سے بیمار گرم مزاج ہوتے ہین کہ طبیب اُنکا علاج بعض اوقات مین گرم دواؤن سے کرتا ہے تاکہ حرارت اتنی قوی ہوجاوے
کہ علاج کا صدمہ اُٹھا سکے تو جس شخص کو فن علاج مین وقوف نہین اُسکو اس علاج سے تعجب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر اور حضرت
موسیٰ علیہما السلام کے قصہ سے تنبیہ فرمادی کہ حضرت خضرؑ نے یہ فرمایا انک لن تستطیع معی صبرا وکیف تصبر علی ما لم تحط بہ خبرا[ت ۱] پھر شرط کرلی کہ چپ رہنا اور جبتک
مین نہ کہون کچھ مت پوچھنا چنانچہ فرمایا فان اتبعتنی فلا تسألنی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرا[ت ۲] اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر نہ کیا اور بار بار اُنکو ٹوکتے
رہے یہانتک کہ یہی دونون مین جدائی کا باعث ہوا حاصل یہ کہ جو شاگرد اپنے استاد کی رائے کے سامنے اپنے آپ رائے اور اختیار باقی رکھیگا وہ
اپنی حاجت سے محروم رہیگا۔ اب اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون[ت ۳] اس سے تو پوچھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے تو اسکا
جواب یہ ہے کہ واقع مین پوچھنا درست ہے لیکن جن چیزونکے پوچھنے کی اجازت استاد دے وہی پوچھے اسلیے کہ ایسی بات پوچھنی جسکی سمجھ کا مرتبہ
تمکو حاصل نہین بُری ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوچھنے سے منع فرمایا تھا غرضکہ وقت سے پیشتر
سوال نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ اُستاد کو خوب معلوم کہ تمکو کس چیز کی حاجت ہے اور کونسا وقت بتانی چاہیے اور ہر مقام مین درجات کے مراتب سے
جبتک کہ بتانیکا وقت نہین آتا تب تک پوچھنے کا وقت بھی نہین آتا اور حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عالم کا حق یہ ہے کہ اُس سے سوال
بہت مت کرو اور جواب مین اُسکو طعنہ مت دو اور جب وہ تھک جاوے تو اصرار نکرو اور جب اُٹھے تو اُسکا کپڑا مت پکڑو اور اُس کے بھید کو
ظاہر نکرو اور نہ اُسکے پاس کسی کی غیبت کرو اور نہ اُسکی لغزش کی تلاش کرو اور اگر وہ لغزش کرے تو اُسکا عذر قبول کرو اور اُسکی عزت و توقیر کو
خدا کیواسطے اپنے اوپر لازم سمجھو جبتک کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرے اور اُس سے آگے مت بیٹھو اور اگر اُسکو کوئی حاجت ہو تو سب لوگون سے پیشتر
اُسکے لیے اُٹھو چوتھا ادب یہ ہے کہ طالب علم ابتداے امر مین لوگونکے اختلافات کے سُننے سے احتراز کرے خواہ علم دنیا کا طالب ہو خواہ علم
آخرت کا اسلیے کہ اختلافونکے سُننے سے مبتدی کی عقل متحیر اور ذہن پریشان ہوجاتا ہے سست ہوجاتی ہے اور ادراک و اطلاع سے یاس ہوجاتا ہے
بلکہ یون چاہیے کہ اول ایک عمدہ طریقہ جو اُستاد کے نزدیک پسندیدہ ہو اُسکا تو یقین کرے پھر اُسکے بعد اور مذہبون اور اُنکے شبہون کو سُنے
اور اگر اُسکا استاد ایک مذہب کے اختیار کرنے مین پختہ نہو اور اُسکی عادت یہی ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے مین بدلتا رہتا ہو اور اُنکے اقوال کو نقل
کرتا ہو تو ایسے اُستاد سے بچنا چاہیے اسلیے کہ ایسا شخص ہدایت کم کرتا ہے اور گمراہ زیادہ تو بھلا اندھونکو اندھا راہ بتانیکے لائق کب ہو اور
اسطرح کا شخص ہنوز وادی حیرت اور تیہ نابینائی مین ہے ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند + اور مبتدی کو شبہات سے منع کرنا ایسا ہی جیسے نو مسلم کو
کفار کے ملنے سے اور منتہی کو اختلافون مین نظر کرنیکی ترغیب ایسی ہی جیسے قوی الایمان کو کفار کے ملنے کی اسلیے کہ ہر کارے و ہر مردے اسیوجہ
سے نامرد کو نہین کہا کرتے کہ کفار پر حملہ کر بلکہ شجاع آدمی کو اس کام کے لیے بلاتے ہین۔ اور بعض ضعیفون نے اس دقیقہ سے غافل ہوکر گمان
کرلیا کہ جو مسائل سہل قوی لوگون سے منقول ہین اُنکی اقتدا کرنا درست ہے یہ نجانا کہ زبردستون کے معاملات کمزورون کے معاملون سے

ت ۱ تو نہ کر سکیگا میرے ساتھ صبر اور کسطرح صبر کریگا دیکھ کر ایک چیز جسکی سمجھ تجھے نہیں ۱۲

ت ۲ پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو کوئی چیز جبتک میں شروع نہ کرون تیرے پاس اسکا مذکور ۱۲

ت ۳ پوچھو یاد رکھنے والون سے اگر تم نہین جانتے ۱۲

علیحدہ ہین اور اس با ب مین بعض مشایخ نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے مجکو ابتدا مین دیکھا وہ تو صدیق ہو گیا اور جسنے انتہا مین دیکھا وہ زندیق ہوا اسلیے کہ انتہا مین اعمال باطن پر جا ٹھہرتے ہین اور ظاہر کے اعضا بجز فرائض کے اور حرکات سے ساکن ہو جاتے ہین تو دیکھنے والون کو یہی[۱۲] سو جھتا ہی کہ یہ امر سستی اور کسل اور بیکار رہنا ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ یہ تو دل کی نگرانی عین حضوری کے اندر اور بدام ذکر کا ملازم رہنا ہی جو سب اعمال سے بہتر ہی اور ضعیف آدمی جو قوی کے ظاہر حال کو دیکھکر جانتا ہی کہ یہ لغزش ہی اور خود ویسا کرتا ہی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص ایک پانیکے کوزہ مین تھوڑیسی نجاست ڈالدے اور اسکا عذر یہ کرے کہ سمندر مین تو اسکی ہزار گنی نجاست ڈالدیتے ہین اور وہ کوزہ سے کہین بڑا ہی تو جو بات سمندر کو درست ہی وہ کوزہ کو بطریق اولی ہونی چاہیے اور اس بیچارہ کو یہ معلوم نہین کہ سمندر اپنی قوت کے باعث نجاست کو پانی بنا لیتا ہی اور سمندر کے غلبہ سے نجاست بھی اسیطرح کی ہو جاتی ہی اور تھوڑی نجاست کوزے پر غالب ہوتی ہے وہ کوزہ کو اپنی طرح کر دیتی ہی۔ اور اسیطرح کی دلیل کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ بات درست کی گئی جو غیرون کے لیے نہوئی مثلاً آپ کے لیے نو بیبیان مباح ہوئین اس سبب سے کہ آپ مین اتنی قوت تھی کہ اسکے باعث عورتون مین عدل فرماتے تھے گو کتنی ہی بہت ہون اور دوسرا شخص تھوڑی پر بھی عدل نہین کر سکتا بلکہ انکے درمیان کا نقصان خود اس تک بڑھ آویگا کہ انکی رضامندی کی طلب مین نوبت خدا تعالی کی نافرمانی کی پہونچیگی بھلا جو شخص فرشتون کو لوہارون پر قیاس کرے کہین اسکو فلاح ہوگی پانچوان ادب یہ ہی کہ طالب علم عمدہ علوم مین سے کوئی فن اور کوئی قسم بدون دیکھے نہ چھوڑے اور سطرح دیکھے کہ اسکے مقصود اور علت غائی سے مطلع ہو جاوے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اسمین کمال پیدا کرنیکا طالب ہو ورنہ جو اہم ہو اسمین مشغول ہو کر اسکو تو کامل کرلے اور باقی علوم مین سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرلے کیونکہ علوم ایک دوسرے کے مددگار اور آپسمین وابستہ ہین اور سردست جو اسکو نہین سیکھتے تو عداوت کی جہت سے ہی کہ جو چیز آدمی کو نہین آتی اسکا دشمن ہوا کرتا ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم اور کسیکا شعر ہی شعر مزہ جسکا ہو مرض سے کڑوا شیرین پانی کو وہ جانے کڑوا غرض کہ عمدہ علوم اپنے مدارج کے موافق یا تو بندہ کو خدا تعالی کی راہ کا سالک کرتے ہین یا سلوک مین کسی قسم کی اعانت کرتے ہین اور مقصود سے دوری اور نزدیکی مین ہر ایک علم کا ایک مقام خاص ٹھہرا ہوا ہی جو لوگ ان علوم سے آگاہ ہین وہ ایسے ہین جیسے جہاد مین گھاٹیون اور گھاتون کے محافظ ہوتے ہین اور ہر ایک کے لیے انمین سے ایک مرتبہ ہی اور اپنے درجے کے موافق آخرت مین ہر ایک کو ثواب ہی بشرطیکہ اس علم سے خدا تعالی کی رضا قصد کی ہو چھٹا ادب یہ ہی کہ علم کے فنون سے کسی فن کو دفعۃً اختیار نہ کرے بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور جو اہم ہو اس سے شروع کرے اسوجہ سے کہ عمر تو اکثر سب علوم کے لیے کافی نہین ہوا کرتی اس نظر سے احتیاط کی بات یہ ہی کہ ہر چیز مین سے عمدہ حاصل کرے اور اسمین سے تھوڑی سی پر قانع ہو اور تھوڑے سے علم کے باعث جتنی قوت ہوتی ہو وہ سب اس علم کے پورا کرنے مین صرف کرے جو اشرف علوم ہی یعنی علم آخرت کی دونون قسمون معاملہ اور مکاشفہ مین کہ علت غائی علم معاملہ کی مکاشفہ ہی اور مکاشفہ کا انجام خدا تعالی کی معرفت ہی اور ہماری غرض علم مکاشفہ سے وہ اعتقاد نہین جسکو عوام باپ دادا کون سے سنتے آئے ہون یا زبانی یاد کر لیا ہو اور نہ طریق کلام مراد ہی کہ طرف ثانی کے مقابلہ مین بات بنی رہے وہ قدح نہ کر سکے چنانچہ غایت کلام جاننے والے کی اتنی ہی ہی بلکہ علم مکاشفہ سے ہماری غرض ایک قسم کا یقین ہی جو اس نور کا نتیجہ ہوتا ہی جسکو خدا تعالی

عباس رضی ... وارد ہی کہ آپکے پاس نو بیبیان تھین ۱۲

بندے کے دل مین ڈالدیتا ہی جبکہ وہ اپنے باطن کو مجاہدہ کرکے خباثتون سے پاک کرلیتا ہی یہانتک کہ ہوتے ہوتے حضرت ابوبکر کے ایمان
کے مرتبے تک پہونچ جاتا ہی جسکی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی کہ اگر ابوبکر کا ایمان تمام عالم کے ایمان سے تولا جاوے
تو وہی جھکتا رہیگا۔ ہمارے نزدیک یہ نہین معلوم ہوتا کہ جس بات کا معتقد عامی ہی اور جسکو متکلم بناتا ہی کہ وہ بھی عامی سے صرف کلام کی
صنعت مین بڑھکر ہی اور اسیوجہ سے اُسکے فن کا نام کلام ہوا ہی یہ بات نہ تھی کہ یہ صنعت حضرت عمر اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ
عنہم کو نہ آتی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس میں اُن سے فائق ہوتے بلکہ اُنکی افضلیت کی بات عامی اور متکلم کے عقائد کے سوا تھی یعنی اُس بھید کے
سبب اُنکو فضل تھا جو اُنکے سینے مین ڈالا گیا تھا اور تعجب اُس شخص سے ہی کہ اس جیسے اقوال صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے پھر
اُسکے موافق جو کچھ سنے اسکو حقارت کریے اور کہے کہ یہ صوفیون کی بیہودہ باتین ہین اور کچھ سمجھ مین نہین آتین اس بات مین آدمی کو
تامل کرنا چاہیے کہ اسی جگہہ راس المال جاتا رہتا ہی حاصل یہ کہ تمکو اُس بھید کی معرفت کا حریص ہونا چاہیے جو فقہا اور متکلمین کے حوصلہ
اور سرمایہ سے خارج ہی اور تمکو اُسکا راستہ بجز اُسکے نہ ملیگا کہ اُسکے طلب کے حریص ہو۔ خلاصہ یہ کہ سب علوم مین اشرف اور سب کی
علت غائی خدا تعالیٰ کی معرفت ہی اور وہ ایک دریا ہی جسکی تھاہ معلوم نہین ہوتی اس باب مین سب آدمیون سے بڑھکر انبیا کا درجہ
ہی پھر اولیا کا پھر جو اُنکے متصل ہون اور ایک روایت ہی کہ پہلے حکیمون مین سے دو حکیمونکی تصویر کسی مسجد مین نظر پڑی ایک کے ہاتھ مین ایک
پرچہ ہی جسمین یہ لکھا ہی کہ اگر تم ہر ایک چیز کو درست کرلو تو یہ نجانو کہ ایک چیز کو بھی درست کیا ہی جبتک کہ خدا تعالیٰ کو نہ پہچانو اور یہ جان لو
کہ مسبب الاسباب اور چیزونکا ایجاد کرنے والا وہی ہے اور دوسرے کے ہاتھ کے پرچے مین یہ ہی کہ خدا تعالیٰ کی معرفت سے پہلے مین
پانی پیتا تھا اور پیاسا رہتا تھا یہانتک کہ جب اُسکو پہچانا تو بدون پیئے ہی پیاس بجھ گئی **ساتواں ادب** یہ ہی کہ کسی فن مین قدم نرکھے
جبتک کہ اُس سے پیشتر کے فن کو پورا نہ کرلے اسلیے کہ علوم ایک ترتیب ضروری سے مرتب ہین اور ایک علم دوسرے کا راستہ ہی تو توفیق یافتہ وہی ہے
جو اس ترتیب اور درجات کا لحاظ رکھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الذین آتینٰہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ یعنی ایک فن سے آگے نہین بڑھتے جبتک
کہ علم و عمل کی رو سے اُسکو پختہ نہ کرلین اور چاہیے کہ جس علم کا قصد کرے اُسمین نیت اُس سے اوپر کے علم پر ترقی کرنے کی ہو اور اگر کسی علم
مین لوگون کا اختلاف واقع ہو یا کسی ایک شخص اُسمین خطا کرین یا اپنے علم کے بموجب عمل نکرین تو چاہیے کہ ان وجوہ سے اس علم کو
نکما نہ کہدے جیسے بعض لوگ معقولات اور فقہیات مین دیکھتے اور کہتے ہین کہ اگر انکی کچھ اصل ہوتی تو جو لوگ اُنکے ماہر ہین اُن کو ملتی
اور کتاب معیار العلم مین ہم اس شبہہ کا جواب لکھ چکے ہین اور بعض لوگ طبیب کی خطا دیکھکر طب کو نکما سمجھتے ہین اور ایک نجومی کی باتین
اتفاقا سچ نکلنے سے کچھ لوگ اُسکی درستی کے معتقد ہوگئے ہین اور کچھ لوگ دوسرے نجومی کی خطا معلوم کرکے اُسکو بیکار بتاتے ہین حالانکہ
سب غلطی پر ہین بلکہ یون چاہیے کہ چیز کو فی نفسہ جان لین کیسی ہی شخص کسی علم مین اتنا تبحر نہین رکھتا کہ اُسکی سب جزئیات سے
واقف ہو اور اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ حق کو مردون سے مت پہچانو بلکہ حق کو معلوم کرلو پھر حق والون کو خود جان جاوگے
آٹھواں ادب یہ ہی کہ اس سبب کو معلوم کرے جس سے علوم کا شرف حاصل ہوتا ہی اور شرف دو چیزون کے باعث سے ہوتا ہے
اول ثمرہ کے شرف سے دوم دلیل کی پختگی اور قوت سے مثلا علم دین اور علم طب کو جو دیکھتے ہین تو اول کا ثمرہ زندگی ابدی ہی اور دوسرے کا

لے ابن عدی بروایت ابن عمر باسناد ضعیف اور بیہقی نے ابن عمر سے [illegible]

ثمرۂ زندگانی فانی اسی جہت سے علم دین اشرف ہوگا کہ اُسکا ثمرہ اشرف ہی اور علم حساب اور علم نجوم کو اگر دیکھو تو حساب کی دلیلین پختہ اور
قوی ہین اسکو علم نجوم پر شرف ہی اور اگر حساب کو علم طب کے لحاظ سے دیکھین تو اس صورت مین طب کو ثمرہ کے اعتبار سے شرف ہی اور حساب
کو دلیلون کی رو سے اور ثمرہ کا لحاظ کرنا بہ نسبت دلیلون کے بہتر ہی اسلیے طب حساب سے اشرف ہی اگرچہ علم طب اکثر تخمین اور قیاس سے ہی - اور
اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ سب علوم سے اشرف علم خدا تعالیٰ اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولونکا اور وہ علم ہے جو ان علوم تک
پہونچنے کا ذریعہ ہو تو اب تم کو بجز اس علم کے اور علم کی طرف رغبت اور حرص نہ کرنی چاہیے **نوان** ادب یہ ہو کہ طالب علم کا قصد علم
سر دست تو یہ ہو کہ اپنے باطن کو آراستہ اور فضیلت سے مزین کرے اور انجام کو یہ ہو کہ خدا تعالیٰ کا قرب اور فرشتون اور مقربان ملاء اعلیٰ
کی ہمسائگی حاصل ہو اور علم سے غرض ریاست اور مال و جاہ اور بیوقوفون سے جھگڑنے اور ہمسرون پر فخر کرنیکی نہو اور جس شخص کی نیت
علم سے قرب الٰہی ہو تو بالضرور وہ ایسے علم کو طلب کرے جو اُسکے مقصود سے بہت قریب ہو یعنی علم آخرت کا طالب ہو اور باوجود اسکے
اسکو نہ چاہیے کہ علم فتاوے اور علم نحو اور علم لغت جو متعلق کتاب و سنت کے ہین اور سوا اُنکے اور علوم کو جنکا ذکر ہمنے مقدمات و متممات
مین کیا ہی اور وہ فرض کفایہ علمون کے اقسام مین ہین اُنکو حقارت کی آنکھ سے دیکھے - اور ہمنے جو علم آخرت کی تعریف مین بہت سا مبالغہ
کیا ہی اس سے تم یہ مت سمجھنا کہ یہ علوم بُرے ہین اس لیے کہ جو لوگ ان علمون کے عالم ہین اُنکا حال مثل اُن لوگون کے ہی جو گھاٹیونکی محافظت
اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرتے ہین یعنے اُن مین سے بعض لوگ تو لڑتے ہین اور بعض لوگ مدد کرتے ہین اور کچھ اُنکو پانی پلاتے ہین
اور کچھ سواریون کی حفاظت اور خدمت کرتے ہین اور انمین سے کوئی شخص ثواب سے خالی نہین بشرطیکہ اُسکی نیت خدا تعالیٰ کے بول بالا
کرنیسے ہو یہ نہو کہ لوٹ ملیگی اسیطرح علما کا حال ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فرمایا ہم درجات
عند اللہ یعنی وہ کئی درجہ ہین اللہ کے نزدیک غرض کہ اہل علوم کی فضیلت اعتباری اور اضافی ہے کہ کسی کی نسبت اعلیٰ ہین اور کسی کے
لحاظ سے ادنیٰ یہ نہین کہ بذات خود حقیر ہون مثلاً اگر صرافون کو بادشاہون کی نسبت کم رتبہ کہا جاوے تو اس سے یہ معلوم ہوگا کہ اگر جاروب
کشون کی نسبت اُنکو قیاس کرین تب بھی حقیر ہونگے پس یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جو علم اعلیٰ رتبہ سے کم ہو وہ بیقدر ہی بلکہ یون جاننا چاہیے
کہ سب سے اعلیٰ رتبہ انبیا کا ہی پھر اولیا کا پھر اُن علما کا جو علم مین مضبوط ہین پھر نیک بندون کا موافق اُنکے درجات کے حاصل یہ کہ جو ذرہ
برابر خیر کریگا اُسکا ثواب اُسکو ملیگا اور جو شخص علم سے خدا تعالیٰ کی رضا قصد کریگا خواہ کوئی سا علم ہو تو وہ علم اُسکو مفید ہوگا اور بالضرور
اُسکا رتبہ بلند کریگا **دسوان** ادب یہ ہی کہ علم کی نسبت اصلی مقصود کی طرف معلوم کرے تاکہ جو مقصود سے قریب ہو اُسکو بعید پر ترجیح دے اور جو علم
اہم ہو اُسکو اختیار کرے اور معنی مہم کے یہ ہین کہ جو تمکو فکر مین ڈالے اور ظاہر ہی کہ دنیا اور آخرت مین تمکو بجز تمہارے حال کے اور کوئی چیز فکر مین نہین
ڈالتی اور چونکہ تمسے نہین ہوسکتا کہ دنیا کے مزون اور آخرت کی راحتون کو اکٹھا کرسکو چنانچہ قرآن مجید مین اس امر کا ذکر آچکا ہی اور نور بصیرت بھی
اسکا شاہد ہی جو بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم وہی ہی جو ابد الآباد تک رہے اور اس صورت مین دنیا ایک منزل ہو جاویگی
اور بدن سواری اور اعمال مقصود کی طرف کو چلنا اور مقصود بجز دیدار الٰہی کے اور کچھ نہین کہ تمام لذت و راحت اُسی مین ہی گو اس جہان مین اُسکی
قدر کم لوگ جانتے ہین اور علوم کو اگر خدا تعالیٰ کی ملاقات اور اُسکی ذات پاک کی دیدار کی نسبت کر دیکھو تو تین قسم کے ہین اور دیدار سے وہ غرض ہی

ترجمہ اللہ تعالیٰ بلند کریگا ان کو جو ایمان لائے اور جنکو علم دیا گیا درجے ہین ۱۲

جسکے طالب بنیا تھے اور وہی اُسکو سمجھتے تھے وہ دیدار مراد نہین جو عوام اور کلام والون کے ذہن مین آتا ہی ان قسمون کو تم ایک مثال سے سمجھ لوگے
وہ یہ ہی کہ اگر کسی غلام سے کہا جاوے کہ اگر تو حج کریگا اور اعمال کو کامل طور پر بجا لاویگا تو تو آزاد ہو جائیگا اور سلطنت بھی ملیگی اور اگر تو حج
کا راستہ شروع کریگا اور اُسکی تیاری کریگا اور راہ مین کوئی مانع پیش آویگا تو تو آزاد بھی ہو جاویگا اور بند غلامی سے رہائی پاویگا مگر
سلطنت کی سعادت سے مشرف نہوگا تو غلام مذکور کو تین طرح کے کام پیش آوینگے اول سامان سفر کرنا یعنی اونٹ خریدنا اور مشک سینی اور غلہ وغیرہ مول لینا
دوم وطن سے جدا ہو کر کعبہ کو منزل بمنزل چلدینا سوم اعمال حج مین مشغول ہونا اور ایک ایک رکن کو ترتیب وار ادا کرنا ان تینون حالتون سے
اور احرام اور طواف رخصت سے فارغ ہو کر غلام مذکور مستحق آزادی اور سلطنت کا ہوگا اور ہر حال مین بھی غلام مذکور کے بہت سے مراتب ہین یعنی
شروع سامان سے اُسکے آخر تک اور آغاز سفر سے اُسکے تمام ہونے تک اور ابتدائے ارکان حج سے اُسکے انجام تک بہت سے درجات ہین اب
ظاہر ہی کہ جو شخص ابھی زاد اور سواری کی تیاری مین ہو یا چلنا شروع کر دیا ہو وہ سعادت سے اتنا قریب نہوگا جتنا وہ شخص ہوگا جسنے ارکان حج
شروع کر دیے کیونکہ وہ دو حالات طے کر چکا ہی اور نہایت قریب پہونچ گیا ہی۔ جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اب علوم کی بھی تین قسمین ہین ایک تو وہ
علوم ہین کہ بمنزلہ سامان سفر کے خریدنے کے ہین اور وہ علم طب اور فقہ ہین اور جو علوم کہ دنیا مین بدن کی مصلحتون کے متعلق ہین اور ایک قسم
بمنزلہ جنگل کے چلنے اور گھاٹیون کے طے کرنے کے ہین اور وہ صفات کی کدورتون سے باطن کا پاک کرنا اور اُن اونچی گھاٹیون پر چڑھنا ہی جنسے
سوائے توفیق یافتہ لوگون کے اگلے پچھلے سب عاجز ہین تو یہ امور راہ کے چلنے مین داخل ہین اور اُنکا علم حاصل کرنا ایسا ہی جیسے راہ کی طرفون اور
منزلون کا جان لینا اور جس طرح کہ صرف منزلون اور جنگل کی راہون کا جان لینا بدون اُنکے طے کرنے کے کافی نہین اسیطرح تہذیب اخلاق کا
جان لینا کفایت نہین کرتا جبتک کہ تہذیب نہ کرے گو عادتون کی تہذیب بدون علم کے نہین ہو سکتی اور تیسری قسم وہ ہی جو بمنزلہ نفس حج اور
اُسکے ارکان کے ہی اور وہ خدا تعالیٰ اور اُسکے صفات اور فرشتون اور افعال کا علم اور اُن باتون کا علم ہی جو علم مکاشفہ کے معانی مین ہم لکھ آئے ہین
اس قسم کے بعد رہائی اور سعادت ملا کرتی ہی مگر رہائی یعنی سلامتی تو ہر سالک طریق کو نصیب ہوتی ہی بشرطیکہ اُسکی غرض مقصد حق ہو اور سعادت کو
پہونچنا بجز خدائے تعالیٰ کے عارفون کے اور کسی کو نہین ملتا اور یہی لوگ مقرب ہوتے ہین اور انھین پر خدا تعالیٰ کے ہمسایہ مین رحمت اور راحت و
ریحان و جنت نعیم کا انعام ہوتا ہی اور جو لوگ کمال کے مرتبے سے ادھر رہ گئے ہین اُنکو نجات اور سلامتی حاصل ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فاما ان
کان من المقربین فروح و ریحان و جنت نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین اور جو لوگ کہ متوجہ مقصد نہوے اور اُسکی طرف
حرکت نہ کی یا حرکت تو کی مگر بغرض فرمانبرداری اور بندگی کے نہ کی بلکہ کسی دنیاوی غرض کے لیے کی تو وہ لوگ اصحاب شمال اور گمراہون مین ہین اُنکے لیے
یہ ارشاد ہی نزل من حمیم و تصلیۃ جحیم اور یہ جان لینا چاہیے کہ مضبوط علما کے نزدیک یہ امر حق الیقین ہی یعنی اُنھون نے اُنکو اپنے باطن کے مشاہدہ سے
دریافت کر لیا ہی جو آنکھون کے مشاہدہ کی نسبت کر قوی تر اور ظاہر تر ہی صرف سننے کی حد سے ترقی کر گئے ہین اور انکا حال ایسا ہی جیسا کوئی شخص
کوئی خبر سنے اور اُسکو سچ جانے پھر آنکھ سے دیکھ لے اور یقین کرے اور دوسرون کا حال ایسا ہی کہ خبر کی تصدیق اعتقاد و ایمان کی خوبی کی جہت سے
کر لے مگر آنکھ سے دیکھنا نصیب نہوا ہو غرضکہ سعادت علم مکاشفہ کے بعد ہی اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد ہی یعنی طریق آخرت کے چلنے اور
صفات کی گھاٹیون کے طے کرنے کے بعد ہوتا ہی اور صفات مذمومہ کو مٹانے کی راہ چلنی صفات کے جاننے اور طریق علاج اور چلنے کی کیفیت

معلوم کرنے کے بعد ہی اور یہ امر بدن کی سلامتی اور اسباب تندرستی کی موافقت کے جاننے پر منحصر ہی اور بدن کی سلامتی اجتماع اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے جس سے کہ پوشاک اور غذا اور سکونت ملا کرتی ہی وہ سلطان کے متعلق ہی اور اُسکا قاعدہ لوگونکو عدل و سیاست کے طور پر منتظم رکھنے کا فقیہ کے مغز مین رہتا ہی اور صحت کے اسباب طبیب کے مغز مین۔ اور جس شخص نے کہ کہا ہی کہ علم دو ہین علم بدن اور علم دین اور اس سے اشارہ فقہ کا کیا ہی تو اُس نے علوم مروجہ ظاہری کو مراد لیا ہی علوم باطنی کا ارادہ نہیں کیا۔ اب ہم اس بات کی وجہ لکھتے ہین کہ ہمنے علم طب اور فقہ کو بمنزلہ تیاری زاد و راحلہ کے کیون کہا ہی تو معلوم کرنا چاہیے کہ خدا ے تعالیٰ کے قرب کے حاصل کرنیکو اُسکی طرف چلنے والا دل ہی بدن نہین اور ہماری غرض دل سے وہ گوشت نہین جو آنکھ سے سوجھا کرتا ہی بلکہ وہ ایک لطیفہ اور بھید ہی خدا تعالیٰ کے لطیفون اور بھیدون مین سے جو حواس سے نہین معلوم ہوتا اور کبھی اُسکو روح کہا کرتے ہین اور بعض اوقات نفس مطمئنہ بولتے ہین اور شرع اُسکو دل سے تعبیر فرماتی ہی اسلیے کہ دل اُس بھید کی اول سواری ہی اُسی کے ذریعہ سے تمام بدن اُسکی سواری اور آلہ بن رہا ہی اور اس بھید کا حال بخوبی علم مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہی اور وہ راز قابل افشا نہین بلکہ اسکے ذکر کرنیکی اجازت نہین اور غایت جازت یہ ہی کہ اسقدر کہدین کہ وہ ایک جوہر نفیس اور گوہر عزیز ہی کہ ان اجسام محسوس کی نسبت کہ اشرف ہی اور ایک امر الٰہی ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اور کل مخلوقات خدا تعالیٰ کیطرف منسوب ہین مگر اُسکی نسبت تمام اعضاء بدن کی نسبت سے اشرف ہی کیونکہ خلق اور امر دونون اللہ ہی کے ہین اور امر خلق کی نسبت کہ اشرف ہی اور یہ جوہر نفیس جو خدا تعالیٰ کی امانت کا اُٹھانیوالا ہی اور اس رتبہ مین آسمانون اور زمین اور پہاڑون سے مقدم ہی کہ وہ اُس بار کے اُٹھانے سے ڈر کر انکار کر گئے عالم امر سے ہی اور اس بیان سے تم اسکے قدیم ہونیکا اشارہ مت سمجھنا اسلیے کہ جو شخص روح کے قدیم ہونیکا قائل ہی وہ جاہل اور مغالطہ کھانیوالا ہی اُسکو وقوف نہین کہ کیا کہتا ہی۔ اب ہم عنان بیان کو اس فن سے روکتے ہین کہ جس بات کے ہم درپے ہین اُس سے یہ فن خارج ہی مقصود یہ ہی کہ یہ لطیفہ اپنے رب کی طرف سعی کرنیوالا ہوتا ہی اسلیے کہ وہ امر رب سے ہی تو خدا تعالیٰ ہی اسکا مصدر ہی اور اُسی کی طرف اسکا رجوع اور بدن اُس لطیفے کی سواری ہی جسپر سوار ہو کر اُسی کے ذریعہ سے چلتا ہی تو بدن خدا تعالیٰ کی راہ مین دل کے لیے ایسا ہی جیسے بدن کے لیے راہ حج مین اونٹنی ہوتی ہی یا مشک جسمین پانی بھرا رہتا ہی اور بدن کو اُسکی حاجت ہوتی ہی غرضکہ جو علم کہ اُسکا مقصود بدن کی مصلحت ہی وہ سواری کی مصلحتون مین داخل ہی اب ظاہر ہی کہ طب بھی بدن کی بہتری مقصود ہی اسلیے کہ بدن کی صحت کی نگاہداشت کے لیے کہین اُسکی ضرورت پڑتی ہی اور اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو طب کی حاجت اُسکو ہوتی اور فقہ اور طب مین یہی فرق ہی کہ اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ فقہ کی ضرورت نہ پڑتی لیکن اُسکی پیدایش اسطرح ہوتی ہی کہ تنہا نہین زندہ رہ سکتا کیونکہ سب کام اکیلے سے نہو سکینگے کہ کھانے کے لیے جوتنا بونا پیسنا پکانا اور لباس اور سکونت کا حاصل کرنا اور ان سب چیزون کے آلات تیار کرنے ایک شخص کسطرح کرے تو اس نظر سے دوسرونکا ملنا اور اُنسے مدد چاہنی ضرور ہوئی اور جب آدمی ملے اور اُنکی خواہشین اُبھرین تو شہوت کے اسباب کو اُنھون نے کھینچا تانی کی اور اُنہین نزاع اور قتال کرنے لگے اور اُن لڑائی جھگڑون سے برباد ہونے لگے اور سبب ہلاکی کا یہی نزاع اور مخالفت ظاہری ہوئی جیسے اندر کی خلطون کے بگاڑنے سے بربادی ہوا کرتی ہی اور طب سے جو نزاع اور فساد خلطون مین ہو جاتا ہی اُسکا بچاؤ کیا جاتا ہی اور سیاست اور عدل سے ظاہر کے فساد کو دور کر کے اعتدال

خواہشون مین کر دیا جاتا ہی اور خلطون کے معتدل رکھنے کا طریق معلوم کرنا طب ہی اور معاملات مین لوگونکے حوال کو معتدل رکھنے کا طور جاننا فقہ ہی
اور یہ دونون بدن کی حفاظت کے لیے ہین جو دل کی سواری ہی پس جو شخص صرف علم فقہ اور طب کا ہو رہے اور اپنے نفس پر مجاہدہ نہ کرے
وہ ایسا ہی کہ صرف اونٹنی لیکر اُسکو گھاس دانہ دیوے اور مشک لیکر اُسکو تیار کرے اور راہ حج مین قدم نہ رکھے اور جو شخص کہ عمر بھر اُن کلمات کے
تدقیقون مین پڑا رہے جو فقہ کی بحثون اور مناظرون مین آتے ہین وہ ایسا ہی کہ عمر بھر ایسے وسیلون مین ڈوبا رہے جنسے حج کے لیے مشک مضبوط
سی جاتی ہی اور ایسے فقیہون کو اصلاح قلب یعنی ذریعہ علم مکاشفہ کے طریق پر چلنے والون سے وہ نسبت ہی جو مشک کی درستی مین رہنے والون
کو راہ حج چلنے والون سے یا اُسکے ارکان کے بجالانیوالون سے ہی پس اس بات کو اول تامل کرو اور اُس شخص کی نصیحت قبول کرو جو تم سے
اُسکی مزدوری نہین چاہتا اور اکثر اسی امر مین رہا ہی اور تمکو یہ بات بدون بہت سی سخت محنت کے حاصل نہوگی عوام اور خواص سے علٰحدہ
ہونے کے لیے جرأت کامل کرنی پڑیگی اور صرف اپنی خواہش کے بموجب اُنکی پیروی کرنیسے باز آنا ہوگا طالب علم کے لیے اتنے ہی ادب کافی
معلوم ہوتے ہین **دوسرا بیان** اُستاد کے آداب کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ علم کے باب مین آدمی کے چار حال ہین جیسے مال کے حاصل
کرنیمین ہوتے ہین مثلاً مال والا **اول** تو مال پیدا کرتا ہی اُسوقت کمانیوالا کہلاتا ہی **دوم** اپنی کمائی کو جمع کرتا ہی تو توانگر ہوجاتا ہی کہ حاجت
دوسرے سے مانگنے کی نہین رکھتا **سوم** اُس مال کو خود اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اُس سے منتفع اور متمتع ہوتا ہی **چہارم** اُسکو دوسرونکو دیتا ہی
اس صورت مین سخی اور اہل فضل گنا جاتا ہی اور یہ پچھلی حالت اور حالتون سے اشرف ہی اسیطرح علم کا حال ہی وہ بھی مال کی طرح تحصیل کیا
جاتا ہی اور چار حالتین اسکی بھی ہین ایک طلب کا زمانہ اور ایک حاصل کیے ہوئے پر ایسا عبور ہونا کہ حاجت سوال کی نرہے اور ایک
جس بات کو حاصل کیا ہی اُسمین فکر کرکے اُس سے مستفید ہونا اور ایک یہ کہ دوسرے کو اُس سے فائدہ پہونچانا اور یہ حال سب مین اشرف ہے
اسلیے کہ جو شخص علم تحصیل کرے اور عمل کرے اور لوگونکو علم سکھلاوے تو ایسے ہی شخص کو آسمان و زمین کے ملکوت مین عظیم کہا کرتے ہین کہ اُسکا حال
آفتاب کی طرح ہی کہ دوسرونکو روشنی دیتا ہی اور آپ بھی روشن ہی یا مشک جیسا ہی کہ دوسرون کو معطر کرتا ہی اور خود بھی خوشبو ہی اور جو
شخص دوسرون کو بتاتا ہی آپ علم کے بموجب عمل نہین کرتا اُسکا حال دفتر کا سا ہی کہ دوسرے کو اُس سے فائدہ ہوتا ہی اور وہ خود علم سے خالی ہی
یا سان کا سا ہی کہ لوہے کو تیز کردیتی ہی اور خود نہین کاٹتی یا سوئی کا سا ہی کہ غیرونکے لیے لباس تیار کرتی ہی اور خود ننگی رہتی ہی یا چراغ
کی بتی ہی کہ اورونکو روشنی دیتی ہی اور اپنے آپ جلتی ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی **شعر** بے عمل علم ہی فتیلۂ شمع ✶ خود جلے پر ہوا اُس سے روشن جمع
اور جب آدمی تعلیم مین مشغول ہوا تو ایک بڑا کام اور نہایت درجہ کا خطر اپنے ذمے لیا اسلیے اُسکے آداب و قواعد کو یاد کرنا چاہیے **ادب
اول** یہ ہے کہ شاگردون پر شفقت کرے اور اُنکو اپنے بیٹون کے برابر جانے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
انما انا لکم مثل الوالد لولدہ یعنی آخرت کی آگ سے شاگردونکو بچانیکا قصد کرے اور یہ بات ماں باپ کی اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچانیکی
نسبت کر اہم ہی اور اسی لیے استاد کا حق ماں باپ کے حق سے بڑھکر ہے اسلیے کہ باپ اسکی زندگی اور وجود فانی کا سبب ہی اور اُستاد زندگانی
باقی کا باعث ہی اگر استاد نہوتا تو جو چیز باپ سے حاصل ہوئی تھی وہ ہلاک دائمی کی طرف پہونچ جاتی اُستاد ہی کی بدولت زندگانی اُخروی ہمیشہ
کو ہوتی ہی مگر اُستاد سے ہماری مراد علوم آخرت کا سکھانیوالا یا دنیا کے علوم آخرت کی نیت سے بتانے والا ہی نہ دنیا کے ارادے سے اسلیے

ح یعنی مین تمہارے حق مین ایسا ہون جیسا باپ اپنے بیٹے کے
حق مین ۱۲ ابوداؤد
نے تصحیح یہ روایت
ربیع الآخر سنہ ۵ ر صفر ۱۲۱۲

کہ تعلیم کرنا دنیا کے ارادے سے تو خود بھی تباہ ہونا ہے اور دوسرے کو بھی تباہ کرنا ہے ایسی تعلیم سے خدا پناہ دے - اور جسطرح کہ ایک شخص کے
بیٹون کا دستور ہے کہ آپسمین پیار و محبت سے رہتے ہین اور مقاصد پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسیطرح ایک اُستاد کے شاگردون ہین
دوستی اور یاری ہونی چاہیے اور اگر انکا مقصود آخرت ہوتی ہے تب تو ایسے ہی ہوتے ہین اور اگر دنیا مراد ہوتی ہے تو آپس مین حسد اور بغض
ہوتا ہے اسلیے کہ علما اور آخرت کے لوگ خدا تعالی کی طرف سفر کرنے والے اور دنیا سے اسکی طرف گذر جانے والے ہین اور دنیا کے برس اور
مہینے اس راہ کی منزلین ہین اور جو مسافر شہرون کو جاتے ہین راہ مین اُنکو رفیق کا ملنا دوستی اور یاری کا سبب ہوجاتا ہے اور جب جنت
اعلی کا سفر ہو تو اُسکے راستے مین رفیق کے ساتھ محبت کیسے نہوگی اور سعادت اُخروی مین تنگی نہین ہے کہ ایک کو ملجاویگی تو دوسرا نپاویگا
تو اسی جہت سے آخرت کے لوگون مین نزاع اور حسد نہین ہوتا بخلاف دنیا کی سعادات کے کہ انمین گنجایش نہین اسی لیے ہمیشہ اُنکے باب
مین لڑائی جھگڑے رہتے ہین - اور جو لوگ کہ علوم سے طلب ریاست کی طرف مائل ہین وہ اللہ تعالی کے اس قول سے خارج ہین کہ انما
المؤمنون اخوۃ اور اس آیت کے مضمون مین داخل الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین دوسرا ادب یہ ہے کہ تعلیم کے باب مین صاحب
شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرے یعنی علم سکھانے پر نہ مزدوری طلب کرے نہ اور کسی طرح کے بدلے کی نیت ہو نہ شکریکا خواہان ہو بلکہ
صرف خدا تعالی کے واسطے اور اُسکے قرب کے طلب کے لیے سکھاوے اور یہ نجانے کہ شاگردون پر میرا احسان ہوتا ہے بلکہ اُن کا احسانمند بھی
ہونا اور یہ تصور کرنا لازم ہے کہ فضل مجکو انھین کے سبب سے ہوا ہے کہ انھون نے اپنے دلون کی تہذیب کی اور میرے حوالہ کیے کہ مین
انمین علوم کو بوکر خدا تعالی کا قرب حاصل کرون جیسے کوئی شخص تمکو اپنی زمین عاریت دیدے تاکہ تم اپنے واسطے اُسمین کھیتی کرو تو ظاہر ہے
کہ زمین والے کے فائدے کی نسبت کر اسسے تمکو فائدہ زیادہ ہوگا پس جب استاد کو تعلیم مین شاگرد کی بہ نسبت کر ثواب خدا تعالی کے
نزدیک زیادہ ہوتا ہو تو پھر شاگرد پر احسان رکھنے کے کیا معنی اگر شاگرد نہوتا تو اُستاد کو یہ ثواب کہان سے ملتا اسی لیے بجز خدا تعالی
کے ثواب اور بدلہ اور کسی سے نہ مانگنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا اسلیے کہ مال اور دنیا کی چیزین بدن کی خادم
ہین اور بدن نفس کی سواری ہے اور مخدوم علم ہے کہ اسی کی جہت سے نفس کا شرف ہے تو جو شخص علم کے بدلے مین مال طلب کرے
اُس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کی جوتی مین نجاست لگ گئی ہو اور وہ اُسکو صاف کرنیکے لیے اپنے منھ سے رگڑلے تو ظاہر ہے کہ اسمین
مخدوم کو خادم کر دیگا اور خادم کو مخدوم اور یہ کمال درجہ کا انقلاب ہے اور اسیطرح کا شخص قیامت مین مجرمون کے ساتھ اپنا
سر اوندھائے خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا - حاصل یہ کہ فضل اور منت اُستاد کو ہے اب دیکھو کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارا قصد
خدا تعالی کی طرف نزدیک ہونیکا ہے اُنکی نوبت علم فقہ اور کلام مین اور اُنکی تدریس مین کہانتک پہونچی ہے کہ مال اور جاہ خرچ
کرتے ہین اور طرح طرح کی ذلتین سلاطین کی خدمتمین جاگیرین لینے کے لیے اُٹھاتے ہین اور اگر اسحالت کو وہ ترک کردین اُنکو کوئی نہ پوچھے
اور نہ اُنکے پاس کوئی جاوے پھر اُسپر یہ ہے کہ اُستاد شاگرد سے بھی توقع رکھتا ہے کہ میری ہر آڑے وقت مین کام آوے اور میرے خیرخواہ کی مدد
کرے اور بدخواہ سے عداوت رکھے اور ضروریات دنیاوی مین گدھے کی طرح لدا کرے اور سب حاجات مین فرمانبردار بنا رہے اور
اگر اس امر مین ذرا بھی قصور کرے تو پھر اُستاد جی اُسکے دلی دشمن ہین پس اسطرحکا عالم نہایت دنی اور خسیس ہے جو اپنے لیے یہ رتبہ

ف ا [illegible]

۵ بلکہ ان کا [illegible] اصل مین یون ہے اگرچہ اسکا احسان تو شاگردون پر لازم ہے ان سے بھی [illegible] والا نہین ہو بلا [illegible] تصور کرے کہ فضل مجکو انہین کی وجہ سے ہوا [illegible] ۱۲

پسند کرے اور اُسپر خوش ہو اور اِس قول سے شرم نہ کرے کہ میری غرض پڑھانے سے علم کا پھیلانا ہی تاکہ اُسکی نزدیکی اور اسکے دین کی مدد ہو غرضکہ نشانیون اور علامات کو دیکھو تاکہ تمکو مغالطہ مین پڑنے کے اقسام معلوم ہوجاوین **تیسرا ادب** یہ ہی کہ شاگرد کی نصیحت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے مثلاً باین طور کہ اگر وہ قابلیت سے پہلے کسی رتبہ کا درپے ہو یا علم ظاہر تحصیل کرنیسے پیشتر علم باطن اور مخفی مین مشغول ہونا چاہے تو اُسکو منع کرے پھر اُسکو تنبیہ کردے کہ علوم کی طلب قرب الٓہی کے لیے کرے نہ ریاست کی طلب و فخر کرنیکے لیے اور اِس امر کی بُرائی اُسکے دلمین جسقدر ممکن ہو اول ہی جمادے اسلیے کہ عالم فاجر کی اصلاح کم ہوتی ہی اور خرابی زیادہ پس اگر اُستاد اپنے شاگرد کے باطن سے یہ معلوم کرے کہ یہ شخص دنیا ہی کے لیے علم کا طالب ہی تو جس علم کی طلب ہو اُسکو دریافت کرے اگر وہ علم فقہ مین جھگڑا کریگا اور کلام مین اور مقدمات کے فتاوے اور احکام مین مناظرہ کریگا ہو تو شاگرد کو اُن سے باز رکھے اور منع کردے کہ علوم آخرت کے علم نہین اور نہ اُن علوم مین سے ہین جنکے باب مین کسی بزرگ کا قول ہی کہ ہمنے علم کو غیر خدا کے لیے سیکھا مگر علم نے انکار کیا کہ بجز خدا تعالی کے اور کسی کے لیے ہو اور اسطرح کے علوم علم تفسیر اور حدیث اور علم آخرت جسمین سلف کے لوگ مشغول رہتے تھے اور اخلاق نفس کو پہچاننا اور اُنکی تہذیب کی کیفیت معلوم کرنی ہین پس اگر طالب علم ان علوم کو دنیا کی غرض سے سیکھے تو اُستاد مزاحم نہو اسلیے کہ طالب علم وعظ کی طمع اور لوگونکو پیرو بنانے کی لالچ سے انپر مستعد ہوتا ہی اور بعض اوقات اثناے تحصیل مین انجام سے آگاہ ہوجاتا ہی اسلیے کہ اُنہین وہ علوم ہین کہ اللہ تعالی سے خوف دلاوین اور دنیا کو نظر و نمین حقیر اور آخرت کو بڑی کردین اور اِسسے توقع پڑتی ہی کہ انجام کو طالب مذکور راہ راست پر آجاوے اور جن امور کی نصیحت دوسرونکو کرے اُنسے خود بھی نصیحت مانے۔ اور لوگونمین مقبول ہونے اور جاہ پیدا کرنیکی محبت علم کی تحصیل مین ایسی ہی جیسے پرندونکے شکار کے جال کے گرد دانہ ڈالدیتے ہین اور اللہ تعالی نے یہ امر اپنے بندون کے ساتھ ملحوظ فرمایا ہی کہ شہوت کو پیدا کیا تاکہ خلق کی نسل اُسکے ذریعے سے باقی رہے اور محبت جاہ کو بھی اسی لیے پیدا کیا ہی کہ سبب علوم کے قائم رہنے کا ہو اور یہ بات انھین علوم مذکورہ مین ہوسکتی ہی مگر محض خلافی مسائل اور کلام کے جھگڑے اور اُنکے فروعات عجیبہ کو معلوم کرنا یہ ایسے ہین کہ اگر آدمی انھین کا ہو رہے اور دوسرے علوم سے اعراض کرے تو دل کی سختی اور خدا تعالی سے غافل رہنا اور گمراہی مین پڑا رہنا اور جاہ کا طالب ہونا اُنسے بڑھتا ہی اور کچھ فائدہ نہین مگر جسکو کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے بچالے یا ان باتونکے ساتھ اور کوئی علم دینی ملالے تو البتہ فائدہ ہوسکتا ہی اور تجربہ اور مشاہدہ کی طرح اسپر کوئی دلیل نہین پس دیکھکر عبرت کرو اور چشم بصیرت کھولو تاکہ اسکی تحقیق بندون اور شہرون مین تمکو معلوم ہو اور اللہ سے مدد درکار ہی۔ ایک بار حضرت سفیان ثوری کو کسینے ملول دیکھا اور باعث ملال کا پوچھا فرمایا کہ ہم دنیا دارون کے لیے تجارت گاہ بنگئے کہ علم کے لیے اُنمین سے کوئی ہمارے پیچھے پڑتا ہی یہانتک کہ جب سیکھ لیتا ہی تو قاضی یا عامل یا خانسامان کردیا جاتا ہی **چوتھا ادب** جو تعلیم کے باب مین عمدہ اور باریک ہی وہ یہ ہی کہ شاگرد کو اخلاق بد سے جہانتک ہوسکے کنایہ اور رحم کی راہ سے منع کرے تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اسلیے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کرتی ہی اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور اصرار پر حریص ہونیکا موجب ہوتی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کل اُستادون کے استاد ہین ارشاد فرماتے ہین کہ اگر آدمیون کو مینگنیان توڑنے سے منع کردیا جاوے تو اُنکو ضرور بچور ین اور کہین کہ ہمکو جو اسسے منع کیا ہی تو ضرور اُنمین کوئی بات ہی اور اِس امر پر

ح اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے نسائی نے روایت کیا ...

قصہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا جنکو درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا تھا ایک خوب شاہد ہی ہمنے جو اس قصہ کو تمکو یاد دلایا تو اسلیے نہین ہی کہ تم کہانی سے جان لو بلکہ اسلیے کہ اُس سے عبرت کے طور پر خبردار ہو جاؤ - اور ایک وجہ تصریح نکرنے کی یہ بھی ہے کہ جو نفوس اچھے اور ذہن تیز ہوتے ہین وہ کنایہ کہنے مین بھی اُسکے معانی نکال لیتے ہین اور مقصود کو سمجھ جانیکی خوشی اُسکے بموجب عمل کرنے کی رغبت دلاتی ہی تاکہ دوسرون کو معلوم ہو کہ یہ بات اُسکی دانائی سے مخفی نہ رہی پانچوان ادب یہ ہی کہ استاد جس علم کو سکھاتا ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد کے دلمین اُس علم کے اوپر کے علوم کی بُرائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانیوالے کی عادت ہوتی ہی کہ علم فقہ کو بُرا کہا کرتا ہی اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہی کہ علم حدیث اور تفسیر کی بُرائی بیان کرتا ہی کہ یہ علوم صرف نقل اور سننے کے متعلق اور بڈھیون کے لیے زیبا ہین عقل کو انمین دخل نہین اور کلام والا فقہ سے نفرت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ علم فقہ ایک فرع ہی جسمین عورتونکے حیض کا بیان ہی وہ کلام کو کہان پہونچ سکتا ہی جسمین ذکر صفت رحمان ہی تو اُستادون مین یہ عادتین بُری ہین اُنسے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ جو اُستاد ایک علم کی تعلیم کا کفیل ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد پر دوسرے علم کے سیکھنے کی راہ بھی نکالدے اور اگر کئی علم کا کفیل ہو تو انمین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ شاگرد ایک رتبہ سے دوسرے پر ترقی کرتا جاوے چھٹا ادب یہ ہی کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے مین صرف اُسکی سمجھ پر کفایت کرے ایسی بات اُس سے نہ کہے جس تک اُسکی عقل نہ پہونچے تاکہ وہ اُس سے نفرت نہ کرنے لگے یا اُسکی عقل خبط نہو اور اس ادب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے کہ آپ نے فرمایا ہی کہ ہم انبیا کے گروہ ہین ہمکو یہ حکم ہے کہ لوگونکو اُنکے مرتبو نمین رکھین اور اُنکی عقلونکے بموجب اُنسے گفتگو کرین - تو اُستاد کو بھی چاہیے کہ شاگرد کے سامنے حقیقت کسی امر کی اُسوقت ظاہر کرے کہ اُسکو معلوم ہو جاوے کہ شاگرد اسکو اچھی طرح سمجھ جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہی کہ جسکو اُنکی سمجھ نہین پہونچتی تو اُن مین سے کچھ لوگونپر فتنہ ہو جاتا ہی - اور حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اسمین بہت سے علوم ہین بشرطیکہ اُنکے سمجھنے والے ہون یعنی مین اُنکو اسلیے اظہار نہین کرتا کہ اُن علوم کا کوئی متحمل نہین اور آپ نے سچ فرمایا کہ نیک بندونکے دل بھیدونکی قبرین ہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو نہ چاہیے کہ جو کچھ جانتا ہو اُسکو ہر کسی سے کہدے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ طالب علم اُسکو سمجھتا ہو مگر اُس سے فائدہ لینے کا اہل نہو اور جس صورت مین کہ سمجھتا ہی نہو تب تو بطریق اولی ذکر کرنا اُسکے آگے نہ چاہیے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جواہر کو سورون کی گردن مین مت ڈالو کہ حکمت جوہرون سے بہتر ہی اور جو شخص اُسکو بُرا جانتا ہی وہ سورون سے بدتر - اور اسی جہت سے کسی بزرگ نے کہا ہی کہ ہر شخص کو اُسکی عقل کے پیمانیکے بموجب ناپو اور اُسکی سمجھ کی ترازو کے بموجب اُسکے لیے سخن سنج ہو تاکہ تم اُس سے بچے رہو اور وہ تمسے نفع پاوے ورنہ وہ تنگی حوصلہ کے سبب نہ مانیگا اور کسی شخص نے ایک عالم سے کوئی بات پوچھی اُسنے جواب نہ دیا سائل نے کہا کہ تمنے سنا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص علم مفید کو چھپاویگا روز قیامت مین اُسکے منہ مین آگ کی لگام دیجاویگی عالم نے جواب دیا کہ لگام کو رہنے دو اور چلے جاؤ اگر کوئی سمجھنے والا آویگا اور اُس سے مین چھپاؤنگا تو وہ مجھکو لگام دے لیگا اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ولا تؤتوا السفہاء اموالکم اسمین بھی یہی تنبیہ ہی کہ علم جس شخص کو خراب کرے اور ضرر پہونچاوے اُسکو اُس سے باز رکھنا بہتر ہی اور غیر مستحق کو چیز کے دینے مین بہ نسبت مستحق کے نہ دینے کے کچھ ظلم کم نہین بلکہ دونو نہین ظلم برابر ہی چنانچہ کسی نے قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

بسند ضعیف ۱۱
ح ابن ماجہ بروایت ابو سعید بسند ضعیف ۱۲
ن ۴ اور ۳ والا کردیے عقلوں کو اپنے مال ۱۲

سلک گہر کو کرکے مین جیوانو نمین نثار ، غمگین کیون ہون گر مجھے راعی کہین ہزار ، چروا ہونکو ہو جہان سے کب جوہرونکی قدر ، دانستہ انکو کیسے بناؤن گدھونکا ہار ،
گر فضل سے خدائے کریم و لطیف کے ، علم و ہنر کا اہل کوئی ہووے آشکار ، تب قفل اس خزانیکا کھولون براہ مہر ، ورنہ چھپاؤن اسکو مین جون گوہر شاہوار ،
تعلیم جو کوئی کرے ناکس کو ہی بیاد ، گر اہل کو سکھا دے نہ کچھ ہی ستم شعار ، ساتوان ادب یہ ہی کہ جب شاگرد کا حال معلوم ہوجاوے کہ کم سمجھ ہے تو
استاد کو چاہیے کہ اسکو موٹی بات جو اسکے لائق ہو بتادے اور اس سے یہ نہ کہے کہ اسمین کوئی دقیق بات بھی ہی جو ہمنے تجکو نہین بتائی کیونکہ اس
کہنے سے شاگرد کی رغبت اس موٹی بات مین پھیکی پڑجاویگی اور اسکے دل کو پراگندگی ہوگی اور یہ وہم کریگا کہ مجکو بتانے سے دریغ کرتے ہین
کیونکہ اپنے گمان مین ہر کوئی یہی سمجھتا ہی کہ مین ہر ایک علم دقیق کا قابل ہون اور ہر شخص خدا تعالی سے اس بات پر راضی ہی کہ میری
عقل کامل بنائی اور بڑا احمق اور کم عقل وہ ہی جو اپنی عقل کے کامل ہونیسے زیادہ خوش ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ عوام مین سے
اگر کوئی شخص شرع کا پابند ہو اور جو عقیدے کہ سلف سے منقول ہین بلا تشبیہ اور بدون کسی تاویل کے اسکے دلمین جمے ہون اور باوجود
اسکے اسکا باطن بھی اچھا ہو اور اسکی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہو تو ایسے شخص کے اعتقاد کو پریشان نہ کرنا چاہیے بلکہ اسکو اس کے
کام مین مشغول رہنے دینا چاہیے اسلیے کہ اگر اسکے سامنے ظاہر کے تاویلات ذکر کیے جاوین تو عوام کی بندش سے نکلجاویگا اور خواص مین
داخل ہونا اسکو میسر نہ ہوگا تو جو آڑ اسمین اور گناہون مین تھی وہ دور ہوجاویگی پھر پورا شیطان سرکش بنکر اپنے آپکو اور غیرون کو
ہلاک کریگا پس عوام کے سامنے باریک علمون کی حقیقتین بیان ہی نہ کرنی چاہیین بلکہ انکو تو صرف عبادات اور جن کامون مین وہ
ہون انمین ایمانداری کی تعلیم کرنی مناسب ہی اور قرآن کے مضمون کے بموجب جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے انکے دلون کو پر کرنا
چاہیے اور کسی شبہہ کی تحریک انکے سامنے نہ کیجاوے کہ اکثر شبہہ انکے دلمین اٹک رہتا ہی اور اسکا نکلنا دشوار ہوجاتا ہی اور اسی وجہ سے
ہلاک اور تباہ ہوجاتے ہین حاصل یہ کہ عوام کے لیے باب بحث مفتوح نہ کرنا چاہیے ورنہ انکو انکے کام سے کھو دینا ہی جسپر کہ مدار خلق کے قائم
رہنے اور خواص کی زندگی جاوید کا ہی **آٹھوان ادب** یہ ہی کہ استاد اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہو ایسا نہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ اسلیے کہ علم
تو دل کی آنکھ سے معلوم ہوتا ہی اور عمل ظاہر کی آنکھ سے اور ظاہر بین لوگ بہت سے ہین تو اگر عمل علم کے خلاف کریگا تو ہدایت نہوگی اور
جو شخص خود ایک کام کو کرے اور دوسرونکو کہے کہ اسکو نہ کرو کہ زہر قاتل ہی تو لوگ اس سے تمسخر کرینگے اور تہمت لگادینگے اور اس کام کے کرنیکے
زیادہ حریص ہونگے اور کہینگے کہ اگر یہ کام اچھا اور مزہ دار نہوتا تو استاد جی کیون اختیار کرتے اور استاد کو اگر شاگرد کے لحاظ سے دیکھو تو ایسا ہی جیسا نقش کا
حال گارے کی نسبت کر اور لکڑی سایہ کے لحاظ سے تو جس چیز مین خود نقش نہوگا وہ گارے مین کیسے نقش کردیگی اور لکڑی اگر خود سیدھی نہوگی تو اسکا
سایہ کیسے سیدھا ہوگا اسی لیے کسی نے اس مضمون مین شعر کہا ہی شعر منع مت کر اورون خطا سے جسمین تو مشغول ہی ، یہ بڑا ہی عیب ہی اور امر نامعقول ہی ،
اور اللہ تعالی فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور یہی وجہ گناہ ہونیکا وبال عالم پر بہ نسبت جاہل کے زیادہ ہوتا ہی اس جہت سے
کہ عالم کے مبتلا ہونیسے ایک عالم مبتلا ہوجاتا ہی اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہین اور جو شخص کہ کوئی طریق بد نکالتا ہی تو اوپر اسکا گناہ اور جو کوئی
اس طریق پر چلے اسکا گناہ ہوتا ہی اور اسی جہت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ دو شخصون نے میری کمر توڑی ایک تو اس عالم نے کہ اپنی عزت
کھودی ہو اور علانیہ مرتکب گناہ ہو دوسرے اس جاہل نے کہ زاہد بن رہا ہو اسلیے کہ جاہل اپنے زاہد بننے سے لوگونکو دھوکا دیتا ہی اور عالم اپنے ارتکاب

خطا سے مغالطہ دیتا ہی واللہ اعلم چھٹی فصل علم کی آفتون اور علماے آخرت اور علماے بد کی علامتونکے بیان مین۔ علم اور علماکے فضائل مین جو کچھ وارد ہوا ہی اُسکو تو ہم بیان کرچکے ہین اور علماے بد کے باب مین بہت سخت وعید آئی ہین جنسے معلوم ہوتا ہی کہ قیامت مین عذاب زیادہ تر سخت اور لوگون کی نسبت کر انھین پر ہوگا اسلیے جاننا اُن علامتون کا جو علماے آخرت اور علماے دنیا کو علحدہ کردین بہت ضرور ہوا اور ہماری غرض علماے دنیا سے علماے بد ہین جنکی غرض علم سے دنیا مین چین اُڑانا اور اہل دنیا کے نزدیک جاہ و منزلت کا ذریعہ ہوجانا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کو سب لوگونکی نسبت کر سخت تر عذاب اُس عالم پر ہوگا کہ اللہ تعالی نے اُسکو اُسکے علم سے نفع نہ دیا ہو اور فرمایا آدمی عالم نہین ہوتا جبتک کہ اپنے علم پر عامل نہو اور فرمایا العلم علمان علم علی اللسان فذلک حجۃ اللہ تعالی علی ابن آدم وعلم فی القلب وذالک العلم النافع اور فرمایا کہ آخر زمانہ مین عابد جاہل ہونگے اور علما فاسق اور فرمایا علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اُس سے علما کے ساتھ فخر کرو اور بیوقوفون سے بحث کرو اور لوگون کے منھ اپنی طرف پھیر دو اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے پاس کے علم کو چھپاوے اُسکو خدا تعالی آگ کی لگام دیگا۔ اور فرمایا البتہ مین دجال کی نسبت کر غیر دجال سے تمپر زیادہ خوف کرتا ہون کسی نے عرض کیا وہ کیا ہی آپنے فرمایا کہ گمراہ کرنے والے اماموں سے ڈرتا ہون۔ اور فرمایا جو شخص علم مین زیادہ ہو اور ہدایت مین زیادہ نہو وہ اللہ تعالی سے دوری مین زیادہ ہوگا۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ کبتک آخر شب مین چلنے والون کے لیے تم راستہ صاف کروگے اور خود حیرت والون کے ساتھ کھڑے رہوگے غرضکہ یہ اخبار اور اُنکے سوا اور بھی اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ علم کا خطر بڑا ہی اسلیے کہ عالم یا تو ہلاک ابد کا متعرض ہوتا ہی یا سعادت جاوید کا اور علم مین خوض کرنے سے اگر سعادت نپاویگا تو سلامت رہنے سے بھی محروم رہیگا اور آثار بھی اِس باب مین بہت ہین حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجکو اس امت پر زیادہ تر خوف منافق علم والے کا ہے لوگون نے عرض کیا کہ منافق کس طرح علیم ہوسکتا ہی فرمایا کہ زبان کا علیم ہو اور دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہی کہ تو اُن لوگون مین نہو کہ علم اور ظرافت کو مثل علما اور حکما کے رکھتے ہون اور عمل مین بیوقوفون کے برابر ہون۔ اور ایک آدمی نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ مین علم سیکھنا چاہتا ہون مگر ڈرتا ہون کہ کہین اُسکو ضائع نہ کرون آپ نے فرمایا کہ علم کو ضائع کرنے کے لیے تمھارا چھوڑ بیٹھنا ہی کافی ہے۔ اور ابراہیم بن عقبہ سے کسی نے کہا کہ لوگون مین سب سے زیادہ ندامت کس کو ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ دنیا مین تو اُسکو ہوتی ہی جو ایسے شخص پر احسان کرے کہ اُسکا مشکور نہو اور موت کے وقت اُس عالم کو ہوگی جسنے عمل مین کوتاہی کی ہو۔ اور خلیل بن احمد نے کہا ہی کہ آدمی چار ہین ایک وہ کہ واقع مین جانتا ہی اور جانتا ہی کہ مین جانتا ہون تو وہ شخص عالم ہی اُسکا اتباع کرو اور ایک وہ کہ جانتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ جانتا ہون تو وہ سونیوالا ہی اُسکو ہشیار کرو اور ایک وہ کہ نہین جانتا اور جانتا ہی کہ نہین جانتا ایسا شخص ہدایت کے قابل ہی اُسکو ہدایت کرو اور ایک وہ کہ نہین جانتا اور یہی نہین جانتا کہ نہین جانتا تو وہ جاہل ہی اُسکو ترک کرو۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ علم عمل کو پکارتا ہی اگر عمل نے ہان کہا تو خیر ورنہ علم رخصت ہوتا ہی۔ اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ آدمی جبتک طلب علم مین رہتا ہی تبتک عالم ہوتا ہی اور جب یہ گمان کرتا ہی کہ مین جان چکا تب جاہل ہوجاتا ہی۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہین کہ مجکو تین شخصون پر رحم آتا ہی ایک وہ شخص کہ اپنی قوم مین عزت رکھتا تھا اور ذلیل ہوگیا اور ایک وہ کہ قوم مین تونگر تھا اور مفلس

ح دیلمی بروایت جابر۔ ح ابن عدی بروایت ابوہریرہ۔ ح ابن عبد البر بروایت حسن۔ ح ابو نعیم۔ ح بیہقی۔ ح ابن ماجہ بروایت جابر۔ ح ابو داؤد بروایت ابوہریرہ۔ ح حاکم بروایت انس۔ ح طبرانی بروایت ابوذر۔ ح دیلمی بروایت علی بسند ضعیف۔ ح طبرانی بروایت عمر۔

ہوگیا اور ایک وہ عالم جس سے دنیا کھیل کرتی ہو اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ علما کا عذاب دل کا مرجانا ہو اور دل کی موت یہ ہو کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو اور پھر ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہو **قطعہ** عجب ہو اُس سے جو دیکر ہدایت لیوے گمراہی + جو دین کو دیکے دنیا لے تو ہی زاید عجب اُس سے + دلے اُن دونون سے زاید تعجب اُس سے ہو مجکو + کہ بدلے غیر کی دنیا کے اپنے دین کو بیچے + اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان العالم لیعذب عذابا یطوف بہ اہل النار استعظاما لشدۃ عذابہ اس مین مراد عالم بدکار سے ہو اور اسامہ بن زید فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ یون فرماتے تھے یوتی بالعالم یوم القیامۃ فیلقی فی النار فتندلق اقتابہ فیدور بہا کما یدور الحمار بالرحی فیطوف بہ اہل النار فیقولون مالک فیقول کنت آمر بالخیر ولا آتیہ وانہی عن الشر وآتیہ اور معصیت کے سبب سے عالم کے عذاب کے مضاعف ہونیکی وجہ یہ ہو کہ اُسنے دانستہ نافرمانی کی اور اسی لیے خدا تعالی فرماتا ہو ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنے منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے مین رہین گے اسلیے کہ اُنھون نے علم کے بعد انکار کیا ہو اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے یہودیون کو نصاریٰ سے بدتر فرمایا باوجودیکہ اُنھون نے خدا تعالی کو ثالث ثلثہ تیسرا تین مین کا نہین کہا مگر چونکہ اُنھون نے علم کے بعد انکار کیا چنانچہ خود فرماتا ہو یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم اسکو جانتے ہین جیسا اپنے بیٹون کو جانتے ہین اور دوسری جا ارشاد ہو فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین اسلیے بڑے ٹھہرے۔ اور بلعام بن باعور کے قصے مین ارشاد ہو واتل علیہم نبا الذی آتینہ آیاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث یہی حال عالم بدکار کا ہو بلعام کو بھی کتاب اللہ ملی تھی مگر وہ شہوات مین جم گیا اسلیے کتے کے ساتھ تشبیہ دیا گیا کہ برابر ہو اُسکو حکمت ملی یا نہ ملی وہ شہوات کی طرف ہانپتا ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ علماے بد کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی پتھر نہر کے مُنھ پر رکھ دیا جاوے کہ وہ نہ خود پانی پیوے نہ پانی کو بہنے دے کہ کھیتی مین جاوے اور علماے بد کی مثال ایسی ہو جیسے باغون مین کے پختہ نالے کہ باہر گچ ہو اور اندر بدبو یا قبرین جیسے ہین کہ اوپر سے آباد ہین اور اندر مردون کی ہڈیان ہین۔ پس ان اخبار اور آثار سے معلوم ہوتا ہو کہ جو عالم دنیا دارون مین سے ہو وہ جاہل کی نسبت کر بھی رذیل حال اور سخت عذاب مین ہوگا اور جو لوگ فلاح کو پہونچنے والے اور مقرب ہین وہ آخرت کے عالم ہین اور اُنکی بہت سی علامتین ہین ایک یہ کہ اپنے علم کی جہت سے دنیا کی طلب نکرے اسلیے کہ کمتر درجہ عالم کا یہ ہو کہ دنیا کی حقارت اور خست اور کدورت اور ناپایداری اور آخرت کی بزرگی اور پایداری اور اُسکی نعمتون کی صفائی اور اُسکی سلطنت کی بڑائی معلوم کرے اور جان لے کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مثل دو سوتون کے ہین کہ جب ایک کو راضی کرو تو دوسری ناخوش ہو اور ترازو کے دو پلون کی طرح ہین کہ جتنا ایک جھکے اُتنا ہی دوسرا اُٹھے یا مشرق و مغرب جیسے ہین کہ جتنا ایک سے پاس ہو اُتنا ہی دوسرے سے دور ہو یا دو پیالون کی طرح ہین جنمین سے ایک بھرا ہو اور ایک خالی تو جسقدر بھرے ہوے مین سے خالی مین اُسکے بھرنے کو ڈالو گے اُتنا ہی بھرا ہوا خالی ہوگا۔ اور جو شخص کہ دنیا کی حقارت اور اُسکی کدورت اور اُسکے نوش کا مزہ نیش کے ساتھ نہین جانتا اور نہ یہ جانے کہ جو لذت دنیا کی صاف بے خلش ہوتی ہو وہ بھی کچھ مدت بعد گذر ہی جاتی ہو تو ایسا شخص عقل مین فساد رکھتا ہو اسلیے کہ دیکھنے اور تجربہ سے امر مذکور ثابت ہو جس شخص کو عقل ہی نہو وہ علما مین سے کسطرح ہوگا اور جو شخص کہ امر آخرت کی بزرگی اور پایداری کو نہین جانتا وہ کافر مسلوب الایمان ہو جسکا

جیسے کتا اُسپر تولانے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے ۱۲ ۵ یہ اسلیے کہا کہ وہان کے لوگون کا دستور ہی کہ پاخانہ باغون مین پھرتے ہین ۱۲

ایمان ہی نہین وہ عالم کیسے ہوگا اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ضد ہونا نہین جانتا اور یہ کہ ان دونون کو جمع کرنا ایک طمع بے سود ہی تو وہ
سب انبیا کی شریعتون سے ناواقف ہی وہ قرآن مجید کا اول سے آخر تک منکر ہی تو ایسا شخص بھی علما مین شمار نہین ہو سکتا اور جو شخص ان
باتون کو جان کر آخرت کو دنیا پر اختیار نہ کرے تو وہ شیطان کا قیدی ہی کہ اسکی شہوت نے اسکو تباہ کر دیا اور بدبختی اسپر غالب آگئی تو جن لوگون کے
یہ درجے ہون وہ علما کے زمرہ مین کیسے متصور ہو سکتے ہین اور حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات مین اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسطرح مروی ہی کہ عالم
جسوقت اپنی شہوت کو اختیار کرتا ہی تو ادنی بات اُسکے ساتھ مین یہ کرتا ہون کہ اُسکو اپنی مناجات کے مزے سے محروم کر دیتا ہون اے داؤد میری کیفیت
ایسے عالم سے مت پوچھنا جسکو دنیا نے متوالا کر دیا ہو ورنہ وہ تجکو میری محبت کی راہ سے روک دیگا اس قسم کے لوگ میرے بندون کے حق مین
راہزن ہین اے داؤد جب تو کوئی میرا طالب دیکھے تو اسکا خادم بن اے داؤد جو شخص کسی بندے بھاگے ہوے کو میری طرف ہٹالاتا ہی تو
اسکو بڑا ہوشیار خبردار لکھتا ہون اور جسکو ایسا لکھ لیتا ہون اسکو کبھی عذاب نہین کرتا اور اسی جہت سے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہی کہ علما کی
سزا دل کا مر جانا ہی اور دل کی موت عمل آخرت کے عوض مین دنیا کا طلب کرنا ہی اور یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ جب علم اور حکمت سے
دنیا طلب کی جاتی ہی تو انکی جوت جاتی رہتی ہی اور سعود بن مسیبؒ نے فرمایا ہی کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ بات کا افشا کرتا ہی تو وہ چور ہی اور حضرت
عمرؓ نے فرمایا ہی کہ جب تم عالم دنیا کا خواہان دیکھو تو تم اسکو دین مین متہم جانو اسلیے کہ خواہشمند کسی چیز کا اپنی خواہش کی چیز ہی مین گھسا رہتا ہی
اور مالک بن دینار کا قول ہی کہ مین نے بعض پہلی کتابون مین پڑھا ہی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ عالم جب دنیا کی محبت کرتا ہی تو سب سے ادنیٰ
امر مین اُسکے ساتھ یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی حلاوت اُسکے دل مین سے نکال لیتا ہون۔ اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تجکو علم
عنایت ہوا ہی اپنے علم کے نور کو گناہون کے اندھیرے سے مت بجھانا ورنہ جس روز اہل علم اپنے علم کے اُجالے مین چلینگے تو تاریکی مین
رہیگا۔ اور یحییٰ ابن معاذ رازیؒ علماے دنیا کو یون کہا کرتے تھے کہ علم والو تمھارے محل قیصر کے سے ہین اور مکانات کسریٰ کے سے اور کپڑے
بہت ٹیپ ٹاپ کے اور موزے جالوت کی طرح کے اور سواریان قارون کی سی اور برتن فرعون کے سے اور گناہ جاہل کی طرح کے اور مذہب
شیطان کے ہین تو شریعت محمدی کہان ہی کسیکا شعر ہی شعر گرز نہ گرگ سے راعی بچاتے ہین گلہ ہ والے جو خود ہی وہ بنجائین گرگ تب کیا ہو
اور کسی دوسرے نے کہا ہی شعر نمکین کلام بولے اگر کچھ ہو اسکو یاد ہ مصلح نمک کا کیا ہی بڑے تمہین جب فساد ہ اور کسی شخص نے ایک عارف سے پوچھا کہ آپ کے
نزدیک جس شخص کو گناہ ہونے سے راحت ہوتی ہی کیا وہ خداے تعالیٰ کو نہین پہچانتا اُنھون نے فرمایا کہ مین تو اس بات مین شک نہین کرتا کہ جسکے نزدیک
نسبت آخرت کے ترجیح رکھتی ہی وہ بھی خداے تعالیٰ کو نہین پہچانتا حالانکہ یہ شخص بہ نسبت پہلے شخص کے بہت کم ہی اور یہ مت گمان کرنا کہ مال کا ترک کرنا
علماے آخرت مین ملنے کے لیے کافی ہی اسلیے کہ جاہ کا ضرر مال سے زیادہ ہی اور اسیوجہ سے بشرؒ نے کہا ہی کہ لفظ حدثنا جو روایت کے لیے
کہا جاتا ہے دنیا کے دروازون مین سے ایک دروازہ ہی جب تم کسی کو حدثنا کہتے ہوے سنو تو وہ یہ کہتا ہی کہ مجکو جگہ دو اور انھین بزرگ نے
کچھ اوپر دس بستے کتابون کے دفن کر دیے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو خواہش ہی کہ حدیث بیان کرون اگر یہ خواہش جاتی رہے تو حدیث بیان کرون
اور انھین کا یا اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب تم کو خواہش ہو کہ حدیث کہو تب خاموش ہو رہو اور جب خواہش نہو تب بیان کرو
اور اسکی وجہ یہ ہی کہ تعلیم اور ارشاد کا منصب ملنے سے جاہ کی لذت تمام دنیاوی لذتون سے بڑھکر ہی تو جو اپنی خواہش کو اسمین مانیگا وہ

دنیا دارون مین سے ہوگا اور اسی لیے سفیان ثوری رحؒ نے فرمایا ہو کہ حدیث کا فتنہ مال اور اہل اور اولاد کے فتنہ سے بڑھکر ہو اور کیونکر اسکا فتنہ قابل خوف نہو کہ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا اور سہل تستری فرماتے ہین کہ سب دنیا ہو اُسمین سے آخرت صرف اسپر عمل کرنا ہو اور عمل بالکل گرد ہو سواے اخلاص کے اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہو کہ آدمی عالمون کے سوا سب مردے ہین اور عالم عاملون کے سوا سب متوالے ہین اور عامل اخلاص والون کے سوا سب مغالطہ مین پڑے ہین اور اخلاص والون کو یہ ڈر ہو کہ انکا انجام کیا ہوگا۔ اور ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا ہو کہ جب آدمی حدیث کو طلب کرے یا نکاح کرے یا طلب معاش کے لیے سفر کرے تو وہ دنیا کا مائل ہو چکا اُسمین اُنکی غرض طلب حدیث سے اونچین سندین طلب کرنی یا ایسی حدیث کی طلب کہ جسکی آخرت مین حاجت نہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جس شخص کی رفتار اپنی آخرت کی طرف ہو اور وہ دنیا کی راہ کیطرف متوجہ ہو تو وہ اہل علم کیونکر ہوگا اور جو شخص کلام کا طالب اسلیے ہو کہ اُس سے ہتحان کرے نہ اس غرض سے کہ اُسپر عمل کرے تو وہ اہل علم کیسے ہوگا۔ اور صالح بن حسان نضری کہتے ہین کہ مین نے بہت سے اکابر اساتذہ سے ملاقات کی وہ سب اللہ سے پناہ مانگتے تھے بدکار عالم حدیث سے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من طلب علما مما ینبغی بہ وجہ اللہ تعالیٰ لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ اور اللہ تعالیٰ نے علماے بد کا وصف یہ فرمایا کہ علم کے باعث دنیا کھاتے ہین اور علماے آخرت کی صفت فروتنی اور زہد سے فرمائی چنانچہ دنیا کے عالمون کے باب مین یہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا اور علماے آخرت کی شان مین یہ فرمایا وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بایات اللہ ثمنا قلیلا اولئک لہم اجرہم عند ربہم اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہو کہ علما انبیا کے جتھے مین اُٹھینگے اور قاضیون کا حشر سلاطین کے زمرہ مین ہوگا اور جس فقیہ کا قصد اپنے علم سے دنیا کی طلب ہو وہ بھی قاضیونکے حکم مین ہے۔ اور ابو درداءؓ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا کو وحی بھیجی کہ تو اُن لوگون سے جو دین کے سوا اور چیز کے لیے فقہ سیکھتے ہین اور عمل نہ کرنے کے لیے علم سیکھتے ہین اور آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کرتے ہین لوگون کی نظر وہین بکریون کی کھال پہنتے ہین اور اُن کے دل بھیڑیون کے سے ہین زبان اُنکی شہد سے میٹھی اور دل ایلوا سے زیادہ کڑوے ہین مجھی کو فریب دیتے ہین اور مجھی سے ٹھٹھول کرتے ہین یہ بات کہدے کہ مین اُنکے لیے ایسا فتنہ برپا کرونگا جس سے حلیم بھی حیران رہ جاوے۔ اور ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے عالم دو شخص ہین ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو علم دیا اور اُسنے اُسکو لوگون مین خرچ کیا اور اُسپر کچھ مال کی حرص نہ کی اور اُس سے تھوڑا سا مول لیا تو ایسے شخص پر اوپر کے پرند اور سمندر کی مچھلیان اور زمین کے چوپاے اور کراماً کاتبین سب رحمت بھیجتے ہین اور وہ قیامت مین خدا تعالیٰ کے پاس سید اور شریف ہوکر آویگا یہانتک کہ رسولونکے ہمراہ ہوگا اور ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو علم دیا مگر اُسنے اللہ تعالیٰ کے بندونسے اُسپر بخل کیا اور مال کی طمع کی اور اُسکے عوض مین تھوڑا سا مول لیا تو ایسا شخص قیامت کو آگ کی لگام دیا ہوا آویگا اور ایک پکارنیوالا خلق کے سامنے پکاریگا کہ یہ فلان ہو فلان کا بیٹا اُسکو اللہ تعالیٰ نے دنیا مین علم دیا مگر اُسنے علم پر بخل کیا اور اُسکے بندونکو نہ سکھایا اور طمع کا دامن پھیلایا اور علم کے عوض تھوڑا سا مول لیا اُسکو عذاب ہوگا یہانتک کہ سب آدمیونکے حساب

ع ا جو شخص طلب کرے ایک علم اُن علوم مین سے کہ اُنکے باعث خدا تعالیٰ کی مرضی طلب کیجاتی ہو اور طلب سے اُسکی غرض یہ ہو کہ دنیا کا کچھ مال ملجاوے تو وہ جنت کی خوشبو قیامت کو نہ پاویگا ۱۲ ابو داؤد اور ابن ماجہ
ع ۲ ابن عبد البر ضعیف
ع ۳ طبرانی بسند ضعیف
ع ۵ اور اگر ہم تجھکو ثابت قدم نہ رکھتے تو ایسا ہو چلا تھا

فراغت ہو جاوے۔ اور اس سے بھی سخت یہ روایت ہی کہ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا لوگون مین یہ کہنا شروع کیا کہ مجھسے موسیٰ صفی اللہ نے ایسا کہا اور موسیٰ نجی اللہ نے یون فرمایا اور موسیٰ کلیم اللہ نے یون ارشاد کیا یہانتک کہ اُسکے پاس بہت سا مال ہو گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسکو نہ دیکھا تو اسکا حال پوچھنا شروع کیا مگر کہین اُسکا سراغ نہ ملا یہانتک کہ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت مین ایک سور کے گلے مین سیاہ رسّی ڈالے ہوئے لایا اور عرض کیا کہ آپ فلان شخص کو جانتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان اُسنے کہا کہ یہ سور وہی شخص ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو اسکو اصلی صورت پر کر دے تاکہ مین اس سے پوچھون کہ کس بات سے اس نوبت کو پہونچا اللہ تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ اگر تم اُن صفات سے مجکو یاد کروگے جو آدم سے لیکر آجتک کے انبیا اور اولیا نے مجکو اُن صفات سے پکارا ہی تب بھی مین اس بات کو نہ مانونگا لیکن جس سبب سے مین نے اسکی صورت مسخ کی ہی وہ بتائے دیتا ہون کہ یہ شخص دین کے بدلے مین دنیا طلب کیا کرتا تھا۔ اور اس سے بھی سخت تر روایت وہ ہی جو معاذ بن جبل سے مروی ہی موقوفًا اور ایک روایت مین مرفوعًا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی مصیبت یہ ہی کہ بولنا اُسکے نزدیک سننے سے اچھا ہو حالانکہ تقریر مین زینت اور زیادتی ہو جاتی ہی اور صاحب تقریر خطا سے مامون نہین اور خاموشی مین سلامتی اور علم ہی اور علما مین سے ایک وہ ہی کہ اپنے علم کو جمع کر رکھتا ہی یہ نہین چاہتا کہ وہ دوسرے کے پاس بھی موجود ہو تو وہ شخص دوزخ کے اول طبقے مین ہوگا اور ایک وہ ہی کہ اپنے علم مین بادشاہ کی طرح ہو کہ اگر اُسپر کچھ اعتراض کیا جاوے یا اُسکے حق مین کچھ سستی کیجاوے تو آگ بگولا ہو جاوے یہ شخص دوزخ کے دوسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہی کہ اپنے علم اور عمدہ حدیثون کو خاص شرفا اور دولت والون کے لیے کر دیتا ہے اور جنکو اُنکی حاجت ہوتی ہی اُنکو اہل نہین جانتا یہ شخص دوزخ کے تیسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہی کہ اپنے آپکو فتوی کے لیے ٹھہرا لیتا ہی اور سخت حکم کر دیتا ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ تکلف والون سے بغض رکھتا ہی یہ شخص دوزخ کے چوتھے طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہی کہ یہود و نصاریٰ کی بولیان بولتا ہی تاکہ اپنے علم کو زیادہ کرے ایسا شخص پانچوین طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہی کہ اپنے علم کو لوگون مین بلندی اور یادگار اور مروت ٹھہراتا ہی وہ چھٹے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہی کہ کبر اور عجب کو خفیف جانتا ہی اگر وعظ کہتا ہی تو درشتی کرتا ہی اور اگر اسکو کوئی نصیحت کرتا ہی تو ناک چڑھاتا ہی ایسا شخص دوزخ کے ساتوین طبقے مین ہوگا اور تجکو چاہیے کہ علم مین خاموشی اختیار کرے تاکہ شیطان پر غالب ہو اور بدون کسی عجیب بات کے خندہ ہرگز نہ کر اور نہ بدون حاجت کے اپنی جگہ سے ہل اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ ان العبد لینشر لہ من الثناء ما یملأ ما بین المشرق والمغرب وما یزن عند اللہ جناح بعوضۃ اور روایت ہی کہ حضرت حسن بصری مجلس وعظ سے اُٹھے ایک خراسان کے شخص نے ایک گٹھری جسمین پانچ ہزار درم اور دس تھان باریک کپڑے کے تھے آپکی نذر کیے اور عرض کیا کہ درم تو خرچ کے لیے ہین اور کپڑا پہننے کو آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمکو عافیت سے رکھے یہ خرچ اور تھان اُٹھا لو اپنے ہی پاس رہنے دو ہمکو اسکی حاجت نہین جو شخص میرے سے مجلس مین بیٹھے اور اس جیسی نذر قبول کرے وہ جس روز اللہ تعالیٰ کے سامنے جاویگا تو دین سے بے بہرہ جاویگا۔ اور جابر سے موقوفًا اور مرفوعًا روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو کہ پانچ امور سے دوسرے پانچ چیزونکی طرف بلاوے اول شک سے یقین کی جانب دوم ریا سے اخلاص کی طرف سوم دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف چہارم کبر سے تواضع

ابو ہریرہ سے روایت ہے [illegible] یوم القیامۃ [illegible] ولا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ یعنی آدمی [illegible] اور موٹا آویگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے بازو کے برابر بھی نہ ہوگا ۱۲ سراج ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے ۱۲ [illegible] اصل میں یون ہے [illegible]

کی جانب پنجم عداوت سے خیرخواہی کی طرف اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فخرج علے قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یالیت لنا مثل
ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم ۝ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا ولا یلقٰہا الا الصابرون اس آیت مین اہل علم کی
صفت دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے اور اختیار کرنے کی فرمائی اور ایک علامت آخرت کے علما کی یہ ہی کہ اُسکا فعل قول کے خلاف نہو بلکہ کوئی چیز
کرنے کو جبھی کہے کہ جب اول اُسکا خود عامل ہوے اللہ تعالی فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون
اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ مین ارشاد فرمایا وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ اور دوسری جا واتقوا اللہ واعلموا اور
بعض جا واتقوا اللہ واسمعوا اور اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے مریم کے بیٹے تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت پذیر
ہوجاوے تب لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھسے حیا کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مررت لیلۃ اسری بی باقوام کان تقرض شفاہم بمقاریض
من نار فقلت من انتم فقالوا کنا نامر بالخیر ولا ناتیہ وننہی عن الشر وناتیہ اور فرمایا کہ میری امت کی بربادی عالم بدکار اور عابد جاہل ہی اور سب بدون مین
کے بُرے علماے بد ہین اور سب اچھون سے اچھے علماے بہتر ہین۔ اور اوزاعی کہتے ہین کہ نصاری کے مقبرون نے جناب الٰہی مین شکایت
کی کہ کفار کے مردون کی بدبو ہم کو بہت ستاتی ہی اللہ تعالی نے ان کو حکم بھیجا کہ علماے بد کے پیٹ مین زیادہ بدبو ہی اُس بدبو سے جو تمھارے اندر ہی
اور فضیل بن عیاض فرماتے ہین کہ مین نے ایسا سنا ہی کہ قیامت مین بت پرستون سے پیشتر علماے بد کا حساب ہوگا۔ اور ابو درداؓ نے فرمایا ہے کہ جو
شخص نہین جانتا اُسکو تو ایک دفعہ ہلاکی ہی اور جو جانتا ہی اور عمل نہین کرتا اُسکے لیے سات بار خرابی ہی۔ اور شعبیؒ نے فرمایا ہی کچھ لوگ جنت کے دوزخ
کے بعض لوگون کو دیکھکر کہینگے کہ تم دوزخ مین کس لیے گئے ہمکو تو خداے تعالی نے تمھاری تعلیم اور تادیب کے طفیل سے جنت مین داخل کیا وہ کہینگے
کہ ہم اورون کو خیر کا حکم کرتے تھے خود نیک کام نہ کرتے تھے۔ اور حاتم اصمؒ نے فرمایا ہی کہ قیامت مین اُس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہوگی
جسنے لوگون کو سکھایا اور لوگون نے اُسپر عمل کیا اور خود اُسنے عمل نہ کیا تو لوگ تو اُسکے سبب سے اپنے مقصد کو پہونچ گئے اور وہ خود تباہ ہوگیا
اور مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہی کہ عالم جب اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُسکی نصیحت دلون پر ایسی رپٹ جاتی ہی جیسے قطرہ چکنے پتھر پر سے ڈھل
جاتا ہی اور پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ کرتے ہو ناصحو لوگون کو نصیحت تو مگر + عیب اُنہین جو بتاتے ہو وہ خود کرتے ہو
کیا ہوا جہد اگر اُنکے لیے بند مین کی نصیحت کرنے سے جسوقت نہین ڈرتے ہو + دنیا اور مائل دنیا کو برا کہتے ہو لیک + اسیہ سب لوگون سے
زاید تو تمھین مرتے ہو + اور کسی دوسرے کا شعر ہی شعر منع کرتے ہو جس قصور سے تم + ننگ ہی تمکو گر کرو اُسکو + اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین
کہ مکہ معظمہ مین میرا گذر ایک پتھر پر ہوا جسپر یہ لکھا تھا کہ مجکو الٹ کر عبرت حاصل کر مین نے اُسکو پلٹا تو اُسپر یہ لکھا تھا کہ تو جو کچھ جانتا ہی اُسپر تو عمل
کرتا ہی نہین پس ایسی چیز کا علم کیسے طلب کرتا ہی جو تجکو معلوم نہین۔ اور ابن سماکؒ نے فرمایا ہی کہ بہت سے لوگ ایسے ہین کہ خدا کی یاد دلاتے ہین
اور خود اُسکو بھولے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ سے ڈراتے ہین اور خود اُسپر دلیر ہین اور بہت اللہ تعالی سے نزدیک کرنیوالے ہین کہ خود اُس سے
دور ہین اور بہت اُسکی طرف اورون کو بلاتے ہین اور خود اُس سے بھاگتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ تعالی کی کتاب کو پڑھتے ہین اور اُسکے آیات

علیحدہ ہین - اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے کلام کو فصیح کیا تو اُس مین غلطی نہ کی مگر اعمال مین غلطی کی تو اُسکو درست نہ کیا - اور اوزاعی رح
فرماتے ہین کہ جب خوش تقریری کو دخل ہوتا ہی تو خشوع جاتا رہتا ہی - اور مکحول عبد الرحمن بن غنم سے راوی ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجھسے دس
صحابیون نے یہ حدیث بیان کی ہی کہ ہم علم کا چرچا مسجد قبا مین کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا
کہ جسقدر چاہو سیکھ لو اللہ تعالی تمکو ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ جو شخص علم سیکھتا ہی اور اُسپر عمل
نہین کرتا اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اُسکو حمل رہجاوے اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو اسیطرح جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل
نہین کرتا اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن مجمع مین فضیحت کریگا اور حضرت معاذ کا قول ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اسلیے کہ لوگون مین اُسکی قدر
بڑی ہی اُسکی لغزش مین لوگ اُسکی پیروی کرتے ہین - اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ جب عالم لغزش کرتا ہی تو اُسکی لغزش سے ایک عالم کو لغزش
ہوجاتی ہی اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ تین باتین ہین جنسے دنیا کے لوگ برباد ہوجاتے ہین ایک اُنمین سے عالم کی لغزش ہی اور حضرت ابن مسعود
نے فرمایا ہی کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ دل کی شیرینی کھاری ہو جاویگی اور عالم کو اُسوقت مین علم سے فائدہ نہوگا اور نہ طالب علم کو کچھ نفع
ہوگا اُنکے علما کے دل مثل زمین شور کے ہونگے کہ اُسپر پانی کے قطرے گرتے ہین اور ذرا شیرینی اُنمین نہین معلوم ہوتی اور یہ حال اُسوقت ہوگا کہ علما
کے دل دنیا کی محبت کی طرف اور آخرت پر اُسکو ترجیح دینے کی طرف مائل ہونگے اُسوقت اللہ تعالی دلون مین سے حکمت کے چشمے نکال لیگا اور
ہدایت کی شمعون کو گل کردیگا جب اُنکے عالمون سے تم ملوگے تو زبان سے کہینگے کہ ہم خداتعالی سے ڈرتے ہین مگر بدکاری اُنکے عمل مین ظاہر
ہوگی زبان کی بڑی ارزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرانی قسم ہی اُس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ یہ امر اسلیے ہوگا کہ اُستادون نے
غیر اللہ کے لیے سکھایا اور شاگردون نے غیر اللہ کے واسطے سکھا - اور توریت اور انجیل مین لکھا ہوا ہی کہ جس چیز کو تم نہین جانتے اسکا علم طلب مت کرو
جبتک کہ جسقدر تمکو معلوم ہی اُسپر عمل نہ کرلو اور حذیفہ فرماتے ہین کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ اگر کوئی اپنے علم کے دسوین حصے کو بھی چھوڑ دے
تو ہلاک ہوجاوے اور عنقریب ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر کوئی اُسمین اپنے علم کے دسوین حصے پر بھی عمل کریگا تو نجات پاویگا اور یہ بات جھوٹون
کی کثرت کے باعث ہوگی اور جان لو کہ عالم کی مثال قاضی کی طرح ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی القضاة ثلثة قاض قضی بالحق
وہو یعلم فذلک فی الجنة وقاض قضی بالجور وہو یعلم او لا یعلم فہما فی النار اور کعب رح نے فرمایا ہی کہ آخر زمانہ مین ایسے عالم ہونگے کہ لوگون کو دنیا مین
زہد کرنے کو کہینگے اور آپ زہد نہ کرینگے اور لوگون کو ڈراوینگے اور آپ نہ ڈرینگے اور حکام کے پاس آنیسے اور دون کو منع کرینگے اور خود اُنکے
پاس جاوینگے اور دنیا کو آخرت پر اختیار کرینگے اور اپنی زبان کی بدولت کھاوینگے تونگرون کو اپنے پاس بٹھاوینگے نہ فقیرونکو علم پر ایسا لڑینگے
جیسے عورتین مردون پر لڑتی ہین جب کوئی انکا ہمنشین دوسرے کے پاس جا بیٹھے گا تو وہ اُسپر غصہ ہونگے یہ لوگ متکبر اور اللہ تعالی کے دشمن
ہونگے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم پر کبھی علم ہی کے ذریعہ سے غالب ہوجاویگا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوگا
آپ نے فرمایا کہ یون کہیگا کہ علم سیکھ اور جبتک سیکھ نہ چکے تب تک عمل مت کر بس آدمی علم مین مصروف رہتا ہی اور عمل مین لیت ولعل کرتا ہی
یہانتک کہ مرجاتا ہی اور کچھ عمل نہین کرتا - اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ ایک شخص جو طالب علم ظاہر کا حریص تھا اُسنے عبادت کے لیے عزلت
اختیار کی مینے اُسسے وجہ عزلت کی پوچھی اُس نے کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہی کہ خدا تجھے کھووے علم کو کب تک کھوویگا

مین نے جواب دیا کہ مین تو اُسکو یاد کرتا ہون اُسنے کہا کہ اُسکا یاد کرنا یہ ہی کہ اُسکے بموجب عمل کرے اسلیے مین نے تحصیل علم کو ترک کرکے عمل کی طرف توجہ کی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ علم خوف خدا ہی۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جتنا چاہو علم سیکھ لو خدا تعالیٰ ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اسلیے کہ بیوقوفون کا مقصود علم سے روایت کرنا ہی اور علما کی غرض رعایت اور پاسداری ہی۔ اور مالک کا ارشاد ہی کہ علم کا تحصیل کرنا اور اُسکا پھیلانا دونون اچھے ہین بشرطیکہ نیت درست ہو مگر دیکھو کہ جو چیز صبح سے لیکر شام تک تمھارے ساتھ رہے اُسپر دوسری چیز کو اختیار مت کرو۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہی کہ قرآن اس لیے نازل ہوا ہی کہ تم اسپر عمل کرو تم نے اُسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا اور عنقریب کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ وہ اُسکو نیزہ کیطرح سیدھا کرینگے وہ کچھ بہتر نہ ہونگے اور عالم جو عمل نہین کرتا اسکی مثال ایسی ہی جیسے بیمار کہ دوا کی صفت بیان کرے یا بھوکا شخص جو لذیذ کھانون کے نام لے اور مزے بیان کرے اور اسکو وہ جا ملے نہ ملین اور اس جیسے شخص کے باب مین یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہی ولکم الویل مما تصفون اور حدیث شریف مین ہے کہ جن چیزون سے مین اپنی امت پر ڈرتا ہون اُنمین سے عالم کی لغزش ہی اور قرآن مین منافق کا جھگڑا اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ اُسکی توجہ ایسے علم کی تحصیل کی طرف ہو جو آخرت مین کام آوے اور طاعت مین رغبت دلاوے اور اُن علوم سے اجتناب کرے جنکا فائدہ کم ہو اور گفتگو اور لڑائی جھگڑا اُنمین بہت ہو اسلیے کہ جو شخص اعمال کے علم سے روگردان ہوکر لڑائی جھگڑے کے فن مین مشغول ہو اُسکی مثال ایسی ہی کہ کسی بیمار کو بہت سے روگ ہون اور وہ کسی طبیب حاذق سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو کہ وہ شاید جلد چلا جاوے اور ایسے وقت مین وہ طبیب مذکور سے دواؤن کی خاصیت اور طب کی عجیب باتین پوچھنے لگے اور جس ضرورت مین خود گرفتار ہی اُسکو دریافت نکرے تو اُسکی حماقت مین کیا شک ہی اور ایک روایت مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھکو کچھ علم کی عجیب باتین سکھلائیے آپنے فرمایا کہ تو نے اصل علم مین کیا کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ اصل علم کیا ہے آپنے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اُسنے کہا کہ ہان آپنے فرمایا کہ تو نے اُسکے حق مین کیا کیا اُسنے عرض کیا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ اُسکی تیاری کیا کی کہا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو اب جا اور پہلے ان امور مین پختہ ہو تب تجکو علم کے غرائب بھی بتاوینگے۔ بلکہ سیکھنا اُس جنس کا ہونا چاہیے جیسے شقیق بلخیؒ کے شاگرد حاتم اصم تھے کہ مروی ہی کہ ایک روز شقیق نے حاتمؒ سے پوچھا کہ تم کتنے دنون سے میرے ساتھ ہو اُنھون نے کہا تینتیس ۳۳ برس شقیق نے فرمایا کہ اس عرصے مین تم نے مجھسے کیا سیکھا حاتم نے کہا کہ آٹھ مسئلے اُنھون نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون میری اوقات تمھارے اوپر ضائع ہوگئی کہ تمنے صرف آٹھ مسئلے سیکھے حاتم نے کہا کہ یا اُستاد زیادہ مین نے نہین سیکھے اور جھوٹ بولنے کو مین ناپسند کرتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ کون سے آٹھ مسئلے ہین کہ مین بھی سنون حاتم نے کہا کہ اول یہ ہی کہ مین نے خلق کو دیکھا تو معلوم کیا کہ ہر ایک شخص کا ایک محبوب ہوتا ہی اور قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہی جب قبر مین پہونچ جاتا ہی تو اپنے محبوب سے جدا ہوجاتا ہی اسلیے مین نے اپنا محبوب نیکیون کو ٹھہرالیا کہ جب قبر مین جاؤن تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ رہے شقیقؒ نے فرمایا کہ تمنے بہت اچھا سیکھا اب باقی سات باتین کہو اُنھون نے کہا کہ دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مینے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مین تامل کیا واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور سمجھا کہ خداے تعالیٰ کا فرمانا درست ہی اسلیے اپنے نفس پر خواہش کے دور کرنے کی محنت ڈالی یہانتک کہ وہ خداے تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا تیسرا یہ ہی کہ اس دنیا کو د

دیکھا تو یہ پایا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قدر و قیمت کی ہی اُسکو اُٹھا کر رکھ چھوڑتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اللہ تعالیٰ کے قول کو دیکھا تو
فرماتا ہی ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق تو جو کچھ قدر و قیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اُسکو مین نے خدا تعالیٰ کی طرف کو پھیر دی تاکہ اُسکے پاس موجود رہے
چوتھا یہ کہ لوگونکو جو دیکھا تو ہر ایک کا میل مال اور حسب اور نسب اور شرافت کی طرف پایا اور ان امور مین جو غور کیا تو ہیچ معلوم ہوئے پھر اللہ تعالیٰ
کے ارشاد کو سوچا کہ فرماتا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اسلیے مین نے تقویٰ اختیار کیا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کریم اور بزرگ ہو جاؤن پانچوان یہ کہ
لوگونکو دیکھا کہ آپس مین ایک دوسرے پر گمان بد کرتے ہین اور برا کہتے ہین اور اسکی وجہ حسد ہی اور پھر اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف میل کیا تو یہ پایا
نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا اسلیے مین نے حسد کو چھوڑ کر خلق سے کنارہ کیا اور جان لیا کہ قسمت اللہ پاک کے یہان سے ہی اسلیے خلق کی
عداوت چھوڑ دی چھٹا یہ کہ لوگون کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت و خون کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف رجوع کیا تو فرمایا
ہی ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا اس بنا پر مین نے صرف اُس اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرالیا اور اسی بات پر کوشش کی کہ اُس سے بچتا رہون
اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی عداوت کی گواہی فرمائی ہی اسی جہت سے اُسکے سوا مین نے اور مخلوق کی عداوت چھوڑ دی ساتوان یہ کہ لوگون کو
دیکھا کہ ہر ایک پارۂ نان کے خواہان اور اُسکے باب مین اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہین اور ایسے امور مین قدم دھرتے ہین کہ اُنکو جائز نہون اور اللہ تعالیٰ
کے ارشاد پر غور کیا تو فرماتا ہی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا مین نے بھی سمجھا کہ مین خدا تعالیٰ کے اُن حیوانون مین سے ہون جنکا رزق
اُسکے اوپر ہی اسلیے مین اُن باتون مین مشغول ہوا جو اللہ تعالیٰ کے حقوق مجھپر ہین اور میرا رزق جو خدا تعالیٰ کے ذمے ہی اُسکی طلب ترک کر دی
آٹھوان یہ کہ مین نے خلق کو دیکھا تو سب کو کسی چیز پر بھروسا کرتے پایا کوئی اپنی زمین پر بھروسا رکھتا ہی کوئی تجارت پر کوئی حرفے پر اور کوئی اپنے
بدن کی تندرستی پر غرضکہ ہر ایک مخلوق کو اپنے طرح کی مخلوق پر بھروسا کرتے پایا اور خدا تعالیٰ کے قول کی طرف جو رجوع کیا تو یہ ارشاد پایا ومن یتوکل
علی اللہ فہو حسبہ اسلیے مین نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہی شقیق بلخی نے فرمایا کہ اے حاتم خدا تعالیٰ تمکو توفیق دے مین نے جو توریت اور انجیل اور
زبور اور قرآن کے علوم پر نظر کی تو اُن سب کی اصل انھین آٹھ مسئلون کو پایا وہ سب اُنہین آجاتے ہین جو کوئی ان آٹھون پر عمل کرے وہ گویا چارون
آسمانی کتابونکا عامل ہو۔ حاصل یہ کہ اس طرح کے علم کے ادراک اور سمجھنے کا قصد علماے آخرت ہی کرتے ہین اور علماے دنیا تو اُن امور مین
مشغول ہوتے ہین جنسے مال و جاہ کی پیدائش ہو اور اُن علوم کو چھوڑ دیتے ہین جنکے لیے خدا تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو بھیجا ہی اور ضحاک
کہتے ہین کہ مین نے اکابر کو ایسا پایا کہ ایک دوسرے سے بجز ورع کے اور کچھ نہ سیکھتے تھے اور آج بجز کلام کے اور کچھ نہین سیکھتے اور ایک علامت
علماے آخرت کی یہ ہی کہ کھانے اور پینے مین آسایش کی طرف اور لباس مین بناؤ اور مکان اور اسباب مین زینت کی طرف مائل نہو
بلکہ ان سب امور مین میانہ روی اختیار کرے اور اس باب مین سلف کے اکابر کی مشابہت پیدا کرے اور سب امور مذکورہ مین مقدار قلیل
پر گذر کرے جسقدر کہ ان چیزونکی طرف خواہش کی قلت ہوگی اُسیقدر اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھیگا اور علماے آخرت کے مرتبے کی طرف ترقی کریگا
اور یہ روایت اسکی شاہد ہی جو ابی عبد اللہ خواص کہ حاتم اصم کے شاگرد ہین روایت کرتے ہین کہ مین حاتم کے ساتھ رے مین گیا ہمارا قافلہ تین سو بیس
آدمیونکا تھا حج کے ارادے سے نکلے سب کمل پوش تھے کسی کے پاس توشہ دان اور کھانا نہ تھا ہم ایک شخص سوداگر کے یہان اُترے جو بہت مقدور
رکھتا تھا مگر فقیر دوست تھا اُسنے اُس شب ہماری ضیافت کی جب صبح ہوئی تو اُسنے حاتم سے کہا کہ آپکو کچھ ضرورت ہو تو فرما دیجیے کہ مین ایک

فقیہ کی عیادت کو جانا چاہتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ مریض کی بیمار پرسی مین ثواب ہی اور فقیہ کو دیکھنا عبادت ہے مین بھی تمھارے ساتھ چلتا ہون اور وہ فقیہ جو بیمار تھا محمد بن مقاتل رَے کا قاضی تھا جب ہم دروازے پر پہونچے تو دروازہ کرسی دار بہت اچھا تھا حاتم ششدر رہ گئے کہ عالم کا دروازہ ایسا ہی پھر جب اجازت کے بعد اندر گئے تو دیکھا کہ مکان وسیع خوبصورت فرش اور پردے کا ہی حاتم اور بھی متحیر ہوئے پھر اُس مقام پر گئے جہان قاضی تھا وہان فرش نرم بچھا ہوا اور اُسپر قاضی لیٹا ہوا تھا اور سرے پاس ایک غلام پنکھا لیے کھڑا تھا پس تاجر قاضی کے سرہانے کی طرف بیٹھا اور حال پوچھا اور حاتم کھڑے رہے قاضی نے اُنکو بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا فرمایا کہ مین بیٹھنے کا نہین پوچھا کہ تمکو کچھ حاجت ہی کہا کہ ہان پوچھا کہ کیا ہی فرمایا کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہی کہا کہ دریافت کرو فرمایا کہ تم اُٹھکر بیٹھ جاؤ تو پوچھون قاضی اُٹھ بیٹھا حاتم نے کہا تمنے علم کس سے سیکھا ہے کہا معتبر علما سے جنھون نے میرے سامنے حدیث بیان کی کہا اُنھون نے کس سے کہا کہ اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اصحابؓ نے کس سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپنے کس سے کہا کہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبریئلؑ نے کس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ جو علم خدائے تعالیٰ کے یہان سے جبریئلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا اور آپنے صحابہؓ کو اور اُنھون نے علماے معتبر کو اور علما نے تمکو سُنین تمنے کہین یہ بھی سنا ہی کہ جس شخص کے گھر مین کرسی ہو اور وسعت زیادہ ہو اُسکا مرتبہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہوتا ہی قاضی نے کہا کہ نہین حاتم نے پوچھا کہ پھر کیسے سنا ہی کہا کہ یون سُنا ہی کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور آخرت کی خواہش کرے اور مساکین سے محبت رکھے اور آخرت کے لیے سامان مقدم کرلے تو اُسکا مرتبہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہوگا حاتم نے فرمایا کہ پھر تمنے کسکا اقتدا کیا ہی آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحابؓ اور صلحا رحمہم اللہ کا اقتدا کیا ہی یا فرعون اور نمرود کی پیروی کی ہی جنھون نے اول گچ اور اینٹ سے عمارت بنائی تھی اے علمائے بد تمھین جیسون کو جاہل آدمی جو دنیا پر گرتے ہین اور اُنکے حریص ہین دیکھکر کہتے ہین کہ عالم اس حال پر ہین تو ہم اُنسے کیا بدتر حال بھی نہون یہ کہکر حاتم اُسکے پاس سے چلے آئے ابن مقاتل کی بیماری اور زیادہ ہوگئی اور رَے کے لوگونکو معلوم ہوا کہ حاتم مین اور قاضی مین یہ گفتگو ہوئی اسلیے اُنسے کہا کہ قزوین مین طنافسی اُس قاضی کی بہ نسبت بھی بہت زیادہ ہین حاتم اُسکے پاس قصدًا آگئے اور اندر جا کر کہا کہ مین ایک عجمی شخص ہون مین یہ چاہتا ہون کہ تم مجکو میرے دین کا آغاز اور مفتاح نماز یعنی وضو سکھلا دو طنافسی نے کہا کہ بہت بہتر غلام سے کہا کہ جا کر ایک برتن مین پانی لے آؤ وہ پانی لے آیا طنافسی نے بیٹھکر وضو کیا اور تین تین بار اعضا دھوئے اور پھر کہا کہ اسطرح وضو کرتے ہین حاتم نے کہا کہ آپ کھڑے رہین تاکہ تمھارے سامنے وضو کرون اور جو بات مجھے منظور ہے وہ پختہ ہوجاوے طنافسی کھڑے رہے اور حاتم وضو کرنے کو بیٹھے اور وضو مین اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے طنافسی نے کہا کہ میان صاحب تمنے اسراف کیا حاتم نے کہا کہ کس بات مین کہا کہ تمنے اپنے ہاتھ چار بار دھوئے حاتم نے فرمایا کہ سبحان اللہ مینے ایک چلو پانی مین اسراف کیا تمنے ان سب ناز و نعم کے جمع مین اسراف نہین کیا طنافسی نے جان لیا کہ اُنکو وضو سیکھنے کی غرض نہ تھی بلکہ یہی امر جتانا منظور تھا سنکر گھر مین چلے گئے اور چالیس روز تک لوگونکے سامنے نہوئے۔ پھر جب حاتم بغداد مین گئے تو بغداد والے اُنکے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن تم ایک عجمی شخص ہو اور رک رک بات کہتے ہو مگر جو کوئی تمسے تقریر کرتا ہی تم اُسکو زک دیتے ہو فرمایا کہ میرے پاس تین خصلتین ہین جنسے مین اپنے طرف ثانی پر غالب رہتا ہون اول یہ کہ جب طرف ثانی امر راست کہتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون اور جب وہ خطا کرتا ہی تو رنج کرتا ہون اور اپنے نفس کو قابو مین رکھتا ہون کہ طرف ثانی پر جہالت نہ کرے

یہ خبر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو پہونچی اُنھون نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ بڑے عاقل شخص ہین چلو ہمکو بھی اُنکے پاس لے چلو جب مجمع حاتمؒ
کے پاس آیا تو امام احمد نے اُن سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمن سلامتی کس بات مین ہی حاتم نے فرمایا کہ ای ابو عبداللہ جبتک تم مین چار خصلتین
نہونگی تب تک دنیا سے سلامت نہ رہو گے اوؔل یہ کہ لوگ اگر جہالت کرین تو تم درگذر کرو دوسرے اپنی جہل کو اُنسے روکو تیسرے اپنی چیز اُنکو دو چوتھے
اُنکی چیز سے مایوس ہو جب ایسے ہو جاؤ گے تو سلامت رہو گے پھر حاتم مدینہ منورہ کو گئے وہان کے لوگ آپکے استقبال کو آئے آپنے پوچھا کہ
یہ کونسا مدینہ ہی لوگون نے کہا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کہان ہی کہ مین بھی اُسمین
نماز پڑھون لوگون نے کہا کہ آپکا تو کوئی محل نہ تھا آپکا تو گھر بہت پست تھا حاتمؒ نے کہا کہ آپ کے اصحابؓ کے محل ہی بتادو اُنھون نے کہا کہ
اُنکے محل نہ تھے اُنکے تو گھر زمین سے لگے ہوئے تھے حاتم نے کہا کہ لوگو یہ شہر فرعون کا ہی لوگون نے اُنکو گرفتار کیا اور سلطان کے پاس لیگئے
اور کہا کہ یہ عجمی کہتا ہی کہ یہ مدینہ فرعون کا ہی حاکم نے کہا کہ کس لیے ایسا کہتا ہی حاتم نے کہا کہ جلدی نہ کرو مین ایک آدمی عجمی مسافر ہون جب شہر
مین آیا تو لوگون سے پوچھا کہ یہ کسکا مدینہ ہی اُنھون نے جواب دیا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مین نے کہا کہ آپکا محل کہان ہی اور
سب ماجرا حرف بحرف کہکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یون فرماتا ہی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اب مین یہ پوچھتا ہون کہ تمنے کسکا اتباع کیا ہی آیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یا فرعون کا جسنے اول اینٹ اور گچ سے عمارت بنائی حاکم نے لاجواب ہو کر اُنکو رہا کر دیا تو حاتم اصم کی یہ حکایت تھی اور
اکابر سلف کی عادت زہد اور زینت کے ترک کرنے مین اپنے مقام مین اور بھی مذکور ہوگی جو اس جا پر شاہد ہی اور تحقیق یہ ہی کہ امر مباح سے
زینت کرنا حرام تو نہین لیکن اُسمین لگا رہنا موجب اس سے اُنس کا ہو جاتا ہی یہانتک کہ اُسکا ترک کرنا دشوار ہو جاتا ہی اور ہمیشہ زینت مین
پڑا رہنا بدون ایسے سامان کے ممکن نہین ہوتا کہ اکثر اُسکی رعایت کرنے سے مداہنت اور خلق کی طرفداری اور اُنکی نمایش وغیرہ امور ممنوعہ کا ارتکاب
لازم آتا ہی اور احتیاط اسی مین ہی کہ اس سے اجتناب کیا جائے اسلیے کہ جو دنیا مین گھستا ہی یقیناً اُس سے سلامت نہین نکلتا اور اگر باوجود دنیا مین
مصروف رہنے کے سلامتی ہو جایا کرتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک دنیا مین کبھی مبالغہ نفرماتے یہانتک کہ مروی ہی کہ قمیص المعلم اور
خاتم الذہب فی اثناء الخطبہ اور اُنکے سوا اور اُمور جنکا بیان عنقریب آویگا ترک دنیا مین آپ سے مروی ہین۔ اور کہتے ہین کہ یحییٰ بن
یزید نوفلی نے حضرت مالک بن انسؓ کو ایک خط لکھا اسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی رسولہ محمد فی الاولین والآخرین یحییٰ بن یزید کی
طرف سے مالک بن انس کو بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ مین نے سنا ہی کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو اور پتلی چپاتیان کھاتے ہو اور نرم بچھونے
پر بیٹھتے ہو اور اپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہو حالانکہ تم مجلس علم مین بیٹھے ہو تمھارے پاس راہ دور دراز سے لوگ سوار ہو کر آتے ہین اور
تمکو اپنا پیشوا کر رکھا ہی اور تمھارے کہنے سے راضی ہین تو تمکو خوف خدا چاہیے اور تواضع اور انکسار کو اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہیے تمکو مین نے یہ خط نصیحت کے
طور پر لکھا ہی اور اسکی خبر بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہین والسلام حضرت مالک بن انسؓ نے اس خط کا جواب یہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ
علی محمد و آلہ وصحبہ وسلم مالک بن انس کی طرف سے یحییٰ بن یزید کو ہی کہ خدا تعالیٰ کا سلام تمپر ہو آپ کا خط پہونچا اور شفقت اور ادب مین نصیحت کے
موقع پر رکھا خدا تعالیٰ تمکو تقوی سے متمتع کرے اور اس نصیحت کے عوض مین جزائے خیر دیوے اور مین بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہون کہ گناہ ہون سے
بچنے اور اسکی طاعت بجالانیکی طاقت بدون اُسکی مدد کے نہین ہی باقی یہ جو آپنے لکھا کہ مین باریک کپڑے پہنتا ہون اور پتلی چپاتی کھاتا ہون

قمیص کی جگہ لفظ جبہ ہی ۱۲ ... سوسے کی انگوٹھی ... بخاری مسلم بروایت ابن عمر ۱۲

اور نرم فرش پر بیٹھتا ہون اور دربان رکھتا ہون سو واقع مین ایسا کرتا ہون اور خدا تعالی سے مغفرت چاہتا ہون مگر اللہ تعالی فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق اور مین یہ جانتا ہون کہ اسکا ترک کرنا بہ نسبت کرنیکے بہتر ہے اور تم اپنی خط وکتابت سے ہمکو فراموش مت کرنا ہم بھی خط وکتابت آپسے نہ چھوڑینگے والسلام اب امام مالک صاحب کے اقرار کو دیکھو کہ کہدیا کہ اس امر کا نہ کرنا اسکے کرنے کی نسبت اچھا ہے اور یہ بھی حکم کیا کہ یہ امر مباح ہے اور واقع مین دونون باتون مین سچ ارشاد فرمایا اور امام مالک جیسا مرتبے والا اس جیسی نصیحت مین اگر انصاف اور اعتراف اپنے نفس پر گوارا کرے تو اسکا نفس مباح کی حدود کو معلوم کرنے پر بھی قادر ہوگا تاکہ امور مباح کو کرنیسے مداہنت اور ریا اور مکروہات مین مبتلا ہونیسے محفوظ رہے مگر دوسرے شخص کو یہ حوصلہ نہین کہ مباح کی حدود پر قانع رہے اسلیے مباح سے لذت حاصل کرنے مین بہت خوف ہے اور خوف الہی سے یہ امر بہت دور ہے اور علماے آخرت کی خاصیت خوف الہی ہے اور خوف خدا مقتضی اسکا ہے کہ خطر کی جگہ سے دوری اختیار کرے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ حکام سے دور رہے اور جبتک انسے علیحدگی کی صورت ممکن ہو کبھی انکے پاس نہ جاوے بلکہ انکے ملنے سے احتراز کرے گو وہ خود اسکے پاس آوین اسلیے کہ دنیا شیرین اور سبز ہے اور اسکی باگ حکام کے قبضے مین ہے اور جو شخص حکام سے ملتا ہے اسکو کچھ نہ کچھ تکلف انکی رضاجوئی اور دلداری مین کرنا پڑتی ہے باوجودیکہ وہ ظالم ہوتے ہین اور ہر دیندار کو انسے کنارہ اور انکے ظلم کو اظہار کرکے انکو دلتنگ کرنا اور انکے حرکات کی برائی بیان کرنی واجب ہے اور جو انکے پاس جاویگا وہ یا تو انکی زینت کی طرف توجہ کریگا اور اپنے اوپر خدا تعالی کی نعمت کو حقیر جانیگا یا انپر انکار کرنیسے خاموش رہیگا تو مداہنت مین مبتلا ہوگا یا اپنے کلام کو بتکلف انکی مرضیون کے موافق انکے افعال کو درست کرنیکے لیے ادا کریگا اور یہ صریح جھوٹ ہوگا یا اس بات کی طمع ہوگی کہ انکی دنیا مین سے کچھ ملے اور یہ حرام ہے اور باب حلال وحرام مین مذکور ہوگا کہ حکام کے مالون مین کسکا لینا جائز ہے اور کسکا ناجائز خواہ راتب ہو یا انعام وجاگیر وغیرہ حاصل یہ کہ انسے ملنا تمام خرابیونکی کلید ہے اور علماے آخرت کا طریق احتیاط کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من بدا جفا ومن اتبع الصید غفل ومن اتی السلطان افتتن اور فرمایا سیکون علیکم امراء تعرفون منہم وتنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع ابعدہ اللہ تعالی قیل افلا نقاتلہم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ما صلوا اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جہنم مین ایک جنگل ہے جسمین وہی عالم رہینگے جو بادشاہونکی زیارت اور ملاقات کو جاتے ہین اور حذیفہ رضنے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپکو فتنہ کی جگہون سے بچاؤ لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہین ہین فرمایا امیرون کے دروازے کہ جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہے تو جھوٹ پر اسکی تصدیق کرتا ہے اور اسکی شان مین وہ بات کہتا ہے جو اسکے اندر واقع مین نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علما خداے تعالی کے بندون پر رسولونکے امین ہین جبتک کہ سلاطین سے میل جول نہ کرین اور جب ایسا کرین تو انھون نے رسولونکی خیانت کی انسے ڈرو اور الگ ہوجاؤ روایت کیا اسکو انس نے اور اعمش سے کسی نے کہا کہ تمنے علم کو زندہ کردیا اس جہت سے کہ آپسے بہت لوگ سیکھتے ہین فرمایا کہ ذرا صبر کرو جتنے سیکھتے ہین انمین سے ایک تہائی تو پختہ ہونے سے پیشتر ہی مرجاتے ہین اور ایک تہائی سلاطین کے دروازون پر جا جمتے ہین وہ لوگ سب خلق سے برے ہین رہے تہائی انمین سے کمتر

لوگون کو فلاح ہوتی ہی- اور اسیوجہ سے سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ امرا کو گھیرتا ہی تو اُس سے احتراز کرو کہ وہ چور ہی- اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی چیز اُس عالم سے زیادہ بُری نہین جو حاکم کے پاس جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بدترین علما وہ ہین جو امیرون کے پاس جاتے ہین اور بہترین حکام وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین- اور مکحول دمشقی کہتے ہین کہ جو شخص قرآن سیکھے اور دین مین تفقہ پیدا کرے پھر خوشامد اور طمع کی جہت سے سلطان کی صحبت اختیار کرے تو وہ بقدر اپنے قدمونکے دوزخ کی آگ مین گھستا ہی- اور سمنون کہتے ہین کہ عالم کے حق مین کیا ہی بُرا ہی کہ کوئی مجلس مین آوے اور عالم کو نہ پاوے اور جب اُسکا حال پوچھے تو یہ کہین کہ وہ حاکم کے یہان ہی اور اُنھون نے یہ بھی فرمایا ہی کہ مین سنتا تھا کہ قول بزرگونکا ہی کہ جب عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہی تو اُسکو تم اپنے دین مین متہم جانو یہانتک کہ اس مضمون کا مینے تجربہ کر لیا یعنی جب مین حاکم کے یہان گیا اور وہان سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ لیا تو معلوم ہوا کہ اُسکو بہت دوری ہو گئی حالانکہ جس ڈھنگ سے مین حاکم سے ملتا ہون اُسکو تم دیکھتے اور جانتے ہو کہ سخت اور درشت کہتا ہون اور اکثر اُسکی خواہش کی مخالفت کرتا ہون اور یہی چاہتا ہون کہ اُس تک جانیکی نوبت بھی نہ پہونچے اور باوجود اسکے مین اُس سے کچھ لیتا نہین نہ اُسکے گھر کا پانی پیون پھر فرمایا کہ اب ہمارے زمانے کے علما بنی اسرائیل کے علما سے بھی بدتر ہین کہ بادشاہونکو جائز امور بتاتے ہین اور جو اُنکی مرضی کے موافق ہون ایسی باتین سناتے ہین اور اگر اُنکو وہ امور سکھاوین جو اُنپر واجب ہین اور جنمین اُنکی نجات ہی تو حاکم اُنسے نفرت کرین اور اپنے پاس اُنکا آنا برا سمجھین اور یہ امر اللہ تعالی کے نزدیک اُنکی نجات کا باعث ہی- اور حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ ان لوگونمین جو تمسے پہلے تھے ایک بزرگ تھے جو اسلام مین بڑھے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھے عبد اللہ بن مبارک کہتے ہین کہ ان بزرگ سے سعد بن ابی وقاصؓ مراد ہین حسنؒ فرماتے ہین کہ وہ سلاطین کے پاس نہ جاتے تھے اور اُنسے نفرت کرتے تھے اُنکے بیٹون نے اُنسے کہا کہ جو لوگ کہ اسلام کی زیادتی اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تمھارے برابر نہین وہ بادشاہون کے پاس جاتے ہین اگر آپ بھی جاوین بہتر ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹو دنیا مردار ہی اور کچھ لوگون نے اُسکو گھیر رکھا ہی بخدا مین حتی الوسع اُنکا شریک نہونگا اُنھون نے کہا تو تم لاغری مین مرجاوگے فرمایا کہ مین ایمان کے ساتھ لاغری مین مرجانا اس سے اچھا جانتا ہون کہ نفاق کے ساتھ موٹا ہو کر مرون حسنؒ فرماتے ہین کہ بخدا آپنے اُنکو ہرا دیا اور خوب حجت نکالی اسلیے کہ جان لیا کہ مٹی گوشت اور فربہی کو کھاویگی اور ایمان کو نہ کھاویگی اور اُسمین اشارہ ہی کہ بادشاہ کے پاس جانیسے آدمی نفاق سے یقیناً نہین بچتا جو ایمان کی ضد ہی اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے سلمہؓ سے فرمایا کہ اے سلمہ بادشاہونکے دروازونپر مت جایئو اسلیے کہ تمکو اُنکی دنیا مین سے جبھی کچھ ملیگا کہ جب تمھارے دین مین سے وہ اس سے بہتر لے لینگے- اور علما کے لیے یہ امر ایک بڑا فتنہ ہی اور شیطان کا ایک سخت ذریعہ علما پر ہی خصوصاً ایسے عالم پر جسکی ادا اچھی اور کلام شیرین ہو اسلیے کہ شیطان ہمیشہ اُسکو یہی سوجھاتا ہی کہ سلطان کے پاس جانے اور اُنکو نصیحت کرنیسے وہ لوگ ظلم سے باز رہینگے اور شریعت کے احکام اُنمین جاری اور قائم ہو جاوینگے اور ہوتے ہوتے یہ خیال دل مین ڈالدیتا ہی کہ تمھارا اُنکے پاس جانا دین مین داخل ہی پھر جب اُنکے پاس جاتا ہی تو یہ نہین ہو سکتا کہ کلام مین نرمی اور مداہنت نہ کرے اور اُنکی تعریف اور خوشامد کی نہ لے اور ان باتونمین دین کی خرابی ہی- اور اکابر سلف یون کہا کرتے تھے کہ علما جب جان لیتے تھے تو عمل کرتے تھے اور عامل ہونے پر مشغول ہوتے تھے اور شاغل ہونے کے بعد گمنام ہوتے تھے اور گمنام ہونے کے پیچھے اُنکی طلب

ہوتی تھی اور طلب پر بھاگا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے حضرت حسن بصری رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یہ التماس ہی کہ آپ مجکو
ایسے لوگ بتاوین جنسے مین خدا تعالی کے امر مین مدد لیا کرون آپ نے جواب مین یہ لکھا کہ اہل دین تو تمھارے پاس آنے کے نہین اور دنیا والون
سے تمکو غرض نہین تاہم تم اشراف اپنے ساتھ رکھو کہ وہ لوگ اپنے شرف کو آلودگی خیانت سے محفوظ رکھتے ہین۔ یہ حال عمر بن عبد العزیز کو لکھا جو
اپنے زمانے مین سب سے زیادہ زاہد تھے توجب اہل دین کو ایسے حاکم کے پاس سے بھی گریز کرنا شرط ہو تو دوسرے حاکم کی طلب اور اُس سے میل
جول رکھنا کیسے ٹھیک ہوگا اور سلف کے علما مثل حسن بصری رح اور سفیان ثوری رح اور ابن مبارک رح اور فضیل رض بن عیاض اور ابراہیم بن ادہم
اور یوسف رح بن اسباط دنیا کے علما یعنے مکہ اور شام وغیرہ کے عالمون مین وہ عیب بتایا کرتے تھے یا دنیا کا مائل ہونا یا سلاطین سے ملنا اور
ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ فتوی دینے مین جلدی نہ کرے بلکہ جبتک اُس سے بچے رہنے کی سبیل معلوم ہو تبتک توقف اور احتراز
ہی کرے پس اگر ایسا مسئلہ کوئی پوچھے جسکو قرآن یا قطعی حدیث یا اجماع یا قیاس ظاہر سے یقینًا جانتا ہو تب تو حکم بتلادے اور اگر ایسا مسئلہ
پوچھے جسمین شک ہو تو کہدے کہ مجھے معلوم نہین اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے جسکا حکم غالبًا اپنے اجتہاد اور تخمینے سے اُسکو صحیح معلوم ہی تو اُسمین احتیاط کرے
اور دوسرے پر حوالہ کردے کہ اُس سے پوچھ لو اگر دوسرا ٹھیک بتا سکتا ہو احتیاط کا مرتبہ یہی ہی اسلیے کہ اجتہاد کا خطر اپنی گردن پر رکھنا بہت
بڑا ہی اور حدیث مین وارد ہی العلم ثلثۃ کتاب ناطق وسنۃ قائمۃ ولا ادری شعبی رح کہتے ہین کہ لا ادری نصف علم ہی اور جو شخص ایسے موقع پر چپ نہ جانتا
ہو خداے تعالی کے واسطے چپ رہجاوے تو اُسکو اس شخص سے ثواب کم نہوگا جو راست راست جواب بتادے اسلیے کہ نہ جاننے کا اقرار کرنا نفس پر
نہایت سخت ہی غرض کہ عادت اصحاب رض اور اکابر کی اسطرح تھی حضرت ابن عمر رض کا دستور تھا کہ جب کوئی فتوی پوچھتا تو فرماتے کہ اُس حاکم کے پاس
جاؤ جو لوگون کے امر کا کفیل بن رہا ہی اور اِس مسئلہ کو اُسکی گردن پر رکھ دو۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جو شخص لوگونکو ہر ایک مسئلہ مین فتوی
دے وہ بیشک مجنون ہی اور فرمایا کہ علم کی سپر لا ادری ہی اگر آدمی اُسکو چوک جاوے تو بچ اُسکی خیر نہین۔ اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ شیطان پر
اس عالم سے زیادہ سخت کوئی نہین جو علم ہی سے بولے اور علم ہی کے ساتھ سکوت کرلے شیطان کہتا ہی کہ اس شخص کو دیکھو کہ اُسکے بولنے سے اُسکا چپکا
رہنا مجھپر بہت بھاری ہی۔ اور بعض اکابر نے ابدال کی صفت کی ہی کہ اُنکی غذا فاقہ ہی اور کلام ضرورت اتنی جبتک اُنسے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک
نہین بولتے اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہی اور ایسا شخص دیکھتے ہین کہ وہ بتاویگا تو چپ رہتے ہین اور اگر مجبور ہی ہوتے ہین تو خود جواب دیتے ہین اور
یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کو تقریر کی خفیہ خواہش مین شمار کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علی رض اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض ایک شخص پر گذرے
کہ وہ لوگونکے سامنے کچھ تقریر کر رہا تھا ارشاد فرمایا کہ یہ یون کہتا ہی کہ مجھے جان لو۔ اور بعض اکابر کا قول ہی کہ عالم وہ ہی کہ جب کسی مسئلہ کو اُس سے
دریافت کیا جاوے تو اُسے یہ معلوم ہو کہ گویا میری داڑھی نکالی جاتی ہی۔ اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہمکو پل بناؤ اور اُسپر سے
دوزخ کی طرف عبور کرو۔ اور ابو حفص نیشاپوری فرماتے ہین کہ عالم وہ ہی کہ سوال کے وقت اس بات سے ڈرے کہ قیامت کو کہین یہ پوچھا ہو
کہان سے جواب دیا تھا۔ اور ابراہیم تیمی سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو روتے اور فرماتے کہ تمکو کوئی دوسرا نہ ملا کہ مجھپر چڑھائی کی۔ اور ابو العالیہ ریاحی اور
ابراہیم نخعی اور ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری رحمہم اللہ دو یا تین شخصونکے سامنے کچھ بیان کیا کرتے اور جب لوگ زیادہ ہوجاتے تو رک جاتے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما ادری اعزیر نبی ام لا وما ادری اتبع ملعون ام لا وما ادری ذو القرنین نبی ام لا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے کسی نے پوچھا کہ سب جگھون مین بہتر کون سی ہی اور بدتر کون سی آپ نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین یہانتک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
تشریف لائے آپنے اُنسے دریافت کیا اُنھون نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین حتی کہ خدائے تعالی نے اُنکو جتایا کہ سب جگھون مین بہتر مسجدین
ہین اور سب مین بدتر بازار ہین۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے اگر کوئی دس مسئلے پوچھتا تھا تو آپ ایک کا جواب دیتے تھے اور نو کے جواب مین سکوت
کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نو کا جواب دیتے تھے اور ایک کے جواب سے خاموش رہتے تھے اور فقہائے سلف مین ایسے لوگ بہت تھے
جو یہ کہدیتے تھے کہ مین نہین جانتا اور جانتا ہون کہنے والے کم تھے سفیان ثوری اور مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور
بشر بن حارثؒ سب ایسے ہی تھے کہ لاادری اکثر کہتے تھے اور عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہین کہ مینے اس مسجد مین ایکسو بیس صحابہ دیکھے
وہ سب ایسے ہی پائے کہ جب کسی سے کوئی فتوی پوچھا جاتا یا حدیث پوچھی جاتی تو یہی چاہتا کہ کوئی دوسرا بھائی اس سوال سے ہمین بچادے
اور ایک روایت اُن سے یون ہی کہ جب کوئی سوال اُنمین سے کسی پر پیش ہوتا تو وہ اُسکو دوسرے کے پاس بھیجتے اور وہ تیسرے کے پاس یہانتک
کہ ہوتے ہوتے پھر اول کے پاس آجاتا۔ اور مروی ہی کہ اصحاب صفہ مین کسی کے پاس ایک سری بھُنی ہوئی بطور ہدیہ آئی اور وہ سب اسوقت بہت
عسرت سے بسر کرتے تھے اُنھونے دوسرے کو ہدیہ کردی اور دوسرے نے تیسرے کو اسیطرح رفتہ رفتہ پھر اول صحابی کے پاس آگئی۔ تو اب تامل کرو
کہ فی زماننا علما کا معاملہ کیسا اُلٹا ہوگیا کہ جس چیز سے پہلے لوگ بھاگتے تھے وہ اب مطلوب ہوگئی اور جو مطلوب تھی اُس سے نفرت کرنے لگے
اور فتوی دینے کی کفالت سے بچنے کی خوبی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے جو بعض اکابر نے مرفوع بیان کی ہے کہ لوگو نکو فتوی نہ دین مگر تین
آدمی امیر یا مامور یا متکلف۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صحابہؓ چار چیزون کو ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے اول امامت دوم وصیت سوم امانت
چہارم فتوی اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جسکو علم کم ہوتا تھا وہ تو جلد فتوی دینے کو تیار ہوجاتا تھا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتوی کو سب سے
زیادہ دوسرے پر ٹالتا تھا اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا شغل پانچ چیزونمین تھا قرآن کی تلاوت مسجدونکی آبادی اللہ تعالی کا ذکر اچھی بات کا امر کرنا بُری
بات سے منع کرنا اور اسکی وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ آپنے فرمایا کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ الا ثلثۃ امر بمعروف او نہی عن منکر او ذکر اللہ
تعالی اور اللہ تعالی فرماتا ہی لاخیر فی کثیر من نجوٰیہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس الآیہ اور بعض علما نے کسی کو جو اہل اجتہاد کہلاتے اون
اور فتوی دیتے والونمین سے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم جو فتوی دیا کرتے تھے اور قیاس کیا کرتے تھے اسکا کیا حال پایا اُسنے ناک چڑھائی
اور منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہمنے اُسکو کچھ نہ پایا اور اسکا انجام ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا۔ اور ابن حصین کہتے ہین کہ عالم ایسے سوال کا جواب کہدیتے ہین کہ اگر وہ حضرت
عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو اُسکے لیے تمام اہل بدر کو جمع کرتے۔ غرضکہ سکوت کرنا ہمیشہ سے اہل علم کا قاعدہ رہا ہی بدون ضرورت ہرگز نہ کہتے تھے۔
اور حدیث مین ہی کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اسکو عنایت ہوا ہی تو اُس سے قریب ہو کہ اُسکو حکمت تعلیم کی جاتی ہی۔ اور بعض اکابر
کہتے ہین کہ عالم دو ہین ایک عوام کا عالم وہ تو مفتی ہی یہ لوگ بادشاہونکے مصاحب ہوتے ہین اور ایک خواص کا عالم وہ توحید اور دل کے اعمال کا
عالم ہی ایسے لوگ متفرق اور تنہا رہتے ہین۔ اور یہ قول مشہور تھا کہ امام احمد بن حنبل مثل دجلے کے ہین کہ ہر شخص اُسمین سے ڈول بھر لیتا ہی اور بشر بن
حارث مثل میٹھے کنوئین اوپر سے ڈھکے ہوئے کے ہین کہ اُسپر ایک ایک ہی شخص قصد کرتا ہی اور پہلے یون کہا کرتے تھے کہ فلان شخص عالم ہے اور
فلان متکلم اور فلان کو کلام مین زیادہ دستگاہ ہی اور فلان علم مین زیادہ ہی۔ اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ کلام کی بہ نسبت معرفت سکوت سے

ترمذی اور ابن ماجہ بروایت ام حبیبہ رضی ۱۲

شاید کچھ بھلی نہیں اکثر انکی مشورت مگر جو کوئی کہ خیرات کا یا نیک بات کہیا صلاح کروانے کو لوگون مین ۱۲

صح ابن ماجہ بروایت ابی خلاد بسند ضعیف ۱۲

زیادہ قریب ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب علم بہت ہوتا ہی تو کلام کم ہو جاتا ہی اور جب کلام زیادہ ہوتا ہی تو علم کم ہو جاتا ہی۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو درداؓ کو ایک خط لکھا اور ان دونون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کر دیا تھا چنانچہ بخاری مین بجنسہ یہ مضمون مروی ہی خط کا مطلب یہ تھا کہ بھائی مین نے سنا ہی کہ تمکو لوگون نے مسند طبابت پر بٹھایا ہی اور مریضون کا علاج کرتے ہو مگر سوچ لو اگر واقع مین تم طبیب ہو تب تو بولنا کہ تمھاری گفتگو شفا ہی اور اگر بتکلف طبیب ہو گئے ہو تو بھائی خدا سے ڈرو مسلمان کو جان سے مت مارو بعد اس خط کے حضرت ابو درداؓ سے کوئی دوا پوچھتا تو توقف کیا کرتے۔ اور حضرت انسؓ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہمارے آقا امام حسن علیہ السلام سے پوچھو اور حضرت ابن عباسؓ سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ جابر ابن زیدؓ سے پوچھو اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ سعید بن المسیب سے دریافت کرو۔ اور نقل ہی کہ ایک صحابی نے حضرت حسن بصریؒ کے سامنے بیس حدیثین بیان کین کسی نے انکی تفسیر پوچھی انھون نے فرمایا کہ مین بجز روایت کے اور کچھ نہین جانتا پس حضرت حسن بصری نے ایک ایک حدیث کی تفسیر جدا جدا فرمائی لوگونکو انکی تفسیر پر یادداشت کی خوبی سے تعجب ہوا صحابی نے ایک مٹھی کنکرون کی اٹھا کر ان لوگونکے ماری اور کہا کہ تم مجھسے علمی بات پوچھتے ہو حالانکہ یہ عالم تمھارے یہان موجود ہی اور ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہی کہ علم باطن کے سیکھنے کا اور دل کی نگرانی اور طریق آخرت کے پہچاننے اور اسکے چلنے کا زیادہ اہتمام رکھے اور مجاہدہ اور مراقبہ سے ان امور کی حقیقت معلوم کرنیکی امید صحیح اور سچی کرے اسلیے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ اور دل کے علوم کی باریکیان پیدا ہوتی ہین اور پھر انسے دل مین حکمت کے چشمے پھوٹتے ہین اور کتابین اور تعلیم اس باب مین کافی نہین بلکہ اگر آدمی مجاہدہ کرے اور دل کا نگران رہے اور اعمال ظاہری اور باطنی بجالاوے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خلوت مین حضور دل اور فکر صاف سے بیٹھے اور اسکے ماسوا سے اسی کی طرف منقطع ہو جاوے تب حکمت بے حد و حساب اسکے دل پر مفتوح ہو کہ کلید الہام اور منبع کشف یہی امور ہین اسلیے کہ بہت سے طالب علم ایسے ہین کہ بہت دنون تک سیکھتے رہے مگر جسقدر سنا تھا اس سے ایک لفظ بھی آگے نہ بڑھے اور بہت ایسے ہین کہ ضروری علم پر کفایت کر کے عمل پر اور دل کی نگرانی پر جو بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے لطیف حکمتین انکے لیے ایسی کھولدین جنمین عاقلونکی عقل متحیر ہو جاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرے بموجب اسکے جو اسنے سیکھا دیتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ علم اس چیز کا کہ اسنے نہین سیکھی۔ اور بعض پہلی کتابون مین وارد ہی کہ اے بنی اسرائیل یہ مت کہو کہ علم آسمان مین ہی اسکو زمین پر کون اتاریگا یا علم زمین کی تہون مین ہی اسکو اوپر کون چڑھاوے یا علم سمندر پار ہی اسکو پار کر کے کون لاوے علم تو تمھارے دلون مین رکھا ہوا ہی تم میرے سامنے روحانیونکے سے آداب برتو اور صدیقونکے اخلاق اختیار کرو مین تمھارے دلون مین وہ علم ظاہر کر دونگا کہ تمکو ڈھانپ لے۔ اور سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے ہین کہ علما اور عابد اور زاہد سب دنیا سے گئے اور انکے دل مقفل رہے بجز صدیقون اور شہیدونکے دلونکے اور کسی کے دل نہ کھلے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو آخر تک۔ اور اگر اہل دل کے دل کا ادراک نور باطن سے علم ظاہر پر حاکم اور غالب نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اپنے دل سے فتویٰ لے لو اور لوگ حکم دین اور فتویٰ لگا دین اور ایک حدیث قدسی مین یون ارشاد فرمایا لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ آخر حدیث تک اسلیے کہ بہت سے باریک معنی قرآن مجید کے اسرار کے ایسے شخص کے دل مین آجاتے ہین جو صرف ذکر اور فکر مین لگا رہتا ہی اور وہ معنی تفسیرون مین کہین نہین ہوتے اور نہ بڑے بڑے مفسرونکو معلوم ہون اسی شخص کو معلوم ہوتے ہین جو بارادہ معرفت

ح ابو نعیم بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ ح احمد بروایت وابصہ دوسری فصل مین گذری ۱۲ ح ۲ بندہ میری طرف بذریعہ نفلون کے تقرب میں برابر لگا رہتا ہے یہانتک کہ مین اسکو دوست رکھتا ہون اور جب مین اسکو دوست رکھتا ہون تو مین اسکے کان ہو جاتا ہون جس سے وہ سنتا ہے ح بخاری بروایت ابی ہریرہ ۱۲

دل کا نگران رہے اور اگر یہ معنی مفسرین کے سامنے پیش کیے جاوین تو وہ بھی انکو اچھا بتا دین اور جان لین کہ یہ پرتو صاف دلون اور
خدا تعالی کے الطاف کا ہی کہ انکی طرف ہمتونکے متوجہ کرنے سے حاصل ہوا اور یہی حال مکاشفہ کے علمون اور معاملہ کے علوم کے اسرار
اور دلونکے خطرونکی باریکیون کا ہی کیونکہ انمین سے ہرایک علم ایسا دریا ہی جسکی تھاہ نہین معلوم ہوتی ہر ایک طالب اپنی قسمت کے موافق
اور جسقدر حسن عمل کی توفیق اسکو ملتی ہی اسیقدر اسمین غوطہ لگاتا ہی اور انھین علما کی صفت مین حضرت علیؓ نے ایک بڑی حدیث مین ارشاد
فرمایا ہی کہ آدمیون کے دل ظروف ہین ان سب مین بہتر وہ ہین جنکے اندر خیر زیادہ ہو اور آدمی تین قسم ہین ایک عالم ربانی دوم بطور نجات
کے سیکھنے والے سوم بیوقوف سفلے کہ ہر باطل پر بلانیوالے کے تابع ہو جاوین جدہر کا جھونکا چلے ادھر ہی کو پھر جاوین ان لوگون نے
نہ علم کے نور سے روشنی حاصل کی نہ کسی مضبوط چیز کا سہارا لیا علم مال سے بہتر ہی علم تیری حفاظت کرتا ہی اور تو مال کی حفاظت کرتا ہی علم
خرچ کرنیسے بڑھتا ہی اور مال اس سے کم ہوتا ہی اور علم کی محبت ایک دین قابل اختیار ہی جس سے زندگی مین طاعت کمائی جاتی ہی اور مرنے
کے بعد ذکر خیر علم حاکم ہی اور مال محکوم اور مال کا فائدہ اسکے جاتے رہنے سے دور ہو جاتا ہے جو لوگ کہ مالدار تھے اور انکے جتھے کے جتھے
تھے سب مرگئے اور علما زندہ رہین گے جبتک کہ زمانہ باقی ہی پھر آپ نے ایک لنبا سانس لیا اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے
فرمایا کہ یہان علم بہت ہی بشرطیکہ اسکے یاد کرنے والے مجکو ملین بلکہ مین تو طالب ما مون نہین پاتا پایا تو ایسا پاتا ہون کہ دین کے آلہ کو دنیا
کی طلب مین استعمال کرتا ہی اور اللہ تعالی کی نعمتون سے اسکے اولیا پر تکبر کرتا ہی اور اسکی حجت سے اسکی مخلوق پر یاری دیتا ہی یا ایسا پاتا ہون
کہ اہل حق کا مطیع و منقاد تو ہی مگر اول ہی شبہہ سے اسکے دلمین شک جم جاتا ہی آگاہ رہو کہ باطن کے بوجھ نہ یہ رکھتا ہی نہ وہ بلکہ لذات کے
حریص اور طلب شہوات کے بندے اور خدمتگار رہین یا مال کے جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے کے فریفتہ اور اپنی خواہش کے فرمانبردار نہایت
حریص قریب مشابہت ان دونون کو چرنیوالے چوپایون سے ہی الہی جب علم کے یاد کرنیوالے مرجاوینگے تو گویا علم یون جاتا رہیگا نہین بلکہ زمین
ایسے لوگونسے خالی نہوگی جو اللہ تعالی کی حجت اسی کیواسطے قائم کرین یا تو ظاہر اور علانیہ ہونگے یا چھپے ہوے مغلوب تاکہ اللہ تعالی
کی حجتین اور دلیلین بیکار نہ رہین اور یہ لوگ کتنے ہین اور کہان ہین یہ لوگ شمار مین کم اور قدر مین اعظم ہین انکے وجود ظاہر مین مفقود ہین
انکی تصویرین دلون مین موجود ہین اللہ تعالی انکے سبب سے اپنی حجتونکی حفاظت کرتا ہی تاکہ وے ان حجتونکو اپنے جیسے لوگونکے حوالہ کرین
اور انکے دلون مین انکو بودین علم نے انکو حقیقت امر پر پہونچا دیا تو یقین کی روح سے جا ملے اور جس بات کو دولتمند مشکل جانتے تھے
اسکو انھون نے سہل پایا اور جس امر سے غافلون کو وحشت تھی اس سے انھون نے دل بہلایا دنیا مین ایسے بدنون سے جنکی روحین محل اعلی سے
وابستہ ہین رہے یہ لوگ خدا تعالی کی مخلوقون مین سے اسکے اولیا اور امین ہین اور اسکے دین کی طرف بلانے والے اور اسکی زمین کے سلاطین
پھر آپ روئے اور فرمایا کہ مجکو انکے دیدار کا بہت بڑا اشتیاق ہی پس یہ مضمون جو آپ نے آخر کو ذکر فرمایا علمائے آخرت کا وصف ہی
اور یہ وہی علم ہی جو اکثر عمل سے اور کثرت مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہی اور ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہی کہ یقین کے قوی کرنے مین
اسکی توجہ بہت ہو اسلیے کہ یقین دین کا راس المال ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ الیقین الایمان کلہ یعنے یقین ایمان کامل ہی
تو علم یقین کا سیکھنا ضروری ہوا یعنے اسکی ابتدا سیکھے پھر دل کو اسکا طریق خود ظاہر ہو جاویگا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ پہلے ہی فرمایا کہ الہی جب علم والے مر جاینگے تو علم جاتا رہیگا پھر خود ہی اس کلام سے احتراز کر کے کہا کہ نہین بلکہ الخ ۱۲ امیر علی
ح بیہقی وخطیب نے بروایت ابن مسعود ۱۲

نے فرمایا کہ یقین کو سیکھو اُسکے معنے یہ ہین کہ یقین والونکے پاس بیٹھو اور اُنسے علم یقین کو سنو اور اُنکی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمھارا یقین قوی
ہوجاوے جیسا اُنکا قوی ہوگیا اسلیے کہ تھوڑا سا یقین بہت سے عمل سے بہتر ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیان کیا گیا کہ ایک
آدمی کا یقین اچھا ہی اور گناہ بہت کرتا ہی اور ایک شخص عبادت مین محنت کرتا ہی اور یقین کم ہی تو آپنے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہین جو گناہ
نہ رکھتا ہو لیکن جسکی سرشت عقل ہی اور عادت یقین اُسکو گناہ ضرر نہین کرتے اسلیے کہ جب گناہ کرتا ہی تو توبہ اور استغفار کرتا ہی اور پشیمان
ہوتا ہی اسلیے گناہونکا کفارہ ہوجاتا ہی اور کچھ زیادتی بچ جاتی ہی جس سے وہ جنت مین جاتا ہی اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو چیز تمکو کم دی گئی وہ یقین اور عزیمت صبر ہی اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ ملا اُسکو پروا نہین اگر شب بیداری اور دن کے روزے
اُسکو نہ ملین۔ اور لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی ہی اُسمین یہ بھی ہی کہ بیٹا عمل کی استطاعت بدون یقین کے نہین ہوتی ہی اور آدمی اتنا ہی
کرتا ہی جتنا اُسکو یقین ہوتا ہی اور عامل کا یقین جبتک کم نہین ہوتا ہی تب تک وہ عمل مین کوتاہی نہین کرتا۔ اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ توحید
کا ایک نور ہی اور شرک آگ ہی تو شرک کی آگ سے جتنی نیکیان مشرکونکی جلتی ہین اُس سے زیادہ توحید کے نور سے موحدون کی برائیان جل جاتی
ہین اور نور سے مراد انکی یقین ہی اور اللہ تعالی نے قرآن مجید مین چند جا موقنین کے ذکر سے اشارہ فرمایا ہی کہ یقین خیرات اور سعادات
کا ذریعہ ہی اب اگر یہ کہو کہ یقین کے معنے کیا ہین اور اُسکے قوی اور ضعیف ہونے سے کیا مراد ہی تاکہ اول اسکو سمجھ لین پھر اُسکی طلب مین مشغول
ہون کیونکہ جبتک اُسکی صورت سمجھ مین نہ آویگی اُسکی طلب ممکن نہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یقین ایک لفظ مشترک ہی دو فریق اُسکو دو معنی
مختلف مین بولتے ہین اول اصطلاح مناظرہ والے اور اہل کلام کی ہی کہ شک کے نہونے کو یقین کہتے ہین اسلیے کہ نفس جو کسی چیز کی تصدیق
کرتا ہی اسکے چار مقامات ہین ایک یہ کہ تصدیق اور تکذیب برابر ہون اُسکو تو شک کہتے ہین مثلاً اگر تمسے کسی خاص شخص کی نسبت
دریافت کیا جاوے کہ خدا تعالی اُسکو عذاب کریگا یا نہین اور اُسکا حال تمکو معلوم نہین تو تمھارا نفس اثبات و نفی مین سے کسی طرف
میل نہ کریگا اور کچھ حکم نہ لگاؤگے بلکہ دونون باتین تمھارے نزدیک ہوسکنے مین برابر ہونگی تو اُسکو شک کہتے ہین۔ دوسرے یہ کہ تمھارا
نفس دونون باتون مین سے ایک طرف کو مائل ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ دوسری بھی ہوسکتی ہی مگر اُسکا ہوسکنا ایسا ہے کہ وہ اول کی
ترجیح کا مانع نہین مثلاً جس شخص کو تم نیکبخت اور متقی جانتے ہو اگر اسکا حال تمسے پوچھا جاوے کہ یہ اگر اسی حالت پر مرجاوے تو عذاب ہوگا یا نہین
تو تمھارا دل اُسکے عذاب نہ ہونے پر زیادہ مائل ہوگا بہ نسبت عذاب ہونیکے اسلیے کہ نیکبختی کی علامتین ظاہر ہین اور باوجود اسکے تم اسکے
باطن مین کوئی امر عذاب کے ہونیکا موجب تجویز کرسکتے ہو تو یہ تجویز اور میل کے ساتھ ہی مگر اُسکی ترجیح کا مانع نہین اس حالت کا نام ظن ہی تیسرے
یہ کہ نفس کسی چیز کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ تصدیق نفس پر چھا جاوے اور اُسکا خلاف دلمین نہ گذرے اور اگر گذرے تو نفس
اسکے قبول کرنے سے انکار کرے مگر یہ تصدیق معرفت واقعی کے ساتھ نہو یعنی اگر اس حال والا اُس امر مین خوب تامل کرے اور شک ڈالے اور
تجویز کو سنے تو اُسکے نفس مین گنجایش اس شبہہ کے ممکن ہونیکی ہوجاوے اس حال کو اعتقاد قریب یقین کے کہتے ہین جیسے عوام کا اعتقاد تمام امور
شرعیہ مین ہی کہ صرف سننے کی جہت سے اُنکے دلونمین جم گیا ہی یہانتک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونیکا اعتقاد کرتا ہی اور اپنے امام اور
پیشوا کو جانتا ہی کہ وہی ٹھیک کہتے ہین اور اگر کوئی اُنکے سامنے بیان کرے کہ تمھارے امام سے خطا بھی ہوسکتی ہی تو اس بات کو قبول نکرینگے چونکہ

تصدیق اور معرفت حقیقی ہی جو دلیل سے حاصل ہوتی ہی کہ جسمین نہ خود شک ہو نہ دوسرے کا شک مین ڈالنا متصور ہو توجب اُسمین شک کا
ہونا اور ہوسکنا دونون نہ ہووین وہ اہل مناظرہ اور کلام کے نزدیک یقین کہلاتا ہی اور اُسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً اگر کسی عاقل سے کہا جاوے کہ عالم
مین کوئی چیز موجود ایسی بھی ہی جو قدیم ہو تو وہ بالبداہت یعنی فوراً اسکی تصدیق نہین کرسکتا اسلئے کہ قدیم محسوس چیز نہین آفتاب اور چاند جیسے ہین کہ
اُنکے وجود کی تصدیق آنکھ کی حس سے ہوتی ہی اور کسی چیز قدیم ازلی کا جاننا بدیہی بھی نہین کہ بلا تامل کہدیا جاوے جیسے یون جاننا کہ دو زیادہ ہین ایک
سے بلکہ ایسا بھی نہین جیسا اس جملہ کو جاننا کہ کسی حادث کا وجود بدون سبب کے محال ہی کہ اس جملہ کا علم بھی بدیہی ہی کچھ تامل کا محتاج نہین
اس سے معلوم ہوا کہ عقل کی طبیعت کا اقتضا یہ ہی کہ قدیم کے وجود کی تصدیق بداہت کے طور پر کرے نہین توقف کرے پھر اُسمین بعض لوگ تو ایسے ہین
کہ اس بات کو سنکر ایسی تصدیق پکی کرتے ہین کہ اُسی پر چلے جاتے ہین تو اس قسم کی تصدیق تو اعتقاد ہی اور یہ سب عوام کا حال ہی اور بعض لوگ
ایسے ہین کہ وہ قدیم کے وجود کو دلیل سے تصدیق کرتے ہین مثلاً یون کہا جاوے کہ اگر کوئی قدیم موجود نہو تو سب موجودات حادث رہینگے اور جب
سب حادث ہونگے تو یا کل بلا سبب حادث ہونگے یا ایک بلا سبب حادث ہوگا اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی
اس دلیل سے عقل مین کسی قدیم کے موجود ہونیکی تصدیق یقیناً لازم آویگی اسلیے کہ موجودات تین قسم ہوسکتے ہین یا کل قدیم ہون یا کل حادث
یا بعض قدیم ہون اور بعض حادث اگر سب قدیم ہون تو مطلب حاصل ہی اسلیے کہ قدیم کا وجود ثابت ہوگیا اور اگر کل حادث ہون تو محال ہی
کیونکہ اس سے بدون سبب کے حادث کا وجود لازم آتا ہی تو تیسری قسم خواہ اول قسم ثابت ہوگی اور وہی مطلوب ہی اور جو علم کہ اسطرح پر حاصل
ہوتا ہی وہ ان لوگونکے نزدیک یقین کہلاتا ہی خواہ دلیل سے ہو جیسا ہمنے ذکر کیا خواہ حس سے یا عقل کی سرشت سے ہو جیسے حادث کے بدون سبب
محال ہونیکا علم ہی یا متواتر سننے سے جیسے کہ مکۂ معظمہ کے موجود ہونیکا علم ہے یا امتحان کرنے سے جیسے اس بات کا جاننا کہ محمودہ جوش دادہ دست آور
ہی غرضکہ اہل مناظرہ کے نزدیک یقین کے بولنے کی شرط شک کا نہونا ہی تو جس علم مین شک نہوگا وہ اُنکے نزدیک یقین کہلاویگا اور اُس
اصطلاح کے بموجب یقین کو قوی اور ضعیف نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک کے نہونے مین کچھ فرق قوت و ضعف کا نہین کہ اُسکے بموجب
یقین مین بھی قوت و ضعف ہو۔ دوسری اصطلاح فقیہون اور اہل تصوف اور اکثر علما کی ہی اس اصطلاح کے بموجب یقین وہ ہی کہ اسمین
لحاظ وہم اور شک کا نہ کیا جاوے بلکہ اُسکے دل پر استیلا اور غلبہ دیکھا جاوے تاکہ یون کہہ سکین کہ فلان شخص کا یقین موت پر ضعیف ہی
باوجودیکہ موت مین وہ شک نہین جانتا یا یہ کہ فلان شخص کا یقین روزی پہونچنے پر قوی ہی حالانکہ ہوسکتا ہی کہ بعض اوقات اُسکو روزی
نہ ملے حاصل یہ کہ جب نفس کسی چیز کی تصدیق پر مائل ہو اور یہ تصدیق دل پر اسطرح غالب اور مستولی ہو جاوے کہ نفس مین تصرف
اور حکم اُسیکا ہو اور اسی کی جہت سے رغبت اچھی چیز کی اور امتناع بُری چیز سے ہو تو اس حالت کو یقین کہتے ہین اب
ظاہر ہے کہ موت کے باب مین سب لوگون کو پہلی اصطلاح کے بموجب یقین برابر ہی یعنی اُسمین کسی طرح کا شک کسی کو نہین
مگر دوسری اصطلاح کے بموجب یقین سب کو نہین ہی اسلیے کہ بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ موت کی طرف کبھی دھیان ہی نہین کرتے اور
نہ اُسکی تیاری کرین گویا اُنکو اُسکا یقین نہین اور بعضون کے دل پر یہ یقین ایسا چھایا ہی کہ اپنی تمام ہمت کو اُسکی تیاری مین مستغرق کر رکھا ہی
اور دوسری چیز کی اُسمین گنجائش ہی نہین رکھی تو اس جیسی حالت کو یقین کا قوی ہونا بولتے ہین اور اسی جہت سے بعضون نے کہا ہی کہ

عہ قوله اسلئے ... آفتاب ... محسوس ... بدیہی نہین ہے ۱۲

یقین مین شک نہو اور وہ مشابہ ہو جاوے ایسے شک کے جسمین یقین نہو موت کے سوا دوسرا مجھے معلوم نہین ہوتا اور اس اصطلاح کے بموجب یقین کی صفت قوت اور ضعف کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور ہمنے جو علامت علماء آخرت کی یہ لکھی کہ انکی توجہ یقین کے پختہ اور قوی کرنیکی طرف ہو تو ہماری غرض اس یقین سے ہے جو دونون اصطلاحون کے موافق ہو یعنے اول تو شک کا دور ہونا پھر نفس پر یقین کا مسلط ہونا اسطرح کہ غلبہ اور حکم نفس پر اور تصرف اُسکے اندر یقین ہی کا ہو جاوے اور جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمکو اس قول کی غرض معلوم ہو جاویگی کہ یقین تین قسمون پر منقسم ہوتا ہے اول اُسکا قوی اور ضعیف ہونا دوم زیادہ اور کم ہونا سوم پوشیدہ اور ظاہر ہونا یعنی قوی اور ضعیف ہونا بموجب دوسری اصطلاح کے ہے کہ دل پر استیلا اور غلبہ اسکا کیسا ہے اور قوت اور ضعف مین یقین کے معانی کے درجے بے انتہا ہین اور موت کی تیاری مین خلق بھی انھین یقین کے معنونکے فرق کے بموجب مختلف ہے اور یقین کی پوشیدگی اور ظہور مین بھی انکار نہین ہو سکتا ہے تو اصطلاح دوم کے بموجب ورنہ اول اصطلاح کے موافق مثلاً تمکو جو تصدیق مکہ اور فدک کے موجود ہونیکی ہے اور حضرت موسیٰ اور یوشع علیہما السلام کے وجود کا یقین ہے باوجودیکہ تمکو ان دونون تصدیقون مین شک نہین اسی لیے کہ منشا دونونکا خبر متواتر ہے مگر اول تصدیق کو تم اپنے دلمین روشن اور ظاہر پاتے ہو بہ نسبت دوسری کے اسی لیے کہ سبب اول مین قوی تر ہے یعنی مخبرونکا بہت ہونا اسیطرح مناظرہ کرنیوالا پوشیدگی اور ظہور کا فرق اپنی نظریات مین دیکھتا ہے جو دلیلونسے معلوم ہوتے ہین کیونکہ جو بات ایک دلیل سے واضح ہوگی وہ اتنی ظاہر نہوگی جو بہت سی دلیلون سے واضح ہوگی باوجودیکہ شک کے نہ ہونیمین دونون برابر ہین اور اس فرق کو کبھی اہل کلام انکار کرتے ہین جو علم کو کتابون اور سننے سے حاصل کرتے ہین اور اپنے نفس کے ادراک پر غور نہین کرتے کہ ہر حال مین متفاوت رہتا ہے۔ اور یقین کی کمی اور زیادتی متعلقات کی کمی بیشی سے ہوتی ہے جیسے کہتے ہین کہ فلان شخص اُس سے علم مین زیادہ ہے یعنے اُسکی معلومات زیادہ ہین اور اسیوجہ سے کبھی عالم تمام شرع کی باتون پر یقین قوی رکھتا ہے اور کبھی بعض باتون مین قوی الیقین ہوا کرتا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ ہمنے یقین کی قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت اور پوشیدگی اور ظہور کے معنی بموجب اصطلاح اول یعنے نفی شک کے اور بموجب اصطلاح ثانی یعنے دل پر استیلا ہونے کے تو سمجھ لیے مگر متعلقات یقین کے معنے کیا ہین اور یقین کے محل کونسے ہین اور کن چیزونمین یقین مطلوب ہوتا ہے کہ ہمکو جبتک یہ معلوم نہو کہ یقین کونسی چیزون مین مطلوب ہوتا ہے تو ہم اسکی طلب کیسے کر سکینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یقین کی محل وہ چیزین ہین جو انبیا علیہم السلام اول سے آخر تک لائے ہین اسلیے کہ یقین ایک معرفت مخصوص کا نام ہے اور اسکے متعلق وہ معلومات ہین جنکو شرع یقینی لائی ہین تو اسسے معلوم ہوتا ہے کہ انکے شمار کرنیکی ہوس نہین ہو سکتی مگر ہم اُنمین سے بعض بتائے دیتے ہین جو یقین کے محلون کی اصل ہین مثلاً انمین سے ایک توحید ہے یعنی تمام اشیا کو مسبب الاسباب سے سمجھنا اور درمیانی وسیلون پر التفات نکرنا بلکہ وسیلون کو اُسکا فرمانبردار سمجھنا اور انکو کچھ نہ جاننا تو جو شخص ان امور کی تصدیق کریگا وہ موحد ہوگا پھر اگر تصدیق کے ساتھ دل مین سے امکان شک بھی دور ہو جاویگا تب پہلی اصطلاح کے بموجب موقن ہوگا اور اگر ایمان کے ساتھ تصدیق اس طرح غالب ہو جائیگی کہ درمیانی چیزون پر غصہ ہونا اور انسے راضی ہونا اور انکا مشکور رہنا دل سے دور ہو جاوے اور انکو اپنے دل مین ایسا سمجھے جیسے قلم اور ہاتھ انعام کے فرمان لکھنے والے کی نسبت کہ وہ قلم اور ہاتھ کا نہ مشکور ہو اور نہ اُنپر غصہ کرے بلکہ اُنکو آلہ اور مسخر منعم کا جانا کرتا ہے تو اس صورتمین دوسری اصطلاح کے موافق اہل یقین

ہوگا اور یہ یقین اشرف ہی اور پہلے یقین کا ثمرہ اور فائدہ اور روح ہی اور جب آدمی کے نزدیک ثابت ہوجائے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے
اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور تمام مخلوق خداتعالیٰ کے امر کی اسطرح مسخر ہین جیسے قلم کاتب کے ہاتھ مین اور قدرت ازلی ہی سب
کی مصدر ہی تو اُسکے دل پر توکل اور رضا اور تسلیم کا غلبہ مستولی ہوجاویگا اور غضب اور کینہ اور حسد اور بدخلقی سے بری اور پاک ہوجاویگا
ایک محل یقین کا تو یہ ہوا دوسرا یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق کی کفالت فرمائی ہی اس آیت مین وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا اُسپر
اعتماد اور یقین کرے کہ یہ رزق ضرور پہونچیگا اور جو کچھ میری قسمت مین ہی وہ میرے پاس بھیج دیا جاویگا اور جب یہ بات دل پر غالب ہوجاویگی تو
طلب رزق شرعی طور پر کریگا اور جو چیز اُس سے فوت ہوجاویگی اسپر افسوس نہ کریگا نہ حرص و طمع کا دامن دراز کریگا اور اس یقین سے بھی کچھ
طاعات اور عمدہ اخلاق ظاہر ہونگے تیسرا یہ کہ دل پر مضمون اس آیت کا غالب ہو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
یعنی ثواب اور عذاب کا یقین ہو یہانتک کہ یہ سمجھے کہ طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہی جیسے روٹی کو پیٹ بھرنے سے اور گناہونکو
عذاب سے وہ علاقہ ہی جیسے زہرون اور سانپون کو ہلاک کرنے سے تو جیسے شکم سیری کے لیے روٹی حاصل کرنیکا حریص ہوتا ہی اور تھوڑی
بہت کتنی ہی ہو اُسکی حفاظت کیا کرتا ہی اسیطرح طاعتونکا حریص ہو اور تھوڑی بہت سبکو بجا لانیکا مشتاق ہو اور جسطرح زہر قلیل اور
کثیر سے اجتناب کرتا ہی اسیطرح گناہون دنی اور اعلیٰ اور تھوڑے اور بہت سے اجتناب کرے اس امر مین یقین بموجب اصطلاح اول کے
تو اکثر ایماندارون کو ہوتا ہی مگر اصطلاح ثانی کے موافق خاص مقرب شخصون کو ہوا کرتا ہی اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہوتا ہی کہ آدمی اپنے حرکات
اور سکنات اور خطرون کو دیکھتا رہتا ہی اور تقوی مین اور ہر قسم کی بُرائی سے بچنے مین مبالغہ کرتا ہی اور جسقدر یہ یقین غالب ہوگا اسیقدر
گناہونسے احتراز اور طاعات کے لیے تیاری زیادہ ہوگی چوتھے یہ کہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر حال مین مجھپر مطلع ہی اور میرے
دل کے وسوسون اور خفیہ خطرون اور فکرون کو دیکھتا ہی اس بات کا یقین بموجب اصطلاح اول کے تو ہر ایماندار کو ہوتا ہی یعنی کسی کو اس
امر مین شک نہین مگر دوسری اصطلاح کے بموجب اسکا یقین کمیاب ہی اور وہی مقصود ہی البتہ صدیقون کو اس مرتبے کا یقین ہوا کرتا ہی
اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہی کہ انسان تنہائی مین بھی اپنے سب کامون مین ادب سے رہتا ہی جیسے کوئی شخص کسی بڑے بادشاہ کی نظرون کے
سامنے بیٹھا ہو جو اسکو دیکھتا رہتا ہی تو وہ ہر وقت گردن جھکائے اپنے سب اعمال مین ادب کا لحاظ رکھتا ہی اور ایسی حرکت سے جو مخالف ادب کے
ہو احتراز کیا کرتا ہی اسیطرح جب یہ معلوم کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن پر ایسا مطلع ہی جیسا خلق کے لوگ ظاہر پر مطلع ہوتے ہین تو ظاہر کے
اعمال اور باطن کی فکر مین یکسان رہنا چاہیے بلکہ باطن کی آبادی اور صفائی اور زینت اور پاکی مین جو خداتعالیٰ کی نظر مین ہر دم ہی
زیادہ مبالغہ کرنا چاہیے بہ نسبت ظاہر کے بناؤ کے جو لوگون کے لیے کرتے ہین اور یہ مقام یقین کا حیا اور خوف اور انکسار اور ذلت اور
مسکنت اور خضوع اور اخلاق عمدہ کا مورث ہوا کرتا ہی اور یہ اخلاق بڑی بڑی طاعتون کے موجب ہوتے ہین۔ حاصل یہ کہ ان امور مین سے
کسی امر مین یقین کا حال مثل درخت کے ہی اور یہ اخلاق دل مین مثل شاخون کے ہین جو اُس درخت سے نکلے ہون اور اعمال و طاعات
جو اخلاق سے صادر ہوتے ہین وہ بمنزلہ پھلون اور کلیون کے ہین کہ شاخون سے نکلتی ہین غرضکہ یقین اصل اور اساس ہی اور اُسکے
محل اور مقام نسبت مقامات مذکورۂ بالا کے بہت زیادہ ہین چنانچہ عنقریب جلد چہارم منجیات مین انشاء اللہ انکا بیان ہوگا یہان لفظ کے

کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اور برائی کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لیگا
۱۲

سمجھانے کے لیے اسقدر کافی ہی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ غمگین انکسار کے ساتھ سر جھکائے خاموش رہے صورت اور لباس اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتگو اور خاموشی سب مین خوف کا اثر ظاہر ہو جب اُسکی صورت کوئی دیکھے تو خدا یاد آوے اور ظاہر حال ہی اُسکے عمل کی دلیل ہو جاوے اور مضمون صورت ببین حالش مپرس کا مصداق ہو علماے آخرت کی فروتنی اور ذلت اور سکینت اُنکے بشرے ہی سے معلوم ہو جاتی ہی۔ اور بعض اکابر کا قول ہی کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی لباس اس سے بہتر نہین پہنایا کہ وقار کے ساتھ فروتنی ہو یہ لباس انبیا علیہم السلام کا ہی اور نیکبخت صدیقون اور علما کی علامت ہی اور گفتگو زیادہ کرنی اور خوش تقریری مین پڑا رہنا اور ہنسی مین ڈوبا رہنا اور حرکت اور کلام مین تیزی کرنی یہ سب علامتین شیخی اور خدا تعالیٰ کے عذاب عظیم اور شدت غضب سے بیخوف اور غافل ہونے کی ہین اور اُن دنیاداروں کا طریق ہی جو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہین علماے باللہ کا یہ طور نہین ہی اسلیے کہ عالم بموجب قول سہل تستری کے تین ہین ایک وہ کہ خدا ے تعالیٰ کے امر سے واقف ہین مگر اُسکے ایام سے ناواقف یہ وہ لوگ ہین کہ حلال اور حرام کے باب مین حکم کرتے ہین اس طرح کا علم خوف خدا کا مورث نہین ہوتا اور ایک وہ کہ خدا کو جانتے ہین اور اُسکے امر اور ایام کو نہین جانتے یہ لوگ عوام ایماندار ہین اور ایک وہ کہ خدا تعالیٰ کو بھی جانتے ہین اور اُسکے امر اور ایام سے بھی واقف ہین یہ لوگ صدیق ہین اور خوف اور فروتنی صرف انھین پر غالب ہوتی ہی ایام سے اُنکی مراد اقسام عقوبات پوشیدہ اور باطنی نعمتین جنکو اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے فرقوں پر مرحمت فرماتا ہی پس جس شخص کا علم اُن چیزون پر محیط ہوگا اُسکو خوف بھی بڑا ہوگا اور فروتنی بھی ظاہر ہوگی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ علم کو سیکھو اور علم کے لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور جس شخص سے سیکھتے ہو اُسکے لیے تواضع کرو اور جو شخص تم سے سیکھے اُسکو چاہیے کہ تمسے فروتنی کرے اور علماے جابر مت بنو کہ تمھارا علم جہل کے برابر بھی نہو۔ اور کسی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو علم دیتا ہی تو اسکو علم کے ساتھ حلم اور فروتنی اور خوش خلقی اور نرمی بھی دیتا ہی علم مفید اسیکا نام ہی اور کسی بزرگ کا ارشاد ہی کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم اور زہد اور تواضع اور خلق حسن عنایت فرماوے تو وہ متقیون کا امام ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ بعض لوگ میری امت مین سے بہتر ایسے ہین کہ ظاہر مین تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے وسیع ہونے سے ہنستے ہین اور خفیہ اُسکے عذاب کے خوف سے روتے ہین اُنکے بدن زمین مین ہین اور دل آسمان مین اُنکی جانین دنیا مین ہین اور عقلین عقبیٰ مین وقار کے ساتھ چلتے ہین اور وسیلے تقرب الٰہی تعالیٰ کا کرتے ہین یعنی جس امر کو باعث تقرب جانتے ہین اُسکو بجالاتے ہین۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہی کہ حلم علم کا وزیر ہی اور نرمی اُسکا باپ ہی اور تواضع اُسکا لباس۔ اور بشر بن حارث کہتے ہین کہ جو شخص علم سے ریاست کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقرب اُس سے عداوت رکھتا ہی اسلیے کہ وہ آسمان اور زمین مین مبغوض ہی۔ اور بنی اسرائیل کی حکایات مین مروی ہی کہ ایک حکیم نے تین سو ساٹھ کتابین حکمت مین لکھین یہانتک کہ حکیم نامی ہوا اللہ تعالیٰ نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی بکسے زمین بھر دی اور اُنھین سے کسی چیز سے تو نے میری نیت نہین کی اور مین تیری بک سے کچھ نہین قبول کرتا جب اُس حکیم کو خبر ہوئی تو نادم ہوا اور وہ بات ترک کی اور عوام مین ملگیا اور بازارون مین پھرا اور بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کیا اور اپنے جی مین فروتنی کی پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ اُس سے کہدو کہ اب تجکو توفیق میری رضامندی کی ملی۔ اور اوزاعیؒ بلال بن سعد کا حال بیان

عالم دو قسم ... روایت کیا طبرانی نے ... سلیمان ۱۲

بیہقی نے ... ضعیف سند سے ...

کرتے ہین کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تم مین سے کوئی اگر شحنہ کے سپاہی کو دیکھتا ہی تو خدا تعالیٰ سے اُس سے پناہ مانگتا ہی اور اگر علماے دنیا کو دیکھتا ہی جو اپنی عادتین بناے رکھتے ہین اور ریاست کے شائق ہین تو اُن کو بُرا نہین سمجھتا حالانکہ سپاہی کی نسبت کر زیادہ مستحق نفرت اور دشمنی کے یہ لوگ ہین۔ اور مروی ہی[ح] کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ محرمات سے بچنا اور ہمیشہ خدا کی یاد مین رطب اللسان رہنا پھر کسی نے سوال کیا کہ یارون مین سے کونسا اچھا ہوتا ہی آپنے فرمایا کہ وہ عمدہ ہی کہ جب تم ذکر خدا کرو تو تمھاری مدد کرے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو بھول جاؤ تو تمھین یاد دلادے پھر پوچھا کہ ساتھیون مین بُرا کونسا ہی آپنے فرمایا کہ سب مین بُرا وہ ساتھی ہی کہ جب تم خدا کو بھولو تو وہ یاد نہ لاوے اور جب اُسکا ذکر کرو تو مدد نہ کرے پھر پوچھا کہ لوگون مین سے زیادہ عالم کونسا ہی آپنے فرمایا کہ جو خداے تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہو پوچھا کہ آپ ہم کو ہم مین سے بہتر لوگ ارشاد فرمادین کہ ہم اُن کے پاس بیٹھا کرین آپنے فرمایا کہ ایسے لوگ وہ ہین کہ جب اُنپر نظر پڑے خدا یاد آوے پوچھا کہ سب لوگون مین بُرے کونسے ہین آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے مغفرت چاہتا ہون (یہ کلمہ اُنکے شر سے پناہ مین رہنے کے لیے ارشاد فرمایا) لوگون نے مکرر عرض کیا کہ آپ ہم کو بتلادین آپ نے فرمایا کہ وہ علما ہین جب بگڑ جاوین۔ اور ایک[ح] حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کے دن سب لوگون سے زیادہ امن اسکو ہوگا جو دنیا مین فکر زیادہ کرتا تھا اور سب مین زیادہ آخرت مین وہ ہنسے گا جو دنیا مین سب سے زیادہ رویا ہوگا اور سب سے زیادہ خوش وہ ہوگا جو دنیا مین بہت دنون رنج مین رہا ہوگا۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبے مین ارشاد فرمایا ہی کہ میرا ذمہ ہی اور مین اس بات کا ضامن ہونگا کہ کسی قوم کی زراعت عمل کو تقوی کے ہوتے ہوئے زردی اور تباہی کا نقصان نہین اور نہ کسی کام کی جڑ کو ہدایت ہوتے تشنگی کا زیان اور لوگون مین سے جاہل تر وہ ہی جو خوف خدا کی قدر نہ جانے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہی کہ جو علم کو ہر جگہ سے جمع کرکے فتنہ کی تاریکیون مین چھپا یا مارے ایسے ویسے اور رذیل لوگون نے اسکا نام عالم رکھ دیا اور وہ علم مین ایک دن بھی سلامت نہ جیا صبح کو اُٹھتے ہی وہ چیز بہت سی لی جسمین سے تھوڑی بہ نسبت بہت کے اچھی ہی یہانتک کہ جب سڑے پانی سے سیراب ہوجاتا ہی اور بے فائدہ امور کی کثرت کرتا ہی تو لوگون کے واسطے مفتی بن بیٹھتا ہی کہ جو امر غیر پر مشتبہ ہی اسکو اُس سے خلاص کرے اور جب کوئی مبہم بات اسکے سامنے پیش ہوتی ہی تو اُسکے لیے اپنی تجویز سے ایک لغو قیاس بنالیتا ہی تو وہ شخص شبہون کی تاریکی سے مکڑی کے سے جالے مین ہی یہ نہین جانتا کہ مین چوک گیا یا ٹھیک کہا بہت سی جہالتون کا مرتکب اور بے سمجھے عقلی تکے مارتا ہے جس چیز کو نہین جانتا اُسکا عذر نہین کرتا کہ بچ جاوے اور نہ علم کو دانتون سے مضبوط پکڑے کہ غنیمت پاوے خون ناحق اُسکے ہاتھون روتے ہین اور اُسکے حکم سے زنا حلال ہوتے ہین بخدا کہ جو سوال اسپر پیش ہوا نہ اُسکے جواب کی قدرت اسکو حاصل ہی اور نہ جو امر کہ اُسکو تفویض ہوا اُسکے وہ قابل یہی لوگ ہین کہ عذاب و عقاب کے مستحق ہین اور زندگی بھر نوحہ اور گریہ کے لائق۔ اور یہ بھی آپکا ارشاد ہی کہ جب تم علم کو سنو تو خاموش رہو اور اسکو ہزلیات مین مت ملاؤ ورنہ دلمین اُسکی تاثیر نہو گی۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ عالم جب ایک دفعہ ہنستا ہی تو ایک لقمہ علم کا منھ سے نکال ڈالتا ہی اور بعضون نے یہ کہا ہی کہ استاد مین اگر تین باتین ہون تو اُنکے سبب سے شاگرد پر پوری نعمت ہوگی اول صبر کرنا دوم تواضع سوم خوش خلقی اور جب شاگرد مین تین امر ہون تو اُنسے استاد پر نعمت کامل ہوجاتی ہی ایک

مضامین اور الفاظ مین بیان

عقل دوسرے ادب تیسرے اچھی سمجھ۔ حاصل یہ کہ جو اخلاق کلام اللہ مین مذکور ہین علماے آخرت اُنسے خالی نہین ہوتے وہ لوگ قرآن مجید کو عمل کے واسطے سیکھتے ہین صرف پڑھنے پڑھانے کے واسطے نہین سیکھتے حضرت ابن عمر فرماتے ہین کہ ہماری عمر گذری کہ یہی دیکھا کئے کہ ہم کو قرآن مجید سے پیشتر ایمان عطا ہوا تھا اور جب سورت نازل ہوتی تھی تو ہم اُسکے حلال و حرام اور امر اور نہی کو جان لیتے تھے اور جس جس جگہ توقف چاہیے وہ مقام معلوم کر لیتے تھے اور اب مین ایسے لوگونکو دیکھتا ہون کہ انکو ایمان سے پیشتر قرآن ملتا ہو اور وہ الحمد سے لیکر آخر قرآن تک پڑھ جاتے ہین یہ نہین جانتے کہ ہمین حکم کیا ہو اور منع کس امر سے ہو اور کس جگہ توقف کرنا چاہیے اُسکو سڑے چھوہارون کیطرح بکھیرتے چلے جاتے ہین۔ اور ایک روایت مین اسی کے قریب وارد ہو کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سے پیشتر ایمان عنایت ہوا تھا اور عنقریب تمھارے بعد کچھ لوگ آوینگے کہ انکو ایمان سے پہلے قرآن ملیگا کہ وہ اُسکے الفاظ و حروف کو تو درست کرینگے اور اُسکے حدود یعنی امر و نہی کو ضائع کرینگے اور کہینگے کہ ہمنے پڑھا ہو ہمسے زیادہ پڑھنے والا کون ہو اور ہمنے جانا ہو ہمسے زیادہ جاننے والا کون ہو انکا حصہ قرآن سے اسیقدر ہو اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہو کہ یہ لوگ اس امت کے برے ہین۔ اور بعض کا قول ہو کہ پانچ اخلاق ہین جو علماے آخرت کی علامت ہین اور وہ قرآن مجید کی پانچ آیتون سے سمجھے جاتے ہین اول خوف دوم خشوع سوم فروتنی چہارم حسن خلق پنجم آخرت کو دنیا پر اختیار کرنا جو سب کی اصل ہو خوف تو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور خشوع اس آیت سے خاشعین للہ لایشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلا اور فروتنی اس سے واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین اور حسن خلق اس سے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم اور زہد اس سے وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام تو کسی نے عرض کیا کہ اس شرح سے کیا مراد ہو آپنے فرمایا کہ نور جسوقت دلمین ڈالا جاتا ہو اُسکے لیے سینہ کھل جاتا ہو عرض کیا کہ اُسکی کوئی پہچان بھی ہے آپنے فرمایا کہ ہان دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار پایدار کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اُسکی تیاری کرنی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ اکثر گفتگو علم اعمال کی کرے اور جو چیزین کہ عمل کو فاسد کرتی ہین اور دلونکو پریشان کرتی ہین اور وسواس کو اُبھارتی ہین اور شر کو اُٹھا کھڑا کرتی ہین اُنکے حال سے بحث کرے کیونکہ دین کی اصل شر سے بچنا ہو اور اسی لیے کسی نے کہا ہو قطعہ بدی کے علم سے ہمکو بدی نہین منظور + وے نبچے رہین اُس سے یہی ہماری مراد کہ شر کے حال سے جو آدمی نہین آگاہ + بعید کیا ہو کہ وہ شر مین پڑکے ہو برباد۔ اور ایک وجہ یہ ہو کہ اعمال جو فعلی ہین وہ آسان ہین اُن سب مین اعلیٰ یہ ہو کہ زبان و دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مداومت کرے لیکن اسکی خوبی جب ہو کہ جو چیز اعمال کی مفسد اور دلون کی پریشان کرنے والی ہو اُسکو پہچانے اور اُسکی شاخین اور فروعات بہت سی ہین اور طریق آخرت کے چلنے مین اکثر اُنکی طرف ضرورت ہوتی ہو اور سب انمین مبتلا ہوتے ہین اسلیے انکا پہچاننا ضروری ہو باقی رہے علماے دنیا تو وہ حکومات اور مقدمات کے نادر تفریعات سیکھا کرتے ہین اور انمین لگے رہتے ہین اور ایسی صورتون کے گڑھنے مین محنت اُٹھاتے ہین کہ قرنون تک کبھی واقع نہون اور اگر ہون تو اُنکے لیے نہون بلکہ غیرون کے لیے ہون اور اُنکے واقع ہونے کی صورت مین بھی اُنکے بتانیوالے بہت سے ہون اور جو چیزین کہ ان علما کے ساتھ ہر دم ہین اور رات اور دن مین اُنکے خطرون اور وسوسون اور اعمال مین مکر رہتی ہین اُنکو چھوڑے بیٹھے ہین اور جو شخص کہ اپنی ضرورت لازم ہر وقت ہونیوالی

دے کھولدے اُسکا سینہ حکم برداری کو ۱۲

کو تو ترک کرے اور دوسرے کی ایسی مہم اختیار کرے کہ جو کمتر ہوتی ہو اور غرض اس سے خلق کے تقرب اور مقبول ہونیکو خدا تعالی کے تقرب اور قبول پر اختیار کرتا ہو اور یہ لالچ ہو کہ لوگ دنیا دار ہمکو فاضل محقق اور عالم مدقق کہین تو اُسکے برابر سعادت سے دور اور کوئی نہوگا اور اسکا بدلہ خدا تعالی کی طرف سے یہ ہے کہ نہ تو دنیا مین خلق کے نزدیک مقبول ہوکر منتفع ہون نہ آخرت مین خدا تعالی کے یہان بلکہ زمانے کے مصائب سے زندگی تلخ گذرے پھر قیامت مین مفلس تہی دست جاوین اور علمائے آخرت کے نفع اور مقربونکی فلاح کو دیکھکر پچھتا وین یہ بڑا بھاری ٹوٹا ہے حضرت حسن بصری لوگونکی نسبت کر کلام کرنے مین زیادہ تر مشابہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے تھے اور سیرت اور طریق مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیادہ تر قریب اوروں سے تھے اُنکے ان دونون امرون مین سب کا اتفاق ہے اور اُنکا وعظ اکثر دلون کے خطرون اور اعمال کی خرابیون اور نفسون کے وسوسون اور نفس کی خواہشون مین سے خفیہ اور دقیق کے باب مین ہوا کرتا تھا کسی نے اُنسے یہ بھی پوچھا کہ آپ ایسی تقریر فرماتے ہین کہ جو ہم اوروں سے نہین سنتے آپنے تقریر کس سے سیکھی فرمایا کہ حذیفہ بن الیمان رض سے اور حضرت حذیفہ بن الیمان رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ وہ گفتگو کرتے ہین کہ آپکے سوا صحابہ مین اور کسی سے ہم نہین سنتے آپ نے یہ کہان سے سیکھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اس تقریر سے خاص فرما دیا ہے لوگ تو آپسے خیر کا حال پوچھا کرتے تھے اور مین آپسے بدی کا حال پوچھتا تھا اس ڈر سے کہین اُسمین مبتلا نہو جاؤن اور یہ مینے جان لیا تھا کہ خیر میرے پاس تو آویگی اور ایک روایت مین یہ ہے کہ مینے جان لیا کہ جو شر کو نہین پہچانتا وہ خیر کو بھی نہین جانتا اور ایک مین اس طرح ہے کہ آپنے فرمایا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا کام کرے اُسکو کیا ثواب ہے یعنی اعمال اور اُنکے فضائل کا حال پوچھتے تھے اور مین پوچھا کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان فلان اعمال کو کون چیز فاسد کر دیتی ہے جب آپنے مجکو دیکھا کہ عمل کی آفتون ہی کا حال پوچھتا ہون تو مجکو خاص یہی علم تعلیم فرمایا اور حضرت حذیفہ منافقون کے جاننے مین بھی مخصوص تھے علم نفاق اور اُسکے اسباب اور فتنہ کی باریکیون کے جاننے مین یکتا تھے حضرت عمر رض اور عثمان رض اور بڑے صحابی رض اُنسے احوال عام اور خاص فتنون کا پوچھا کرتے اور لوگ اُنسے منافقون کا حال پوچھتے تو جتنے باقی ہوتے اُنکے شمار بتلا دیتے نام نہ بتاتے اور حضرت عمر اُنسے اپنا حال پوچھا کرتے کہ مجھ مین تو کوئی نفاق کی بات نہین پاتے وہ آپکو بری اور صاف فرما دیتے اور جب حضرت عمر رض کسی جنازے کی نماز پڑھنے کو بلائے جاتے تو آپ دیکھتے اگر حضرت حذیفہ کو جنازے کے ساتھ شریک اور موجود پاتے تب تو نماز پڑھتے اور اگر وہ وہان نہوتے تو نماز نہ پڑھتے اور حضرت حذیفہ کا نام صاحب السر یعنی رازدار تھا غرضکہ دل کے مقامات اور احوال پر توجہ رکھنی علماے آخرت کا قاعدہ ہے اسلیے کہ قرب الہی کی طرف سعی کرنیوالا دل ہی ہے اور اب یہ فن کمیاب اور نیارا ہوگیا اور اگر کوئی عالم اس فن مین کسی چیز کے درپے ہوتا ہے تو لوگونکو عجب معلوم ہوتا ہے اور بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ صرف واعظونکا دھوکا ہے تحقیق کہان ہے تحقیق صرف جھگڑے کی باتون مین سمجھتے ہین واقع مین کسی نے سچ کہا ہے قطعہ طریقے ہین بہت سے پر رہ حق ہے جدا گانہ + جو سالک ان طریقے کے ہین وہ بھی ہوتے ہین یکتا + نہ اُنکو کوئی جانے اور نہ کوئی اُنکے مطلب کو + مزے مین وہ غرض چلتے ہین اس مقصود کا رستا ہے ہین جو سچے مطلب کو اُس سے لوگ ہین غافل کہ اکثر خلق راہ حق سے غفلت مین ہے سر تا پا + بالجملہ اکثر لوگ ایسی ہی چیز کی طرف راغب ہین جو سہل تر اور اُنکی طبیعت کے موافق ہو اسلیے کہ حق تلخ ہے اور اُسپر آگاہ ہونا مشکل ہے اور اُسکا دریافت کرنا نہایت سخت ہے اور اُسکا طریق دقیق ہے

خصوصًا دل کے صفات کو معلوم کرنا اور اُسکو بُرے اخلاق سے پاک کرنا کہ یہ تو ہمیشہ کی جان کندنی ہی اور جو شخص اسکے درپے ہوتا ہی وہ ایسا ہی
جیسے دوا پینے والا کہ دوا کی تلخی پر بامید شفاے آیندہ صبر کرتا ہی یا ایسا ہی کہ گویا عمر بھر روزے رکھتا ہی کہ وہ بھی سختیونکی برداشت اسلیے کرتا ہی
کہ مرنے پر اُسکی عید ہو جاوے پس ایسے طریق کی رغبت کس طرح بہت ہو سکتی ہی اور اسی وجہ سے مشہور ہی کہ بصرے میں ایک سو بیس واعظ تھے
جو نصیحت و پند کیا کرتے تھے مگر علم یقین اور دلون کے حالات اور باطن کے صفات پر کوئی سوا تین شخصون کے گفتگو نہ کرتا تھا وہ
سہل تستری اور صبیحی اور عبدالرحیم تھے اور ان کے وعظ مین اتنے لوگ ہوتے تھے کہ شمار سے زاید ہوت اور ان تین کے وعظ مین بہت کم
ہوتے تھے کبھی ایسا ہوتا ہوگا کہ دس سے زیادہ ہوتے ہون اسلیے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے اہل خاص ہی لوگ ہوتے ہین اور جو چیز عوام کو
دیجاتی ہی وہ سہل ہوتی ہی اُسکے خواستگار بہت ہو جاتے ہین اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ اپنے علوم مین اعتماد اپنی بصیرت
اور دل کی صفائی کے ادراک پر کرے کتابون اور صحیفون پر نہ کرے اور نہ اُس چیز پر جو دوسرے سے سنے تقلید کے لیے صرف صاحب شریعت
صلی اللہ علیہ وسلم ہین جس بات کا آپنے امر فرمایا اور جسکو کہا انھین آپہی کی تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید بھی اس جہت سے
کرے کہ انکا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پھر جب پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپکے
اقوال اور افعال کے قبول کرنے مین بجالاوے تو چاہیے کہ انکے اسرار کے سمجھنے کا حریص ہو اسلیے کہ پیروی فعل اسی لیے کرتا ہے کہ صاحب
شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کیا ہی اور آپ کا کرنا ضرور ہی کہ کسی راز کے باعث ہوگا اسی لیے چاہیے کہ اعمال اور اقوال کے اسرار
کے باب مین خوب تلاش کرے کیونکہ اگر جو کچھ سنے گا اُسکو یاد کریگا تو علم کا ظرف ہو جاویگا عالم نہ ہوگا اور اسی لیے پہلے زمانے مین اس قسم کے
آدمی کو کہا کرتے تھے کہ فلان شخص علم کے ظروف مین سے ہی اور عالم نہ کہتے تھے پس جس حال مین کہ علم یاد الا یا د کر لے اور فعل کی حکمت
اور اسرار سے ناواقف ہو تو اُسکو عالم نہ کہینگے اور جسکے دل سے پردہ اُٹھ گیا ہو اور نور ہدایت سے منور ہو گیا ہو وہ بذات خود متبوع اور
پیشوا ہو جاتا ہی اُسکو نہ چاہیے کہ دوسرے کی تقلید کرے اور اسی لیے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہی کہ سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے کوئی ایسا شخص نہین ہی کہ اُسکی ساری باتین مان لیجاوین بعض مان لیجاتی ہین اور بعض نہین مانی جاتین اور حضرت ابن عباسؓ
نے فقہ حضرت زید بن ثابتؓ سے سیکھی تھی اور قرأت حضرت ابی بن کعب کو سنائی تھی پھر ان دونون علمون مین دونون اُستادون سے اختلاف
کیا۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو کچھ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہی اُسکو تو ہم بسر و چشم مانتے ہین اور جو صحابہ سے پہونچا ہی
انھین سے بعض کو اختیار کرتے ہین اور بعض پر عمل نہین کرتے اور جو تابعین سے پہونچا ہی تو وہ بھی آدمی ہین اور ہم بھی آدمی ہین اور صحابہ کو
فضیلت اسوجہ سے ہی کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے قرائن کو دیکھا اور جو باتین کہ قرائن سے معلوم ہوئین
اُنپر انکا دل متعلق ہوا اور اسی تعلق سے ٹھیک صواب پر رہے اور مشاہدہ قرینون کا ایسا ہی کہ روایت اور الفاظ مین داخل نہین ہوتا بلکہ انپر
نور نبوت کا فیضان اتنا تھا کہ اکثر خطاسے محفوظ رہین۔ اور جبکہ غیر سے سنی ہوئی بات پر اعتماد کرنا ناپسند تقلید ہی تو کتابون اور تصنیفون پر اعتماد
کرنا تو زیادہ بعید ہی بلکہ کتابین اور تصنیفین نئی چیزین ہین کہ زمانۂ صحابہؓ اور کسی قدر تابعین کے شروع زمانے مین کوئی کتاب یا تصنیف نہ
تھی ہجرت کے ایک سو بیس برس پیچھے تمام صحابہ اور کچھ تابعین کی وفات کے بعد مثل وفات سعید بن مسیبؓ اور حسن بصریؒ اور دوسرے عمدہ

تابعین کے تالیف ہوئین بلکہ اول کے لوگ حدیث کی کتابونکا لکھنا اور تصنیف کرنا برا جانتے تھے اس غرض سے کہ لوگ ان کتابونکے باعث یاد کرنا اور قرآن کا پڑھنا اور سمجھنا کہین نہ چھوڑ بیٹھین اور کہتے تھے کہ جیسے ہم یاد کیا کرتے تھے ویسے تم بھی یاد کرو اور اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق اور کچھ اور صحابہؓ نے قرآن مجید کا مصحف مین جمع کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ ہم کسطرح ایسی بات کرین جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا اور اس بات سے ڈرے کہ لوگ کہین لکھے ہوے قرآن پر بھروسا کر کے اسکی تلاوت نہ چھوڑ دین اور یہ کہا کہ قرآن کو ایسا ہی رہنے دو کہ ایک دوسرے سے سیکھ پڑھ لیا کرے تاکہ انکا شغل اور مقصود بنا رہے یہانتک کہ حضرت عمرؓ اور باقی اصحابؓ نے قرآن کے لکھنے کو کہا اس خوف سے کہ لوگ سستی اور کسل نہ کر جاوین یا یہ کہ اگر پڑھنے مین کسی کلمہ یا متشابہات کے خلاف ہو تو کوئی اصل ایسی نہ ملے جس سے اس خلاف کو دور کرین پس حضرت ابوبکر صدیق کا دل بھی اس بات کے لیے کھل گیا اور قرآن مجید کو ایک مصحف مین جمع کیا اور امام احمد بن حنبل امام مالک پر موطا بنانے مین انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو بات صحابہؓ نے نہین کی اسکو تم پیدا مت کرو۔ اور کہتے ہین کہ سب سے اول کتاب جو اسلام مین بنی وہ ابن جریج کی کتاب ہے جسمین آثار اور تفسیر بن جو مجاہد اور عطا اور شاگردان حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہین مندرج ہین یہ کتاب مکہ معظمہ مین تصنیف ہوئی اسکے بعد معمر بن راشد صنعانی کی کتاب متضمن سنن ماثورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یمن مین طیار ہوئی پھر امام مالکؒ کی موطا مدینہ مین پھر سفیان ثوریؒ کی جامع تالیف ہوئی پھر چوتھے قرن مین کلام کی تصنیفات ایجاد ہوئین اور جنگ وجدل اور مقالات بیہودہ مین خوض کثرت سے ہونے لگا اور لوگونکو اسطرف رغبت ہوئی اور قصون اور وعظ گوئی کا شوق ہوا تو اسوقت سے علم یقین کم ہونے لگا اور بعد کو تو یہ حال ہوا کہ دلون کا علم اور نفس کے صفات کا حال دریافت کرنا اور شیطان کے فریبون کا معلوم کرنا ایک عجیب بات ہو گئی اور سب لوگون نے اس طرف سے منھ پھیر لیا صرف چند لوگ رہ گئے جنکو ان علوم کا شوق ہے اب عالم وہی کہلاتا ہے جو مناظرہ کرنے والا اور کلام والا ہو یا وعظ مین قصون کو خوب چلتے الفاظ سے اور مقفی عبارتون سے بیان کرے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے سننے والے عوام ہوتے ہین انکو یہ تمیز نہین کہ علم واقع مین کونسا ہے اور غیر واقع کونسا اور صحابہ کی سنت اور علوم انکو معلوم نہین تاکہ اسکی نسبت سے دیکھ لیتے کہ اب کے عالم انکے بالکل مخالف ہین اسی جہت سے جسکو کچھ کہتے سنا عالم کہدیا اور اسیطرح پچھلے بھی اگلون کی پیروی کرتے آئے اور علم آخرت تہ ہو گیا اور بجز چند خواص کے اور لوگون مین سے علم اور کلام مین کا فرق بھی اٹھ گیا البتہ خواص سے اگر کوئی پوچھتا کہ فلان زیادہ علم رکھتا ہے یا فلان تو وہ کہدیتے تھے کہ فلان علم مین زیادہ ہے اور دوسرا کلام مین غرض کہ علم اور کلام پر قدرت ہونے پر انکو تمیز تھی جب اگلے زمانے مین دین ایسا سست ہو گیا تو اب اس زمانے کا کیا حال پوچھتے ہو کہ نوبت اس حد تک پہونچی ہے کہ اگر کوئی کلام وغیرہ سے انکار کرے تو دیوانہ کہلاتا ہے اسی لیے بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی فکر مین لگے اور چپ ہو رہے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ بدعتون سے اور ایجاد چیزون سے بہت بچے گو اسپر تمام عوام نے اتفاق کر لیا ہو جو چیز صحابہ کے بعد نئی ہوئی ہو اسپر لوگون کے اتفاق کر لینے سے مغالطہ نہ کھاوے بلکہ صحابہؓ کے حالات اور سیرت اور اعمال کی جستجو کا حریص ہو اور یہ دریافت کرے کہ انکی ہمت اکثر کن باتون مین مصروف تھی آیا درس دینے اور تصنیف کرنے اور مناظرہ کرنے اور قاضی اور حاکم ہونے اور وقفون کے متولی اور یتیمون اور وصیتون کے مال کے امین بننے اور سلاطین سے ملنے اور ان سے اچھی

طرح صحبت رکھنے مین وہ لوگ مصروف تھے یا خوف اور اندوہ اور فکر اور مجاہدہ اور ظاہر و باطن کے مراقبہ اور چھوٹے بڑے گناہون کے بچنے اور نفس کی خفیہ خواہشون کے معلوم کرنے اور شیطان کے حیلون کو دریافت کرنے وغیرہ علوم باطن مین مشغول تھے اور یہ بات قطعًا جان لو کہ زمانہ کے لوگون مین سے زیادہ عالم اور حق سے قریب تر وہ ہی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیادہ مشابہ ہو اور اکابر سلف کے طریق سے واقف تر اسلیے کہ دین انھین لوگون سے لیا گیا ہی اور اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ ہم مین سے بہتر وہ شخص ہی جو اس دین کا زیادہ تابع ہو اور یہ آپ نے اسوقت ارشاد فرمایا تھا کہ کسی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ آپ نے فلان شخص کا خلاف کیا۔ غرضکہ اگر تم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو تو اس بات کی پروانہ کرو کہ اپنے زمانے کے لوگونکی مخالفت ہو کیونکہ لوگون نے اپنی طبیعتونکی خواہش کی جہت سے ایک قیاس ٹھہرالیا اور انکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ اقرار کرین کہ ہماری رائے جنت سے محروم ہونیکی موجب ہی تو اسی بات کے مدعی ہوے کہ جنت کی سبیل بجز اس راہ کے اور کوئی نہین اور اسی جہت سے حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ اسلام مین دو نئے شخص پیدا ہو گئے ایک تو وہ کہ جسکی رائے خراب ہی وہ کہنے لگا کہ جنت اسیکے لیے ہی جسکی رائے میری رائے جیسی ہو دوسرے وہ دولتمند کہ دنیا پرست ہی اسی کے لیے ناخوش ہوتا ہی اور اسی کے واسطے راضی اور اسی کی طلب کرتا ہی پس تم ان دونون کو ترک کرو اور جہنم مین جانے دو اور اگر کوئی شخص اس دنیا مین ایسا ہو کہ ادھر تو توانگر اسکو اپنی دنیا کی طرف بلاتا ہو اور ادھر بدعتی اپنی رائے فاسد کی طرف اور اس شخص کو خدائے تعالیٰ نے دونون سے محفوظ رکھا ہو اور وہ سلف صالح کا مشتاق ہو کہ انکے افعال کو پوچھتا ہو اور انکے آثار کا اتباع کرکے اجر عظیم کا خواہان ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوف اور مرفوع دونون طرح آئی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ دو ہی باتین ہین ایک کلام دوسری سیرت تو کلام مین سے عمدہ تو خدا تعالیٰ کا کلام ہی اور سیرت مین سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی آگاہ رہو کہ اپنے آپ کو نئے امور سے دور رکھو کہ سب امور سے بدتر نئے امور مین اور جو نئی بات ہی وہ بدعت ہی اور جو بدعت ہی وہ گمراہی ہی خبردار رہو کہ اپنی عمر کو زیادہ مت سمجھو ورنہ تمھارے دل سخت ہو جاوینگے یہ جان رکھو کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ نزدیک ہی دور وہی ہی جو آتی نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے مین ارشاد فرمایا کہ خوشحالی ہی اسکو جس نے اپنے عیب دیکھکر دوسرے لوگون کے عیب سے پہلوتہی کی اور جو مال کہ بدون معصیت کمایا اسمین سے خرچ کیا اور فقہ اور حکمت والون سے میل کیا اور لغزش اور معصیت کے لوگون سے احتراز کیا خوشحالی ہی اسکو جو اپنے جی مین ذلیل بنا اور اسکی عادت اچھی ہوئی اور باطن درست ہوا اور لوگونکو اسکی ایذا نہ پہونچی خوشحالی ہی اسکو جسنے اپنے علم کے بموجب عمل کیا اور جو کچھ مال اسکے پاس بچا وہ دیڈالا اور جو بات کہ زائد از حاجت ہوئی اسکو زبان سے نہ نکالا طریق سنت اسپر محیط رہا اور اسنے اس سے بدعت کی طرف تجاوز نہ کیا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ آخر زمانے مین سیرت کا بہتر ہونا بہت سے عمل کی نسبت اچھا ہوگا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے مین ہو کہ تم مین سے بہتر اب وہ ہی جو امور خیر مین جلدی کرتا ہی اور عنقریب تمھارے بعد ایک ایسا وقت آویگا کہ انمین بہتر وہ ہوگا جو ثابت قدم رہے اور کام کی بجا آوری مین توقف کرے اسلیے کہ شبہات بہت سے ہونگے۔ اور یہ بات آپنے سچ فرمائی اسلیے کہ اسوقت مین اگر کوئی شخص توقف نہ کرے اور جن امور مین سب مبتلا ہین انمین انکی موافقت کرے اور انھین کی سی باتونمین خوض کرے تو جیسے وہ تباہ ہوے ایسا وہ بھی تباہ ہو جاوے

ابن ماجہ بسند جید ۱۲ ابو نعیم ... روایت ... بسند ضعیف

اور حضرت حذیفہ نے اس سے بھی عجیب تر بات فرمائی ہی کہ تم لوگون کی نیکی اس وقت مین پہلے زمانے کی برائی ہی اور جسکو تم اب برائی جانتے ہو وہ پہلے وقت مین بھلائی تھی اور تم جب ہی تک خیر سے رہو گے جب تک کہ حق کو پہچانو گے اور تمہارے عالم امر حق نہ چھپا وینگے اور واقع مین آپ نے درست فرمایا کہ اس زمانہ کی اکثر بھلائیان ایسی ہین کہ صحابہؓ کے وقت مین اُنپر انکار ہوتا تھا مثلاً آجکل بھلائی کے دھوکے مین مسجدون کی زینت اور آراستگی کرتے ہین اور اُسکی عمارت کے باریک کامون مین بڑے مال لگاتے ہین اور عمدہ عمدہ چیزون کے فرش بچھاتے ہین حالانکہ پہلے مسجد مین بوریونکا بچھانا بھی بدعت گنا جاتا تھا اور کہتے ہین کہ یہ فرش وغیرہ حجاج بن یوسف کا ایجاد ہی اکابر سلف تو مسجد کی مٹی پر بہت کم فرش بچھاتے تھے یہی حال مناظرہ اور جدل کی دقیق باتون مین مشغول ہونیکا ہی کہ اسکو بھی اس زمانے کے لوگ بہت بڑا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ بڑے ثواب کی بات ہی حالانکہ سلف مین یہ امر برا متصور ہوتا تھا اور اسیمین داخل ہی قرآن اور اذان مین راگ کی سی آواز کرلی اور صفائی مین مبالغہ کرنا اور طہارت مین وسوسہ کرنا اور کپڑونکی نجاست دور کے سبب سے فرض کر لینی مگر کھانونکے حلال و حرام مین تساہل برتتے ہین جو سب سے اول بات ہی اور اسکے سوا بہت سی باتین ہین اور حضرت ابن مسعودؓ نے سچ فرمایا ہی کہ آج تم ایسے زمانے مین ہو جس مین خواہش نفس علم کے تابع ہی اور تمپر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جسمین علم خواہش نفس کا تابع ہوگا۔ اور امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے کہ لوگون نے سنت کو چھوڑکر غرایب باتون پر توجہ کی اُنمین علم نہایت کم ہی خدا مدد کرے۔ اور مالک بن انسؓ فرماتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین لوگ وہ امور نہین پوچھتے تھے جو آج پوچھتے ہین اور نہ علما حرام اور حلال کو بیان کرتے تھے مین انکو دیکھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ مستحب ہی اور مکروہ ہی۔ اس سے یہ غرض ہی کہ اُن لوگونکی نظر کراہت اور استحباب کے دقایق مین ہوا کرتی تھی حرام سے تو ظاہر ہی کہ بچا ہی کرتے تھے۔ اور ہشام بن عروہ کہا کرتے تھے کہ علما سے آج وہ باتین نہ پوچھو جو انھون نے اپنے جی سے تراشی ہین اسلیے کہ انکا جواب اُنھون نے تیار رکھا ہی بلکہ انسے سنت کا طریق پوچھو کہ اسکو جانتے ہی نہین۔ اور ابو سلیمان دارانیؒ کہا کرتے تھے کہ جس شخص کے دل مین کوئی امر خیر الہام کیا جاوے تو اُسکو چاہیے کہ اُسپر عمل نہ کرے جبتک کہ اُسکا ہونا آثار سے نہ سن لے اگر آثار مین اس امر کا وجود پایا جاتا ہو تو خدا تعالی کا شکر کرے کہ جو بات اُسکے دلمین پڑی وہ آثار کے مطابق ہوئی اور یہ بات آپ نے اسلیے فرمائی کہ اب جو رائین نئی نئی بہت سی ہوگئی ہین اُنکو سنکر آدمی کبھی دلمین جما لیتا ہی اور اُس سے بعض اوقات دل کی صفائی مین فرق آجاتا ہی اور اُسکے باعث سے امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہی اسلیے احتیاط ضرور ہوا کہ جو امر دل مین پڑے اُسکی پشتی آثار کی تائید سے کرلے۔ اور اسیوجہ سے جب نماز عید مین مروان نے عیدگاہ کے قریب منبر بنوایا تو حضرت ابو سعید خدریؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے مروان یہ کیا بدعت ہی مروان نے کہا کہ یہ بدعت نہین بلکہ یہ بہتر ہی اس سے کہ تم جانتے ہو آدمی بہت ہوگئے ہین اسلیے مین نے چاہا کہ آواز سب کو پہونچے آپ نے فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اُس سے بہتر تم کبھی نہ کروگے اور بخدا کہ مین آج تیرے پیچھے نماز نہ پڑھونگا۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نے منبر کو اسلیے برا جانا اور مروان پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے خطبے اور استسقا کی دعا مین کمان پر یا لاٹھی پر سہارا دے لیا کرتے تھے منبر پر نہ پڑھتے تھے اور ایک حدیث مشہور مین آیا ہی کہ من احدث فی دیننا مالیس منہ فہو رد اور ایک دوسری حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص دھوکا دے میری امت کو اُسپر لعنت ہی خدا تعالی اور فرشتون اور کل آدمیون کی کسی نے عرض کیا کہ آپ کی امت کا دھوکا دینا کیا ہی آپ نے فرمایا

بروایت بخاری و مسلم بروایت عائشہؓ ۱۲ صحیح دار قطنی بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

کہ یہ ہی کہ ایک بدعت پیدا کرے اور لوگون کو اُسپر ترغیب دے اور ایک[لح] حدیث مین یون ارشاد ہی کہ خدا تعالی کا ایک فرشتہ ہی کہ ہر روز
یون پکارتا ہی کہ جو کوئی خلاف کرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اُسکو شفاعت آپکی نصیب نہ ہوگی۔ اور جو شخص بدعت خلاف
سنت ایجاد کرکے دین مین خطاوار ہوتا ہی اُسکی نسبت دوسرے گناہگار سے ایسی ہی جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت اُکھاڑنے والے کو
اُس آدمی کی طرف جو صرف کسی خدمت خاص مین بادشاہ کے کہنے کے خلاف کرے اور یہ تقصیر بادشاہ کبھی معاف بھی کر دیتا ہے مگر
سلطنت کے درہم برہم کرنیکا قصور معاف نہین کرتا۔ اور بعض اکابر سلف نے ارشاد فرمایا کہ جس بات مین سلف نے گفتگو کی ہے
اُس سے سکوت کرنا ظلم ہی اور جس بات مین اُنھون نے سکوت کیا ہی اُسمین گفتگو کرنی تکلف ہی۔ اور کسی دوسرے نے کہا ہی کہ امر حق
گران ہی جو شخص اُس سے بڑھتا ہی وہ ظالم ہی اور جو اُسمین کمی کرتا ہی وہ عاجز ہی اور جو اُسپر توقف کرتا ہی وہ کفایت کرتا ہی اور آنحضرت[لح]
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی لازم پکڑو طریق اوسط کو جسکی طرف آگے جانے والا لوٹ آوے اور پیچھے چلنے والا بڑھ جاوے
اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ گمراہی والون کے دلون مین اُسکی بھی حلاوت معلوم ہوتی ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی[ت ۳۰] وذر الذین
اتخذوا دینہم لعبا ولہوا اور فرمایا[آیت] افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا تو جو چیز کہ بعد صحابہ رض کے پیدا ہوئی اور مقدار ضرورت اور حاجت سے زائد ہی
وہ لہو و لعب مین داخل ہی۔ ابلیس علیہ اللعن کی حکایت کرتے ہین کہ زمانۂ صحابہ رض مین اُسنے اپنا لشکر ان لوگون مین متفرق کر دیا وہ سب کے سب
بہت تھکے ماندے پھر آئے اُسنے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی کہا کہ ہمنے صحابہ رض جیسے لوگ نہین دیکھے کسی بات مین ہمارا داؤ اُنپر نہین چلتا ہمکو تھکا
ابلیس نے کہا کہ واقع مین تم اُنپر قدرت نہ پاؤگے اسلیے کہ وہ اپنے نبی کی صحبت مین رہے ہین اور کلام اللہ کے اُترنے کو دیکھا ہی مگر عنقریب
اُنکے بعد کچھ لوگ ہونگے کہ اُنسے تمھاری غرض نکلیگی جب تابعین کا زمانہ ہوا تو پھر شیطانون کو پھیلایا اور وہ بدستور شکستہ حال واپس آئے اور
کہا کہ ہمنے اُنسے عجیب تر لوگ دیکھے ہی نہین اگر کہین ہمارا داؤ چل گیا اور کچھ گناہ کرا پائے تو جب شام ہونے لگتی ہی وہ اپنے رب سے مغفرت
چاہتے ہین اللہ تعالی اُنکی بُرائیون کو نیکیون سے بدل دیتا ہی ابلیس نے کہا کہ تم کو ان سے کچھ نہ ملیگا اسلیے کہ اُنکی توحید درست ہی اور
اپنے نبی کی سنت کے اتباع مین چست ہین مگر بعد کو ایک قوم ہوگی کہ اُنسے تمھاری آنکھین ٹھنڈی ہونگی اور تم اُنسے خوب کھیلوگے اور خواہش
نفس کی باگون سے اُنکو جدھر چاہوگے کھینچ لوگے اگر وہ استغفار پڑھینگے اور طلب مغفرت کرینگے تو اُنکو معاف نہ کیا جائیگا اور توبہ کرینگے
نہین کہ خدا تعالی اُنکی بُرائیون کو بھلائیون سے بدل دے راوی کہتا ہی کہ جب اول قرنون کے بعد لوگ ہوئے تو ابلیس نے اُنمین بدعتین
پھیلا دین اور اُنکو اُنکی نظرون مین اچھا کر دیا اسی لیے اُنھون نے بدعتون کو حلال جانا اور اُنکو دین ٹھہرا لیا کہ نہ اُنسے استغفار کرتے ہین
نہ توبہ اُنپر دشمن غالب ہوگئے ہین جدھر چاہتے ہین اُدھر کھینچتے ہین اب اگر یہ کہو کہ ابلیس تو سوجھتا نہین نہ کسی سے باتین کرتا ہی تو اس حکایت
بیان کرنیوالے نے کیسے جانا کہ ابلیس نے یون کہا تھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اہل دل کو جو ملکوت کے حال اور اسرار معلوم ہوتے ہین تو کبھی تو
الہام کے طور پر معلوم ہوتے ہین کہ دل مین بطور خطرہ کے پڑ جاتے ہین ایسی طرح کہ اُنکو خبر نہین اور کبھی بطور سچے خواب کے اور کبھی جاگتے
مین مثالون کے دیکھنے سے معانی ظاہر ہوجاتے ہین جیسے خواب مین ہوا کرتا ہے اور جاگتے مین معلوم ہوجانا اسرار کا نبوت کے عالی درجون
مین سے ہی جیسے سچے خواب چھیالیسوان حصہ نبوت کا ہوتے ہین اور خبردار تم یہ علم پڑھکر ایسا نہ کرنا کہ جو چیز تمھاری عقل ناقص کی حد سے باہر

لح اسکی اصل نہین ملی ۱۲ لح ابو عبیدہ موقوفا بر علی ابن ابی طالب رضا ۱۲ ت ۳۰ اور قصور ...

[illegible]

اسکو انکار کرنے لگو کہ اس مین بڑے بڑے ماہر تباہ ہو گئے جنکو دعوی تھا کہ ہم علوم معقول سب جانتے ہین جو علم عقلی کہ اولیاء اللہ کی ان صحیح باتون کے انکار کی طرف بلاوے اُس سے جہالت ہی بہتر ہی اور جو شخص ان باتونکا انکار اولیاء اللہ کے لیے کرتا ہی اسکو انبیا علیہم السلام کا بھی انکار کرنا پڑتا ہی اور دین سے بالکل باہر ہو جاتا ہی بعض عارفون نے فرمایا ہی کہ ابدال جو اطراف زمین مین چلے گئے اور عوام کی نظرون سے چھپ گئے اسکی وجہ یہ ہی کہ اُنکو اس زمانے کے علما کے دیکھنے کی تاب نہین اسلیے کہ علما اُنکے نزدیک خدا تعالی کو نہین جانتے حالانکہ اپنے گمان مین اور جاہلون کے عندیہ مین عالم ہین سہل تستری فرماتے ہین کہ بڑی معصیت ہی جہالت سے جاہل رہنا اور عوام کی طرف نظر کرنی اور اہل غفلت کے کلام سننے اور جو عالم کہ دنیا مین گھسا ہوا ہو اُسکا قول سننا نہ چاہیے بلکہ جو کچھ کہے اُسمین اسکو متہم جاننا چاہیے اسلیے کہ ہر آدمی کا دستور ہی کہ اپنی محبوب چیز مین گھسا رہتا ہی اور جو چیز محبوب کے موافق نہین ہوتی اسکو دفع کیا کرتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا اور عوام گناہگار اُن لوگون کی نسبت کر اچھے ہین جو دین کے طریق سے ناواقف ہین اور اپنے آپ کو علما سے جانتے ہین اسلیے کہ عامی گناہگار اپنی تقصیر اور خطا کا اقرار کرکے استغفار اور توبہ کرتا ہی اور یہ جاہل جو اپنے آپ کو عالم خیال کرتا ہی وہ انھین علوم مین مشغول رہتا ہی جو دنیا کے وسیلے ہون اور طریق دین کے چلنے سے غافل رہ کر نہ توبہ کرتا ہی اور نہ استغفار بلکہ مرتے دم تک اُسی اپنی دھن مین لگا رہتا ہی۔ اور چونکہ بجز اُن لوگون کے جنکو خدا بچاوے اکثر لوگونپر یہی حال غالب ہی اور اُنکی درستی کی طمع نہین ہی تو اہل دین محتاط آدمی کے لیے اسلم طریق یہی ہی کہ اُنسے علیحدہ ہو کر گوشہ مین بیٹھ رہے چنانچہ اُسکا ذکر باب عزلت مین انشاء اللہ تعالی آویگا اور اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے حذیفہ مرعشی کو لکھا تھا کہ تم میرے باب مین کیا خیال کرتے ہو مین تو ایسا رہ گیا کہ کوئی میرے ساتھ خدا تعالی کی یاد کرنیوالا نہین جو ملتا ہی تو اُسکے ساتھ ذکر کرنا گناہ اور معصیت ہی ہوتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ذکر کا اہل کوئی نہین ملتا۔ اور یہ اُنھون نے درست فرمایا اسلیے کہ لوگونسے ملنا غیبت کرنے اور سننے سے خالی نہین یا بُری بات کو دیکھکر چپ رہنا پڑتا ہی اور بہتر حال آدمی کا یہ ہی کہ علم سکھاوے یا سیکھے اور اگر تامل کرے تو جان لے کہ سیکھنے والے کی غرض یہی ہی کہ علم کو ذریعہ طلب دنیا اور وسیلہ شر بناوے تو ظاہر ہی کہ استاد اس باب مین اُسکا معین و مددگار اور اسباب شر کا تیار کرنیوالا ہوگا جیسے وہ شخص کہ تلوار اور رہزنون کے ہاتھ بیچے اور علم بھی بمثل تلوار کے ہی اسمین خیر کی لیاقت ایسی ہی جیسے تلوار مین جہاد کی ہی اسیوجہ سے تلوار کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ اُسکے حال کے قرینون سے معلوم ہوتا ہو کہ رہزنی کے لیے چاہتا ہی جائز نہین۔ غرضکہ یہانتک علماے آخرت کی علامتین بارہ ہوئین اُنمین سے ہر ایک مین کچھ کچھ اخلاق علماے سلف کے موجود ہین تو تمکو دو شخصون مین سے ایک ہونا چاہیے یا تو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ یا اپنی تقصیر کے مقر ہو کر ان صفات کے قائل رہو مگر خبردار ان دو کے سوا تیسرے مت ہونا ورنہ تمھارے دلمین شبہہ پڑ جائیگا کہ دنیا کے ذریعہ کو دین کہنے لگوگے اور جھوٹون کی سیرت کو علماے راسخین کی عادت قرار دوگے اور اپنے جہل اور انکار کے باعث ہلاک ہونیوالونکی جماعت مین ملجاؤگے جنکے بچنے کی امید نہین ہم اللہ تعالی سے شیطان کے فریبون سے پناہ مانگتے ہین کہ اُنھین مین سب ہلاک ہوئے اور اُسسے درخواست کرتے ہین کہ ہمکو اُن لوگونمین سے کردے جنکو دنیا کی زندگی اور ابلیس مکار دھوکا اور مغالطہ دے سکے

ساتوین فصل عقل کے بیان مین اور اسکی بزرگی اور حقیقت اور اقسام کے ذکر مین اسمین تین بیان ہین **بیان اول** عقل کی بزرگی کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ عقل کا شرف اُن اشیا مین سے ہی جنکے بیان کرنے کے لیے حاجت تکلف کی نہین خصوصاً ایسے حال مین کہ اول علم کا شرف

معلوم ہو گیا اور یہ جانتے ہین کہ عقل علم کا منبع اور مطلع اور اصل ہی علم عقل کی بہ نسبت ایسا ہی جیسے پھل کی نسبت درخت سے یا نور کی نسبت آفتاب سے
یا جیسے آنکھ کی نسبت نگاہ ہی تو جو چیز دنیا اور آخرت کی سعادت کا وسیلہ ہو وہ اشرف کیسے نہو گی اور اسمین کیسے شک ہوگا کہ چوپایہ باوجود اپنی تمیز کے
کم ہونیکے عقل سے دبتا ہی یہانتک کہ چوپایون مین جو بدن مین سب سے بڑا ہوا ور ضرر مین اور رعب مین زیادہ وہ بھی جب انسان کی صورت دیکھتا ہے تو
اُس سے دبتا ہی اور خوف کھاتا ہی اسلیے کہ اسکو اتنا شعور ہی کہ انسان مجھپر غالب ہو جاویگا کیونکہ تدابیر اور حیلونکے معلوم کرنیمین مخصوص ہی اور
اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بوڑھا اپنی قوم مین ایسا ہی جیسا نبی اپنی امت مین اور یہ بات اسکے مال کی کثرت اور جثہ کے بڑے
ہونے اور طاقت کے زیادہ ہونے سے نہین ہوتی بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونیسے ہی جو عقل کا ثمرہ ہی اور اسیوجہ سے ترکون اور کردون اور عرب
کے اجلاف اور تمام خلق کے جہال کو دیکھتے ہو کہ باوجودیکہ چوپایون کے مرتبہ سے قریب ہی ہوتے ہین مگر اپنی سرشت سے بوڑھونکی توقیر
کرتے ہین اور اسی وجہ سے جب بعضے معاندون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا چاہا جب انکی نظر آپکے چہرہ مبارک پر پڑی اور وہ روشنی
سُرمہ چشم بصیرت ہوئی تو تھرا گئے اور نور نبوت آپکے عارض تاباں کا انکی نظرونمین جھلکنے لگا گو یہ نور عقل کی طرح آپکی ذات مجمع کمالات مین
پوشیدہ تھا غرض کہ عقل کا شرف تو بداہۃً معلوم ہوتا ہی مگر ہمارا قصد یہ ہی کہ جو آیات اور حدیثین اسکے شرف کے باب مین آئی ہون انکو ذکر کرین
اللہ تعالی نے عقل کا نام نور فرمایا ہی اس آیت مین اللہ نور السموات والارض اور جو علم کہ عقل سے حاصل ہوتا ہی اسکو روح اور وحی اور حیات سے تعبیر
فرمایا چنانچہ ارشاد ہی ولذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اور فرمایا اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنالہ نورا یمشی بہ فی الناس اور جہان کہین نور اور
تاریکی کا ذکر فرمایا ہی وہان مراد علم اور جہل سے ہی جیسا اس آیت مین یخرجہم من الظلمات الی النور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ اے لوگو اپنے خدا کو سمجھو اور آپسمین ایک دوسرے کو نصیحت عقل کی کرو اس سے جس بات کا تمکو حکم ہوا ہی اور جس سے منع کیے گئے ہو جان لوگے
اور جان لو کہ عقل تمکو تمہارے رب کے پاس بزرگی دیگی اور جان لو کہ عاقل وہ ہی جو اطاعت اللہ تعالی کی کرے اگرچہ صورت مین برا اور
قدر مین حقیر اور مرتبہ مین کم اور شکستہ حال ہو اور جاہل وہ ہی جو خدا تعالی کی نافرمانی کرے گو صورت کا اچھا اور قدر کا بڑا مرتبہ کا شریف اور
خوش بیان اور فصیح ہو گویا ہو جو شخص خدا تعالی کی نافرمانی کرے بندر اسکی نسبت زیادہ عاقل ہین اور دنیا دار اگر تمہاری تعظیم کرین تو اس سے مغالطہ مین
مت آؤ ورنہ خسارہ والونمین سے ہو جاؤگے۔ اور فرمایا کہ سب سے پہلے خدا تعالی نے عقل کو پیدا کیا اور اسکو فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی
پھر فرمایا کہ پشت پھیر اُسنے پشت پھیری پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ قسم ہی اپنی عزت اور بزرگی کی کہ مین نے کوئی مخلوق تجھسے زیادہ اپنے نزدیک
اکرم نہین پیدا کی ہی تجھی سے لونگا اور تجھی سے دونگا اور تیرے ہی سبب سے ثواب دونگا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کرونگا اب اگر کوئی یون
کہے کہ عقل اگر عرض ہی تو اجسام سے پہلے کیسے پیدا ہوئی اور اگر جوہر ہی تو جوہر کیسے ہو سکتا ہی کہ اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی مکان مین نہو تو
اُسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ عقل کی پیدائش علم مکاشفہ مین سے ہی اسکا ذکر کرنا علم معاملہ مین مناسب نہین اور ہماری غرض علوم معاملہ کے ذکر سے
ہی اور حضرت انس سے مروی ہی کہ آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی تعریف بیان کی گئی یہانتک کہ لوگون نے
مبالغہ کیا آپنے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اُس شخص کی عقل کیسی ہی انھون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اقسام خیرات مین اُس شخص کی
محنت آپکی خدمت مین ذکر کرتے ہین اور آپ اُسکی عقل کا حال دریافت فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی جہالت کی باعث

بدکار کی بدکاری سے زیادہ کرلیتا ہی اور فردائے قیامت مین خدائے تعالیٰ سے قریب ہونے کے درجات موافق عقلون ہی کے بلند کیے جاوینگے
اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی کمائی مین عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہین یہ عقل کی زیادتی
اُسکو ہدایت کی طرف رہنما ہوتی ہی اور ہلاکی سے باز رکھتی ہی اور آدمی کا نہ ایمان پورا ہو نہ دین درست ہو جبتک کہ اُسکی عقل پوری نہو
اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی ان الرجل یدرک بحسن خلقہ درجۃ الصائم القائم ولا یتم لرجل حسن خلقہ حتی یتم لہ عقلہ فعند ذالک تم ایمانہ واطاع
ربہ وعصی عدوہ ابلیس اور حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک تکیہ ہی اور ایماندار کا سہارا
عقل ہی تو اُسکی عبادت اُسکی عقل ہی کے بموجب ہو گی کیا تمنے سُنا نہین کہ بدکار دوزخ مین یون کہینگے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر
اور حضرت عمرؓ سے مروی ہی کہ اُنھون نے تمیم داری سے پوچھا کہ تم مین سرداری کیا چیز ہی کہا کہ عقل آپ نے فرمایا کہ تمنے درست کہا مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سوال کیا تھا جیسا تمنے کیا اور آپنے بھی یہی جواب دیا جو تمنے دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ مینے جبرئیل علیہ السلام
سے سوال کیا کہ سرداری کیا چیز ہی جبرئیلؑ نے کہا عقل ہی۔ اور براء بن عازب سے مروی ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے
کثرت سے سوال کیے تو آپنے فرمایا کہ اے لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہی اور مرد کی سواری عقل ہی اور تم مین دلیل اور حجت مین بہتر وہ ہی
جو عقل مین بڑھکر ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد سے مراجعت فرمائی تو لوگو نکو کہتے سنا
کہ فلان شخص فلان سے زیادہ بہادر ہی اور فلان شخص سفر آزمودہ تر ہی جبتک کہ فلان سفر آزمودہ اور تجربہ کار ہو اور دوسری اسیطرح کی
باتین کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان باتون کا علم تمکو نہین لوگون نے عرض کیا کہ کیسطرح ہی آپنے فرمایا کہ اُن لوگون
نے قتال اسقدر کیا جسقدر اللہ تعالیٰ نے انکو عقل عنایت کی تھی اور اُنکی جیت اور نیت بھی اُنکی عقلون کے بموجب ہوئی پس انمین سے جو کوئی
پہونچا وہ مقامات مختلف پر پہونچا جب قیامت کا دن ہوگا تو اپنی نیتون اور عقلون کے بموجب مراتب پاوینگے۔ اور براء بن عازب سے مروی ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتون نے خدائے پاک کی طاعت مین کوشش اور اجتہاد عقل سے کیا اور ایماندار اولاد آدم نے بھی
کوشش اپنی عقلون کے موافق کی تو جو شخص خدا تعالیٰ کی طاعت زیادہ کرتا ہی وہی عقل مین بھی زیادہ ہوتا ہی۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی
ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون کو فضیلت دنیا مین کونسی چیز سے ہی آپنے فرمایا کہ عقل سے مین نے
عرض کیا کہ آخرت مین کس چیز سے ہی آپ نے فرمایا کہ عقل سے مینے عرض کیا کہ اپنے اعمال کے عوض اُنکو جزا نہو گی آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے عائشہؓ اُنھون نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی اللہ تعالیٰ نے اُنکو عقل دی ہوگی تو جتنی عقل ملی اُتنے ہی عمل ہونگے اور جسقدر عمل
کیا ہوگا اُسکی جزا ہو گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کا ایک لازمہ اور سامان ہی اور
ایماندار کا سامان اور آلہ عقل ہی اور ہر ایک چیز کی ایک سواری ہی اور مرد کی سواری عقل ہی اور ہر چیز کا رکن ہی اور دین کا رکن عقل ہی اور ہر ایک قوم کی
ایک غایت ہی اور بندون کی غایت عقل ہی اور ہر ایک قوم کا ایک نگہبان ہی اور عابدین کا نگہبان عقل ہی اور ہر سوداگر کی ایک بضاعت

[illegible]

[illegible]

ہوتی ہو اور اجتہاد کرنیوالون کی بضاعت عقل ہو اور ہر اہل بیت کے لیے ایک منتظم ہو اور صدیقین کے گھر کا منتظم عقل ہو اور ہر اجاڑ کی ایک آبادی ہو اور آخرت کی آبادی عقل ہو اور ہر آدمی کے لیے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہو جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہو اور اُسکے باعث ذکر کیا جاتا ہے اور صدیقون کا پیچھے رہنے والا جسکی طرف کہ وہ منسوب ہون اور جسکے باعث ذکر کیے جاوین عقل ہو اور ہر سفر کے لیے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہو اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والونمین سب سے زیادہ محبوب خدا تعالی کے نزدیک وہ ہو جو اللہ تعالی کی اطاعت مین قائم ہو اور اُسکے بندونکی خیر خواہی کرے اور اسکی عقل پوری ہو اور اپنے نفس کو نصیحت کرے اور بینا ہو کر بموجب عقل کے زندگی بھر عمل کرے اور فلاح و نجات کو پہونچے اور فرمایا کہ تم مین سے عقل مین کامل تر وہ ہو جو اللہ تعالی سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور جن چیزونکا اُسکو حکم ہوا ہو اور جس سے منع کیا گیا ہو اُن مین اُسکی نظر سب سے اچھی ہو اگرچہ تطوع مین تمسے کمتر ہو دوسرا بیان عقل کی حقیقت اور اُسکی قسمون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ عقل کی تعریف مین اور اُسکی حقیقت کے باب مین لوگون نے اختلاف کیا ہو اور اکثر نے اس بات کا دھیان نہین رکھا کہ یہ لفظ مختلف معنو نپر بولا جاتا ہو اور یہی بات ان کے مختلف ہونے کی وجہ ہوئی اور اس باب مین حق ظاہر یہ ہو کہ لفظ عقل مشترک ہو اور چار معنو نپر بولا جاتا ہے جیسا لفظ عین چند معنون پر بولا جاتا ہو یا جو اور ایسا ہی لفظ ہو تو یون نہ چاہیے کہ سب اقسام کی ایک تعریف تلاش کیجاوے بلکہ ہر ایک قسم کا حال جدا گانہ کھولنا چاہیے اول عقل سے مراد وہ وصف ہو جسکے باعث انسان سب چوپایون سے ممتاز ہو یعنی جسکے باعث علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صناعات فکری کے سوچنے کی اُسکو استعداد ہوتی ہو اور یہ وہی معنی ہین جو حارث بن اسد محاسبی نے مراد لیے ہین چنانچہ عقل کی تعریف مین اُنھون نے کہا ہو کہ وہ ایک قوت ہو کہ جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لیے مستعد ہوتا ہو اور گویا کہ وہ ایک نور ہو جو دلمین ڈالا جاتا ہو جسکے باعث آدمی ادراک کے قابل ہو جاتا ہو اور جس شخص نے کہ اس تعریف کا انکار کیا اور عقل کو صرف بدیہی علم کے جاننے پر منحصر رکھا اُسنے انصاف نہین کیا اسلیے کہ جو شخص علوم سے غافل ہو یا سوتا ہو ان دونون کو عاقل کہتے ہین باوجودیکہ علوم اُسکو اسوقت نہین ہوتے مگر صرف اُس قوت کے موجود ہونے سے عاقل کہلاتے ہین اور جسطرح کہ زندگی ایک قوت ہو کہ جس سے جسم حرکات اختیاری اور ارادی پر مستعد ہو جاتا ہو اور حسی چیزین ادراک کرتا ہے اسیطرح قوت عقل بھی ایسی ہو کہ جس سے بعض حیوانات علوم نظری کے قابل ہو جاتے ہین اور بالفرض انسان اور گدھے کا قوت طبیعی اور محسوس چیزون کے ادراک کرنے مین برابر کرنا جائز ہو اور یون کہا جاوے کہ ان دونون مین کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ اللہ تعالی اپنی عادت جاری کے بموجب انسان مین علوم پیدا کر دیتا ہو اور گدھے اور چارپایون مین اُنکو پیدا نہین کرتا تو یہ بھی جائز ہوسکتا کہ گدھے مین اور جمادات مین زندگی کے باب مین برابری کر دیجاوے اور کہا جاوے کہ ان دونون مین اور کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ خدا تعالی گدھے مین خاص حرکتین بموجب اپنی عادت جاری کے پیدا کر دیتا ہو کیونکہ اگر کوئی گدھا مردہ پتھر فرض کر لیا جاوے تو واجب ہوگا کہ جو حرکات اس سے معلوم ہوتی ہو اُسکو یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی اس حرکت کو اُسمین جس ترتیب سے کہ سوجھتی ہو پیدا کرنے پر قادر ہو اور جسطرح کہ یہ کہنا واجب ہو کہ گدھے اور جمادات کی حرکات مین یہی فرق ہو کہ گدھے مین ایک قوت خاص ہو جسکو حیات کہتے ہین اسیطرح انسان کو چنانچہ یہ معنی انسان میں ثابت ہوئے تو یون کہنا چاہیے کہ انسان علوم نظری کے ادراک کرنے مین ایک قوت رکھتا ہو جسکو عقل کہتے ہین اور عقل

مثل آئینہ ہی جو دوسری چیزون سے اس بات مین ممتاز ہی کہ صورتون اور رنگون کی نقل کر دیتا ہی اور ان صورتون وغیرہ کا اُسمین منعکس ہونا ایک صفت خاص کی جہت سے ہی جو جِلا کہلاتی ہی اسیطرح آنکھ بھی پیشانی سے ان صفات اور حالات مین علیحدہ ہی جنسے اُسکو لیاقت دیکھنے کی ہوئی ہی اور اس قوت کے علوم کی طرف وہ نسبت ہی جیسے آنکھ کو ہی نگاہ کی طرف اور قرآن و شریعت کو اس قوت کی طرف علوم کے واضح ہونیمین وہ علاقہ ہی جیسے آفتاب کی روشنی کو نور نگاہ سے ہی پس اس قوت کو اسیطرح سمجھنا چاہیے دوم عقل سے مراد وہ علوم ہین جو تمیز دار لڑکے کی ذات مین ہوا کرتے ہین یعنی جائز چیزون کے جائز ہونے اور محال چیزون کے محال ہونیکا علم مثلاً اس بات کا علم کہ دو زیادہ ہین ایک سے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت مین دو جگہ رہنا ممکن نہین اور یہی معنی وہ ہین کہ بعض اہل کلام نے عقل کی تعریف مین مراد لیے ہین چنانچہ کہا ہی کہ عقل بعض بدیہی علوم ہین جیسے جائز چیزون کے ہوسکنے کا علم اور محال باتون کے محال ہونیکا علم ہی اور یہ معنی بھی فی نفسہ درست ہین اسلیے کہ یہ علوم موجود ہین اور اُنکو عقل کہنا بھی ظاہر ہی مگر خرابی اسمین ہی کہ اُس قوت مذکورۂ بالا کا انکار کیا جاوے اور کہا جاوے کہ بجز ان علوم بدیہی کے عقل اور کچھ نہین سوم عقل اُن علوم کو کہتے ہین جو حالات روزمرہ کے دیکھنے سے اور اُنکے تجربون سے حاصل ہووین کیونکہ جو شخص تجربون مین مشاق اور طریقون سے واقف ہوجاتا ہی اُسکو رسم کے بموجب عاقل کہا کرتے ہین اور جو تجربہ وغیرہ سے متصف نہین ہوتا اُسکو جاہل اور غبی اور ناتجربہ کار کہا کرتے ہین غرض کہ علوم تجربہ کی بھی ایک جداگانہ قسم علوم کی ہی جسکو عقل کہا کرتے ہین چہارم عقل اسکو کہتے ہین کہ اس قوت طبیعی کی طاقت اتنی ہوجاوے کہ امور کے انجامونکو جاننے لگے اور جو خواہش کہ سر دست کی لذت کی خواہان ہو اُسکو اُکھاڑ دے اور دبائے رکھے جب یہ قوت آدمی مین آجاتی ہی تو اُس قوت والے کو عاقل کہتے ہین اس اعتبار سے کہ وہ امور پر اقدام اور جرأت اسطرح کرتا ہی جسطرح کہ انجاموں کا فکر مقتضی ہی یہ نہین کہ بموجب سر دست کی خواہش کے مرتکب ہوجاوے اور یہ قسم ہی انسان کے خواص مین سے کہ انسان اور حیوانون سے علیحدہ ہی حاصل یہ کہ اول معنی عقل کے تو سب کی جڑ اور بنیاد اور منبع ہی اور دوسری اول کی فرع اور اس سے قریب ہی اور تیسری اول اور دوم کی فرع ہین اسلیے کہ قوت طبعی اور علوم بدیہی سے تجربونکا علم حاصل ہوتا ہی اور چوتھی معنی ثمرۂ آخری اور علت غائی ہے بس اول کی دونون عقلین تو سرشتی ہین اور اخیر کی دونون کسب سے حاصل ہوتی ہین اور اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا ہی **قطعہ**

دو ہین عقلین میرے نزدیک ای پسر ٭ ایک طبعی ایک سمعی یاد کر ٭ فائدہ سمعی سے کچھ ہوتا نہین ٭ جب نہو طبعی کا دل مین کچھ اثر ٭ جیسے سورج سے نہین کچھ منفعت ٭ گر نہووے آنکھ مین نور نظر ٭ اور اول مراد ہی اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اللہ تعالی نے کوئی مخلوق اپنے نزدیک بزرگ تر عقل سے نہین پیدا کی اور چوتھی قسم مراد ہی اس حدیث شریف مین کہ جب آدمی اقسام نیکی اور اعمال صالحہ سے تقرب حاصل کرین تو تو اپنی عقل سے تقرب حاصل کر اور یہی مراد ہی اس ارشاد مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداءؓ کو فرمایا کہ تو عقل مین زیادہ ہو تاکہ اپنے رب سے قرب مین زیادہ ہوجاوے انھون نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے مان اور باپ مجھسے یہ کیسے بن آویگا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی کے محارم سے اجتناب کر اور اُسکے فرائض ادا کر تو عاقل ہوجاویگا اور اعمال مین سے نیک کو کیا کر تو اس دنیا مین تیری بڑائی اور کرامت بڑھیگی اور اُنکی جہت سے اپنے رب کریم کا قرب اور عزت تجکو حاصل ہوگی اور سعید بن مسیبؓ سے مروی ہی کہ حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون مین سے زیادہ عالم کون ہی آپنے

فرمایا کہ عاقل عرض کیا کہ سب مین عابد زیادہ کون ہی آپنے فرمایا کہ عاقل پھر عرض کیا کہ سب مین افضل کون ہی آپنے فرمایا کہ عاقل اُنھون نے عرض کیا کہ عاقل وہی نہین جو مروت کامل رکھتا ہو اور ظاہر مین فصیح ہو اور ہاتھ کا سخی اور منزلت مین بڑا آپنے فرمایا کہ یہ سب باتین تو دنیا کی زندگی کی چیزین ہین اور خدا تعالی کے نزدیک متقیون کے لیے آخرت بہتر ہی عاقل وہ ہی جو متقی ہو اگرچہ دنیا مین خسیس و ذلیل ہو اور ایک اور حدیث مین ارشاد ہی کہ عاقل وہی ہی جو اللہ تعالی پر ایمان لاوے اور اُسکے رسولونکی تصدیق کرے اور اُنکی طاعت بجالاوے ٹھیک ایسا معلوم ہوتا ہی کہ لفظ عقل اصل لغت مین اور استعمال مین اُسی قوت جبلی کے لیے موضوع تھا اور علوم پر جو استعمال ہوا تو صرف اسی جہت سے کہ علوم اُس قوت کے ثمرات ہین جیسے چیز کی تعریف اُسکے ثمرہ سے کر دیا کرتے ہین مثلاً کہدیتے ہین کہ علم خوف خدا ہے اور عالم وہی ہی جو خدا تعالی سے ڈرے اس لیے کہ خوف خدا علم کا ثمرہ ہی اسیطرح لفظ عقل کو اگر اُسکے کسی ثمرہ پر بولدین تو یہ بھی مجاز کی طرح پر ہوگا مگر ہمکو مقصود لغت کی بحث سے نہین بلکہ یہ مطلب ہی کہ عقل کی یہ چارون قسمین موجود ہین اور لفظ عقل ان سب پر بولا جاتا ہی اور ان چارونمین سے بجز اول قسم کے اور کسی کے وجود مین اختلاف نہین اور صحیح یہی ہی کہ وہ بھی موجود ہی بلکہ سبکی اصل ہی اور یہ علوم سب کے سب اُس قوت سرشتی مین آئے ہوے ہین لیکن ظاہر جب ہوتے ہین کہ کوئی سبب ایسا ہو جو اُنکو موجود کر دے یہانتک کہ یہ علوم ایسے تو نہین ہین جو اس قوت پر باہر سے آتے ہون تو ضرور ہی کہ اُسمین چھپے ہوے ہون اور پھر کسی وجہ سے ظاہر ہو جاوین اور اُنکی مثال ایسی ہی جیسے پانی کہ کنوان کھودنیسے نکل آتا ہی اور جمع ہو کر محسوس ہو جاتا ہی یہ نہین کہ باہر سے اُسمین کوئی چیز اُسکے لیے ڈالی جاتی ہو اسیطرح بادام مین تیل اور گلاب کے پھول مین گلاب رہتی ہی اور اسی بنا پر اللہ تعالی نے فرمایا ہی واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی اس آیت مین مراد اقرار وحدانیت سے نفسونکا اقرار ہی نہ زبانونکا کیونکہ زبانی اقرار کے اعتبار سے تو کوئی مقر ہی اور کوئی منکر اور ایسا ہی حال ہی اس ارشاد خداوندی مین ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ یعنی اگر اُنکے احوال کا اعتبار کیا جاوے تو اُنکے نفس اور باطن اُسکے شاہد ہونگے اور فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا یعنی ہر آدمی کی سرشت اسی بات پر ہوئی ہی کہ خدائے عز وجل پر ایمان لاوے بلکہ چیزون کو اُنکی ماہیت کے بموجب پہچانے یعنی سرشت انسانی گویا کہ اس معرفت کے متضمن ہی اسلیے کہ اُسمین لیاقت اُسکے ادراک کی بہت قریب ہی پھر چونکہ سرشت کے اعتبار سے ایمان نفسون مین گڑا ہوا ہی اسی لیے لوگونکی دو قسمین ہوئین ایک وہ جسنے روگردانی کی اور اپنی سرشت کی چیز کو بھول گیا تو وہ کافر ہین اور ایک وہ جسنے اپنے خیال کو دوڑایا اور اسکو یاد آ گیا جیسے کوئی گواہ بدا جاتا ہی اور کسی غفلت کی وجہ سے اس امر کو بھول جاتا ہی پھر یاد آ جاتا ہی اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے یاددہانی کے لفظ بہت جا ارشاد فرمائے جیسے لعلہم یتذکرون اور ولیتذکر اولوا الالباب اور واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم اور ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر اور اس قسم کا نام تذکر رکھنا بعید نہین کہ تذکر دو قسم ہی ایک یہ کہ صورت دل مین حاضر ہو اور وجود کے بعد جاتی رہی ہو اسکو یاد کرے اور دوسری یہ کہ وہ صورت سرشت سے آدمی مین آئی ہوئی ہو اُسکو یاد کرے اور یہ حقیقتین اُس شخص کے سامنے جو نور عقل سے دیکھتا ہی ظاہر ہین اور جسکا تکیہ تقلید اور سننے پر ہی نہ کشف اور دیکھنے پر اُسپر البتہ یہ باتین ثقیل ہین اور اسی واسطے اُسکو دیکھتے ہو کہ ان جیسی آیتون مین خبط مین پڑتا ہی اور تذکر کے معنون اور نفوس کے اقرار کی تاویل مین طرح طرح کے تکلف کرتا ہی اور احادیث اور آیات مین اُسکے خیال مین بہت سے اختلافات معلوم ہونے لگتے ہین اور کبھی یہ امر اتنا اُسپر غالب ہوتا ہی کہ اُنکو بچشم حقارت دیکھتا اور نہین

روایت سعید بن المسیب مرسلا ۱۲ ت ۲ اور جسوقت نکالی تم سے ربنے آدم کے بیٹونکی پیٹھ مین سے اُنکی اولاد اور اقرار کروایا اُنسے اُنکی جانپر کیا مین نہین ہون رب تمہارا بولے البتہ ۱۲ ترجمہ

اور اگر پوچھے تو اُن سے کسنے پیدا کیا ہی اُنکو تو بیشک یہی کہین سے کہ اللہ ۱۲ ترجمہ

اور لغو ہونیکا معتقد ہوجاتا ہی ایسے شخص کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اندھا کسی گھر مین جاوے اور برتن جو اُسمین ترتیب سے رکھے ہوں اُنپر پھسل پڑے اور کہے کہ یہ برتن راہ مین سے کیون نہین علیحدہ کیے جاتے اور اپنے موقع پر کیون نہین رکھے جاتے تو اُس سے یہ کہا جاوے کہ برتن تو سب اپنے ٹھکانے ہین مگر نظر کا خلل ہی یہی حال نظر باطنی کا ہی کہ اُسکے نقصان کے باعث آیات اور احادیث مین اختلاف اور ابتری سوجھتی ہی حالانکہ اُنمین اختلاف کچھ نہین اپنی عقل کا قصور ہی بلکہ نظر باطن کا نقصان بہ نسبت آنکھ کے نقصان کے زیادہ اور بڑا ہی اسلیے کہ نفس مثل سوار کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے ہی اور ظاہر ہی کہ سوار کا اندھا ہونا بہ نسبت گھوڑے کے اندھے ہونیکے زیادہ مضر ہی اور باطن کی بصیرت کو ظاہر کی بصارت سے مشابہت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ما کذب الفؤاد ما رای اور فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض اور اُسکی ضد کو نابینائی فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اور فرمایا ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا اور یہ امور جو انبیا علیہم السلام کو ظاہر ہوے تھے وہ بعض تو چشم ظاہر کے سبب سے اور بعضے چشم باطن سے معلوم ہوے تھے مگر سب کا نام دیکھنا ہی فرمایا۔ حاصل یہ کہ جسکی چشم بصیرت کھلی نہوگی اُسکو دین سے بجز پوست اور مثالون کے اور کچھ نہ آویگا اُسکے مغز اور حقیقت کو نہ پہونچیگا۔ یہ بیان واقعی اُن الفاظ کا ہوا جنپر لفظ عقل بولا جاتا ہی تیسرا بیان لوگوں مین عقل کے کم زیادہ ہونے کے ذکر مین عقل کے کم زیادہ ہونے کے باب مین بھی لوگون نے اختلاف کیا ہی مگر جن لوگونکو علم کم ہی اُنکی تقریر کے نقل کرنیسے کیا فائدہ اہم اور مناسب یہ ہی کہ جو امر حق صریح ہو اُسکے بیان کرنیکی طرف متوجہ ہون۔ تو اس باب مین حق صریح یہ ہی کہ کمی زیادتی عقل کی سب قسمون مین سوا قسم دوم کے ہوسکتی ہی یعنی علم بدیہی جائز چیزون کے ہوسکنے اور محالات کے ممتنع ہونیکا ایسا ہی کہ اُسمین کمی بیشی نہین مثلاً جو یہ جانیگا کہ دو ایک سے زیادہ ہین وہ یہ بھی جانے گا کہ ایک جسم کا دو جگہ مین ہونا محال ہی اور ایک ہی چیز کا قدیم اور حادث ہونا نہین ہوسکتا اسیطرح اور مثالین اور وہ امور ہین جنکو محقق طور پر بدون شک کے معلوم کرے مگر تین قسمون باقی مین کمی بیشی ہوتی ہی جیسے چوتھی قسم یعنی قوت کا اس درجہ پر زیادہ ہونا کہ شہوات کو اُکھاڑ دے اسمین ظاہر ہی کہ لوگ متفاوت ہوتے ہین بلکہ اس باب مین صرف ایک شخص کے حالات مین بھی کمی و بیشی ہوا کرتی ہی اور یہ تفاوت کبھی تو شہوت کے تفاوت کی جہت سے ہوا کرتا ہی کیونکہ عاقل کبھی بعض شہوات کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور بعض پر نہین ہوتا گو اُنکا ترک کرنا کچھ امر محال نہین مثلاً جوان آدمی زنا کے ترک سے عاجز ہوتا ہی اور جب بوڑھا ہوجاتا ہی اور اُسکی عقل پوری ہوجاتی ہے تب اُسکے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور شہوت نمود اور ریاست کی بوڑھے ہونے سے قوت مین بڑھتی جاتی ہی نہ ضعف مین اور کمی بیشی اس قسم کی کبھی اسوجہ سے ہوتی ہی کہ شہوت کا ضرر جس علم سے معلوم ہوتا ہی اُسمین تفاوت ہوتا ہی اور اسیوجہ سے بعض مضر کھانون سے طبیب تو پرہیز کرنے پر قادر ہوتا ہی دوسرا شخص جو عقل مین طبیب کے برابر ہوتا ہی اُس سے نہین ہوسکتا کہ پرہیز کرے گو اُسکو فی الجملہ اعتقاد ہوتا ہی کہ اس کھانے مین ضرر ہی مگر چونکہ طبیب کا علم کامل ہی اسوجہ سے اُسکا خوف بھی زیادہ ہوتا ہی تو اس صورت مین خوف شہوت کے اُکھاڑنے مین عقل کا سپاہی اور سامان ہوجاتا ہی اسیطرح جاہل کی نسبت کہ عالم گناہونکے چھوڑنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہی کیونکہ معاصی کے ضرر کو خوب جانتا ہی اور ہماری غرض عالم سے عالم حقیقی ہی جُبّہ باز اور بکبکون سے مقصود نہین پس اگر تفاوت شہوت کی جہت سے ہی تب تو عقل کے تفاوت کی طرف رجوع نہ کریگا اور اگر علم کی جہت سے ہوگا تو ہم اس قسم کے علم کو بھی عقل کہہ چکے ہین اسی جہت

[illegible]

ہو وہ جو اس میں ہے اندھے ہوسا ہیں دل جو سینوں میں ہیں ۱۲ [illegible] اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو پچھلے جہان میں اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے ۱۲

کہ یہ علم قوت طبیعی کی طاقت کو بڑھاتا ہی تو گویا اس علم کا تفاوت بعینہٖ عقل کا تفاوت ہوا اور کبھی یہ تفاوت صرف عقل کی قوت مین
تفاوت ہونے کی جہت سے ہوتا ہی مثلاً جب وہ قوت قوی ہوگی تو ظاہر ہی کہ شہوت کا قلع وقمع بھی بہت کریگی تیسری قسم جو علم تجربون
کا ہی اسمین بھی لوگ کم و بیش ہوتے ہین بعضے جلد بات کو پا جاتے ہین اور اُنکی راے اکثر ٹھیک ہی ہوتی ہی اور بعضے ایسے نہین ہوتے پس
اس قسم مین تفاوت کا انکار نہین ہوسکتا کہ ظاہری تفاوت یا تو اختلاف طبیعت کے باعث ہوگا یا مواظبت کے تفاوت کی وجہ سے
اور قسم اول جو اصل ہی یعنی قوت طبیعی تو اُسکے متفاوت ہونے مین انکار کو راہ نہین کیونکہ اُسکا حال مثل ایک نور کے ہی جو نفس پر چمکتا ہی
اور اسکا مطلع اور ابتدا لے چمک سن تمیز کے وقت ہوتا ہی پھر ہمیشہ بڑھتا اور زیادہ ہوتا رہتا ہی یہانتک کہ آہستہ آہستہ قریب چالیس برس
کی عمر کے کامل ہوجاتا ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے صبح کی روشنی کی ابتدا مین ایسی خفیہ ہوتی ہی کہ اُسکا معلوم کرنا مشکل پڑتا ہی پھر بتدریج بڑھتی
جاتی ہی یہانتک کہ آفتاب کے نکلنے پر پوری ہوجاتی ہی اور فرق کمی بیشی کا نور بصیرت مین مثل آنکھ کے نور کے ہی کہ چُندھے اور تیز بینائی والے
مین فرق معلوم ہوتا ہی بلکہ خداتعالی کی عادت اپنی مخلوق مین اسیطرح جاری ہی کہ ایجاد بتدریج ہوتا ہی یہانتک کہ قوت شہوت لڑکے مین
بالغ ہونیکے وقت یکبارگی نہین ظاہر ہوتی بلکہ تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہی اسیطرح سب قوتون اور صفتونکا حال جاننا چاہیے پس جو شخص کہ
اس قوت طبیعی مین کمی بیشی کا منکر ہو وہ گویا دائرۂ عقل سے خارج ہی اور جو شخص یہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ایسی ہی تھی جیسے
کسی قصباتی یا گنوار کی ہوتی ہی تو وہ شخص خود گنوار سے کمتر ہے اِس قوت مین کمی بیشی کا انکار کیسے ہوسکتا ہی اگر اسمین تفاوت نہوتا تو
علوم کے سمجھنے مین لوگ متفاوت کیون ہوتے اور ایسے کیون ہوتے کہ کوئی تو کم ذہن ہو کہ بہت سا سمجھانے اور اُستاد کے مغز مارنے سے سمجھے
اور کوئی ذہن تیز ہو کہ ادنی رمز و اشارہ مین سمجھ جاوے اور کوئی ایسا کامل ہو کر خود اُسکے نفس سے امور کے حقائق جوش مارتے ہون
سیکھنے کی نوبت نہ پہونچے جیسا اللہ تعالی نے فرمایا ہی یکاد زیتہا یضئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور اور یہ لوگ کاملین انبیا علیہم السلام ہین کہ انکو
وہ باریک باتین خود اُنکے دلون مین بدون سیکھنے اور کسی سے سننے کے کھل جاتی ہین اُسکو الہام سے تعبیر کیا کرتے ہین اور اسی جیسی بات
کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد مین بیان فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل مین ڈالدیا ہی کہ جسکو تم چاہو دوست بنالو
اُس سے تمکو جدا ہونا ہوگا اور جتنا چاہو جی لو تم مرنے والے ہو اور جو عمل چاہو کرو اُسکی جزا تمکو ہوگی۔ اور فرشتونکا نبیونکو اسطرح خبر دینا وحی سے
علحدہ ہی اسلیے کہ وحی مین کان سے آواز کا سننا اور آنکھ سے فرشتے کا دیکھنا ہوتا ہی اور الہام مین یہ بات نہین اسی لیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یون فرمایا کہ دل مین ڈالدیا اور لفظون سے ارشاد نہین فرمایا اور وحی کے درجات بہت سے ہین اور انمین خوض کرنا علم معاملہ
کے مناسب نہین بلکہ علم مکاشفہ سے متعلق ہی اور تم یہ گمان مت کرنا کہ وحی کے درجات کا معلوم کرلینا وحی کے رتبے کا مقتضی ہوتا ہی اسلیے
کہ کسی چیز کا جاننا اور چیز ہی اور اُسکا پانا اور چیز مثلاً کچھ بعید نہین کہ کوئی طبیب بیمار صحت کے درجات سے واقف ہو اور عالم بدکار عدل
ہونیکے درجات جانتا ہو حالانکہ طبیب مین صحت اور عالم مذکور مین عدالت کا وجود نہین اسیطرح جو شخص کہ نبوت اور ولایت کو جانے وہ ضرور نہین
کہ نبی اور ولی ہوجاوے یا جو تقوی اور ورع کو پہچانے تو وہ متقی ہو اور آدمیون مین سے بعض کا ایسا ہونا کہ خود اپنے نفس سے متنبہ ہوکے
سمجھ لے اور بعض بدون تنبیہ اور تعلیم کے نہ سمجھیں اور بعض کو تنبیہ اور تعلیم بھی کارگر نہو اُنکی مثال ایسی ہی جیسے زمین ہوتی ہی کہ اُسکی بھی

تین قسمین ہین ایک تو وہ ہی جسمین پانی جمع ہوتا ہی اور زور پکڑتا ہی اور خود چشمہ انمین سے بہنے لگتا ہی آور دوسری قسم وہ ہی جسمین حاجت کنوان کھودنے کی ہوتی ہی اور پانی بدون کھودنے کے نہین نکلتا آور تیسری وہ قسم ہی کہ انمین کھودنے سے بھی پانی نہین نکلتا کہ خشک ہی رہتی ہی اور اس منقسم ہونے کی وجہ یہ ہی کہ زمین کے جوہر اپنی صفتون مین مختلف ہوتے ہین اسیطرح حال نفسون کا قوت عقل کے مختلف ہونے مین ہی اور عقل کی کمی بیشی پر دلیل نقلی وہ روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپنے ایک حدیث طویل فرمائی اور اسکے آخر مین عرش کی عظمت کو مذکور فرمایا اور یہ کہ فرشتون نے خدا تعالی سے عرض کیا کہ الہی تو نے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہی ارشاد فرمایا کہ ہان عقل عرش سے بڑی ہی عرض کیا کہ اسکی مقدار کتنی ہی حکم ہوا کہ اسپر تمہارا علم محیط نہوگا تمکو بالو کے شمار کا علم ہی عرض کیا کہ نہین اللہ تعالی نے فرمایا کہ مینے عقل کو بھی موافق شمار ریگ کے مختلف پیدا کیا ہی کہ بعضے لوگون کو ایک رتی ملی ہی اور بعضونکو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی پھر اور کوئی ایسا ہی جسکو ایک فرق کی مقدار یعنی قریب آٹھ سیر کے عنایت ہوئی اور بعض کو ایک وسق یعنی اونٹ کے لادنے کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زائد مرحمت ہوئی اب اگر یہ کہو کہ جب عقل کا یہ حال ہی تو صوفی عقل کو اور معقول کو کیون برا کہتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ لوگون نے لفظ عقل اور معقول کو اصلی معنی چھوڑکر مجادلہ اور مناظرہ کے واسطے نقل کر لیا ہی جسکو فن کلام کہتے ہین کہ اب معقول یہی رہ گیا ہی کہ جھگڑنا اور طرف ثانی کا الزام دینا ہوسکے تو صوفیون سے یہ تو ہو نہ سکا کہ لوگونسے یہ اقرار کراتے کہ تمنے اس علم کو غلطی سے معقول ٹھہرالیا ہی اسلیے کہ یہ بات تو لوگون کے دل مین جم گئی ہے اور زبان پر رائج تو صوفیون کے غلط بتانے سے ان کے دلون سے کب مٹ سکتی تھی اسلیے انھون نے عقل اور معقول کی مذمت کی جسکو کہ لوگ عقل اور معقول کہتے ہین ورنہ نور بصیرت باطنی جس سے کہ اللہ تعالی کو پہچانا جاتا ہی اور اسکے رسولونکی تصدیق کی جاتی ہی اسکی مذمت کیسے متصور ہوسکتی ہی اسکی تعریف تو خدا تعالی نے خود فرمائی ہے اگر اسی کی مذمت کی جاویگی تو تعریف کونسی چیز کی ہوگی کیونکہ اگر شرع قابل تعریف ہی تو اسکی درستی کا علم کونسی چیز سے ہی اگر اسی بری عقل سے ہی جسپر کہ اعتبار نہین تو شریعت بھی بری ٹھہرتی ہی اور اگر کوئی کہے کہ شریعت کی صحت کا علم چشم یقین اور نور ایمان سے معلوم ہوتا ہی تو اس قول پر لحاظ نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ ہماری غرض جو کچھ عقل سے ہی وہ یہی عین الیقین اور نور ایمان سے ہی یعنی وہ صفت باطنی جس سے کہ آدمی چوپایون سے ممتاز ہوتا ہی یہانتک کہ اسی کے باعث امور کی حقیقتین معلوم کرتا ہی اور اکثر اسطرح کے خبط ان لوگون کی جہالت سے اٹھتے ہین جو حقیقتون کو الفاظ سے طلب کرتے ہین اور چونکہ الفاظ مین لوگونکی اصطلاحین خبط ہو رہی ہین اسلیے وہ بھی خبط کرتے ہین عقل کے بیان مین اسقدر کلام کافی معلوم ہوتا ہی واللہ اعلم۔ باب العلم خدا تعالی کی عنایت سے پورا ہوا اسکے بعد دوسرا باب قواعد عقائد کا مذکور ہوتا ہی انشاء اللہ تعالی والحمد للہ اولا وآخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی کل عبد مصطفی من اہل الارض والسماء

دوسرا باب عقائد کے قاعدون مین اور اسمین چار فصلین ہین

رباعی اسلام زبانی سے بر آمد نہین کار صحت پر عقائد کے ہی ایمان کا مدار تاثیر دوا کی ہوتی ہی پینے سے کب نام لیے سے ہووے اچھا بیمار

فصل اول بیان مین عقیدہ اہل سنت کے درباب دو جملون کلمہ طیبہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جنکی گواہی بنی اسلام کے پانچون
رکنون مین سے ایک رکن ہی جاننا چاہیے کہ اول جملہ اس کلمہ طیبہ کا توحید پر متضمن ہی اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اسلیے
دونونکی تفصیل جدا جدا لکھتے ہین پہلا جملہ توحید پر مشتمل ہی اسمین یہ باتین چاہیین **اول وحدانیت** یعنی یہ جاننا کہ خدا تعالی اپنی ذات
مین اکیلا ہی کوئی اسکا شریک نہین یکتا ہی کوئی اس جیسا نہین صمد ہی کوئی اسکا مقابل نہین نرالا ہی کوئی اسکے جوڑ کا نہین قدیم اور ازلی ہی
جسکا اول اور ابتدا نہین ہمیشہ کو قائم ابدی ہی جسکا آخر اور انتہا نہین قیوم ہی کہ اسکو انقطاع نہین اور دائم ہی جسکو کبھی فنا نہین بزرگی کی صفتون
سے موصوف ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہیگا زمانون اور مدتونکے گذرنے اور ختم ہو جانے سے اسکو نہین کہہ سکتے کہ ہو چکا بلکہ وہی سب سے
اول اور وہی سب سے پیچھے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہی **دوم تنزیہ** یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تعالی نہ جسم صورتدار ہی نہ جوہر محدود اور
ذی مقدار اور نہ منقسم ہو سکتا ہی اجسام کا مشابہ نہین نہ خود جوہر ہی نہ اسمین کوئی جوہر حلول کیے ہوے ہی اور نہ وہ عرض ہی نہ اسمین کوئی
عرض حلول کیے ہوے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہی نہ اسکے کوئی موجود مانند نہ اسکے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا نہ کوئی مقدار اسکو
محدود کرسکے اور نہ اطراف و جہات اسکو محیط ہون اور نہ آسمان و زمین اسکو گھیر سکین اور یہ کہ وہ عرش پر اسطرح ہی جسطرح کہ اسنے خود فرمایا
اور جس اعتبار سے کہ اسنے قصد کیا ہی یعنی عرش کو چھونے او اسپر جمنے اور جگہ پکڑنے اور اسمین حلول کرنے اور دوسری جگہ ٹلنے سے
پاک ہی عرش اسکو نہین اٹھاتا بلکہ عرش اور حاملین عرش سب کو اسکی لطف قدرت اٹھائے ہوے ہی اور سب اسکے قبضۂ قدرت مین
دبے ہوے ہین اور وہ عرش اور آسمان اور حدود زمین تک کی سب چیزون کے اوپر ہی اور اسکی فوقیت اسطرح کی ہی کہ اس سے اسکو نہ
عرش سے قرب ہو اور نہ زمین سے دوری بلکہ عرش اور آسمان کے نزدیک ہونے اور زمین اور خاک سے دور ہونے سے اسکے مراتب
بلند ہین اور باوجود اسکے وہ ہر موجود چیز سے قریب ہی اور بندے کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہی اور سب چیزون کے پاس موجود کیونکہ
اسکی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونیکے مشابہ نہین جسطرح کہ اسکی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہین اور یہ کہ وہ کسی چیز مین حلول
نہین کرتا اور نہ اسمین کوئی چیز حلول کرے اس بات سے برتر ہی کہ اسکا محیط کوئی مکان ہو جیسے اس بات سے پاک ہی کہ کوئی وقت اسکو
گھیر سکے بلکہ وہ مکان اور زمان کے بننے سے پیشتر موجود تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہی جیسا پہلے تھا اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات مین
جدا ہی نہ اسکی ذات مین اسکے سوا دوسرا اور نہ کسی دوسرے مین اس کی ذات اور یہ کہ وہ بدلنے اور انتقال سے مقدس ہی نہ حوادث اسمین
حلول کرین نہ عوارض اسپر نزول بلکہ وہ اپنی بزرگی صفات مین فنا اور زوال سے ہمیشہ منزہ رہتا ہی اور اپنی صفات کمال مین کسی زیادتی
کی اسکو حاجت نہین جس سے اسکا کمال پورا ہو اور یہ کہ عقلونکے سبب سے اسکا وجود بذات خود معلوم ہی اور اسکا انعام اور احسان
اچھے لوگونپر جنت مین یہ ہی کہ اپنی دولت دیدار اور لذت رویت کو پورا کرنے کے لیے اپنی ذات کو آنکھونسے دکھاویگا **سوم زندگی
اور قدرت** یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی زندہ اور قادر ہی اور جبار اور قاہر نہ اسکو ماندگی عارض ہو نہ قصور اور نہ غفلت ہو نہ خواب نہ
اسپر آوے نہ موت وہی ہی مالک اور ملکوت والا اور عزت و جبروت کا مالک سلطنت اور قہر اور خلق اور امر سب اسیکا ہی آسمان اسکے داہنے ہاتھ
مین لپٹے ہوئے ہین اور مخلوقات سب اسکی مٹھی مین دبے ہین پیدا کرنے اور اختراع مین وہی نرالا ہی اور ایجاد اور ابداع مین وہی اکیلا

خلق کو اور اُنکے اعمال کو پیدا کیا اور اُنکے رزق و موت کا اندازہ مقرر فرمایا کوئی قدرت کی چیز اُسکے قبضے سے جدا نہیں اور نہ اُسکی
قدرت سے کاموں کے تغیرات علیحدہ نہ اُسکی قدرت کی چیزوں کا احصا ہو سکتا ہے نہ اُسکے معلومات کی انتہا چہارم علم یعنی یہ جاننا کہ خدا تعالےٰ
سب معلومات کو جانتا ہے زمین کی تہ سے لیکر آسمانوں کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہے سب پر محیط ہے اُسکے علم سے ایک ذرہ بھر بھی آسمان و زمین میں
چھپتا نہیں بلکہ کالی رات میں سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا کے بیچ میں ذرہ کے چلنے کو جانتا ہے چھپی اور کھلی بات کو معلوم کر لیتا ہے اور
دلوں کے وسوسوں اور خطروں کے حرکات اور باطن کے پوشیدہ اسرار پر مطلع ہوتا ہے اُسکا علم قدیم ازلی ہے جس سے وہ ازل الآزال میں
موصوف رہا ہے ایسا علم نہیں کہ اُسکی ذات میں حلول اور انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو پنجم ارادہ یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ خدا تعالیٰ نے کائنات کو ارادے
سے بنایا اور نو پیدا چیزوں کا انتظام وہی کرتا ہے کہ ملک اور ملکوت میں جو کچھ تھوڑا یا بہت چھوٹا یا بڑا خیر یا شر نفع یا ضرر ایمان یا کفر معرفت یا جہالت
کامیابی یا محرومی زیادتی یا کمی طاعت یا معصیت ہوتی ہے وہ سب اُسکے حکم اور تقدیر اور حکمت اور خواہش سے ہوتی ہے کہ جس چیز کو چاہا وہ ہوئی
اور جسکو نہ چاہا وہ نہوئی کوئی پلک کا جھپکنا یا خطرہ کا ناگہاں آنا اُسکی خواہش سے باہر نہیں بلکہ وہی مبدی ہے اور وہی معید ہے جو چاہتا ہے
وہ کرتا ہے کوئی اُسکے حکم کا رد کرنیوالا نہیں اور نہ کوئی اُسکی قضا کا پیچھے ہٹانیوالا اور نہ بجز اُسکی توفیق و رحمت کے بندہ کو اُسکی نافرمانی سے
کوئی مفر کی صورت اور نہ سوا اُسکی خواہش اور ارادے کے اُسکو اُسکی اطاعت کی طاقت اگر سب انسان اور جن اور فرشتے اور شیطان متفق ہو کر عالم میں
کسی ذرہ کو بدون اُسکے ارادے اور خواہش کے حرکت یا سکون دینا چاہیں تو یہ اُنسے کبھی نہوسکیگا اُسکا ارادہ تمام اور صفتوں کے ساتھ اُسکی
ذات سے قائم ہے اور وہ ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف رہا چیزوں کے ہونے کو جن وقتوں میں کہ مقرر فرمایا ارادہ ازل میں کیا تو
جیسا ارادہ کیا اسیطرح اپنے اپنے وقت میں بدون کسی طرح کے تقدم اور تاخر کے موجود ہوئیں بلکہ اُسکے علم کے موافق اور ارادے کے
مطابق بدون کسیطرح کے تبدل اور تغیر کے واقع ہوئیں امور کا انتظام اسطرح فرمایا کہ اُسمیں نہ فکروں کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ کچھ دیر کا انتظار
اور اسیوجہ سے کوئی شان اور حال اُسکو دوسری شان سے غافل نہیں کرتا ششم سننا اور دیکھنا یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے
سنتا دیکھتا ہے کوئی سننے کی چیز کیسی ہی خفیہ ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اُسکے سننے اور دیکھنے سے بچ نہیں رہتی نہ دوری اُسکے سننے
کی مانع ہو نہ تاریکی اُسکے دیکھنے کی مزاحم دیکھتا ہے مگر حدقہ چشم اور پلک سے منزہ ہے اور سنتا ہے مگر کانوں اور اُنکے سوراخ سے مبرا ہے جیسے علم میں دل
سے اور پکڑنے میں عضو سے اور پیدا کرنے میں آلے سے پاک ہے اسلیے کہ جیسے اُسکی ذات پاک مخلوق کی ذات کیطرح نہیں اسیطرح اُسکی صفتیں بھی مخلوق کی صفات
کے مشابہ نہیں ہفتم کلام یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنیوالا ہے اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے امر اور نہی اور وعد و وعید فرمایا
اسکا کلام خلق کے کلام کے مشابہ نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدمے سے آواز ہوتی ہو یا زبان کی حرکت اور ہونٹھوں کی مطابقت سے حرف پیدا
ہوں بلکہ ان سب سے جداگانہ ہے اور قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اُسکی کتابیں ہیں کہ اُسکے انبیا علیہم السلام پر اُتریں اور قرآن مجید کی تلاوت
زبانوں سے ہوتی ہے اور اوراق پر لکھا جاتا ہے اور دلوں میں حفظ کیا جاتا ہے اور باوجود اسکے وہ قدیم ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم
اُس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ علیحدہ ہو کر اوراق میں منتقل ہو جاوے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کے کلام بدون آواز اور حروف
کے سنے جسطرح کہ ابرار آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بدون جوہر اور عرض کے دیکھیں گے اور جبکہ اللہ تعالیٰ میں یہ صفات ہیں

تو وہ زندہ اور عالم اور قادر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم صرف اپنی ذات سے نہیں بلکہ حیات اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام سے ہی
ہشتم افعال یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ جو چیز سوا اسکے موجود ہی وہ اسی کے فعل سے حادث وہ اسی کے عدل سے فیضیاب ہی اور سب سے اچھی طرح
اور اکمل اور اتم اور اعدل طور پر اسکا ظہور ہوا ہی اور اللہ تعالی اپنے افعال میں حکیم اور اپنے احکام میں عادل ہی اسکے عدل کو بندون کے
عدل پر قیاس نہین کر سکتے اسلیے کہ بندہ سے ظلم متصور ہو سکتا ہی باین طور کہ غیر کے مالک میں تصرف کرے اور خدا ے تعالی سے ظلم متصور
نہین ہو سکتا کیونکہ اسکو غیر کی ملک ملتی ہی نہین کہ جسمین اسکا تصرف ظلم کہلاوے غرضکہ جو کچھ اسکے سوا ہی انسان اور جن اور فرشتہ اور
شیطان اور آسمان و زمین اور حیوان و سبزہ اور جماد اور جوہر اور عرض اور مدرک اور محسوس وہ سب حادث ہین اسنے اپنی قدرت سے
انکو عدم سے اختراع کیا اور پردۂ نیستی سے نکالکر ہست فرمایا کیونکہ ازل مین وہ اکیلا موجود تھا دوسرا کوئی اسکے ساتھ نہ تھا بعد اسکے اپنی
قدرت کے ظاہر کرنے اور ارادہ سابق کے متحقق کرنے کے لیے خلق کو پیدا کیا یہ نہین کہ اسکو خلق کی طرف کچھ حاجت اور ضرورت ہو
پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور تکلیف مین صرف تفضل کرتا ہی نہ یہ کہ اسپر یہ امور واجب ہون اور انعام اور اصلاح مین صرف جود فرماتا ہے
نہ اس طور سے کہ اسکے ذمہ لازم ہو پس فضل اور احسان اور نعمت و منت اسی کے لیے سزاوار ہی اسلیے کہ وہ اس بات پر قادر تھا
کہ اپنے بندون پر طرح طرح کے عذاب ڈال دیتا اور انکو اقسام مصائب اور آلام مین مبتلا کر دیتا اور یہ امور اس سے عدل کے طور
پر ہی ہوتے نہ برے ہوتے نہ ظلم اور اللہ تعالی اپنے ایماندار بندون کو طاعتون پر اپنے کرم اور وعدہ کے بموجب ثواب عنایت فرماتا ہی
بندے کے استحقاق کی جہت سے اور اپنے اوپر لازم ہونے کے سبب سے نہین دیتا اس لیے کہ اسپر کسی کے لیے کوئی فعل واجب
نہین ہو سکتا اور نہ اسمین ظلم متصور ہو سکے اور نہ کسی کا اسپر کوئی حق واجب اور انکا حق طاعتون مین خلق پر واجب ہی اسی نے اپنا انبیا
علیہم السلام کی زبانون سے واجب کیا ہی صرف عقل کی رو سے واجب نہین کیا بلکہ رسولون کو بھیجا اور انکا سچ ظاہر معجزون سے
ثابت کیا تو انھون نے اسکے حکم اور نہی اور وعدہ اور وعید کو خلق مین پہونچایا اسلیے خلق پر رسولونکو سچا جاننا اور جو احکام وہ لائے
ہین انکا ماننا واجب ہی آٹھوین دوسرے جملہ کے معنی یعنی رسولون کی گواہی دینے کو سنو کہ یہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے نبی امی
قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب اور عجم اور جن اور انسانون کی طرف رسول کر کے بھیجا اور انکی شریعت سے تمام شریعتون کو
منسوخ کیا بجز انکے جنکو انمین سے یہ قرار رکھا اور آپ کو تمام انبیا پر فضیلت دی اور آپ کو آدمیون کا سردار بنایا اور لا الہ الا اللہ کی
توحید پر گواہی دینے کو ایمان کامل نہین مانا جبتک کہ اسمین رسول کی شہادت یعنی محمد رسول اللہ نہ ملایا جاوے اور جس بات کی خبر آپ نے
دنیا اور آخرت کے امور مین سے دی ہی خلق پر لازم کر دیا کہ آپ کو اسمین سچا جانین اور کسی بندے کا ایمان قبول نہین فرماتا جبتک کہ وہ
مرنے کے بعد کے حالات پر جنکی خبر آپ نے دی ہی ایمان نہ لاوے ان حالات مین سے اول منکر اور نکیر کا سوال ہی یہ دونون
شخص ہولناک مہیب صورت ہین کہ بندے کو قبر مین روح اور جسم کے ساتھ سیدھا بٹھلاتے ہین اور اس سے توحید اور رسالت کا
حال دریافت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تیرا رب کون ہی اور تیرا دین کیا ہی اور تیرا نبی کون ہی اور وہ دونون قبر کے امتحان لینے والے ہین
اور مرنے کے بعد اول آزمائش انکا سوال ہوتا ہو دوم اور قبر کے عذاب پر ایمان لاوے کہ وہ بیشک ہی اور حکمت اور عدل کے ساتھ

لے یعنی دنیاوی اور جہان کو دہ واحد است ... ۱۲

روح اور جسم دونون پر جسطرح خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی ہوگا اور میزان پر ایمان لانا چاہیے کہ اُسکے دو پلے اور ایک زبانہ بیچ مین پکڑ کر اُٹھانے کا ہوگا اور اُسکے پلے اتنے بڑے ہونگے جتنے آسمان و زمین کے طبقات ہین اُسمین اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اعمال تولے جاوینگے اور باٹ اُس روز ذرہ اور رائی بھر کے ہونگے تاکہ عدل خوب کامل ہو اور نیکیون کے صحیفے اچھی صورت مین نور کے پلے مین ڈالے جاوینگے اور جسقدر اُن نیکیون کے درجے خدا تعالیٰ کے نزدیک ہونگے اُسیقدر اُن سے ترازو اللہ کے فضل و کرم سے بھاری ہوگی اور بدیون کے صحیفے بُری صورت مین اندھیرے پلے مین ڈالے جاوینگے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کے باعث ترازو اُنسے ہلکی ہو جاویگی اور پل صراط پر ایمان لانا چاہیے کہ دوزخ کی پشت پر ایک پل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک بنا ہوا ہی جس پر سب کا گذر ہوگا خدا تعالیٰ کے حکم سے کافرون کے پانون اُسپر پھسلین گے اور دوزخ مین گر جاوینگے اور ایمان والون کے پانون اللہ کی عنایت سے اُسپر جمینگے اور وہ دار القرار کو پہونچا دیے جاوینگے اور حوض پر ایمان لانا چاہیے جسپر ایماندار و نکا گذر ہوگا یہ حوض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مومن اسکا پانی جنت مین داخل ہونے سے پیشتر اور پل صراط سے اُترنے کے بعد پیوینگے جو کوئی اُسمین سے ایک گھونٹ پانی پیوے گا وہ بعد کو کبھی پیاسا نہوگا اُسکا عرض ایک مہینے کی راہ ہی اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہی اور اسکے گرد آبخورے بموجب شمار آسمان کے تارون کے ہین اور اُسمین دو پرنالے جنت کے چشمۂ کوثر سے گرتے ہین اور حساب پر ایمان لانا چاہیے کہ لوگ حساب کے باب مین مختلف ہونگے بعضون سے تو حساب مین باریکی کیجاویگی بعضون سے چشم پوشی اور کچھ ایسے ہونگے کہ وہ بحساب جنت مین داخل ہونگے اور وہ لوگ مقرب اللہ تعالیٰ کے ہونگے اور اللہ تعالیٰ نبیون مین جس سے چاہیگا سوال کریگا کہ تمنے مضمون رسالت کا پہونچا دیا اور کافرون مین سے جس سے چاہیگا رسولونکو جھٹلانے کی بازپرس کریگا اور بدعتیون سے سنت کا حال و مسلمانون سے اعمال کا سوال کریگا اور یہ ایمان لانا چاہیے کہ اہل توحید سزا کے بعد دوزخ سے نکلینگے یہانتک کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جہنم مین کوئی موحد نرہیگا اس سے معلوم ہوا کہ موحد ہمیشہ دوزخ مین نرہیگا اور شفاعت پر ایمان لانا چاہیے کہ اول انبیا کرینگے پھر علما پھر شہدا پھر اور سب مسلمان ہر ایک کی جتنی عزت اور منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوگی اسیقدر اسکی سفارش منظور ہوگی اور جو ایماندار ایسے رہینگے کہ انکی سفارش کسی نے نکی ہوگی انکو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نکالیگا پس دوزخ مین کوئی ایماندار ہمیشہ نرہیگا بلکہ جسکے دلمین ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ بھی اُسمین سے باہر ہوگا اور یہ اعتقاد کرے کہ صحابہ افضل ہین اور انکی ترتیب افضلیت مین اسطرح ہی کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب لوگون مین افضل حضرت ابو بکر رض ہین اُنکے بعد حضرت عمر رض اُنکے بعد حضرت عثمان اُنکے بعد حضرت علی ہین اور صحابہ سے اچھا گمان رکھے اور اُنکی تعریف کرے جیسے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تعریف فرمائی ہی اور یہ سب امور ایسے ہین کہ احادیث مین مذکور ہین اور آثار انپر شاہد ہین پس جو شخص ان امور پر یقین سے معتقد ہوگا وہ اہل حق و سنت جماعت والون مین ہوگا اور گمراہی اور بدعت والونکی جماعت سے علیحدہ رہیگا ہم اپنے لیے اور تمام مسلمانونکے واسطے خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے ہین کہ کمال یقین عنایت فرماوے اور دین پر اپنی رحمت کاملہ سے ثابت رکھے کہ وہ ارحم الراحمین ہی وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دوسری فصل اس بات کی وجہ کے بیان مین کہ ارشاد مین تدریج اور اعتقاد کے درجون مین ترتیب چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ جو کچھ ہمنے فصل اول مین لکھا ہی وہ لڑکونکو ابتدا کے

ح بخاری بروایت ابو سعید رض ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت عائشہ رض ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت عثمان بن عفان رض ۱۲ ح بخاری بروایت ابن عمر رض ۱۲ ح ترمذی بروایت عبد اللہ بن مغفل ۱۲

بچپن تمیز میں سکھانا چاہیے تاکہ اُسکو یاد کرلیں پھر بڑا ہونے پر انکو اُسکے معنی تھوڑے تھوڑے کھلتے جاوینگے غرضکہ لڑکونکی ابتدا
تو یاد کرلینا ہی پھر سمجھنا پھر اعتقاد اور یقین اور اسکا تصدیق کرنا اور یہ بات لڑکون میں بدون دلیل کے آجاتی ہی کیونکہ اللہ تعالی کا فضل
انسان کے دل پر ہی کہ ابتدا پڑھنے میں اُسکو ایمان کی طرف بلا حجت اور برہان کے کھولدیا ہی اور اسکا انکار نہیں ہوسکتا اسلیے کہ سب
عوام کے عقیدونکا آغاز صرف تلقین اور تعلیم محض ہی۔ ہان جو اعتقاد کہ صرف تقلید سے حاصل ہوتا ہی وہ ابتدا میں کسیقدر ضعف سے
خالی نہیں ہوتا یعنی اگر اُسکے دلمیں اعتقاد مذکور کا خلاف ڈال دیا جاوے تو اعتقاد سابق دور ہوسکتا ہی اسلیے اس اعتقاد کو لڑکون
کے اور عامی کے دل میں خوب تقویت کرنی چاہیے تاکہ پختہ ہوجاوے اور جنبش نہ کرے اور اعتقاد کی تقویت کا طریق یہ نہیں کہ
فن جدل اور کلام کو جان لے بلکہ اُسکی راہ یہ ہی کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اُسکی تفسیر اور حدیث پڑھنے اور اُس کے معانی
سمجھنے میں مشغول ہو اور عبادت روزمرہ کی بجا آوری میں لگے تو اس تدبیر سے جو کچھ قرآن مجید کی دلیلیں اور حجتیں اس کے
کان میں پہونچینگی اور حدیث میں اُنکے شاہد دیکھیگا اور عبادات کے انوار سے منور ہوگا اور نیکبختوں کے مشاہدے اور اُنکی ہم نشینی سے متاثر
ہوکر اللہ تعالی کے حضور میں اُنکی فروتنی اور شکست اور اُسکے ڈرنیکو دیکھیگا تو یہ سب امور اس بات کے باعث ہونگے کہ اُسکا اعتقاد روز بروز
مضبوط ہوتا جاوے پس اول لڑکپن میں ان عقیدونکا سکھلا دینا بمنزلہ سینے میں بیج ڈالنے کے ہے اور یہ لوازم سکے لیے بمنزلہ پانی دینے
اور پرورش کرنے کے ہین تاکہ پیڑ بڑھکر زور پکڑ جاوے اور ایک شجرہ طیبہ ہو جسکی جڑ جمی رہے اور شاخ آسمان میں پہونچے۔ اور چاہیے کہ لڑکون کے
کان جدل اور کلام سے نہایت درجہ کو بچائے جاوین اسلیے کہ جھگڑے سے اتنی بات دل میں جمتی نہیں جتنی اکھڑ جاتی ہی اُس سے بناؤ کم
ہی اور بگاڑ زیادہ بلکہ لڑکون کے عقیدون کو جدل سے تقویت کرنیکی مثال ایسی ہی کہ کوئی ہتوڑا لیکر درخت کی جڑ میں مارا کرے کہ میری
غرض یہ ہی کہ اُسکی جڑ مضبوط ہو اور موٹائی پکڑے حالانکہ ہتوڑا بعید نہیں کہ اجزا کو متفرق کرکے درخت کو بگاڑ دے اور اکثر یونہی ہوا ہی
اسکے سوا مشاہدے کے سامنے کچھ بیان کی ضرورت نہیں مصرع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ جو لوگ کہ عوام میں سے نیکبخت اور پرہیزگار ہیں اُنکے عقیدونکو
کلام والون اور جدل کے ماہرون کے عقائد سے مقابلہ کرکے دیکھو معلوم ہوگا کہ عوام کے عقیدے تو اونچے پہاڑ کی طرح جمے ہوئے ہیں کہ کسی آفت اور
بجلی سے نہیں ہل سکتے اور کلام والے جو اپنے عقیدونکی حفاظت فن جدل سے کرتے رہتے ہیں اُنکے عقیدے ایسے ہونگے جیسے کوئی ڈورا ہوا
میں لٹکا دیا جاوے کہ ہوا سے کبھی تو وہ اُدھر جھک جاتا ہی کبھی ادھر جھک جاتا ہی کیونکہ جو کوئی اُنمیں سے اعتقاد کی دلیل سنتا ہی اسکو تقلید
ہی کی راہ سے اتنا ہی جیسے خود اعتقاد کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہی یعنی دلیل کے سیکھنے اور مدلول کے سیکھنے میں کچھ فرق نہیں دونون میں
تقلید ہوتی ہی تو دلیل کا سیکھنا اور بات ہی اور نظر کا مستقل ہونا اور چیز ہی جو اُس سے بہت دور ہی۔ پھر لڑکے کا اُبھار اگر اس عقیدہ پر ہو
تو اگر وہ دنیا کمانے میں مشغول ہوجاویگا تب اُسکو سوائے اس عقیدے کے اور کچھ واضح نہوگا مگر اہل حق کا سا اعتقاد کے رکھنے کی جہت سے
آخرت میں سلامت رہیگا اسلیے کہ شرع نے عرب کے اجلاف کو اتنا ہی حکم دیا ہی کہ ظاہر عقائد کے موجب اپنی تصدیق پکی کرلیں اور بحث
اور تفتیش اور دلیلوں کو تکلف بنانے کا حکم ہرگز نہیں کیا اور اگر کسی شخص مذکور طریق آخرت کے چلنے والوں میں سے ہونا چاہیگا اور توفیق
اُسکی رفیق ہوگی یہانتک کہ عمل میں مشغول ہو کر تقوی کے پیچھے پڑیگا اور نفس کو خواہش سے باز رکھکر ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوگا

سقط فی الاصل اور حدیثوں میں سے جو

تو اُسکے لیے ہدایت کے دروازے کھل جاوینگے اور ایک نور آلہی سے جو مجاہدہ کے سبب اُسکے دلمین پڑیگا ان عقیدون کی حقیقتین واضح ہو جاوینگی کیونکہ مجاہدہ سے اس نور کے دلمین ڈالنے کا خدا تعالی نے وعدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین اور یہ نور ایک جوہر نفیس ہے کہ صدیقون اور مقربون کے ایمان کی نہایت وہی ہے اور جو راز کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دلمین ڈالا گیا اور اُسکی جہت سے آپ تمام خلق سے افضل ہوے وہ بھی اسی نور کی طرف اشارہ ہے اور اس راز کے کھلنے بلکہ سب اسرار کے معلوم ہونے کے بہت سے درجات ہین جتنا کوئی مجاہدہ کریگا اور اپنے باطن کو جس قدر صاف اور غیر اللہ سے پاک رکھیگا اور نور یقین سے روشنی حاصل کریگا اسیقدر اسرار بھی کھلینگے اور انکو سمجھنا چاہیے جیسے طب اور فقہ اور دوسرے علوم کے اسرار کو لوگ موافق اپنی محنت کے اور بقدر اپنی ذکا اور دانائی کے شتی کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جسطرح پر یہ درجات علم کے بے انتہا ہین اُسیطرح درجات اسرار بھی غیر منحصر ہین مسئلہ جدال اور کلام سیکھنا نجوم کیطرح برا ہے یا مباح خواہ مستحب ہے جواب اس مسئلے مین دونون طرفون کو بہت سا مبالغہ اور اسراف ہے یعنی بعض تو یہ کہتے ہین کہ اُسکا سیکھنا بدعت اور حرام ہے اور بندہ شرک کے سوا کوئی سا گناہ کر کے مرے اس سے بہتر ہے کہ خدا تعالی کے سامنے علم کلام کے ساتھ جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اُسکا سیکھنا واجب اور فرض کفایہ یا فرض عین ہے اور یہ سب اعمال سے بہتر اور ثواب کی چیزون مین عمدہ ہے اسلیے کہ اسکا سیکھنا علم توحید کا تحقیق کرنا اور خدا تعالی کے دین کی طرف سے لڑنا ہے۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور سفیان ثوری اور سب اہل حدیث سلف کے اسکی حرمت کے قائل ہین۔ ابو عبدالاعلی کہتے ہین کہ جس روز امام شافعی نے حفص فرد سے مناظرہ کیا تھا جو کہ معتزلہ مین سے علم کلام کا ماہر تھا مین نے سنا کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اگر بندہ شرک کے سوا ہر ایک گناہ کے ساتھ خدا تعالی سے ملے اس سے بہتر ہے کہ کچھ بھی علم کلام کے ساتھ اُسکے سامنے جاوے اور مینے حفص کی بھی ایک روایت سنی جسکو مین نقل نہین کرسکتا اور یہ بھی امام شافعی فرماتے ہین کہ مین اہل کلام کی ایک ایسی بات پر مطلع ہوا ہون کہ مجکو کبھی اُسکا گمان نہ تھا اور اگر بندہ خدا تعالی کے تمام نہیات سوا شرک کے مبتلا ہو اُسکے حق مین اُس سے بہتر ہے کہ علم کلام مین نظر کرے۔ اور کرابیسی روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رحمہ سے کسی نے کوئی مسئلہ علم کلام کا پوچھا تو آپنے غصہ ہوکر فرمایا کہ اسکا حال حفص فرد اور اُسکے ساتھیون سے پوچھنا چاہیے خدا تعالی انکو رسوا کرے اور جب امام شافعی رحمہ بیمار ہوے تو حفص فرد اُنکے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کون ہے اُسنے کہا مین ہون حفص فرد آپ نے فرمایا کہ خدا تیری حفاظت اور نگہبانی نہ کرے یہانتک کہ جس امر مین تو مبتلا ہے اُس سے توبہ نہ کر لے اور یہ بھی آپکا ارشاد ہے کہ اگر آدمیونکو معلوم ہو جاوے کہ علم کلام مین کتنی بدعتین ہین تو اُس سے ایسا بھاگین جیسے شیر سے بھاگتے ہین۔ اور فرمایا کہ جب تم کسیکو یہ کہتے سنو کہ اسم خواہ مسمی ہے یا مسمی کا غیر ہے تو جان لو کہ وہ کلام والا ہے اور اسکا کوئی دین نہین زعفرانی کہتے ہین کہ امام شافعی رحمہ نے فرمایا ہے کہ اہل کلام کے باب مین میری تجویز یہ ہے کہ اُنکے بیتین لگوا کر تمام قبیلون مین پھرایا جاوے اور منادی کیجاوے کہ یہ سزا ہے انکی جو کتاب اللہ اور حدیث کو چھوڑ کر علم کلام مین مشغول ہو۔ اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہین کہ اہل کلام کو فلاح کبھی نہوگی اور جو شخص کلام کو دیکھے اُسکو ایسا کم پاؤگے کہ اُسکے دلمین نقصان نہو اور کلام کی برائی مین آپنے یہانتک مبالغہ کیا کہ حارث محاسبی سے باوجود اُنکے زہد اور پرہیزگاری کے ملنا چھوڑ دیا اس جہت سے کہ انھون نے ایک کتاب بدعتیونکی رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ کمبخت پہلے تو تو اُنکی بدعت نقل کرتا ہے پھر اُسکا

جواب لکھتا ہی تو گویا لوگون کو انہی تصنیف سے رغبت دلاتا ہی کہ بدعت کو دیکھین اور اُن شبہو نکا مطالعہ کرین پھر یہی امر اُن کو راے اور
بحث کا موجب ہو جاوے - اور یہ بھی امام احمد رح کا قول ہی کہ علماے کلام بددین ہین - اور امام مالک رح فرماتے ہین کہ بھلا اگر کلام والیکے مقابل
ایسا شخص آوے جو اُس سے زیادہ لڑاک ہو تو ہر روز ایک نیا دین لینے لیے ایجاد کیا کریگا اس سے یہ غرض ہی کہ لڑنیوالون کے کلام ایک
دوسرے کی ضد ہوا کرتے ہین تو جو غالب ہوگا دوسرے کو اسی کی راے اختیار کرنی پڑیگی - اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ بدعت اور ہوا والون
کی گواہی درست نہین اور بعض آپ کے شاگرد کہتے ہین کہ اہل ہوا سے آپکی غرض اہل کلام ہین خواہ کسی مذہب پر ہون - اور امام ابو یوسفؒ نے
فرمایا ہی کہ جو شخص علم کی طلب کلام سے کرتا ہی وہ بددین ہو جاتا ہی - اور حسنؒ کا ارشاد ہی کہ اہل ہوا سے نہ جدال کرو اور نہ اُنکے پاس بیٹھو اور نہ اُنکا
قول سُنو - اور سلف کے سب اہل حدیث کا کلام کی بُرائی پر اتفاق ہی اور جتنی تاکیدین شدید اُنھون نے اس باب مین فرمائی ہین وہ خارج
از حد شمار ہین اور کہا ہی کہ صحابہؓ نے جو باوجود حقائق کے زیادہ واقف ہونے اور دوسرونکی نسبت کر الفاظ کی ترتیب مین فصیح تر ہونیکے
کلام سے سکوت کیا اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ جو کچھ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہی اُس سے واقف تھے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین بار فرمایا ہلک المتنطعون یعنی ہلاک ہوے وہ لوگ کہ بحث اور کلام مین زیادہ خوض کرتے ہین اور اہل حدیث یہ حجت بھی پیش کرتے ہین کہ اگر
علم کلام دین سے ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکا امر ضرور ہی فرما دیتے اور اُسکا طریق سکھلا دیتے اور اُسکے عالمون کی تعریف کر دیتے
کیونکہ صحابہؓ کو استنجا تک تو تعلیم فرمایا اور فرائض کے یاد کرنیکا ارشاد کیا اور اُنکی تعریف کی اور تقدیر مین کلام کرنیکو منع فرمایا اور یہ ارشاد کیا
تقدیر کے باب مین خاموش رہو اور اسی پر صحابہؓ بھی جمے رہے پس استاد پر زیادتی کرنی سرکشی اور ظلم ہی اور صحابہؓ ظاہر ہی کہ پیشوا اور اُستاد ہین
اور ہم پیرو اور شاگرد ہین - اور دوسرا فرقہ جو علم کلام کو اچھا جانتے ہین وہ یون دلیل کرتے ہین کہ اگر علم کلام مین یہ خرابی ہی کہ اُسمین جوہر
اور عرض اور دوسری اصطلاحین نادر جو صحابہؓ کے عہد مین نہ تھین موجود ہین تب تو کچھ سہل بات ہی اس لیے کہ ہر ایک علم مین اُس کے
سمجھانے کے لیے اصطلاحین نئی نئی ہین مثلاً حدیث اور تفسیر اور فقہ مین بہت اصطلاحین اس قسم کی ہین کہ اگر اُن کو صحابہ پر پیش
کرتے تو وہ اُنکو نہ سمجھتے جیسے قیاس کی اصطلاحین نقض اور کسر اور ترکیب اور تعدید اور فساد وضع ہین غرض کہ الفاظ کا بنانا مقصود صحیح
پر دلالت کرنے کے لیے ایسا ہی جیسا ایک نئی صورت کا برتن بنا کر مباح چیزین استعمال کرین اسمین کچھ خرابی نہین اور اگر علم کلام مین
خرابی لفظ کے اعتبار سے نہین غرض اور معنون کے اعتبار سے ہی تو ہماری غرض اُس سے صرف یہ ہی کہ عالم کے حادث ہونے کی اور
خداے تعالیٰ کی وحدانیت اور صفات کی دلیل پہچانین جس طرح پر کہ وہ شرع مین ثابت ہون پس خداے تعالیٰ کو دلیل کے ساتھ
پہچاننا حرام کہان سے ہوا اور اگر علم کلام مین یہ خرابی ہی کہ اسکا انجام شور وشغب اور تعصب اور عداوت اور کینہ ہے تو
یہ بیشک حرام ہی اس سے بچنا واجب ہی جیسے کہ علم حدیث اور تفسیر اور فقہ کے جاننے سے بعض لوگون کو کبر اور عجب اور
نمود اور طلب ریاست ہو جاتی ہے کہ اُنکی بھی حرمت مین کچھ شک نہین اور اُنسے احتراز کرنا واجب مگر علم سے منع کرنا نہ چاہیے
اس خیال سے کہ انجام کو یہ خرابی اس سے ہوگی اور دلیل کا ذکر کرنا اور اُسکا طلب کرنا اور اُسکے حال سے بحث کرنی ممنوع کیسے
ہو سکتی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین اور فرمایا لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ اور

مسلم بروایت ابن مسعودؓ
مسلم بروایت سلمان فارسی
ابن ماجہ بروایت ابی علی

قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا اور فرمایا ان عندکم من سلطان بہذا یعنی اسکی کچھ حجت اور برہان بھی ہے اور فرمایا قل فللہ الحجۃ البالغۃ اور فرمایا الم تر الی الذی حاج ابراہیم فی ربہ ان تا الملک یہانتک کہ فرمایا فبہت الذی کفر اس آیت مین اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کا حجت کرنا اور جدل کرنا اور دشمن کو ساکت کر دینا تعریف کے طور پر ارشاد فرمایا اور فرمایا وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علے قومہ اور فرمایا قالوا یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا اور فرعون کے قصے مین ارشاد فرمایا وما رب العالمین یہانتک کہ کہا اولو جئتک بشی مبین غرض یہ کہ قرآن مجید اول سے آخر تک کفار کے ساتھ حجتین ہین چنانچہ عمدہ دلیل متکلمون کی توحید مین یہ آیت ہے لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور نبوت کے باب مین یہ آیت ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور محشر مین اُٹھنے کے باب مین یہ آیت ہے قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ اور سوا اس کے اور آیتین اور دلیلین ہین اور ہمیشہ سب رسول صلوات اللہ علیہم منکرون سے لڑتے اور جھگڑتے جدال و حجت کرتے آئے ہین اللہ تعالے فرماتا ہے وجادلہم بالتی ہی احسن اور صحابہ بھی منکرون سے حجت اور جدال کیا کرتے تھے مگر حاجت کے وقت کرتے تھے اور اُنکے وقت مین حاجت کم تھی اور سب سے اول بدعتیون سے حضرت علی رض نے مجادلہ کا ڈھنگ ڈالا کہ حضرت ابن عباس رض کو خارجیون سے بحث کرنے کو بھیجا اور اُنھون نے اُنسے یہ تقریر کی کہ تم اپنے امام کی عقوبت کے خواہان کیون ہوا انھون نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ اُسنے قتال کیا اور قیدی اور غنیمت ہمکو نہین دی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ یہ امر کفار کی لڑائی مین ہوتا ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر حضرت عائشہ جمل کے روز کی لڑائی مین قید ہو جاتین اور وہ تم مین سے کسی کے حصے مین پڑتین تو کیا تم اُنسے وہی معاملہ برتتے جو اپنی لونڈیون سے کرتے ہو حالانکہ وہ نص قرآنی کی رو سے تمھاری مان ہین خارجیون نے جواب مین عرض کیا کہ یہ کبھی نہوتا غرض کہ اس مجادلے سے دو ہزار آدمی آپ کی اطاعت مین آگئے۔ اور مروی ہے کہ حضرت حسن رض نے ایک شخص تقدیر کے منکر سے مناظرہ کیا اور وہ اپنے مذہب سے تائب ہوا۔ اور حضرت علی رض نے ایک قدریہ سے مناظرہ کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے یزید بن عمیرہ سے ایمان کے باب مین مناظرہ کیا اور اسمین یہ فرمایا کہ اگر تم یہ کہو کہ مین ایماندار ہون تو یہ ضرور ہے کہ کہو کہ مین جنت مین جاؤنگا یزید بن عمیرہ نے کہا کہ اے صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپکی خطا ہے ایمان تو اسیکا نام ہے کہ ہم اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے اور وزن اعمال پر ایمان لاوین اور نماز اور روزہ اور زکوۃ کو بجا لاوین اور ہمارے کچھ گناہ ہین اگر ہمکو یقین ہو کہ وہ بخشدیے جائینگے تب البتہ ہم کہینگے کہ ہم اہل جنت مین سے ہین اور انھین گناہون کی وجہ سے ہم کہتے ہین کہ ایماندار ہین مگر یہ نہین کہتے کہ اہل جنت مین سے ہین حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ واقع مین تمنے درست کہا بخدا مجھ سے خطا ہوئی۔ اب رہا یہ کہ صحابہ اسمین خوض کم کرتے تھے بہت مصروف نہوتے تھے اور تھوڑی تقریر کرتے تھے زیادہ نہوتی تھی اور وہ بھی حاجت کے وقت بلا تصنیف و تدریس کرتے تھے انکو کوئی فن نہین مقرر کیا تھا تو اُسکے لیے ہم کہینگے کہ صحابہ کا اسمین

کمتر مصروف ہونا تو اسوجہ سے تھا کہ حاجت کم تھی کیونکہ اُس زمانہ مین بدعت کم ظاہر ہوتی تھی اور تقریر کے مختصر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ تقریر طرف
ثانی کے ساکت کرنے اور اُسکے قائل ہونے اور شبہہ کے دور ہونے اور امر حق کے واضح ہونے کے لیے ہوا کرتی ہے پس اگر طرف ثانی کا
اعتراض یا اُسکا اصرار زیادہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اُسکا الزام بھی لنبا چوڑا ہوگا صحابہؓ بعد تقریر کے شروع فرمانے کے کسی ترازو یا پیمانہ سے
اُسکی مقدار مقرر نہین کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی اور تدریس اور تصنیف کے جو درپے نہوئے تو اپنی عادت کی جہت سے
نہوئے چنانچہ فقہ اور تفسیر اور حدیث مین بھی تدریس اور تصنیف نہین فرمائی تو اگر فقہ مین تصنیف کرنا اور نادر صورتونکا بنانا جو کمتر واقع ہون
درست ہے باین لحاظ کہ اگر اسطرح کی صورت ہو جاوے تو مسئلہ کام آوے یا صرف جودت طبع اور تیزی ذہن طالبون کی منظور ہو تو ہم بھی
مجادلہ کے طریقون کو ہمین لحاظ ترتیب دیتے ہین کہ شاید شبہہ کے اُبھرنے اور بدعتی کے جوش و خروش کرنے کے وقت کام آوین
یا ذہن طالبعلمونکا تیز ہو جاوے کہ وقت پر فوراً بے تامل جواب دے سکین رک نہ رہین جیسے لڑائی کے لیے ہتھیار بنایا کرتے ہین
کہ موقع سے پہلے بیکار ہوتے ہین مگر وقت پر کام آتے ہین - یہ دونون طرف کی تقریرین ہین اور ہمارے نزدیک اگر مختار اور تحقیق پوچھو
یہ ہے کہ ہر حال مین مطلق کلام کو برا کہنا یا ہر حال مین اُسکی تعریف کرنی دونون بیجا ہین بلکہ اس باب مین تفصیل ہونی چاہیے اسکے لیے
یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حرمت دو قسم ہے ایک وہ کہ کوئی چیز اپنی ذات سے حرام ہو جیسے شراب اور مردار ہے اور اپنی ذات سے حرام ہونے
ہماری یہ غرض ہے کہ اُسکے حرام ہونیکی علت خود اُسکے اندر کوئی وصف ہو جیسے شراب مین نشہ کرنا اور مردار مین موت ہے پس اسطرح کی
چیز کو جب ہم سے کوئی پوچھیگا تو ہم یہی کہینگے کہ مطلقاً حرام ہے اُسکا دھیان نہ کرینگے کہ اضطرار کے وقت مردار مباح ہے یا گلے مین ٹکڑا اٹک
جاوے اور اُسکے اُترنے کے لیے سواے شراب کے اور کوئی چیز بہانے والی نہو تو شراب اس غرض کے لیے مباح ہے - اور ایک وہ ہے
غیر کی جہت سے حرام ہو جیسے کوئی مسلمان بیع کرچکا اسپر خیار کے وقت مین بیع کرنی یا اذان جمعہ کے وقت بیع کرنی یا مٹی کا کھانا کہ اُنکی حرمت
اس وجہ سے ہے کہ اُنمین ضرر ہے اور جو چیز ایسی ہو اُسکی دو نوع ہین ایک تو وہ کہ اُسکی تھوڑی اور بہت دونون مضر ہون تو اُسکو بھی
مطلق ہی کہا جاویگا کہ حرام ہے جیسے مثلاً زہر ہے کہ تھوڑا اور بہت اُسمین سے قاتل ہے اور ایک نوع وہ ہے کہ کثرت کے وقت مضر ہوتی ہے جیسے
شہد ہے کہ اگر گرم مزاج والا کثرت سے کھاوے تو مضر ہے یا جیسے مٹی کا کھانا کہ اُسکی کثرت مضر ہے تو ایسی چیز پر مباح ہونیکا اطلاق کیا جاوے گا
غرض کہ شراب پر حرمت کا اطلاق اور شہد پر حلت کا بولنا باعتبار غالب احوال کے ہے پس اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جسمین حالات ایک دوسرے کے
مخالف ہون تو اُسکے حکم مین بہتر اور التباس سے دور تر یہ ہے کہ تفصیل وار بیان کیا جاوے اب ہم علم کلام کو جو دیکھتے ہین تو اسمین نفع
بھی پاتے ہین اور ضرر بھی اسلیے کہتے ہین کہ علم کلام اپنے نفع کے اعتبار سے نفع کے موقع مین حلال ہے یا مستحب یا واجب جسطرح کا حال مقتضی ہو
اور اپنے ضرر کے رو سے ضرر کے محل مین حرام ہے ضرر علم کلام کا یہ ہے کہ شبہونکو اُبھارتا ہے اور عقیدونکو ہلا کر یقین اور پختگی سے انکو
دور کر دیتا ہے یہ بات علم کلام کے شروع مین ہو جاتی ہے اور دلیل سے پھر پختگی پھر آنے مین شک ہے اسباب مین لوگ مختلف ہوتے ہین کوئی
دلیل کے بعد درست ہو جاتے ہین بعضے درست نہین ہوتے یہ ضرر تو اسکا امر حق کے اعتقاد مین ہے اور ایک ضرر اُسمین اور ہے کہ بدعتیونکا اعتقاد
بدعت پر جم جاتا ہے اور دلونمین ایسی طرح ٹھہرتا ہے کہ اسی کے لوازم ظہور مین آتے ہین اور اسپر اصرار کے زیادہ حریص ہو جاتے ہین

مگر یہ ضرر اسی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہی جو جدل کے باعث ہیجان مین آتا ہی اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ عامی بدعتی کا اعتقاد نرمی سے بہت جلد زائل ہو سکتا ہی لیکن جب صورتین کہ اُسکا نشو ونما ایسے شہر مین ہو جسمین جدل و تعصب ہو تب تو اگر اگلے پچھلے سب اُسپر شفیق ہو کر آوین تب بھی اُسکے سینے سے بدعت نہ نکال سکینگے بلکہ خواہش نفس اور تعصب اور بغض جدل کرنیوالون اور فرقہ مخالف کی خصومت اُسکے دل پر ایسی غالب ہوتی ہی کہ حق بات کے اورک سے اُسکو باز رکھتی ہی یہانتک کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ تمکو یہ منظور ہو یا نہین کہ اللہ تعالیٰ تمھارے سامنے سے پردہ دور کر دے اور تم آنکھون سے دیکھ لو کہ امر حق طرف ثانی کی طرف ہی تو وہ اس امر کو اس نظر سے بُرا جانیگا کہ اس سے طرف ثانی کو خوشی ہوگی اور یہ بڑا روگ اور مرض ہی جو شہرون اور بندون مین پھیل گیا ہی اور یہ ایک قسم کا فساد ہی جسکو جدل کرنیوالون نے تعصب کی جہت سے برپا کیا ہی پس یہ تو علم کلام کا ضرر ہی اور فائدہ اس علم کا یہی گمان مین آتا ہی کہ حقیقتون کا منکشف ہونا اور انکی ماہیت اصلی کا پہچاننا ہی لیکن واقعی یہ ہی کہ کلام مین یہ مطلب ہرگز نہین غالباً کشف حقیقت اور معرفت ماہیت کی نسبت کرخبط مین ڈالنا اور گمراہی زیادہ ہوتی ہی اور اسبات کو اگر تمھارے سامنے کوئی محدث یا کٹھ ملا کہے گا تب تو تم اپنے دلمین یہ کہوگے کہ چونکہ یہ اس علم سے ناواقف ہین اور آدمی جس چیز کو نہین جانتا اُسکا دشمن ہوا کرتا ہی اسلیے بُرا کہتے ہین لیکن اُسکو ہمسے سنو کہ ہمنے اس علم کا خوب امتحان کیا اور اُسکے اقصے غایت تک پہونچے اور جو علم اس سے مناسبت رکھتے تھے اُن مین بھی خوب مہارت پیدا کی مگر بعد کو یہی پایا کہ اس علم کے ذریعہ سے معرفت حقائق کی راہ مسدود ہی اور اسیوجہ سے اس علم سے ہمکو نفرت ہو گئی ہان اسمین کچھ شک نہین کہ بعض امور کے انکشاف اور وضوح سے علم کلام خالی نہین مگر یہ بات بہت کم ہی اور ایسے امور ظاہر مین ہوتی ہی کہ فن کلام مین غور نہ کرنیسے بھی غالباً وہ سمجھ مین آجاوین تو اس نفع کا تو کچھ اعتبار نہین بلکہ علم کلام کا نفع صرف ایک بات ہی یعنی جس عقیدہ کو ہمنے بیان کیا ہی اس علم کے ذریعہ سے اسکی حفاظت عوام پر متصور ہی اور بدعتیونکے شک وشبہہ ڈالنے سے اور جدل کرنیسے بچاؤ اُنکا ہوسکتا ہی اسلیے کہ عامی آدمی ضعیف ہوتا ہی بدعتی کا جدل اُسکو گھبرا لیتا ہی پس وہ بیچارہ کلام کی جہت سے اُسکا مقابلہ کرسکتا ہی گو یہ مقابلہ فاسد بات کا فاسد بات سے ہی مگر پھر بھی اُسکے اعتراض کو ہٹا دیتا ہی اور آدمیون کے واسطے وہی عقیدہ عبادت شمار کیا جاتا ہی جسکو ہم لکھ چکے ہین اسلیے کہ وہ شریعت مین وارد ہی اور بدین لحاظ کہ اُسمین خوبی انکے دین و دنیا کی ہی اور سلف صالح نے اسی پر اجماع کیا ہی اور علما کے لیے اُسکی حفاظت عوام کے حق مین بدعتیون کے دھوکون سے کرنی داخل عبادت ہی جیسے سلاطین کے واسطے اُنکے مالون کو ظالمون اور غاصبون کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا ام ثواب ہی اور جب اس علم کا فائدہ اور ضرر معلوم ہو چکا تو علما کو چاہیے کہ جیسے طبیب حاذق دوا پر خطر کو استعمال کرتے ہین اور بدون اسکے محل اور حاجت کے استعمال نہین کرتے اسیطرح علم کلام کو بھی بوقت حاجت اور بقدر حاجت استعمال کرین اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ عوام جو اپنے پیشون اور حرفون مین مشغول ہین اُنکو واجب ہی کہ جو عقیدے اُنھون نے سیکھے ہین اُنھین پر چھوڑ دیے جاوین بشرطیکہ عقائد حق طور پر ہون جیسے ہمنے لکھے ہین اسلیے کہ ایسے لوگون کو کلام کا سکھلانا اُنکے حق مین ضرر محض ہی کیونکہ اکثر انکو شک بھڑکتا ہی اور اعتقاد جنبش کرتا جاتا ہی اور بعد کو اُسکا برپا رہنا اصلاح سے ممکن نہین ہوتا اور جو عامی کہ معتقد بدعت کا ہو اُسکو امر حق کی طرف نرمی کے طور پر کلام لطیف سے بلانا چاہیے اور ایسی گفتگو اُسکے آگے کرنی چاہیے جس سے نفس کو قناعت اور دل مین تاثیر ہو اور دلائل قرآن مجید اور حدیث کے

ڈھنگ کے قریب ہو اور کسی قدر اسمین نصیحت اور تخویف بھی ملی ہوئی ہو تعصب کی راہ سے سمجھانا نہ چاہیے کیونکہ اسکے حق مین جدل کی نسبت کر نرمی اور نصیحت ہی زیادہ کارآمد ہے اسلیے کہ عامی جب متکلمون کی شرط کے بموجب جدل سنے گا تو اسکو یہ اعتقاد ہوگا کہ یہ ایک فن مناظرہ کا ہے جسکو طرف ثانی نے سیکھا ہے تاکہ بتدریج لوگون کو اپنے اعتقاد کی طرف کھینچے اور اگر جواب سے عاجز ہوگا تو فرض کریگا کہ میرے مذہب والے بھی اسکا دفعیہ کر سکتے ہونگے پس ایسے آدمی کے ساتھ اور اول کے ساتھ جدل حرام ہے اور اسی طرح اُس شخص کے ساتھ کہ شک مین پڑ گیا ہو اسلیے کہ شک کا دور کرنا نرمی اور وعظ اور ان دلیلون سے چاہیے جو فہم سے قریب اور مقبول اور کلام کے اشکالات سے ابعد ہون اور جدل کو غایت درجہ تک پہونچا دینا صرف ایک جگہہ مین مفید ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ کسی عامی نے ایک قسم کا جدل سنکر مثلاً بدعت کا اعتقاد کر لیا ہو تو اس جدل کا مقابلہ اُسی جیسے جدل سے کیا جاوے تاکہ عامی مذکور اعتقاد حق کی طرف پھر آوے اور یہ ایسے شخص کے حق مین ہوگا جسکا حال یہ معلوم ہو کہ وعظ اور عام تخویفات پر قانع نہوکر مجادلے سے اُنس رکھتا ہے اسلیے کہ اُسکی نوبت ایسی حالت پر آگئی ہے کہ بدون جدل کے علاج کے اور تدبیر اُسکو مفید نہوگی تو ایسے کو جدل بتانا مضائقہ نہین اور یہ امر ان شہرون مین کہ بدعت کم ہو اور مذہب انمین مختلف نہون تو ایسے شہرون مین اول انھین اعتقادات کے بیان پر اکتفا کرنی چاہیے جو ہمنے ذکر کیے ہین اور دلیلون کے درپے ہونا نہ چاہیے اور شبہہ پڑنے کا منتظر رہنا چاہیے جب کوئی شبہہ واقع ہو تو بقدر حاجت اسکا ذکر کر دینا چاہیے اور اگر بدعت پھیلی ہوئی ہو اور خوف ہو کہ کہین لڑکے فریب مین نہ آجاوین تو ایسے وقت مین اسقدر دلائل جو ہمنے اپنے رسالہ قدسیہ مین بیان کیے ہین لڑکون کو سکھا دینے کا مضائقہ نہین کہ اُسکے سبب سے بدعتون کے مجادلون کی تاثیر سے بچے رہین اور یہ مقدار دلائل کی مختصر ہے اور چونکہ وہ رسالہ بھی مختصر ہے اسلیے ہمنے اُنکو اسمین درج کیا ہے پس اگر مبتدی صاحب ذکا ہو اور اپنی طبیعت کی تیزی سے سوال کی جگہہ پر واقف ہو جاوے یا اسکے دلمین شبہہ اُٹھ کھڑا ہو تو ایک پر خطر روگ پیدا ہوا اب جائز ہوا کہ اُس مقدار تک ترقی کی جاوے جسکو ہمنے اقتصاد فی الاعتقاد مین مذکور کیا ہے اور وہ بقدر چھہ سات جزون کے ہوگی اسمین قواعد عقائد کے دربارہ متکلمین وغیرہ کے سوا اور طرف نظر نہین پس اگر یہ کتاب اُسکو کافی ہو تب تو اُستاد اور کچھ اس فن مین اُسکو نہ سکھاوے اور اگر اُسپر وہ قانع نہو تو روگ پُرانا ہوگیا اور مرض بڑھ گیا اب اُستاد کو حتی الوسع اسکے ساتھ نرمی برتنی چاہیے اور انتظار کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے حکم سے کوئی تنبیہ کر کے اسپر امر حق کو واضح کر دیتا ہے یا وہ شک پر اور شبہہ پر اصرار کر کے کردنی خویش آمدنی پیش کا مصداق بنا چاہتا ہے کیونکہ جسقدر مضمون کو کتاب اقتصاد خواہ اور اُسی جیسی تصنیف شامل ہے اسقدر سے توقع ہے کہ مفید ہے باقی مضامین جو علم کلام مین ہین اور احاطہ نفع سے خارج وہ دو قسم ہین ایک تو وہ کہ قواعد کے عقائد کے سوا اور امور ہون جیسے اعتمادات یعنی اسباب و علل اور ادراکات یعنی علوم اور اکوان یعنی موجودات کے حال سے بحث کرنی اور اس بات مین خوض کرنا کہ آیا رویت کے مخالف کا نام منع ہے یا نابینائی سب غیر مرئی چیزون کے لیے ہر ایک ہی منع ہے یا جتنی چیزین کہ انکی رویت ممکن ہے اُنکے لیے موافق اُنکے شمار کے منع ثابت ہے جیسے عنصریات کی بحث ہوتی ہے اور سوا اُنکے اور اسیطرح کی واہیات گمراہ کرنے والی ہین اور دوسری قسم یہ ہے کہ عین انھین قواعد عقائد کی دلیلون مین بہت سی تقریر اور زیادہ سوال جواب کیے جاوین اسطرح پر بھی تقریر کو غایت درجہ پر پہونچانا ایسے شخص کے حق مین جو اس قدر پر قانع

گمراہی اور جہالت کے سوا اور کچھ فائدہ نہین کرتا اسلیے کہ بہت سے کلام اسطرح کے ہین کہ طول دینے اور بڑھانیسے اُنمین دقت ہوجاتی ہی اور اگر کوئی یون کہے کہ ادراکات اور اعتمادات کی حکمتون کے حالات بیان کرنے سے دلون کے تیز ہوجانیکا فائدہ ہی اور دل دین کا آلہ ہی جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہی تو دل کے تیز کرنے مین کچھ مضائقہ نہین تو یہ قول اُسکا ایسا ہوگا جیسے یون کہے کہ شطرنج کا کھیلنا دل کی تیزی کے لیے ہی تو وہ کھیل بھی دین مین سے ہی غرضکہ اس طرح کا حیلہ ایک خیال خام ہی شریعت کے جتنے علوم ہین ان سب سے دل کو تیزی ہوتی ہی اور اُنمین سے کسی مین کسیطرح کے ضرر کا خوف نہین۔ اس تقریر سے تمکو علم کلام مین سے جسقدر عمدہ ہی اور جسقدر بُری ہی معلوم ہوگئی اور وہ حال بھی دریافت ہوگیا جسمین کہ مذمت اور تعریف کلام کی ہوتی ہے اور جسکو وہ مفید ہے اور جسکو مضر ہے اُن کی تفصیل بھی واضح ہوگئی۔ اب اگر یہ کہو کہ اسکا تو تم اقرار کرچکے کہ بدعتیون کے دفع کرنے کے لیے علم کلام کی طرف حاجت ہی اور اس زمانہ مین بدعتین بہت ہوگئین اور یہ مصیبت عام ہوگئی اور اُسکی حاجت نہایت قوی ہی تو ضرور ہے کہ اس علم کا جاننا فرض کفایہ ہو جیسے اموال کی حفاظت اور عہدۂ قضا اور تولیت وغیرہ کا بجالانا ہی اور جبتک کہ علما اس علم کے پھیلانے اور تدریس اور بحث مین مشغول نہونگے تو وہ باقی کیسے رہیگا اور اگر بالفرض اُسکو ترک کردیا جاوے تو ظاہر ہی کہ نابود ہوجاویگا اور صرف طبیعتون مین اتنا مادہ نہین کہ بدعتیون کے شبہہ کا حل کردیا کرین جبتک کہ اس فن کو نہ سیکھین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس فن کی تدریس اور بحث اس زمانہ مین فرض کفایہ ہی بخلاف زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ اسوقت مین اس علم کی طرف حاجت نہ تھی پس اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ واقعی مناسب ہی کہ ہر ایک شہر مین اس علم کا جاننے والا جدا گانہ چاہیے کہ جو بدعتی اُس شہر کے شبہہ کرین وہ انکو جواب دیا کرے اور یہ بات بدون تعلیم کے ہمیشہ قائم نرہیگی لیکن ہماری غرض یہ ہی کہ اس علم کا علی العموم سبکو سکھانا اچھا نہین جیسے فقہ اور تفسیر کی تحصیل ہوتی ہی کیونکہ فقہ اور تفسیر تو بمنزلہ غذا کے ہین اور کلام مثل دوا کے ہے غذا کے ضرر کا خوف نہین کیا جاتا اور دوا کا ضرر خوف کے قابل ہی چنانچہ ہم اُسکے ضرر کے اقسام کو بیان کرچکے ہین پس جو شخص اس علم کا عالم ہو اُسکو چاہیے کہ جس شخص مین تین خصلتین پاوے خاص اُسی کو یہ علم سکھاوے اول یہ کہ سیکھنے والا علم ہی کی تحصیل کے لیے ہو اور اسیکا حریص ہو اسلیے کہ اگر طالب پیشہ ور ہوگا اور اپنے کام مین لگ جاویگا تو یہ شغل اُسکو علم کی تکمیل اور شبہات کے دور کرنیکا مانع ہوگا جب کبھی اسکو شکوک پیش آوین دوسرے یہ کہ صاحب ذکا اور فطنت اور فصاحت ہو اسلیے کہ غبی آدمی کو اسکے سمجھنے سے فائدہ نہوگا اور بے کیند ہے تقریر کرنے والے کی حجت کچھ مفید نہین ہوتی اسلیے اُسکے حق مین کلام کے ضرر کا خوف ہی اور فائدے کی توقع نہین تیسرے یہ کہ اُسکی طبیعت مین صلاحیت اور دیانت اور تقوی ہو اور شہوتین اُسپر غالب نہون اسلیے کہ بدکار آدمی ادنی شبہہ سے دین سے علیحدہ ہوجاتا ہی اور جو آڑ کہ اسمین اور اُسکی لذتون مین ہوتی ہی وہ اس شبہہ سے رفع ہوجاتی ہی تو اُسکو یہ خواہش نہین ہوتی کہ شبہہ کو دور کیجیے بلکہ شبہہ کو غنیمت جانتا ہی کہ دین کی تکلیفات کی برداشت سے رہائی ملی تو ایسے آدمی سے جسقدر خرابی ظہور مین آتی ہی وہ اصلاح کی نسبت کر زیادہ ہوتی ہی اور جب تم ان قسمونکو معلوم کرچکے تو تمکو واضح ہوا ہوگا کہ علم کلام مین حجت عمدہ وہی ہی جو قرآن کی حجتونکی جنس سے ہو یعنی کلمات نرم اور دلونمین تاثیر کرنیوالے اور نفسونکو قائل کرنے والے ایسے بولے جاوین الیسی تقسیمات اور دقیق باتونکو اُنمین دخل نہ دیا جاوے جسکو اکثر آدمی نہ سمجھیں اور اگر سمجھین تو یہ اعتقاد کرین کہ یہ اس

مقرر کا ایک شعبدہ اور ہنر ہی جسکو لوگون کے دھوکا دینے کے لیے سیکھا ہی اور اگر کوئی ایسی جیسا ہنر والا اسکے مقابلہ مین ہو تو اسکو زیادتی کچھ بھی نہو اور یہ بھی تمنے معلوم کر لیا ہوگا کہ امام شافعیؒ اور دوسرے اکابر سلف نے جو اس علم مین خوض کرنے اور اسی کے ہو رہنے سے منع فرمایا ہی تو اسکی وجہ وہی تھی کہ اسمین وہ نقصان پائے جاتے ہین جنپر ہم اشارہ کر آئے ہین اور حضرت ابن عباسؓ سے جو خارجیون کے ساتھ اور حضرت علیؓ سے تقدیر وغیرہ کے باب مین مناظرے منقول ہین وہ کلام صاف اور ظاہر اور حاجت کے وقت مین تھے اور اس طرحکا مناظرہ ہر حال مین بہتر ہی۔ ہان ہر ایک زمانہ مین حاجت کی کمی بیشی مین اختلاف ہوا کرتا ہی تو کچھ بعید نہین کہ اسکی وجہ سے حکم بھی ہر زمانے مین مختلف ہو۔ پھر جو عقیدہ خلق کے لیے عبادت مقرر ہوا ہی اُسکا حکم اور اسکی طرف سے چھیڑنے اور اُسکے بچانیکا طور یہ ہی جو اوپر ذکر کیا گیا مگر شبہہ کا دور کرنا اور حقیقتون کا واضح ہونا اور اشیا کو جون کی تون معلوم کرنا اور اس عقیدۂ حق کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہین اُنکے اسرار کو معلوم کرنا بجز اُسکے میسر نہین ہو سکتا کہ مجاہدہ کرے اور شہوات کو جڑ سے اُکھاڑے اور بالکل خدا تعالی کیطرف متوجہ ہو اور جدل کے شائبہ سے اپنی فکر کو صاف کرکے اُسپر مداومت کرے اور یہ بات اللہ تعالی کی رحمت ہی جو شخص اُسکے درپے ہوا اُسکے جتنا نصیب مین ہوتا ہی موافق درپے ہونے کے اور موافق استعداد محل کے اور بموجب دل کی پاکی کے عنایت ہوتا ہی اور یہ وہ سمندر ہی جسکی نہ تھاہ معلوم ہو سکے نہ کنارہ پر پہونچا جاوے۔ مسئلہ اگر کہو کہ تمھاری اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہی کہ ان علوم کے معانی ظاہر ہین اور اسرار ہین اور بعض اُن مین صاف ہین کہ اول ہی معلوم ہو جاتے ہین اور بعض پوشیدہ ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل اور فکر صاف اور باطن کو مطلوب کے سوا ہر ایک دنیاوی شغل سے خالی رکھنے سے واضح ہوتے ہین اور یہ بات عجب نہین کہ شریعت کے مخالف ہوا سلیے کہ شریعت کا ظاہر اور باطن دو نہین اُسکا تو ظاہر اور باطن ایک ہی ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ان علوم کا دو قسم ہونا یعنی پوشیدہ اور ظاہر ہونا ایسا ہی کہ کوئی عاقل اُسکا انکار نہ کریگا اسکا انکار وہی لوگ کم ہمت کرتے ہین جنھون نے لڑکپن مین کوئی چیز سیکھی اور اسی پر جم گئے اور بلندی کی غایت اور علما اور اولیا کے درجات پر ترقی نہ کی ورنہ علوم کا منقسم ہونا دو قسمون کو ہر شرع کی دلیلون سے ظاہر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[1] ان للقرآن ظاہرا وباطنا وحدا ومطلعا اور حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان علوم بہت سے ہین بشرطیکہ اُنکے یاد کرنیوالے مجھے ملین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم[2] گروہ انبیا کو حکم ہی کہ لوگون سے اُنکی عقلون کے موافق کلام کرین۔ اور فرمایا کہ جسنے[3] کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کی جسکو اُنکی عقل نہ پہونچی تو وہ اُنکے لیے فتنہ ہوا اور اللہ تعالی فرماتا ہے وتلک[4] الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض علم مثل در مکنون کے ہی کہ اُسکو بجز خدا تعالی کے جاننے والون کے کوئی نہین جانتا آخر حدیث تک چنانچہ باب العلم مین ہم اُسکو لکھ آئے ہین اور فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا اب ہمکو کوئی یہ بتادے کہ اگر یہ امر راز نہ تھا تو لوگون کے ادراک کے قصور کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے آپ اُسکے بتانے سے کیون رُک رہے اور صحابہؓ پر اُسکا افشا کیون نہ فرمایا اسمین تو کچھ شک ہی نہین کہ اگر آپ اُسے ذکر فرماتے تو وہ اُسکی تصدیق ضرور کرتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت[6] کے باب مین ارشاد فرمایا اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن کہ اگر مین اُسکی تفسیر کر دون تو تم مجکو سنگسار کرو اور ایک روایت مین یہ ہی کہ تم مجکو کافر بتاؤ۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم کے ظرف

[1] ح قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک نہایت اور مقام ترقی ہی ۱۲ ابن حبان بروایت ابن مسعودؓ ۱۲
[2] ح باب العلم مین اسکی سند گذری ۱۲
[3] ح باب العلم مین گذر چکی ۱۲
[4] ت اور یہ کہاوتین بیان کی ہین لوگون کے واسطے اور انکو ...

یعنی محل یاد کیے ہین ایک تو مینے لوگون مین منتشر کر دیا اور اگر دوسرے کو منتشر کر دون تو میرے یہ گلے کی نری کٹ جاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر تمپر روزون اور نماز کی زیادتی سے افضل نہین ہوا بلکہ ایک راز کی وجہ سے جو اُسکے سینے مین ڈالا گیا ہے اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ راز دین کے قواعد کے متعلق تھا اُنسے خارج نہ تھا اور جو بات کہ قواعد دین مین سے ہوتی ہے وہ اپنے ظاہر کے اعتبار سے دوسری چیز کی نسبت کر پوشیدہ نہین ہوتی ہے۔ اور سہل تستری فرماتے ہین کہ عالم کے لیے تین علم ہوتے ہین ایک علم ظاہر جسکو وہ ظاہر والون کو دیتا ہے اور ایک علم باطن کہ اُسکا مقدور نہین کہ سوائے اُسکے اہل کے اور کسی کے سامنے اسکو ظاہر کرے اور ایک وہ علم جو اُسکے اور خدا تعالی کے درمیان ہے اُسکو کسی کے سامنے ظاہر نہین کرتا اور بعض عارفون نے ارشاد فرمایا ہے کہ ربوبیت کا راز کھولنا کفر ہے۔ اور بعضون نے فرمایا ہے کہ ربوبیت کا ایک راز ہے اگر وہ ظاہر ہو جاوے تو نبوت بیکار ہو جاوے اور نبوت کا ایک راز ہے کہ اگر عیان ہو تو علم نکما ہو جاوے اور خدا تعالی کے جاننے والونکا ایک راز ہے کہ اگر وہ اُسکو افشا کرین تو احکام بیکار ہو جاوین اس شخص نے اگر اپنے قول سے نبوت کا بیکار ہونا ضعیفون کے حق مین لیا ہے اُنکے قصور فہم کے مراد نہین لیا تو جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک نہین بلکہ صحیح یہ ہے کہ اسمین کچھ تناقض نہین اور کامل وہی ہے جسکا نور معرفت نور ورع کو گل نہ کرے اور ورع کا مدرک نبوت ہے مسئلہ اگر پوچھو کہ ان آیات اور اخبار مین تاویلین ہوا کرتی ہین تو ظاہر اور باطن کے اختلاف کی کیفیت کو بتانا چاہیے اسلیے کہ اگر باطن ظاہر کے خلاف ہے تب تو شریعت بیکار ہوئی جاتی ہے اور یہ اُن لوگون کا قول ہے جو کہتے ہین کہ حقیقت خلاف شریعت کے ہے حالانکہ یہ قول کفر ہے اسلیے کہ شریعت ظاہر سے مراد ہے اور حقیقت باطن سے پھر اگر باطن مخالف ظاہر کے نہین تو باطن اور ظاہر دونون ایک ہی ہین اس سے تقسیم نہ رہیگی اور شریعت کا کوئی راز ایسا نہ ٹھہرے کا جسکا افشا نہ کیا جاوے۔ پس اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سوال ایک بڑے امر کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے اور علوم مکاشفہ مین لا ڈالتا ہے اور علم معاملہ جو ہمارا مقصود ہے اور ان باتون مین ہمکو وہی بیان کرنا منظور ہے اس سے باہر کیے دیتا ہے کیونکہ جو عقائد ہمنے ذکر کیے ہین وہ دلون کے اعمال سے متعلق ہین اور ہمکو یہی حکم ہے کہ انکو قبول کر کے دل کو اُنکی تصدیق پر پکا کر دین اس بات کا امر نہین کہ کسی ذریعے سے اُنکی حقیقتون کے کھلنے کے خواہان ہون اس بات کا حکم عام خلق کو نہین ہوا اور اگر عقائد اعمال مین سے نہوتے تو ہم اُنکو اس کتاب مین درج نہ کرتے اور اگر ظاہر دل کے متعلق نہوتے اُسکے باطن سے متعلق ہوتے تو اس کتاب کے نصف اول مین نہ لکھتے کیونکہ حقیقت کا کھلنا دل کے باطن اور سر کی صفت ہے مگر چونکہ ظاہر اور باطن کے خلاف ہونیکے باب مین تقریر کی نوبت آگئی اسلیے اس مشکل کے حل کرنیکے لیے کچھ مختصر تقریر کی ضرورت ہوئی پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نقیض ہے تو وہ ایمان کی نسبت کفر سے قریب ہے اصل یہ ہے کہ جو اسرار کہ صرف مقربون کو معلوم ہوتے ہین اور اُنکے علم مین اکثر لوگ مقربون کے شریک نہین اور مقربون کو اُنکے افشا سے منع کر دیا گیا ہے وہ پانچ قسمین ہین قسم اول یہ ہے کہ وہ چیز بذات خود دقیق ہو جسکے سمجھنے سے اکثر فہم عاجز ہوتے ہون تو اُسکے ادراک کے لیے خواص لوگ مختص ہوتے ہین اور اُنپر لازم ہے کہ اُسکا افشا ایسے لوگونپر نکرین جو اُسکے اہل نہون ورنہ اُسکا افشا ہونا اُنکے حق مین فتنہ ہوگا اس نظر سے کہ اُنکے فہم اُسکے معلوم کرنے سے قاصر ہین اور اسی قسم سے ہے راز روح کا مخفی رکھنا اور اُسکے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باز رہنا اسلیے کہ روح کی حقیقت اُن اشیا مین ہے کہ فہم اُسکے ادراک سے عاجز ہین اور وہم اُسکے تصور یا ہیئت سے قاصر اور یہ مت گمان کرنا کہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی واضح

تھی کیونکہ جو شخص روح کو نہ جانیگا وہ گویا اپنے نفس سے واقف نہوگا اور جو اپنے نفس کو نجانیگا وہ اپنے رب کو کسطرح پہچانے گا اور یہ بھی بعید نہین کہ روح کی حقیقت بعض اولیا اور علما کو معلوم ہو جاوے گو وہ انبیا نہون مگر چونکہ شریعت کے آداب کے پابند ہوتے ہین اسلیے جس سے شرع نے سکوت کیا ہو اُس سے وہ بھی سکوت کرتے ہین بلکہ خدا تعالیٰ کی صفات مین بعض خفا اس طرح کے ہین کہ عوام کی سمجھ اُنکے ادراک سے قاصر ہوتی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انمین سے صرف ظاہر کو ذکر کر دیا مثلاً علم و قدرت وغیرہ کو اسی طرح بیان فرمایا کہ خلق نے اپنے علم و قدرت کے ساتھ ان کی مشابہت وہم کرکے سمجھ لیا کیونکہ اُن مین جو اوصاف مسمیٰ بعلم و قدرت تھے انھون نے ایک قسم کے قیاس سے اُسکے علم و قدرت کو وہم کر لیا اور اگر خدا تعالیٰ کے صفات مین سے ایسے ذکر کیے جاوین جنکے مناسب درمشابہ خلق مین نہ پائے جاوین تو اُسکو نہ سمجھین گے بلکہ جماع کی لذت کو اگر لڑکے اور نامرد کے سامنے ذکر کیا جاوے تو وہ دونون اُسکو کھانے کی چیز کی مناسبت سے سمجھینگے اور اسطرح کی سمجھ اصلی طور پر نہو گی اور جتنا فرق کہ کھانے اور جماع کی لذت مین ہے اُس سے کہین زیادہ تفاوت خلق کے علم و قدرت اور خدا تعالیٰ کے علم و قدرت مین ہے حاصل یہ کہ انسان بجز اپنے نفس اور اپنے ایسے صفات کے جو اُسکو اُسوقت حاصل ہین اور چیز کا ادراک نہین کرتا یا کوئی صفت اُسکو پہلے حاصل تھی اُسکے قیاس سے دوسری چیز کو سمجھتا ہے پھر کبھی اس بات کو مانتا ہے کہ میری صفت اور دوسری صفت مین شرف اور کمال کی رو سے فرق ہے مثلاً آدمی کی طاقت مین صرف اتنی ہی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے لیے وہ باتین ثابت کرے جو کہ ہمین خود مین موجود ہین یعنے فعل اور علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ اور اس بات کی تصدیق کرے کہ اُسکے یہ صفات کامل تر اور اشرف ہین غرضکہ انسان کی بڑی دوڑ یہی ہے کہ اپنے صفات کے گرد پھرا کرے اور جس بزرگی اور جلال کے ساتھ خدا تعالیٰ خاص ہے اُس تک رسائی نہو اور اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک اُسکے یہ معنی نہین کہ جو کچھ مین نے معلوم کیا ہے اُسکے بیان کرنے سے عاجز ہون بلکہ یہ مراد ہے کہ کُنہ جلال کے ادراک سے قصور کا مقر ہون۔ اور اسی لیے کسی عارف نے کہا ہے کہ حقیقت کے ساتھ خدا تعالیٰ کو بجز اُسکی ذات پاک کے اور کسی نے نہین پہچانا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے ارشاد فرمایا کہ شکر ہے اُس خدا کا جسنے خلق کے واسطے اپنی معرفت کی سبیل سوا معرفت سے عاجز رہنے کے اور کچھ نہین مقرر کی سا اب ہم شبدیز قلم کی باگ اُس طرف سے روک کر غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ پوشیدہ امور مین سے ایک قسم وہ ہے جسکے ادراک سے فہم عاجز ہون اور اس قسم مین روح اور بعض اللہ تعالیٰ کی صفتین داخل ہین اور غالباً اسی جیسے بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین ان للہ سبحانہ سبعین حجابا من نور لو کشفہا لاحرقت سبحات وجہہ کل من ادرکہ بصرہ دوسری قسم پوشیدہ امور مین سے جسکے ذکر سے انبیا اور صدیقین باز رہتے ہین وہ باتین ہین کہ بذات خود سمجھ مین آتی ہین اور فہم اُنکے ادراک سے قاصر نہین مگر اُسکا ذکر کرنا اکثر سننے والونکو ضرر کرتا ہے اور انبیا اور صدیقین کو مضر نہین راز تقدیر جسکے افشا سے نہی کی گئی ہے وہ اسی قسم مین داخل ہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ بعض حقیقتون کا ذکر کرنا بعض خلق کو مضر ہو جیسے آفتاب کی روشنی شپرون کے حق مین مضر ہوتی ہے یا گلاب کی بو گبروٹے کو ضرر کرتی ہے دیکھو اگر ہم کہین کہ کفر اور زنا اور گناہ اور بدی سب خدا تعالیٰ کے حکم اور ارادہ اور خواہش سے ہے تو یہ بات فی نفسہ درست ہے مگر اسکا سننا بعض لوگونکو مضر ہوا یعنی اُنکو اس بات سے یہ وہم ہوا کہ یہ امر کم عقلی پر دلالت کرتا ہے اور حکمت کے خلاف اور بری بات پر راضی ہونا اور ظلم اسسے نکلتا ہے اور ابن راوندی اور دوسرے مردود آدمی جیسے وہم سے ملحد ہوگئے۔ اور راز تقدیر اگر

افشا کیا جاوے تو اکثر لوگون کو خدا تعالی کے عاجز ہونے کا وہم ہو جاوے کیونکہ جس بات سے کہ یہ وہم انکا دور ہو اُسکے سمجھنے سے ان کے فہم قاصر ہین۔ اور اگر کوئی مثلاً یون کہے کہ قیامت کی مدت اتنی ہی اور وہ بعد ہزار برس کے یا زیادہ خواہ کم کے ہوگی تو یہ مضمون سمجھ مین آتا ہے مگر اُسکا ذکر بندون کی مصلحت اور ضرر کے خوف سے نہین کیا گیا کہ شاید اگر مدت بہت ہوئی اور نفسون نے عذاب مین دیر سمجھی تو کچھ پروا نکرینگے اور اگر خدا تعالی کے علم مین قریب ہوتی اور ذکر کردی جاتی تو خوف زیادہ ہوتا اور آدمی اعمال سے روگردان ہو جاتے اور دنیا خراب ہوتی تو یہ تقریر اگر وجہ پکڑ جاوے اور درست ہو تو دوسری قسم کی ایک مثال ہو سکتی ہی تیسری قسم وہ ہی کہ اگر اسکو صریح ذکر کیا جاوے تو سمجھ مین آوے اور اُسمین کوئی ضرر بھی نہو مگر اُسکا ذکر بطور استعارہ اور اشارہ کے کیا جاتا ہے تاکہ اُسکا اثر سننے والے کے دل مین زیادہ ہو اور مصلحت اُسمین یہی ہو کہ اُس بات کا اثر زیادہ ہو مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین نے فلان شخص کو دیکھا کہ خوکون کی گردن مین موتیون کا ہار ڈالتا ہی تو اُسنے اس قول مین اشارہ کیا کہ علم اور حکمت نااہلون کو سکھاتا ہی پس سننے والا کبھی اسکے ظاہری معنی سمجھیگا اور محقق جب دیکھیگا اور جانیگا کہ اُس شخص کے پاس نہ موتی تھے اور نہ اسکے مسکن مین خوک ہی تو وہ راز باطن کو سمجھ جاویگا اور اس بات مین آدمی مختلف ہوتے ہین اور اسیطرح کا مضمون اس قطعہ مین کسی شاعر نے کہا ہے قطعہ خیاط اور اسکے مقابل سفید باف + دونون یہ کام کرتے ہین بالاے آسمان + بنتا ہی ایک خرقہ مدبر کو دائما + سیتا دوم ہی جامۂ مقبل کو جاودان + اس قطعہ مین شاعر نے سبب آسمانی کو اقبال اور ادبار کے باب مین دو شخصون کاریگر سے تعبیر کیا ہی غرضکہ اُس قسم کا مآل یہ ہی کہ معنی کو اُس صورت مین بیان کرین کہ خود ہی معنی اُسمین پائے جاوین یا اُس طرح کے ہون اور اُسی قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ مسجد رینٹ سے ایسی سکڑتی ہی جیسے کھال آگ پر سکڑتی ہی اور تمکو معلوم ہی کہ مسجد کا صحن ظاہر مین رینٹ سے نہین سکڑتا بلکہ یہ معنی ہین کہ مسجد کی روح بزرگ اور قابل تعظیم ہی اور اُسمین رینٹ کا ڈالنا اُسکی حقارت کرنی ہی اور مسجدیت کے خلاف ہی جیسے آگ کھال کے اجزا کے خلاف ہی اور اسیطرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اما یخشی الذی یرفع رأسہ قبل الامام ان یحول اللہ رأسہ رأس حمار اور یہ امر ظاہر مین تو نہ کبھی ہوا اور نہو مگر معنون کی راہ سے ہوا کرتا ہی یعنے گدھے کا سا سر رنگ اور شکل مین نہین ہوتا بلکہ خاصیت مین یعنی بیوقوفی اور کم ذہنی مین ہو جاتا ہی کہ جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اُٹھاوے تو بیوقوفی اور احمق پن مین اُسکا سر گدھے کا سر ہو گیا اور یہی مقصود ہی صورت مقصود نہین وہ تو معنون کا سانچا ہوتی ہے اور اُسکی بیوقوفی کی وجہ یہ ہی کہ امام کا اقتدا بھی کرتا ہی اور اُس سے آگے بھی بڑھتا ہی تو نہایت احمق ہی کہ دو باتین جو ایک دوسرے کے خلاف ہین اُنکو جمع کرتا ہی اور اس راز کا خلاف ظاہر ہونا یا تو دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہی یا دلیل شرعی سے عقلی تو اسطرح ہی کہ حقیقی معنی پر اُسکا عمل کرنا ممکن نہو جیسے اس حدیث شریف مین قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن کیونکہ اگر بالفرض ہم مومنون کے دلون کو تلاش کرین تو اُن مین انگلیاں نہونگی اس سے جانا گیا کہ اُنگلیون سے اشارہ قدرت سے ہی جو انگلیون کا سر اور روح مخفی ہی اور قدرت سے انگلیون کے ساتھ اس وجہ سے کنایہ فرمایا کہ اقتدار تمام کے سمجھانے مین اُسکو بڑا اثر ہی جیسے کہتے ہین کہ یہ چیز یا آدمی یا کام ہماری چٹکی مین ہے۔ اور اسی قبیل سے ہی قدرت سے کنایہ کرنا اس آیت مین انما قولنا لشیء اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون کہ اسمین ظاہری معنی نہین ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد کن چیز کے خطاب کے لیے اگر اُسکے وجود سے پہلے ہی تو محال ہی اسلیے کہ معدوم چیز خطاب نہین سمجھتی اور اگر بعد وجود کے ہی

ف اس کو مسلم ... گدھے کا ... بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ مومن کا دل درمیان دو انگلیون کے ہے ... مسلم بروایت ابن عمرو ۱۲ ... کہنا کسی چیز کو جب ... ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے ۱۲

تو اُسکو پیدا کرنیکی حاجت نہین مگر چونکہ اسطرح کا کنایہ نہایت درجہ کے اقتدار کے سمجھانے مین بہت اثر رکھتا ہی اسلیے اس کنایہ کی طرف
رجوع فرمایا اور دلیل شرعی اسطرح ہی کہ ظاہری معنون پر اُسکا محمول کرنا ممکن ہی مگر شریعت مین مروی ہی کہ اس سے ظاہر کے سوا اور معنے
مراد لیے گئے ہین جیسے اس آیت کی تفسیر مین انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرہا فاحتمل السیل زبدا رابیا الآیۃ کہ یہان پانی سے مراد
قرآن ہی اور جنگلون سے دل ہین کہ بعضون نے بہت سی قرآن کی برداشت کی اور بعضون نے کم کی اور بعضون نے بالکل نہ کی اور جھاگ سے
مثال کفر اور نفاق کی فرمائی کہ اگرچہ وہ ظاہر اور پانی کے اوپر ہوتا ہی مگر اسکو قیام نہین اور ہدایت جو لوگون کے کار آمد اور مفید ہی وہ ٹھہرتی ہی
اور اس قسم مین بعضون نے اتنا غوطہ لگایا کہ جو اُمور آخرت مین وارد ہوے ہین یعنی میزان اور پلصراط وغیرہ کو بھی تاویل کر لیا حالانکہ اُنکے
معنی بدلنے بدعت ہین کیونکہ شریعت سے بطریق روایت وہ معنی پہونچے نہین اور ظاہر کے بموجب انکا ہونا محال نہین تو ظاہر پر اُنکا محمول کرنا
واجب ہی **چوتھی قسم** یہ ہی کہ آدمی اول ایک چیز کو مجمل معلوم کرے پھر اسکو مفصل تحقیق اور ذوق کے ساتھ ادراک کرے اسطرح کہ وہ شے اسکا حال اور
کیفیت لازم ہو جاوے تو ان دونون علمون مین فرق ہوگا اور اول تو مثل پوست کے ہوگا اور دوسرا مثل مغز کے اور اول مثل ظاہر کے ہوگا اور دوسرا
مثل باطن کے مثلاً کسی انسان کو اندھیرے مین یا فاصلہ سے ایک وجود دکھائی دیوے تو اُسکو اسوقت کسیقدر علم ہوگا مگر جب اسکو نزدیک سے
یا اندھیرے کے دور ہونیکے بعد دیکھیگا تو پہلے علم مین اور اس علم مین فرق پاویگا لیکن یہ دوسرا علم اول کی ضد نہوگا بلکہ اُسکا کامل کرنیوالا ہوگا اسیطرح
علم اور ایمان اور تصدیق کے حال کو سمجھنا چاہیے مثلاً آدمی کبھی عشق اور مرض اور موت کے وجود کی تصدیق کرتا ہی مگر جب انمین مبتلا ہوتا ہی تب اُنکا
علم پہلے کی نسبت کر زیادہ متحقق ہوتا ہی بلکہ انسان کے حالات شہوت اور عشق اور دوسری چیزونمین تین طرح کے جدا جدا ہین اور ہر ایک کا
ادراک مختلف ہی اول تو اس حال کو واقع ہونیسے بیشتر معلوم کرنا دوم واقع ہونیکے وقت اسکی تصدیق کرنی سوم بعد اُسکے گذر جانے کے
ادراک کرنا مثلاً بھوک کا ادراک اگر بعد جاتے رہنے کے کرو تو وہ اس ادراک کے علیحدہ ہوگا جو زوال گرسنگی سے بیشتر تھا پس یہی حال علوم دینی
کا ہی کہ بعض علوم ذوق ہوکر کامل ہوجاتے ہین اور پہلے کی نسبت کر مثل باطن کے ہوتے ہین مثلاً اگر بیمار آدمی کو تندرستی کا علم ہوا اور تندرست
کو بھی ہو تو دونون کے علم مین بہت فرق ہی غرضکہ ان چارون قسمون کی اشیا مین خلق کم و بیش ہوتی ہی اور اُنمین سے کسی مین باطن ظاہر کے خلاف
نہین بلکہ اُسکا متمم اور مکمل ہی جیسے مغز پوست کا مکمل ہوتا ہی **پانچوین قسم** یہ ہی کہ زبان حال کو زبان قال سے تعبیر کیا جاوے پس کم فہم آدمی ظاہر پر
واقف ہوکر اُسکو یون اعتقاد کر لیتا ہی اور جو شخص حقیقتون کا بینا ہوتا ہی وہ اُسکے راز کو معلوم کر لیتا ہی مثلاً اگر یون کہین کہ دیوار نے میخ سے کہا
کہ تو مجھکو کیون چیرے ڈالتی ہی میخ نے جواب دیا کہ اُس سے پوچھ جو مجھکو ٹھوکتا ہی جو پتھر میرے سر پر لگتا ہی وہ مجھکو میری راے پر نہین چھوڑتا تو یہ مثال ہی
زبان قال سے زبان حال کو تعبیر کرنیکی اور اسی قبیل سے ہی مضمون اس آیت کا ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعا
او کرہا قالتا آتینا طائعین پس کم فہم آدمی اسکے سمجھنے مین آسمان و زمین کے لیے زندگی اور عقل اور خطاب کا سمجھنا اور خطاب کو آواز اور حروف کا
ہونا کہ جسکو وہ دونون سنین اور پھر آواز و حروف سے کہین کہ ہم آئے اپنی خوشی سے فرض کر لیتا ہی اور دانا آدمی جانتا ہی کہ یہ زبان حال ہی
اور اسسے یہ جتلانا منظور ہی کہ وہ دونون مسخر اور حکم کے تابع ہین اور اُسکی طرف اُنکو بے اختیار آنا پڑتا ہی اور اسیطرح ہی مضمون اس آیت کا
وان من شیء الا یسبح بحمدہ کہ غبی آدمی کو یہین ضرورت پڑتی ہی کہ جمادات کے لیے زندگی اور عقل اور آواز اور حروف سے بولنا فرض کرے اور

وہ سبحان اللہ اپنی بولی میں کہیں اور انکی تسبیح ثابت ہو اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اس سے مراد زبان کی گفتگو نہیں بلکہ اپنے وجود سے
زبان حال سے گویا ہیں اور انکی تسبیح اور تقدیس اور وحدانیت کی شاہد ہے جیسے کسی کا شعر ہے شعر ہر گیاہی کہ از زمین روید + وحدہ لا شریک لہ گوید یا جیسے
یوں کہتے ہیں کہ یہ بکی صنعت اپنے صانع کے حسن تدبیر اور کمال علم پر شاہد ہے اسکے یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ زبان سے کہتی ہے کہ میں گواہ ہوں بلکہ اپنی ذات
اور حال سے اسکی شہادت مراد ہوتی ہے اسیطرح جتنی چیزیں ہیں وہ اپنی ذات سے ایجاد کرنیوالیکی محتاج ہیں جو انکو پیدا کرکے باقی رکھے
اور انکے اوصاف کو قائم رکھے اور ہر حال میں انکو بدلتا رہے تو وہ اپنی حاجت کی جہت سے اپنے خالق کی پاکی پر شاہد ہیں اور انکی شہادت
اہل بصیرت کو معلوم ہوتی ہے نہ ان لوگونکو جو ظاہر پر جمے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکن لا تفقہون تسبیحہم اور جنکے فہم میں
قصور ہے وہ تو بالکل ہی نہیں سمجھتے مگر مقرب اور علماے راسخ اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے موافق سمجھتے ہیں اسکی ماہیت اور کمال کو وہ بھی
نہیں سمجھتے اسلیے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور تسبیح پر بہت سی شہادتیں ہیں شعر ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد
قلندری داند + تعداد ان شہادتوں کی علم معاملہ میں بیان کرنی زیبا نہیں حاصل یہ کہ یہ فن بھی ان چیزوں میں سے ہے جنکے علم میں اصحاب ظواہر اور
ارباب بصائر مختلف ہیں اور جیسے باطن کا جدا ہونا ظاہر سے پایا جاتا ہے اور اس مقام میں صاحبان مقامات کو زیادتی اور میانہ روی ہے تو
بعضے زیادتی کی طرف یہانتک ڈھلے کہ سب الفاظ ظاہر یا اکثر کو بدل ڈالا حتی کہ آخرت میں جو امور ہونگے انکو بھی کہتے ہیں کہ زبان حال سے ہونگے
مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون اور یہ ارشاد قالوا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء اور
اسیطرح سب خطاب جو منکر نکیر سے ہونگے اور میزان اور پلصراط اور حساب ہے اور دوزخیوں کے اور جنتیوں کے مناظرے اور دوزخیونکا انسے
استدعا کرنا کہ پانی یا جو کچھ تمکو خدا تعالیٰ نے دیا ہے ہمکو دو ان سبکو زبان حال ہی سے کہتے ہیں اور دوسرونے یہ مبالغہ کیا کہ تاویل کو
بالکل اڑا دیا انھیں میں سے امام احمد بن حنبل ؒ ہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کن فیکون میں بھی تاویل کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ یہ خطاب حروف اور آواز سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر لحظہ موافق شمار ہونیوالی چیزونکے ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں نے انکے بعض شاگردونسے
سنا ہے کہ آپ نے بجز تین جگہ کے اور جگہ سے تاویل اڑا دی ہے اور وہ تین جگہ یہ ہیں اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الحجر الاسود یمین اللہ
فی ارضہ دوم یہ حدیث قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن تیسری یہ حدیث انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن انکے سوا اور میں تاویل نہیں
کرتے اور تاویل کے دور کرنیکی طرف اصحاب ظواہر نے بھی میل کیا ہے اور امام احمد ؒ پر گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ قطعاً جانتے ہونگے کہ استواء سے مراد
اسپر ٹھہرنا نہیں اور نہ نزول سے غرض نقل مکانی ہے مگر تاویل کے دور کرنیکے لیے انھوں نے تاویل سے منع فرمایا کہ خلق کی بہتری کی
رعایت اسمیں ہے کیونکہ اگر باب تاویل مفتوح ہو تو کام ہاتھ سے نکل جاوے اور ابتری کا سنبھالنا مشکل پڑے اور میانہ روی کی حد سے تجاوز
کر جاوے اسلیے کہ میانہ روی کی حد کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں کہ اس تک بس کیجاوے پس ایسی صورتمیں تاویل سے منع کرنیکا مضائقہ نہیں
اور سلف کی سیرت بھی اسی کی شاہد ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان امور کو جسطرح آئے ہیں اسیطرح رہنے دو یہانتک کہ جب حضرت امام مالک ؒ
سے کسی نے استوار کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استوار کے معنی تو معلوم ہی ہیں اور کیفیت مجہول ہے اور ایمان اسپر واجب ہے اور اسکا حال پوچھنا
بدعت ہے اور بعض لوگوں نے میانہ روی کی طرف میل کیا ہے اور جو امور کہ صفات الٰہی سے متعلق ہیں انمیں تاویل کو دخل دیا ہے اور جو باتیں آخرت سے متعلق ہیں

۱ اور لیکن نہیں سمجھتے تم انکی تسبیح ۱۲

۲ ہزار نکتہ بال سے باریک یہاں ہیں اور ہر وہ شخص جو سر منڈائے قلندری نہیں جانتا ۱۲

آج مہر کرینگے ہم انکے منہ پر اور بولیں گے ہم سے انکے ہاتھ اور گواہی دینگے انکے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے ۱۲

اور کہیں گے اپنی کھالوں سے کیوں گواہی دی تم نے ہم پر وہ کہیں گی ہمکو بلوایا اللہ نے جس نے بلوایا ہر شے کو ۱۲

میں ۱۲ مسلم بروایت عبد اللہ بن عمرو ؓ کہ مومن کا دل دو انگلیوں کے درمیان ہے خدا تعالیٰ کی انگلیوں سے ۱۲ مسلم بروایت ابن عمر ؓ

میں پاتا ہوں نفس رحمٰن کا یمن کی طرف سے ۱۲ احمد ؒ نے اسکو ان الفاظ سے بیان کیا ہے اجد نفس ربکم من قبل الیمن بروایت ابی ہریرہ ؓ ۱۲

انکو ظاہر لفظون کے بموجب چھوڑ کر تاویل سے منع کیا ہی یہ لوگ تابعین ابوالحسن اشعری کے ہین اور معتزلون نے یہ زیادتی کی کہ خدا تعالیٰ کے صفات مین سے رویت کی تاویل کی اور اُسکے سمیع اور بصیر ہونیمین تاویل کی اور معراج مین تاویل کرکے کہا کہ جسم سے نہین ہوئی اور عذاب قبر اور میزان اور پل صراط اور تمام احکام آخرت مین تاویل کر ڈالی لیکن جسمون کے اُٹھنے اور حشر ہونیکے اور جنت اور دوزخ کے مقر ہین کہ جنت مین کھانے کی اور پینے کی اور سونگھنے کی چیزین اور نکاح اور جمیع محسوس لذتین موجود ہین اور دوزخ کا جسم محسوس ہی اور کھالونکا جلاتا ہی اور چربیون کا پگھلاتا ہی اور ان لوگون نے جو ترقی اس درجہ تک کی تو فلسفہ والے اُنسے بھی بڑھ گئے اُنھون نے جتنی باتین آخرت مین ہونگی سب کے معنی بدل دیے اور اس بات کے قائل ہوئے کہ رنج اور لذتین صرف عقلی اور روحانی ہونگی جسمونکا حشر نہو گا صرف نفس ہی باقی رہینگے اور انپر عذاب یا راحت اس قسم کے ہونگے کہ حواس سے اُنکا ادراک نہو اور یہ سب فرقے اعتدال سے بڑھے ہوئے ہین امر حق اور میانہ روی کی حد تو یہ ہی کہ بالکل تاویل ہی مین اتنا کھل جائے جیسے یہ فرقے مذکور ہوئے اور نہ اتنا بند ہو جیسے حنبلی فرقہ ہی مگر یہ حد بہت باریک ہی کہ اسپر بجز توفیق یافتہ لوگونکے جو امور کو نور الٰہی سے دیکھتے ہین صرف سننے سے نہین ادراک کرتے اور کوئی واقف نہین اور ان لوگونکو جب امور کے اسرار بموجب اصل حقیقت کے واضح ہو جاتے ہین تب یہ الفاظ و ارادہ کو دیکھتے ہین اور اس وقت اگر الفاظ کو مطابق اس امر کے پایا جو نور یقین سے اُنھون نے مشاہدہ کیا ہی تب تو اُنکو ویسا ہی ثابت رکھتے ہین اور اگر خلاف پایا تو انکی تاویل کرتے ہین لیکن جو شخص کہ ان امور کی معرفت صرف سننے سے حاصل کرتا ہی اُسکا قدم کہین نہین جمتا اور نہ اُسکے ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین ہی پس ایسے شخص کے لیے مناسب تر امام احمد رح کا مقام ہی۔ اب چونکہ ان امور مین میانہ روی کی حد کو خوب واضح کرنا علم مکاشفہ مین داخل ہی اور اسکا بیان بہت طویل لہذا ہم اُسمین خوض نہین کرتے اور غرض اس جا یہ تھی کہ ظاہر کی باطن سے موافقت اور مخالفت کا بیان کیا جاوے سو ان پانچون قسمون سے بہت سی باتین واضح ہوگئین اور جو عقیدے کہ ہم فصل اول مین لکھ آئے ہین وہ ہماری دانست مین جمہور عوام کے لیے کافی معلوم ہوتے ہین کہ اول درجہ مین انکو بجز ان باتون کے معتقد ہونے کے اور کسی چیز کا حکم نہین ہوتا مگر جس صورت مین کہ بدعت کے شائع ہونیسے اس عقیدے کی ابتری کا خوف ہو اس وقت دوسرے درجہ مین ایسے عقیدے کی طرف ترقی کرنی پڑتی ہی جسمین مختصر اور روشن دلیلین بدون تعمق کے موجود ہون نظر برآن ہم اُس باب مین وہ روشن دلیلین لکھتے ہین اور اس بیان پر اکتفا کرتے ہین جو ہمنے قدس والون کو لکھا ہی اور اُسکا نام رسالۂ قدسیہ در قواعد عقائد رکھا ہے اس رسالہ کو اس باب کی فصل تیسری مین بعینہا نقل کرتے ہین تیسری فصل عقیدے کی روشن دلیلون کے بیان مین یعنے رسالۂ قدسیہ کے ذکر مین اور اُسکا ترجمہ مع دیباچہ کیا گیا تاکہ علٰحدہ بھی ہو سکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سزاوار حمد وہ ذات ہی جسنے جماعت اہل سنت کو انوار یقین سے ممتاز کیا اور اہل حق کو دین کے رکنون کی راہ بتانے کے لیے سرفراز کیا اور کجون کی کجی اور ملحدون کی گمراہی سے اُنکو بچا کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا نصیب کی اور آپکے صحابۂ اکرم رضی اللہ عنہم کی پیروی کی توفیق دی اور سلف صالحین کے اعمال و اقوال کا اتباع انپر ایسا آسان کر دیا کہ اُنھون نے عقلون کے مقتضیات مین سے جبل متین پر تمسک کیا اور پہلے لوگون کی سیرت و عقائد مین صاف راستہ بے کھٹکے اختیار کیا عقلون کے نتیجون اور شرع منقول کے مقدمات

کو قبول کرنے مین ایک ساتھ کر کے جان لیا کہ جس کلمۂ طیبہ کا کہنا ہمارے لیے عبادت ٹھہرا ہی یعنے لا آله الا الله محمد رسول الله صرف زبان سے اُسکی شہادت دینے مین کچھ فائدہ اور ثمرہ مترتب نہین جبتک کہ اُنکے وہ اُصول جنپر مدار اس کلمہ کے جملونکا ہی نہ جان لیے جاوین۔ اور پہچان لے کہ یہ دونون جملے باوجود اپنے اختصار کے چار باتون کو متضمن ہین اوّل خدا تعالی کی ذات کا اثبات دوم اُسکی صفات کا سوم اُسکے افعال کا چہارم اُسکے رسولونکی تصدیق کا اور اسی سے معلوم کر لیا کہ ایمان کی بنا چار رکنون پر ہی اور ہر ایک رکن کا مدار دس اصلونپر رکن اول خدا تعالی کی ذات اور وحدانیت کی معرفت مین اور اسکا مدار دس اصلونپر ہی یعنی یہ جاننا کہ وہ موجود ہی ازلی ہی ابدی ہی جوہر نہین جسم نہین عرض نہین کسی جہت سے خصوصیت نہین رکھتا کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہین بلکہ اپنے عرش پر چڑھا ہوا ہی آخرت مین اُسکا دیدار ہوگا اکیلا ہی بدون شریک اور مثل کے پہلی اصل خدا تعالی کے موجود ہونے کی پہچان مین اس باب مین عمدہ طریقہ وہ ہی جسکی ہدایت قرآن مجید فرماتا ہے اسلیے کہ الله تعالی کے بیان سے بڑھکر اور کوئی بیان نہین الله تعالی فرماتا ہی الم نجعل الارض مهادا والجبال اوتادا وخلقناكم ازواجا وجعلنا نومكم سباتا وجعلنا الليل لباسا وجعلنا النهار معاشا وبنينا فوقكم سبعا شدادا وجعلنا سراجا وهاجا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج به حبا ونباتا وجنات الفافا اور دوسری جا ارشاد ہی ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار والفلك التي تجري في البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والارض لآيات لقوم يعقلون اور ارجا ارشاد ہی الم تروا كيف خلق الله سبع سموات طباقا وجعل القمر فيهن نورا وجعل الشمس سراجا والله انبتكم من الارض نباتا ثم يعيدكم فيها ويخرجكم اخراجا اور ارشاد فرمایا افرايتم ما تمنون ءانتم تخلقونه ام نحن الخالقون یہانتک کہ فرمایا نحن جعلناها تذكرة ومتاعا للمقوين پس ظاہر ہی کہ جسکو ادنی شعور بھی ہو وہ اگر ان آیتون کے مضمون مین ادنی تامل کرے اور آسمان و زمین کے عجائب مخلوقات الہی مین اپنی نظر کو گردش دے اور حیوانات اور نباتات کی پیدائش نادر کو دیکھے تو جان لے گا کہ اس امر عجیب اور ترتیب محکم کا کوئی بنانے والا ضرور ہی جو اسکو منتظم اور محکم رکھتا ہی اور وقتا فوقتا انکو مقدر کرتا ہی بلکہ غالبا نفوس کی اصل پیدائش اسبات کی شاہد ہی کہ وہ بالکل اُسکی تسخیر کے نیچے دبے ہوے اور اُسکی تدبیر کے موافق بدلتے رہتے ہین اور اسی لیے الله تعالی نے ارشاد فرمایا ہی افي الله شك فاطر السموات والارض اور اسی جہت سے سب انبیا علیہم السلام کو بھیجا کہ خلق کو توحید کیطرف بلاوین تاکہ مخلوق یہ کلمہ کہین کہ لا آله الا الله اور اُنکو یہ کہنے کا حکم نہوا کہ ہمارا ایک معبود ہی اور عالم کا کوئی معبود ہی کیونکہ یہ بات تو شروع پیدائش سے

اُن کی عقلون کی سرشت مین موجود تھی اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ اور فرمایا فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم غرضکہ خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کے بیان مین انسان کی سرشت اور قرآن مجید کی دلیلین اتنی ہین کہ حاجت دلیل کے ذکر کرنیکی نہین مگر ہم تاکید کے طور پر علماے مناظرین کی تقلید کرکے اُسکی دلیل بھی عقلی لکھتے ہین وہ یہ ہی کہ بدیہی بات ہی کہ حادث چیز اپنے پیدا ہونے مین کسی سبب کی محتاج ضرور ہوتی ہے جو اُسکو حادث کرے اور عالم بھی حادث ہی تو ضرور ہی کہ وہ بھی اپنے حدوث مین کسی سبب کا محتاج ہو اب ہمارا یہ قول کہ حادث اپنے حدوث مین کسی سبب کا محتاج ہوتا ہی یہ صاف بات ہی کیونکہ جو حادث ہی وہ کسی وقت سے خصوصیت رکھتا ہی کہ عقل مین اُسوقت سے اسکا پہلے اور پیچھے ہونا بھی جائز ہی پس اُس وقت خاص کے ساتھ اُسکا مخصوص ہونا اور اُس سے پہلے اور پچھلے وقت سے مخصوص نہونا ظاہر ہی کسی سبب سے ہوگا اور ہمارا یہ کہنا کہ عالم حادث ہی اُسکی برہان یہ ہی کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہین اور حرکت اور سکون دونون حادث چیزین ہین اور جو چیز کہ حادث چیزون سے خالی نہو وہ بھی حادث ہی پس عالم حادث ہی اس برہان مین تین دعوے ہین **اول** یہ کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہین یہ بات بدیہی ہی اور اسمین فکر و تامل کی حاجت نہین اسلیے کہ اگر کوئی شخص کسی جسم کو یہ سمجھے کہ نہ متحرک ہی نہ ساکن تو وہ پابند جہالت اور خارج از عقل و فراست ہی **دوم** یہ کہ حرکت و سکون دونون حادث ہین اسکی دلیل یہ ہے کہ وہ دونون ایک دوسرے کے بعد آتے ہین اور ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہی اور یہ بات سب جسمون مین مشاہدہ ہوتی ہی اسلیے کہ جو ساکن ہی اسپر عقل حکم کرتی ہی کہ حرکت کر سکتا ہی اور جو متحرک ہی اُسکا ساکن ہونا عقل مین ممکن ہی تو جو حالت اُسوقت اُن دونون مین سے جسم پر طاری ہوگی وہ تو طاری ہونے کی جہت سے حادث ہوگی اور اُس سے پہلے حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہریگی اسلیے کہ اگر وہ حادث نہو قدیم ہو تو اُسکا عدم محال ہوگا چنانچہ اُسکا بیان خدا تعالیٰ کے بقا کے اثبات مین عنقریب آویگا **سوم** یہ کہ جو چیز حوادث سے خالی نہوگی وہ حادث ہوگی اور اُسکی دلیل یہ ہی کہ اگر ایسا نہو تو ہر حادث کے پیشتر بہت سے حوادث ہون گے جنکا شروع نہوگا اور اگر یہ حوادث سب ملکر منقطع نہونگے تو جو حادث اب موجود ہی اُسکے وجود کی نوبت نہ پہونچی ہوگی اور جس چیز کی نہایت نہو اُسکا منقطع ہونا محال ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر بالفرض آسمان کے دورے ایسے ہون کہ اُنکی انتہا نہو تو ضرور ہی کہ اُنکی شمار یا جفت ہوگی یا طاق یا جفت اور طاق دونون یا نہ جفت نہ طاق اور دو صورتین آخر کی محال ہین اسلیے کہ اجتماع نفی اور اثبات کا ہوا جاتا ہی کیونکہ جفت کے ثابت کرنےمین طاق کی نفی ہوتی ہی اور اُسکے نفی کرنےمین طاق کا اثبات ہی اور صرف جفت بھی نہین ہوسکتی کیونکہ جفت ایک کے زیادہ ہونیسے طاق ہو جاتی ہی تو بے نہایت چیز ایک کی زیادتی سے کیسے بدل سکتی ہی اور طاق بھی نہین ہوسکتی کیونکہ طاق ایک کی زیادتی سے جفت ہو جاتا ہی تو جسکے اعداد کی انتہا نہین وہ ایک کی زیادتی سے کس طرح بدل جاویگا اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ نہ طاق ہو نہ جفت کیونکہ اُسکے لیے انتہا ہی اُس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عالم حوادث سے خالی نہین وہ بھی حادث ہی اور جب اُسکا حادث ہونا ثابت ہوا تو اُسکا اپنے حادث کرنیوالے کیطرف محتاج ہونا بداہۃً معلوم ہوتا ہی **دوسری اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ قدیم ازلی ہی جسکے وجود کی ابتدا نہین بلکہ ہر ایک چیز سے پہلے اور ہر زندہ اور مردہ سے پیشتر وہی ہے اور اُسکی برہان یہ ہی کہ اگر اللہ تعالیٰ قدیم نہو حادث ہو تو وہ بھی کسی حادث کرنیوالے کا محتاج ہوگا اور وہ دوسرا تیسرے کا یہانتک کہ یہ تسلسل

بے نہایت ہو جاوے اور جو شے متسلسل ہوتی ہی وہ حاصل نہین ہوتی یا یہ کہ ایک ایسے محدث پر نوبت پہونچے کہ وہ قدیم اور سب سے
اول ہو اور اُسی سے ہماری غرض ہی اُسیکا نام ہمنے عالم کا بنانے والا اور حادث کرنے والا اور ظاہر کرنیوالا اور خالق اور موجد رکھا ہی
تیسری اصل یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ باوجود ازلی ہونے کے ابدی بھی ہی کہ اُسکے وجود کا انجام نہین بلکہ وہی اول ہے اور وہی
آخر وہی ظاہر وہی باطن اسلیے کہ جسکا قدیم ہونا ثابت ہوگیا اسکا معدوم ہونا محال ہی اور اُسکی دلیل یہ ہی کہ وہ اگر معدوم ہو تو دو حال سے
خالی نہین یا خود بخود معدوم ہو یا کسی معدوم کرنیوالیکے مقابل کے باعث سے معدوم ہو پہلی صورت باطل ہی کیونکہ اگر جس شے کا دوام متصور ہی
اُسکا معدوم ہونا اپنے آپ جائز ہو تو یہ بھی جائز ہوگا کہ کوئی چیز خود بخود موجود بھی ہو جایا کرے اسلیے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا
محتاج ہی اسیطرح عدم کا طاری ہونا بھی سبب کا محتاج ہی اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی جہت سے اُسکا وجود معدوم
ہو اسلیے کہ یہ مقابل اگر قدیم ہی تو اُسکے ہوتے ہوے وجود کیسے ہوا اور پہلی دونون اصلون سے وجود کا ہونا اور اُسکا قدیم ہونا ثابت ہوچکا تو جس
صورت مین کہ مقابل ساتھ تھا وجود کیسے ہو سکتا ہی اور اگر مقابل حادث ہی تب بھی باطل ہی اسلیے کہ وجود اس حادث کا اسی قدیم کے باعث
سے ہے تو یہ نہین ہو سکتا کہ حادث تو قدیم کے مقابلے مین پڑکر اُسکے وجود کو قطع کرے اور قدیم اُسکی ضد مین اُسکے وجود کو دفع بھی کرے حالانکہ دفع کرنا
بہ نسبت قطع کے آسان ہی اور قدیم بہ نسبت حادث کے قوی تر اور اولیٰ ہی **چوتھی اصل** یہ جاننا کہ خدائے تعالیٰ جوہر کسی جگہ مین گھرا ہوا
نہین بلکہ وہ مکان وغیرہ کی مناسبت سے پاک و برتر ہی اور اُسکی برہان یہ ہی کہ ہر ایک جوہر ایک جگہ مین گھرا ہوا وہ اس جگہ سے خصوصیت
رکھتا ہی اور ضرور ہی کہ اُسمین یا ٹھہرا ہوا ہوگا یا اسمین سے حرکت کرتا ہوگا غرض کہ حرکت خواہ سکون سے خالی نہوگا اور یہ دونون چیزین
حادث ہین اور جو چیز حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہوتی ہی اور اگر کوئی جوہر مکان مین گھرا ہوا قدیم متصور ہو سکے تو عالم کے جوہرونکا قدیم ہونا
بھی متصور ہو سکیگا اور اگر خدا تعالیٰ کو کوئی شخص جوہر کہے اور مکان مین گھرا ہوا نہ کہے تو لفظ کے اعتبار سے خطا دار ہوگا معنون کی راہ سے نہوگا
پانچوین اصل یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ جسم مرکب جوہرون سے نہین اسلیے کہ جسم اُسی کو کہتے ہین جو جوہرون سے مرکب ہو اور جبکہ اسکا جوہر ہونا
اور مکان خاص مین متحیز ہونا باطل ٹھہرا تو اُسکا جسم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ ہر ایک جسم ایک چیز کے ساتھ مخصوص ہی اور جُدی جدی جواہر سے
مرکب ہی اور اُسکا خالی ہونا علٰحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہی اور یہ سب علامتین حادث ہونیکی ہین اور
اگر یہ درست ہو جاوے کہ عالم کا بنانے والا جسم ہی تو یہ بھی ہو سکتا ہی کہ آفتاب یا ماہتاب یا اقسام جسم مین سے کسی اور چیز کے خدا ہونیکا اعتقاد
کر لیا جاوے پھر اگر کوئی گستاخ خدا تعالیٰ کو جسم بناوے اور جوہر سے مرکب ہونیکا ارادہ نکرے تو یہ اُسکی اصطلاح لفظونمین غلط ہوگی مگر جسمیت
کی نفی اس سے بھی پائی جاویگی **چھٹی اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ عرض نہین کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل مین حلول کیے ہو اسلیے کہ
جسم تو سب یقیناً حادث ہین اور اُنکا حادث کرنیوالا اُن سے پیشتر موجود ہوگا پس خدا تعالیٰ کسی جسم مین کیسے حلول کر سکتا ہی وہ تو ازل مین سب سے
پہلے تنہا موجود تھا اور اُسکے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا پھر اجسام اور اعراض کو اپنے بعد پیدا فرمایا اور ایک وجہ یہ ہی کہ خدا تعالیٰ علم اور قدرت و ارادہ
اور پیدا کرنے کے ساتھ موصوف ہی چنانچہ اسکا بیان آگے آتا ہی اور یہ اوصاف اعراض پر محال ہین بلکہ یہ اوصاف اُسی موجود کیلیے سمجھ مین آتے ہین
جو خود بخود قائم اور اپنی ذات سے مستقل ہو اور ان چھوٴن اصول سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور اپنے آپ قائم ہی نہ جوہر ہی نہ جسم اور نہ عرض

اور عالم سب کا سب جوہر اور عرض اور جسم ہی اس سے ثابت ہوا کہ خدا تیعالی کسی کے مشابہ نہین اور نہ کوئی اُسکے مشابہ بلکہ وہ زندہ اور قیوم ہی
کہ اُسکے مانند کوئی چیز نہین اور کہین خالق مخلوق کے مشابہ ہو سکتا ہی یا قادر مقدور کے یا مصور تصویر کے مانند ہو سکتا ہی اور اجسام اور اعراض سب
اُسکی پیدایش اور صنعت مین سے ہین تو اُنکو یہ کہنا کہ اُسکے مثل اور مشابہ ہین محال ہی **ساتوین اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی کی ذات طرفون کی
خصوصیت سے پاک ہی اسلیے کہ طرفین چھہ ہین یا اُوپر یا نیچے یا دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے اور یہ سب طرفین خدا تیعالی ہی نے بذریعہ انسان
کے پیدا کر نیکے پیدا فرمائی ہین اسلیے کہ اللہ تعالی نے انسان کی دو طرفین ایسی بنائین کہ ایک زمین پر ٹکے اُسکو پاؤن کہتے ہین اور
دوسری اُسکے مقابل جسکا نام سر ہی پس لفظ اوپر اُس جہت کے لیے بنا جو سر کی طرف ہی اور نیچے اُسکا نام ہوا جو پاؤنکی طرف ہو یہانتک کہ چیونٹی
اگر چھت مین اُلٹی ہوکر چلے تو اُسکے حق مین کڑیون کی جانب نیچے ہو جاویگی گو ہماری بہ نسبت وہ اوپر کہلاتی ہی اور انسان کے لیے دو ہاتھ
خدا تیعالی نے بنائے کہ اکثر اُنمین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے قوی تر ہوتا ہی تو جو قوی تر تھا اُسکے لیے داہنا نام ہوا اور اس کے مقابل کا نام
بایان رکھا گیا اور جو جہت کہ دل کی طرف پڑی اُسکا نام داہنی اور بائین کی طرف والی کا نام بائین ہوا اور پھر اُسکے لئے دو جانب بنائے کہ ایک
طرف سے دیکھتا ہی اور اس طرف کو چلتا ہی تو جس طرف کو چلتا ہی اُسکا نام آگے ہوا اور اُسکے مقابل کا نام پیچھے ٹھیرا پس یہ چھون جہتین انسان کے
پیدا ہونے سے پیدا ہوتین اگر انسان بالفرض اس وضع پر نہ پیدا ہوتا بلکہ گول مثل گیند کے ہوتا تو ان جہتون کا وجود بھی نہوتا پس
خدا تیعالی ازل مین کسی جہت سے خاص کسطرح ہو سکتا ہی کہ جہتین تو حادث ہین اور نہ اب کسی طرح کسی جہت سے خاص ہو کہ انسان کی پیدایش
کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھا اور وہ منزہ ہی اس بات سے کہ اُسکے لیے اوپر ہو کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہی کہ اسکا سر ہو اور اوپر
اُسی جہت کو کہتے ہین جو سر کی جانب ہو اسی طرح اسکے لیے نیچے بھی نہین کیونکہ نیچے اُس سمت کا نام ہی جو پاؤن کی جانب ہو اور خدا تیعالی
پاؤن سے مبرا ہی اور یہ سب باتین عقل کے نزدیک محال ہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر خدا تیعالی کسی جہت سے مختص ہو تو یون عقل مین آتا ہے
کہ یا جواہر کیطرح اپنے حیز سے خصوصیت رکھے یا اعراض کیطرح جوہر سے مخصوص ہو اور چونکہ اُسکا جوہر اور عرض ہونا دونون محال ہو چکے کہ اُسکا
مختص ہونا جہت سے بھی محال ہی اور اگر جہت کے معنی سوان دونون معنون کے کچھ اور لیے جاوین تو وہ لفظ کے اعتبار سے غلط ہونگے گو معنی
درست رہتے ہون - اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر خدا تیعالی عالم کے اوپر ہو تو اُسکے محاذی ہوگا اور کسی جسم کا محاذی یا اُسکے برابر ہوتا ہے یا
اُس سے چھوٹا یا بڑا اور یہ تینون امر ایسے ہین کہ اُنسے مقدار کی ضرورت خدا تیعالی کے لیے ماننی پڑیگی حالانکہ اُسکی ذات اس سے بری ہی - اب باقی
رہا یہ کہ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کیطرف کیون اُٹھاتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہی اور سمین یہ بھی اشارہ ہی کہ جس سے
دعا کی طلب ہی اُسمین صفت جلال اور کبریائی ہی اسلیے کہ بلندی کی جہت مجد اور برتری پر دال ہی اور اللہ تعالی قہر اور بزرگی اور غلبے کی جہت سے ہر ایک
موجود کے اوپر ہی **آٹھوین اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالے عرش پر مستوی ہی اُن معنون سے جو اُسنے استوا سے مراد لیے ہین یعنی وہ معنی کہ اُسکے
کبریا کے مخالف نہین اور نہ اُسمین حدوث اور فنا کی علامتونکو دخل ہی اور وہی معنی آسمان پر مستوی ہونے سے مقصود ہین اس آیت میں
ثم استوی الی السماء وہی دخان اور وہ معنی صرف قہر اور غلبے کی جہت سے ہو سکتے ہین جیسے اس شعر مین کسی شاعر کے شعر ابشر مستو ہوا ملک
عراق پر تلوار کی نہ خون کی ہوئی احتیاج اُسے - اور اہل حق کو بمجبوری اس تاویل کی طرف رجوع کرنا پڑا جسطرح اہل باطل کو اس آیت

کی تاویل کرنی پڑی وھو معکم اینما کنتم یعنی وہ تمھارے ساتھ ہی جہان تم رہو کہ سب نے اسکے معنی یہی کہے ہین کہ ساتھ ہونیسے غرض احاطہ اور علم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن قدرت اور قہر پر محمول کیا ہی اور الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ کو بزرگی اور تعظیم پر محمول کیا اسلیے کہ اگر انکو ظاہر الفاظ کے بموجب ہنے دیا جاوے تو محال لازم آتا ہی اسیطرح اگر استوا کو ٹھہرنے اور جگہ پکڑنے کے معنون مین رکھا جاوے تو لازم آویگا کہ جو جگہ پکڑے وہ جسم ہو اور عرش سے لگا ہوا ہو یا تو اسکے برابر ہو خواہ اس سے چھوٹا یا بڑا ہو اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی نوین اصل یہ کہ خدا تعالی باوجود صورت اور مقدار سے منزہ ہونے اور جہات و اطراف سے مقدس ہونیکے دار آخرت مین آنکھون سے دکھائی دیگا اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ اور دنیا مین نہین دکھائی دیتا اس ارشاد خداوندی کے سچ ہونیکی جہت سے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اور اس وجہ سے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے جواب مین خود ارشاد فرمایا لن ترانی تو مجھکو ہرگز نہ دیکھ سکیگا۔ اب ہمکو کوئی یہ بتادے کہ جو صفت اللہ تعالی کی حضرت موسی علیہ السلام کو معلوم نہوئی اسکو معتزلی کیسے پہچان گیا اور حضرت موسی علیہ السلام نے باوجود دیدار کے محال ہونیکے کسطرح دیدار کا سوال کیا غالبا تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ جس بات سے انبیا صلوات علیہم جاہل رہے اس سے اہل بدعت کندہ ناتراش بطریق اولی جاہل ہین اور آیت رویت کو جو آخرت مین ظاہر پر محمول کیا گیا اسکی وجہ یہ ہی کہ اس سے محال لازم نہین آتا اسلیے کہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہی فرق یہ کہ علم کی نسبت کر کامل اور واضح تر ہی پس جبکہ یہ درست ہوا کہ خدا تعالی سے علم متعلق ہو اور وہ کسی طرف مین نہو تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ رویت اسکے متعلق ہو جس صورت مین کہ وہ کسی جہت مین نہو اور جیسے یہ درست ہی کہ اللہ تعالی خلق کو دیکھتا ہی اور انکے مقابل نہین تو یہ بھی درست ہوگا کہ خلق اسکو دیکھے اور مقابلہ نہو اور جسطرح اسکا جاننا بدون کیفیت اور صورت کے ہوسکتا ہی اسیطرح اسکا دیکھنا بھی بے کیف وصورت کے ممکن ہی **دسوین اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک اور یکتا بدون مثل و سہیم کے ہی پیدا کرنے اور ابداع مین تنہا ہی اور ایجاد و اختراع مین اکیلا نہ اسکا کوئی مثل کہ اسکے مشابہ یا مساوی ہو اور نہ اسکا کوئی مقابل کہ اس سے نزاع کرے یا اسکے منافی ہو اور اس بات کی برہان یہ ارشاد خداوندی ہی لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا اسکی تقریر یہ ہی کہ اگر دو خدا ہون اور انمین سے ایک کوئی کام کرنا چاہے تو دوسرا اگر اسکی موافقت پر مجبور ہی تو ظاہر ہی کہ دوسرا عاجز اور دبا ہوا ہوگا خدا یے قادر نہوگا اور اگر دوسرا اول کے دفع کرنے اور مخالفت پر قادر ہی تو دوسرا قوی اور غالب ہوگا اور اول ضعیف اور قاصر ٹھہریگا خدا یے قادر نرہیگا **دوسرا رکن** اللہ تعالی کے صفات کی معرفت مین اور اسکا مدار دس اصل پر ہی ان مین سے **پہلی اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالی قادر ہی اور اپنے اس ارشاد مین سچا ہی وھو علی کل شیء قدیر اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عالم اپنی صنعت مین محکم اور اپنی پیدایش مین مرتب اور منتظم ہی پس اگر کوئی شخص ایک کپڑا حریر کا عمدہ بنا ہوا اور نقش و نگار سے بخوبی آراستہ دیکھے پھر یہ وہم کرے کہ اسکو کسی مردہ نے بنا ہوگا جو کچھ نہ کرسکے یا کسی آدمی نے تیار کیا ہوگا جسکو قدرت نہو تو وہ شخص دائرۂ عقل سے خارج اور زمرہ حمقا اور جاہلو نمین داخل ہوگا اسیطرح خدا تعالی کے بنائے ہوے عالم دیکھکر اسکی قدرت کا انکار نہین ہوسکتا **دوسری اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی تمام موجودات کا عالم اور سب مخلوقات پر محیط ہی کوئی ذرہ آسمان و زمین مین اسکے علم سے غائب نہین اپنے اس ارشاد مین سچا ہی وھو بکل شیء علیم اور اسکے سچ جاننے کیطرف اس ارشاد سے ہدایت فرماتا ہی الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر اسمین یہ ہدایت فرمائی کہ پیدا کرنیسے علم پر استدلال کرو اس

طرح کہ خلقت کی لطافت اور صنعت کی ترتیب اور نزاکت ادنیٰ چیز مین بھی اس بات پر بلا شبہہ دال ہو کہ اُسکا صانع ترتیب اور نظام کی کیفیت
کو خوب جانتا ہو پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مذکور فرمایا ہو وہی ہدایت اور تعریف کے باب مین منتہا ہو **تیسری اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ
زندہ ہو اسلیے کہ جسکا علم اور قدرت ثابت ہو اُسکی حیات ضرور ہی ثابت ہوگی اور اگر قدرت والا عالم تدبیر کرنیوالا ایسا تصور ہو سکے جو
زندہ نہو تب تو حیوانات کی زندگی مین بھی اُنکی حرکات و سکنات کے وقت شک ہو سکتا ہو بلکہ اہل حرفہ و صنعت والے اور شہرون و جنگلون مین
پھرنیوالے اور تاجر اطراف زمین کے مسافر جتنے ہین سبکی زندگی مین شک ہو سکتا ہو اور یہ امر ورطۂ جہالت و گمراہی مین پڑنا ہو **چوتھی اصل** یہ جاننا کہ
اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنیوالا ہو یعنی جو موجود ہو وہ اُسی کی مرضی پر تکیہ رکھتا ہو اور اُسی کے ارادے سے صادر ہے اور اُسی نے
اول پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کریگا اور جو چاہتا ہو وہ کرتا ہو اور خدا تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ
جو فعل اُس سے صادر ہوتا ہو ہوسکتا ہو کہ اُسکی ضد بھی اس سے صادر ہو اور جو فعل کہ ضد نہین رکھتا ممکن ہو کہ تقدیم و تاخیر سے صادر ہو
اور قدرت دونون ضدون اور وقتون سے ایک ہی سی مناسبت رکھتی ہو تو ضرور ہو کہ ایک ارادہ ہو جو قدرت کو دونون امرون مین سے
ایک کی طرف پھیر لاوے۔ اور اگر کوئی کہے کہ علم کے ہوتے ہوئے ضرورت ارادے کی نہین ہر چیز موجود جو اپنے وقت مین پائی گئی اُسکی وجہ
یہ ہو کہ اُسوقت مین اُسکے موجود ہونے کا علم پہلے سے ہو تو ہم کہینگے کہ اسطرح تو قدرت کی حاجت بھی علم کے سامنے نہین کہ کہ سکتے ہین کہ
چیز بدون قدرت موجود ہوگئی کیونکہ پہلے سے اُسکے موجود ہونیکا علم اُسوقت مین تھا **پانچوین اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ سننے والا اور
دیکھنے والا ہو نہ اُسکے دیکھنے سے دلونکے وسوسے اور فکر و وہم کے خفیہ امور غائب ہون اور نہ اُسکے سننے سے چیونٹی سیاہ کی چال سخت پتھر
شب تاریک مین بھی رہے اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر کیسے نہوگا کہ سننا اور دیکھنا وصف کمال ہو کچھ نقصان کی بات نہین تو یہ کیسے
ہو سکتا ہو کہ اُسکی مخلوق اُسکی نسبت کامل تر ہو اور مصنوع چیز صانع سے بڑھکر اور حصہ کا اعتدال کہان رہیگا جبکہ نقصان خالق کے حصے
مین رہے اور کمال مخلوق کی بانٹ مین ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت اپنے باپ سے کیسے درست ہوگی یعنی اُنکا باپ جہل کی راہ
بتون کو پوجتا تھا آپنے اُس سے کہا لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا تو اگر یہی باپ کے معبود مین ہو جاوے تو آپ کی حجت
باطل اور دلیل ساقط ہو جاوے اور یہ ارشاد خداوندی سچا نہ ٹھہرے وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علی قومہ اور جس طرح کہ خداوند کریم کا فاعل
ہونا بدون اعضا کے اور عالم ہونا بدون دل اور دماغ کے سمجھا گیا ہو اسیطرح اُسکا بینا ہونا بدون آنکھ کے ڈھیلے کے اور شنوا ہونا بدون
کانون کے سمجھنا چاہیے کہ دونون امرون مین کچھ فرق نہین **چھٹی اصل** یہ کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہو اور اُسکا کلام ایک صفت اُسکی ذات سے
قائم ہو نہ وہ آواز ہو اور نہ حرف بلکہ اُسکے کلام کسی اور کے کلام کے مشابہ نہین جیسے اُسکا وجود دوسرے کے وجود کے مثل نہین اور حقیقت
مین کلام وہی ہو جو نفس کا کلام ہو حروف اور آواز تو صرف بتانیکے لیے ہین جیسے حرکات اور اشارون سے بعض اوقات سمجھا دیا کرتے ہین
ورنہ معلوم کہ یہ امر بعض غبی شخصون پر کیسے مشتبہہ ہو گیا حالانکہ جاہل شعرا پر بھی یہ مشتبہہ نہین چنانچہ اُنہین سے کسیکا شعر ہو شعر ان الکلام لفی الفؤاد وانما
دل مین فقط ہو اور زبان تو اُسکی دلیل ہو اور جس شخص کی عقل و دانش اُسکو اس بات کے کہنے سے نہ روکے کہ میری زبان تو حادث ہو
مگر جو اُسمین میری قدرت حادثہ کے سبب سے کلام پیدا ہوتا ہو وہ قدیم ہو تو اُسکی عقل سے تو اپنی طمع کو توڑ دے اور اُسکے ساتھ خطاب کرنا

سے اپنی زبان بند کر اور جو شخص یہ نہ سمجھے کہ قدیم اُسکو کہتے ہین جسکے پہلے دوسری چیز نہو اور بسم اللہ مین جو سین ہے اُس سے پہلے ب ہے اسلیے
سین ہرگز قدیم نہوگا تو ایسے شخص کی طرف دھیان کرنے سے اپنے دل کو پاک کر کیونکہ بعض بندونکو ان مطالب سے دور رکھنے مین خدا تعالیٰ
کی کوئی حکمت ہے جسکو وہ گمراہ کرے اُسکو کوئی ہدایت نہین کر سکتا - اور جو شخص اس بات کو بعید جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا
مین ایسا کلام سُنا ہو جسمین آواز و حروف نہون تو اُسکو اس امر کا بھی انکار کرنا چاہیے کہ آخرت مین ایک موجود کو دیکھے جو نہ جسم ہے نہ رنگ ہے
اور اگر یہ بات سمجھتا ہے کہ جو چیز رنگ اور جسم اور مقدار اور کیفیت سے مبرا ہے اُسکو دیکھیگا حالانکہ اب تک ویسی چیز کوئی دیکھی نہین تو سننے کے باب مین بھی
وہی سمجھنا چاہیے جو دیکھنے کے باب مین سمجھا ہے اور اگر یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو ایک علم ہے کہ وہی سب موجودات کا علم ہے تو اُسکی ذات کیلیے
ایک صفت کلام کی بھی سمجھنی چاہیے کہ جتنی باتین عبارتون سے سمجھنے مین آتی ہین وہ اُسکا کلام ہے اور اگر یہ عقل مین آگیا ہے کہ ساتون
آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ ایک چھوٹے سے پرچے پر لکھے جاتے ہین اور دل مین ذرہ بھر جگہ مین یاد رہتے ہین اور سیاہ شیشا آنکھ کے
ڈھیلے کے تل مین سوجھتے ہین مگر آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ کی ذات آنکھ کے تل اور دل اور پرچے مین نہین آجاتی اسیطرح یہ بھی عقل
مین لانا چاہیے کہ کلام ربانی زبانون سے پڑھا جاتا ہے دلون مین محفوظ ہوتا ہے مصاحف مین لکھا جاتا ہے لیکن کلام کی ذات ان چیزون مین حلول
نہین کرتی اسلیے کہ اگر لکھنے سے کلام کے ورق مین کلام کی ذات حلول کرجاے تو خدا تعالیٰ کا نام لکھنے سے ورق مین اُسکی ذات بھی حلول
کرجاوے اور آگ کا نام لکھنے سے کاغذ مین آگ کی ذات آجاوے اور کاغذ کو جلادے **ساتوین اصل** یہ کہ جو کلام خدا تعالیٰ کی ذات
پاک کے ساتھ قائم ہے وہ قدیم ہے اور اسیطرح اُسکے سب صفات ہین کیونکہ خدا تعالیٰ کا حوادث کے لیے محل ہونا محال ہے کہ حوادث بدلتے
رہتے ہین بلکہ خدا تعالیٰ کے صفات مین قدیم ہونیکا وصف وہی واجب ہے جو اُسکی ذات کے لیے واجب ہے تاکہ اسپر تغیرات نہ آوین اور
اُسمین حوادث نہ سماوین بلکہ وہ ہمیشہ سے ازل مین عمدہ صفات کے ساتھ موصوف رہا ہے اور اسیطرح ابد مین رہیگا اور حالات کے تغیر سے
منزہ ہے اسلیے کہ جو چیز محل حوادث ہوگی وہ حادث سے نہ بچیگی اور جو چیز حوادث سے نہ بچے وہ حادث ہے اجسام پر جو وصف حادث ہونیکا
ثابت ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ اُنپر تغیر آتا ہے اور اوصاف کے بدلنے کو قبول کرتے رہتے ہین تو اب خالق تغیر کے قبول کرنے مین اجسام کا شریک کیسے
ہوجاویگا اور اسی سے متفرع ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم اور اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے اور حادث صرف آوازین ہین جو کلام موصوف پر دلالت کرتی ہین
اور جسطرح کہ یہ سمجھ مین آتا ہے کہ لڑکے کے پیدا ہونیکے پیشتر تحصیل علم کے لیے امر کرنا اُسکے باپ کے ساتھ قائم ہوتا ہے یہانتک کہ جب لڑکا پیدا
ہوتا ہے اور اُسکو عقل آتی ہے اور جو امر کہ باپ کے دل مین ہے اُسکے متعلق علم خدا تعالیٰ اُسمین پیدا کر دیتا ہے تو وہ اُس امر کا مامور ہوجاتا ہے جو
اُسکے باپ کی ذات کے ساتھ قایم ہے اور جبتک کہ لڑکا اُسکو جان نہ لیگا تب تک اُس امر کا وجود قائم رہیگا اسیطرح یہ سمجھنا چاہیے کہ جس حکم پر کہ
ارشاد خداوندی دال ہے فاخلع نعلیک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُسکا خطاب ابتدا آپکے وجود
ہوا یعنی جسوقت کہ اللہ تعالیٰ نے آپ مین اُس حکم کی معرفت پیدا کی اور کلام قدیم کے سننے کیلیے کان بنا دیے **آٹھوین اصل** یہ کہ خدا تعالیٰ کا علم
قدیم ہے یعنی وہ ہمیشہ سے اپنی ذات اور صفات کو اور جو کچھ مخلوقات مین حادث ہوتا ہے سب کو ازل سے جانتا ہے اور جب کبھی مخلوقات حادث ہوتے
ہین تو خدا تعالیٰ کو اُسکا علم نیا پیدا نہین ہوتا بلکہ یہ سب حوادث علم ازلی سے اُسکے سامنے منکشف ہین مثلاً اگر ہمکو زید کے آنیکا علم آفتاب کے

اپنی جوتیان ۱۲

نکلنے کے وقت پیدا ہوا اور جب تک کہ آفتاب نکلے تب تک یہ علم بالفرض ہمارے ہے تو اُسوقت مین زید کا آنا ہمکو اُسی علم سے معلوم ہوگا
کوئی نیا علم اُسکے لیے نہوگا پس اللہ تعالی کے علم کو قدیم ہونا بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے نوین اصل یہ کہ ارادۂ الٰہی قدیم ہے اور حوادث کے
پیدا کرنے کے لیے اُنکے اوقات مخصوصہ اور مناسبہ مین موافق علم سابق کے ازل مین متعلق ہوگیا ہے اس لیے کہ اگر اُسکا ارادہ حادث ہو
تو وہ حوادث کا محل ٹھہرتا ہے اور اگر اُسکا ارادہ اسکی ذات کے سوا دوسرے مین حادث ہوا تو وہ ارادہ کرنیوالا نہوگا جیسے اگر حرکت تمھاری
ذات مین نہو تو تم متحرک نہ کہلاؤگے اور جسطرح چاہو مان لو دونون صورتون مین ارادہ کے حدوث کے واسطے دوسرے کی ضرورت
ہوگی اور دوسرے کے لیے تیسرے کی یہانتک کہ نوبت تسلسل بے نہایت پہونچے جو محال ہے اسلیے اُسکے ارادہ کا حادث ہونا بھی محال
ہے اور اگر یہ ممکن کہا جاوے کہ ارادے کا حادث ہونا بدون دوسرے ارادے کے سبب تو یہ بھی ہوسکیگا کہ عالم کا حادث ہونا بدون
ارادہ کے ہو دسوین اصل یہ جانتا کہ اللہ تعالی عالم ہے علم سے اور زندہ ہے حیات سے قادر ہے قدرت سے مرید ہے ارادے سے متکلم ہے
کلام سے سمیع ہے سننے سے بینا ہے دیکھنے سے اور یہ اوصاف اُسکے ان قدیم صفتون سے ہین اور جو شخص یون کہے کہ عالم ہے بدون علم کے تو گویا
یون کہتا ہے کہ غنی ہے بدون مال کے یا عالم ہے بدون علم کے یا عالم ہے بدون معلوم کے اسلیے کہ علم اور معلوم اور عالم ایک دوسرے کے لازم ہین جیسے قتل
اور مقتول اور قاتل تو جسطرح قاتل بدون قتل اور مقتول کے نہین متصور ہوسکتا اور نہ مقتول بدون قاتل اور قتل کے اسیطرح عالم بدون علم کے
بھی ممکن نہین اور نہ علم بدون معلوم کے اور نہ معلوم بدون عالم کے بلکہ یہ تینون عقل مین متلازم ہین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتے تو جو شخص عالم کو
علم سے علیحدہ ہونا تجویز کرتا ہے اُسکو چاہیے کہ عالم کو معلوم سے بھی جدا ہونا اور علم کو عالم سے علیحدہ ہونا تجویز کرے کیونکہ ان تینون مین
کچھ فرق نہین سب ایک ہی سی ہین تیسرا رکن اللہ تعالی کے افعال کی معرفت مین اور اُسکا مدار بھی دس اصلون پر ہے پہلی اصل
یہ جاننا کہ عالم مین جو حادث ہے وہ اُسیکا فعل اور مخلوق اور اختراع ہے اُسکے سوا کوئی خالق اور نہ کوئی ایجاد کرنے والا خلق کو بنایا
اور پیدا کیا اور اُنکی قدرت اور حرکت کو ایجاد فرمایا پس بندون کے جتنے افعال ہین وہ سب اُسکے پیدا کیے ہوئے اور اُنکی قدرت سے
وابستہ ہین اور اسکی تصدیق اس آیت مین ہے اللہ خالق کل شئ[ت۱] اور اسمین واللہ خلقکم وما تعملون[ت۲] اور اسمین واسروا قولکم او اجہروا
بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر[ت۳] بندون کو حکم کیا کہ اپنے اقوال و افعال و اسرار اور دل مین بات لینے مین بچتے رہین اسلیے
کہ وہ اُنکے افعال کے منشا سے واقف ہے اور اپنے علم پر پیدا کرنیسے استدلال فرمایا اور وہ بندے کے فعلون کا خالق کیسے نہوگا کہ اُسکی
قدرت کامل ہے اُسمین کسی طرح کا قصور نہین اور اُنکی قدرت بندونکے بدنون کی حرکتون سے متعلق ہے اور حرکتین ایک سی ہین اور قدرت کا
متعلق ہونا سب سے برابر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بعض حرکتون سے متعلق ہوا اور بعض سے نہو یا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حیوان اختراع مین مستقل ہو حالانکہ
مکڑی اور شہد کی مکھی اور تمام حیوانات سے وہ لطیف کام صادر ہوتے ہین کہ جنمین عاقلونکی عقلین تنگ ہین تو وہ کیسے مخترع ٹھہرے اور خداوند کریم
مخترع نہوا اُنکو تو اپنے کامونکی مفصل خبر بھی نہین اُنکو مخترع کہنا بعید از قیاس ہے بلکہ مخلوقات سب ذلیل ہین اور ملکوت مین مخترع وہی ہے جو زمین و
آسمانون کا جبار ہے دوسری اصل یہ ہے کہ خدا تعالی کا مخترع ہونا بندون کی حرکات کو اس بات کا موجب نہین کہ وہ حرکات بندون
کے تحت قدرت اکتساب کے طور پر نہ ہین بلکہ اللہ تعالی نے قدرت اور مقدور دونون کو پیدا کیا اور اختیار اور ذی اختیار دونون کو بنایا

ت ۱ اللہ بنانیوالا ہے ہر چیز کا ۱۲
ت ۲ اور اللہ نے بنایا تمکو اور جو تم کرتے ہو ۱۲
ت ۳ اور تم چھپاؤ بات اپنی یا ...

قدرت بندہ کا ایک وصف ہی اور خدا تعالی کی پیدا کی ہوئی ہی اسکا کسب نہین اور حرکت بھی خدا تعالی نے پیدا کی اور بندہ کی صفت اور کسب ہی یعنی وہ بندہ کی ایک وصف مسمی بقدرت کے قابو مین پیدا ہوئی ہی تو چونکہ حرکت دوسری صفت کی طرف منسوب ہی جسکو قدرت کہتے ہین اس جہت سے باعتبار اس نسبت کے اُسکو کسب کہتے ہین اور یہ حرکت بندہ کی جبر محض نہین ہوسکتی اسلیے کہ بندہ ظاہر طور اپنی حرکت اختیاری اور لرزہ اضطراری مین فرق جانتا ہی یا یہ حرکت بندہ کی پیدا کی ہوئی کیسے ہوسکتی ہی کہ اُسکو تو جتنی حرکتین کسب سے کرتا ہی اُنکے اجزا کی تفصیل اور شمار کا علم بھی نہین اور جب یہ دونون باطل ہوئین تو ایک صورت درمیانی اعتقاد کی رہ گئی کہ حرکتین اختراع کی روسے تو اللہ تعالی کی قدرت کے قابو مین ہین اور ایک دوسرے علاقے کے اعتبار سے جسکو اکتساب کہتے ہین بندہ کی قدرت کے اختیار مین ہین اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جس قدرت کی چیز پر قدرت کا تعلق ہو وہ فقط اختراع ہی کی جہت سے ہو دیکھو ازل مین خدا تعالی کی قدرت عالم سے متعلق تھی اور اختراع اُس سے حاصل نہ تھا اور اختراع کے وقت بھی قدرت عالم سے متعلق ہی مگر اُس وقت اور قسم کا تعلق ہی غرض کہ قدرت کے متعلق ہونیسے یہ خصوصیت نہین کہ مقدور چیز اُس سے حاصل بھی ہو جاوے **تیسری اصل** یہ ہی کہ بندے کا فعل اگرچہ بندے کا کسب ہی لیکن نہین کہ خدا تعالی کے ارادے سے باہر ہو جاوے اس سے یہ نکلتا ہی کہ ملک اور ملکوت مین جو کچھ ہوتا ہی خواہ پلک جھپکنا ہو یا دل کا التفات یا خیر ہو یا شر نفع ہو یا ضرر اسلام ہو یا کفر معرفت ہو یا انکر فوز ہو یا خسران گمراہی ہو یا ہدایت طاعت ہو یا معصیت شرک ہو یا ایمان اُسکے قضا و قدر سے ہوتا ہی اور اُسکے ارادے اور خواہش سے ظہور مین آتا ہی نہ کوئی اُسکی قضا کو ٹالے اور نہ اُسکے حکم کو پیچھے ہٹا دے جسکو چاہے گمراہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت کرے جو کچھ وہ کرتا ہی اُس سے بازپرس نہین اور بندون سے بازپرس ہوگی۔ اور بندون کے فعلونکا اُسکی مشیت سے ہونا دلیل نقلی رکھتا ہی وہ یہ ہی کہ تمام امت اس جملہ کو باتفاق کہتی ہی کہ ماشاء اللہ کان و ما لم یشا لم یکن اور اللہ تعالی فرماتا ہے ان لو یشاء اللہ لهدی الناس جمیعا اور فرمایا و لو شئنا لاتینا کل نفس اور اسکے لیے دلیل عقلی بھی ہی وہ یہ ہی کہ اگر معاصی اور قصور دنکو خدا تعالی برا جانتا ہی اور اُنکا ارادہ نہین کرتا وہ اُسکے دشمن ابلیس لعین کے ارادے سے ہوتے ہین اور باوجودیکہ وہ دشمن خدا ہی اُسکے ارادہ کے موافق زیادہ چیزین ہوتی ہین اور خدا تعالی کے ارادے کے موافق کم ہوتی ہین تو اب ہمکو یہ بتاؤ کہ مسلمان آدمی خدا تعالی کی سلطنت کو ایسے رتبے مین کسطرح گھٹا دیگا کہ اگر اُس رتبے پر کسی گاؤن کے رئیس کو اُتار دیا جاوے تو وہ بھی ریاست سے نفرت کرے یعنی اُس گاؤن مین اگر کوئی اُسکا دشمن ہوا اور اُسکے ارادے کے بموجب زیادہ کام ہوتا ہو اور رئیس کے ارادے کے موافق تعمیل کم ہوتی ہو تو وہ ایسی ریاست کو ذلت سمجھیگا اور اُس سے دست بردار ہوگا اور چونکہ خلق مین اکثر نافرمانی ہوتی رہتی ہی اور یہ سب بموجب بدعتیون کے اعتقاد کے خدا تعالی کے ارادے کے خلاف ہی تو یہ اس بات پر دال ہی کہ خدا تعالی ضعیف اور عاجز ہی معاذ اللہ منہا۔ پھر جب یہ ثابت ہو چکا کہ بندون کے افعال خدا تعالی کے پیدا کیے ہوے ہین تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب اُسکے ارادے کے بموجب ہین۔ اب اگر کوئی کہے کہ جس فعل کو خدا تعالی چاہتا ہی اُس سے منع کیسے فرماتا ہی اور جسکا ارادہ نہین کرتا اُسکا حکم کیسے کرتا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ امر اور ہی اور ارادہ دوسری چیز ہی مثلاً اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مارے اور حاکم وقت آقا پر عتاب کرے اور وہ عذر کرے کہ اس غلام نے میرا کہنا نہ مانا تھا اور بادشاہ اُسکو کہے کہ تو جھوٹ کہتا ہی اور وہ اپنے سچ بولنے کو ثابت کرنیکے لیے یہ چاہے کہ کوئی ایسی بات غلام سے کہون جو بادشاہ کے

سامنے نہ کرے اور غلام کو امر کرے کہ اس سواری پر بادشاہ کے سامنے زین باندھ دے تو اُس آقا کا یہ امر ایسا ہی ہے جسکی تعمیل اُسکو منظور نہین اور اگر
یہ امر نہ کرتا تو بادشاہ کے سامنے اُسکا عذر ٹھیک نہ تھا اور اگر غلام سے تعمیل کا ارادہ ہو تو اپنے نفس کے قتل کا ارادہ کرنا پڑے
اور یہ ہو نہین سکتا **چوتھی اصل** یہ کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور بندون کو حکم کرنے مین فضل و احسان کرنیوالا ہے
یہ امور اُسپر واجب نہ تھے اور فرقہ معتزلہ کہتے ہین کہ یہ باتین خدا تعالیٰ پر واجب ہین اسوجہ سے کہ اُنمین بندونکی بہتری ہی اور اُنکا
قول محال ہی اسلیے کہ واجب کرنیوالا اور حکم اور منع کرنیوالا تو وہ ہی وہ کیسے ایجاب اور لزوم کا ہدف ہو سکتا ہی اور واجب سے دو معنی مقصود
ہوتے ہین اول تو ایسا فعل کہ جسکے چھوڑنے سے آئندہ کو یا بالفعل نقصان ہو مثلاً کہین کہ بندہ پر خداے تعالیٰ کی طاعت واجب ہی
یعنی اُسکے ترک سے آئندہ کو آخرت مین اسپر عذاب ہوگا یا کہین کہ پیاسے پر پانی کا پینا واجب ہی کہ اُسکے ترک سے انجام کو مرجاویگا
دوسرے ایسا فعل جسکے نہونے سے محال لازم آوے مثلاً کہین کہ معلوم کا وجود واجب ہی یعنی اگر معلوم نہو تو محال لازم آویگا وہ یہ ہی کہ
علم جہل ہو جاویگا اب اگر معتزلیون کی یہ مراد ہی کہ اللہ تعالیٰ پر پیدا کرنا باعتبار اول معنی کے واجب ہی تب تو گویا خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ ضرر کا
نشانہ بناتے ہین اور اگر پیدا کرنا اُسپر دوسرے معنونکی رو سے کہتے ہین تو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کیونکہ علم ازلی جب خدا تعالیٰ مین ہے تو
اُسکے لیے معلوم کا وجود ضرور چاہیے اور اگر واجب کے کوئی تیسرے معنی لیے ہین تو وہ ہم سمجھتے نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ بندون کی بہتری
کے لیے واجب ہی یہ کلام فاسد ہی اسلیے کہ جب اللہ تعالیٰ بندون کی بہتری کو ترک کردے اور اُس سے اُسکو کچھ ضرر نہ پہونچے تو پھر اُسکے
حق مین وجوب کے کچھ معنی نہونگے علاوہ ازین بندون کی بہتری تو اسمین ہی کہ اُن کو جنت مین پیدا کر دیتا اس بات کی طرف کونسا
عاقل طمع کرتا کہ دار المصائب مین اُنکو پیدا کرے اور ہدف تیر معاصی بنادے پھر عذاب کے خطرے اور حساب کے خوف سے ڈراوے
پانچوین اصل یہ ہی کہ خدا تعالیٰ کو جائز ہی کہ بندونکو ایسی بات کا حکم کرے جسکی طاقت اُنمین نہو اسمین بھی معتزلی خلاف کرتے
ہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگر یہ امر جائز نہو تو پھر اُسکے دور کرنے کا سوال محال ہی حالانکہ سوال کرنا خدا تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہی
ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به اور ایک وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابو جہل آپکی تصدیق نہ کریگا پھر ابو جہل
کو یہ حکم کیا کہ سب اقوال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے حالانکہ ایک قول آپکا یہ بھی تھا کہ ابو جہل تصدیق نہ کریگا تو یہ کیسے
ہو سکتا ہی کہ اس قول کو تصدیق کرے کہ تصدیق نہ کریگا اسکی تصدیق تو امر محال ہی **چھٹی اصل** یہ کہ خداے تعالیٰ کو درست ہی کہ اپنی
مخلوق کو بدون کسی جرم سابق اور ثواب آئندہ کے درد و عذاب پہونچاوے اسمین معتزلیون کا خلاف ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ
وہ اپنی ملک مین تصرف کرتا ہی اُسکا تصرف اُسکی ملک سے تجاوز نہین کرتا اور ظلم اُسکو کہتے ہین کہ دوسرے کی ملک مین بدون اُسکی
اجازت کے تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ پر ظلم محال ہی کیونکہ اُسکے سامنے دوسرے کی ملک نہین ہی کہ اُسمین تصرف کرنے سے ظلم ہو اور اس
امر کا وجود ہی اُسکے درست ہونیکی دلیل ہی یعنی دیکھتے ہین کہ جانورونکا ذبح کرنا اور آدمیون کا اُن کو انواع تکلیف پہونچانا ظاہر ہی
کہ اُنکو درد دینا ہی حالانکہ اُنسے کوئی قصور پہلے سرزد نہین ہوا پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جانورونکو زندہ کریگا اور جسقدر اُنھون نے
تکلیفین کھینچی ہونگی اُنکا بدلہ اُنکو عنایت کریگا اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہی تو ہم کہتے ہین کہ جو کوئی یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ پر زندہ کرنا ہر ایک

چیونٹی پامال شدہ اور مچھر ملے ہوسے کا واجب ہی تاکہ اِنکو اُنکی تکلیفونکا ثواب دے تو وہ شخص دائرہ شریعت اور عقل دونون سے خارج
ہی اسلیے کہ ہم اُس سے یہ پوچھتے ہین کہ اللہ تعالی پر حشر اور ثواب کے دینے کے واجب ہونے سے کیا مراد ہی اگر یہ ہی کہ اُسکے ترک سے اُسکو ضرر
ہوگا تب تو محال ہی اور اگر واجب کے کوئی اور معنی ہین تو ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ وہ معنی غیر مفہوم ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی واجب کے
ہین اُنسے یہ قول خارج ہی **ساتوین اصل** یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنے بندون کے ساتھ جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اُسپر یہ واجب نہین کہ جو بندون کے
حق مین زیادہ مناسب ہو اُسکی رعایت کرے اسلیے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ خدا تعالی پر کوئی چیز واجب نہین بلکہ اُسکے حق مین وجوب
سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ جو کچھ وہ کرتا ہی اُس سے پوچھ نہین ہوسکتی مخلوق سے بازپرس ہوتی ہی- اور ہمکو کوئی بتاوے کہ معتزلی جو یہ کہتا ہی
کہ مناسب تر فعل کا کرنا بندونکے حق مین خدا تعالی پر واجب ہی وہ اس مسئلہ مفروضہ مین کیا جواب دیگا کہ اگر آخرت مین ایک مردہ لڑکے
اور ایک بالغ مردہ کے درمیان مین مناظرہ ہوا اور دونون مسلمان مرے ہون تو اللہ تعالی بالغ کے درجے بڑھا دیگا اور لڑکے پر اُسکو فضیلت
دیگا اسلیے کہ بالغ نے طاعت الٰہی مین بعد بلوغ کے محنت اُٹھائی اور ایسا کرنا معتزلی کے قول کے بموجب خدا تعالی پر واجب ہی اِس
صورت مین اگر وہ لڑکا کہے کہ الٰہی تونے اس کا مرتبہ کیون زیادہ کیا تو اللہ تعالی فرماویگا کہ اسلیے کہ یہ بالغ ہوا اور طاعت مین محنت کی پھر
لڑکا یہ کہیگا کہ الٰہی تونے مجھکو تو لڑکپن مین مار دیا تھا تیرے اوپر واجب تو یہ تھا کہ میری زندگی باقی رکھتا تاکہ مین بالغ ہو جاتا اور طاعت مین
کوشش کرتا تونے عدل اس بات مین نہ کیا کہ اُسکی عمر زیادہ کی اور میری نہ کی اسمین میرا قصور نہین پھر کس وجہ سے اُسکو فضیلت دی اللہ تعالی فرماویگا
اسلیے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بالغ ہوتا تو شرک یا معصیت کرتا تو تیرے حق مین مناسب تر یہی تھا کہ لڑکپن مین مر جاوے یہ عذر خدا تعالی کی
طرف سے معتزلی بیان کرتے ہین اب اُنپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ جب اللہ تعالی لڑکے کے سوال مین ارشاد اس طرح کا کریگا تو اُسوقت دوزخ کے
طبقات مین سے کافر پکارینگے اور کہینگے کہ الٰہی یہ تو تجھے معلوم ہی تھا کہ ہم بڑے ہوکر شرک کرینگے تو تونے ہمکو لڑکپن ہی مین کیون نہ مار دیا
ہم تو اس مسلمان لڑکے کے درجے سے کمتر پر بھی راضی تھے تو اسکا جواب کیا دیا جاویگا - اب اس صورت مین یہ یقین کرنا واجب ہی کہ خداوند
کریم کے معاملات جلال کی جہت سے ایسے نہین کہ معتزلیونکی میزان مین اُنکی گنجایش ہو پس اگر یہ کہو کہ اللہ تعالی بندون کے حق مین
مناسب تر فعل کی رعایت پر قادر بیشک ہی پھر اُنپر اسباب عذاب کو مسلط کر دینا قبیح ہی حکمت سے بعید تو اُسکا جواب یہ ہی کہ قبیح کے معنی یہ ہین کہ
چیز غرض کے موافق نہو یہانتک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے حق مین قبیح ہوتی ہی اور دوسرے شخص کے حق مین بشرطیکہ اُسکی غرض کے موافق پڑے
اچھی ہوتی ہی مثلاً کسی کا مارا جانا اُسکے اقربا قبیح جانتے ہین اور اُسکے دشمن اچھا سمجھتے ہین تو اگر تمھاری غرض قبیح سے یہ ہے کہ یہ امر
خدا تعالی کی غرض کے موافق نہین تب تو محال ہی اسلیے کہ اُسکو کوئی غرض نہین اسی لیے معنون کے اعتبار سے اُس سے قبیح متصور نہین
جیسے کہ ظلم اُس سے متصور نہین یعنی ملک غیر مین اُسکا تصرف کرنا ہو نہین سکتا اسلیے ظلم بھی اُس سے محال ہی اور اگر قبیح سے یہ غرض ہی
کہ جو اورون کی غرض کے موافق نہو تو اُسکو خدا تعالی پر محال کیون کہتے ہو یہ تو صرف ایک تمنا ہی اُسکے خلاف پر وہی صورت شاہد
ہی جو ہمنے دوزخیون کے مناظرہ کی فرض کی ہی علاوہ ازین حکیم کے معنی یہ ہین کہ چیزون کی حقیقتون سے آگاہ اور اُنکے افعال کو اپنے
ارادے کے موافق منضبط کرنے پر قادر ہو اور اسمین یہ بات نہین پائی جاتی کہ مناسب تر کی رعایت کرنی حکیم پر واجب ہو اور ہم مین کے

حکیم جو رعایت مناسب تر کی کرتے ہین وہ صرف اپنے نفس کے لحاظ سے کرتے ہین کہ دنیا مین اُسکے باعث تعریف حاصل ہو اور
آخرت مین ثواب یا اُسکی جہت سے کوئی آفت اپنے اوپر سے دفع کرین اور یہ باتین اللہ تعالیٰ پر محال ہین اسلیے اصلح کی رعایت کا
اُسپر واجب ہونا بھی محال ہے **آٹھوین اصل** یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور طاعت اُسکے واجب کرنے اور اُسکی شریعت کی جہت سے
واجب ہے عقل کی جہت سے واجب نہین معتزلی اسمین بھی خلاف کرتے ہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگر عقل خدے تعالیٰ کی طاعت کو واجب
کرے تو دو حال سے خالی نہین یا تو بیفائدہ واجب کریگی اور یہ محال ہے اسلیے کہ عقل لغو کی موجب نہین ہوتی ور یا کسی فائدے کے لیے واجب کریگی
اور فائدہ یا تو معبود کا ہوگا اور یہ بھی خدا تعالیٰ کے حق مین محال ہے کہ وہ سب فائدون اور غرضون سے پاک ہے بلکہ کفر اور ایمان اور طاعت اور عصیان
اُسکے حق مین دونون برابر ہین خواہ بندے کا فائدہ ہوگا اور یہ بھی محال ہے اسلیے کہ بالفعل بندے کی کوئی غرض اُس سے متعلق نہین بلکہ طاعت
پر جو محنت کرتا ہے اور اپنے شہوات سے اُسکے باعث باز رہتا ہے اُسکا انجام بجز ثواب و عقاب کے اور کچھ نہین اور یہ کہا ن سے جان لیا کہ خدا تعالیٰ
معرفت اور طاعت پر ثواب ہی عنایت کریگا عذاب نہ کریگا اُسکے نزدیک تو طاعت اور معصیت برابر ہین کیونکہ اُسکو دونون مین سے کسی کی
طرف میل نہین اور نہ اُنہین سے کسی کو اُسکے ساتھ خصوصیت ہے بلکہ اُسکی تمیز شریعت ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور جسنے اس امر کو خلق کے اوپر
قیاس کیا کہ مخلوق کی شکر گزاری سے مخلوق خوش اور محظوظ ہوتی ہے اور ناشکری سے ناخوش ہوا کرتی ہے تو اسیطرح خالق کا حال ہے کہ طاعت
سے اُسکو راحت ہوتی ہے اور معصیت سے نہین ہوتی تو یہ اُس شخص کی خطا ہے پس اگر کوئی یون کہے کہ جب طاعت اور معرفت کا وجوب بجز
شریعت کے اور کسی چیز سے نہ رہا اور شریعت جبتک نہین حاصل ہوتی ہے جبتک کہ مکلف اُسمین نظر نہ کرے تو اگر مکلف شخص
پیغمبر سے یہ تقریر کرے کہ عقل مجھپر نظر کو واجب نہین کرتی اور نہ شریعت بدون نظر کرنے کے مجھپر تاثیر کرے اور مین خود نظر پر
جرأت نہین کرتا تو چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکا جواب کچھ نہ دے سکین تو ہم کہتے ہین کہ یہ اُس شخص کا کہنا ایسا ہے
جیسا زید عمرو سے کہے اور وہ کسی جگہ مین کھڑا ہو کہ تیرے پیچھے ایک درندہ بلا کو ہے اگر تو یہا ن سے نہ ٹلیگا تو وہ تجھے مار ڈالے گا اور
اگر تو اپنے پیچھے منہ پھیر کر دیکھے گا تو میرا سچ کہنا تجھے معلوم ہو جاویگا اُسکے جواب مین عمرو کہے کہ تیرا سچ جبتک مین مڑ کر نہ دیکھون
مجھے ثابت نہوگا اور جبتک مجھے تیرا سچ نہ ثابت ہو جاوے مڑنا اور دیکھنا کیا ضرور ہے تو ظاہر ہے کہ اس قول سے عمرو کی حماقت پائی جاویگی
اور خود نشانہ تیر بلا ہوگا زید کا اسمین کیا ضرر ہوگا اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمھارے پیچھے موت ہے اور اُسکے اس طرف
درندے بلا کو اور دہکتی آگ ہے اگر تم اُن سے اپنی تدبیر بچاؤ کی نہ کرلوگے تو تمکو وہ تباہ کر دینگے اور میرا سچ تمکو میرے معجزون کے دیکھنے سے معلوم ہو جاویگا
پس جو شخص معجزون کی طرف ملتفت ہو کر اپنا بچاؤ کر لیگا وہ بچ جاویگا اور جسنے التفات نہ کیا اور خطا پر مصر رہا وہ تباہ اور خراب ہوگا اور
اگر سارے آدمی ہلاک ہو جاوین تو اُسمین مجھپر کچھ ضرر نہین میرا ذمہ تو صرف صاف صاف کہدینے کا ہے غرضکہ شریعت موت کے بعد بلا کو درندون کے
ہونیکو بتاتی ہے اور عقل شریعت کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کا فائدہ دیتی ہے اور جو باتین شرع کے قول کے بموجب کہ آیندہ کو ہونگی اُنکا امکان جانتی ہے
اور طبیعت ضرر سے بچ رہنے پر اُبھارتی ہے اور واجب ہونیکے معنی یہی ہین کہ اُسکے ترک کرنے سے ضرر ہو اور شریعت کو جو واجب کرنیوالی کہتے ہین
اس سے یہ مراد ہے کہ شریعت اُس ضرر کو بتاتی ہے جسکی توقع آیندہ کو ہو کیونکہ عقل تو اس بات کی ہدایت نہین کرتی کہ شہوات کی پیروی

کرنے سے موت کے بعد ضرر کا نشانہ بننا پڑیگا۔ پس یہ معنی ہین شرع اور عقل کے اور واجب کے باب مین اُنکی تاثیر کے اور اگر بالفرض
مامور بہ کے ترک پر عذاب کا خوف نہوتا تو وجوب بھی ثابت نہوتا اسلیے کہ واجب تو اُسی کو کہتے ہین جسکے ترک کرنے سے آخرت مین کوئی
ضرر متعلق ہو **نوین اصل** یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کا بھیجنا محال نہین اسمین فرقہ براہمہ کا خلاف ہے وہ کہتے ہین کہ رسولونکے بھیجنے مین
کچھ فائدہ نہین عقل کے ہوتے اُنسے کچھ مطلب نہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ عقل سے وہ کام نہین معلوم ہوتے جو آخرت مین نجات کے موجب
ہون جیسے کہ عقل سے وہ دوائین جو صحت کی مفید ہون معلوم نہین ہوتین تو مخلوق کو انبیا کی ایسی ہی حاجت ہے جیسے اُنکو طبیب کی حاجت ہے
فرق اتنا ہے کہ طبیب کا قول تجربہ سے سچ مانا جاتا ہے اور نبی معجزہ سے **دسوین اصل** یہ ہے کہ اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور
پہلی شریعتون یعنی یہود و نصاری اور مجوسیون کی ملتونکا ناسخ بھیجا اور ظاہر معجزات اور غالب کرامات سے آپکی تایید فرمائی جیسے چاند کا
شق ہونا اور کنکرون کا تسبیح پڑھنا اور چوپایہ کا بولنا اور انگلیون کے بیچ مین سے پانی کا بہنا وغیرہ اور آپکے ظاہر معجزات مین سے یہ ہے کہ تمام
عرب پر اسکے باعث آپکو فوق ہوا قرآن مجید ہے کہ باوجودیکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت مین دم بھرتے تھے اُسکے مقابلے پر قادر نہوئے اسلیے
کہ جو کچھ عمدگی اور ترتیب کی خوبی اور عبارت کی درستی اُسمین ہے آدمی کی طاقت نہین کہ اسکو جمع کرسکے اور باتون مین سب مین مزاحمت کی
کہ گرفتار کرنا اور لوٹ لینا اور قتل کا ارادہ کرنا اور وطن سے نکال دینا سب کچھ کیا چنانچہ اللہ تعالی نے اُنکا یہ سب حال فرما دیا مگر قرآن کے مثل
نہ لاسکے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھے اور کتابونسے مس نہ تھا علاوہ ازین کلام مجید مین پہلے لوگونکی خبرین اور بہت سے
امور مین غیب کے حالات بیان کردیے ہین جنکا سچ آخر کو معلوم ہوا جیسے یہ آیت ہے لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم و مقصرین الخ
اور یہ آیت الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین اور معجزہ جو رسول کے سچ ہونے پر دلالت کرتا ہے سکی
وجہ یہ ہے کہ جو فعل کہ آدمی اُس سے عاجز ہون وہ بجز خدا تعالی کے فعل کے دوسرے کا نہوگا تو جب اسطرحکا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ متصل ہوگا تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ گویا خدا تعالی فرماتا ہے کہ یہ رسول سچ کہتا ہے اور اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور مین
کھڑا ہو اور اُسکی رعیت کے سامنے دعوی کرتا ہو کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون تو اگر یہ شخص بادشاہ سے کہے کہ اگر مین اس دعوی مین سچا ہون
تو آپ اپنے تخت پر تین بار خلاف عادت اُٹھیے اور بیٹھیے اور بادشاہ اسکے کہنے سے ویسا ہی کرے تو جو لوگ وہان موجود ہونگے ظاہر ہے کہ یہ اُنکو
معلوم ہوجاویگا کہ بادشاہ نے گویا یہ کہدیا کہ ایلچی سچ کہتا ہے چوتھا رکن سنی ہوئی چیزون کے بیان مین اور جن امور کی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خبر دی ہے اُنکو سچ جاننے مین اور اسکا مدار دس اصلونپر ہے **پہلی اصل** یہ کہ حشر اور نشر ہوگا کہ شریعت مین اُسکی خبر آچکی ہے اور اسکا
سچ جاننا واجب ہے اسلیے کہ اسکا وجود عقل مین ممکن ہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ بعد فنا کے دوبارہ موجود ہونا اور یہ امر خدا تعالی کی قدرت مین خالی ہے
جیسے اُسنے اول پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہے قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ اسمین ابتدا مین پیدا کرنے سے دوبارہ
پیدا کرنے پر استدلال فرمایا اور دوسری جا ارشاد ہے ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ اور دوبارہ پیدا کرنا دوسری ابتدا ہے پس وہ مثل ابتدائے اول کے
ممکن ہے **دوسری اصل** منکر نکیر کا سوال حادیث مین آچکا ہے تو اُسکی تصدیق بھی واجب ہے اسلیے کہ عقل کی رو سے وہ ممکن ہے کیونکہ اس سے
یہی لازم آتا ہے کہ زندگی دوبارہ کسی ایسی جزو مین آجاوے جس سے خطاب کیا جاوے اور یہ امر بذات خود ممکن ہے اور اسپر یہ اعتراض نہین ہوسکتا

کہ میت کے اجزاء تو ساکن رہتے ہین اور ہمکو منکر نکیر کا سوال سُنائی نہین دیتا کیونکہ سوتا آدمی بھی ظاہر مین ساکن ہوتا ہی مگر اندر سے رنج اور لذتین ایسی پاتا ہی کہ جاگنے کے بعد بھی اُنکا اثر پاتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کلام سنتے تھے اور اُنکو دیکھتے تھے اور آپکے لوگ نہ سنتے تھے اور نہ دیکھتے تھے اور نہ اُنکے علم مین سے کوئی چیز معلوم کرسکتے تھے الا ماشاء اللہ غرضکہ اُن لوگونکے لیے سننا اور دیکھنا فرشتون کا پیدا نہین کیا گیا تھا اسلیے حضرت جبرئیل کو نہ دیکھا **تیسری اصل** عذاب قبر شریعت سے ثابت ہی اللہ تعالی فرماتا ہی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف کے سب نیکبختون سے مشہور چلا آتا ہی کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور قبر کا عذاب ممکن ہی تو اُسکی تصدیق کرنی واجب ہی اور میت کے اجزاء کا درندون کے پیٹ مین اور پرندون کے پوٹون مین بٹ جانا عذاب قبر کی تصدیق کا مانع نہین اسلیے کہ عذاب کا درد تو حیوان مین سے خاص اجزاء کو معلوم ہوا کرتا ہی اللہ تعالی مین قدرت ہی کہ اوراک ان اجزا مین پھر سے پیدا کردے **چوتھی اصل** میزان ہے جس کے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہی ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ اور دوسری جا ارشاد ہی فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون اور اسکی دلیل یہ ہی کہ خدا تعالی کے نزدیک جتنا عملون کا رتبہ ہوتا ہی اُسی کے موافق نامۂ اعمال مین وزن پیدا کردیتا ہی اس سے بندونکے اعمال کی مقدارین بندونکو معلوم ہوجاوینگی تاکہ اُنپر یہ بات کھل جاوے کہ اگر عذاب کریگا تو عدل ہی اور اگر ثواب دیگا تو عفو اور فضل ہی **پانچوین اصل** پل صراط یعنی دوزخ کی پشت پر بنا ہوا ہی کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی اللہ تعالی فرماتا ہی فاہدوہم الی صراط الجحیم وقفوہم انہم مسئولون اور اس پل کا ہونا ممکن ہی اسلیے اُسکا سچ جاننا بھی واجب ہی اور وجہ ممکن ہونیکی یہ ہی کہ جو شخص اس بات پر قادر ہی کہ پرندکو ہوا مین اُڑادے وہ اس بات پر بھی قادر ہی کہ آدمی کو اُس پل کے اوپر چلاوے **چھٹی اصل** یہ کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اللہ تعالی فرماتا ہی وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموات والارض اعدت للمتقین لفظ اعدت سے معلوم ہوتا ہی کہ جنت مخلوق ہی اسلیے اسکو باعتبار ظاہر الفاظ کے رہنے دینا واجب ہی کیونکہ کوئی محال اُسمین نہین اور اگر کوئی یہ کہے کہ روز جزا سے پہلے ان دونون کے پیدا کرنے مین کچھ فائدہ نہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو کچھ خدائے تعالی کرتا ہی اُس سے اُسکی بازپرس نہین اور بندون سے پوچھ ہوگی **ساتوین اصل** یہ کہ امام برحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر ہین پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہین فرمائی اسلیے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو اولی یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی حاکم یا امیر آپنے کہین مقرر فرمایا وہ چھپا نہین رہا یہ تو اُسکی نسبت کرنے زیادہ ظاہر ہونا چاہیے تھا یہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہوگیا تھا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ ہم تک وہ حال نہ پہونچا حاصل یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق لوگون کے پسند کرنے اور بیعت کی جہت سے امام ہوے اور اگر بالفرض کہا جاوے کہ نص دوسرے کے لیے تھی تو کل صحابہؓ کو کہنا ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور اجماع کا خلاف کرنا ہی اور یہ بات ایسی ہی کہ رافضیون کے سوا اور کسی سے اسپر جرأت نہین ہوتی اہل سنت کا اعتقاد یہ ہی کہ سب صحابہ کو اچھا کہین اور جسطرح

پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگارون کے ۱۲

کہ خدائے تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تعریف کی اُسیطرح اُنکی تعریف کرین۔ اور جو نزاع کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رض
کرم اللہ وجہہ مین ہوا اُسکی بنا اجتہاد پر تھی یہ نہین کہ امامت کے باب مین حضرت معاویہ کی طرف سے ہوا ہو بلکہ حضرت علی رض نے یہ گمان کیا
کہ حضرت عثمان غنی رض کے قاتلون کو سپرد کر دینے کا انجام یہ ہوگا کہ امامت کا معاملہ ابھی درہم و برہم ہو جاویگا باین لحاظ کہ اُنکے قبائل بہت مین
اور لشکر مین ملے جلے ہین اسلیے اُنکے سپرد کرنے مین تاخیر کو اچھا جانا اور حضرت امیر معاویہ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے اُنکی
بابت تاخیر کرنی اامون کے اوپر اُنکو اُبھارنا ہی اور کشت وخون ناحق کے درپے ہونا۔ اور بڑے بڑے علما کا قول ہی کہ ہر مجتہد مصیب ہی اور
بعضے یہ کہتے ہین کہ صواب کو پہونچنے والا ایک ہی ہوتا ہی اور یہ کسی اہل علم کی تجویز نہین ہی کہ حضرت علی رض کو کہا ہو کہ خطا پر تھے آٹھوین اصل
یہ کہ صحابہ رض کا فضل اس ترتیب سے ہی جسطرح پر کہ خلافت ہوئی اسلیے کہ فضل واقع مین وہ ہی جو اللہ تعالی کے نزدیک ہو اور یہ امر ایسا ہی کہ بجز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی اُسپر مطلع نہین ہوتا اور اُن سب کی تعریف مین آیات اور احادیث بہت سی وارد ہین اور فضل کے دقایق
اور اُسکی ترتیب کو وہی لوگ جانتے ہین جو وحی اور قرآن مجید کے اُترنے کو دیکھتے تھے اور قرآن حال سے فضل کے دقایق معلوم کرتے تھے
پس اگر وہ لوگ بزرگی کو اس ترتیب کے ساتھ نہ سمجھے ہوتے تو خلافت کو اس طرح ترتیب نہ دیتے اسلیے کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالی
کے باب مین نہ ملامت گردن کے طعن سے ڈرتے تھے اور نہ انکو امر حق سے کوئی مانع باز رکھتا تھا نوین اصل یہ کہ امامت کی شرطین بعد اسلام
اور بلوغ اور عقل اور آزادی کے پانچ ہین مرد ہونا اور ورع اور علم اور کفایت اور قریشی ہونا اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا الائمۃ من قریش یعنی امام قریش مین سے ہوتے ہین اور جب بہت سے لوگ ایسے ہون جنمین یہ پانچون صفتین موجود ہون تو امام وہ ہوگا
جسکے لیے بیعت اکثر خلق کی ہو جاوے اور جو اکثر لوگون کا خلاف کرے وہ باغی ہی اُسکو حق کے انقیاد کی طرف پھیرنا واجب ہی دسوین
اصل یہ کہ جو شخص امامت کا کفیل ہو اگر اسمین ورع اور علم کا وجود دشوار ہو اور اُسکے معزول کر دینے سے ایسا فتنہ برپا ہوتا ہو جسکی تاب
لوگون کو نہو تو ہم یہی کہینگے کہ اُسکی امامت درست ہی اسواسطے کہ اگر اُسکو معزول کر دیا جائے تو دو حال سے خالی نہین یا دوسرا اُسکی جگہ پر ہو
یا بالکل امامت خالی رہے اگر پہلی صورت ہوگی یعنی اُسکی جگہ دوسرا مقرر کیا جاویگا تب تو جتنا ضرر مسلمانونکو فتنہ برپا ہونے سے ہوگا وہ اُس
نقصان کی نسبت کر زیادہ ہوگا جو امام مذکور مین شروط امامت کے ناقص ہونے کی جہت سے اُنکو ہوگا کیونکہ شروط مذکورہ صرف زیادتی
مصلحت کے لیے ٹھہرائی گئی ہین تو زیادتی مصلحت کے فوت ہونے کے خوف سے اصل مصلحت کو دور کرنا خوب نہین جیسے کوئی ایک محل بناوے اور
شہر کو گراوے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی شہر امام سے خالی رہین تو سب مقدمات بگڑ جاوینگے یہ کسیطرح ہو نہین سکتا اسلیے ضرور اول ہی
صورت قائم رہیگی علاوہ ازین ہم حکم دیتے ہین کہ باغیون کا حکم اُنکے شہر مین درست ہی اس نظر سے کہ اُنکو حاجت ہوتی ہی تو حاجت اور
ضرورت کے ہوتے ہوئے امامت کیسے درست ہوگی غرضکہ یہ چارون رکن جو چالیس اصول پر مشتمل ہین یہ عقائد کے قواعد ہین جو کوئی اُنکا معتقد ہوگا
وہ اہل سنت وجماعت کے موافق اور بدعت کے فرقے سے علحدہ ہوگا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ اپنی توفیق سے ہمکو راستی پر رکھے
اور اپنے جود اور احسان وفضل سے راہ حق کی طرف ہمکو ہدایت کرے وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ بارک وسلم چوتھی فصل ایمان
اور اسلام مین اور ان دونون مین جو کچھ اتصال اور جدائی ہی اور جو کمی بیشی ان دونون پر طاری ہوا کرتی ہی اور سلف کے لوگ جو

انشاء اللہ ان دونون کے باب مین کہتے تھے اُسکی وجہ کے ذکر مین اور اس فصل مین تین مسئلے ہین **اول** اس باب مین لوگون کا اختلاف ہے
کہ اسلام ایمان ہی ہے یا دوسری چیز ہے اور اگر دوسری چیز ہے تو اس سے جدا پایا جاتا ہے یا اُسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہے پس بعض لوگ
کہتے ہین کہ دونون ایک ہی ہین اور بعض کا قول ہے کہ دو چیزین ہین آپسمین ملتی نہین جدا جدا ہین اور بعضے یہ کہتے ہین کہ دو ہین مگر ایک دوسرے سے
وابستہ رہتی ہین اور ابو طالب مکی نے اس باب مین ایک بہت بڑی تقریر نہایت بیہودہ لکھی ہے اب ہم حق صریح کو بیان کرتے ہین بدون اس بات کے
کہ ایسی تقریر نقل کرین جسمین کچھ فائدہ نہو۔ واضح ہو کہ اس باب مین تین بحثین ہین اول اس باب مین کہ لغت مین دونون لفظون کے معنی کیا ہین دوم شرع
کے بولنے مین ان دونون سے کیا مراد ہے سوم ان دونون کا حکم دُنیا اور آخرت مین کیا ہے غرض کہ اول بحث لغوی ہے اور دوسری تفسیری اور
تیسری فقہی شرعی **بحث اول** معنی لغوی کے بیان مین سو اس مین حق یہ ہے کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما انت بمؤمن لنا
مومن سے مراد مصدق یعنی تصدیق کرنیوالے سے ہے اور اسلام کے معنی فرمانبرداری کو ماننے اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑنے کے ہین
اور تصدیق کا ایک محل خاص ہے یعنی وہ دل سے ہوتی ہے اور زبان اُسکی ترجمان یعنی بیان کرنیوالی ہے اور ماننا عام ہے دل اور زبان اور اعضا
سب سے ہوتا ہے کیونکہ جو تصدیق دل سے ہے وہ تسلیم اور ترک انکار ہے اسیطرح زبان سے اقرار کرنا اور طاعت اور انقیاد اعضا سے کرنا ہے حاصل
یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے اسلام عام ہے اور ایمان خاص اور اسلام کے اجزا مین سے اشرف کا نام ایمان ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق
تسلیم ہے اور یہ نہین کہ ہر تسلیم تصدیق ہو **بحث دوم** اطلاق شرعی کے ذکر مین اور اس باب مین حق یہ ہے کہ شریعت مین ان دونو نکا استعمال
تینون طور پر آیا ہے یعنی دونون کے ایک معنی ہون یا جدا جدا ہون یا ایک کے معنون مین دوسرے کے معنی داخل ہون دونونکے ہم معنی ہونیکی مثال
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاخرجنا من کان فیها من المؤمنین فما وجدنا فیها غیر بیت من المسلمین اور یہ امر باتفاق ثابت ہے کہ ایک ہی گھر تھا
اُسی کے لیے مؤمنین اور مسلمین ارشاد فرمایا یا قوم ان کنتم آمنتم باللہ فعلیه توکلوا ان کنتم مسلمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ بنی الاسلام علی خمس اور ایک بار جو آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو اُسکے جواب مین بھی یہی پانچون رکن ارشاد فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان
اور اسلام دونون ایک ہی ہین اور دونونکے جُدا جُدا ہونے کی مثال یہ آیت ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا یعنی یہ کہو کہ ہمنے
ظاہر مین انقیاد و قبول کیا اور اس جگہ سے مراد فقط دل کی تصدیق ہے اور اسلام سے غرض زبانی خواہ اعضا کی ظاہری فرمانبرداری ہے
اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مین ہے کہ جب اُنھونے آپسے ایمان کا حال پوچھا تو فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون
اور رسولون پر اور قیامت کے دن پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر اور حساب پر خیر و شر کو اُسی کی طرف سے جاننے پر ایمان ہے پھر پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے
تو جواب مین یہی پانچ خصلتین مذکور فرمائین یعنی اسلام کو بیان فرمایا کہ قول اور عمل سے تسلیم کرنے کو کہتے ہین اور سعد بن ابی وقاص رض کی
حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کچھ عطا کیا اور دوسرے کو وہ نہ دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم آپنے اُس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے آپ نے فرمایا کہ مومن ہے یا مسلم پھر دوبارہ اُنھون نے وہی عرض کیا آپنے دوبارہ ہی
جواب دیا اور ایک کے معنی دوسرے مین داخل ہونیکی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے کونسا افضل ہے
آپ نے فرمایا کہ اسلام پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون

مختلف بھی ہین اور ایک دوسرے مین داخل بھی اور یہ امر لغت کی روسے استعمالون مین سب سے اچھا ہی اسلیے کہ ایمان اعمال مین سے ایک عمل
ہی جو سب اعمال سے افضل ہی اور اسلام تسلیم کا نام ہی خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضا سے اور ان سب مین بہتر وہ تسلیم ہی جو
دل سے ہو اور یہ دل کی تسلیم وہی تصدیق ہو جسکو ایمان کہتے ہین اور ان دونون کا استعمال جداگانہ طور پر خواہ تداخل یا ترادف کے
طور پر مجاز فی اللغۃ کے طریق سے خارج نہین مثلاً جداگانہ طور پر اسطرح ہو کہ ایمان کو فقط دل کی تصدیق کا نام کہین تو لغت کے موافق ہوگا
اور اسلام کو تسلیم ظاہری ٹھہراوین یہ بھی لغت کے موافق ہی اسلیے کہ تسلیم اگر تسلیم کی بعض جگہون سے بھی ہوگی تو اسکو بھی تسلیم ہی کہینگے یہ تو شرط
نہین کہ جہان جہان معنی کا پایا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ سب حاصل ہی ہون جیسے مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی ٹکڑے سے
چھووے تو چھونے والا کہلاویگا گو سب بدن چھونے مین شامل نہین اسیطرح لفظ اسلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بولنا جسوقت کہ باطن کی
تسلیم نہو لغت کے مطابق ہی اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہی قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد سعد کی حدیث مین کہ یا مسلم ہی اسلیے کہ آپنے مومن کو مسلم پر ترجیح دی اور ہماری غرض دونون کے معنون کے جدا ہونے سے یہی ہے کہ
ایک دوسرے سے بڑھکر ہو اور تداخل کے طور پر بھی لغت کے موافق ہوگا یعنی اسلام کو یہ ٹھہراوین کہ دل اور قول اور عمل سب سے تصدیق کا
نام ہی اور ایمان کو کہین کہ بعض تصدیق کا نام ہی جو اسلام مین داخل ہی یعنی صرف دل کی تصدیق اور ہماری غرض تداخل سے یہی ہی اور ایمان کو
خاص کر دینا اور اسلام کو عام کر دینا لغت کے موافق ہی اور اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہی کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کونسا
اسلام افضل ہی تو آپنے ایمان فرمایا یعنی آپنے ایمان کو خاص کر کے اسلام مین داخل کر دیا اور انکے ایک معنون میں استعمال کی مثال یہ ہی کہ
اسلام کے معنی تسلیم کے لیے جاوین جو دل اور ظاہر دونون سے ہو کیونکہ تسلیم بہرحال ہوگی اور ایمان کے معنی بھی یہی کر دیے جاوین اس صورت
مین صرف اتنا تصرف ہوگا کہ ایمان مین جو خصوصیت دل کے تسلیم کی تھی اُسکو عام کر دیا جاویگا اور ظاہر کی تسلیم کو بھی اسمین داخل کیا جاویگا
اور یہ تصرف درست ہی اسلیے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتی ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ درخت بولتے ہین
اور تسامح کے طور پر اُس سے درخت مع پھل مراد ہوتا ہی تو اتنے تصرف سے ایمان ہم معنی اسلام کا اور اُسکے مطابق ہو جاویگا نہ اس سے زیادہ
ہوگا نہ کم اور اسی بنا پر یہ ارشاد خداوندی ہی فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین **تیسری بحث** حکم شرعی کے ذکر مین۔ اسلام اور ایمان کے
دو حکم ہین ایک دنیاوی دوسرے اخروی حکم اخروی یہ ہی کہ آتش دوزخ سے نکالنا اور اسمین ہمیشہ رہنے کا مانع ہونا کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان اور اس باب مین لوگونکا اختلاف ہی کہ یہ حکم کس چیز پر
مترتب ہوتا ہی یعنے وہ ایمان کونسا ہی جسکا نتیجہ آتش دوزخ سے نکلنا ہی بعض کا قول تو یہ ہی کہ صرف یقین کرنیکا نام ہی اور کچھ یہ کہتے ہین
کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہی اور بعض تیسری بات اور بڑھاتے ہین یعنی اعضا سے عمل کرنا اور ہم اس باب مین اصل
مطلب کو واضح کرتے ہین کہ واقع مین یہ ہی کہ جو کوئی ان تینون باتون کا جامع ہوگا تو اسمین خلاف کسی کا نہین کہ بیشک اُسکا ٹھکانا
جنت مین ہوگا یہ تو ایک درجہ ہوا دوسرا درجہ یہ ہی کہ دو باتین پائی جاوین اور کچھ تیسری بھی ہو یعنی دل سے یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور
کچھ عمل پائے جاوین مگر اُس شخص نے ایک یا زیادہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا ہو تو اس صورت مین معتزلی یہ کہتے ہین کہ وہ شخص ایمان سے

خارج ہوا مگر کفر مین داخل نہین ہوا بلکہ اُسکا نام فاسق ہی اور ایک درجہ ہی ایمان اور کفر کے درمیان مین اور ایسا شخص دوزخ مین ہمیشہ رہیگا
اور یہ قول باطل ہی چنانچہ عنقریب اُسکا ہم بیان کرینگے تیسرا درجہ یہ ہی کہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار پایا جاوے اور اعضا سے
اعمال نہون ایسے شخص کے حکم مین لوگون نے اختلاف کیا ہی ابو طالب مکی کا قول یہ ہی کہ عمل کرنا جزو ایمان ہی اور ایمان بدون عمل کے پورا
نہین ہوتا اور اسپر اجماع کا دعوی ایسی دلیلون سے کیا ہی جنسے اُنکے مطلب کا خلاف معلوم ہوتا ہی جیسے مثلاً دلیل مین یہ آیت نقل کی ہی
الذین آمنوا وعملوا الصالحات کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہی ایمان مین داخل نہین ورنہ عمل حکم معادہ مین ہوگا اور
تعجب یہ ہی کہ اس قول پر اجماع کا دعوی کرتے ہین اور باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نقل کرتے ہین کہ کسی شخص کو کافر نہ
کہا جاوے مگر اُس صورت مین کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہی اُسکا منکر ہو اور فرقۂ معتزلہ جو کبیرہ گناہون کے سبب دوزخ مین ہمیشہ رہنے
کے قائل ہین اُنکے قول کا انکار کرتے ہین حالانکہ جو اُنکے قول کا قائل ہی وہ بعینہ معتزلیون کے مذہب کا قائل ہوگا کیونکہ ہم اُس سے یہ کہینگے
کہ جو شخص اپنے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے شہادت ادا کرے اور اُسیوقت مر جاوے تو وہ جنت مین جاویگا یا نہین اُسکے جواب مین
وہ یہی کہیگا کہ ہان جنت مین جاویگا تو اس صورت مین ایمان بدون عمل کے کہنا پڑیگا اب ہم کچھ زیادہ کرکے پوچھینگے کہ وہی شخص اگر بالفرض
اتنا زندہ رہے کہ اُسپر ایک نماز کا وقت آجاوے اور وہ اُسکو ترک کرے اور مر جاوے یا زنا کرے اور مر جاوے تو وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا
یا نہین اگر وہ جواب دے کہ رہیگا تب تو معتزلہ ہونا ہی مطلب ہی اور اگر کہے گا کہ نہین تو اس بات کی تصریح ہی کہ عمل جزو ایمان نہین اور
نہ ایمان کے وجود مین شرط ہی اور نہ اُسکے باعث جنت کا استحقاق ہی اور اگر یہ کہے کہ میری غرض یہ ہی کہ وہ شخص بہت مدت تک جیوے
اور نماز نہ پڑھے اور نہ اور کوئی عمل شرعی بجا لاوے تو ہم یہ کہینگے کہ اُس مدت کو معین کرو اور طاعتونکے شمار بتلاؤ جنکے چھوڑنے سے
ایمان جاتا رہتا ہی اور کبیرہ گناہون کی گنتی کیا ہی جنکے ارتکاب سے ایمان باطل ہوتا ہی اور یہ بات ایسی ہی کہ اسکی مقدار نہین ہوسکتی اور نہ کبھی
کوئی اس طرف گیا چوتھا درجہ یہ ہی کہ دل کی تصدیق پائی جاوے اور ہنوز نوبت زبان سے اقرار اور عمل مین مصروف ہونیکی نہ پہونچی ہو کہ مر جاوے
تو اسکا جواب یہ کہیگا کہ اپنے اور خدا تعالی کے نزدیک ایمان سے مرا حالانکہ اس مسئلے مین اختلاف ہی اور جو شخص کہ ایمان کے پورا ہونے مین
قول زبانی کی شرط کرتا ہی اُسکا یہ کہنا ہوگا کہ یہ شخص ایمان سے پہلے مرا اور یہ قول فاسد ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی
کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اس شخص کا دل تو ایمان سے لبالب تھا یہ کیسے دوزخ مین ہمیشہ رہیگا
اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مین ایمان کی شرط بجز اسکے اور کچھ نہین کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور روز آخرت
کی تصدیق کرے جیسے پہلے بیان ہوا پانچوان درجہ یہ ہی کہ دل سے تصدیق کرے اور عمر مین اتنی مہلت بھی ملے کہ شہادت کے دونون کلمے
کہلے اور انکا واجب ہونا معلوم کر لے مگر اُنکو زبان سے ادا نہ کرے تو یہ احتمال ہو سکتا ہی کہ اسکا ادا نہ کرنا ایسا ہی جیسے نماز کے پڑھنے سے
باز رہنا اور باوجود اسکے ہم کہینگے کہ وہ شخص مومن ہی اور دوزخ مین مدام نہ رہیگا اسلیے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق ہی اور زبان اس
اعتقاد دلی کا ترجمان ہی تو ضرور ہی کہ زبان کے ادا سے پیشتر بھی ایمان کامل موجود ہوتا کہ اُسکو زبان ادا کرے اور یہی ظاہر تر ہی اسلیے کہ
بجز معانی کی پیروی کے اور کوئی سند نہین اور لغت کی رو سے یہ ہی کہ ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہی کہ دوزخ سے وہ شخص نکل جاوے گا جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اگر آدمی واجب امر کے بولنے سے سکوت کرے تو دل
مین سے ایمان نہین جائیگا جیسے فعل واجب کے نکرنے سے نیست نہین ہوتا۔ اور بعضے یہ کہتے ہین کہ زبان سے کہنا بھی ایمان کا
جزو ہی اسلیے کہ شہادت کے دونون کلمے دل کے حال سے خبر نہین دیتے بلکہ وہ دوسرے معاملہ کا انشا اور ابتدا اور التزام ہین اور اول قول
ظاہر تر ہی اور اس قول مین فرقہ مرجیہ نے یہانتک مبالغہ کیا ہی کہ یہ شخص کبھی آگ مین نہ جاویگا انکا یہ قول ہی کہ مومن اگرچہ نافرمانی کرے
مگر دوزخ مین نجاوے گا اور ہم انکے قول کو بھی عنقریب باطل کرینگے تیسرا درجہ یہ ہی کہ زبان سے کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر دل مین
اسکی تصدیق نکرے تو ہمکو اسبات مین شک نہین کہ ایسا شخص آخرت کے حکم مین کافرون مین سے ہوگا اور ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اور اسمین
بھی شک نہین کہ دنیا کے احکام مین جو متعلق اماموں اور حکام کے ہین وہ مسلمانون سے ہوگا اسواسطے کہ اسکے دل پر تو خبر ہو ہی نہین سکتی
ہمپر بھی لازم ہی کہ جو کچھ اسنے زبان سے کہا اسکو یہ خیال کرین کہ یہ قول اسکے دل کے حال پر مطابق ہو لیکن ایک تیسرے امر مین ہمکو شک
ہی کہ اسکے اور خدا تعالی کے درمیان کے معاملہ مین حکم دنیاوی اسپر کیا ہونا چاہیے مثلاً اسی حال مین اگر کوئی اسکا رشتہ دار مسلمان مرجاوے
اور اسکے بعد وہ دل سے تصدیق ایمان کی کرے پھر فتوی پوچھے کہ جب میت رشتہ دار مرا تھا مجکو ایمان یعنی دل کی تصدیق نہ تھی مگر ظاہر اسلام
کی جہت سے اسکی میراث مجھے مل گئی اور اب وہ میرے پاس ہی تو وہ اس معاملہ مین جو مجھ مین اور خدا تعالی مین ہی مجھپر حلال ہے یا نہین
یا اسی پہلی حالت مین کسی مسلمان عورت سے اسنے نکاح کر لیا تھا اور پھر دل سے تصدیق کی تو اب اسپر نکاح کا دوبارہ کرنا لازم ہی یا نہین یہ
حکم محل تردد ہی اسمین یہ بھی ہو سکتا ہی کہ کہا جاوے کہ دنیا کے احکام زبانی قول سے ظاہر اور باطن دونون مین وابستہ ہین اور یہ بھی کہ سکتے ہین
کہ قول زبانی سے غیر شخص کے حق مین وابستہ ہین اسلیے کہ اسکا باطن غیر پر ظاہر نہین اور خود اسکو تو اپنے باطن کا حال ظاہر ہی کہ اسکے اور
خدا تعالی کے درمیان کیا معاملہ ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ اسکو وہ میراث ناجائز ہو اور نکاح کا پھر سے کرنا لازم آوے واللہ اعلم اور اسی سبب سے
حضرت حذیفہ اگر منافقین مین سے کوئی مرتا تھا تو اسکے جنازے پر حاضر ہوتے تھے اور حضرت عمر بھی اسکی رعایت کرتے تھے کہ جس جنازہ سے
پردہ بچاتے تھے آپ بھی تشریف نہ لیجاتے تھے اور نماز دینا مین ایک فعل ظاہر ہی اگرچہ عبادات مین سے ہی اور حرام سے بچنا بھی انہی امور
مین سے ہی جو خدا تعالی کے لیے واجب ہین جیسے نماز ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ اور
یہ تقریر ہماری اس قول کے خلاف نہین کہ ارث اسلام کا حکم ہی اور وہ بھی تسلیم ہی بلکہ تسلیم تام وہ ہی جو ظاہر اور باطن دونون کو شامل ہو اور یہ
بحثین فقہی ظنی ہین کہ ظاہر اور عام الفاظ اور قیاسون پر مبنی ہین تو جو شخص علوم مین قاصر ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ اسبات مین غرض یقین ہی
اور عادت یہ ہوگئی ہی کہ ایسی چیزکو فن کلام مین ذکر کرتے ہین جسمین حکم قطعی مطلوب ہوتا ہی تو جو شخص علوم مین عادتون اور رسمون کی طرف نظر
کرتا ہی اسکو فلاح نہین ہوتی۔ اب اگر یہ کہو کہ معتزلیون اور مرجیون کے شبہہ پڑینگے کیا وجہ ہی اور انکے قول کے باطل ہونیکی کیا دلیل ہی تو اسکا
جواب یہ ہی کہ وجہ انکے شبہونکی عام آیتین قرآن مجید کی ہین چنانچہ مرجیہ کہتے ہین کہ ایماندار آگ مین نہ جاویگا گو سب طرح کے گناہ کرے
اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا اور فرمایا والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون الآیہ اور فرمایا کلما القی فیہا
فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء الآیہ لفظ کلما القی فیہا کا عام ہو تو یہ چاہیے کہ جو دوزخ مین

ڈالا جاوے وہ تکذیب کرنیوالا ہوا اور فرمایا لا یصلٰها الا الاشقى الذى كذب وتولى اس آیت میں حصر اور اثبات اور نفی تینوں موجود ہیں جس سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجز اشقیا اور مکذبین کے اور کوئی آگ میں نجاویگا اور فرمایا من جاء بالحسنة فله خير منها وهم من فزع يومئذ آمنون اور سب حسنات
کی جڑ ایمان ہے تو ایمان والے کو خوف کیسے ہوگا اور فرمایا واللہ یحب المحسنین اور فرمایا انا لا نضیع اجر من احسن عملا یہ انکی دلیل ہے مگر آیتوں سے
انکا مطلب حاصل نہیں ہوتا اسلیے کہ ان آیتوں میں جہاں ذکر ایمان کا ہے اس سے ایمان مع عمل مراد ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ
ایمان سے کبھی اسلام بھی مراد لیا کرتے ہیں یعنے موافقت دل اور قول اور عمل کی اور ایمان میں جو ہم یہ تاویل کرتے ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ بہت سی خبریں
درباب گنہگاروں کے عذاب اور مقدار عذاب کے وارد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے نکالا جاویگا وہ شخص جسکے
دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اس سے بھی ایمان والیکا دوزخ میں جانا ثابت ہے کیونکہ اگر دوزخ میں نجاویگا تو باہر کیسے نکلے گا اور قرآن سے
ثبوت اس طرح ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ہیں جو مغفرت کو اپنی مشیت سے مستثنے فرمایا
سے مجرموں کا کئی قسم ہونا صاف ظاہر ہے اور دوسری جا ارشاد ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا اور جو لوگ کہ اس آیت میں
کفر کی خصوصیت لگاتے ہیں کہ یہ کافروں کا حال ہے تو یہ انکی زبردستی ہے آیت میں کوئی قرینہ اسکا نہیں اور فرمایا الا ان الظلمین فی
عذاب مقیم اور فرمایا من جاء بالسیئة فکبت وجوههم فى النار غرضکہ جیسی عام آیتیں خصوص کی نقل کی ہیں انکے مقابلہ میں یہ آیتیں عام عذاب
مجرموں پر دلالت کرتی ہیں اور تخصیص اور تاویل کرنیکے لیے دونوں جانبوں کو ضرورت ہے اسلیے کہ اخبار میں صاف مذکور ہے کہ عاصیوں
کو عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالی کا ارشاد وان منکم الا واردها بھی گویا صریح ہے اسبات میں کہ آگ میں سب کو جانا ضرور ہے کیونکہ
کوئی مومن گناہ کے مرتکب ہونے سے خالی نہیں اور یہ جو ارشاد ہے لا یصلٰها الا الاشقى الذى كذب وتولى اس سے مراد ایک خاص جماعت ہے یا لفظ
اشقی سے بھی کوئی شخص معین مراد لیا ہے اور کلما القی فیها فوج سالهم خزنتها میں فوج سے مراد کافروں کی فوج ہے اور عام آیتوں کا خاص کرنا
کچھ دقت کی بات نہیں۔ اور اس آیت کے باعث ابوالحسن اشعری اور کچھ اہل کلام عام الفاظ کا انکار ہی کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ اس طرح کے الفاظ
میں توقف کرنا چاہیے جبتک کہ کوئی قرینہ ظاہر ہو جس سے اسکے معنی معلوم ہوں۔ اور معتزلیوں کو شبہ ان آیتوں سے پڑا کہ اللہ تعالی نے فرمایا وانی لغفار
لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى اور فرمایا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت اور فرمایا وان منکم الا واردها کان علی ربک
حتما مقضیا پھر یہ ارشاد کیا ثم ننجی الذین اتقوا اور فرمایا ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم اور جو آیتیں اس طرح کی ہیں کہ خدا تعالی نے انہیں
عمل صالح کو ایمان کے ساتھ مذکور فرمایا ہے اور فرمایا ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا ان آیتوں سے معتزلی حجت پکڑتے
ہیں مگر یہ آیتیں بھی ایسی عام ہیں کہ انہیں خصوصیت لگی ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء یہ اس بات کو
چاہتی ہے کہ شرک کے سوا اور گناہوں میں اسکی مشیت باقی رہی اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دوزخ سے نکلے گا وہ

شخص جس کے دل مین ذرہ بھر ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد انا لا نضیع اجر من احسن عملاً اور یہ فرمایا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اسی بات پر
دلالت کرتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ایک معصیت کی جہت سے اصل ایمان اور سب طاعتون کا ثواب تلف نہین فرماوے گا اور یہ جو فرمایا ہے کہ ومن یقتل
مؤمنا متعمدا اس سے مراد یہ ہے کہ مقتول کو جان بوجھ کر ایمان ہی کی جہت سے مار ڈالے اور اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بھی ایسا ہی تھا
اب اگر کہو کہ تمھاری تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ ایمان بدون عمل کے بھی ہوتا ہے حالانکہ اکابر سلف کا قول یون مشہور ہے کہ ایمان
دل کی تصدیق اور قول زبانی اور عمل کا نام ہے لہٰذا اس قول سے کیا غرض ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ عمل کو ایمان مین شمار کرنا کچھ بعید نہین کیونکہ عمل
ایمان کا تمام کرنے والا اور پورا کرنیوالا ہے جیسے کہتے ہین کہ سر اور دونون ہاتھ ملکر انسان ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر سر نہو تو انسان بھی نہین رہتا
لیکن ہاتھ کٹا ہونے سے انسانیت سے خارج نہین ہوتا اسیطرح کہہ سکتے ہین کہ تسبیحات اور تکبیرین نماز مین سے ہین اگرچہ نماز انکے نہونے
سے باطل نہین ہوتی تو ایمان مین دل کی تصدیق بمنزلہ آدمی کے سر کے ہے کہ اگر وہ نہو تو ایمان بھی نہو اور دوسرے اعمال مثل آدمی کے ہاتھ
پاؤن کے ہین کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن تو صحابہ رضی
نے اس حدیث سے معتزلیون کا مذہب اعتقاد نہین کیا کہ زنا کے باعث آدمی ایمان سے باہر ہو جاتا ہے بلکہ اسکے معنے یہ ہین کہ وقت مین
اسکا ایمان کامل و تمام نہین جیسے ہاتھ پاؤن کٹے ہوئے کو کہتے ہین کہ یہ آدمی نہین یعنے اسمین کمال انسانی نہین یہ غرض نہین کہ
ہاتھ پاؤن کے جانے سے ماہیت انسانی بھی نہین رہی دوسرا مسئلہ اگر یہ کہو کہ سلف کا اتفاق ہے اس بات پر کہ ایمان طاعت کے
سبب سے زیادہ ہوتا ہے اور معصیت کی جہت سے کم ہوتا ہے پس اگر ایمان دل کی تصدیق ہی کا نام ہو تو اسمین کمی بیشی کیسے ہو سکتی ہے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ درحقیقت سلف کے لوگ سچے گواہ ہین اور انکے قول سے منحرف ہونا کسیکو نہین چاہیے جو کچھ انھون نے فرمایا ہے بیشک
درست ہے مگر اسکے سمجھنے مین تامل چاہیے کہ انکے قول سے پایا جاتا ہے کہ عمل ایمان کا جزو نہین نہ اسکے وجود کا رکن بلکہ ایک زائد چیز ہے جس سے
ایمان بڑھ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ چیز اپنی ذات سے تو بڑھتی ہی نہین بلکہ زوائد سے بڑھا کرتی ہے چنانچہ یہ نہین کہہ سکتے کہ انسان اپنے سر سے بڑھجاتا ہے
بلکہ یون کہتے ہین کہ داڑھی اور موٹاپے سے زیادہ ہوتا ہے اسیطرح نہین کہہ سکتے کہ نماز رکوع اور سجدے سے زیادہ ہوتی بلکہ وہ سنتون اور مستحبات
کے باعث بڑھا کرتی ہے پس سلف کے قول مین تصریح ہے کہ ایمان کا ایک وجود ہے پھر وجود کے بعد اسکا حال کمی بیشی مین مختلف ہوا کرتا ہے اب
اگر یہ کہو کہ اعتراض تو ابھی قائم ہے یعنی تصدیق کسطرح زیادہ اور کم ہو سکتی ہے وہ تو ایک حالت کا نام ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب ہم مداہنت کو ترک
کرین اور شوریون کے شور کی پروا نہ کرین اور پردے تحقیق کے منھ پر سے اٹھا ڈالین تو یہ شبہہ بھی برطرف ہو جاویگا اسواسطے ہم کہتے ہین
کہ لفظ ایمان مشترک ہے اسکا استعمال تین طریقہ پر ہے طریق اول یہ ہے کہ اسکا اطلاق اس تصدیق پر کیا جاتا ہے جو بطور اعتقاد اور تقلید کے ہو
کشف کے طور پر اور سینے کے کھلنے سے نہو اسطرح کا ایمان عوام کا بلکہ بجز خواص کے تمام خلق کا ہے اور یہ اعتقاد دل پر ایک گرہ ہوتی ہے کہ کبھی کڑی
ہو جاتی اور کبھی ڈھیلی جیسے ڈورے پر گرہ ہوا کرتی ہے اور اس بات کو بعید مت جانو بلکہ یہودیون اور نصرانیون اور بدعتیون کے حالات کو دیکھکر
عبرت حاصل کرو کہ انہین جیسے عقیدے سخت ہین وہ اسطرح کے ہین کہ اگر ڈرانے اور دھمکانے یا وعظ و نصیحت یا برہان و حجت سے انکو اس
عقیدے سے نکالنا چاہو تو کبھی ممکن نہین کہ وہ نکل سکین اور بعض اسطرح کے ہین کہ ادنی گفتگو سے شک مین پڑ جاتے ہین اور انکو انکے عقیدے سے

[illegible] کردہ مومن ہے ۱۲ بخاری اور مسلم بروایت ابی ہریرہ

نکال دینا ذرا سے پھسلانے یا دھمکانے سے ممکن ہی باوجودیکہ اُنکو اپنے عقیدے مین شک نہین ہوتا جیسے اول قسم کے لوگون کو نہین ہی
لیکن دونون قسمون کے لوگون مین پختگی کے باب مین فرق ہوتا ہی اور یہ بات اعتقاد امر حق مین بھی موجود ہی اور عمل کی تاثیر پختگی کے بڑھانے
مین اور زیادہ کرنے مین تاثیر کرتا ہی جیسے پانی دینا درختونکے بڑھنے مین تاثیر کرتا ہی اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فزادتھم ایمانا یعنی زیادہ
کیا انکا ایمان اور دوسری جا ارشاد ہی لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اخبار مرویہ مین ارشاد فرمایا ہی الایمان یزید و
ینقص اور یہ کمی بیشی دل مین طاعتون کی تاثیر سے ہوتی ہی اور اُسکو وہی شخص معلوم کرتا ہی جو اپنے حالات کو دو وقتون مین دیکھے یعنی ایک تو
اُسوقت کہ عبادت مین مصروف ہو اور حضور دل سے خاص عبادت ہی کا ہو رہے دوم اُسوقت کہ عبادت نہ کرتا ہو تو جو حال کہ اُسکے ایمانی
عقائد کا دوسرے وقت مین ہوگا اُسمین اور پہلے وقت کے حال مین فرق معلوم کریگا کہ حالت اول کا عقیدہ ایسا ہوگا کہ اگر اُس مین کوئی شخص
شک ڈالنا چاہے تو اُسکے قابو مین نہ آویگا بلکہ جو شخص یتیم کے اوپر رحم کرنیکا معتقد ہی جب اپنے اعتقاد کے موافق عمل کریگا اور یتیم کے سرپر
ہاتھ پھیر کر اُسکے ساتھ لطف سے پیش آویگا اُسوقت اپنے باطن مین رحم کرنیکو مضبوط اور دوبالا پاویگا اسیطرح تواضع کا معتقد جب تواضع کا
عمل کریگا اور دوسرے کے سامنے فروتنی کریگا تو عمل کی جہت سے اپنے دل مین زیادتی تواضع کی معلوم کریگا اور یہی حال سب دل کے صفات کا ہی
کہ جب اعضا پر اُنکے باعث اعمال صادر ہوتے ہین تو اعمال کا اثر ان صفات پر پہونچتا ہی اور اُنکو مضبوط اور زیادہ کردیتا ہی اور اسکا بیان
جلد سوم مہلکات اور جلد چہارم منجیات مین اُس مقام پر کیا جاویگا جہان کہ ظاہر سے باطن کے متعلق ہونیکی وجہ اور عقائد اور دلون سے اعمال
کے وابستہ ہونیکی دلیل مذکور ہوگی اسلیے کہ یہ امر عالم ملکوت سے عالم ملک کے متعلق ہونیکی جنس سے ہی اور ملک سے ہماری غرض یہ عالم
ظاہر ہی جو حواس سے معلوم ہوتا ہی اور ملکوت سے وہ عالم مراد ہی جو نور بصیرت سے سوجھتا ہی اور دل عالم ملکوت مین سے ہی اور اعضا اور
اُنکے اعمال عالم ملک سے ہین اور ان دونون عالمون مین اس درجہ کا باریک علاقہ ہی کہ بعض لوگون نے یہی گمان کیا ہی کہ دونون ایک
ہین اور دوسرے لوگون نے یہ ظن کیا ہی کہ عالم بجز عالم شہادت یعنی ان اجسام محسوسہ کے اور کوئی نہین اور جس شخص نے کہ دونون عالمون کو
معلوم کیا اور اُنکے جدا جدا ہونے اور پھر آپسمین ایک دوسرے سے وابستہ ہونیکو دیکھا تو اُنکو کہنا پڑا اس قطعہ مین بیان کیا قطعہ رقت سے آبگینہ
و دل مین ہی اشتباہ ؎ دونون نے ایک طرح کی پائی ہی آب و تاب ؎ گویا کہ صرف مے ہی نہین جام کا وجود ؎ یا یہ کہو کہ پیالہ ہی تنہا نہین شراب ؎
اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین اسلیے کہ یہ جملہ معترضہ علم معاملہ سے خارج ہی مگر علم مکاشفہ اور معاملہ مین بھی اتصال اور ارتباط ہی
اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ علم مکاشفہ ہردم علم معاملہ کی طرف جھکتا ہی بشرطیکہ تکلف کے ساتھ اُسکو نہ روکو غرض کہ ایمان کو اگر اس اطلاق
پر جب جب دیکھین تو طاعت کی جہت سے اُسمین زیادتی ہوجانے کی یہ صورت ہوتی ہی جو مذکور ہوئی اور اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا ہی کہ ایمان ایک سفید نشان ظاہر ہوتا ہی پس جب آدمی نیک عمل کرتا ہی تو وہ نشان بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ تمام دل سفید ہوجاتا ہی
اور نفاق ایک سیاہ نقطہ شروع مین ہوتا ہی مگر جب آدمی برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہی تو وہ زیادہ ہوتا ہی یہانتک کہ دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہی
اُسپر مہر لگجاتی ہی اور یہ آیت آپ نے پڑھی کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون دوسرا اطلاق یہ ہی کہ ایمان کی تصدیق دل اور عمل دونون
مراد ہون جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا یا فرمایا کہ نہین زنا کرتا ہی زانی جب زنا کرے اُس حال مین کہ وہ

ایماندار ہی اور جس صورت مین کہ لفظ ایمان کے معنون مین عمل بھی داخل ہو تو ظاہر ہی کہ اعمال سے اُسمین کمی بیشی ضروری ہوگی اور یہ بات کہ
اُسکی تاثیر اُس ایمان مین بھی ہوتی ہی کہ نہین جسکو صرف تصدیق کہتے ہین اُسمین اختلاف ہی اور ہم اشارہ کر چکے کہ اُسمین بھی تاثیر ہوتی ہے
تیسرا اطلاق یہ ہی کہ ایمان سے غرض وہ تصدیق یقینی ہو جو کشف اور سینہ کے کھلنے اور نور بصیرت کے مشاہدہ کے طور پر ہو یہ قسم اور قسمونکی
نسبت کر زیادتی اور کمی کے قبول سے دور تر ہی تاہم ہمارا قول یہ ہی کہ جو امر یقینی کہ اُسمین شک نہو اُسمین بھی نفس کا اطمینان مختلف ہوا کرتا ہے
مثلاً ایک بات یہ ہی کہ دو زیادہ ہین ایک سے اور دوسری یہ ہی کہ عالم بنایا ہوا اور حادث ہی ہر چند ان دونون مین سے کسی مین شک نہین
مگر جیسا اطمینان پہلے پر ہی ویسا دوسرے پر نہین بلکہ تمام یقینی امور واضح ہونے اور نفس کے اُنپر اطمینان کرنے مین مختلف ہوا کرتے ہین
اور ہمنے اس مضمون کو باب العلم کی اُس فصل مین لکھا ہی جسمین علماے آخرت کی علامتین مذکور کی ہین اسی لیے اسے دوبارہ لکھنے کی
حاجت نہین اور سب اطلاقون مین ظاہر ہوا کہ جو کچھ سلف والون نے ایمان کے زائد اور کم ہونیکو کہا ہی وہ درست ہی اور کیسے درست نہو
کہ اخبار مین وارد ہو چکا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص کہ اُسکے دلمین ذرہ بھر ایمان ہو اور بعض احادیث مین دینار بھر کی قید ہے تو اگر
دل کی تصدیق مین فرق نہو تو ان مقدارون کے مختلف ہونیکے کیا معنی ہین **تیسرا مسئلہ** اس بات کی وجہ کیا ہی کہ سلف سے منقول ہی کہ
کہ ہم مومن ہین انشاء اللہ لفظ انشاء اللہ تو شک کیواسطے ہی اور ایمان مین شک کرنا کفر ہی اور سلف کے سب لوگ ایمان کے جواب مین
یقین کے الفاظ بولنے سے باز رہتے تھے اور احتراز کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص یون کہے کہ مین خداے تعالی کے
نزدیک مومن ہون تو وہ جھوٹا ہی اور جو کوئی یہ کہے کہ مین حقیقت مین مومن ہون تو اُسکا یہ کہنا بدعت ہی اسمین یہ شبہہ ہوتا ہی کہ جو شخص
واقع مین مومن ہی وہ جھوٹا کیسے ہوگا کیونکہ جو واقع مین مومن ہی خداے تعالی کے نزدیک بھی مومن ہوگا جیسے کوئی لمبا یا بوڑھا واقع مین ہو اور
اپنے اس وصف کو جانے تو وہ خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا اسیطرح اگر کوئی شخص خوش یا غمزدہ یا سننے والا یا بینا ہو اُسکا حال ہی اور اگر
کسی آدمی سے پوچھا جاوے کہ تم جاندار ہو تو اُسکے جواب مین اگر وہ کہے کہ مین جاندار ہون انشاء اللہ تو یہ جواب بیموقع ہوگا ۔ اور حضرت سفیان ثوری رح سے
جب پوچھا گیا کہ ایمان کے جواب مین کیا کہنا چاہیے تو فرمایا کہ یہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہمپر اُتارا گیا تو اس جواب مین اور یہ کہدینے
مین کہ ہم مومن ہین فرق کیا ہوا اور حضرت حسن رض سے جو کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہین فرمایا کہ انشاء اللہ سائل نے عرض کیا کہ اے ابوسعید
آپ ایمان مین ایسا لفظ شک کا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ اگر مین ہان کہدون تو کہین خداے تعالی یہ نفرماوے کہ اے
حسن تو جھوٹ کہتا ہی اور پھر مجھپر عذاب کا حکم ثابت ہو جاوے ۔ اور حضرت حسن رح فرمایا کرتے کہ کونسی بات مجکو بیخوف کرتی ہی اس امر سے کہ
خدا تعالی کو جو امر ناخوش ہوا اُسکو مجھ مین دیکھ کے مجھے برا جانے اور کہدے کہ چلا جا مین تیرا عمل قبول نہین کرتا تو مین بے واسطہ ہی
عمل کرتا رہون ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا ہی کہ جب تمسے کوئی کہے کہ تم مومن ہو تو کہو لا الہ الا اللہ اور ایک روایت مین فرمایا کہ کہو
ہمکو ایمان مین شک نہین اور تیرا سوال کرنا ہمسے بدعت ہی ۔ اور علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ تم مومن ہو جواب دیا کہ توقع رکھتا ہون انشاء اللہ
تعالی اور سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ ہم اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر ایمان رکھتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ خدا تعالی
کے نزدیک ہم کون ہین تو یہ لوگ جو استثنا کیا کرتے تھے اُسکی وجہ کیا ہی پس اسکا جواب یہ ہی کہ ان لوگونکا انشاء اللہ کہنا درست ہی

اور اسکی چار وجہیں ہیں دو صورتوں میں تو انشاء اللہ متعلق شک سے ہی مگر یہ شک اصل ایمان میں نہیں ہوتا بلکہ ایمان کے خاتمے
اور پورا ہونے میں ہوتا ہی اور دو وجہیں ایسی ہیں کہ انشاء اللہ شک سے متعلق نہیں پہلی وجہ جسمیں شک سے تعلق نہیں یہ ہے
کہ یقین سے احتراز اس جہت سے کیا جاوے کہ اسمیں خوف تزکیہ نفس اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا ہی اور اسکی برائی شریعت میں وارد ہے
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی فلا تزکوا انفسکم اور فرمایا الم تر الی الذین یزکون انفسھم پھر فرمایا انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب اور کسی حکیم سے پوچھا
گیا کہ برا سچ کونسا ہی کہا کہ آدمی کا خود اپنے نفس کو تعریف کرنا اور ازانجا کہ ایمان بزرگی کے صفات میں سے سب سے برتر ہی اور اسکو یقین
کے ساتھ کہنا اپنی مطلق بڑائی کرنی ہوا اسلیے انشاء اللہ کہنا گویا اُس بڑائی کو کم کرنا ہی جیسے کسی انسان سے کہیں کہ تم طبیب یا فقیہ
یا مفسر ہو تو وہ جواب میں کہے کہ ہاں انشاء اللہ تو اُسکی یہ غرض نہیں کہ اظہار شک کرے بلکہ اپنے نفس کو پست کرنیکے لیے انشاء اللہ
کہتا ہی اسلیے کہ یہ لفظ خبر کی سستی کے لیے ہی اور چونکہ تزکیہ نفس بھی ایک لازم ہی خبر کے لوازم سے تو گویا اُسکے ضعیف کرنے کے لیے بول دیا
اور جب اس لفظ کی تاویل یہ ٹھہری تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی برا وصف پوچھا جاوے مثلاً یہ کہ تم چور ہو یا نہیں تو اُسمیں
انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیے **دوسری وجہ** یہ ہی کہ اس کلمہ کے ذکر کرنے سے خدا تعالی کا نام ہر حال میں لینا اور ہر کام کو اُسکی خواہش
پر سپرد کرنا ہی چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی قاعدہ تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان
یشاء اللہ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ حوالہ مشیت انھیں امور میں کیا جاوے جنمیں شک ہو بلکہ ارشاد فرمایا لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ
آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون حالانکہ اللہ تعالی عالم تھا کہ یہ لوگ بیشک داخل ہونگے اور ہماری مشیت اس امر کے لیے ہو چکی ہی
مگر مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طریق تعلیم فرمادے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی قاعدہ اختیار کیا کہ جس چیز
کی آپ خبر دیتے خواہ وہ یقینی ہو یا مشکوک سب میں انشاء اللہ کہتے یہانتک کہ جب قبرستان میں جاتے تو فرماتے کہ تم پر سلام ہو اے ایمان والو
اور ہم انشاء اللہ تمسے ملینگے حالانکہ اُنسے ملنے میں کچھ شک نہیں لیکن ادب اسی بات کو چاہتا ہی کہ اللہ تعالی کا نام لیویں اور امور کو اُس سے وابستہ
کریں اور اس لفظ میں سے یہ بات نکلتی ہی کیونکہ عرف میں اسکا استعمال رغبت اور تمنا کے اظہار میں ہو گیا ہی مثلاً اگر تمسے کہا جاوے کہ فلان
شخص جلد مریگا اور تم جواب میں کہو کہ انشاء اللہ تو یہ سمجھا جاویگا کہ تمکو رغبت اُسکے موت کی ہی یہ نہیں پایا جاویگا کہ تم اُسکی موت میں شک
کرتے ہو اور اگر یہ کہا جاوے کہ فلان کا مرض جلد دور ہو جاویگا اور تندرست ہو جاویگا اور تم کہو کہ انشاء اللہ تب بھی تمھاری رغبت اُسکے
شفا پانے میں مفہوم ہو گی غرضکہ لفظ مذکور شک کے معنوں سے رغبت کے معنوں میں معدول ہو گیا ہی ذکر اللہ کے زبان پر آنیکے
لیے مستعمل ہو گیا ہی کوئی سا امر ہو اس سے استنادیت ہو گا **تیسری وجہ** کا مدار شک پر ہی اور اُسکے معنی یہ ہیں کہ میں واقع میں مومن ہوں
انشاء اللہ اسلیے کہ اللہ تعالی نے چند لوگوں کو خاص کرکے ارشاد فرمایا اولئک ھم المؤمنون حقا یعنی حقیقت میں وہی لوگ مومن ہیں اب
اس جہت سے مومنوں کی دو قسمیں ہو گئیں اور اس صورت میں انشاء اللہ کا شک اصل ایمان کی طرف راجع نہیں بلکہ ایمان کے کامل ہونیکی
طرف راجع ہی اور ہر ایماندار اپنے ایمان کے پورا ہونے میں شک رکھتا ہی اور یہ شک کرنا کفر نہیں کیونکہ کمال ایمان میں شک کا ہونا دو وجہ سے برحق ہی
اول یہ کہ نفاق ایمان کے کمال کو دور کردیتا ہی اور نفاق ایک پوشیدہ امر ہی معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُس سے برات حاصل ہوئی یا نہیں

دوسری یہ کہ ایمان طاعتونکی وجہ سے کامل ہوا کرتا ہی اور کمال کے طور پر طاعتون کا ہونا معلوم نہین ہوتا اور عمل سے ایمان کا کامل ہونا اس وجہ
سے ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون تو شک
اس بیچ مین ہوتا ہی اسیطرح فرمایا ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین اس آیت مین بیس صفت مومنون کے بیان فرمائے
مثلاً پورا کرنا عہد کا اور سختیون پر صبر کرنا وغیرہ پھر ارشاد فرمایا اولئک الذین صدقوا اور فرمایا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات
اور فرمایا لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیہ اور فرمایا ہم درجات عند اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان عریان ولباسہ
التقوی الحدیث اور فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا ادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق تو ان آیات اور اخبار سے معلوم ہوتا ہی کہ ایمان کا کمال اعمال سے وابستہ ہی اور نفاق اور شرک خفی
کی برات پر اُسکے کمال کا متعلق ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزین ہین جس شخص مین وہ ہووین وہ منافق ہی اگرچہ روزہ رکھے اور نماز
پڑھے اور کہے کہ مین مومن ہون جب بات کہے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے پورا نہ کرے اور جب امانت سپرد کیا جاوے خیانت کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو بیہودہ بکے
اور بعض روایتون مین یہ ہی کہ جب عہد کرے تو فریب دے اور حضرت ابو سعید خدری کی حدیث مین ہی کہ دل چار ہین ایک دل صاف جس مین چراغ روشن ہو وہ
مومن کا دل ہی اور ایک دل دو رخا جسمین ایمان اور نفاق ہو ایمان کی مثال اُسمین ساگ کی سی ہی جسکو شیرین پانی بڑھاتا ہی اور نفاق کی
مثال اُسمین ایسی ہی جیسے زخم کہ اُسکو پیپ اور ریم بڑھاوے تو جونسا مادہ غالب ہوگا اُسکو اسیکا حکم دیا جاویگا۔ اور ایک روایت مین
یون ہی کہ جو مادہ غالب ہوگا وہی اُسکو لیجاویگا اور فرمایا کہ اکثر اس امت کے منافق قاری ہین اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی کہ میری امت
مین شرک چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہی جو سخت پتھر پر رینگے اور حضرت حذیفہ رض نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک
مین آدمی ایک بات کہتا تھا جسکے باعث مرنے تک منافق ہوجاتا تھا اور مین تمسے وہی کلمہ دن مین دس دفعہ سنتا ہون اور بعض علما کا
قول ہی کہ لوگون مین نفاق سے قریب تر وہ ہی جو یہ سمجھے کہ مین نفاق سے بری ہون اور حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ منافق آج اسقدر سے
زیادہ ہین جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین تھے اور وہ اُسوقت اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے مگر اب کے لوگ اُسکو ظاہر
کرتے ہین اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور کامل ہونے کے مخالف ہی اور وہ پوشیدہ ہی اور اُس سے دور تر وہ ہی جو اُس سے خوف کرتا ہو
اور قریب تر وہ ہی جو یہ سمجھے کہ مین اُس سے بری ہون چنانچہ حضرت حسن بصری رح سے کسی نے پوچھا کہ لوگ یون کہتے ہین کہ اب نفاق نہین
رہا آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر منافق مرجاوین تو راستون مین تمکو وحشت ہونے لگے یعنی منافق اس کثرت سے ہین کہ اگر سب مرجاوین تو
راستون مین کوئی چلنے والا نہ رہے اور وحشت معلوم ہونے لگے اور یہ بھی حسن رح یا کسی اور کا قول ہی کہ اگر منافقون کی دُمین نکل آوین تو پھر ہمسے
نہو سکے کہ زمین پر پاؤن دھر سکین یعنی تمام زمین اُنکی دموں سے چھپ جاوے کہ اُنکی کثرت بہت ہی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے کسی کو سُنا کہ

حجاج کو کنایۃً کچھ کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر حجاج ہوتا اور تیری گفتگو سنتا تب بھی تو اُسکا ذکر اس طرح کرتا اُسنے عرض کیا کہ نہین پہلے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اسکو نفاق تصور کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا مین دو زبان والا ہوتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکو آخرت مین منافقین کے زمرہ مین کر دیتا ہی اور فرمایا کہ شر الناس ذو الوجہین الذی یاتی ہولاء بوجہ ویاتی ہولاء بوجہ اور حضرت حسن رضی سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ ہم نفاق سے نہین ڈرتے آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر مجکو یہ معلوم ہو جاوے کہ مین نفاق سے بری ہون تو میرے نزدیک سونے کے ٹیلوں سے یہ بات محبوب تر ہی اور یہ بھی آپکا قول ہی زبان کا دل سے مختلف ہونا اور باطن کا ظاہر سے اور مدخل کا مخرج سے جدا ہونا نفاق مین سے ہی اور ایک شخص نے حضرت حذیفہ رضی سے عرض کیا کہ مین خدا کا خوف کرتا ہون اس بات سے کہ منافق ہون آپنے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا منافق نفاق سے بے خوف ہوا کرتا ہی اور ابن ابی ملیکہ نے کہا ہی کہ مین نے ایکسو تیس صحابہ رضی کو اور ایک روایت مین ڈیڑھ سو صحابہ کو پایا ہی کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب مین تشریف رکھتے تھے اصحاب رضی نے ایک شخص کا ذکر کیا اور اُسکی بہت سی ثنا کی اسی اثنا مین وہ شخص اُبھر نمود ہوا کہ چہرے سے وضو کا پانی بچا ہوا ٹپکتا تھا اور اپنا جوتا ہاتھ مین لٹکائے تھا اور پیشانی پر سجدہ کا گھٹا تھا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی شخص ہی جسکی ہمنے تعریف کی آپ نے فرمایا کہ مجکو اسکے چہرے پر نشان شیطان کی چھپیٹ کا معلوم ہوتا ہی پس جب وہ شخص پاس آیا اور سلام کر کے لوگون مین بیٹھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ مین تجکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ جب تو نے ان لوگون کو دیکھا تھا تو تیرے دل مین یہ بھی گذرا تھا کہ انمین سے کوئی مجھسے بہتر نہین اُسنے عرض کیا کہ بیشک گذرا تھا۔ اور آپنے اپنی دعا مین یہ الفاظ فرمائے اللّٰھم انی استغفرک لما علمت ولما لم اعلم کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کیا ڈرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین کسطرح بے خوف ہو جاؤن کہ دل تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیون مین ہی جسطرح چاہتا ہی اُنکو پھیر دیتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون اسکی تفسیر مین یون کہا گیا ہی کہ لوگ عمل کرینگے اور اُنکو نیکیان سمجھینگے اور قیامت مین وہ اعمال بدی پلے مین ہونگے۔ اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر کوئی آدمی کسی باغ مین جاوے جسمین ہر طرح کے درخت ہون اور اُنپر سب پرند ہون اور ہر پرند انمین سے اُس آدمی سے ایک زبان مین گفتگو کرے اور کہے کہ اے خدا کے ولی سلام اور اُسکا دل اس بات پر مطمئن ہو تو وہ اُنکے ہاتھون مین گرفتار ہوگا۔ حاصل یہ کہ ان اخبار اور آثار سے تمکو معلوم ہوگا کہ نفاق کی باریکیون اور شرک خفی کی جہت سے معاملہ پر خطر ہی اور اس سے بے خوف رہنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ حضرت عمر رضی حضرت حذیفہ رضی سے اپنے نفس کا حال پوچھا کرتے کہ کہین میرا ذکر تو منافقین مین نہین ہوا۔ اور ابو سلیمان دارانی رحمہ کہتے ہین کہ مین نے بعض امرا سے ایک بات سنی چاہا کہ اُسکا انکار کرون مگر یہ خوف ہوا کہ کہین میرے قتل کا حکم نہ دیوے اور مجکو موت کا تو خوف نہ تھا بلکہ اس بات کا خوف تھا کہ جان نکلنے کے وقت دلپر یہ امر پیش ہو جاوے کہ خلق کی نظرون مین اچھا ہون اسلیے مین انکار سے باز رہا۔ اور اس قسم کا نفاق اصل ایمان کے خلاف نہین ہوتا بلکہ اُسکی راستی اور کمال اور صفائی کے مخالف ہوتا ہی کیونکہ نفاق دو قسم کا ہی ایک تو وہ کہ دین سے خارج کر کے کافرون مین ملا دیتا ہی اور جو لوگ دوزخ مین ہمیشہ رہینگے اُنکے زمرہ مین داخل کر دیتا ہی اور دوسرا وہ ہی کہ اپنے مرتکب کو ایک مدت کے لیے دوزخ تک پہونچاتا ہی یا علیین کے درجات اور صدیقون کے رتبہ سے

بخاری نے کتاب الادب مین اور ابو داؤد نے بروایت عمار بن یاسر روایت کیا ہی ۱۲
یعنی بدترین لوگون مین وہ ہی جو دو رخا ہو کہ اُن کے پاس اور رخ سے آوے اور اُن کے پاس اور سے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

کم کر دیتا ہو اس قسم مین شک ہوا کرتا ہو اسی کے لیے انشاء اللہ کہنا مستحسن ہو اور اس قسم کے نفاق کی اصل ظاہر و باطن مین تفاوت کا ہونا
اور خدائے تعالیٰ کے عذاب سے نڈر ہونا اور عجب اور دوسرے امور ہین جنسے بجز صدیقون کے اور کوئی بچا نہین چوتھی وجہ بھی شک پر مبنی ہے
اور وہ خاتمے کے خوف کے باعث ہو کہ آدمی کو معلوم نہین کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہیگا کہ نہین اگر خدانخواستہ خاتمہ
کفر پر ہوا تو پہلا ایمان نکما گیا اسلیے کہ وہ تو انجام کو سلامت رہنے پر موقوف تھا جیسے روزہ دار سے دوپہر کو پوچھین کہ تیرا روزہ درست ہو
اور وہ یقیناً کہدے کہ مین روزہ دار ہون اور دن بھر مین افطار کرے تو پہلا قول اُسکا جھوٹا ہوجاویگا اسلیے کہ روزے کی صحت آفتاب کے
غروب ہونے تک پورا رہنے پر موقوف ہو گو سارا دن بھی روزے کا وقت ہو اسیطرح عمر کے سب ایام ایمان کے درستی کی مدت ہین مگر
اُسکی صحت اور کمال خاتمے کے وقت پر موقوف ہو کہ مومن کے ساتھ وہی ایمان رہتا ہو اور خاتمہ کے حال مین شک ہو اور نہایت
خوفناک ہو اور اسی جہت سے بہت سے خوف کرنیوالے روتے رہتے ہین کیونکہ خاتمہ پہلے مقدمہ اور خواہش ازلی کا ثمرہ ہو اور خواہش
ازلی جبھی ظاہر ہوتی ہو کہ جب وہ چیز جس پر حکم ہوچکا ہو ظاہر ہوا ہو آدمیون مین سے کسیکو اُسپر اطلاع نہین غرضکہ خاتمہ کا خوف مثل سابقہ ازلی کے ہو
اور اکثر ایسا ہوتا ہو کہ حال سے وہ چیز ظاہر ہوتی کہ مشیت سابقہ اسکے خلاف ہو اس صورت مین کون جان سکتا ہو کہ میرا انھین لوگون مین
سے ہون جنپر کاتب ازل خوبی لکھ چکا ہو اور بعضے شخصون نے وجاءت سکرة الموت بالحق کی تفسیر مین یہ کہا ہو کہ حق سے مراد سابقہ ازلی ہے یعنے
موت کے وقت اُسکا ظہور ہوجاویگا۔ اور بعض اکابر سلف کہتے ہین کہ اعمال مین سے صرف خاتمے کے اعمال تولے جاوینگے۔ اور حضرت
ابو درداء اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے کہ جو کوئی اپنے ایمان کے چھن جانے سے نڈر ہوگا اسکا ایمان چھن جاویگا اور بعض کا قول ہو کہ گناہون مین سے
بعض گناہ ایسے ہین کہ اُنکی سزا خاتمے کا برا ہونا ہے خدائے تعالیٰ سے ہم اس گناہ سے پناہ مانگتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ولایت اور کرامت
کا جھوٹا دعویٰ کرنیکی سزا ہو کہ خاتمہ برا ہو۔ اور بعض عارف فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مجھکو مکان کے دروازے پر شہید ہونا ملتا ہو اور حجرے
کے دروازے پر صرف توحید پر مرنا حاصل ہو تو مین حجرے کے دروازے پر توحید پر مرنا اختیار کرون اسلیے کہ مجھے کیا معلوم ہو کہ صحن کو طے
کرکے مکان کے دروازے تک جانے مین میرے دل کی توحید مین کیا تبدیلی ہوجاویگی اور بعضون نے کہا ہو کہ اگر مین کسی شخص کو پچاس
برس تک موحد جانون پھر میرے اور اُسکے بیچ مین ستون حائل ہوجاوے اور وہ مرجاوے تو مین یہ نہ کہونگا کہ وہ توحید پر مرا اسلیے کہ اتنے عرصے مین
اُسکے دل کا حال معلوم نہین کہ ویسا ہی رہا ہو۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ جو شخص کہے کہ مین مومن ہون وہ کافر ہو اور جو کہے کہ مین عالم ہون وہ
جاہل ہو اور اس آیت کی تفسیر مین وتمت کلمة ربك صدقا وعدلا بعضون کا قول ہو کہ صدقا اُس شخص کے لیے ہو کہ ایمان پر مرا ہو اور عدلا اُسکے
واسطے جو شرک پر مرا ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وللہ عاقبة الامور یعنی انجام کا موقوف خدا کے لیے ہے تو جب شک اس وجہ کو ہو پس انشاء اللہ کا
کہنا واجب ہو کیونکہ ایمان اُسکو کہتے ہین کہ موجب جنت کا ہو جیسے روزہ اُسکو کہتے ہین کہ بری الذمہ کرے اور جو روزہ قبل غروب کے ٹوٹ جاوے
وہ بری الذمہ نہین کرتا اسی لیے روزہ بھی نہ کہلاویگا ایسا ہی حال ایمان کا ہو بلکہ اس بنا پر تو اگر گذشتہ روزے کا حال کوئی بعد کو پوچھے کہ
کل روزہ رکھا تھا تو اُسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ ہان انشاء اللہ اسلیے کہ روزہ حقیقی وہ ہو جو مقبول ہو اور مقبول کو سوائے خدائے تعالیٰ
کے کوئی اور نہین جانتا اور اسی جہت سے انشاء اللہ کہنا ہر ایک عمل خیر مین اچھا ہو اور اس سے شک اس عمل کے مقبول ہونے مین ہوگا

کیونکہ جب عمل کی سب ظاہر شرطین پائی جاوین توکچھ اسباب پوشیدہ جنکو سوا ے خدائے تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اُس عمل کے قبول ہونے کے مانع ہوا کرتے ہین اِس نظر سے اُسمین شک کرنا اچھا ہو غرضنکہ ایمان کے جواب مین انشاء اللہ کہنے کی یہ وجہین ہین اور یہ اخیر ہے قواعد العقائد کا وصلی اللہ علی محمد وآلہ وعلی کل عبد مصطفی

تیسرا باب طہارت کے اسرار کے بیان مین

رباعی باطن کی طہارت سے ملک ہوا انسان + ایمان کا کمال منحصر اُسپر جان + گر تجکو تردد ہو تو سن قول نبی فرماتے ہین الطہور شطر الایمان واضح ہو کہ طہارت کے فضائل ان احادیث و آیات سے ثابت ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بنی الدین علی النظافۃ اور فرمایا مفتاح الصلوۃ الطہور اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الطہور نصف الایمان اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم پس اہل بصیرت نے ان روایات سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ امر اہم باطن کا ظاہر کرنا ہو اسلیے کہ یہ ابعید معلوم ہوتا ہو کہ الطہور نصف الایمان سے یہ غرض ہو کہ آدمی اپنے ظاہر کو تو پانی بہا کر صاف و شستہ کر لے اور باطن پلیدیون اور نجاستون سے آلودہ رہے یہ ہرگز مقصود نہین بلکہ غرض یہ ہو کہ طہارت کی چار قسمین ہین اور ہر قسم مین جتنا کام پڑتا ہو طہارت اُسکا نصف ہو اور چارون قسمین یہ ہین اول ظاہر بدن وغیرہ کو حدث اور نجاست اور فضلون سے پاک کرنا دوم اعضا کو گناہون اور خطاؤن سے پاک کرنا سوم دل کو اخلاق بد اور خصائل ناپسندیدہ سے پاک کرنا چہارم باطن کو خدا تعالی کے ماسوا چیزون سے پاک کرنا یہ چوتھی قسم مخصوص انبیا علیہم السلام اور صدیقون سے ہو اب ہر ایک قسم کا نصف عمل ہونا اسطرح ہو کہ چوتھی قسم مین علت غائی یہ ہو کہ آدمی کو خدا تعالی کی جلال و عظمت منکشف ہو جاوے اور حقیقت مین معرفت آلہی باطن مین کبھی حلول نہ کریگی جبتک کہ خدا تعالی کے سوا اور چیزین اُسمین سے نکل نہ جاوینگی اور اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہی قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اسواسطے کہ وہ دونون ایک دل مین جمع نہین ہوتین اور کسی آدمی کے اندر خدا تعالی نے دو دل نہین بنا ے کہ ایک مین معرفت آلہی ہو اور دوسرے مین غیر اللہ ہو پس دل مین سے غیر اللہ کو پاک کرنا اور معرفت آلہی کا آنا دو امر ہوے جن مین سے نصف باطن کا پاک کرنا ہو اسیطرح تیسری قسم مین علت غائی یہ ہی کہ دل اخلاق حمیدہ اور عقائد شرعی سے معمور ہو جاوے اور ظاہر ہو کہ دل اُنکے ساتھ متصف نہ ہوگا جبتک کہ اُنکے مقابل کے اخلاق بد اور عقائد فاسدہ سے پاک نہو پس یہان بھی دو باتین ہوئین جن مین سے نصف دل کا پاک کرنا ہوا جو دوسری بات کے لیے شرط ہی اسیطرح اعضا کا مناہی سے پاک کرنا ایک بات ہی اور اُنکا طاعات سے معمور کرنا دوسری بات تو اعضا کا پاک کرنا نصف ہوا اُس عمل کا جو اعضا سے ہونا چاہیے اور علی ہذا القیاس ظاہر کی پاکی کو سمجھنا چاہیے پس طہارت کو نصف ایمان کہنا اس اعتبار سے ہی جو اوپر مذکور ہوا غرضنکہ ایمان کے یہ مقامات ہین اور ہر مقام کا ایک درجہ ہو اور بندہ اوپر کے درجے کو ہرگز نہین پہونچتا جبتک کہ نیچے کے درجہ کو طی نہ کر لے مثلاً باطن کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنے اور صفات محمودہ سے معمور کرنے پر نہ پہونچیگا جبتک کہ دل کی طہارت اخلاق مذموم سے نہ کر لیگا اور اچھی عادتون سے اُسکو معمور نہ کر لیگا اور جو شخص کہ اعضا کو مناہی سے پاک کر کے طاعت مین انکو مصروف نہ کر چکیگا وہ دل کی طہارت کو نہ پہونچیگا اور جسقدر کہ مقصود عزیز اور شریف ہوتا ہو اسیقدر اُسکا طریق اور مسلک مشکل اور طویل ہوتا ہو اور اُسمین گھاٹیان بہت ہوتی ہین نظر برین تمکو یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ یہ باتین

آرزو سے حاصل ہوجاتی ہین اور بدون کوشش سہل الوصول ہوتی ہین ہان جس شخص کی چشم دل ان درجات کے دیکھنے سے اندھی ہوتی ہے وہ طہارت صرف ظاہر کی طہارت کو سمجھتا ہی جو بہ نسبت اور اقسام کے ایسی ہی جیسے اوپر کا پوست مغز کی نسبت کر ہوتا ہی اور اسی کو مقصود سمجھکر اسمین خوب غور کرتا ہی اور اُسکے طریقون مین نہایت مبالغہ کرتا ہی اور اپنے تمام اوقات استنجا اور کپڑونکے دھونے اور ظاہر کی ستھرائی مین اور بہت سے بہتے پانی کی تلاش مین صرف کرتا ہی اس جہت سے کہ اپنے وسوسے اور فساد عقل سے یہی خیال کرتا ہی کہ طہارت مقصود اور شریف یہی ظاہر کی طہارت ہی اُسکو اول لوگونکی سیرت معلوم نہین کہ وہ لوگ اپنی تمام ہمت اور فکر دل کے پاک کرنے مین مشغول رکھتے تھے اور طہارت ظاہری کے باب مین مساہلت فرماتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے باوجود اپنے علو شان کے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا اور وہ لوگ کھانے کے بعد چربی وغیرہ کے دور کرنے کے لیے ہاتھ نہ دھوتے تھے بلکہ انگلیون کو تلوونسے پونچھ لیا کرتے تھے اور اشنان وغیرہ کو بدعت نوایجاد مین سے جانتے تھے مسجدون مین نماز زمین پر بدون فرش کے پڑھتے اور راہون مین پیادہ چلتے اور جو شخص اپنے لیٹنے مین زمین پر کچھ نہ بچھاتا کہ خاک پر لیٹ رہتا وہ اکابر مین سے ہوتا تھا اور استنجا مین ڈھیلونپر اکتفا کیا کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے اہل صفہ کا قول ہی کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے اور تکبیر نماز کی ہوجاتی تو ہم انگلیون کو کنکرون مین ڈالکر مٹی سے ملدیتے اور نماز مین شامل ہوجاتے[1] اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین ہم اشنان کو نجانتے تھے ہمارے رومال ہمارے پانون کے تلوے ہوتے تھے کہ جب کچھ چکنائی کھاتے تو تلوون سے ہاتھ پونچھ لیتے اور کہتے ہین کہ بعد زمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار چیزین اول ایجاد ہوئین ایک چھلنی دوسری اشنان تیسری دسترخوان چوتھی پیٹ بھر کر کھانا[2] پس اُن لوگون کی توجہ بالکل باطن کی نظافت پر تھی یہانتک کہ بعض کا قول ہی کہ نماز جوتون سمیت پڑھنا افضل ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک جب اُتاری تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکو خبر دی تھی کہ اُنہین نجاست لگی ہی اور لوگون نے جو اپنی جوتیان اُتارین تو آپ نے اُن کو ارشاد فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اُتارلین[3] اور نخعی جوتیان اُتارنے کو بُرا جانتے اور کہتے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ کوئی محتاج اگر انکی جوتیان اُٹھالیجاوے غرضکہ ان امور ظاہری مین پہلے لوگ اس طرح تساہل کرتے تھے بلکہ راستے کی کیچڑ مین ننگے پانون چلتے اور اُسپر بیٹھ جاتے اور مسجدون مین زمین پر نماز پڑھتے اور روٹی جو اور گیہونکی کھاتے حالانکہ ان کو جانور پانون سے گھوندا کرتے ہین اور پیشاب کرتے ہین اور اونٹ اور گھوڑونکے پسینے سے احتراز نہین کرتے تھے باوجودیکہ یہ اکثر نجاستون مین لوٹا کرتے ہین اور اُنمین سے کسیکے حال مین نہین لکھا کہ نجاسات کی باریکیون مین سوال کرتا ہو وہ تو اس طرح ان مین سستی کیا کرتے تھے اور اب وہ نوبت آگئی کہ رعونت کا نام ستھرائی رکھا ہی اور کہتے ہین کہ یہ دین کی بنا ہی اور اکثر اوقات اپنے ظاہر کی تیاری مین رہتے ہین جیسے مشاطہ دلھن کو سنوارا کرتی ہی حالانکہ انکے باطن کبر اور عُجب اور جہالت اور ریا اور نفاق کی آلودگیون سے بھرے ہین اُسکو برا نہین جانتے اور نہ اُس سے تعجب کرین اور اگر کوئی شخص استنجا کرنے مین صرف ڈھیلونپر اکتفا کرے یا زمین پر ننگے پانون چلے یا مسجد کے زمین یا بوریون پر بدون مصلے بچھائے نماز پڑھے یا فرش پر بدون چمڑے کی چپلیون کے چلے یا کسی بڑھیا کے برتن سے یا کسی بے تکلف آدمی کے برتن سے وضو کرے تو اُسپر قیامت برپا کرین اور سخت انکار سے پیش آوین اور اُسکا لقب ناپاک ٹھہرا دین اور اپنی ذات مین سے اسکو نکال دین اور اسکے ساتھ کھانا پینا ملنا چھوڑ دین سبحان اللہ انکسار اور شکستہ حالی کو جو جزو ایمان ہی ناپاکی کہتے ہین اور رعونت کو ستھرائی بولتے ہین

[1] ح ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن حارث اور بروایت ابوہریرہ بیہقی ... مجھکو نہین ملی ۱۲

[2] ح ابن ماجہ بروایت جابر کی مضمون روایت کیا ہی بروایت عمرؓ مجھکو نہین ملا ۱۲ عراقی

[3] ح ابوداود و حاکم بروایت ابوسعید

تو دیکھو کہ اسوقت مین کیسی بُری بات اچھی ہو گئی ہی اور اچھی بُری اور دین کی رسم کیسی جاتی رہی جیسے اسکی اہمیت اور علم جاتا رہا پس اگر یہ کہو کہ
یہ عادتین جو صوفیون نے اپنی صورتون اور نظافت کے باب مین ایجاد کی ہین تم کیا انکو ممنوع اور بُرا کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ بے تفصیل کیے
مطلق بُرا ہم نہین کہہ سکتے بلکہ ہمارا قول یہ ہی کہ ستھرائی اور تکلف اور برتنون اور آلات کا تیار کرانا اور حیلیونکا استعمال کرنا اور لنگی غبار کے
دور کرنے کے لیے اوڑھنی اور سوا اسکے اور سامان کو اگر بلا کسی قید کے لحاظ کرین تو یہ چیزین بذات خود مباح معلوم ہوتی ہین مگر بعض اوقات
انہین احوال اور نیتون کے شامل ہونیسے اچھی باتون مین ہو سکتی ہین اور بُری مین بھی ہو سکتی ہین - اُنکے مباح ہونیکی وجہ تو ظاہر ہے کہ جو
شخص یہ باتین کرتا ہی وہ اپنے مال و بدن اور کپڑون مین تصرف کرتا ہی اور یہ تصرف اُسکو مباح ہی بشرطیکہ انہین مال کا تلف کرنا اور اسراف
ہو اور ان چیزون کے بُرا ہو جانے کی صورت یہ ہی کہ انکو دین کی اصل ٹھہرالیجائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے
بنی الدین علی النظافۃ اسکی تفسیر انہین امور کو سمجھین یہانتک کہ اگر کوئی شخص اسمین پہلے لوگون کی طرح تساہل کرے تو اُسپر اعتراض
کرین یا یہ صورت ہی کہ ان اُمور سے غرض ظاہر کی زینت اور خلق کی نظرون مین اچھا معلوم ہوتا ہو تو اس صورت مین یہ امور داخل
ریا ہے ممنوع ہونگے پس ان دو لحاظون سے یہ باتین بُری ہو سکتی ہین اور اچھی ہونیکا یہ طور ہے کہ اُنسے غرض بہتری ہو نہ زینت
اور جو اُنکو ترک کرے اُسپر اعتراض نہ کیا جاوے اور نہ اُنکے باعث اول وقت کی نماز مین تاخیر واقع ہو اور نہ انہین مصروف ہونیسے کوئی
عمل اُسنے بہتر یا تربیت علم وغیرہ چھوٹنے پاوے پس اگر ان سب باتونسے سقت ہون تو انکو مباح کہہ سکتے ہین اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیت کی
جہت سے ثواب بھی حاصل ہو لیکن اس قسم کے امور مین ثواب انہین نکمون کو ہوتا ہی جو بالفرض اگر طہارت مین مصروف نہون تو سونے مین
یا نکل قافیون مین مشغول ہون تو ایسے لوگونکا طہارت کے دھندے مین لگا رہنا بہتر ہی اسلیکہ اسمین اور کچھ نہو گا تو یہ ضرور ہوگا کہ ذکر آلہی اور عبادت
کی یاد نئے سر سے ہو گی اسی لیے اگر یہ امور اسراف اور بُرائی کی طرف میل نہ کرجاوین تو کاہل وجودونکے حق مین بہتر ہین مگر علم و عمل والونکو چاہیے
کہ وہ اپنی اوقات ان امور مین حاجت کی مقدار پر صرف کرین اور زائد از حاجت اُنکے حق مین اچھا نہین بلکہ جوہر نفیس اپنی عمر کا جس سے اور
عمدہ فوائد لے سکتے ہین رائگان کرتا ہی اور اس بات سے تعجب نکرنا چاہیے کہ ایک ہی شے ایک لوگونکے حق مین اچھی ہو دوسرون کے حق مین
بُری کیون ہوئی اسلیے کہ ایسا ہوا کرتا ہی نیکون کی خوبیان مقربون کے حق مین بُرائیان ہوتی ہین - اور بیکار آدمی کو نہ چاہیے کہ صوفیونکی
نظافت کے باب مین اعتراض کرے اور خود اسکا پابند ہو اور دعوی کرے کہ مین صحابہ کی مشابہت کرتا ہون اسلیے کہ اُنکی مشابہت تو اس
بات مین ہوتی ہی کہ بجز امر اہم کے اور کسی بات کی فرصت نہو چنانچہ داؤد طائی سے کسی نے کہا کہ تم اپنی داڑھی مین کنگھی کیون نہین کرتے
انھون نے جواب دیا کہ مجکو فرصت اس کام کی کہان یہ امر تو بیکاری سے متعلق ہی اسیوجہ سے عالم اور عامل کو ہماری دانست مین
مناسب نہین کہ دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے مین وہم کرے کہ اُسنے دھونے مین کمی کی ہو گی اور خود اُنکے دھونے مین اوقات ضائع کرے
کیونکہ پہلے قرن کے لوگ تو رنگی ہوئی پوستین سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ دھوئے ہوئے اور رنگے ہوئے مین طہارت اور نجاست
کے باب مین بہت فرق ہی بلکہ انکا دستور تھا کہ نجاست کو جب آنکھ سے دیکھتے تو اُس سے اجتناب کرتے نہین کہ باریک باتین شبہون کی
نجاست مین نکالا کرتے ہون ہان ریا کی اور ظلم کی باریکیان سوچتے تھے یہانتک کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے یار ایک ساتھی کے ایک مکان کے آگے

دروازے پر گذرے رفیق کو ارشاد فرمایا کہ تو اونچا محل مت بنانا اسلیے کہ اگر آدمی اس مکان کو نہ دیکھتے تو اسکا مالک کبھی اتنا اسراف نہ کرتا اس
یہ نکلا کہ دیکھنے والا مسرف کو اسکے اسراف پر معین ہوتا ہی غرضکہ اپنے ذہن کو بہت سی باطن حکمے دقایق کے نکالنے مین لگاتے تھے نہ اس قسم کے
وہم اور وسوسون مین پھنساتے تھے پس اگر کوئی عالم کسی عامی کو پاوے کہ وہ اسکے کپڑے دھونے مین احتیاط کے ساتھ متکفل ہوتا ہی تو بہتر بات
ہی اسلیے کہ سستی کی نسبت کر تو بہتر ہی اور عامی مذکور کو یہ فائدہ بھی ہی کہ اسکا نفس امارہ ایک مباح کام مین لگا ہوا ہی اتنی ہی دیر معاصی سے
باز رہیگا کیونکہ نفس اگر کسی کام مین مصروف نہین ہوتا تو آدمی کو اپنے دھندے مین لگا لیتا ہی اور جبکہ عامی مذکور اس کپڑے دھونے سے
عالم کا تقرب چاہتا ہی تو یہ امر اسکے نزدیک سب امور ثواب کی نسبت کر افضل ہی اسلیے کہ عالم کا وقت ان جیسے کامونکے متکفل ہونے سے اشرف
ہی تو عامی کے متکفل ہو جانیسے عالم کا وقت محفوظ رہیگا اور عامی کے لیے اشرف وقت یہ ہی کہ ایسے ہی کامو مین مصروف ہو تو اسپر سب
طرف سے خیر و برکت ہوگی۔ اور اس مثال سے اور عملونکی نظیرون کو اور انکے فضائل کی ترتیب کو اور ایک دوسرے پر انکے مقدم ہونے کو
سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ عمر کے لحظون کو افضل بات مین صرف کرنیکے لیے خوب حساب کرنا اس سے اہم ہی کہ تمام دنیاوی امور مین تدقیق
کیجاوے اور جب تم اس مقدمے کو جان چکے اور ظاہر ہو گیا کہ طہارت کے چار مرتبے ہین تو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہم اس باب مین صرف
ایک قسم کی نظافت کو ذکر کرتے ہین یعنے ظاہری طہارت کو اسلیے کہ ہم اس کتاب کے اول حصے مین جان بوجھ کر بجز ظاہری باتون کے اور کچھ نہین لکھتے
پس ہم کہتے ہین کہ طہارت ظاہر تین قسم ہی اول نجاست ظاہری سے پاک ہونا دوم نجاست حکمی سے پاک ہونا جسکو حدث کہتے ہین سوم
بدن کے فضلون سے پاک ہونا اور فضلات بدن سے طہارت یا کاٹنے یا استرے سے یا نورہ لگانے وغیرہ سے ہوتی ہی قسم اول نجاست ظاہری سے
پاک ہونیکے ذکر مین اسمین تین باتونکا دیکھنا ہی ایک جس چیز کو دور کرین اور ایک جس چیز سے دور کرین اور ایک طریق دور کرنے کا بیان اول ان
اشیا کا ذکر جو دور کی جاوین۔ دور کرنیکی چیزین نجاستین ہین اور اعیان تین طرح کے ہین اول جمادات یعنے جن مین زندگی نہین
دوم حیوان سوم اجزاے حیوان ان مین سے جمادات کا یہ حال ہی کہ سوا شراب کے اور کہ نشہ آور چیز کے سب پاک ہین اور حیوانات
سوا کتے اور سور کے اور جو چیز ان دونون سے پیدا ہو اسکے سوا سب پاک ہین اور حیوان جب مر جاوین تو سوا پانچ حیوانون کے سب نجس ہین
اور وہ پانچ یہ ہین آدمی اور مچھلی اور ٹیڑی اور سیب کا کیڑا اور اسمین داخل ہی وہ کیڑا جو کھانے یا سرکہ وغیرہ مین پڑ جاتا ہی پانچوان وہ جانور جسمین
بہتا ہوا خون نہین جیسے مکھی اور گبریلا وغیرہ کہ اسطرح کی چیزین اگر پانی مین گر جاوین تو پانی اس سے نجس نہوگا۔ اور حیوانات کے اجزا دو طرح کے ہین
اول وہ کہ حیوان سے علیحدہ ہو گئے ہون انکا حکم مردہ کا سا ہی مگر بال علیحدہ ہونے سے ناپاک نہین ہوتا اور ہڈی ناپاک ہو جاتی ہی دوسرے وہ رطوبتین
جو حیوان کے اندر سے نکلتی ہین انمین سے جو اسطرح کی ہین کہ تبدیل نہین ہوتین اور انکے ٹھہرنے کی جا مقرر نہین وہ پاک ہین جیسے آنسو اور پسینا اور
لعاب اور رینٹ اور جن چیزونکا ٹھکانا مقرر ہی اور وہ تبدیل ہوتی ہین وہ نجس ہین بجز اس چیز کے جو حیوان کی اصل ہو مثلاً منی اور انڈے کہ پاک
ہین اور خون اور پیپ اور پاخانہ اور پیشاب تمام حیوانات کا نجس ہی اور ان نجاسات مین سے تھوڑی ہون یا بہت معاف کچھ نہین سوا پانچ
چیزونکے اول ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر کچھ اثر نجاست کا رہ جاوے تو وہ معاف ہی بشرطیکہ نکلنے کی جگہ سے نہ بڑھ جاوے دوسرے راستون کے
کیچڑ اور گوبر کا غبار راہ مین معاف ہی باوجودیکہ نجاست کا یقین ہی مگر اسقدر معاف ہی کہ اس سے بچنا دشوار ہو یعنی جسپر یہ حال گذرے اسکو کوئی

یہ نہ کہے کہ اُسنے خود لتھیڑا ہی یا پھسلکر گر پڑا ہی بلکہ یہی وہ نجاست کہ موزون کے تلے مین لگ جاتی ہی اس جہت سے کہ راہون مین ضرور پڑی رہتی ہی تو وہ بھی معاف ہی رگڑنے کے بعد کیونکہ اُسکے دور کرنیمین حرج ہی چوتھی پسوؤنکا خون تھوڑا ہو یا بہت لیکن اگر عادت کی حد سے گزر جاوے تو البتہ معاف نہین خواہ تمھارے کپڑے مین ہو یا غیر کے کپڑے مین ہو اور تمنے اُسکو پہن لیا ہو پانچوین پھنسیونکا خون اور جو کچھ اُسمین سے پیپ اور کچ لہو بہے معاف ہی حضرت ابن عمرؓ نے اپنے مہاسے کو رگڑ دیا اُسمین سے خون نکلا آپ نے اُسکو نہ دھویا اور نماز پڑھ لی اور اُسی کے حکم مین ہین وہ رطوبات جو ناسورون سے نکلتی ہین یا فصد کے بعد خون کا چلکتا رہتا ہی یہ بھی معاف ہین لیکن جو پھوڑے کم واقع ہون جیسے زخم لگنا وغیرہ تو اسکا حکم خون استحاضہ سے ملا دیا جاویگا ان پھنسیونکا سا حال نہو گا جنسے انسان اکثر خالی نہین رہتا اور شریعت مین جو ان پانچون نجاستون سے چشم پوشی کی گئی اس سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ طہارت کا معاملہ سہولت پر مبنی ہی اور جو کچھ اس باب مین نیا ایجاد ہوا ہی وہ وسوسہ ہی اُسکی کچھ اصل نہین **دوسرا بیان** اُن چیزونکے ذکر مین جنسے نجاست دور کیجاوے وہ دو طرح کی ہین یا جامد ہین یا بہتی ہوئی جامد چیز استنجا کا ڈھیلا ہی یہ خشک کرنیسے پاک کر دیتا ہی اور اسمین شرط یہ ہی کہ سخت ہو اور پاک ہو اور نجاست کو چوستا ہو اور حرمت نہ رکھتا ہو اور بہتی چیزون مین سے سوائے پانی کے اور کسی چیز سے نجاست دور نہین ہوتی اور پانی بھی سب دور نہین کرتے بلکہ نجاست کا دور کرنے والا وہ پانی ہے جو پاک ہو اور کسی بے حاجت چیز کے ملنے سے اُسمین تغیر فاحش نہوگیا ہو اگر پانی مین کوئی نجاست ملجاوے جس سے اُسکا مزا یا رنگ یا بو بدلجاوے تو وہ پانی پاک نہین رہتا اور اگر نجاست کے پڑنے سے ان تینون وصفونمین سے کوئی نہ بدلے اور پانی مقدار مین قریب دو مشکون کے یا سوا چھ من تول مین ہو تو وہ نجس نہو گا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اور اگر اس مقدار سے کم ہوگا تو امام شافعی کے نزدیک نجس ہو جاویگا یہ حال ٹھہرے ہوئے پانی کا ہی لیکن بہتا پانی اگر نجاست سے بدل جاوے تو جتنا بدلا ہوا ہو وہ ناپاک ہی اُس سے اوپر اور نیچے کا ناپاک نہین اسلیے کہ پانی کے بہاؤ سب جدی جدی ہین اور اسیطرح اگر بہتی نجاست پانی کے بہاؤ مین چلے تو جس جگہ وہ پانی مین پڑی ہی وہ نجس ہی اور جو اُسکے دہنے بائین پانی ہی وہ نجس ہی بشرطیکہ پانی قلتین سے کم ہو اور اگر پانی کی چال نجاست کی چال سے تو تیز ہو تو نجاست کے اوپر کی جانب کا پانی پاک ہی اور نیچے کی جانب کا نجس ہی گو دور ہو اور بہت ہو لیکن جس صورت مین کہ کسی حوض مین مقدار قلتین کے پانی جمع ہو جاویگا تو نجس نہ رہیگا اور نجس پانی اگر دو قلون کے برابر اکٹھا ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہی اور پھر جدا کرنیسے ناپاک دوبارہ نہین ہوتا یہ مذہب امام شافعی کا ہی اور مجھکو یون اچھا معلوم ہوتا تھا کہ امام شافعیؒ کا مذہب پانی کے باب مین امام مالک کے مذہب کے موافق ہوتا یعنے پانی اگرچہ تھوڑا ہو بدون تینون وصفون مین سے ایک کے بدلنے کے امام مالک کے نزدیک نجس نہین ہوتا تو امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہوتا تو خوب تھا اسواسطے کہ ضرورت تو پڑتی ہی ہی اور قلتین کی قید لگانے سے وسوسے اُبھرتے ہین اور اسی جہت سے لوگون پر یہ شرط گران ہی اور واقع مین بھی یہ قید مشقت کا سبب ہی جو کوئی اُسکا تجربہ کرے اور سوچے اُسکو کیفیت معلوم ہوتی ہی اور اسمین کچھ شبہہ نہین کہ اگر قلتین کی شرط لگی ہوتی تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین بطریق اولی طہارت دشوار ہوتی اسلیے کہ ان دونون جگہو نمین نہ بہتے پانی کی کثرت ہی نہ ٹھہرے کی اور اول زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آخر زمانہ صحابہ تک کوئی واقعہ طہارت کے باب مین منقول نہین اور نہ کوئی سوال نجاستون سے پانی کے بچانے کی کیفیت کے دریافت کرنیمین پایا جاتا ہی اور اُن لوگونکے پانی کے برتنون پر لڑکون اور لونڈیون اور ایسے لوگون کا تصرف

لے جب پہونچ جاوے پانی مقدار دو قلے کو تو نہین اٹھاتا پلیدی کو ۱۲ صاحب سنن و حاکم بروایت ابن عمر رض ۱۲

ف تحقیق مصنف پانی کی نجاست مین ۱۲

رہتا تھا جو نجاستون سے احتراز نہین کرتے۔ اور حضرت عمر رضی نے اُس پانی سے وضو کیا جو نصرانی عورت کے گھڑے مین تھا اس سے
تو صاف یہی معلوم ہوتا ہی کہ آپ نے بجز عدم تغیر پانی کے اور کسی شرط پر اعتماد نہین کیا ورنہ نصرانی عورت اور اُس کے برتن کا
نجس ہونا ہی کہ ظن غالب سے بادنیٰ تامل معلوم ہوتا ہی پس امام شافعی رح کے مذہب پر مشکل سے قائم ہونا اور بیشتر کے قرون مین اس امر کا استعمال
نہونا ایک دلیل ہی جس سے پانی مین قلتین کی شرط لگانی زائد معلوم ہوتی ہی اور حضرت عمر رض کا فعل دوسری دلیل ہی اور تیسری دلیل یہ ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے لیے برتن جھکا دیا تھا۔ اور اُس وقت کے لوگ بلی سے برتنونکو ڈھانپتے نہ تھے حالانکہ دیکھتے تھے کہ بلی چوہا
کھاتی ہی اور اُنکے شہرون مین حوض نہ تھے کہ جنمین سے بلیان پانی پیتی ہون نہ کنوؤن مین اُترکر پیتی تھین بلکہ اُنکے برتنون ہی مین سے پانی پیا
کرتی تھین اور چوتھی دلیل یہ ہی کہ امام شافعی نے تصریح فرمائی ہی کہ جس پانی سے نجاست دھوئی جاوے اُسکا دھوون پاک ہی بشرطیکہ اُسکا کوئی
وصف نہ بدلے اور اگر بدل جاوے تو دھوون ناپاک ہی پس پانی کے نجاست پر ڈالنے مین اور نجاست کے پانی مین گرنے مین کونسا فرق ہی اور بعض جو
یہ کہتے ہین کہ پانی کے گرنے کی قوت نجاست کو دفع کرتی ہی تو اگر وہ نجاست پانی سے نہین ہلتی تو پھر اُسکے کیا معنی کہ نجاست دور ہو جاتی ہی اور اگر یہ
کہو کہ حاجت کے سبب ایسا ہوتا ہی تو حاجت تو اُسکی طرف بھی ہی کہ سواے تغیر اوصاف کے اور قید پانی کے نجاست مین نہ لگائی جاوے اور اسمین
کیا فرق ہوا کہ جس طاس مین نجس کپڑا ہو اُسمین پانی ڈالدیا یا جس طشت مین پانی ہو اُسمین ناپاک کپڑا ڈالدیا کپڑون اور برتنونکے دھونے مین
دونون طرحکی عادت ہی۔ پانچوین دلیل یہ ہی کہ وہ لوگ تھوڑے پانی بہتے ہوے کے کنارہ نہر استنجا کیا کرتے تھے اور امام شافعی رح کے مذہب مین
باتفاق ثابت ہی کہ جب بہتے پانی مین پیشاب پڑ جاوے اور وہ متغیر نہووے تو اُس سے وضو کرنا درست ہی گو پانی تھوڑا ہو تو پھر بہتے اور ساکن مین
فرق کیا اور اب کوئی یہ بتاوے کہ متغیر نہونے پر حوالہ کرنا بہتر ہی یا بہنے کے سبب پانی کی قوت پر حوالہ کرنا اچھا ہی پھر اس قوت کی حد کیا ہی آیا
جو پانی کہ حمام کی ٹونٹیون مین سے نکلتے ہین اُنپر یہ قاعدہ جاری ہی کہ نہین اگر نہین جاری تو فرق بتانا چاہیے اور اگر جاری ہی تو ناپاکی اُن پانیون
پڑ جاوے اور جو برتنونمین سے بدبو بہنے کی جگہہ پڑ جاوے دونون مین فرق کیا ہی آخر یہ بھی پانی بہتا ہی علاوہ ازین پیشاب بہتے پانی مین بہ نسبت
بستہ نجاست کے خوب ملجاتا ہی تو جب یہ حکم دیدیا کہ جو پانی بستہ نجاست پر گزرے وہ نجس ہی یہانتک کہ ایک ایسے حوض مین جمع ہو کہ اُسکی
مقدار قلتین ہو تو بستہ نجاست اور بہتی نجاست مین کیا فرق ہی پانی تو ایک سا ہی اور ملجانا بہ نسبت اوپر کے گذرنے کے زیادہ ہی تو کیا وجہ کہ پیشاب ملنے
سے وضو درست ہوا اور بندھی نجاست پر گذرنے سے ناجائز ہو چھٹی دلیل یہ ہی کہ قلتین پانی مین اگر آدھ سیر پیشاب پڑ جاوے اور وہ پانی علیحدہ
کیا جاوے تو جو پیالہ اُس سے بھرا جاویگا وہ پاک ہوگا اور یہ ظاہر ہی کہ اسمین کچھ قطرے پیشاب کے ضرور ہونگے گو تھوڑے ہون پس اب یہ بتاؤ
کہ پانی کی طہارت کی علت متغیر نہونے کو کہنا اچھا ہی یا کثرت کی قوت کو بتانا بہتر ہی حالانکہ کثرت تو پیالہ مین علیحدہ کرلینے سے جاتی رہی اور اجزاے
نجاست اسمین موجود ہین ساتوین دلیل یہ ہی کہ گذشتہ زمانون مین حامون مین میلے کچیلے آدمی وضو کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور برتن ان حوضون
مین باوجود پانی کے تھوڑا ہونیکے ڈالدیتے تھے گو یہ معلوم تھا کہ ان مین ناپاک و پاک سب طرح کے ہاتھ پڑتے ہین۔ تو یہ دلیلین مع شدت حاجت
دل مین اسبات کو قوت دیتی ہین کہ پہلے لوگ متغیر ہونے کو دیکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اعتماد رکھتے تھے کہ اللہ تعالی
نے پانی کو پاک پیدا کیا ہی اُسکو کوئی چیز ناپاک نہین کرتی بجز اُسکے کہ اُسکے مزہ یا رنگ یا بو کو بدلدے۔ اور یہ بات پانی مین واقع مین ہی یعنی بہنے والی

بیہقی کی روایت ... عائشہ رضی سے ... ضعیف ہے

سوا پانی کی حدیث ابوداؤد و ترمذی نے بروایت ابو سعید روایت کی ہے

چیز کی سرشت ہے کہ جو چیز اُس میں پڑے اُسکو اپنی صفت پر بنا لے اور وہ چیز اُس سے مغلوب ہو جیسے نمک کی کان میں کُتا گر پڑے تو وہ بھی نمک
ہو جاتا ہے اور اُسکی طہارت کا حکم لگتا ہے اس سبب سے کہ اُس میں سے کُتے ہونے کا وصف جاتا رہا نمک ہو گیا اسیطرح اگر تھوڑا سا سرکہ یا دودھ
پانی میں گر جاویگا تو اُسکی صفت سے متصف ہو جاویگا اور اُسکی خاصیت اختیار کریگا مگر جس صورت میں کہ بہت اور غالب ہو تب پانی نہو گا اور
اُسکا غلبہ مزہ یا رنگ یا بو کے غالب ہونے سے ہوتا ہے تو یہ اوصاف کا متغیر ہونا جانچ کی چیز ہے اور شریعت نے نجاست کے دور کرنیکے
لیے پانی میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور مناسب ہے کہ اسپر اعتماد کیا جاوے تاکہ تنگی رفع ہو اور علت پانی کے پاک ہونے کی کھل
جاوے کہ دوسری چیز پر غالب ہوتا ہے تاکہ اُسکو پاک کر دے جیساکہ قلتین سے زیادہ ہونیکی صورت میں یہی حال ہے اور نجاست کے
دھوون اور بہتے پانی اور بلی کے لیے برتن جھکا دینے میں یہی صورت ہے اور یہ مت خیال کرنا کہ یہ صورت معاف ہونیکی ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نجاست
کے اثر اور پسوؤں کے خون کی طرح ہوتا کہ جو پانی اُس سے لگتا وہ ناپاک ہوتا حالانکہ دھوون ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ تھوڑا پانی بلی کے مُنہ ڈالنے سے
ناپاک ہوتا ہے۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایحمل خبثا یعنی نجاست کو نہیں اُٹھاتا تو یہ لفظ اپنی ذات سے مبہم ہے کیونکہ جب متغیر
ہوتا ہے تب تو نجاست کو اُٹھاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب متغیر نہیں ہوتا اسوقت نجاست کو نہیں برداشت کرتا تو ممکن ہے کہ کہیں کہ اس سے
مراد یہ ہو کہ وہ پانی اکثر اوقات میں معتاد نجاستوں سے متغیر نہیں ہوتا تو یہ بات قلتین سے کم میں بھی متمسک ہے مگر کمتر میں اسکی رعایت نہ کرنی اُن
دلیلوں سے جو ہمنے لکھی ہیں ممکن ہے اور لایحمل خبثا کے ظاہر الفاظ اس بات پر دلالت نہیں کرتے ہیں کہ حمل یعنی برداشت کی نفی ہے جسکے یہ معنے ہیں
کہ نجاست کو اپنی صفت پر بدل لیتا ہے جیسے یہ کہتے ہیں کہ کان نمک کتے وغیرہ کو برداشت نہیں کرتی یعنی اسمیں غیر چیزیں ویسی ہو جاتی ہیں اور
ان معنوں کے لینے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ تھوڑے پانیوں میں استنجا کیا کرتے ہیں اور اپنے نجس برتن اُنہیں ڈبویا کرتے ہیں پھر تردد کیا کرتے ہیں کہ یہ پانی
اتنے امر سے متغیر ہو گیا یا نہیں تو جب مقدار قلتین کے پانی ہو گا معلوم ہو جاویگا کہ ان معتاد نجاستوں سے متغیر نہیں ہوتا بس اگر یہ کہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نجاست کو برداشت نہیں کرتا اور جب نجاست زیادہ ہوگی تب تو برداشت کرتا ہے تو یہ سوال اُلٹا تمہیں پر پڑیگا
کہ جب نجاست زیادہ ہوگی تب اُسکی برداشت حکم کی رو سے بھی کریگا جیسے دیکھنے میں کرتا ہے پس دونوں مذہبوں میں معتاد نجاستوں کی
خصوصیت لگانی ضرور ہے۔ حاصل یہ کہ نجاستوں کے معاملہ میں ہمارا میل آسانی برتنے کی طرف ہے اس وجہ سے کہ پہلے لوگوں کی سیرت
ہمنے اسیطرح پائی اور وسواس کی جڑ اُکھاڑنی منظور ہے اور اسیوجہ سے ان مسئلوں میں اگر کہیں خلاف واقع ہوا ہے تو ہمنے طہارت کا حکم
دیا ہے **تیسرا بیان** نجاست کے دور کرنیکی کیفیت میں۔ نجاست اگر غیر مرئی ہو یعنی اُسکا جسم سوجھائی نہ دیتا ہو تو اُسپر جہان جہان
پڑی ہو پانی کا بہانا کافی ہے اور اگر نجاست جسم دار ہے تو اُسکے جسم کا دور کرنا ضرور ہے اور جب تک مزہ اُسکا باقی رہیگا تب تک معلوم
ہو گا کہ اُسکا جسم باقی ہے اور یہی حال رنگ کے باقی رہنے کا ہے لیکن جس صورت میں کہ رنگ چمٹ جاوے اور رگڑنے اور ملنے سے نہ جاوے
تو وہ معاف ہے اور بو کا باقی رہنا نجاست کے باقی رہنے پر دال ہے اور معاف نہیں لیکن اگر کوئی چیز نہایت تیز بو کی ہو کہ اُسکا دور کرنا مشکل ہو
تو اُسوقت ملنا اور چند مرتبے پدر پے نچوڑنا رگڑنے کے قائم مقام ہے اور وسواس کے دور کرنیکی یہ تدبیر ہے کہ یوں سمجھنا چاہیے کہ چیزیں یقیناً پاک
پیدا ہوئی ہیں تو جسپر نجاست نہ دکھائی دیتی ہو اور نہ یقیناً معلوم ہو کہ نجس ہے تو اُس سے نماز پڑھ لے اور اس بات کی ضرورت نہیں کہ نجاستوں کی

مقدار مقرر کرنے کے لیے استنباط کیے جاوین **دوسری قسم حدث کی طہارت** کے بیان مین - اور اس طہارت مین وضو اور غسل اور تیمم داخل ہین اور ان سب سے مقدم استنجا ہی ہم ان سب کی کیفیت بترتیب مع آداب و سنت لکھتے ہین اور شروع مین وضو کے سبب کو یعنے قضاے حاجت کو لکھتے ہین بعون اللہ تعالی **بیان اول** پاخانہ پھرنے کے آداب اسمین اتنی باتین ملحوظ رکھنی چاہیین کہ دیکھنے والون کی نظر سے جنگل مین دور جاوے اور کسی چیز کی آڑ اگر ہو سکے تو کر لے اور جبتک بیٹھنے کے مقام پر نہ پہونچ جاوے تب تک اپنی برہنگی نہ کھولے اور سورج اور چاند کی طرف منھ کر کے نہ بیٹھے اور نہ قبلہ کی طرف منھ کرے نہ پیٹھ پھیرے مگر جس صورت مین کہ مکان مین پاخانہ ہو تو مضائقہ نہین اور اس صورت مین بھی مستحب یہی ہی کہ قبلہ سے پھر کر بیٹھے اور جنگل مین اگر اپنی سواری کی یا دامن کی آڑ لے تو جائز ہی اور آدمیونکی باتین کرنیکی جگہ مین بیٹھنے سے اجتناب کرے اور ٹھہرے ہوئے پانی مین اور پھلدار درخت کے نیچے اور سوراخ کے اندر پیشاب نہ کرے اور جو جگہ نہایت سخت ہو اور ہوا کے رخ پیشاب نہ کرے تاکہ چھینٹون سے بچا رہے اور بیٹھنے مین بائین پاؤن پر زور دے لے اور اگر مکانات کے پاخانون مین جاوے تو اندر جانے مین بایان پاؤن اول رکھے اور باہر نکلتے وقت دہنا اول نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ جو کوئی تمسے یہ بیان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے تو اسکے قول کو سچا نہ جانو - اور حضرت عمر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو کھڑے ہوے پیشاب کرتے دیکھکر فرمایا کہ اے عمر کھڑا ہو کر پیشاب نکر اور اس باب مین اجازت مروی ہی کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور مین آپکے لیے وضو کا پانی لایا آپنے وضو کر کے اپنے دونون موزون پر مسح کیا - اور نہانے کی جگہ مین پیشاب نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر وسواس اسی سے ہوتا ہی - اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ اگر پانی بہتا ہوا ہو تو اسمین پیشاب کرنے کا مضائقہ نہین اور پاخانے مین اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لیجاوے جسپر نام خدا کا یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور پاخانہ مین ننگے سر نجاوے اور پاخانے مین جانے کے وقت کہے بسم اللہ اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم یعنی شروع کرتا ہون اللہ کا نام پناہ مانگتا ہون اللہ سے ناپاک پلید خبیث مخبث شیطان مردود سے اور نکلتے وقت کہے الحمد للہ الذی اذہب عنی ما یوذینی وابقی علی ما ینفعنی یعنی شکر ہی خدا کا کہ اُسنے مجھ مین سے وہ چیز دور کی جو مجھے ایذا دے اور وہ چیز باقی رکھی جو میرے کام آوے مگر یہ دعائین پاخانے کے باہر کہے اور استنجا کے ڈھیلے بیٹھنے سے پہلے گن لے اور جہان پاخانہ پھرے اس جگہ پانی سے طہارت نہ کرے اور پیشاب کے بعد کھنکھارے اور تین دفعہ آلہ تناسل کو سونت دے اور اُسکے نیچے کی جانب ہاتھ پھیر دے اور اس باب مین زیادہ فکر نہ کرے ورنہ وسوسے مین گرفتار ہوگا اور کام مشکل پڑ جاویگا اور اگر بعد کو کچھ تری معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ پانی کا اثر ہی اور اگر یہ امر اُسکو ایذا دیتا ہو تو اس مقام پر پانی چھڑک لے تاکہ نفس مین خوب جم جاوے کہ پانی کا اثر ہے قطرہ نہین اور وسوسہ کرنے سے اپنے اوپر شیطان کو مسلط نہ کرے اور حدیث شریف مین یہ فعل مروی ہی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی چھڑکا ہی اور پہلے لوگون مین جو استنجا مین جلد فراغت کرتا تھا وہ زیادہ فقیہ ہوتا تھا تو جو شخص اسمین وسوسہ کرے معلوم ہوگا کہ اُسکو سمجھ کم ہی - اور حضرت سلمان رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سب چیزین تعلیم فرمائین یہانتک کہ پاخانہ پھرنا تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ ہڈی سے اور لید سے استنجا نہ کرین اور منع فرمایا اس بات سے کہ پیشاب یا پاخانہ مین قبلہ رخ نہ بیٹھین - اور ایک بدوی نے جھگڑے کے وقت کسی صحابی رض سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تمکو پاخانہ پھرنا بھی اچھی طرح نہین آتا انھون نے

رح ترمذی و نسائی
رح ابن ماجہ باسناد صحیح
رح ابن ماجہ باسناد ضعیف ۱۲
رح ابن ماجہ باسناد ضعیف ۱۲
رح بخاری و مسلم ۱۲
رح اصحاب سنن
بروایت عبد اللہ بن مغفل ۱۲ رح
ابو داؤد و نسائی
بروایت سفیان بن الحکم ۱۲ رح
مسلم ۱۲

فرمایا کہ کیون نہین مین تو اُس سے خوب باہر ہون راستے سے دور جاتا ہون اور ڈھیلے گن لیتا ہون جھنڈی کیطرف منھ کرتا ہون اور ہوا کیطرف پشت پھیرتا ہون پنجون پر زور دیتا ہون اور سرین اوپر کو رکھتا ہون۔ اور جائز ہی کہ آدمی دوسرے شخص کے قریب اُس سے آڑ کرکے پیشاب کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجودیکہ بہت حیا رکھتے تھے لوگون کی تعلیم کے لیے ایسا کیا ہی اب استنجا کی کیفیت معلوم کرو کہ بعد پاخانہ سے فارغ ہونیکے تین ڈھیلون سے اپنے مقام کو صاف کرے اگر صاف ہوجاوے تو خیر ورنہ چوتھا ڈھیلا لے اور اسیطرح اگر حاجت جانے تو پانچوان استعمال کرے اسواسطے کہ پاک کرنا واجب ہی اور عدد طاق مستحب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من استجمر فلیوتر یعنے جو ڈھیلے استعمال کرے چاہیے کہ طاق لیوے اور ڈھیلے کو اپنے بائین ہاتھ مین لے کر اپنے مقام پاخانہ کے اگلے کنارے پر نجاست سے اسطرف رکھے اور پیچھے کو پونچھتا ہوا اور ڈھیلے کو پھیرتا ہوا لیجاوے پھر دوسرا ڈھیلا لیوے اور اسکو پیچھے کیطرف رکھکر آگے کو اسیطرح لاوے اور تیسرا لیکر مقعد کے گرد گھماوے اور اگر گھمانا دشوار ہو اور آگے سے پیچھے تک پونچھ لیا ہو تو کافی ہی پھر ایک بڑا سا ڈھیلا اپنے دہنے ہاتھ مین لے اور ذکر کو بائین ہاتھ مین اور ڈھیلے سے اسکو پونچھے اور بائین ہاتھ کو حرکت دے اور تین بار تین جگہ مین پونچھ دے یا تین ڈھیلون مین یا تین جگہ ایک دیوار مین پونچھے یہانتک کہ پونچھنے کی جگہ مین پیشاب کی تری معلوم نہو اگر یہ بات دو دفعہ ہوجاوے تو تیسرا طاق کرنیکے لیے استعمال کرے اور جس صورت مین کہ صرف ڈھیلے پر کفایت کرنی منظور ہو تو تری کا موقوف کرنا واجب ہی اور اگر چار ڈھیلون مین صاف ہو تو پانچوان طاق کرنے کے واسطے لیوے پھر اُس جگہ سے ہٹے اور دوسری جگہ پانی سے آبدست لے اسطرح کہ دہنے ہاتھ سے پانی مقام نجاست پر ڈالے اور بائین سے ملے یہانتک کہ اثر نجاست چھونے سے معلوم نہو اور آبین زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ اندر تک دھووے اسلیے کہ یہ وسواس کا گھر ہی اور واضح ہو کہ جہان پانی نہین پہونچتا وہ مقام اندر کہلاتا ہی اور اُس جگہ کے فضلات پر نجاست کا حکم نہین لگتا جبتک کہ باہر نہ نکلین اور جو مقام ظاہر ہی اور اُسپر حکم نجاست کا ہوجاتا ہی تو اُسکے پاک ہونیکی حد یہ ہی کہ پانی اُس جگہ پہونچ جاوے اور نجاست دور کردے زیادہ وسواس کی کوئی بات نہین اور جب استنجا سے فراغت پاوے تو یون کہے اللھم طھر قلبی من النفاق وحصن فرجی من الفواحش یعنی الٰہی میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور میرے مقام شرم کو زنا سے محفوظ رکھ پھر اپنا ہاتھ دیوار سے یا زمین سے بوسکے دور کرنے کے لیے رگڑ ڈالے اگر رہ گئی ہو اور پانی اور ڈھیلون کا دونون کا استعمال کرنا مستحب ہی چنانچہ مروی ہی کہ جب یہ آیت اتری فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والون کو ارشاد فرمایا کہ وہ کونسی طہارت ہی جسپر خدا تعالیٰ نے تمھاری تعریف کی اُنھون نے عرض کیا کہ ہم استنجا مین ڈھیلے اور پانی دونون استعمال کرتے ہین دوسرا بیان وضو کی کیفیت کے ذکر مین جب استنجا سے فارغ ہو چکے تو وضو مین مشغول ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہین دیکھا کہ قضاے حاجت کے بعد آپ نے وضو نہ کیا ہو اور وضو مین شروع مسواک سے کرے کہ اُسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تمھارے منھ قرآن کے راستے ہین پس انکو مسواک سے اچھا کرو پس چاہیے کہ مسواک کرنے کے وقت نیت کرلے کہ اپنا منھ نماز کے اندر قرآن کی قرات اور ذکر اللہ کے لیے پاک کرتا ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کے بعد کی نماز بدون مسواک کی پچھتر نمازون سے بہتر ہوتی ہی اور فرمایا لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک عند کل صلوۃ اور فرمایا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم میرے پاس زرد دانتون سے آتے ہو مسواک کیا کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو

کئی مرتبہ مسواک کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو مسواک کا حکم
کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ آپ پر اسکے باب مین عنقریب کوئی آیت اُتریگی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ لازم پکڑو مسواک
کرنے کو کہ وہ منھ کو پاک کرتی ہی اور باعث خوشنودی اللہ تعالی کی ہی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مسواک حافظہ بڑھاتی ہے اور بلغم دور
کرتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مسواک کو کانون پر رکھکر چلا کرتے تھے اور کیفیت اُسکی یہ ہی کہ مسواک پیلو کی یا اور درختون
کے شاخ کی کرے جو دانت کی زردی دور کردے اور مسواک عرض اور طول دونون جانب مین کرے یعنی ڈاڑھون کی جانب مین بھی
پھرا دے اور مسوڑھون کی جانب مین بھی اور اگر ایک ہی طرف پر کفایت کرے تو عرض مین کرے اور مسواک ہر نماز اور ہر وضو کے وقت کرے گو
وضو کے بعد نماز نہ پڑھے اور جب سونے یا بہت دیر ہونٹھ بند رہنے یا بودار چیز کھانے سے منھ کی بو بری ہوگئی ہو اس وقت مسواک کرے پھر مسواک سے
فارغ ہونے کے بعد وضو کے لیے قبلہ رخ بیٹھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو بسم اللہ نہ کہے اُسکا
وضو نہین ہوتا یعنی بدون بسم اللہ کے کامل نہین ہوتا اور اُسوقت کہے رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون پھر اپنے ہاتھ
برتن مین ڈالنے سے پہلے پہونچون تک تین بار دھووے اور کہے اللھم انی اسالک الیمن والبرکۃ واعوذ بک من الشوم والھلکۃ یعنی الٰہی مین
تجھسے سوال کرتا ہون یمن اور برکت کو اور نحوست اور تباہی سے تجھسے پناہ مانگتا ہون پھر حدث کے دور کرنے اور نماز کے مباح ہوجانیکی
نیت کرے اور منھ دھونے تک یہ نیت باقی رکھے اگر منھ دھونے کے وقت بھول جاویگا تو وضو نہوگا پھر چلو مین منھ کے لیے پانی لیوے اور اُس
سے تین کلیان کرے اور غرارہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے کلیان ہی کرلے اور کہے اللھم اعنی علی تلاوۃ کتابک وکثرۃ الذکر لک یعنی
الٰہی اپنی کتاب کے پڑھنے اور اپنے ذکر کے زیادہ کرنے پر میری مدد کر پھر ناک کے لیے چلو بھرے اور تین دفعہ ناک مین پانی دے اور
سانس سے پانی کو نتھنون مین چڑھاوے اور جو کچھ نتھنون مین ہو اُسکو سنک ڈالے اور ناک مین پانی دینے کے وقت یہ دعا کہے اللھم ارحنی
رائحۃ الجنۃ وانت عنی راض یعنی الٰہی تو مجکو جنت کی خوشبو سونگھا اُس حال مین کہ تو مجھسے خوش ہو اور ناک سنکنے کے وقت کہے اللھم انی اعوذ بک
من روائح النار ومن سوء الدار الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون دوزخ کی بدبوؤن سے اور برے گھر سے پہلے دعا ناک مین پانی پہونچانیکے مناسب
ہی اور یہ ناک سے کوئی چیز دور کرنے کے مناسب ہی پھر چلو لیے منھ کے لیے لیوے اور اُسکو جہان سے کہ پیشانی کی کھیلنی شروع ہوئی ہے
وہان سے لیکر جس جگہ تک ٹھوڑی سامنے معلوم ہوتی ہی اُسکی انتہا تک طول مین اور ایک کان سے لیکر دوسرے تک عرض مین دھووے اور
منھ کی حد مین پیشانی کے دونون گوشے جو بالون کے اندر چلے جاتے ہین داخل نہین بلکہ وہ سر مین شامل ہین اور دونون کان ٹھونکے اوپر
بھی پانی پہونچانا چاہیے اور یہ وہ جگہ ہی کہ عورتون کو وہانسے بال ہٹانیکی عادت ہوتی ہی یا اگر ایک ڈورے کا ایک سرا کان کے سر پر کھین
اور دوسرا پیشانی کے گوشے پر تو اس ڈورے کے نیچے کی طرف جو منھ کی جانب پڑے اسکو تر کرنا چاہیے اور چار بالون یعنی بھوون اور موچھون
اور زلفون اور پلکون کی جڑون مین پانی پہونچانا چاہیے کیونکہ یہ چیزین اکثر تھوڑی ہی ہوتی ہین اور ڈاڑھی اگر ہلکی ہو تو اُسکی جڑ مین بھی
پانی پہونچانا چاہیے اور ہلکی کی علامت یہ ہی کہ چہرے کی کھال اُسمین نظر آتی ہو اور اگر داڑھی گھنی ہو تو اُسکی جڑ مین پہونچانا ضرور نہین اور وہ بال جو نیچے
کے ہونٹھ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہین جنکو بچی کہتے ہین اُنکا حکم ہلکی اور گھنی ہونے مین ڈاڑھی کا سا ہی پھر یہ دھونا تین دفعہ کرے اور

داڑھی جو لٹکی ہوئی ہو اُسکے اوپر اوپر پانی بہاوے اور آنکھ کے کویون اور میل اور سرمہ کے اکٹھے ہونیکی جگہین اُنگلی سے صاف کرے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور توقع کرے کہ اس فعل سے آنکھون کا قصور باہر ہوجاویگا اور اسیطرح سب اعضا کے دھونے مین
توقع کرے کہ انکی خطائین دور ہونگی اور مُنھ دھونے کے وقت کہے اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبیض وجوہ اولیائک ولا تسود وجھی
بظلماتک یوم تسود وجوہ اعدائک الٰہی میرے منھ کو اپنے نور سے سفید کر جس روز کہ تیرے دوستون کا مُنھ سفید ہو اور میرے مُنھ کو
اپنی تاریکیون سے سیاہ مت کر جس روز کہ تیرے دشمنون کے چہرہ سیاہ ہون - اور مُنھ دھونیمین گھنی ڈاڑھی مین خلال کرے کہ
مستحب ہے پھر اسکے بعد اپنے دونون ہاتھ کہنیون تک تین بار دھووے اور انگوٹھی کو ہلادے اور پانی کہنیون سے آگے تک پہونچاوے
کیونکہ قیامت کو وضو کرنیوالون کے ہاتھ پانون اور چہرہ وضو کے نشان کے باعث روشن ہونگے تو جتنی دور پانی پہونچیگا اتنا ہی عضو روز
منور ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من استطاع ان یطیل غرتہ فلیفعل اور ایک روایت مین یہ ہے تبلغ الحلیۃ من المومن حیث
یبلغ الوضوء اور پہلے دہنا ہاتھ دھووے اور کہے اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا الٰہی میرا نامہ اعمال میرے دہنے ہاتھ مین دیا اور مجھسے
حساب ہلکا کرنا اور بائین ہاتھ کو دھونے مین کہے اللھم انی اعوذ بک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظہری الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون
اس سے کہ تو میرا نامہ اعمال میرے بائین ہاتھ مین دے یا پشت کی جانب سے پھر اپنے سارے سر کا مسح کرے اس طرح کہ دونون
ہاتھون کو تر کرکے دونون کی انگلیون کے سر ملالے اور انکو پیشانی کے پاس سر پر رکھے اور گدی کی طرف کو لیجاوے اور وہانسے پھر آگے
کی طرف کو کھینچے یہ ایک مسح ہوا اسیطرح تین بار کرے اور کہے اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا
ظلک الٰہی مجکو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھپر اپنی برکتین نازل کر اور اپنے عرش کے تلے سایہ دے اُس روز کہ بجز تیرے سایے کے اور
سایہ نہوگا پھر اپنے دونون کانونکا مسح اندر اور باہر نئے پانی سے کرے اس طرح کہ دونون انگشت شہادت کو کانون کے دونون
سوراخون مین داخل کرے اور دونون انگوٹھون کو کانون کے باہر کی جانب گھماوے پھر کانون پر دونون ہتھیلیان تشفی کے لیے رکھ دے
اور یہ مسح بھی تین بار کرے اور یہ کہے اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اللھم اسمعنی منادی الجنۃ مع الابرار الٰہی مجکو ان لوگون مین سے
کر قول کو سنین اور اُنمین سے بہتر کا اتباع کرین الٰہی مجکو جنت کے منادی کی آواز نیک بندون کے ساتھ مین سنا پھر اپنی گردن کا مسح نئے
پانی سے کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن کے طوق سے بچاتا ہے اور مسح گردن مین یہ کہے
اللھم فک رقبتی من النار واعوذ بک من السلاسل والاغلال الٰہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر اور مین زنجیرون اور طوقون سے تجھسے پناہ
مانگتا ہون پھر اپنا دہنا پانون دھووے اور بائین ہاتھ سے پانون کی اُنگلیون کو نیچے کی جانب سے خلال کرے اور دہنے پانون کی
چھنگلیا سے شروع کرکے بائین کی چھنگلیا پر خلال ختم کرے اور دہنے پانون کو دھونے مین یہ کہے اللھم ثبت قدمی علی الصراط المستقیم
یوم تزل الاقدام فی النار الٰہی میرا پانون سیدھے رستے پر جماوے جس روز کہ پانون دوزخ مین پھسلین اور بائین پانون کے دھونے مین کہے
اعوذ بک ان تزل قدمی علی الصراط یوم تزل اقدام المنافقین فی النار مین تجھسے پناہ مانگتا ہون پل صراط پر اپنا پانون پھسلنے سے جس روز کہ
منافقون کے پانون دوزخ مین پھسلین گے اور پانی کو آدھی نصف ساق تک اونچا کرے جب فارغ ہو تو مُنھ آسمان کی طرف اُٹھاوے اور کہے

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ سبحانک اللہم وبحمدک لا الٰہ الا انت عملت سوءًا وظلمت نفسی استغفرک اللہم واتوب

الیک فاغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی

عبداً صبوراً شکوراً واجعلنی اذکرک ذکراً کثیراً واسبحک بکرۃ واصیلا کہتے ہین کہ جو شخص بعد وضو کے یہ دعا پڑھے تو اُسکے وضو پر مہر کی جاتی ہی

اور عرش کے نیچے اسکو پہونچایا جاتا ہی اور وہان وہ خدائے تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتی رہتی ہی اور اسکا ثواب قیامت تک اس شخص کے لیے

لکھا جاتا ہی اور وضو مین چند باتین مکروہ ہین اول تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور پانی کو فضول بہانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

تین بار اعضا دھوئے اور فرمایا کہ جسنے زیادہ مرتبے دھوئے اُس نے ظلم کیا اور بُرا کیا اور فرمایا کہ عنقریب اس امت مین ایک قوم ہوگی

جو دعا اور وضو مین حد سے تجاوز کریگی اور کہتے ہین کہ طہارت مین آدمی کا پانی پر حریص ہونا اُسکے علم کی سُستی کی علامت ہی۔ اور ابراہیم

بن ادہم فرماتے ہین کہ یون کہتے ہین کہ اول جو شروع وسواس کا ہوتا ہی تو پاک کرنے کی جہت سے ہوتا ہی۔ اور حضرت حسن کا قول ہی کہ ایک

شیطان وضو کے اندر آدمی پر ہنسا کرتا ہی جسکو ولہان کہتے ہین دوسرے ہاتھون کا جھٹکنا کہ پانی دور ہوجائے تیسرے وضو کے اندر بولنا

چوتھے مُنھ پر پانی کو طمانچہ کی طرح مارنا اور بعض لوگون نے پانی کو بدن پر سے خشک کرنا بھی مکروہ لکھا ہی اور کہا ہی کہ یہ پانی میزان اعمال مین وزن

کیا جاویگا اسلیے اسکا خشک کرنا مکروہ ہی یہ قول سعید بن مسیب اور زہری رح کا ہی لیکن حضرت معاذ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے چہرۂ مبارک کو اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھا تھا اور حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خشک

کرنے کا کپڑا رہتا تھا مگر اس روایت مین طعن کیا گیا ہی۔ اور مکروہ ہی کانسے کے برتن سے وضو کرنا اور اُس پانی سے جو دھوپ مین گرم

ہوگیا ہو اور اُسکی کراہت طب کی رو سے ہی۔ اور حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رض سے کانسے کے برتنونکی کراہت مروی ہی اور بعض نے فرمایا ہے کہ شعبہ رض

کے لیے کانسے کے برتن مین پانی آیا تو اُنھون نے اُس سے وضو کرنیکا انکار کیا اور اس امر کا مکروہ ہونا حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رض سے نقل

فرمایا۔ اور جبکہ آدمی وضو سے فارغ ہوکر نماز پر متوجہ ہو تو چاہیے کہ اپنے دلمین سوچے کہ میرا ظاہر پاک ہوگیا جسکو خلق دیکھتی ہی تو بڑی شرم

کی بات ہی کہ بدون دل کے پاک کرنیکے خدائے تعالیٰ سے مناجات کرون کہ دل اُسکے دیکھنے کا مقام ہی اور یہ گمان لے کہ توبہ سے دل

کو پاک کرنا اور اخلاق بد سے خالی ہونا اور عمدہ اخلاق کا عادی ہونا بہت بہتر ہی اور جو شخص کہ صرف ظاہر کے پاک کرنے پر اکتفا کرتا ہی اُسکی

مثال ایسی ہی کہ کسی بادشاہ کو اپنے گھر مین بلاوے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑکر باہر کے دروازے پر گچ اور چونا پھروادے تو ظاہر ہے

کہ ایسا شخص مستحق غضب سلطانی ہوگا

وضو کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من توضأ فاحسن الوضوء وصلی رکعتین

ثم یحدث نیہما بشئے من الدنیا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور دوسری روایت مین لم یسہ فیہما غفرلہ ما تقدم من ذنبہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا الا انبئکم بما یکفر اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات اسباغ الوضوء فی المکارہ ونقل الاقدام الی المساجد وانتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ فذلکم الرباط اور اس کلمہ کے اخیر یعنی فذلکم الرباط کو تین بار ارشاد فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ایک ایک بار اعضاء کو دھویا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی کہ اللہ تعالی بدون اسکے نماز قبول نہین کرتا اور دو دو بار اعضا کو دھویا اور فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور دو دو بار اعضا دھوئے اللہ تعالی اسکو ثواب دو بار عنایت فرمادیگا اور تین تین بار اعضا دھوئے اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پیشتر کے انبیا اور اللہ تعالی کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا اور فرمایا کہ جو شخص وضو کرکے نہین خدا تعالی کو یاد کرے اللہ تعالی اسکا سب جسم پاک کردیتا ہی اور جو شخص ذکر اللہ کا نکرے اسکا جسم صرف اسیقدر پاک ہوگا جہان پانی لگیگا اور فرمایا من توضا علی طہر کتب اللہ بہ عشر حسنات اور فرمایا الوضوء علی الوضوء نور علی نور ان دونون روایتون سے نئے وضو کرنیکی ترغیب معلوم ہوتی ہی۔ اور فرمایا کہ جب بندہ مسلمان وضو کرتا ہی اور کلی کرتا ہی تو خطائین اسکے منھ سے نکل جاتی ہین اور جب ناک صاف کرتا ہی تو اسکی ناک سے گناہ باہر ہوتے ہین اور جب منھ دھوتا ہی تو چہرے سے خطائین دور ہوتی ہین یہانتک کہ پلکون کے بالونکے نیچے سے نکل جاتی ہین اور جب ہاتھ دھوتا ہی تو ہاتھون سے قصور دور ہوتے ہین حتی کہ ناخون کے تلے سے نکل جاتے ہین اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہی تو سر سے خطائین کانون تک کی نکل جاتی ہین اور جب پانون دھوتا ہی تو دونون پانون کی خطائین ناخنون تک کے نیچے سے دور ہوجاتی ہین پھر اسکا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنی دونون زیادہ بچتی ہین۔ اور مروی ہی کہ طاہر مثل صائم کے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو اسکے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہین کہ جس دروازے مین سے چاہے اسکے اندر جاوے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ عمدہ وضو تجھسے شیطان کو دور کردیگا اور مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص سے ہوسکے وہ یہ کرے کہ جب سوئے طاہر اور ذاکر اور استغفار پڑھتا ہوا سووے کیونکہ روحین اسی حال پر اٹھینگی جسپر قبض ہونگی تیسرا بیان غسل کے بیان مین اسکی کیفیت یہ ہی کہ برتن کو اپنی دہنی جانب رکھے پھر بسم اللہ کہکر اپنے ہاتھ تین بار دھوئے پھر استنجا کرے جیسا ہمنے اوپر لکھا ہی اور بدنپر اگر نجاست ہو اسکو دور کرے پھر نماز کیطرح وضو کرے جیسے مذکور ہوا مگر پانون اسوقت نہ دھوے نہانے کے بعد دھوئے کیونکہ انکو دھوکر زمین پر رکھنا پانی کا ضائع کرنا ہی پھر وضو کے بعد تین بار اپنے دہنے شانے پر نیچے تک پانی ڈالے پھر بائین طرف پر تین بار پھر سر پر تین بار پھر اپنا بدن آگے اور پیچھے سے ملے اور سر اور ڈاڑھی کے بالون مین خلال کرے اور گھنی ہون یا تھوڑی انکی جڑ تک پانی پہونچاوے اور عورت کو مینڈھیون کا کھولنا ضرور نہین مگر اسوقت کہ جانے کہ پانی بالونکے اندر نہ پہونچیگا اور بدنکی سلوٹونکی خبر لے کہ پانی سب مین پہونچ جاوے اور نہانے کے بیچ مین اپنے آلۂ تناسل کو ہاتھ نہ لگاوے اور اگر ہاتھ لگاوے تو وضو پھر سے کرے اور اگر وضو غسل سے پہلے کرلیا ہے تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے۔ غرضکہ وضو اور غسل کا طریق یہ ہی جنے اسکو اسقدر لکھا ہی کہ طریق آخرت کے

سالک کے لیے جسقدر اسکا جاننا اور کرنا ضروری ہے اور اُسکے سوا اور مسائل کہ بعض احوال مین اُنکی ضرورت پڑتی ہے اُنکے لیے فقہ کی کتابون
کی طرف رجوع کرنا چاہیے غسل مین جو ہمنے یہ باتین لکھی ہین اُنمین سے دو باتین واجب ہین ایک نیت کرنا دوسرے تمام بدنکو دھونا اور
وضو مین اتنی چیزین واجب ہین نیت منھ کا دھونا دونون ہاتھون کا کہنیون تک دھونا اور سر کا مسح اسقدر کرنا کہ جسکو مسح کہہ سکین
اور دونون پاؤنکا ٹخنون تک دھونا اور ترتیب یعنی پہلے منھ دھونا پھر ہاتھ دھونے پھر مسح کرنا پھر پاؤن دھونے اور پے در پے دھونا واجب نہین
اور چار قسم کے غسل واجب ہین اول منی کے نکلنے سے دوم عورت و مرد کی شرمگاہ ملنے سے سوم حیض کے بعد چہارم نفاس کے بعد اور اُنکے
سوا اور غسل سنت ہین جیسے دونون عیدونکا نہانا اور جمعے کے روز اور احرام کے لیے اور عرفات یا مزدلفہ مین ٹھہرنیکے لیے اور مکے مین
داخل ہونے کے واسطے اور ایام تشریق کے تین دن کا نہانا اور ایک قول کے بموجب طواف وداع کے لیے غسل کرنا اور کافر کے مسلمان
ہونے کے وقت بشرطیکہ ناپاک نہو اور مجنون کے ہوش مین آنیکے وقت اور میت کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کا غسل کرنا
یہ سب غسل مستحب ہین چوتھا بیان تیمم کے ذکر مین جس شخص کو پانی کا استعمال دشوار ہو کہ دور ہونیکی جہت سے نہ ملتا ہو یا اُس تک
کسی وجہ سے نہین پہونچ سکتا مثلاً درندے کے خوف سے یا دشمن کے ڈر سے یا پانی موجود ہو مگر اپنے یا اپنے ساتھی کی پیاس کے لیے ہو یا دوسرے
کی ملک ہو کہ وہ نرخ معمولی سے زیادہ دام کو بیچتا ہو یا اُسکے بدن پر کوئی زخم خواہ مرض ہو کہ پانی کے استعمال سے عضو کے بیکار ہونیکا یا شدت سے
مبتلا ہو جانیکا خوف ہے تو اُس شخص کو چاہیے کہ جب نماز فرض کا وقت آجاوے اُسوقت زمین پاک کا قصد کرے جسپر خاک پاک خالص اور
نرم ہو کہ اُسمین غبار اُٹھتا ہو اُس زمین پر اپنے دونون ہاتھون کی اُنگلیان جوڑکر ایک دوہتڑ مارے اور اُنکو اپنے تمام چہرے پر ایک بار
پھراوے اور اُسوقت نماز کے مباح ہونیکی نیت کرلے اور غبار کو بالون کے نیچے پہونچانیکے وقت نہ اُٹھاوے خواہ بال تھوڑے ہون یا بہت
مگر اس بات مین کوشش کرے کہ چہرے کے تمام ظاہر پر غبار پہونچ جاوے اور یہ ایک ضرب سے ہو جاویگا کیونکہ چہرے کا عرض دو ہتھیلیون سے
زائد نہین اور ظن غالب کی رو سے تمام چہرے پر غبار کا پہونچ جانا کافی ہے پھر اپنی انگوٹھی نکالے اور دوسری ضرب انگلیان کھلی رکھکر لگاوے
پھر دہنے کی چارون اُنگلیان جوڑکر بائین کی چارون انگلیون پر رکھے اسطرح کہ بائین انگلیون کے اندر طرف ہو اور دہنے کی پشت کی جانب
اور دونون انگوٹھے علیحدہ ہون اور ایک ہاتھ کی پورین دوسرے کی انگشت شہادت کے عرض سے باہر نہونے پاوین پھر بائین کی
چارون اُنگلیون کو دہنے ہاتھ کی پشت کی جانب کہنی تک سرکاتا ہوا لیجاوے کہ ہتھیلی شامل نہو جب کہنی پر پہونچ جاوے تو ہتھیلی
بائین کی دہنے کے اندر کی طرف پھر پلٹ کر اوپر کی طرف سرکاتا ہوا پہونچے تک چلا آوے اور بائین انگوٹھے کے اندر کیطرف دہنے
انگوٹھے کے باہر کیجانب پر پھیرے پھر اسیطرح دہنے ہاتھ سے بائین پر عمل کرے کہ چار اُنگلیان اول انگلیون سے لیکر کہنی تک لیجاوے اور
دہانے ہتھیلی اندر کی طرف پلٹ کر پہونچے تک لے آوے اور انگوٹھے کو انگوٹھے پر پھراوے پھر اپنی دو ہتھیلیان ایک دوسرے پر
اور انگلیون کے درمیان خلال کرے اور غرض اس تکلف سے یہ ہے کہ ایک ضرب مین کہنیون تک پورا ہاتھ غبار کا پھر جاوے پس اگر یہ بات
دشوار ہو تو کچھ مضائقہ نہین کہ دو ضربون اور زیادہ سے پورا کرلے اور اگر اس تیمم سے فرض پڑھ لیے ہون تو نفل کا اختیار رہے جتنے
چاہے اُس سے پڑھے لیکن اگر دو فرضون کو ایک ساتھ پڑھے تو چاہیے کہ دوسرے فرض کے لیے تیمم دوبارہ کرے اسی طرح ہر فرض

کے لیے ایک تیمم جداگانہ کرے واللہ اعلم تیسری قسم فضلات ظاہری سے پاک ہونیکے بیان مین اور فضلات دو نوع پر ہین اول میل دوم اجزا اسلیے دو بیانو مین اسکو لکھا جاتا ہی بیان اول میل اور رطوبتین جو آدمی مین ہوتی ہین آٹھ ہین اول جو سر کے بالونمین میل اور جوئین ہوجاتی ہین انکی صفائی دھونے اور کنگھی کرنے اور تیل ڈالنے سے مستحب ہی تاکہ بالونکا الجھاؤ اور چہرے کا وحشی پن دور رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے بالون مین تیل ڈالتے اور کنگھی کرتے اور فرماتے کہ کبھی کبھی تیل ڈالا کرو اور آپنے فرمایا کہ جس کسی کے بال ہون چاہیے کہ انکی خدمت کرے یعنی انکو میلا ہونے سے بچاوے اور آپ کی خدمت مین ایک شخص آیا کہ اسکی ڈاڑھی کے بال پراگندہ تھے آپنے فرمایا کہ کیا اسکے پاس تیل نہ تھا جس سے بالونکو درست کرلیتا پھر فرمایا کہ تم مین سے کوئی آتا ہی جیسے شیطان ہو دوم وہ میل کہ کان کے پیچون مین جمع ہوجاتا ہی اسمین سے جو اوپر ہوتا ہی وہ مسح سے دور ہوجاتا ہے اور جو سوراخون کے اندر ہوتا ہی اسکے لیے چاہیے کہ حمام سے باہر آنے کے وقت نرمی کے ساتھ اسکو صاف کرے اور اگر زیادہ ایسا کریگا تو وہ قوت سامعہ کو مضر ہی سوم وہ رطوبت جو ناک مین جمع ہوکر جم جاتی ہی اور نتھنون مین چپٹ جاتی ہی وہ ناک مین پانی دینے اور سنکنے سے جاتی رہتی ہی چہارم وہ میل کہ دانتوں پر اور زبان کے کنارہ پر جمع ہوتا ہی وہ کلی اور مسواک سے دور ہوجاتا ہی اور ان دونو کا حال ہم ذکر کرچکے ہین پنجم جو میل اور جوئین ڈاڑھی مین جمع ہوجاتی ہین جس صورت مین کہ اسکی خدمت نہ کیجاوے تو اسکا دور کرنا دھونے اور کنگھی کرنے سے مستحب ہی اور حدیث مشہور مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر اور حضر مین کنگھی اور دانتا مدری اور آئینہ کبھی نہ چھوڑتے تھے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور یہ عرب والون کا دستور ہی کہ یہ چیزین ساتھ رکھتے ہین اور ایک حدیث غریب مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن مین دوبار اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک گھنی تھی اور حضرت ابوبکرؓ کی ڈاڑھی بھی ایسی ہی تھی اور حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی لنبی اور تپلی تھی اور حضرت علیؓ کی ڈاڑھی خوب چوڑی تھی کہ دونون شانے گھیر لیے تھے اور ایک حدیث اس سے زیادہ غریب مین ہی کہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہوے آپ انکے پاس جانے کو ہوے مین نے دیکھا کہ آپنے پانیکے مٹکے مین جھانک کر اپنے بال سر اور ریش مبارک کے درست کیے مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ یہ کام کرتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان اللہ تعالی اپنے بندے سے اس بات کو محبوب جانتا ہی کہ جب اپنے بھائیون کے پاس جاوے تو بن سنور کے جاوے۔ جاہل آدمی اس سے کبھی یہ گمان کرتا ہی کہ لوگونکے لیے زینت کرنیکی محبت ہی اور آپ کے اخلاق کو غیر وغیر قیاس کرتا ہی اور فرشتونکو لوہارون سے تشبیہ دیتا ہی حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دعوت تھا اور یہ امر آپکے لوازم مین سے تھا کہ لوگون کے دلون مین اپنے بڑا کرنے کے واسطے سعی فرماوین تاکہ انکے نفس آپکو حقیر نہ جانین اور اپنی صورت انکی نظرون مین اچھی بناوین تاکہ انکی آنکھون تلے چھوٹے نہ معلوم ہون اور وہ لوگ آپ کے پاس سے بدک نہ جاوین اور نہ منافقون کو کوئی موقع انکے بدگمانی کا ہاتھ لگے۔ اور یہ بات ہر ایک عالم کیلیے واجب ہی کہ جو خلق کو خدائے تعالی کی طرف بلانے کے درپے ہو کہ اپنے ظاہر حال مین اس بات کا لحاظ رکھے کہ کوئی امر ایسا نہو جس سے لوگ اس سے نفرت کرین اور

ان باتون مین نیت کا اعتبار ہے کیونکہ یہ امور بھی بذات خود وہ عمل ہین جو مقصود سے اوصاف حاصل کرتے ہین غرض اس نیت سے زینت کرنا
اچھا ہی اور اگر بالونکی پراگندگی اسلیے باقی رکھے کہ لوگ جانین کہ یہ شخص زاہد ہی اور نفس کی پروا نہین کرتا تو ممنوع ہی اور اگر بالونکی نسبت
دوسرے اہم احکام مین مصروف ہوکر انکی درستی نہ کرے تو اچھا ہی اور یہ حالات باطنی ہین جو بندے کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہین عاقل آدمی
انکو خوب جانتا ہی کسی حال مین اُسکو ایک صورت کا دوسرے پر شبہہ نہین پڑتا۔ اور بہت سے جاہل ایسے ہین کہ وہ ان امور کو کرتے ہین اور
انکی توجہ خلق ہی کی طرف ہوتی ہی اور خود بھی مغالطہ مین ہوتے ہین اور دوسرونکو بھی دھوکا دیتے ہین اور جانتے ہین کہ ہمارا قصد بہتر ہی مثلاً بہت سے
عالم دیکھوگے کہ عمدہ لباس پہنتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارا قصد بدعتیون اور جدل کرنیوالون کو ذلیل کرنا اور خداے تعالی کا تقرب حاصل کرنا ہی
اور یہ بات اُس روز کھلیگی جس روز باطن کا امتحان لیا جاویگا اور قبرون مین سے مردے اُٹھاے جاوینگے اور سینونکے اندر کی باتین
علانیہ ہونگی اُس وقت خالص ڈھلا ہوا سونا کھوٹے سے علیحدہ ہو جاویگا ہم اللہ تعالی سے اُس بڑی پیشی کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتے ہین
ششم میل جو اُنگلیون کے اوپر سلوٹون مین جمع ہوتا ہی عرب کے لوگ ان جگہون کو بہت دھوتے تھے اسوجہ سے کہ کھانا کھانے کے
بعد ہاتھ نہ دھوتے تھے اسی جہت سے ان سلوٹون مین میل رہ جاتا تھا اور یہین لحاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ان مقامات کے دھونے
کے لیے ارشاد فرمایا ہفتم انگلیون کے پورون کے صاف کرنیکے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو ارشاد فرمایا تھا جو میل کہ انگلیون کے
سرون پر اور ناخنون کے نیچے ہو اُسکو دور کرین اسلیے کہ ہر وقت ناخنونکا تراشنا تو ہو نہین سکتا اسلیے اُن مین میل جمع ہو جاتا ہی اسیوجہ سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخنون کے کاٹنے اور بغل و زیر ناف کے بالون کے دور کرنے کے لیے چالیس دن کی مدت مقرر فرما دی
اور ناخنون کے نیچے کے میل کے صاف کرنیکا حکم دیا اور ایک روایت مین ہی کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے مین دیر ہوئی
جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہم تمپر کیسے اُترین کہ تم نہ اپنی اُنگلیون کے بیچ کے جوڑ دھوتے ہو نہ پورونکو
صاف کرتے ہو نہ زردی دانت کے لیے مسواک کرتے ہو اپنی امت کو ارشاد فرمایئے کہ وہ یہ امور بجا لاوین اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر
مین فلا تقل لہما اُف یہ فرمایا ہی کہ اف ناخن کے میل کو کہتے ہین اور تف کان کے میل کو اور بعضے یہ کہین کہ ماں باپ کو اُنکے ناخن کے میل کا
مت لگا اور بعضون نے یون کہا ہی کہ انکو اتنی ایذا بھی مت دے جتنی ناخن کے نیچے میل ہونیسے ہوتی ہی ہشتم وہ میل جو تمام بدن پر پسینے اور راستے
کے غبار سے جم جاتا ہی اُسکو حمام مین نہانے سے دور کرے اور حمام مین نہانیکا کچھ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شام کے
حمامون مین گئے ہین اور بعضون نے فرمایا ہی کہ حمام اچھا گھر ہی کہ بدن کو پاک کرتا ہی اور آگ کو یاد دلاتا ہی یہ قول حضرت ابو درداء اور
ابو ایوب انصاری سے مروی ہی۔ اور بعضون نے یہ فرمایا ہی کہ حمام بُری جگہ ہی کہ برہنگی کو ظاہر کرتا ہی اور حیا کو دور کرتا ہی اس قول سے اُسکی
بُرائی معلوم ہوتی ہی جیسے پہلے قول سے فائدہ مفہوم ہوتا تھا اور اُسکے فائدے کی طلب کرنی درصورت محفوظ رہنے اُسکی آفت سے کچھ مضائقہ
نہین اسلیے جو باتین کہ حمام کرنیوالے کو چاہیین خواہ سنت ہون یا واجب وہ ہم لکھے دیتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ حمام کرنے والے پر دو امر تو اپنی
برہنگی کے باب مین واجب ہین اور دو باتین دوسرے شخص کی برہنگی کے باب مین واجب ہین جو دو باتین کہ خاص اپنی برہنگی
مین واجب ہین اُنہین سے اول یہ ہی کہ اُسکو دوسرونکی نگاہ سے محفوظ رکھے دوسری یہ کہ دوسرے کے چھونے سے اُسکو بچاوے

اس سے یہ نکلا کہ اُس جگہ میل دور کرنا اور ملنا اپنے آپ کرے حمامی کو منع کردے کہ ران کو اور ناف سے لیکر پیڑو کو ہاتھ نہ لگاوے ہرچند سوائے مقام شرم کے اور جگہ پر ہاتھ لگانا میل کے دور کرنیکے لیے اباحت کا احتمال رکھتا ہو لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ حرام ہو اس جہت سے کہ دونوں شرمگاہوں کو ہاتھ لگانا حرمت کے باب میں اُنکے دیکھنے میں ملا دیا گیا ہے تو باقی برہنگی کا بھی یہی حال ہونا چاہیے یعنے جنپر نگاہ کرنا حرام ہو اُنکا ہاتھ لگانا بھی حرام ہونا چاہیے اور غیر شخص کی برہنگی کے باب میں دو امر واجب یہ ہیں اول تو اپنی نظر اُسپر نہ ڈالے دوم اُسکو اُسکے کھولنے سے منع کرے اسلیے کہ بری بات سے منع کرنا واجب ہے اور اُسکے ذمہ صرف ذکر کر دینا ہے یہ تو نہیں کہ دوسرے کا قبول کرنا بھی ہو اور ذکر کرنیکا وجوب اُسکے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ خوف پٹنے یا گالی یا اور کسی بات کا ہو جو فی نفسہ حرام ہو ایسی صورت میں اسپر واجب نہیں کہ بری بات کو ذکر کرکے دوسرے کو مرتکب دوسرے حرام کا کرے ہاں نہ ذکر کرنیکی یہ وجہ کہنی کہ میں جانتا ہوں کہ ذکر کرنا مفید نہو گا اور اُسپر کوئی عمل نہ کریگا پوچ ہے یہ عذر نہ مانا جاویگا بلکہ ذکر کرنا ضرور چاہیے اسلیے کہ کہنے کا اثر دلپر ہوا ہی کرتا ہے اور جب گناہ کو عیب لگایا جاتا ہے تو دلمیں اُس سے احتراز کرنا آیا کرتا ہے اور اس سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ سننے والیکی نگاہ میں اُس گناہ کو برا کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو اُس سے علیحدہ رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اسلیے ذکر کرنیکو چھوڑنا جائز نہیں اور انھیں جیسی باتونکی وجہ سے احتیاط اسمیں ہے کہ حمام میں آجکل کے زمانہ میں داخل نہو کیونکہ برہنگیاں ضرور کھلی رہتی ہیں خصوص ناف کے نیچے سے پیڑو کا کھلنا کہ لوگ اُسکو برہنگی نہیں جانتے حالانکہ شرع نے اس مقام کو برہنگی میں لاحق فرمایا اور اُسکو گویا حد اور احاطہ برہنگی کا ٹھہرایا اور اُسی نظر سے مستحب ہے کہ حمام میں تنہا جاوے۔ اور بشرؒ فرماتے کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک درم ہو اور وہ حمامی کو اس غرض سے دیدے کہ وہ حمام کو صرف اُسکے لیے خالی کر دے تو میں اُس شخص کو اس بات میں ملامت نہ کرونگا۔ اور حضرت ابن عمرؓ کو لوگوں نے حمام میں دیکھا کہ منھ اپنا دیوار کیطرف کیے ہیں اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے اور بعض کا قول ہے کہ حمام میں جانیکا مضائقہ نہیں مگر دو چادریں لے ایک کی لنگی کرے اور ایک کو سر پر ڈال لے کہ آنکھوں کے سامنے گھونگھٹ ہو جاوے اور حمام میں نہانے کے مستحبات یہ ہیں اول نیت کرنا یعنی دنیا کے لیے اور صرف اپنی خواہش نفس کے واسطے داخل نہو بلکہ یہ قصد کرے کہ نماز کے واسطے جو صفائی چاہیے اُسکے لیے نہاتا ہوں دوسرے حمامی کو اُجرت حمام میں جانے سے پیشتر دینی اسلیے کہ جو کچھ اُس سے کام لیگا وہ مجہول ہے اور یہی حال حمامی کا ہے کہ جو کچھ اُسکو ملنے کی توقع ہے وہ معلوم نہیں تو پیشتر دینے میں ایک طرف سے جہالت دور ہو جائیگی اور نفس کو آسایش ملیگی تیسرے داخل ہونے کے وقت بایاں پاؤں اول رکھے اور وہ دعا پڑھے جو پاخانہ جانیکے باب میں مذکور ہوئی چوتھے تخلیہ کے وقت حمام میں جاوے یا بتکلف حمام کو خالی کرادے کیونکہ اگر بالفرض حمام میں بجز دینداروں اور محتاط شخصوں کے اور کوئی نہو تب بھی اُنکے ننگے بدنوں کو دیکھنے میں ایک طرح کی شرم کی کوتاہی ہے اور ننگے بدنونکو دیکھکر برہنگیوں کا دھیان دل میں گزرتا ہے علاوہ ازیں لنگی باندھنے وغیرہ حرکات میں انسان برہنگی کھلنے سے خالی نہیں رہتا تو برہنگی پر نگاہ دانستہ پڑ جاتی ہے اور اسیوجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی پانچویں حمام میں گھسنے کیوقت دونوں ہاتھ دھووے چھٹے گرم حمام میں جانیکی جلدی نکرے یہانتک کہ اول درجے میں پسینا نہ آجاوے ساتویں پانی بہت نہ ڈالے بلکہ قدر حاجت پر اکتفا کرے اسواسطے قرینہ حال کے رو سے اسیقدر کی اجازت اسکو ہے اور زیادتی کا حال اگر حمامی کو معلوم ہو تو برا جانے خصوصاً گرم پانی کہ بدون پیسے اور محنت کے نہیں ہوتا آٹھویں حمام کی گرمی سے

دوزخ کی حرارت یاد کرے اور اپنے آپ کو گرم درجے مین محبوس فرض کر کے جہنم کو اُسپر قیاس کرے کہ وہ درجہ جہنم کے بہت مشابہ ہی کہ نیچے
آگ ہو گی اور اوپر اندھیرا معاذ اللہ منہا بلکہ عاقل آخرت کی یاد سے کسی لحظہ غافل نہین ہوتا کیونکہ وہی اسکا مقام اور ٹھکانا ہی تو جو کچھ وہ
آگ یا پانی وغیرہ دیکھتا ہی اُس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہی اسلیے کہ ہر شخص اپنے حوصلے کے موافق ہی دیکھا کرتا ہی مثلاً اگر بزاز اور بڑھئی اور معمار
اور جولاہا کسی مکان آباد مین جاوین کہ اُسمین فرش لگا ہوا ہو تو دیکھو گے کہ بزاز کی نظر فرش پر پڑیگی اور اُسکی قیمت سوچیگا اور جولاہا کپڑون کو
دیکھکر اُنکی بناوٹ مین غور کریگا اور بڑھئی چھتون مین نظر کر کے اُنکی ترکیب اور پاٹنے مین غور کریگا اور معمار کی نگاہ دیوارون پر ہوگی اُنکی مضبوطی
اور سیدھے ہونیکو سوچیگا یہی حال طریق آخرت کے سالک کا ہی کہ جب کوئی چیز دیکھتا ہی اسکو نصیحت اور یاد آخرت ہوتی ہی بلکہ جس چیز کو دیکھتا ہی اللہ تعالیٰ
اسکے لیے عبرت کا طریق کھول دیتا ہی مثلاً اگر سیاہی کو دیکھتا ہی تو لحد کا اندھیرا یاد کرتا ہی اور اگر سانپ کو دیکھتا ہی تو جہنم کے سانپ یاد کرتا ہی اور اگر بُری
صورت اُسکے نظر پڑتی ہی تو منکر اور نکیر کو اور دوزخ کے فرشتون کو یاد کرتا ہی اور اگر خوفناک آواز سنتا ہی تو نفخہ صور کو یاد کرتا ہی اور اگر کوئی عمدہ
چیز دیکھتا ہی تو جنت کی نعمت یاد کرتا ہی اور بازار مین یا گھر مین کوئی بات رد یا قبول کی سنتا ہی تو اُس سے اپنا انجام حساب کے بعد یاد کرتا ہی کہ رد ہوگا
یا قبول اور عاقل کے دل پر اس امر کا چھایا رہنا نہایت مناسب ہی کیونکہ دنیا کے کاروبار ہی عاقل کو اس فکر سے روکتے ہین اور اگر دنیا کے ٹھہرنے کی مدت
کو آخرت مین ٹھہرنے کے زمانے سے مقابلہ کرے تو دنیا کے علائق کو پوچ اور ہیچ جانے بشرطیکہ ان لوگون سے نہو جنکے دل غافل اور
چشم بصیرت نابینا ہین تو ین حمام مین جانے کے وقت سلام نہ کرے اور کوئی سلام کرے تو اُسکا جواب لفظ سلام سے نہ دیوے بلکہ اگر کوئی
دوسرا شخص جواب دیدے تب تو چپکا ہی رہے اور اگر بولنا ہی پڑے تو عافاک اللہ کہے اور حمام کے اندر کسی شخص سے مصافحہ کرنا
اور اسکو ابتدا ہی مین عافاک اللہ کہنا کچھ مضائقہ نہین پھر اسکے اندر زیادہ گفتگو نہ کرے اور نہ آواز سے قرآن پڑھے ہان اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
کہنے کا مضائقہ نہین دسوین حمام مین عشا اور مغرب کے درمیان اور آفتاب کے ڈوبنے کے قریب نہ جاوے اسلیے کہ یہ وقت شیطانون کے پھیلنے کا ہے
اور اسکا مضائقہ نہین کہ دوسرا شخص بدن ملے چنانچہ یوسف بن اسباطؒ سے منقول ہی کہ اُنھون نے وصیت کی کہ مجکو فلان شخص جو آپکے شاگرد ہین
سے نہلا غسل دیوے اور فرمایا کہ اُسنے میرا بدن حمام مین ایکبار ملا تھا مین یہ چاہتا ہون کہ اُسکے عوض مین کوئی ایسا کام اُسکو لون جس سے
وہ خوش ہو تو یہ تجویز مین نے کی ہی اس سے وہ خوش ہو گا اور اس بات کے جائز ہونے پر یہ روایت بھی دلالت کرتی ہی جو بعض صحابہ سے مروی
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر مین ایک مقام مین اُترے اور اپنے پیٹ کے بل لیٹے اور ایک غلام حبشی آپکی پشت مبارک کو دباتا تھا
مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ کیا ہی آپنے فرمایا کہ مجکو اونٹنی نے گرا دیا اسلیے کمر دبواتا ہون گیارھوین جب حمام سے
فارغ ہو تو اللہ عزوجل کا شکر اس نعمت پر کرے اسلیے کہ مروی ہی کہ جاڑے مین گرم پانی وہ نعمت ہی جس سے سوال کیا جاویگا۔ اور حضرت
ابن عمرؓ نے فرمایا ہی کہ حمام ان نعمتون مین سے ہی جنکو لوگون نے ایجاد کیا ہی یہ فضیلت شرع کی رو سے ہی اور طب کی جہت سے یہ ہی کہ کہتے ہین
کہ نورہ کے استعمال کے بعد حمام کرنا جذام سے محفوظ رکھتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر مہینے مین ایک بار نورہ کا استعمال کرنا حرارت کو بجھاتا ہی
اور رنگ کو صاف کرتا ہی اور قوت باہ کو بڑھاتا ہی اور بعض اطبا کا قول ہی کہ جاڑے مین حمام کے اندر کھڑے ہو کر ایکبار پیشاب کرنا دوا کے پینے سے
زیادہ نافع ہوتا ہی اور کسی کا یہ قول ہی کہ گرمیون مین حمام کے بعد سو رہنا دوا پینے کے برابر ہی اور حمام سے نکلنے کے بعد سرد پانی سے دونون پاؤن کا

دھونا نقرس سے بچاتا ہی اور نکلنے کے وقت سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنا بُرا ہی اور ایسا ہی ٹھنڈا پانی پینا اچھا نہین یہ حکم مردونکا ہی۔ اور عورتونکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مرد کو جائز نہین کہ اپنی بی بی کو حمام مین جانے دے درصورتیکہ گھر مین غسلخانہ موجود ہو مشہور یہ ہی کہ مردون کو حمام مین بدون تہمد کے جانا حرام ہی اور عورت کو حمام کرنا بدون نفاس یا مرض کے حرام ہی اور حضرت عائشہؓ نے ایک بیماری کی جہت سے حمام کیا تھا پس اگر عورت کسی ضرورت سے حمام مین جاوے تو پوری چادر پہنکر جاوے اور اُسکے خاوند کو مکروہ ہی کہ حمام کرنیکی اُجرت اسکو دے کیونکہ اس بُری بات پر اسکا مددگار ٹھہریگا دوسرا بیان بدن کے اُن زوائد اجزا کے ذکر مین جنکا دور کرنا چاہیے ایسے اجزا آٹھ ہین اول سر کے بال ہین تو جو شخص صفائی کا قصد کرے اُسکو اُنکا منڈوا ڈالنا مضائقہ نہین اور جو شخص اُن مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اُسکو رہنے دینے مین کچھ حرج نہین لیکن اسطرح کا رکھنا کہ کہین ہون اور کہین نہین جیسے چوٹیان اور پٹے اور گردے تو یہ درست نہین یہ وضع شہدون اور بے باکون کی ہی اور بینڈھیون کا چھوڑنا شریفون کے طور پر بھی نہ چاہیے کہ یہ اُنکی علامت ہوگئی ہی اور یہ شخص اگر شریف یعنی علوی نہوگا تو ایسا فعل کرنا دھوکا دینے مین شامل ہوگا دوسرے مونچھون کے بال جنکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ قصوا الشوارب واعفوا اللحی اور بعض روایات مین جزوا الشوارب اور حفوا الشوارب آیا ہی قص اور جز کے معنی تو تراشنے کے ہین اور حف کے معنی یہ ہین کہ ہونٹونکے گرد انکو کر لو یہ لفظ مشتق حافۃ سے ہی جسکے معنی گرد کے ہین اور اسی سے یہ آیت ہی وتری الملئکۃ حافین من حول العرش اور ایک روایت مین احفوا آیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جڑ سے اڑانا مقصود ہی اور حفوا سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس سے کمتر تراشنی چاہیے کیونکہ احفا مبالغہ کے لیے مستعمل ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ان یسالکموھا فیحفکم تبخلوا یعنی سوال مین تمپر نہایت مبالغہ کرے۔ اور مونڈنا مونچھونکا کسی حدیث مین وارد نہین ہوا اور احفا یعنی کترانا قریب منڈانے کے صحابہ سے منقول ہی بعض تابعین نے کسی شخص کو دیکھا کہ اپنی مونچھونکو جڑ سے کترایا ہی فرمایا کہ تو نے مجکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا اور مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہین کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری مونچھین بڑھی ہوئی ہین فرمایا کہ یہان آؤ اور پاس بُلا کر میری مونچھین مسواک پر دھر کر کاٹ دین اور مونچھون کے اطراف کے بالونکا رکھنا مضائقہ نہین حضرت عمرؓ وغیرہم نے ایسا کیا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ یہ بال مُنھ کو نہین ڈھانپتے اور نہ اُنمین کھانیکی چربی رہے کیونکہ وہانتک پہونچتی ہی نہین اور واعفوا اللحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اسکے یہ معنی کہ داڑھیون کو بڑھاؤ اور حدیث مین ہی کہ یہود اپنی مونچھین بڑھاتے ہین اور داڑھیان کتراتے ہین تو تم اُنکے خلاف کرو اور بعض علما نے مونڈانے کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہی تیسرے بغلونکے بال اُنکو چالیس دن مین ایکبار اُکھاڑ ڈالنا مستحب ہی اور یہ بات اُس شخص پر سہل ہی جو ابتدا مین اُکھاڑنیکا عادی ہوگیا ہو لیکن جسکو منڈوانیکی عادت ہو اُسکو منڈانا کافی ہی کہ اُکھاڑنے مین درد ہوتا ہی اور مقصود اُنکا صاف کرنا اور اُنکے درمیان میل کو اکٹھا نہونے دینا ہی یہ مونڈنے سے بھی ہو سکتا ہی چوتھے موے زیر ناف اُنکا دور کرنا بھی مونڈنے خواہ نورہ کے استعمال سے مستحب ہی اور چاہیے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے پاوین۔ پانچوین ناخنون کا تراشنا مستحب ہی اسلیے کہ جب بڑھ جاتے ہین تو اُنکی صورت بُری ہوجاتی ہی اور اُنمین میل اکٹھا ہوجاتا ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ اپنے ناخن تراشو اسلیے کہ جو اُنمین سے بڑھ جاتا ہی اُسپر شیطان بیٹھتا ہی اور اگر ناخن کے نیچے میل ہو تو وضو کی صحت کا مانع نہین ہوتا یا تو اس جہت سے کہ پانی کے پہونچنے کا مانع نہین ہوتا یا یہ کہ حاجت کے سبب سے

[illegible]

انہین آسانی کردی گئی ہو خصوصًا مردون کے ناخنون مین اوران میلو مین کہ عرب ور دیہاتیو نکی انگلیون کی پشت اور پاؤن کی پشت پر جمع ہوجاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگون کو ناخن تراشنے کے لیے ارشاد فرماتے تھے اور ان مین جو میل دیکھتے تھے اسکو برا بتاتے تھے مگر یہ نہین فرماتے تھے کہ نماز اپنی پھر سے پڑھو اور اگر آپ اُسکا بھی حکم فرما دیتے تو یہ فائدہ ہوتا کہ تاکید اور زجر اس امر سے زیادہ ہوجاتی اور مین نے کتابون مین ناخنون کے تراشنے مین ترتیب کے باب مین کوئی خبر مروی نہین دیکھی مگر سُنا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن اسطرح ترشوائے کہ دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرکے دہنے انگوٹھے پر ختم کیے انگشت شہادت سے چھنگلیا تک تراش کر بائین ہاتھ مین چھنگلیا کے پہلے تراشے پھر ترتیباً انگوٹھے تک چلے آئے اور سب سے پیچھے دہنے انگوٹھے کے تراشے اور جب مین نے اس ترتیب کو سوچا تو میرے دل مین وہ بات گذری جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ روایت اس بات مین صحیح ہو کیونکہ ایسی بات ابتدا مین بدون نور نبوت کے نہین معلوم ہوتی ہاں عالم صاحب بصیرت کی بڑی دوڑ یہ ہو کہ جب اُسکے سامنے فعل کی نقل کیجاوے تو اُس فعل مین سے وہ استنباط کرسکتا ہو ابتدا مین نہین سوجھتی اب مجکو جو بات سوجھی ہو وہ یہ ہو کہ ہاتھ پاؤن کے ناخنون کو تو تراشنا ضروری ہی اور ہاتھ بنسبت پاؤن کے اشرف ہو تو اسلیے اول ہاتھ سے شروع کیا پھر دہنا بنسبت بائین کے اشرف ہو اسلیے دہنے ہاتھ سے شروع کیا پھر دہنے ہاتھ مین پانچ انگلیان ہین اور انمین اشرف انگشت شہادت ہو کہ دونون کلمون شہادت مین اُسی سے اشارہ ہوتا ہو اور دلن سے نہین ہوتا اسواسطے اُسکا ناخن اول تراشا اُسکے بعد اُسکا ہونا چاہیے جو اُسکے دہنی طرف ہو کیونکہ شرع پاک کرنے وغیرہ کے گردش دہنی طرف کو مستحب بتاتی ہو اب اگر ہاتھ کی پشت زمین پر رکھی جاوے تو انگشت شہادت کے دہنی طرف انگوٹھا ہوتا ہو اور اگر ہتیلی کی طرف سے رکھو تو بیچ کی اُنگلی دہنی پڑتی ہو اور ہاتھ کو اگر اپنی سرشت پر چھوڑدو تو ہتیلی زمین کی طرف مائل ہوگی کیونکہ دہنے ہاتھ کی حرکت بائین طرف کو ہو اور یہ حرکت اکثر جبھی پوری ہوتی ہو کہ ہاتھ کی پشت اوپر رہے اسلیے جو امر کہ طبیعت کی خواہش کے بموجب ہو اُسی کی رعایت کی گئی اور بیچ کی اُنگلی بعد شہادت کی انگلی کے ٹھہری علی ہذا القیاس چھنگلیا تک پھر اگر ایک ہتیلی کو دوسری پر رکھ لیا جاوے تو دسون انگلیان گویا ایک دائرے کے حلقے مین ہوجاوینگی تو دور کی ترتیب یہ چاہتی ہو کہ انگشت شہادت کے دہنی طرف کو چل کر پھر اُسی پر آجاوین اس حساب سے بائین مین اول چھنگلیا پڑیگی اور آخر کو انگوٹھا ہوگا اب دہنا انگوٹھا بچ رہا اُسی پر ناخن تراشنے کو تمام کرنا چاہیے اور ہتیلی کو دوسرے پر رکھا ہوا اسلیے فرض کرلیا کہ ساری انگلیان مثل حلقہ کے شخصون کے ہوجاوین تاکہ اُنکی ترتیب ظاہر ہو اور یہ فرض کرنا اس بات کے فرض کرنے سے بہتر ہو کہ دہنے کی ہتیلی بائین کی پشت پر رکھین یا ایک کی پشت کو دوسرے کی پشت پر رکھین اسلیے کہ اُن دونون صورتون کو طبیعت مقتضی نہین۔ اور پاؤن کی انگلیون کے ناخن تراشنے مین اگر کوئی روایت ثابت نہو تو میرے نزدیک بہتر یہ ہو کہ دہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرکے بائین کی چھنگلیا پر ختم کرے جیسے وضو مین خلال کرتے ہین کیونکہ جو وجہین ہاتھ کے باب مین ہمنے لکھی ہین وہ پاؤن مین نہین بنتی اسلیے کہ پاؤن مین کوئی شہادت کی انگلی نہین بلکہ پاؤن کی دسون انگلیان ایک قطار مین ہین گویا جڑی ہوئی ہین تو دہنی طرف سے شروع کرنا چاہیے اور انکو حلقہ کہہ نہین سکتے تاکہ دور حلقہ کا دہنی طرف سے کیا جاوے اور اگر ایک تلوے کو دوسرے پر رکھکر حلقہ کرین تو طبیعت اور سرشت اسکو نہین مانتی اور یہ ترتیب کی باریکیان نور نبوت سے دم کے دم مین معلوم ہوجاتی ہین دشواری صرف ہم لوگون کو

عملہ اصل مین بخصوصًا سے ناخنون مین ۱۲ ح ۱۲ اسکی اصل کہین نہین ملی ۱۲

پر ہی اگر بالفرض جسے ابتدا ہر کوئی ترتیب کو پوچھے تو کیا عجب ہی کہ دھیان مین بھی نہ آوے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہمارے سامنے ترتیب وار مذکور ہو تب البتہ ہم سے اُس علت کا نکال لینا بعید نہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین ملاحظہ فرمائی ہو اسلیے کہ آپکے فعل مین حکم کی شہادت اور علت پر تنبیہ ہوا کرتی ہی تو اُسکے باعث استنباط کرنا بہت دشوار نہین ہے اور یہ مت گمان کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال آپ کی سب حرکات مین میزان اور قانون اور ترتیب سے خارج ہون بلکہ جتنے امور اختیاری کہ جن مین دو قسمون یا زیادہ مین کرنے والا تردد کیا کرتا ہی اُن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ نہ تھا کہ کسی کام پر اتفاقًا اقدام کرین بلکہ جیسی کہ بات مقتضی قدام اور تقدیم کی ملاحظہ فرما لیتے تھے اُسوقت اُسپر اقدام کرتے تھے اسلیے کہ اپنے کامون کو بے تاک کرنا جس طرح پر اتفاق سے ہو جاوین چوپاؤن کی خصلت ہی اور عمدہ علتون کی میزان مین اُنکو تُلا ہوا رکھنا اولیاء اللہ کی خصلت ہی اور انسان کی حرکتین اور خطرے جسقدر ضبط سے قریب تر اور مہمل ہونے سے بعید تر ہونگے اُسیقدر اُسکا رتبہ انبیا اور اولیا سے قریب تر ہوگا اور اللہ تعالی کا تقرب اُسکے لیے ظاہر تر اسلیے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہو گا حالانکہ آپ اللہ تعالی سے قریب ہین تو وہ خدا تعالی سے بھی قریب ہوگا کیونکہ قریب کا قریب دوسرے کی نسبت کر قریب ہوتا ہی ہم خدا تعالی سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہمارے حرکات و سکنات کی باگ خواہش نفس کے ذریعہ سے شیطان کے ہاتھ مین ہو اور آنحضرت[ح] صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات کا ضبط آپکے سرمہ لگانے پر ہی قیاس کر لو کہ آپ اپنی دہنی آنکھ مین تین سلائیان ڈالتے تھے اور بائین مین دو اور دہنی آنکھ سے شروع کرتے تھے کہ وہ شرافت رکھتی ہی اور دونون آنکھو نمین کم و بیش کی وجہ یہ تھی کہ عدد طاق ہو کہ طاق کو جفت پر فضیلت ہی اسلیے کہ اللہ تعالی طاق ہی اور طاق ہی اُسکو پسند ہی پس بندے کا فعل بھی خدا تعالی کے اوصاف مین سے کسی وصف کی مناسبت سے خالی نہونا چاہیے اور یہین جہت استنجا کے ڈھیلون مین عدد طاق مستحب ہوا اور باوجودیکہ تین سلائیان بھی طاق تھین مگر اُنپر اکتفا نہ کیا اسلیے کہ اُس صورت مین بائین آنکھ مین ایک سلائی پڑتی اور ایک دفعہ کے ڈالنے مین سرمہ پلکونکی جڑونمین پورا نہین پہونچتا اور دہنی مین ایک زیادہ اسلیے ڈالی کہ طاق کو فضیلت ہی اور دہنی بھی افضل ہی اسلیے افضل ہی فضیلت کی مستحق زیادہ ہی اور اگر یہ کہو کہ بائین آنکھ مین دو پر اکتفا کیون کیا وہ تو جفت ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ اکتفا ضرورت کی جہت سے ہی کیونکہ اگر ہر ایک مین عدد طاق کی رعایت ملحوظ رہتی تو سب عدد جفت ہو جاتے کیونکہ طاق اور طاق ملکر جفت ہو جاتا ہی اسلیے طاق کی رعایت تمام سرمہ لگانیمین کہ ایک فعل ہی بہتر ہی بہ نسبت ہر آنکھ مین رعایت طاق رکھنے سے اور اس باب مین ایک اور صورت بھی ہی یعنی ہر آنکھ مین تین بار لگاوے جیسے وضو مین اعضا کو تین تین بار دھوتے ہین اور یہ فعل بھی حدیث[ح] صحیح مین آچکا ہی یہ بھی بہتر ہی اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حرکات مین رعایتون کو پورا لکھنا چاہین تو بات طول ہو جاوے اسلیے جو بات کہ سنی اُسپر بدون سنے ہوے کو قیاس کر لو۔ جاننا چاہیے کہ عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث جبھی ہوتا ہی کہ سب شریعت کی علتون پر مطلع ہو جاے یہانتک کہ اُسمین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین صرف فرق نبوت کے درجے کا رہ جاوے اور یہی درجہ وارث اور مورث مین فرق کا ہی اسلیے کہ مورث وہ ہی جسنے مال کو وارث کے لیے حاصل کیا اور خود اپنی کمائی سے پیدا کیا اور اُسپر قادر ہوا اور وارث وہ ہی جسنے نہ کمایا نہ قابو پایا بلکہ مورث کے پاس سے اُسکے پاس چلا آیا اور پیشتر اُسکا تھا اب اُسنے اُسی سے حاصل کیا

ح ۱ طبرانی بروایت ابن عمرؓ بسند ضعیف ۱۲

ح ۲ ترمذی بروایت ابن عباسؓ باسناد حسن ۱۲

تو اس طرح کی باتین باوجودیکہ غور طلب اسرار کی نسبت کر بہت سہل ہین پھر بھی ابتداءً انکا دریافت کرنا اور خود نکالنا بجز انبیا علیہم السلام کے اورون سے نہین ہوسکتا اور انبیا کی تنبیہ کرنے کے بعد انکو استنباط بھی کوئی نہین کرسکتا بجز اُن علما کے جو وارث انبیا علیہم السلام کے ہین۔ چھٹے اور ساتوین ناف اور سر ذکر کی کھال کا دور کرنا اُن مین سے ناف پیدا ہونیکے وقت دور کی جاتی ہی اور ختنو نکے باب مین یہودیون کی عادت ہی کہ پیدایش کے ساتوین روز کردیتے ہین اس باب مین اُنکی مخالفت کرنی اور اگلے دانت نکلنے تک تاخیر کرنی مستحب ہی اور خطرے سے دور تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنی مردون کے لیے سنت ہین اور عورتون کے لیے عزت۔ اور چاہیے کہ عورتون کے ختنہ کرنےمین مبالغہ نہ کیا جاوے۔ ام عطیہ جو ختنہ کیا کرتی تھین اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اُم عطیہ ذراسی بوسونگھادے اور زیادہ مت کاٹ کہ اسقدر سے چہرہ کی آب زیادہ ہوگی اور خاوند کو اچھی معلوم ہوگی اس حدیث مین آپکے لفظونکی کنایہ کی خوبی معلوم کرو کہ تھوڑا کاٹنے کو بوسونگھانے سے تعبیر فرمایا اور دنیا کی مصلحت جو کچھ اُس سے تھی اُسکو ارشاد فرمایا کہ چہرہ کی رونق اور خون اس سے زیادہ ہوتا ہی اور خاوند کو ہم بستر ہونا اچھا معلوم ہوتا ہی اور تامل کرو کہ نور نبوت کی پہونچ آخرت کی مصلحت پر کتنی ہوگی نبوت کے مقاصد مین سے اہم تو وہی مصلحتین ہین جس حال مین کہ دنیا کی مصلحتین ایسے ادنیٰ معاملہ مین آپکو ظاہر ہوگئین کہ اگر اس سے غفلت واقع ہو توضرر کا خوف ہی باوجودیکہ آپ اُمی تھے پس پاک ہی وہ ذات جسنے آپکو لوگون کی رحمت کے لیے بھیجا تاکہ اپنے مبعوث ہونے کی برکت سے انکے لیے دنیا اور دین کی مصلحتین جمع فرمادین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آٹھوین داڑھی کا بڑھانا اور اسکو ہمنے سب سے پیچھے اسلیے ذکر کیا تاکہ اسکے باب مین جو سنتین اور بدعتین ہین اُنکو بھی ملادین کیونکہ یہی موقع اُنکے ذکر کا خوب ہی لوگون نے اس باب مین اختلاف کیا ہی کہ داڑھی اگر لمبی ہوجاوے تو کیا کرنا چاہیے بعض کا قول ہی کہ اگر مقدار مشت چھوڑکر باقی کو کتر دے تو کچھ مضائقہ نہین کہ حضرت ابن عمر اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہی اور شعبی اور ابن سیرین نے اسکو اچھا جانا ہی اور حسن اور قتادہ نے اسکو مکروہ فرمایا ہی اور کہا ہی کہ اسکو لٹکی رہنے دینا مستحب ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ داڑھی بڑھاؤ اور کترا نا نیچے سے کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ نوبت داڑھی کے کترنے اور سب طرف سے گول کرنے کی نہ پہونچے کیونکہ زیادہ لمبا کرنا بھی پیدایش کو برا کرتا ہی اور غیبت کرنیوالونکی زبان اسپر کھلتی ہی کہ فلان لمبی داڑھی والا ہی تو اس نیت سے کہ ان دونون باتون سے محفوظ رہے کترانے کا مضائقہ نہین نخعی کہتے ہین کہ مجھے تعجب آتا ہی کہ جو شخص عاقل لمبی داڑھی رکھتا ہی وہ کیون نہین چھانٹتا دو داڑھیون کے درمیان مین اسکو کیون کرتا ہی ہر چیز مین توسط کا درجہ اچھا ہوتا ہی اور اسی واسطے کہا گیا ہی کہ جب داڑھی لمبی ہوجاتی ہی تو عقل رخصت ہوتی ہی اور **داڑھی کے مکروہات** دس ہین اور بعض کی نسبت بعض زیادہ مکروہ ہین **اول** سیاہی سے خضاب کرنا اس سے منع وارد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمھارے جوانون مین سے بہتر وہ ہی جو بوڑھون کی صورت بنادے اور بوڑھون مین سے بدتر وہ ہی جو جوانونکی صورت بنائے یعنی بوڑھونکی صورت بنانیسے غرض یہ ہی کہ وقار اور شایستگی مین بوڑھون کی طرح ہو یہ نہین کہ بال سفید کرلے اور جوانون کی صورت بنانیسے مراد سیاہی سے خضاب کرنیسے ہی اور فرمایا کہ وہ خضاب دوزخیون کا ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ سیاہی سے خضاب کرنا کافرونکا خضاب ہی اور ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے عہد مین نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب کرتا تھا جب کھونٹیان نکل آئین تو بوڑھاپا کھل گیا عورت کے خویش واقارب نے یہ مقدمہ حضور مین حضرت عمرؓ کے پیش کیا

اح احمد و بیہقی بروایت اسامہ بسند ضعیف ۱۲

ح ابوداؤد بروایت ام عطیہ بسند ضعیف ۱۲ اور سیح طبرانی بروایت ...

ح طبرانی و حاکم بروایت ابن عمر اور ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو منکر کہا ہے ۱۲

آپنے نکاح فسخ کردیا اور اُسکو خوب پیٹا اور فرمایا کہ تو نے ان لوگون کو جوانی سے فریب دیا اور بوڑھاپے کو چھپایا۔ اور کہتے ہین کہ اول جس شخص نے خضاب سیاہ کیا فرعون ملعون تھا اور حضرت ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا کہ آخر زمانہ مین کچھ لوگ ہونگے جو سیاہ خضاب کبوترون کے پوٹون کی صورت کا کرینگے وہ جنت کی بو نہ پاوینگے **دوسرا خضاب** زردی وسرخی سے کرنا یہ خضاب لڑائی مین کافرونپر بوڑھاپا چھپانے کو درست ہی اور اگر اس نیت سے نہو بلکہ دینداردن کی صورت بنانے کو ہو حالانکہ خود ویسا نہو تو بُرا ہی اور اس خضاب کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ زردی اسلام والونکا خضاب ہی اور سرخی ایمانداروںکا اور پہلے لوگ مہندی سے سرخی کے لیے خضاب کرتے تھے اور خلوق اور کتم کو زردی کے لیے لگاتے تھے اور بعض علمانے جہاد کے لیے سیاہ خضاب بھی کہا ہی اور جس صورت مین کہ آدمی کی نیت درست ہو اور خواہش نفس اور شہوت کی پابندی نہو تو سیاہ کا بھی مضائقہ نہین **تیسرا** گندھک سے بالون کو سفید کرنا اسلیے کہ جلدی سے عمر زیادہ معلوم ہو اور لوگ عزت کرین اور گواہی مقبول ہو اور اُستادون سے روایت کرنیکو بیچ جانین اور جوانون سے فوقیت حاصل ہو اور علم زیادہ معلوم ہو اس خیال سے کہ عمر مین زیادہ ہونا بزرگی زیادہ کرتا ہی حالانکہ یہ بات نہین بلکہ جاہل کو عمر کا زیادہ ہونا جہل ہی زیادہ کرتا ہی کیونکہ علم ثمرہ عقل کا ہی اور وہ سرشتی ہی بوڑھا ہونا اُسمین تاثیر نہین کرتا بس جس شخص کی سرشت حمق ہو اُسکو زیادہ دن گذرنے سے بجز حماقت کی زیادتی کے اور کیا ہونا ہی اکابر سلف کا دستور اس قول کے بموجب تھا **شعر** کودکے کو بہ عقل پیر بود ٭ نزد اہل خرد کبیر بود ٭ یعنی بوڑھے لوگ علم کی جہت سے جوانونکو آگے کرتے تھے حضرت عمرؓ حضرت ابن عباس کو بڑے بڑے صحابہ پر مقدم کرتے تھے حالانکہ عمر مین حضرت ابن عباس چھوٹے تھے اور اُنسے پوچھا کرتے تھے اور دن سے نہ پوچھتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے علم اپنے بندے کو جوانی ہی مین دیا ہی اور سب بہتری جوانی ہی مین ہی پھر آپنے یہ آیتین پڑھین قالوا سمعنا فتی یذکرہم یقال لہ ابراہیم اور انہم فتیۃ آمنوا بربہم وزدناہم ہدی اور آتیناہ الحکم صبیا اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپکے سر اور داڑھی مین بیس بال سفید نہ تھے لوگون نے اُنسے پوچھا کہ ابا حمزہ اسکی وجہ کیا ہی آپ کی عمر تو زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی نے اُنکو بوڑھاپے کا عیب نہ لگایا لوگون نے کہا کہ کیا بوڑھاپا بُرا ہی اُنھون نے فرمایا کہ تم سب اُسکو بُرا جانتے ہو۔ اور کہتے ہین کہ یحیی بن اکثم اکیس برس کے تھے کہ قاضی ہو گئے اُنکو کسی شخص نے مین کچہری مین چھیڑا اور اُسکی غرض یہ تھی کہ چھوٹی عمر ہونیکی جہت سے یہ شرمائینگے پوچھا کہ قاضی صاحب کی خدا درازی کرے عمر کیا ہی فرمایا کہ عتاب بن اسید کے برابر ہون جسوقت اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا حاکم اور قاضی مقرر فرمایا تھا وہ شخص اس بات کو سنکر لاجواب ہو گیا۔ اور امام مالک سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے بعض کتابون مین پڑھا ہی کہ تمکو داڑھی دھوکا نہ دے کیونکہ داڑھی تو بکرے کے بھی ہوتی ہی اور ابو عمرو بن علا کہتے ہین کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ لمبا قد اور چھوٹا سر اور چوڑی داڑھی ہی تو جان لو کہ بیوقوف ہی اگرچہ امیہ بن عبد الشمس ہی ہو۔ اور ایوب سختیانی کا قول ہی کہ مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک لڑکے کے پیچھے جاتا ہی اور اُس سے علم سیکھتا ہی اور حضرت

امام زین العابدین رضؓ فرماتے ہین کہ جس شخص کے پاس علم تجسے پیشتر آوے وہ اُس علم مین تیرا امام ہی اگرچہ عمر مین تجسے چھوٹا ہو۔ اور ابو عمرو بن علا سے کسی نے پوچھا کہ بوڑھے کو بھلا اچھا معلوم ہوتا ہی کہ صغیر سے علم سیکھے فرمایا کہ اگر جہل اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہی تو سیکھنا اچھا معلوم ہوگا۔ اور یحیی ابن معین نے امام احمد حنبل کو دیکھا کہ امام شافعی کے خچر کے پیچھے جاتے ہین کہا کہ اے ابو عبداللہ تمنے سفیان ثوری کی حدیث کو باوجود اُنکی بزرگی کے ترک کیا اور اس لڑکے کے خچر کے پیچھے جاتے ہو اور اُن سے حدیث سنتے ہو امام احمد نے جواب دیا کہ اگر تم اُنکے علم کی قدر پہچانو تو دوسری طرف خچر کے تم ساتھ چلو اگر سفیان ثوری کا علم مجکو اُنکی برتری کی جہت نہ ملا تو نیچے کے رتبے مین اترنے سے تول گیا اس جوان کی عقل تو ایسی ہی کہ اگر مجسے رہ جاویگی تو مجکو نہ اوپر ملے نہ نیچے چوتھی داڑھی کے سفید بالونکا اُکھاڑنا بوڑھاپے کو بُرا جانکر اِس سے حدیث مین ممانعت آئی ہی آپ صلعم نے فرمایا ہی کہ سفیدی مومن کا نور ہی اور اسکا حال سیاہ خضاب کا سا ہی اُسکی علت اوپر بیان ہوئی اور سفیدی نور خدا ہی اُس سے اعراض کرنا نور سے منھ پھیرنا ہی پانچوین داڑھی کو کل کو یا کسی قدر کو لغو اور ہوس کے طور پر چھنوانا یہ امر بھی مکروہ اور صورت کو بگاڑنا ہی اور ریچی کے دونون طرف کے بال اُکھاڑنے بدعت ہین ایک شخص جو یہ بال اُکھاڑا کرتا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عدالت مین آیا آپ نے اُسکی گواہی قبول نہ فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ اور ابن ابی لیلی قاضی مدینۂ منورہ نے اس شخص کی گواہی قبول نہ فرمائی جو اپنی داڑھی کو اُکھاڑا کرتا تھا۔ اور شروع مین داڑھی کا اُکھاڑنا اس نظر سے کہ لڑکے سے رہین نہایت بری بات ہی اسلیے کہ داڑھی مردون کی زیبایش ہی کہ اللہ تعالی کے فرشتے یون قسم کھاتے ہین کہ قسم ہی اُس ذات کی جسنے بنی آدم کو داڑھیون سے مزین کیا اور پیدایش کی تمامی ہی اور اسی سے مردون کو عورتون سے تمیز کرتے ہین اور ایک تاویل غریب مین اللہ تعالی کے ارشاد یزید فی الخلق ما یشاء مین زیادتی سے غرض داڑھی ہی ہی۔ اور احنف بن قیس کے داڑھی نہ تھی اُنکے شاگرد کہتے کہ ہم یہ چاہتے ہین کہ اگر داڑھی بیس ہزار کو بکتی تو اُنکے لیے خرید دیتے۔ اور شریح قاضی نے کہا ہی کہ اگر میری داڑھی دس ہزار کو ہاتھ لگے تو لیلون۔ اور داڑھی بُری کیسے ہوسکتی ہی اُسکے باعث تو آدمی کی تعظیم ہوتی ہی اور علم و وقار کی نظر سے لوگ اُسکو دیکھتے ہین اور مجلسون مین اونچا بٹھاتے ہین اور لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوتے ہین اور جماعت مین امام بناتے ہین اور آبرو محفوظ رہتی ہی کیونکہ جو گالی دیتا ہی تو طرف ثانی کے اگر داڑھی ہوتی ہی تو پہلے اسی پر چوٹ کرتا ہی کہ تھوک ہی اس داڑھی پر۔ اور کہتے ہین کہ جنت کے لوگ سب بے ریش ہونگے بجز حضرت ہارون برادر حضرت موسی علیہما السلام کے اُنکی داڑھی ناف تک ہوگی یہ اُنکی خصوصیت اور فضیلت کی جہت سے ہی چھٹی داڑھی کو اسی طرح کترنا کہ تہ بہ تہ سی معلوم ہون اس نظر سے کہ عورتون کو اچھی معلوم ہو خواہ بناوٹ پائی جاوے کعبؓ کا قول ہی کہ آخر زمانہ مین کچھ قومین ہونگی کہ اپنی داڑھیون کو کبوترون کی دمون کی طرح پر کتر لینگے یعنی گول کرینگے اور اپنی جوتیون سے ہرا بر نتہو کی سی آواز نکالینگے ان لوگونکو دین مین کچھ بہرہ نہیں ساتوین داڑھی مین کچھ بڑھا لینا یعنی دونون رخسار وغیرہ جو بال کنپٹیونکے ہوتے ہین اور واقع مین وہ سر کے ہین اُنکو داڑھی مین شمار کرنا اور جبڑے کی ہڈی سے تجاوز کر کے نصف رخسار تک نوبت پہونچانی یہ بھی مکروہ ہی کہ نیکبختون کی صورت سے مخالف ہی آٹھوین داڑھی مین لوگون کے واسطے کنگھی کرنی۔ بشر فرماتے ہین کہ داڑھی مین دو جنجال ہین لوگونکی خاطر کنگھی کرنی اور رہ جانے کو اچھی چھوڑنی نوین اور دسوین داڑھی کی سیاہی خواہ سفیدی کو عجب کی نگاہ سے دیکھنا اور یہ بُرائی تمام اجزا بدن مین ہوسکتی ہی بلکہ سب افعال اور اخلاق مین

ح ۲ ابوداود ترمذی و نسائی بروایت کردن شعیب ... ۱۲

عجب کرنا بُرا ہی چنانچہ اُسکا بیان عنقریب آویگا۔ غرض کہ زینت اور نظافت کے اقسام مین سے ہمکو اسیقدر بیان کرنا منظور تھا اور تین حدیثون سے جسم کے اندر بارہ چیزین مسنون پائی گئی ہین پانچ اُنمین سے سر مین ہین مانگ نکالنا کلی کرنی ناک مین پانی دینا موچھون کا کترنا مسواک کرنی اور تین ہاتھ اور پاؤن مین ہین یعنی ناخن تراشنا اور اوپر کی سلوٹین اُنگلیون کی اور پیچھے کے جوڑونکو صاف کرنا اور چار جسم مین ہین یعنی بغل کے بال اُکھاڑنے اور موے زیر ناف مونڈنے اور ختنہ کرنے اور پانی سے استنجا کرنا یہ سب امور احادیث مین وارد ہین اور چونکہ غرض اس کتاب مین طہارت ظاہری سے متعرض ہونے سے ہی نہ باطن کے پاک کرنیسے اسی لیے مناسب ہی کہ ہم اسیقدر پر اکتفا کرین اور اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ باطن کے فضلے اور میل جنکو پاک کرنا واجب ہی وہ نہ اندازہ حد شمار ہین اور انکی تفصیل انشاء اللہ جلد چہارم مین عنقریب مذکور ہوگی اور بتایا جاویگا کہ اُنکے دور کرنے کی تدبیر اور دل کو اُنسے پاک کرنیکا طریق کیا ہی۔ خدا کی عنایت سے باب اسرار طہارت پورا ہوا اور اسکے بعد اسرار نماز کا ذکر ہوتا ہی والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی محمد و آلہ و اصحابہ بارک وسلم

چوتھا باب نماز کے اسرار کے بیان مین

رباعی۔ مفتاح بہشت کہتے ہین ہی وہ نماز ؛؛ اخلاص و خشوع سے جو ہو وے وہ نماز
اسرار صلوٰۃ پر نظر کر احسن ؛؛ تا دل پہ ترے در معا ہو باز ؛؛

جاننا چاہیے کہ نماز دین کا رکن اور یقین کا تمسک اور تقرب کی چیزونکی اصل اور طاعتون مین عمدہ ہی اور ہمنے اپنی فقہی کتابون بسیط اور وسیط اور وجیز مین اُسکے فروع و اصول کو خوب بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہی اور بہت سی تفریعات نادر اور عجیب و غریب مسائل اُن مین درج کیے ہین کہ وقت حاجت مفتی کے واسطے ذخیرہ ہون کہ کام کے وقت اُن کی طرف رجوع کرے اور مدد لے اور اب ہم اس باب مین صرف وہ باتین لکھتے ہین کہ طریق آخرت کے ارادہ کرنیوالے کے لیے ضروری ہین یعنی نماز کے اعمال ظاہری اور اسرار باطنی زیب تحریر کرتے ہین اور اُسکے خفیہ معانی کے دقائق کو واضح کرتے ہین اور خشوع اور اخلاص اور نیت کے معنی شرح وار بیان کرتے ہین کہ اُن امور کو فن فقہ مین لکھنے کی عادت نہین اور اس باب کو سات فصلون پر منقسم کرتے ہین

فصل اول نماز اور سجدہ اور جماعت اور اذان وغیرہ کی فضیلت مین مشتمل سات بیانون پر

بیان اول اذان کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک سیاہ کے ٹیلون پر ہونگے کہ نہ اُن کو خوف حساب ہوگا نہ اور کسی طرح کی وحشت یہان تک کہ اُس حال سے فراغت کیجاویگی جو لوگون مین ہوگا ایک تو وہ شخص جسنے خدا تعالی کی رضا جوئی کے لیے قرآن مجید پڑھا ہوگا اور لوگون کی امامت کی ہوگی اور وہ اُس سے خوش رہے ہونگے اور ایک وہ شخص جسنے مسجد مین خدا تعالی کی مرضی کی طلب مین اذان دی ہوگی اور لوگون کو خدا تعالی کیطرف بلایا ہوگا اور ایک وہ شخص کہ دنیا مین غلامی مین مبتلا ہو گیا ہو اور اس بات نے اُسکو آخرت کے عمل سے نہ روکا ہو اور فرمایا لایسمع صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیٔ الا شہد لہ یوم القیمۃ اور فرمایا کہ اللہ تعالی کا ہاتھ موذن کے سر پر رہتا ہی یہانتک کہ اپنی اذان سے فارغ ہو۔ اور بعض مفسرون نے کہا ہی کہ آیت ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا موذنون کے باب مین اُتری ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن

شاید کلی کرنا ہوگا اور ابو داؤد نے بروایت عمار بن یاسر کلی کرنا اور ختنہ کرنا روایت کیا ہی ۱۲ ح طبرانی نے جامع صغیر مین بروایت ابن عمر یہ مضمون روایت کیا ہی ۱۲ ح موذن کی آواز جو جن اور انسان اور کوئی چیز سنیگی وہ قیامت کو اُسکے لیے گواہی دیگی ۱۲ بخاری [illegible] بروایت [illegible] طبرانی [illegible] ح بروایت انس [illegible] ضعیف [illegible] اور اس حدیث [illegible] سی طرف [illegible] ح مسلم [illegible] اذان [illegible] موذن کہتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو سعید خدری ۱۲

ح مالک نے بخاری مین بروایت ابن عباس [illegible] مروی ہی ۱۲ ح مسلم مین بروایت حضرت عائشہ رض دس باتین فطرت کی مروی ہین مونچھین کترنی اور داڑھی چھوڑنی اور مسواک کرنی اور ناک مین پانی دینا اور ناخن کترنا اور انگلیون کی پورون کا دھونا اور بغل کے بال لینے اور زیر ناف کے بال مونڈنے اور استنجا [illegible] دسوین چیز کو نہین بیان کیا اور کہا [illegible]

اور یہ امر اچھا اور مستحب ہے کہ جو موذن کہے وہی آپ بھی کہتا جاوے مگر جب وہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہے تو سننے والا کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور جب وہ کہے قد قامت الصلوۃ تو کہے اقامہا اللہ وادامہا مادامت السموات والارض اور فجر کی اذان میں جب کہے الصلوۃ خیر من النوم تو کہے صدقت وبررت اور جب اذان کہہ چکے تو یہ دعا پڑھے اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ انک لاتخلف المیعاد اور سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگل میں نماز پڑھے تو ایک فرشتہ اسکے دہنے سے نماز پڑھتا ہے اور ایک بائیں جانب پس اگر اذان اور تکبیر کہتا ہے تو اسکے پیچھے پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں

دوسرا بیان فرض نماز کی فضیلت میں اللہ تعالی فرماتا ہے ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد فمن جاء بہن ولم یضیع منہن شیئا استخفافا بحقہن کان لہ عند اللہ عہدا ان یدخلہ الجنۃ ومن لم یات بہن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ اور فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے بہت شیریں پانی کی نہر تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو اور وہ اسمیں دن بھر میں پانچ بار نہاتا ہو تو یہ پانچ بار نہانا تمہاری دانست میں اسپر کچھ میل چھوڑیگا لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہ چھوڑے گا آپ نے فرمایا کہ تو پانچوں نمازیں گناہوں کو ایسا ہی دور کرتی ہیں جیسے پانی میل کو دور کرتا ہے اور ایک حدیث میں فرمایا ان الصلوات کفارۃ لما بینہن ما اجتنبت الکبائر اور فرمایا کہ ہم میں اور منافقوں میں فرق عشا اور صبح کا حاضر ہونا ہے کہ منافق ان دونوں میں نہیں آسکتے اور فرمایا جو شخص اللہ سے ملے اور وہ نماز کا تلف کرنے والا ہو تو اللہ تعالی اسکی نیکیوں میں سے کسی کا اعتبار نہ کریگا۔ اور فرمایا کہ نماز دین کا رکن ہے جسنے اسکو ترک کیا اسنے دین کو مسمار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اعمال سے کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنی۔ اور فرمایا کہ جو شخص نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے کہ وضوء کامل سے عین وقت پر ادا کرے تو وہ نماز قیامت کو اسکے لیے نور اور برہان ہوگی اور جو کوئی اسکو تلف کریگا اسکا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔ اور فرمایا کہ نماز جنت کی کنجی ہے۔ اور فرمایا کہ خدا تعالی نے توحید کے بعد اپنی مخلوق پر نماز سے محبوب تر کوئی چیز نہیں فرض کی اور اگر نماز سے محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک کوئی اور چیز ہوتی تو فرشتوں کے لیے اسکو عبادت مقرر فرماتا حالانکہ انسے نماز کے افعال لیتا ہے کوئی انمیں سے رکوع کرنیوالا ہے اور کوئی سجدہ کرنیوالا اور کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے نماز کو جانکر چھوڑا وہ کافر ہوگیا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے قریب ہوگیا کہ اسکے تمسک کی چیز ڈھیلی ہوگئی اور سہارا گر گیا جیسے کوئی شخص شہر کے

قریب پہونچتا ہی تو کہا کرتے ہین کہ شہر مین آگیا اور پہونچ گیا۔ اور ایک حدیث[ح] مین آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ جس شخص نے نماز جان کر چھوڑ دی اُس سے ذمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بری ہو گیا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر نماز کا قصد کرکے گھر سے نکلے تو جبتک نماز کی نیت کریگا اُسوقت تک اپنی نماز ہی مین رہیگا اور ایک قدم پر اُسکو نیکی لکھی جاویگی اور دوسرے پر ایک بدی مٹا دیجاویگی پس اگر تم مین سے کوئی تکبیر سنے تو دوڑنا نہ چاہیے کیونکہ بڑا ثواب اُسی کو ہوگا جسکا گھر دور ہوگا لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ قدمونکی کثرت کی جہت سے ثواب کی کثرت ہی اور مروی[۲] ہی کہ قیامت مین جو آدمی کے اعمال دیکھے جاوینگے اُن مین سب سے اول نماز ہوگی وہ اگر پوری پائی جاویگی تو اُسکے سارے عمل مقبول ہونگے اور اگر اُسمین نقصان ہوگا تو تمام عمل اُسکے نامنظور ہونگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ارشاد[ح] فرمایا کہ ای ابو ہریرہ اپنے گھر والونکو نماز پڑھنے کا حکم کر خداے تعالیٰ تجکو روزی ایسی جگہ سے پہونچاویگا کہ تو نجانتا ہو۔ اور بعض علما کا قول ہی کہ نمازی کا حال مثل سوداگر کے ہی کہ جبتک اُسکو سرمایہ حاصل نہین ہوتا نفع نہین ملتا اسیطرح نماز کی نفلین مقبول نہین ہوتین جبتک کہ فرض کو ادا نہین کر لیتا اور حضرت ابو بکرؓ جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے کہ کھڑے ہو اور جو آگ تم نے بھڑکائی ہی اُسکو بجھاؤ یعنے نماز کو اپنے گناہونکا کفارہ کرو

تیسرا بیان ارکان کے پورا کرنے کی فضیلت مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[ح] کہ نماز فرض کی مثال مانند ترازو کے ہی جو پورا دیگا پورا لیگا۔ اور یزید رقاشی کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز[ح] برابر تھی گویا تلی ہوئی ہی یعنی سب ارکان پورے ایک طرح ادا فرماتے تھے۔ اور فرمایا[ح] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو شخص میرے امت مین کے نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہین اُن دونون کا رکوع اور سجدہ ایک ہی ہی مگر دونونکی نماز و مین زمین و آسمان کا فرق ہی۔ اسمین آپ نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور[ح] فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس بندہ کی طرف نہ دیکھے گا جو رکوع اور سجدہ کے درمیان مین اپنی پشت سیدھی نہین کرتا اور فرمایا[ح] کہ جو شخص نماز مین اپنا منھ پھیرتا ہی کیا وہ اس بات سے نہین ڈرتا کہ خدا تعالیٰ اُسکے منھ کو گدھے کے منھ سے بدلدے۔ اور فرمایا[ح] کہ جس شخص نے نماز کو اُسکے وقت پر پڑھا اور اُسکے لیے وضو اچھی طرح کی اور اُسکا رکوع اور سجدہ اور خشوع پورا کیا تو وہ نماز روشن ہو کر اوپر چڑھتی ہی اور کہتی ہی کہ خدا تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جسنے نماز کو بے وقت پڑھا اور وضو پوری نکی اور نہ اُسکے رکوع اور سجدہ اور خشوع کو کامل طور پر ادا کیا تو یہ نماز سیاہ رنگ ہو کر اوپر جاتی ہے اور کہتی ہی کہ خدا تعالیٰ تجکو ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا یہانتک کہ جب وہان پہونچتی ہی جہان خدا کی مرضی ہو تو وہ کپڑے کی طرح لپیٹی جاتی ہی اور اُس شخص کے منھ پر ماری جاتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[ح] کہ لوگو نمین سے چورون مین سب سے بڑا وہ ہی جو اپنی نماز مین سے چوراوے۔ اور حضرت ابن مسعود اور سلمان فارسی فرماتے ہین کہ نماز ایک پیمانہ ہی جو پورا دیگا پورا پاویگا اور جو اُسمین کمی کریگا تو اُسکو معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیمانے کے کم کرنیوالے کے باب مین کیا کہا ہی

چوتھا بیان جماعت کی فضیلت مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[ح] صلوۃ الجمع تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون کو بعض

ح ابن عدی بروایت [illegible] اور بخاری ح احمد بروایت ابو ہریرہ [illegible] یہ حدیث موضوع ہی [illegible] بروایت ابو ایوب انصاری [illegible] ضعیف ہی [illegible] اور یہ حدیث مرسل اور [illegible] ابو الولید صفار [illegible] مبارک سے نہیں بروایت [illegible] حسن مرسل [illegible] ح ابن مبارک بروایت [illegible] اصل مجکو نہین ملی [illegible] ابو ہریرہ [illegible] سنن و حاکم بروایت [illegible] ام ایمن [illegible] احمد و بیہقی [illegible]

نمازون مین نپایا تو فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ کسی شخص کو لوگون کو نماز پڑھانے کا حکم کرون اور خود اُن لوگونکو تلاش کرون جو نماز مین
نہین آتے اور اُنکے گھر پھونک دون اور ایک روایت مین یون ہی کہ مین اُن لوگون کی طرف جاؤن جو نماز سے بیٹھ رہتے ہین پھر حکم کرون
کہ لکڑیون کے گٹھون سے اُنکے گھر پھونک دیئے جاوین اور اگر اُنمین سے کسی کو یہ معلوم ہو کہ مجکو پر گوشت ہڈی یا عمدہ پائے بکری کے ملینگے
تو نماز عشا مین ضرور آوے۔ اور حضرت عثمان مرفوعا فرماتے ہین کہ جو شخص نماز عشا مین حاضر ہوا وہ گویا آدھی رات شب بیدار رہا اور جو
صبح کی نماز مین آیا وہ گویا ایک رات شب بیدار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص جماعت مین نماز پڑھتا ہی تو اُسکا سینہ
عبادت سے پر ہو جاتا ہی اور سعید بن مسیب رضی فرماتے ہین کہ بیس برس کے عرصے سے میرا یہ حال ہی کہ جب موذن نے اذان دی ہی تو مین مسجد ہی مین جا ہوتا
اور محمد بن واسع نے فرمایا ہی کہ مین دنیا سے صرف تین چیزین چاہتا ہون اول بھائی کہ جب مین کج ہون مجھے سیدھا کر دے دوسری غذا رزق
حلال سے کہ خالی از حق غیر ہو تیسری نماز جماعت کی کہ اُسکی بھول مجھسے معاف کر دی جاوے اور اُسکی بزرگی میری لیے لکھ دیجاوے۔ اور
روایت ہی کہ حضرت ابو عبیدہ رضی نے ایکبار کچھ لوگونکو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اسوقت شیطان میرے ساتھ لگا تھا یہانتک کہ مجھے
یہ معلوم ہوا کہ مجکو اورون پر بڑائی ہی اب مین امامت کبھی نکرونگا۔ اور حضرت حسن بصری رح کا قول ہی کہ جو آدمی علما کے پاس آمدورفت نرکھتا ہو
اُسکے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ اور نخعی رح فرماتے ہین کہ جو شخص لوگون کی امامت بدون علم کے کرتا ہی وہ ایسا ہی کہ سمندر کے پانیکو ناپتا ہی کہ اُسکی کمی اور
بیشی کو کچھ نہین جانتا۔ اور حاتم اصم کا قول ہی کہ مجکو ایکبار جماعت کی نماز نہ ملی تو ابو اسحاق بخاری نے صرف میری تعزیت کی اور اگر میرا لڑکا
مرجاتا تو دس ہزار آدمیون سے زیادہ تعزیت کرتے مگر یہ کہ دین کی مصیبت لوگونکے نزدیک دنیا کی مصیبت سے آسان ہی۔ اور حضرت
ابن عباس فرماتے ہین کہ جس شخص نے اذان سنی اور نماز کو حاضر نہوا اُسنے بہتری کا قصد نہ کیا نہ اُس سے کچھ بھلائی مقصود ہی۔ اور حضرت
ابو ہریرہ نے فرمایا ہی کہ آدمی کے کانو مین رانگ پگھلا کر بھر دیا جاوے تو اس سے بہتر ہی کہ اذان سنے اور نماز کو نہ آوے۔ اور مروی ہی کہ میمون
بن مہران مسجد مین آئے کسی نے اُنسے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھکر چلے گئے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اس جماعت کی نماز کی فضیلت مجکو
عراق کی حکومت کی نسبت کر زیادہ پسند ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من صلی اربعین یوما الصلوات فی جماعۃ لا تفوتہ فیہا تکبیرۃ
الاحرام کتب اللہ لہ براتین براءۃ من النار وبراءۃ من النفاق اور کہتے ہین کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو کچھ لوگ ایسے اُٹھینگے کہ اُنکے چہرے
روشن ستارے کی طرح چمکتے ہونگے فرشتے اُنسے کہینگے کہ تمھارے اعمال کیا تھے وہ کہینگے کہ جب ہم اذان سنا کرتے تھے تو طہارت
کو اُٹھ کھڑے ہوتے تھے پھر دوسرا کام ہمکو حارج نہوتا تھا پھر ایک جماعت اُٹھے گی کہ اُنکے منھ چاند جیسے ہونگے وہ فرشتونکے سوال
کے بعد یہ کہینگے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے پھر کچھ لوگ ایسے اُٹھینگے کہ اُنکے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے ہونگے وہ یہ کہینگے کہ ہم
اذان مسجد ہی مین سنا کرتے تھے۔ اور روایت ہی کہ اکابر سلف سے اگر تکبیر اولی فوت ہو جاتی تھی تو تین دن اپنے نفسو پر سختی کرتے تھے
اور اگر جماعت فوت ہوتی تھی تو سات روز۔

پانچوان بیان سجدے کی فضیلت مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما تقرب العبد الی اللہ بشیء افضل من سجود خفی اور فرمایا ما من مسلم یسجد للہ سجدۃ الا رفعہ اللہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا سیئۃ اور مروی ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت

اس طرح کہ تکبیر ... جماعت مین ... ۱۲ اور نماز ... ۹ شخص چالیس ... نہ ملی ۱۲ اور مرفوعا مجکو ... ۱۲ روایت کیا ہی ... موقوفا ... سعید بن مسیب ... محمد بن نصر ... موقوفا ۱۲ ... مرفوعا ہی اور ... مسلم مین ... بخاری و مسلم ۱۲ ... بخاری ۱۲

عمرو بن حبیب ... ۱۲ جو مسلمان اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرتا ہی اللہ تعالی اس سجدہ کے سبب اسکا ایک درجہ اونچا کرتا ہے اور ایک بدی اسکی دور کرتا ہے ۱۲ ابن ماجہ بروایت عبادہ بن صامت ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجکو آپ کی شفاعت والون مین سے کرے اور جنت مین آپ کی رفاقت نصیب کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔ اور مروی ہو کہ بندہ زیادہ تر قریب اللہ تعالے سے اسوقت ہوتا ہو کہ سجدہ کرنیوالا ہو اور یہی مراد ہو اس ارشاد خداوندی مین واسجد واقترب اور اللہ تعالی فرماتا ہو سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود اس آیت مین اثر سجدہ سے بعضون نے یہ مراد لی ہو کہ سجدہ کے وقت جو چہرہ پر خاک لگ جاتی ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ نور خشوع ہو جو باطن سے ظاہر پر چمکتا ہو اور یہ قول اصح ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ اس سے غرض وہ روشنی ہو کہ وضو کے نشان کی جہت سے قیامت کو چہرے پر ہو گی۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھتا ہو اور سجدہ کرتا ہو تو شیطان علیحدہ ہو کر روتا ہو اور کہتا ہو کہ ہائے مصیبت اسکو سجدے کا حکم ہوا اسنے سجدہ کیا تو اسکو جنت ہو ئی اور مجکو سجدہ کا حکم ہوا اور مین نے نہ مانا تو مجکو دوزخ ملی۔ اور علی بن عبد اللہ بن عباس سے مروی ہو کہ وہ ہر روز ہزار سجدے کیا کرتے تھے۔ اور لوگ اسی جہت سے انکو سجاد کہتے تھے اور مروی ہو کہ عمر بن عبد العزیز بجز مٹی کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے اور یوسف بن اسباط کہا کرتے تھے کہ اے گروہ جوانان مرض سے پیشتر تندرستی کی طرف سبقت کرو کہ مین بجز اس شخص کے اور کسی پر حسد نہین کرتا جو اپنا رکوع اور سجدہ پورا کرتا ہو اور مجھ مین اور رکوع سجدہ کرنے مین اب مرض حائل ہو گیا ہو۔ اور سعید بن جبیر نے کہا ہو کہ مین دنیا کی کسی چیز پر رنج نہین کرتا بجز سجدہ کے اور عقبہ بن مسلم نے کہا ہو کہ کوئی خصلت بندہ مین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے محبوب تر نہین کہ بندہ خدا تعالیٰ کے ملنے کو پسند کرے۔ اور کوئی ساعت ایسی نہین جسمین بندے کو قرب الٰہی زیادہ ہو بجز سجدہ کرنے کی ساعت کے اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہو کہ بندہ زیادہ تر قریب خدا تعالیٰ سے سجدے کے وقت ہوتا ہو پس سجدہ مین زیادہ دعا کیا کرو چھٹا بیان خشوع یعنے فروتنی کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اقم الصلوة لذکری اور فرمایا ولاتکن من الغافلین اور فرمایا لاتقربوا الصلوة وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون سکاریٰ سے بعضون نے یہ مراد لی ہو کہ کثرت غم سے متوالے ہون اور بعضون نے کہا کہ دنیا کی محبت سے مست ہون۔ اور وہب فرماتے ہین کہ مراد اس سے ظاہر معنی ہین کہ نشے سے مست ہو غرض کہ اہمین تنبیہ ہو دنیا کے نشے پر کیونکہ علت کو بیان فرمادیا ہو کہ جب تک تم جانو کہ کیا کہتے ہو اور بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہین کہ نشا نہین پیے ہوئے ہین مگر انکو نہین خبر ہوتی کہ نماز مین کیا کہ رہے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی رکعتین لم یحدث نفسہ فیہما بشیء من الدنیا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور فرمایا کہ انما الصلوة تمسکن وتواضع وتضرع وتباؤس وتنادم وترفع یدیک فتقول اللہم اللہم فمن لم یفعل فہی خداج۔ اور اللہ تعالی سے بعض پہلی کتابون مین یون مروی ہو کہ یہ ارشاد فرمایا ہو کہ مین ہر ایک نمازی کی نماز مقبول نہین کرتا بلکہ اس شخص کی نماز قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے بندون پر تکبر نہ کرے اور بھوکے فقیر کو کھانا میری رضا کے لیے کھلاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ نماز کا فرض ہونا اور حج اور طواف کا حکم ہونا اور دوسرے ارکان کا مقرر ہونا

صرف ذکر الٰہی کے برپا کرنے کے لیے ہی پس اگر تیرے دل مین جو مقصود ہی اسکی یاد نہو اور عظمت اور ہیبت مطلوب سے تیرا دل خالی ہو تو تیرے ذکر کی قیمت کچھ نہین۔ اور جس شخص کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی اُسکو ارشاد فرمایا کہ اذا صلیت فصل صلوٰۃ مودع یعنی اپنے نفس اور خواہش اور عمر کو رخصت کر کے اپنے مولی کی طرف چلے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ اور فرمایا واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اُسکی نماز فحش اور برائی سے منع نہ کرے تو وہ خدا تعالی سے دور ہی ہوتا جاویگا۔ اور نماز تو خدا تعالی سے مناجات کرنے کا نام ہی تو غفلت کے ساتھ کیسے ہو جاویگی۔ اور بکر بن عبد اللہ کا قول ہی کہ اے ابن آدم اگر تو اپنے آقا کے پاس بدون اُسکی اجازت کے جانا چاہے اور بدون کسی درمیانی واسطے کے اُس سے گفتگو کرنی چاہے تو ہو سکتا ہی لوگون نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہی کہا ہی کہ وضو کامل کر کے محراب مین جا کھڑا ہو کہ اپنے آقا کے سامنے بدون اجازت چلے جاؤگے پھر اُس سے بدون ذریعۂ درمیانی باتین کرو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتین کیا کرتے تھے اور ہم آپ سے کچھ کہتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ گویا ہمکو نہ جانتے تھے اور ہم آپ کو نہ پہچانتے تھے اسقدر خدا تعالی کی عظمت مین مشغول ہوتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینظر اللہ الی صلوٰۃ لا یحضر الرجل فیہا قلبہ مع بدنہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز کو کھڑے ہوتے تو اُنکے دل کی آواز اضطراب دو میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی۔ اور سعید تنوخی جب نماز پڑھتے تو اُنکے آنسو رخسارون پر سے داڑھی پر گرنے سے نہ تھمتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز مین اپنی داڑھی سے کھیلتا ہی فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اُسکے اعضا بھی خشوع کرتے۔ اور روایت ہی کہ حضرت حسن بصری نے ایک شخص کو دیکھا کہ کنکریون سے کھیل رہا ہی اور کہتا ہی کہ الٰہی میرا نکاح حورعین سے کر دے آپ نے فرمایا کہ تو اچھا تو شہ نہین رکھتا کہ منگنی حورعین سے چاہتا ہی اور کنکریون سے کھیلتا ہی۔ اور خلف بن ایوب سے کسی نے کہا کہ کیا نماز مین ہمکو مکھی نہین ستاتی کہ تم اُسکو ہٹا دو فرمایا کہ مین اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی نہین کرتا کہ میری نماز کو فاسد کر دے سائل نے کہا کہ تمکو صبر کیسے ہوتا ہی فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ فاسق بادشاہی کوڑون کے نیچے صبر کرتے ہین تاکہ لوگ کہین کہ بڑے صابر ہین اور اس بات کا آپس مین فخر کرتے ہین اور مین تو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہتا ہون تو کیا اُسکی مکھی سے جنبش کرون۔ اور مسلم بن یسار سے روایت کرتے ہین کہ جب وہ نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے گھر والون سے کہتے کہ تم آپس مین باتین کرو اب مین تمھاری گفتگو نہین سنونگا اور ایک روز وہ بصرہ کی جامع مسجد مین نماز پڑھتے تھے کہ مسجد کی ایک طرف گر گئی اسکے لیے لوگ جمع ہوئے مگر اُنکو نماز سے فارغ ہونے تک کچھ بھی معلوم نہوا اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا دستور تھا کہ جب وقت نماز کا آتا تو آپ کانپتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا پس اُنسے لوگ پوچھتے کہ یا امیر المومنین آپکا کیا حال ہی فرماتے کہ اُس امانت کا وقت آیا جسکو اللہ تعالی نے آسمانون اور زمین اور پہاڑون پر پیش کی اور اُسکے اُٹھانے سے سب نے انکار کیا اور انسان نے اُسکو اُٹھا لیا

روایت کیا ہو یعنی بزار سے کوئی عمل اللہ تعالی قبول نہین کرتا جبتک اسکا دل ... ترمذی ... بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف ۱۲

روایت ... سعد بن ابی وقاص ... بروایت ابو ہریرہ ... بروایت حسن بصری مرسلا ... علی بن معبد در کتاب الطاعۃ ... ازدی نے ضعیف ... بروایت سوید بن غفلہ مرسل ... اللہ تعالی ایسے آدمی کی نماز کی طرف نظر نہین اٹھاتا جسمین آدمی اپنا دل مع بدن حاضر نہ کرے ۱۲

حضرت امام زین العابدینؓ سے مروی ہی کہ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا آپکے اہل خانہ نے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا عادت ہی آپنے فرمایا کہ تم جانتی نہیں کہ میں کس شخص کے سامنے کھڑا ہوا چاہتا ہوں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا کہ الٰہی تیرے گھر میں یعنی جنت میں کون رہیگا اور تو کس شخص کی نماز قبول کرتا ہی اللہ تعالےٰ نے انکو وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص میری عظمت کے سامنے فروتنی کرتا ہی اور اپنا دن میری یاد میں کاٹتا ہی اور اپنے نفس کو میرے سبب شہوات سے روکتا ہی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہی اور مسافر کو جگہ دیتا ہی اور مصیبت والے پر ترس کھاتا ہی وہی میرے گھر میں رہیگا اور اسی کی میں نماز قبول کرتا ہوں اسی شخص کا نور آسمانوں میں مثل آفتاب کے چمکتا ہی اگر وہ مجھکو پکارتا ہی تو میں جواب دیتا ہوں اور جو مجھسے مانگتا ہی میں اسکو عطا کرتا ہوں جہل کو میں اسکے لیے علم کر دیتا ہوں غفلت کو اسکے لیے ذکر اور اندھیرے کو اجالا کر دیتا ہوں اسکی مثال لوگوں میں ایسی ہی جیسے جنت فردوس اور کی بہشتوں میں ہی کہ نہ اسکی نہریں خشک ہوں نہ میوے بگڑیں اور حاتم اصم کے حال میں کہتے ہیں کہ اُنسے کسی نے اُنکی نماز کا حال دریافت کیا فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہی تو میں وضو کامل کرکے اس جگہہ آتا ہوں جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو وہاں آکر بیٹھتا ہوں یہانتک کہ میرے اعضا سب مطمئن ہو جاویں پھر میں نماز کو کھڑا ہوتا ہوں اور کعبے کو اپنے ابرو کے سامنے اور پلصراط کو اپنے قدم کے تلے اور جنت کو دہنی طرف اور دوزخ کو بائیں طرف اور ملک الموت کو پشت کے پیچھے کرتا ہوں اور اس نماز کو سب سے پچھلی نماز جانتا ہوں پھر خوف و رجا کے ساتھ کھڑا ہوا اللہ اکبر آواز سے کہتا ہوں اور قرات اچھی طرح پڑھتا ہوں اور رکوع تواضع کے ساتھ اور سجدہ خشوع کے ساتھ کرتا ہوں اور بائیں سُرین پر بیٹھکر بائیں پانوں کو بچھا لیتا ہوں اور دہنے پانوں کے انگوٹھے کو کھڑا رکھتا ہوں اور ساری نماز میں اخلاص کا اتباع کرتا ہوں پھر میں نہیں جانتا کہ وہ مجھسے قبول ہوئی یا نہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہی کہ متوسط دو رکعتیں تفکر کے ساتھ ایک رات کی شب بیداری سے بہتر ہیں جسمیں دل غافل ہو

ساتواں بیان مسجد اور نماز کی جگہ کی فضیلت میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من بنی للہ مسجدا ولو کمفحص قطاة بنی اللہ لہ قصرا فی الجنة اور فرمایا من الف المسجد الفہ اللہ تعالیٰ اور فرمایا اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس اور فرمایا کہ مسجد کے ہمسایہ کی نماز بجز مسجد کے اندر پڑھنے کے نہیں ہوتی۔ اور فرمایا کہ فرشتے تم سے ایک پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں جبتک کہ وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہہ میں رہتا ہی فرشتے کہتے ہیں کہ الٰہی اس شخص پر رحمت بھیج الٰہی اسپر مہر کر الٰہی اسکو بخشدے بشرطیکہ نمازی بے وضو نہو جاوے یا مسجد سے باہر نہ جاوے۔ اور فرمایا کہ آخر زمانے میں میری امت میں سے کچھ لوگ آوینگے کہ مسجدوں میں آکر حلقہ بناکر بیٹھینگے اُنکا ذکر دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی تم اُنکے پاس مت بیٹھنا کہ اللہ تعالیٰ کو اُنسے کچھ مطلب نہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہی کہ میری زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں اور میری زیارت کرنے والے اُنکے اندر وہ ہیں جو اُنکو آباد رکھنے والے ہیں پس خوشحالی ہی اُس بندے پر کہ اپنے گھر سے پاک و صاف ہوکر میرے گھر میں میری زیارت کو آوے اور گھر والے پر حق ہی کہ اپنے یہاں آنیوالے کا اکرام کرے۔ اور فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہی تو اُسکے ایمان کی گواہی دو۔ اور حضرت سعید بن مسیبؓ نے فرمایا ہی کہ جو شخص مسجد میں بیٹھے وہ اپنے رب کے ساتھ ہمنشینی کرتا ہی تو اُسکے حق میں نہایت مناسب یہ ہی کہ بجز خیر کے اور کچھ نہ کہے

اور کسی قول تابعی یا حدیث مین مروی ہو کہ مسجد مین بات کرنی نیکیونکو ایسا کھاتی ہو جیسے چوپائے گھاس کو کھاتے ہین اور نخعیؒ فرماتے ہین کہ
اکابر سلف کا اعتقاد یہ تھا کہ اندھیری رات مین مسجد کو جانا جنت کا موجب ہی - اور حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ جو شخص مسجد مین چراغ جلاوے
تو جبتک اُسکی روشنی مسجد مین رہتی ہو تب تک اُس شخص کے لیے فرشتے اور عرش کے اُٹھانیوالے مغفرت طلب کرتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ
وجہہ فرماتے ہین کہ جب آدمی مرجاتا ہو تو زمین مین سے اُسکی نماز پڑھنے کی جگہہ اور آسمان مین سے اُسکے عمل کے چڑھنے کی جگہہ اُسپر روتی ہین اور
اُسکی تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھی فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہو کہ زمین اُس شخص پر
چالیس روز روتی ہی - اور عطاے خراسانی نے کہا ہو کہ جو آدمی کسی جگہہ پر زمین سے سجدہ کرتا ہو تو وہ ٹکڑا زمین کا قیامت کو اُسکی شہادت دیگا اور
جسدن وہ مریگا اُسپر رویگا - اور انس بن مالکؓ نے فرمایا ہو کہ جس زمین کے ٹکڑے پر خداے تعالی کا ذکر نماز سے خواہ یاد سے ہوتا ہو وہ ٹکڑا
اپنے گرد کے ٹکڑونپر فخر کرتا ہو اور ذکر آلہی کی بشارت انتہاے ساتون درجون زمین تک پہونچاتا ہو اور جو بندہ کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہو
اُسکے لیے زمین آراستہ ہوتی ہی - اور کہتے ہین کہ جس منزل مین لوگ اُترتے ہین صبح کو وہ منزل یا انپر رحمت بھیجتی ہو یا لعنت کرتی ہو دوسری

فصل نماز کے اعمال ظاہری کی کیفیت اور تکبیر شروع اور اُس سے پہلے کے احوال کے ذکر مین جب نمازی وضو سے اور بدن اور مکان اور کپڑے
کی نجاست کے پاک کرنیسے فارغ ہو اور ستر برہنگی کا ناف سے لیکر زانو تک کر چکے تو چاہیے کہ قبلہ رخ دونون پانؤنین کچھ فاصلہ دیکر کھڑا ہو
دونون پانؤن کو آپس مین نہ ملاوے اسطرح کھڑا ہونا آدمی کی فقہ اور سمجھ پر دلالت کرتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین صفد اور
صفن سے منع فرمایا ہو صفد تو اُسکو کہتے ہین کہ دونون پانؤن ایک ساتھ جوڑلے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو مقرنین فی الاصفاد اور صفن یہ ہو کہ
ایک پانؤن پر زور دیکر دوسرے کو ٹیڑھا کرلے جیسا اس آیت مین ہو الصافنات الجیاد یہ صورت تو دونون پانؤن مین قیام کے وقت قابل لحاظ ہی
اور دونون زانو اور کمر مین یہ لحاظ چاہیے کہ سیدھے قائم رہین اور سر کو چاہیے سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکالے اور گردن جھکانا فروتنی کے قریب
ہو اور نظر کو نیچا رکھنا ہو اور چاہیے کہ نظر جانماز پر رہے جسپر نماز پڑھتا ہو اور اگر جانماز نہو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنے اطراف مین لکیر کھینچ لے
کہ نگاہ کی مسافت اس سے بھی کم ہو جاتی ہو اور فکر کو پراگندہ نہین ہونے دیتی اگر جانماز کے کنارون یا لکیر کی حدون سے نگاہ باہر نکلے تو اُسکو روکنا چاہیے
اور اس قیام کو اسطرح رکوع تک رکھنا چاہیے کہ کسیطرف دھیان نہو یہ قاعدہ قیام کا ہو جب قیام قبلہ رخ سیدھا کرلے اور ہاتھ پانؤن بھی سب
برابر ہون اُسوقت قل اعوذ برب الناس شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے پڑھے پھر تکبیر کہے اور اگر کسی مقتدی کے آجانیکی توقع ہو تو اول
اذان کہدے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر مین دل کے اندر نیت کرے اور کہے کہ مین ظہر کے فرض اللہ کے لیے ادا کرتا ہون ادا کے
لفظ سے تو قضا سے تمیز ہو جاویگی اور فرض کے کہنے سے نفل سے علٰحدگی ہوگی اور ظہر کہنے سے عصر وغیرہ سے فرق ہو جاویگا اور چاہیے کہ ان
الفاظ کے معانی دل مین موجود رہین کہ نیت اُسی کو کہتے ہین الفاظ تو صرف یاد دلانیوالے اور اُسکے دل مین موجود ہونے کے اسباب ہین
اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب ہونے پاوے جب دل مین یہ بات موجود ہو جاوے تو اپنے دونون
ہاتھ دونون شانون تک اُٹھاوے اسطرح کہ دونون ہتھیلیان مقابل دونون شانون کے ہون اور دونون انگوٹھے مقابل کانون کی لو کے
اور انگلیونکے سر مقابل دونون کانون کے ہون تاکہ اس باب مین جتنی احادیث وارد ہین سبکا جامع ہو اور دونون ہتھیلیون کو قبلہ رخ کرے اور

ہاتھ اُٹھانے والے ۱۲ دونون شانون تک اُٹھانا صحیحین مین ابن عمرؓ کی روایت سے اور ابوداود مین کان کی لو تک اور مسلم مین کان کی چوٹی تک بروایت مالک بن حویرث مروی ہے ۱۲

انگلیون کو کھلا رکھے یعنی نہ بند کرے نہ پھیلانے مین تکلف کرے بلکہ اُنکو اُنکی طبیعت پر چھوڑ دے اسلیے کہ آثار مین اُنکا پھیلانا اور ملا رکھنا
منقول ہی اور یہ صورت دونون کے درمیان ہی اس جہت سے یہی اولی ہی اور جبکہ ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھہر جاوین تب نیت کا دل مین حاضر کرنا
اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھونکو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کرکے دونون کو ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اسطرح کہ دہنا ہاتھ
اوپر ہو اور بایان نیچے تاکہ دہنے کو فضیلت ہو کہ بائین کے اوپر رہے اور دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی بائین ہاتھ کے
ساعد پر پھیلادے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائین کے پہونچے کو پکڑلے اور اللہ اکبر کہنا روایتون مین ہاتھ اُٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہی جسوقت
کہ وہ اُٹھکر ٹھہر جاوین اُسوقت بھی آیا ہی اور اُنکو باندھنے کے لیے جھکانیکے ساتھ بھی وارد ہی اور ان کل صورتون مین کچھ حرج نہین لیکن
جھکاتے وقت مین اللہ اکبر کہنا میرے نزدیک لائق تر ہی اسلیے کہ یہ کلمہ عقد کا ہی اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اُس عقد کی صورت ہے
اور یہ صورت ہاتھون کو جھکانے سے شروع ہوتی ہی اور اُنکے باندھنے تک پوری ہوتی ہی اور شروع اللہ اکبر کا الف ہی اور تمامی رے تو
مناسب یہ ہی کہ فعل اور عقد مین مطابقت کا لحاظ کیا جاوے باقی رہا ہاتھونکا اُٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہی اُس سے اسقدر مناسبت نہین جتنی
جھکانے کی صورت سے ہی۔ پھر اللہ اکبر کہنے مین اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھاوے اور نہ شانون کے پیچھے اُنکو لیجاوے اور دہنے بائین کو جھٹکے
جبکہ اللہ اکبر کہہ چکے بلکہ اُنکو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکاوے پھر نئے سرسے دہنا ہاتھ بائین پر ہاتھ کو لٹکانے کے بعد رکھ لے اور بعض روایتون مین
وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قرارت کا ارادہ کرتے تھے تو دہنے ہاتھ کو بائین
پر رکھ لیتے تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو ہمنے ذکر کیا ہے اُس سے یہ بہتر ہے۔ اور چاہیے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے
ایسا نہ کرے کہ کے بعد واو سی معلوم ہو پیش کو بہت بڑھانے سے واو پیدا ہو جاتی ہی اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ اکبار کہنا پایا جاوے
اور اکبر کی ر کو جزم کرے اُسپر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ کہنے اور اُسکے ساتھ کے اعمال کی ہی قرارت پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر یہ ہی کہ
اللہ اکبر کے بعد یون اکر پڑھے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین
ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اسکے بعد کہے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالی جدک ولا الہ غیرک تاکہ جتنے متفرق امور اخبار مین وارد ہین سب جمع ہو جاوین اور اگر امام کے پیچھے ہو اور امام اتنا لمبا سکتہ نہ کرے کہ جسمین
مقتدی الحمد پڑھ لے تو اسیقدر دعا پر کفایت کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پاوے تو بعد دعا کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
کہکر سورہ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور سب تشدیدون اور حرفونکو پورا پڑھے اور کوشش کرے ضاد و ظا مین ملنے نہ پاوے اور الحمد
کے آخر مین آمین کچھ کھینچکر کہے اور آمین کو ولا الضالین مین نہ ملاوے اور نماز صبح اور مغرب اور عشا مین قرارت پکار کر پڑھے بشرطیکہ مقتدی نہو اور
آمین پکار کر کہے پھر ایک سورت یا مقدار تین آیتون خواہ زیادہ کے پڑھے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر مین نہ ملاوے بلکہ دونون مین فاصلہ
مقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز مین طوال مفصل پڑھے اور مغرب مین قصار مفصل اور ظہر اور عصر اور عشا مین والسماء ذات البروج اور
اُسکے مثل اور سورتین پڑھے اور صبح کی نماز مین سفر کی حالتمین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور فجر کی سنتون اور دوگانہ طواف
اور دوگانہ تحیت مین بھی یہی دونون پڑھے اور قرارت کی انتہا تک کھڑا رہے اور ہاتھ اسیطرح باندھے رہے جیسا اوپر ہمنے بیان کیا ہی رکوع

ل ح بخاری بروایت ابن عمر رضہ ۱۲
ل ح مسلم بروایت ابن عمر
سل ح طبرانی بروایت معاذ بسند ضعیف ۱۲
ک اللہ بہت بڑا ہے ... اور تعریف اللہ کو ہی بہت اور اللہ کی پاکی ہی صبح اور شام
ح مسلم بروایت ابن عمر رضہ ۱۲
ے مین نے اپنا منھ کیا اسی کی طرف جسنے بنائے آسمان [illegible]

ہ پاکی کہتا ہون تیری تعریف کے ساتھ اور برکت والا ہی تیرا نام اور بڑی ہی تیری شان اور کوئی معبود نہین تیرے سوا ۱۲

اور اُسکے لواحق پھر رکوع کرے اور اسمین کئی باتون کا خیال کرے یعنی رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اُٹھاوے
اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ رکوع مین پہونچنے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیان رکوع کی اندر دونون زانو پر رکھے اور انگلیان پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول
کی جانب قبلہ رخ ہون اور اپنے گھٹنونکو سیدھا رکھے اُنکو ٹیڑھا نہ کرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلاوے اور گردن و سر اور پیٹھ ایک سطح جیسے ہون کہ
سر نیچا ہو نہ اونچا اور اپنی کہنیونکو دونون پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیان پہلو سے ملی رکھے اور رکوع مین تین بار سبحان ربی العظیم کہے
اور تین بار سے زیادہ سات اور دس بار تک بہتر ہے بشرطیکہ امام نہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اُٹھے اور دونون ہاتھ شانون تک اُٹھاوے اور
کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور سیدھا مطمئن کھڑا ہو اور کہے ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شیٔ بعد اور اس قیام کو بجز صلوۃ التسبیح
کے اور نمازون مین طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت مین سجدہ سے پیشتر دعاے قنوت اُن الفاظ سے پڑھے جو احادیث مین مروی ہین
سجدہ پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور اپنے گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیان کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکنے کے وقت اللہ اکبر کہے
اور بدون رکوع کے اور جگہہ ہاتھ شانون تک نہ اُٹھاوے اور چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے اُنکے بعد دونون ہاتھ اور آخر کو منھ اور
سجدہ مین ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیونکو پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پاؤن کی انگلیان پھیلی رکھے اور عورت یہ نکرے
اور سجدے مین پیٹ کو زانون سے الگ رکھے اور رانین جدی جدی ہون اور عورت پیٹ کو رانون سے اور رانون کو آپسمین ملی ہوئی رکھے اور
ہاتھون کو شانون کے مقابل زمین پر رکھے اور ہاتھونکی انگلیون کو پھیلاوے نہین بلکہ آپسمین مع انگوٹھے کے ملاوے اور اگر انگوٹھے کو نہ ملاوے
تو کچھ مضائقہ نہین اور اپنے ہاتھ زمین پر نہ بچھاوے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کہنیان ابھری رکھے کہنیان زمین پر لگانے سے نہی وارد ہے اور
سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور اگر زیادہ دفعہ کہے تو بہتر ہے مگر جسصورت مین کہ امام ہو تین بار سے زیادہ نہ کہے پھر سجدے سے
اُٹھکر اطمینان سے بیٹھ جاوے یعنی اپنا سر تکبیر کہتا ہوا اُٹھاوے اور بائین پاؤن پر بیٹھکر دہنے قدم کو کھڑا رکھے اور اپنے دونون ہاتھ رانون پر
رکھے اور انگلیان کھلی رکھے اُنکے ملانے مین تکلف نہ کرے نہ پھیلانے مین مبالغہ کرے اور اس جلسے مین کہے رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واہدنی
واجبرنی وعافنی واعف عنی اور اس جلسہ کو بجز صلوۃ التسبیح کے اور نمازون مین بہت نہ بڑھاوے پھر پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ کرے اور اُسکے
بعد تھوڑا سا جلسۂ استراحت کرے اور یہ جلسۂ استراحت ہر رکعت کے بعد جسمین التحیات نہو ہوتا ہے پھر ہاتھ کا سہارا زمین پر دیکر اُٹھ کھڑا ہو مگر اُٹھنے
مین کوئی پاؤن آگے نہ بڑھاوے اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ بیٹھنے کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک جاری ہو جاوے یعنی اللہ کی
ہ تو برابر بیٹھنے تک مین ادا ہو اور اکبر کا کاف زمین پر سہارا دیتے وقت نکلے اور ب اُس وقت پوری ہو کہ آدھا کھڑا ہو جاوے اور شروع اللہ اکبر کہنا
اُسوقت سے کرے کہ جب بیٹھنے کے لیے نصف اُٹھ چکا ہو تاکہ سارا اللہ اکبر اس حالت تبدیل مین ہو جاوے قیام اور سجدہ اُس سے دونون خالی رہین اور
یہ صورت تعظیم سے قریب تر ہے اور دوسری رکعت مثل اول کے ہے اسکے شروع مین اعوذ دوبارہ پڑھے تشہد پھر دوسری رکعت کے بعد اول
تشہد پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی آل پر درود بھیجے اور التحیات پڑھنے مین اُسیطرح بیٹھے جیسا دو سجدون کے بیچ مین بیٹھا تھا

۴ بلا ... کرتے تھے نماز مین یہ کلمات علیہ وسلم صبح کی کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ ابن عباس کی روایت صحیح بیہقی سے مروی زمین کے بعد جو چاہے ترجمہ تمام ستایش آسمانون سے اور بڑی جس تجھی کو ہے بھر کر ... اُسی کی ملک الٰہی ... مراد ... صحیح مسلم ۱۵

اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت فلک الحمد علی ما قضیت استغفرک واتوب الیک ۱۲ صحیح بخاری ومسلم بروایت انس ۱۲ ۱۵ اے رب میرے گناہ بخش دے اور رحم کر اور روزی دے اور ہدایت کر اور میری خستگی کو درست کر اور مجھکو عافیت دے اور مجھے درگذر ۱۲

یعنی بائین پانوٗن پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا رکھے اور دہنے ہاتھ کو دہنی ران پر رکھے اور اُنکی اُنگلیان سوا انگشت شہادت کے بند کر لے اور انگوٹھے کے کھلا رکھنے کا بھی کچھ مضائقہ نہین اور صرف دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ کرے نہ لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اخیر کی التحیات مین بعد درود شریف کے دعاے ماثورہ پڑھے اور اخیر تشہد کا طریق مثل اول تشہد کے ہی مگر اتنا فرق ہی کہ اسمین بائین چوتڑ پر بیٹھے کیونکہ اب اسکا ارادہ اُٹھنے کا نہین بلکہ ٹھہرا ہوا ہی اور اپنے بائین پانوٗنکو نیچے سے دہنی طرف نکالدے اور دہنے کو کھڑا رہنے دے اور اگر دشوار ہو تو پانوٗن کے انگوٹھے کا سر قبلہ رخ رکھے پھر ان سب افعال کے بعد دہنی طرف کو مُنھ پھیر کر کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور مُنھ اتنا پھیرے کہ جو شخص اسکے پیچھے دہنی طرف نماز پڑھتا ہی وہ اسکا دہنا رخسار دیکھ لے پھر بائین طرف منھ پھیر کر اسی طرح دوسرا اسلام کہے اور سلام پھیرنے مین نیت نماز سے باہر ہونے کی کرے اور اول سلام مین اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتون اور مسلمانو نکی نیت کرے اور اسیطرح دوسرے سلام مین نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے بہت کھینچے نہین کہ سنت اسی طرح ہے یہ صورت اکیلے شخص کی نماز کی ہوئی اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اسقدر آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے اور امامت کی نیت کر لے کہ ثواب ملے اگر نیت نہ کریگا اور مقتدی اُسکے پیچھے اقتدا کی نیت سے نماز پڑھینگے تو اُنکی نماز درست ہو جاویگی اور جماعت کا ثواب سب کو ملیگا اور امام شروع نماز کی دعا اور اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے جیسا اکیلا پڑھتا ہی اور الحمد اور سورۃ دونون رکعتون مین صبح کی اور دو پہلی رکعتون مین مغرب اور عشا کی پکار کر پڑھے اور ایسا ہی حال تنہا پڑھنے والے کا ہی اور جن نمازون مین قرات پکار کر پڑھتے ہین اُنمین امام آمین پکار کر کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی پکار کر آمین کہین اُس سے پیچھے نہ کہین اور امام الحمد کے بعد کسیقدر خاموش رہے تاکہ سانس درست ہو جاوے اور مقتدی اس حالت خاموشی مین سورۂ فاتحہ پڑھ لین تاکہ امام جسوقت قرات پڑھے اُسوقت اسکی قرات سُنین اور مقتدی جہری نمازون مین سورہ نہ پڑھے مگر جس صورت مین کہ آواز امام کی نہ سنتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور امام رکوع سے سر اُٹھانے مین سمع اللہ لمن حمدہ پکار کر کہے اور مقتدی بھی یہی کہے اور امام رکوع اور سجدہ کی تسبیحین تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التحیات مین اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کہنے کے بعد کچھ اور زیادہ کرے اور پچھلی دو رکعتون مین صرف الحمد پر کفایت کرے اور لوگون پر اُسکو طول نہ دے اور اخیر کی تشہد مین التحیات اور درود کے بعد دعا اتنی نہ پڑھے کہ ان دونون چیزون سے زیادہ ہو جاوے اور امام اپنے سلام مین جسطرح قوم کی نیت کرتا ہی مقتدی اپنے سلام مین اُسکے جواب کی نیت کرے اور امام سلام کے بعد اسقدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جاوین پھر لوگونکی طرف اپنا مُنھ پھیرے اور اگر مردون کی صف کے پیچھے عورتین بھی پڑھتی ہون تب بہتر یہ ہی کہ قبلہ رخ جما رہے تاکہ عورتین سامنے نہ پڑین اور جب تک امام نہ اُٹھے مقتدیون مین سے کوئی نہ اُٹھے امام جدھر سے چاہے پھرے خواہ دہنے ہاتھ کو خواہ بائین کو اور میرے نزدیک دہنے طرف کو پھرنا پسند ہی اور امام صبح کی قنوت مین خاص اپنے لیئے دعا نہ مانگے بلکہ اللھم اہدنا کہے بجاے اہدنی کے اور قنوت کو پکار کر پڑھے اور مقتدی آمین کہین اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اُٹھاوین اور دعا کے ختم پر دونون ہاتھونکو مُنھ پر پھیر لین کہ اسمین ایک حدیث وارد ہی ورنہ قیاس یہ چاہتا ہی کہ ہاتھ نہ اُٹھائے جاوین جیسے التحیات کے بعد دعا مین نہین اُٹھاتے منہیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین بہت سی باتون سے منع فرمایا ہی اول دونون پانون کو جوڑ کر کھڑا ہونا دوم ایک پانو پر زور دیکر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا

ع اور اول دو رکعتون مغرب کی اور پہلی دو رکعتون عشا کی ۱۲

سوم اقعا اسکے معنی لغت مین یہ ہین کہ دونون چوتڑون پر بیٹھکر دونون زانو کھڑے کردے اور دونون ہاتھون کو زمین پر رکھدے جسطرح کتا
بیٹھتا ہے اور حدیث والون کے نزدیک اقعا اُس بیٹھک کو کہتے ہین کہ بجز زانو اور پاؤن کی انگلیون کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہوا ہو چہارم
سدل محدثین کا مذہب یہ ہی کہ سدل اسکو کہتے ہین کہ اپنی چادر وغیرہ مین لپیٹ کر ہاتھ اندر کرلے اور رکوع اور سجدہ اسیطرح کرے ہاتھ باہر نہ نکالے یہ فعل
یہودیون کا تھا کہ اپنی نماز مین کرتے تھے اسلیے اُنکی مشابہت سے منع فرمایا اور کرتہ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہی یعنی رکوع اور سجدہ کرتے کے اندر ہاتھ کیے
ہوے کرنا نہ چاہیے اور سدل کے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھ لے اور اُسکے دونون پلے دہنے بائین طرف لٹکا دے بدون آنچل
مارنے کے مگر اول معنی سدل کے بہتر ہین پنجم کف اُسکی صورت یہ ہی کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اُٹھا لے اور کف بالون مین
بھی ہوتا ہی یعنی جوڑا باندھکر نماز پڑھے اور یہ منع مردون کے لیے ہی اور حدیث شریف مین ہی امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء و لا اکف شعرا و لا ثوبا اور
امام احمد نے تہمد کو کرتے کے اوپر باندھنا مکروہ فرمایا ہی اور اسکو کف مین داخل سمجھا ہی ششم کوکھ پر ہاتھ رکھنا ہفتم قیام مین کوکھ پر اسی طرح ہاتھ رکھنا
کہ بازو بدن سے علیحدہ رہین ہشتم مواصلت یعنی وصل کرنا ایک بات کا دوسری سے اور اس سے نہی امام کے حق مین دو چیزون سے ہی ایک یہ کہ قرارت
اللہ اکبر کہتے ہی شروع کردے اور دوسرے یہ کہ رکوع کی تکبیر قرارت کے ختم ہوتے ہی کہے اور دو سے مقتدی کو ہی ایک شروع کی تکبیر امام کی
تکبیر مین ملا دینی دوم سلام امام کے سلام کے ساتھ ملانا اور ایک بات دونون مین مشترک ہی کہ فرض کے اول سلام کو دوم کے ساتھ ملانا بلکہ دونون
کو جدا جدا کہے نہم دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی اور دباؤ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا دونون سے منع وارد ہی دہم موزہ پہنکر نماز پڑھنی اس طرح کی باتین
خشوع کو مانع ہین اور اسی کے حکم مین ہی بھوک و پیاس کے ساتھ نماز ادا کرنی اور بھوک کے ساتھ نماز سے نہی اس حدیث سے سمجھی جاتی ہی
کہ آپ نے فرمایا جب رات کا کھانا آجاوے اور نماز کی تکبیر ہو تو شروع کردے کھانا مگر اُس صورت مین کہ نماز کا وقت تنگ ہو یا آدمی دل سے مطمئن ہو
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لا یدخل احدکم الصلوة وہو مقطب ولا یصلین احدکم وہو غضبان اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ جس نماز مین
دل حاضر نہو وہ عذاب کی طرف جلد پہونچاتی ہی اور ایک حدیث مین وارد ہی کہ سات چیزین نماز کے اندر شیطان کی طرف سے ہین نکسیر اور
نیند اور وسوسہ اور جماہی اور خارش اور ادھر اُدھر دیکھنا اور کسی چیز سے کھیلنا اور بعضون نے بھول اور شک کو اسمین اور زیادہ کیا ہی
اور بعض اکابر سلف کا قول ہی کہ نماز کے اندر چار چیزین ظلم ہین ادھر اُدھر تکنا اور مُنھ پونچھنا اور کنکرون کو برابر کرنا اور ایسے راستے پر نماز
پڑھنا کہ چلنے والے سامنے کو گذرین یازدہم انگلیون کو ایک دوسری مین ڈالنا یا چٹکانا دوازدہم مُنھ کو چھپانا سیزدہم ایک ہتیلی کو دوسری پر
رکھکر رکوع مین اپنی زانو کے اندر دے لینا اور بعض صحابہ نے فرمایا ہی کہ ہم پہلے ایسا کیا کرتے تھے پھر اس سے ہمکو منع کردیا گیا چہاردہم
سجدہ کے وقت زمین پر پھونک مارنی یا ہاتھون سے کنکرونکو برابر کرنا کیونکہ ان افعال کی کچھ حاجت نہین پانزدہم ایک قدم کو اُٹھا کر ران
پر رکھ لینا شانزدہم قیام مین دیوار سے تکیہ لگانا پس اگر اس طرح تکیہ لگاوے کہ اگر سہارے کی چیز نکال لیجاوے تو گر پڑے تو ظاہر یہ ہی کہ نماز

مقطب: چین بجبین ۱۲

حاشیہ: ... نماز مین ... اس حال ... غضبناک ... حدیث ان الفاظ ... [illegible]

... انگلیون کو ایک دوسرے مین ڈالنے سے ممانعت روایت کی ہی ... بروایت علی ... چٹکانے کی نہی روایت کی ہی ... ابوداود و حاکم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ... بخاری و مسلم بروایت ابی وقاص اور بعض صحابہ سے یہی مراد ہین ۱۲

ح مسلم ... بروایت ... ۱۲ ... ترمذی ... بخاری و مسلم ... بروایت ... سجدہ کرون اور بالون اور کپڑون ... بخاری و مسلم بروایت ابن عباس ... ابوداود ... ترمذی ... ابن ماجہ بروایت عائشہ ... ترمذی ... بخاری ... [illegible]

جاتی رہیگی واللہ اعلم فرائض اور سنتون کی تمیز جو افعال کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین اُسمین فرض بھی ہین اور سنتین اور مستحبات اور اولی چیزین بھی ہین تاکہ طریق آخرت کا چلنے والا اُن سب کی رعایت کرے اب سب کو ہم جدا جدا لکھے دیتے ہین کہ اُن اعمال مین سے بارہ باتین فرض ہین اول نیت دوسری اللہ اکبر کہنا تیسری کھڑا ہونا چوتھی الحمد پڑھنا پانچوین رکوع مین جھکنا اسطرح کہ ہتھیلیان زانو پر اطمینان کے ساتھ لگ جاوین چھٹی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا ساتوین اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا اور اُسمین ہاتھون کا زمین پر رکھنا واجب نہین آٹھوین سجدہ سے سر اُٹھا کر سیدھا بیٹھنا نوین دوسرا قعدہ دسوین اخیر تشہد پڑھنا گیارھوین اخیر تشہد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بارھوین اول سلام پھیرنا اور نماز سے باہر آنے کی نیت واجب نہین۔ اور جو باتین کہ ان بارہ کے سوا ہین وہ واجب نہین بلکہ سنتین اور مستحبات ہین افعال مین چار باتین سنت ہین اول تکبیر احرام مین ہاتھون کا اُٹھانا دوم رکوع کی تکبیر مین سوم قومہ کی تکبیر مین انکا اُٹھانا چہارم تشہد اول کے لیے بیٹھنا باقی اور باتین جیسے اُنگلیون کو پھیلانا اور رفع یدین کی حد وغیرہ یہ باتین رفع یدین کی تابع ہین اور سُرین پر بیٹھنا اور پانونکا بچھانا جلسہ کے تابع ہین اور سر جھکانا اور التفات نہ کرنا قیام کے تابع ہی اور صورت کو اچھا کرنے اور جلسۂ استراحت کو ہمنے افعال کی سنتون مین شمار نہین کیا اسلیے کہ یہ دونون گویا سجدہ سے قیام کے لیے اُٹھنے کی خوبی مین داخل ہین خود اپنی ذات سے مقصود نہین اور اسیوجہ سے انکا ذکر بھی جدا گانہ نہین کیا گیا ہی اور ذکر مین سنتین یہ ہین اول شروع کی دعا دوم اعوذ باللہ پڑھنا سوم آمین کہنا کہ سنت موکدہ ہی چہارم قرأت سورت کی پنجم ایک رکن سے دوسرے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا ششم رکوع اور سجدہ مین تسبیحین کہنی اور قومہ مین سمع اللہ لمن حمدہ کہنا ہفتم اول التحیات اور اُسمین درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا ہشتم دعا پچھلے تشہد کے آخر مین نہم دوسرا سلام پھیرنا۔ اوران چیزونکو اگرچہ ہمنے سنتون مین داخل کرکے لکھا ہی مگر انکے درجات جدا جدا ہین کیونکہ انمین سے چار چیزین ایسی ہین کہ اُنکا تدارک سجدہ سہو سے ہوتا ہی اور افعال کی سنتون مین صرف ایک ہی کا جبر سجدہ سہو سے ہوتا ہی یعنی پہلا جلسہ اول تشہد کے واسطے اسلیے کہ وہ جلسہ نماز کے انتظام کی ترتیب مین تاثیر رکھتا ہی کہ دیکھنے والے اُس سے یہ معلوم کرلیتے ہین کہ دو رکعتین ہین یا زائد بخلاف رفع یدین کے کہ اسکو انتظام کے تبدیل مین کچھ تاثیر نہین اسی لیے اُسکو بعض اور جز سے تعبیر کیا گیا اور بعضونکا قول یہ ہی کہ اجزا کا جبر سجدہ سہو سے کیا جاتا ہی مگر ذکرون مین سے بجز تین ذکرونکے اور کوئی سجدہ سہو کا مقتضی نہین اور وہ تینون قنوت اور پہلا تشہد اور اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہی بخلاف تکبیرون رکوع وسجدہ اور انکی تسبیحات کے اور قومہ اور جلسہ کے ذکر کے اس لیے رکوع اور سجدہ کی صورت ہی ایسی ہی کہ عادت کے خلاف ہی تو اگر ان دونون مین چُپ رہیگا تب بھی مقصود عبادت اُنکی صورت سے ظاہر ہی اس سے معلوم ہوا کہ انکے درمیان مین ذکر کا نہونا عبادت کی ہیئت کو نہین بدلتا اور پہلے التحیات کے لیے بیٹھنا ایک فعل عادت کا ہی اُسکو جو نماز مین بڑھایا ہی تو صرف تشہد کے لیے زیادہ کیا ہی اگر تشہد اُسمین نہوگا تو ظاہر ہی کہ صورت عبادت نہیگی اور دعا کے استفتاح اور سورہ کا چھوٹنا بھی صورت عبادت کے بدلنے مین موثر نہین کیونکہ قیام اگرچہ فعل عادت کے مطابق ہی مگر الحمد کے اُسمین پڑھنے سے عادت سے علیحدہ ہوگیا اسیطرح اخیر تشہد مین کی دعا اور قنوت کا جبر سجدہ سہو سے کرنا بعید معلوم ہوتا ہی مگر صبح کی نماز مین قیام کا طول اسی قنوت کے سبب سے مشروع ہوا ہی تو اسکا حال ایسا ہوا جیسے جلسۂ استراحت کہ وہ بھی بڑھانے اور التحیات اُسمین پڑھنے سے پہلے تشہد کے لیے جلسہ ہوگیا پس اگر قنوت نہ پڑھا جاوے تو قیام لمبا عادت کے موافق رہ جاویگا جسمین کوئی ذکر واجب نہین اور لمبے قیام کی قید اسلیے لگادی کہ صبح کے

سوا اور نماز مین آمین داخل نہون اور ذکر واجب سے خالی ہونیکی قید اسلیے ہی کہ نماز کے اندر اصل قیام سے احتراز ہوجاوے۔ اب اگر یہ
کہو کہ سنتونکا فرق فرضون سے تو سمجھ مین آتا ہی کہ فرض اُسکو کہتے ہین جسکے جاتے رہنے سے نماز کی درستی بھی جاتی رہے اور سنت کے جانیسے
صحت فوت نہین ہوتی یا یہ کہ فرض کے چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہی اور سنت پر نہین ہوتا مگر سنتون کے آپسمین جدا ہونے اور کم و زیادہ
ہونے سے کیا مراد ہی سب سنتونکا امر استحباب کے طور پر ہی اور کسی کے ترک سے عذاب نہین ہی اور کرنے پر سب کے ثواب ہوتا ہی تو
پھر فرق کیا ہوا پس اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ثواب اور عذاب اور استحباب مین سب سنتین مشترک ہین تو اس سے انمین فرق دور نہوگا اور ہم اس
بات کو ایک مثال سے واضح کیے دیتے ہین وہ یہ ہی کہ انسان کو جو موجود اور کامل کہتے ہین تو دو ہی وجہ سے کہتے ہین ایک امر باطن کی جہت سے
دوم اعضاے ظاہر کی جہت سے امر باطن تو حیات اور روح ہی اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی ہین اور ان اعضا مین سے بعض تو ایسے ہین کہ اُن کے
نہونے سے انسان نیست ہوجاتا ہی جیسے دل اور جگر اور دماغ اور دوسرے اعضا جنکے عدم سے حیات جاتی رہتی ہی اور بعض اعضا ایسے ہین کہ
اُنکے نہونے سے زندگی تو نہین جاتی مگر زندگی کے مقصود فوت ہوجاتے ہین جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پاؤن اور زبان اور بعض اعضا ایسے ہین کہ انکے
نہ زندگی فوت ہو نہ اسکے مقاصد مگر اُنکے نہونے سے خوبصورتی جاتی رہتی ہی جیسے بھوین اور ڈاڑھی اور پلکین اور رنگ کی خوبی اور بعض ایسے
ہین کہ انسے اصل خوبصورتی نہین جاتی مگر کمال خوبی کا جاتا رہتا ہی جیسے بھوون کا خمدار ہونا اور ڈاڑھی اور پلکون کا سیاہ ہونا اور اعضا
کا متناسب ہونا اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا غرض کہ یہ درجات جدا جدا ہین اسیطرح عبادت بھی ایک صورت ہی کہ شریعت نے اُسکو
بنایا ہی اور اس صورت کا حاصل کرنا ہمارے لیے عبادت مقرر ہوا ہی اس صورت کی روح اور حیات باطنی تو خشوع اور نیت اور
دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہی جیسا کہ آگے لکھا جاویگا اب اس جگہ اُسکے اجزاے ظاہری کا ذکر کرتے ہین پس رکوع اور سجدہ اور قیام
اور دوسرے فرائض بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہین کہ اُنکے نہونے سے نماز نہین ہوتی اور سنتین جو ہمنے لکھی ہین یعنی رفع یدین اور شروع کی دعا
اور تشہد اول یہ بمنزلہ دونون ہاتھون اور آنکھون اور پاؤنکے ہین کہ اُنکے نہونے سے صحت تو نہین جاتی جیسے اُن اعضا کے نہونے سے
زندگی نہین جاتی بلکہ آدمی بُری صورت کا ہوجاتا ہی لوگون کو اُس سے نفرت ہوتی ہی اسیطرح جو شخص نماز مین اسیقدر پر اکتفا کرے کہ نماز درست
ہوجاوے اور سنتون کو بجا نہ لاوے تو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام تحفہ بھیجے کہ زندہ تو ہو مگر ہاتھ
پاؤن کٹے ہون۔ اور مستحبات جو سنتون سے کم درجہ کے ہین وہ بمنزلہ حسن کے لوازم کے ہین جیسے بھوین اور ڈاڑھی اور پلکین اور رنگ
کی خوبی بدن مین ہین۔ اور لطائف آداب یعنی ذکر وغیرہ جو اُن سنتون مین ہین وہ حسن کے تکمل ہین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور ڈاڑھی کا گول ہونا
وغیرہ ہین۔ حاصل یہ کہ نماز تیرے پاس ایک ذریعہ قرب اور تحفہ ہی جس سے تو حضرت شاہنشاہ حقیقی کی جناب مین تقرب چاہتا ہی جیسے کوئی شخص
بادشاہ دنیا کی قربت کی طلب کے لیے غلام اُسکی بارگاہ مین تحفہ بھیجتا ہی اور یہ تیرا تحفہ اللہ عزوجل کے حضور مین پیش ہو کر بڑی پیشی کے دن تجھے
ملنا ہی اب تجھے اختیار ہی چاہے اُسکی صورت اچھی بنا خواہ بُری اگر اچھی بناویگا تو اپنے واسطے اور بُری بناویگا تو اپنے واسطے اور تجھکو یہ نہ چاہیے
کہ فقہ کی مہارت مین سے اسی پر بس کرلے کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق معلوم کرلے اور سنت کو سمجھ لے کہ اُسکا نہ کرنا جائز ہی اور اس خیال سے
اُسکو چھوڑدے کیونکہ اگر ایسا کریگا تو اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کہے کہ آنکھ پھوڑدینے سے آدمی کا وجود نہین جاتا تو اُس آدمی کو

اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور پر بادشاہ کے یہان پیش کرکے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو آنکھ کے جانے سے جاتی رہی یہی حال سنتون اور مستحبات کے فوت ہونیکا سمجھنا چاہیے کہ جو نماز کہ آدمی اُسکا رکوع اور سجدہ پورا نہ کریگا تو اُسکی اول دشمن وہی ہوگی اور کہیگی کہ خدا تعالے تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنے کے باب مین ہم احادیث لکھ آئے ہین اُنکو دیکھو تاکہ ان باتون کی وقعت تمکو معلوم ہو **تیسری فصل** نماز کے اندر باطنی شرطون کے ذکر مین جو دل سے متعلق ہین اس فصل مین ہم اول نماز کا وابستہ ہونا خشوع اور حضور دل کے ساتھ ذکر کرینگے پھر امور باطنی جنسے نماز کامل ہوتی ہی اور انکے حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھینگے پھر اُن امور کی تفصیل کرینگے جو ہر رکن مین نماز کے رکنو نمین سے موجود ہونے چاہیین تاکہ نماز توشۂ آخرت ہو جاے نظر برین اس فصل مین چار بیان ہین **بیان اول** خشوع اور حضور دل کے شرط ہونے مین واضح ہو کہ اس بات کی دلیلین بہت ہین نماز کے اندر خشوع اور حضور دل شرط ہی چنانچہ ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی اقم الصلوٰۃ لذکری الفاظ امر سے بظاہر وجوب سمجھا جاتا ہی یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہی اور غفلت ذکر کی ضد ہی تو جو شخص اپنی ساری نماز مین غافل رہے وہ نماز کا برپا رکھنے والا خداے تعالی کی یاد پر کیسے ہوگا اور ایک جا ارشاد فرمایا ولاتکن من الغافلین اسمین نہی کا صیغہ ہے جو بظاہر غفلت کی حرمت پر دلالت کرتا ہی اور فرمایا حتی تعلموا ما تقولون اسمین نشہ والے کو نماز سے منع کرنیکی علت ہی اور یہ علت اس شخص کو بھی عام ہی جو غافل اور وسوسون مین مستغرق اور دنیاوی فکرون مین ڈوبا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الصلوٰۃ تمسکن وتواضع اس حدیث مین صلوٰۃ پہ الف ولام کے داخل ہونے اور کلمہ انما سے شروع ہونے سے جو تحقیق ما بعد اور محو غیر کے لیے آتا ہی حصر ثابت ہی یعنی نماز وہی ہی جسمین مسکنت اور تواضع ہو چنانچہ فقہا نے انما الشفعۃ فیما لم یقسم سے بھی حصر اور اثبات اور نفی سمجھا ہی اور فرمایا کہ جس شخص کو اُسکی نماز برائی اور فحش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اُسکو خداے تعالی سے دوری ہی بڑھاویگی اور ظاہر ہی کہ غافل کی نماز فحش اور برائی سے مانع نہین۔ اور فرمایا کہ بہت کھڑے ہونے والے ایسے ہین کہ اُنکی نماز سے اُنکو حصہ صرف رنج ومشقت ہی ہی اُن سے بجز غافلون کے اور کوئی لوگ مراد نہین۔ اور فرمایا کہ بندہ کے لیے اُسکی نماز مین سے اُسیقدر ہی جسقدر کو وہ سمجھے کہ اس باب مین تحقیق یہ ہی کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہی چنانچہ حدیث مین یہ مضمون آگیا ہی اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہو وہ یقینًا مناجات نہوگی۔ اور اسکا بیان یہ ہی کہ زکوۃ سے اگر بالفرض آدمی غافل ہو جاوے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہی اسیطرح روزہ قوتونکو دبانیوالا اور اُس خواہش نفس کا توڑنیوالا ہی جو دشمن خدا ابلیس کا آلہ ہی تو کچھ بعید نہین کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہوتا ہم اُسکا مقصود حاصل ہو جاوے اور یہی حال حج کا ہی کہ اُسکے افعال شاق اور سخت ہین اور اُنمین اتنی محنت ہی کہ جنسے امتحان حاصل ہو جاتا ہی خواہ افعال کے ساتھ دل حاضر ہو یا نہو لیکن نماز مین بجز ذکر اور قراءت اور رکوع اور سجدہ اور قیام اور قعود کے اور کچھ نہین اب دیکھنا چاہیے کہ ذکر جو خداے تعالی کے ساتھ مناجات کرنا ہی اُس سے خطاب اور ہمکلامی مقصود ہی یا فقط حروف وآواز کا نکلنا زبان کے اعمال کے امتحان کے طور پر منظور ہی جیسے معدہ اور شرمگاہ کا امتحان روزہ مین روکنے سے کیا جاتا ہی اور بدن کا امتحان حج کی مشقتین اُٹھانے اور دل کا امتحان زکوۃ نکالنے اور مال محبوب کو جدا کرنیکی مشقت سے ہوتا ہی اور اسمین کسیطرح کا شبہہ نہین ذکر سے یہ مقصود ہونا کہ زبان سے حروف وآواز کا امتحان ہو باطل ہی اسلیے کہ غافل پر ہذیان سے زبان کا ہلانا نہایت سہل ہی بس عمل ہونیکے اعتبار سے ذکر مین کچھ امتحان نہین بلکہ اس اعتبار سے ہی کہ ذکر نطق ہو اور

ف۱۔ یعنی نماز پڑھو میری یاد کو ۱۲
ف۲۔ اور مت ہو غافلون سے ۱۲
ف۳۔ جبتک سمجھو جو کہتے ہو ۱۲
ف۴ ترمذی بروایت فضل بن عباس ۱۲
ف۵ شفعہ ان چیزون مین ہی جو تقسیم نہوئی ہون

نطق اُسی صورت مین ہوگا کہ مافی الضمیر کو ظاہر کرے اور مافی الضمیر کو ظاہر کرنا بدون حضور دل کے حاصل نہین ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہو
اور اہدنا الصراط المستقیم زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا سوال ہوگا پس جس صورت مین ذکر سے فروتنی اور دعا کا ہونا مقصود نہو تو
غفلت کے ساتھ زبان ہلانے مین کونسی دقت پڑیگی خصوصاً عادت پڑنے کے بعد تو کچھ بھی دشواری نہوگی بلکہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کوئی آدمی
قسم کھاوے اور کہے کہ مین فلان شخص کا شکر کرونگا اور اُسکی تعریف کرونگا اور اُس سے ایک حاجت کا سوال کرونگا پھر یہ باتین جن پر
قسم کھائی ہی خواب مین اُسکی زبان پر جاری ہو جاوین تو وہ اپنی قسم مین سچا نہوگا اور اگر بالفرض یہ الفاظ اُسکی زبان پر اندھیرے مین
جاری ہون اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اُسکا ہونا معلوم نہو اور نہ اُسکو دیکھتا ہو تب بھی قسم مین سچا نہوگا اسلیے کہ اسکا کلام
اُس شخص سے نہین ہوگا اور نہ اپنے دل کی بات اُسکے ساتھ کریگا جبتک کہ وہ اُسکے دل مین حاضر نہوگا پس اگر اسیطرح دن کی روشنی مین یہ کلمات
اُسکی زبان پر جاری ہون مگر یہ شخص کسی فکر مین ڈوبا ہوا ہونیکی جہت سے ان کلمات سے غافل ہو اور اُسکا ارادہ ان کلمات کے بولنے کے
وقت اُس شخص کے خطاب کرنیکا نہو تب بھی اپنی قسم مین سچا نہوگا۔ اور اسمین شک نہین کہ قرارت اور ذکر سے مقصود خدا‌ے تعالیٰ کی
حمد وثنا اور اُسکے سامنے تضرع اور دعا ہی اور جس سے خطاب چاہیے وہ ذات پاک اللہ جل جلالہ کی ہی تو جس صورت مین کہ حجاب غفلت
اُسکے دل پر پڑا ہوا ہوگا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہوگا نہ اُسکے سامنے ہوگا تو ضرور یہی کہ مخاطب سے غافل ہوگا اور عادت کی وجہ سے اُسکی
زبان چلتی ہوگی پس ظاہر ہو کہ ایسا شخص نماز کے مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الٰہی کی تجدید اور عقد ایمان کے پختہ ہونے سے بہت دور
ہوگا یہ حکم قرارت اور ذکر کا ہی غرض کہ نطق مین اس خاصیت کے انکار کرنیکی اور اسکو فعل سے جدا کر دینے کی کوئی سبیل نہین۔ اور رکوع اور
سجدہ سے یقیناً تعظیم مقصود ہی اور اگر یہ بات درست ہو کہ آدمی اپنے فعل سے خدا‌ے تعالیٰ کی تعظیم اُس سے غافل ہو کر کرتا ہی تو یہ بھی درست
ہوگا کہ وہ اپنے فعل سے کسی بت کی تعظیم کرے جو اسکے سامنے رکھا ہوا ہو اور وہ اُس بت سے غافل ہو یا کسی دیوار کی تعظیم کرے جو اُسکے سامنے ہو
اور اسکو اُس سے غفلت ہو۔ اور جب رکوع اور سجدہ تعظیم سے خالی ہون تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور اسمین کچھ اتنی دشواری
نہین جس سے امتحان مقصود ہو یا اسکو دین کا رکن کیا جاوے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جاوے اور حج اور تمام عبادات سے مقدم
کیا جاوے اور خاص اسی کے چھوڑنے سے قتل واجب ہو اور ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ یہ تمام عظمت نماز کے اندر صرف اسکے اعمال ظاہری
کی جہت سے ہو ہان اگر مناجات کا مقصود اسپر زائد کیا جاوے تو یہ ایسا امر ہی کہ روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے بڑھکر ہی بلکہ اضحیہ اور
قربانی جو خدا‌ے تعالیٰ نے نقصان مال کا مجاہدۂ نفس کے لیے مقرر فرمایا ہی اور اسکے باب مین ارشاد ہو لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ
التقوی منکم اسمین تقوی سے وہ صفت مراد ہی جو دل کے اوپر غالب ہو کر اسکو امتثال امر کی سبب ہو اور وہی مطلوب ہی تو نماز مین
وہ کیسے نہوگی اسکے افعال سے تو کچھ غرض ہی نہین تو معنی کے رو سے یہ دو باتین حضور دل کے شرط ہونے پر دال ہین اب اگر یہ کہو کہ تمنے
جو حضور دل کو نماز کی صحت مین شرط کر دیا اور بدون اُسکے نماز کے باطل ہونے کا حکم دیا تو اسمین تمنے سب فقہا کے خلاف کیا کہ اُنھون نے
حضور دل کو صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت شرط کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ باب العلم مین پہلے گذر چکا ہی کہ فقہا باطن مین تصرف نہین کرتے اور
نہ دل کو چیر کر باطن کا احوال جانتے اور نہ طریق آخرت مین تصرف کرین بلکہ ظاہر دین کے احکام کو اعضا کے ظاہر اعمال پر بنا کرتے ہین اور

[illegible] اسکا ایسی [illegible]
اور نہ تو ان میں
اسکو ہوجاتا ہے
تمہارے دل کا
اور سب ۱۲

ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے یہان کی سزا سے محفوظ رہنے کو کافی ہین - رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت مین کارآمد ہون
تو یہ امر فقہ کے حدود سے باہر ہی علاوہ ازین بدون حضور دل کے اعمال کے کامل ہوجانے پر اجماع کا دعوی نہین ہوسکتا دیکھو بشر
بن حارث سے منقول ہی اُس روایت مین کہ ابوطالب مکی نے سفیان ثوریؒ سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جو شخص خشوع
نہ کرے اُسکی نماز فاسد ہی اور ایک روایت حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہی کہ جس نماز مین دل حاضر نہو وہ عذاب کی طرف جلد
جاتی ہی اور حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہی کہ جو شخص نماز مین ہو اور قصداً پہچانے کہ اُسکے دہنے اور بائین کون ہی تو اُسکی نماز نہوگی
اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنھون نے روایت کی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہی اور اُسمین سے اُسکے لیے چھٹا حصہ اور
دسوان حصہ بھی نہین لکھا جاتا صرف اُسقدر لکھا جاتا ہی جسقدر کہ اُسمین سے سمجھا ہی اور یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹھہرالیا جاتا
تو اب اسپر تمسک کیسے نہ کیا جاوے اور عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہی کہ علما کا اتفاق ہی اس بات پر کہ بندے کو اُسکی نماز مین سے اسیقدر
ملیگا جسقدر کو اُسنے اُسمین سے سمجھا ہی اُنھون نے حضور دل پر اجماع ہی ٹھہرادیا اور اس قسم کی باتین جو پرہیزگار فقہا اور علماے آخرت سے
منقول ہین وہ خارج از حد شمار ہین اور حق یہی ہی کہ شرعی دلیلون کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اخبار اور آثار سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ
حضور دل شرط ہی لیکن فتوی کا مقام احکام ظاہری مین خلق کے قصور کے موافق ٹھہرالیا جاتا ہی اس لحاظ سے ممکن نہین کہ آدمیون پر تمام
نماز مین دل کا حاضر ہونا شرط کردیا جاوے اسلیے کہ اس سے بجز نہایت تھوڑے لوگون کے تمام آدمی عاجز ہین اور جبکہ تمام نماز مین شرط کرنا ممکن نہوا
تو ناچار اُسکو اسیطرح شرط کرنا پڑا کہ ایک ہی لحظہ کو لفظ حضور دل اُسپر صادق آوے اور سب لحظون کی نسبت کہ اللہ اکبر کہنے کا لحظہ اس شرط کے
لیے انسب تھا اسلیے حکم دینے مین اُسیقدر حضور دل پر اکتفا کیا اور باوجود اسکے ہمکو توقع ہی کہ جو شخص اپنی ساری نماز مین غافل رہے
اُسکا حال اُس شخص کا سا نہوگا جو بالکل نماز ہی نہ پڑھے اسلیے کہ غافل نے کچھ تو فعل پر ظاہر مین اقدام کیا اور دل کو ایک لحظہ حاضر کیا اور یہ
کیسے نہوگا حالانکہ جو شخص بے وضو بھولے سے نماز پڑھ لے تو اُسکی نماز خداتعالی کے نزدیک باطل ہی مگر اُسکو کسی قدر ثواب موافق
اُسکے فعل و بقدر عذر کے ہوگا لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف لگا ہوا ہی کہ کہین غافل کا حال تارک نماز کی نسبت کر برا ہو کیونکہ جو
شخص خدمت کو حاضر ہو کر حضور مین سستی کرے اور کلام غافلون اور حقارت کرنیوالون کے سے منھ سے نکالے اُسکا حال اُس
شخص کی نسبت کر برا ہوگا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف و رجا کے ایک دوسرے کے مقابل ہوے اور معاملہ فی نفسہ خطرناک ہی
تو اب تمکو اُسکے بعد احتیاط کرنے خواہ سستی برتنے مین اختیار ہی اور باوجود اسکے فقہا جو نماز کی درستی کا حکم غفلت کے ہوتے ہوے دیتے ہین
اُنکے خلاف حکم نہین دے سکتے اسلیے کہ مفتی کو تو یہ حکم بمجبوری دینا ہی پڑتا ہی جیسے پہلے مذکور ہوا - اور جو شخص کہ نماز کے بھید سے
واقف ہو اُسکو معلوم ہو جاوے کہ غفلت نماز کو مضر ہی مگر چونکہ ہم باب قواعد العقائد مین علم باطن اور ظاہر کے فرق کے بیان مین لکھ آئے
ہین کہ اسرار شریعت مین سے جو منکشف ہوتے ہین اُنکی تصریح کا مانع ایک یہ ہی کہ خلق اُنکے فہم سے قاصر ہی لہذا ہم اس بحث سے اسیقدر پر
اکتفا کرتے ہین کہ اسقدر بھی طالب آخرت کے لیے کافی ہی اور جو شخص جدل کرنیوالا غوغائی ہی اُس سے ہم اب کلام کرنا نہین چاہتے
اور حاصل اس تقریر کا یہ ہی کہ حضور دل نماز کی روح ہے اور کم سے کم مقدار جسمے کہ یہ روح باقی رہے اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل

ابوداؤد اور نسائی ۱۲

کا ہونا ہی اور اس قدر سے اگر کم ہوگا تو صورت بناہی ہی اور جس قدر اس سے زیادہ حضور دل ہوگا اُسی قدر روح نماز کے اجزا مین پھیلے گی اور جو
زندہ ایسا ہو کہ اسکو حرکت نہو وہ مردہ کے قریب ہی پس جو شخص اپنی ساری نماز مین غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل ہو اُس کی
نماز ایسے ہی زندہ کی مثل ہی جس مین حرکت نہو اللہ تعالی سے ہم سوال کرتے ہین کہ غفلت کے دُور کرنے اور حضور دل میسر ہونے مین
ہماری اچھی طرح مدد فرماوے **دوسرا بیان** - اُن اُمور باطنی کا جن سے نماز کی زندگی پوری ہوتی ہی واضح ہو کہ ان اُمور کے لیے بہت سے
الفاظ ہین مگر چھ لفظ ان سب کو جمع کرتے ہین جنکی تفصیل مع اسباب و علاج کے ہم آگے لکھتے ہین ان مین سے اوّل حضور دل ہی اور اس سے
ہماری یہ غرض ہی کہ جس کام کو آدمی کر رہا ہی اور جس کلام کو بول رہا ہی اُسکے سوا دوسری چیزون سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول دونون کا
علم ہو اور ان دونون کے سوا اور کسی چیز مین فکر جولانی نہ کرتا ہو اور جب کہ آدمی کا فکر جس کام مین وہ لگا ہوا ہی اُس سے دوسری طرف نہ جاوے اور
اُس کام کی یاد دل مین ہو اور اُسکی کسی چیز سے غفلت نہو تو حضور دل حاصل ہی دوسری بات فہم ہی یعنی کلام کے معنی کو سمجھنا اور یہ حضور دل کے
سوا دوسری بات ہی اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ دل لفظون کے ساتھ حاضر ہوتا ہی اُنکے معنون کے ساتھ حاضر نہین ہوتا تو ہمارا مقصود فہم سے
دل مین معنی لفظ کا علم ہونا ہی اور اس مقام مین لوگ مختلف ہوتے ہین کیونکہ معانی قرآن اور تسبیحات کے سمجھنے مین سب لوگ یکسان نہین
ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہین کہ نمازی عین نماز مین اُنکو سمجھ لیتا ہی حالانکہ وہ اسکے دل مین پہلے کبھی نہ گذرے تھے
اور اسی وجہ سے نماز فحش اور بُرائی سے منع کرتی ہی یعنی ایسی باتین سوجھاتی ہی کہ وہ بُرائی سے خواہ مخواہ مانع ہون تیسری بات تعظیم ہے جو
حضور دل اور فہم کے علاوہ ہی کیونکہ آدمی اپنے غلام سے کوئی کلام کرتا ہی اور دل بھی اُسکا حاضر ہوتا ہی اور معنی اپنے کلام کے سمجھتا ہے مگر
غلام کی تعظیم نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھکر ہی چوتھی ہیبت یہ تعظیم سے بھی بڑھکر ہی بلکہ ہیبت اُس خوف کو
کہتے ہین جسکا منشا تعظیم ہو کیونکہ جسکو بالکل خوف نہو اُسکو ہیبت زدہ نہین کہتے اور نہ بچھو سے اور غلام کی بدخلقی اور دوسری ایسی ہی ادنی چیزون
سے ڈرنے کو ہیبت کہتے ہین بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیبت کہتے ہین غرض کہ ہیبت وہی خوف ہی جو اجلال اور تعظیم کی جہت
سے پیدا ہو پانچوین رجا اس مین کچھ شک نہین کہ رجا اُن پہلی باتون کے علاوہ ہی بہت ایسے لوگ ہین کہ کسی بادشاہ کی تعظیم کرتے ہین
اسکے دبدبے سے ڈرتے ہین مگر اُن سے توقع کچھ نہین رکھتے اور بندے کو چاہیئے کہ اپنی نماز سے خدائے تعالے کے ثواب کی توقع رکھے
جیسے کہ گناہ سے اُسکے عذاب کا خوف کرتا ہی چھٹی حیا یہ اُن پانچون سے علیحدہ ہی کیونکہ اُسکا منشا اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے قصور کا وہم گذرنا
ہی تو تعظیم اور خوف اور رجا ایسے ہو سکتے ہین جن مین حیا نہو یعنی اگر تقصیر کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہو تو ظاہر ہی کہ حیا نہوگی غرضکہ
ان چھون باتون سے نماز کی روح پوری ہوتی ہی اب اُنکے اسباب کو جُدا جُدا سنو کہ حضور دل کا سبب ہمت ہوتی ہی اس لیے کہ آدمی کا
دل اُسکی ہمت کا تابع ہوتا ہی اور ہمت ہم سے مشتق ہی جسکے معنی فکر کے ہین تو جو بات آدمی کو فکر مین ڈالتی ہی اسی مین دل حاضر ہوتا ہے
اور یہ بات آدمی کی سرشت مین ہی کہ فکر والے کام مین دل خواہ مخواہ حاضر رہتا ہی اور نماز مین اگر دل حاضر نہو تو بیکار نہ رہیگا بلکہ دنیا کے اُمور مین سے
جس بات مین آدمی کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگی اُسی مین دل موجود ہوگا پس نماز مین دل کے حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہین بجز اسکے
کہ ہمت کو نماز کی طرف پھیرا جاوے اور ہمت نماز کی طرف نہ پھریگی جب تک یہ ظاہر نہو جاوے کہ غرض مطلوب اسی سے متعلق ہے لیئے

اس بات کا یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پائدار اور غرض مطلوب ہی اور نماز اس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہی پس جب اس بات کو
دنیا اور اسکے مہمات کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونون کے مجموعہ سے نماز مین حضور دل حاصل ہوگا۔ اور جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو
جو تمھارا نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اسوقت اسی جیسی بات سوچنے سے دل حاضر ہو جاتا ہی تو اگر شاہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جسکے قبضہ قدرت مین ملک اور
ملکوت اور نفع اور نقصان ہی تمھارا دل حاضر نہوتا ہو تو اسکا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعیف ہونے کے اور کچھ مت گمان کرنا اور اس صورت مین
تمکو اپنے ایمان کے قوی کرنے مین کوشش کرنی چاہیے اور اس کا طریق کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا جاویگا۔ اور فہم کا سبب بعد
حضور دل کے فکر کا دائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا ہی اور اسکی تدبیر وہی ہی جو دل کے حاضر ہونے کی ہی اور اسکے
ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ فکر پر متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ مشغول کر دین انکے دور کرنے کے لیے مستعد رہنا چاہیے اور اس قسم کے وسوسون کے
دفع کرنے کا علاج یہ ہی کہ انکا مواد سب قطع کر دے یعنی جن چیزون کی طرف کہ وسوسے دوڑتے ہون اُن مین سے کوئی اپنے پاس نہ رکھے اور جبتک
یہ مواد نہ دور ہوگا تب تک وسوسے چلے جاوینگے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو چاہتا ہی اسکا ذکر بہت کرتا ہی اسلیئے محبوب چیز کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہے
اور اسی وجہ سے دیکھتے ہو کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت رکھتا ہی اسکی کوئی نماز وسوسون سے صاف نہین ہوتی۔ اور تعظیم دو چیزون کے جاننے کے
سبب سے دل مین پیدا ہوتی ہی اول خداے تعالی کے جلال و عظمت کا پہچاننا جو اصل ایمان ہی کیونکہ جو شخص معتقد اسکی عظمت کا نہوگا اُسکا
نفس اُسکی عظمت کے سامنے نہ دبیگا دوم نفس کی حقارت اور خست کو پہچاننا اور اُسکو بندہ مسخر مملوک سمجھنا ان دونون باتون کے جاننے سے فروتنی
اور انکسار اور اللہ تعالے کیلیے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہی جسکو تعظیم کہتے ہین اور جبتک کہ نفس کی حقارت کی معرفت خداے تعالے کے جلال کی
معرفت سے نہین ملتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہین ہوتی کیونکہ جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر مامون ہو ہو سکتا ہی کہ وہ
دوسرے کی صفت جانے مگر خشوع اُسکو نہو اس وجہ سے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اسکا محتاج ہونا اسکے علم کا ضمیمہ نہین
ہوا اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہی کہ خداے تعالے کی قدرت اور سطوت اور اُسکی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کو جاننے سے
پیدا ہوتی ہی یعنی یون سمجھنے سے کہ اگر خداے تعالی اگلون پچھلون کو سب کو ہلاک کر دے تو اسکے ملک مین سے ایک ذرہ کم نہوگا اور اُسکے ساتھ ہی
وہ باتین دیکھے جو انبیا اور اولیا پر مصیبتین اور طرح طرح کی بلائین آتی ہین باوجودیکہ اُنکے دور کرنے پر قادر ہین اور زمین کے سلاطین کا حال اسکے
خلاف معلوم ہوتا ہی غرض کہ جتنا اللہ تعالی کا علم آدمی کو زیادہ ہوگا اُتنا ہی خوف اور ہیبت زیادہ ہوگی اور جلد چہارم منجیات مین عنقریب باب
خوف مین اسکے سبب مذکور ہونگے۔ اور رجا کا سبب یہ ہی کہ آدمی خداے تعالی کے لطف و کرم اور انعام عمیم اور صنعت کے لطائف کو پہچانے اور نماز کے
باعث جو اُسنے جنت کا وعدہ فرمایا ہی اُس وعدہ کو سچا جانے پس جب وعدہ پر یقین اور اُسکے لطف کی معرفت حاصل ہوگی تو ان دونون کے مجموعہ سے
بیشک رجا پیدا ہوگی۔ اور حیا اس طرح پیدا ہوتی ہی کہ عبادت مین اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور جانے کہ خداے تعالے کا جتنا بڑا حق ہی اُس کی
بجا آوری سے مین عاجز ہون اور اس بات کو اپنے نفس کے عیب اور اُسکی آفتون کے پہچاننے اور اُسکی قلت اخلاص اور خبث باطن اور
سب افعال مین سر دست کے فائدے پر راغب ہونے کو خیال کرنے سے قوت دے اور اُسکے ساتھ ہی یہ جانے کہ خداے تعالی کا جلال
کونسی عظمت کا مقتضی ہی اور یہ کہ وہ باطن پر اور دل کے وسوسون پر خواہ کتنے ہی باریک و خفیہ ہون مطلع ہی حاصل یہ کہ جب یہ معرفتین

حاصل ہونگی تو یقیناً ایک حالت پیدا ہوگی جسکو حیا کہتے ہین۔ ان چھوٹون صفت کے سبب یہ تھے جو مذکور ہوئے پس جس صفت کا طلب
کرنا منظور ہو اُسکی تدبیر یہی ہی کہ اُسکے سبب کو پیدا کرنا چاہیے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے علاج خود معلوم ہوجاتا ہی اور ان سب سببون کا رابطہ
ایمان و یقین ہی یعنی یہی معرفتین جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہی یقینی ہوجاوین کہ ان مین کسی طرح کا شک نہ رہے اور دلپر غالب ہوجاوین اور یقین کے
معنی شک نہ رہنے اور دل پر مسلط ہونے کے باب العلم مین ہم لکھ چکے ہین اور جسقدر یقین ہوتا ہی اسی قدر دل خشوع کرتا ہی اور اسی جہت
سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے باتین کرتے تھے اور ہم ان سے باتین کرتے تھے مگر جب نماز کا
وقت آجاتا تو گویا وہ نہ ہمکو جانتے تھے اور نہ ہم آنکو جانتے۔ اور روایت ہی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہا ی موسیٰ
جب تو مجھکو ذکر کرے تو ایسی طرح ذکر کر کہ اپنے اعضا کو جھاڑ اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے رہ اور جب میرا ذکر کرے تو چاہیے
اپنی زبان اپنے دل کے پیچھے کرے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو ذلیل بندے کی طرح کھڑا ہو اور مجھسے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے
ساتھ کر۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آن پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گنہگارون سے کہدے کہ میرا ذکر نہ کرین کہ مین نے اپنے نفس پر قسم
دے لی ہی کہ جو کوئی میرا ذکر کریگا تو مین اُسکا ذکر کرونگا پس اگر وہ میرا ذکر کرینگے تو مین انکا ذکر لعنت کے ساتھ کرونگا۔ یہ حال گنہگار کا ہے جو
غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونون جمع ہوجاوین تب کیا حال ہوگا۔ اور جن امور کو ہمنے اوپر لکھا ہی انکے مختلف ہونے سے آدمیون
کی کئی قسمین ہوگئین بعضے تو ایسے غافل ہین کہ نماز سب پڑھتے ہین مگر دل کا حضور ایک لحظہ کو نہین ہوتا اور بعضے ایسے ہوتے ہین کہ نماز پوری
پڑھتے ہین اور ایک لحظہ کو بھی دل غائب نہین ہوتا بلکہ بعض وقت ایسی طرح فکر کو نماز مین لگاتے ہین کہ انکے سامنے کوئی حال گذر جاوے انکو
خبر ہی نہین ہوتی اسی وجہ سے مسلم بن یسار کو مسجد کے ستون گرنے اور اُسکے لیے لوگون کے جمع ہونے کی کچھ خبر نہین ہوئی اور بعض اکابر مدت تک
جماعت مین حاضر ہوے مگر کبھی نہ پہچانا کہ دہنے پر کون ہی اور بائین پر کون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے
فاصلے پر سنائی دیتی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت اُنکے چہرے زرد ہوجاتے تھے اور شانے تھراتے تھے اور یہ امور ہونے کچھ بعید
نہین اسلیے کہ انسے دو چند دنیا دارون کے انکار اور بادشاہان زمین کے خوف سے مشاہدہ ہوتے ہین حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہین اور جو کچھ
ان سے ملتا ہی وہ بھی حقیر خفیف یہان تک کہ کوئی شخص بادشاہ یا وزیر کے پاس ہو اور کسی مقدمہ مین بات کرتا ہو اور چلا آتا ہی اس سے اگر
پوچھا جاوے کہ بادشاہ کے گرد کون لوگ تھے اور اُسکا لباس کیا تھا تو ہرگز نہ بتلا سکے گا کیونکہ اپنے مقدمے کی فکر مین ڈوبے رہنے سے اسکو
اتنی مہلت کہان تھی کہ اُسکے لباس یا گرد کے لوگون کو دیکھے۔ اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال مین مختلف حصے ملینگے تو نماز مین ہر ایک کا حصہ اسیقدر
ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم اُسنے کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہی ظاہری حرکات نہین اور اسی لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے
فرمایا ہی کہ آدمی قیامت کو اُسی صورت پر اٹھینگے جو اُنکی شکل نماز مین ہوگی یعنی اطمینان اور سکون اور نماز مین لذت کا پانا جس قدر ہوگا اسیقدر
قیامت مین یہ چیزین اُسکو حاصل ہونگی اور واقع مین انھون نے درست کہا کیونکہ آدمی کا حشر اُسی بات پر ہوگا جس پر مریگا اور مریگا اُس
حال پر جسپر کہ زندہ رہا ہو اور اس بات مین اُسکے دل کے حال کی رعایت کیجاویگی جسم ظاہری کے حال کا لحاظ نہوگا اسلیے کہ دلون کے صفات
ہی سے دار آخرت مین صورتین ڈھالی جاوینگی اور نجات اسی کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے پاس دل سالم لیکر جاویگا خدا ہمکو بھی توفیق اپنے

لطف و کرم سے عنایت فرماوے **تیسرا بیان** اُس تدبیر کے ذکر مین جو حضور دل مین مفید پڑے۔ واضح ہو کہ مومن کے لیے ضرور ہی کہ خداے تعالی کی تعظیم کرنے والا اور اُس سے ڈرنے والا اور توقع رکھنے والا اور اپنی تقصیر سے نادم ہو یعنی ایمان کے بعد ان احوال سے جدا نہو اگرچہ انکی قوت موافق اسکے یقین کی قوت کے ہوگی پس نماز مین ان حالات کا نہونا اسی جہت سے ہوگا کہ فکر پراگندہ ہو اور دھیان بٹے اور دل مناجات مین حاضر نہو اور نماز سے غافل ہو اور نماز سے غفلت انھین وسوسون کے باعث ہوتی ہی جو دل پر وارد ہو کر اُسکو مشغول کر دیتے ہین اس صورت مین حضور دل کی تدبیر یہی ہی کہ اُن وسوسون کو دور کیا جاوے اور چیز جب ہی دور ہوتی ہی جب اُسکا سبب دور ہو تو خواطر کے سبب معلوم کرنا چاہیے کہ اُنکے وارد ہونے کا سبب یا تو امر خارجی ہوتا ہی یا کوئی امر ذاتی پوشیدہ ہوتا ہی امر خارجی وہ چیزین ہین کہ کان اور آنکھ مین پڑتی ہین یہ بھی بعض اوقات فکر کو اچاٹ کر دیتی ہین یہان تک کہ فکر اُن اشیا کے درپے ہو کر اُن مین تصرف کرتا ہی اور اُن سے اور اشیا کیطرف کھچ جاتا ہی اور اسیطرح اور سلسلہ بندھ جاتا ہی کہ اوّل بینائی فکر کا سبب ہوئی پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہوا اور علی ہذا القیاس اور جس شخص کا رتبہ قوی اور بہت عالی ہو کہ سکے حواس کے سامنے کچھ گذرنا اسکو غافل نہین کرتا مگر ضعیف شخص کا فکر ضرور پراگندہ ہو جاتا ہی اور اسکا علاج یہ ہی کہ ان اسباب کو قطع کرے اس طرح کہ اپنی آنکھین بند کرے یا اندھیرے مکان مین نماز پڑھے یا اپنے سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس مین حواس مشغول ہون اور نماز کے وقت دیوار کے قریب رہے تاکہ مسافت دیکھنے کی پھیلنے نہ پاوے اور راستون پر اور نقش و نگار کی جگہ مین اور رنگین فرشون پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے اور اسی وجہ سے عابد لوگ ایک چھوٹے سے حجرۂ تاریک مین نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی گنجایش ہو سکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور قوی شخص مسجدون مین حاضر ہو کر اپنی آنکھین نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدے کے مقام سے آگے نہ بڑھاتے تھے اور نماز کا کمال اس مین سمجھتے تھے کہ اس بات کو نہ جانین کہ داہنے پر کون ہی اور بائین پر کون۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کی جگہ مین نہ تلوار چھوڑتے تھے نہ کلام مجید اور اگر کچھ لکھا پاتے تو اُسکو مٹا دیتے۔ اور اسباب باطنی وسوسون کے سخت تر ہین اسلیے کہ جس شخص کے فکر دنیا کے معاملات مین پھیل جاتے ہین اُسکا فکر ایک فن مین منحصر نہین رہتا بلکہ ہمیشہ ایک جانب سے دوسرے کی طرف آتا رہتا ہی اور آنکھون کا نیچا کرنا اُسکو کافی نہین ہوتا اسلیے کہ جو بات دل مین پہلے سے پڑ گئی ہی وہی شغل کو کافی ہی تو باطنی وسوسے کے دور کرنے کا طریق یہ ہی کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لاوے کہ جو کچھ نماز مین پڑھے اُسکو سمجھے اور اُس مین لگا رہے دوسری چیز مین مشغول نہو اور اس امر پر اسکو اعانت ہوگی اگر اُسکی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کرے اس طرح کہ از سر نو نفس کو آخرت کی یاد دلاوے اور مناجات کا موقف اور اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونے کا خطر اور موت کے بعد کے احوال اُسکے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پیشتر سب فکر کی چیزون سے خالی کرے اور کوئی شغل ایسا نہ چھوڑے جسکی طرف دل التفات کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو ارشاد فرمایا کہ انی نسیت ان اقول لک ان تخمر القدر الذی فی البیت فانہ لا ینبغی ان یکون فی البیت شی یشغل الناس عن صلوتھم غرض کہ فکرون کے ساکن کرنے کا یہ طور ہی اور اگر اس تدبیر سے فکرون کا ابھار ساکن نہو تو نجات کی سبیل بجز مسہل کے اور کوئی نہین جو کہ مرض کے مادہ کو رگون کی جڑ مین سے نکال پھینکے اور وہ مسہل یہ ہی کہ جو امور شغل مین ڈالتے اور حضور دل سے پھیرنے والے ہین انکو دیکھے اور اس مین شک نہین کہ وہ اسکے مہمات ہی ہونگے اور وہ بھی صرف شہوات کی جہت سے مہمات ہو گئے ہونگے تو اپنے نفس کو سزا دے کہ اُن شہوات سے اجتناب کرے اور ان علاقون کو قطع کر دے اسلیے کہ جو چیز آدمی کو اسکی نماز سے روکے وہ اُسکے دین کی ضد اور اُسکے دشمن ابلیس کا لشکر ہی تو اُنکا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے

زیادہ مضر ہے اس سے نجات جبھی ہے کہ جب اسکو علیحدہ کردے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت[ح۱] صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوجہم ایک چادر سیاہ جسکے
دو پلو تھے لائے اور اسکو آپ نے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز کے اُسکو اُتار ڈالا اور فرمایا کہ اسکو ابوجہم کے پاس لیجاؤ کہ اسنے مجھکو اب میری نماز سے غافل کردیا
اور مجھکو انکی سادی چادر لادو۔ اور آنحضرت[ح۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی مین نیا تسمہ لگانے کے لیے حکم فرمایا اور نماز مین اسکی طرف دیکھا اس جہت سے کہ
نیا تھا تو حکم دیا کہ اسکو نکال کر پرانا تسمہ پھر ڈالدو۔ اور ایکبار آنحضرت[ح۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوڑا پہنا اور وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے سجدہ
کیا اور فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور فروتنی کی تاکہ مجھپر غضبناک نہو پھر اسکو باہر لیگئے اور جو سائل اول ملا اسکو حوالہ کردیا
پھر حضرت علی کو حکم کیا کہ ایک جوڑا نرم چمڑے کا پرانا میرے لیے خریدو آنکو آپ نے اپنے پاؤن سے مشرف فرمایا اور ایکبار آنحضرت[ح۴] صلی اللہ علیہ
وسلم حرمت سے پیشتر سونے کی انگوٹھی ہاتھ مین پہنے منبر پر تھے اُسکو نکالکر پھینکدی اور فرمایا کہ اسنے مجھے مشغول کردیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو
اور مروی ہے کہ حضرت[ح۵] ابوطلحہ نے اپنے باغ مین نماز پڑھی اسکے درختون مین ایک جانور اُودے رنگ کا اوپر جانے کو اُڑا آنکو وہ پرندا اچھا
معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اُسکو دیکھا کیے اور یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتین پڑھی ہین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک
مین ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھپر گذرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہان چاہیئے وہان اُسکو صرف فرمایئے۔ اور ایک کسی اور شخص کا ذکر ہے کہ اُسنے
اپنے باغ مین نماز پڑھی اور اُسکے خرما کے درخت پھلون کے مارے جھکے پڑتے تھے کہ اُنکو جو دیکھا تو اچھے معلوم ہوے اور یہ بھول گئے کہ کتنی نماز پڑھی ہے
یہ ماجرا حضرت عثمان غنی رضہ سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ وہ باغ صدقہ ہے اُسکو اللہ تعالی کی راہ مین صرف کیجیے حضرت عثمان رضہ نے اُسکو پچاس ہزار کو بیچا اکابر
سلف فکر کی جڑ کاٹنے کو اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لیے یہ تدبیرین کرتے تھے اور واقع مین علت کے مادے کو جڑ سے اُکھاڑنے کی تدبیر یہی ہے اس کے سوا
دوسری بات مفید نہوگی کیونکہ جو بات ہمنے لکھی ہے کہ نفس کو نرمی سے ساکن کرنا چاہیے اور ذکر کے سمجھنے پر لانا چاہیے تو وہ ضعیف شہوتون اور ان فکرون مین کارآمد
ہے جو دل کے اطراف ہی کو گھیرے ہون مگر شہوت قویہ جو خوب زورون پر ہو اس مین ساکن کرنا مفید نہین بلکہ وہ تمکو کھینچے گی اور تم اسکو کھینچتے رہوگے پھر
وہی غالب رہیگی اور ساری نماز اسی کشاکش مین گذریگی اور اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھکر یہ چاہے کہ میرا فکر صاف ہو اور اُسپر کی
چڑیان بول بول کر اُسکی فکر کو منتشر کرتی ہون اور وہ ایک لکڑی کو ہاتھ مین لیکر اُنکو اُڑا دے اور پھر اپنی فکر مین مشغول ہو اور چڑیان بھی پھر غل کرنے لگین پھر
یہ لکڑی سے بھگانے لگے اور کوئی اس سے کہے کہ یہ چال جو تم چلے ہو کبھی پوری نہوگی اگر تم اس سے چھٹی چاہتے ہو تو درخت کو اُکھاڑ ڈالو یہی حال
شہوات کے درخت کا ہے کہ جب اُسکی شاخین پھیل جاتی ہین تو اسیطرح افکار اسی طرح دوڑتے ہین جیسے چڑیان درخت پر دوڑتی ہین یا مکھی نجاست پر
اور اُنکے دفع کرنے مین کام بڑھتا ہے کیونکہ مکھی کو جب ٹالدو پھر چلی آتی ہے یہی حال وسوسون کا ہے اور یہ شہوتین بہت سی ہین اور بندہ اُنسے
بہت کم خالی ہوتا ہے اور اُن سب کی جڑ ایک چیز ہے یعنی دنیا کی محبت یہ ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر ایک فساد کا منبع ہے
اور جس شخص کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہو اور اُسکی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اسکو توشہ آخرت بنادے یا آخرت پر
اس سے مدد چاہے تو اسکو طمع نکرنی چاہیے کہ نماز مین لذت مناجات کبھی اسکو صاف حاصل ہو لیکن تاہم اسکو مجاہدہ کا چھوڑنا نہ چاہیے اور
جس طرح ہو سکے دل کو نماز کی طرف پھیرے اور اسباب فکر مین ڈالنے والون کی کمی کرے غرض یہ دوا تلخ ہے اور اسکی تلخی کی جہت سے طبیعتین اسکو
بدمزہ جانتی ہین اور روگ پرانا اور درد لاعلاج ہوگیا یہان تک کہ اکابر نے قصد کیا کہ دو رکعتین ایسی پڑھین جن مین دنیا کے امور کو اپنے دل مین

ح ۱۔ بخاری و مسلم
ح ۲ شرح بروایت عائشہ رضہ
ح ۳ ابن مبارک بروایت [illegible]
ح ۴ [illegible] سلام
ابو عبداللہ و شرف ابو عبداللہ بروایت عائشہ
ح ۵ [illegible] بسند ضعیف
نسائی بروایت ابن عباس رضہ مرفوعاً [ح۶] ہیں پوری نہ پائی بلکہ تیرا ہیں مطلق انگوٹھی کا ذکر ہے ۱۲ ح۷ مالک نے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے ۱۲

نہ لادین تو یہ اُنسے نہو سکا جب اُن لوگون کو اس طرح کا دوگانہ میسر نہوا تو ہم جیسون کو اُسکی طمع نہین ہو سکتی اور کاش ہمکو نماز مین سے آدھی خواہ تہائی وسواس سے خالی ملجاوے تو انھین لوگون مین سے ہو جاوین جنھون نے نیک اعمال مین اعمال بد کو ملا جلا دیا- حاصل یہ کہ دنیا کی فکر اور آخرت کی ہمت دل مین ایسی ہے جیسے تیل کے بھرے پیالے مین پانی ڈالو کہ جسقدر پانی پیالے مین جاویگا اُسیقدر یقیناً تیل نکل جاویگا یہ نہوگا کہ دونون جمع ہو جاوین **چوتھا بیان** ٭ اُن اُمور کی تفصیل مین جنکا دل مین حاضر ہونا نماز کے ہر ایک رُکن اور شرط وغیرہ مین ضروری اگر تمکو آخرت منظور ہے تو تمپر پہلے لازم یہ ہے کہ جو تنبیہات کہ نماز کی شرطون اور رکنون مین ہم لکھتے ہین اُن سے غافل نہو- نماز کی شرطین اور جو اُمور اُس سے پیشتر ہوتے ہین وہ یہ ہین اذان اور طہارت اور برہنگی کا ڈھانپنا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا اور سیدھا کھڑا ہونا اور نیت کرنی پس جب موذن کی اذان سنو تو اپنے دل مین قیامت کے پکار کی دہشت حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اسکی اجابت کے لیے مستعد ہو اور جلدی کرو کیونکہ جو لوگ موذن کی اذان کے لیے جلدی کرینگے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارے جاوینگے اور اذان پر اپنے دل کا جائزہ لو اگر اُسکو خوشی اور فرحت سے بھرا پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے پر ہو تو جان لو کہ روز جزا مین تمکو بشارت اور فلاح پانے کی آواز آویگی اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمکو راحت دیا بلال یعنی نماز سے اور اُسکی اذان دینے سے ہمکو راحت پہونچاؤ اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین تھی- اور طہارت کا حال یہ ہے کہ جب تم نماز کی جگہ کو پاک کرو جو تمھارا طرف بعید ہے پھر کپڑون کو پاک کرو جو تمھارا غلاف قریب ہے پھر ظاہر اکی جلد پاک کرو جو تمھارا بہت نزدیک کا پوست ہے تو اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت سے غافل نہو اُسکی طہارت کے لیے توبہ مین اور خطاؤن پر نادم ہوتے مین کوشش کرو اور آیندہ قصد مصمم اُن قصورون کے نہ کرنیکا کر لو دل کی طہارت ان امور سے ضرور کر لو کہ یہ تمھارے معبود کے دیکھنے کی جگہ ہے- اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ اسکے معنی یہ ہین کہ بدن کے وہ مقامات لوگون کی نظر سے چھپائے جاوین کہ ظاہر بدن پر لوگون کی نگاہ پڑتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ باطن کی خطائیں جن پر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہین ہوتا چھپائی نہ جاوین پس اُن سب عیبون کو اپنے دل مین حاضر کرو اور نفس سے اُنکے چھپانے کی درخواست کرو اور یہ بات دل مین ٹھان لو کہ خدائے تعالیٰ کی نظر سے وہ عیب اور کوئی سی چیز چھپ نہین سکتی مگر ہان نادم ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حیا اور خوف کرنا اُنکا کفارہ ہو جاتا ہے تو ان بُرائیون کے دل مین حاضر کرنے سے تمکو یہ فائدہ ہوگا کہ تمھارے دل مین خوف اور حیا جہان جہان چھپے ہوئے ہونگے اُبھر کھڑے ہونگے اُسوقت تمھارا نفس دبے گا اور خجالت دل پر چھا ویگی اور خداے تعالیٰ کے سامنے ایسے کھڑے ہوگے جیسے غلام گنہگار بدکردار بھاگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہو کر اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے شرمندہ خوف زدہ کھڑا ہوتا ہے- اور قبلہ رُخ ہونے کے یہ معنی ہین کہ اپنے ظاہر چہرے کو سب طرف سے پھیر کر خداے تعالیٰ کے خانہ کعبہ کی طرف کرو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خداے تعالیٰ کے امر کی طرف تمسے مطلوب نہین یہ ہرگز مت سمجھنا بلکہ یون سمجھو کہ اسکے سوا اور کوئی مقصود نہین یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے واسطے اور اعضا کو ضبط سے رکھنے اور اُنکو ایک طرف مین ساکن کرنے کے لیے ہین تاکہ یہ اعضا دل پر بغاوت نہ کرین کیونکہ اگر دل پر بغاوت کرینگے اور اپنے حرکات مین اور اپنے اپنے جہات کی طرف التفات مین ظلم کرینگے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگا کر خدا کی طرف سے اُسکو پھیر دینگے اس صورت مین چاہیے کہ تمھارے بدن کی توجہ کے ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جس طرح ہر کہ چہرہ خانہ کعبہ کی طرف بجز اس بات کے نہین ہو سکتا کہ اُسکو اور سب طرفون سے پھیر لیا جاوے اسی طرح

رواہ الدارقطنی بروایت بلال رض وابوداؤد

بحدیث ایک [illegible] بیہقی [illegible]

دل بھی خداے تعالی کی طرف نہین پھرتا جبتک اُسکو ماسوا سے خالی نہ کرلیا جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب بندہ نماز کو
کھڑا ہوا اور اُسکی خواہش اور مُنھہ اور دل خداے تعالی کی طرف ہون تو وہ نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسے جس روز کہ اُسکی مان نے اُسکو جنا تھا اور
سیدھا کھڑا ہونے سے یہ غرض ہی کہ اپنے بدن اور دل سے خداے تعالے کے سامنے خدمت کو کھڑے ہو اس صورت مین چاہیے کہ سر جو
تمھارے اعضا مین سب سے اونچا ہی پست اور جھکا ہوا اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہ ہو کہ دل پر فروتنی اور ذلت لازم ہے
اور اُسوقت کے کھڑے ہونے سے اُس روز کا کھڑا ہونا یاد کرو کہ خداے تعالی کے سامنے کھڑے ہوکر سوال کیا جاویگا اور اب یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالے
کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تمکو دیکھ رہا ہی اسی لیے اگر تم سے اُسکی کُنہ جلال کا دریافت کرنا نہو سکے تو اُسکے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے نیک کے
کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ تمام نماز کے قیام مین یہ فرض کرلو کہ تمکو کوئی تمھارے گھر کا بہت نیک آدمی خوب دیکھ رہا ہی یا جسکو
تم اپنی نیکبختی جتلایا چاہتے ہو وہ تمھاری طرف نظر کرتا ہی کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہی تو اُسوقت تمھارے ہاتھ پانون ساکن اور اعضا
ڈھیلے اور اجزا سکنت کے ساتھ رہتے ہین اس ڈر سے کہ کہین وہ بندہ جو حقیقت مین عاجز ہی تمکو یہ نہ کہے کہ فروتنی کم کرتے ہو پس جب بندہ
مسکین کے ہوتے تم اپنے نفس کا یہ حال معلوم کرو تو اُسپر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعوی خداے تعالے کی معرفت اور محبت کا کرتا ہی تجھے اُس کے
سامنے جرأت کرنے سے شرم نہین آتی حالانکہ اُسکے ایک ادنی بندے کی توقیر کرتا ہی اور لوگون سے خوف کرتا ہی خدا سے نہین ڈرتا جس سے
ڈرنا زیبا ہی اور اسی وجہ سے جب حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اللہ تعالی سے حیا کس طرح ہوتی ہی
تو آپ نے فرمایا کہ اس سے اسطرح حیا کرو جیسے اپنے گھر کے کسی نیکبخت شخص سے حیا کرتے ہو۔ اور نیت مین یہ بات دل مین پکی کرنی چاہیے کہ اللہ
تعالی نے جو حکم نماز کا کیا اُسکو بجا لانا اور اسکے پورا پڑھنے اور اسکے نواقض اور مفسدات سے باز رہنے پر اور ان سب اُمور کو خاص خداے تعالی
کی رضا کے لیے کرنے پر عزم کرنا چاہیے اس غرض سے کہ توقع اسکے ثواب کی اور خوف اُسکے عذاب کا اور طلب اسکی نزدیکی کی ملحوظ خاطر ہے
اور اس باب مین اسکا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ باوجود ہمارے بے ادب اور کثرت سے گناہگار ہونے کے ہمکو اجازت اپنی مناجات کی
دی اور اپنے دل مین اسکی مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ مین کس سے مناجات کرتا ہون اور کسطرح مناجات کرتا ہون ایسی صورت مین
چاہیے تو یہی کہ تمھاری پیشانی عرق پیشانی مین غرق ہو اور ہیبت سے شانے تھراوین اور خوف کے مارے رنگ زرد پڑجاوے اور اللہ اکبر کہنے مین جب زبان
کو ان الفاظ سے گویا کرو تو چاہیے کہ تمھارا دل اس قول کو جھوٹھا نہ کرے یعنی اگر دل مین کوئی چیز خداے تعالی سے بڑی جانتے ہوگے تو اللہ تعالے
گواہی دیگا کہ تم جھوٹے ہو اگرچہ قول تمھارا سچا ہو جیسے سورۂ منافقون مین منافقون کی زبانی کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہے کہ منافق
جھوٹے ہین یعنی دل سے اقرار رسالت نہین کرتے صرف زبان سے کہتے ہین کہ تم رسول ہو پس اگر خداے تعالی کے امر کی نسبت کر تمھاری
خواہش نفس تم پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت خداے تعالی کے اُسکی اطاعت زیادہ کرتے ہوگے تو گویا تمنے اپنا معبود اسی کو ٹھہرا لیا اور اُسی کو
بڑا جانا تو کیا عجب ہی کہ تمھارا اللہ اکبر کہنا صرف ایک کلمہ زبانی ہی ہو اس وجہ سے کہ دل مین تو اسکی موافقت ہی نہین اور اس امر کا خوف
نہایت بڑا ہی بشرطیکہ توبہ اور استغفار اور اللہ تعالی کے لطف و کرم اور عفو پر حسن ظن نہو اور شروع کی دعا مین اول تم یہ کہتے ہو کہ
وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض یعنی مین نے اپنا منھہ کیا اُسکی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین اسمین مراد منھہ سے ظاہر کا منھہ نہین اسلیے

کہ ظاہر چہرہ کو تو تم قبلہ کی طرف کیے ہو اور خدا ے تعالے اس بات سے پاک ہی کہ کوئی جہت اسکو گھیر سکے تو بدن کی توجہ اسکی طرف نہین ہو سکتی
زبان دل کا منھ ہی جسکو تم خالق ارض وسما کی طرف کر سکتے ہو پس تامل کرو کہ چہرہ دل گھر اور بازار کی مہمات مین اور اپنی شہوات کی طرف مائل ہی
یا خالق ارض وسموات کی طرف متوجہ ہی اور خبردار ایسا نہ کرنا کہ اپنی مناجات کے شروع ہی مین جھوٹ اور بناوٹ کو دخل دو اور اللہ تعالے
کی طرف روے دل اسی وقت پھرتا ہی کہ اسکو اس کے غیر کی طرف سے پھیر لو تو اب تمکو کوشش کرنی چاہیے کہ دل کی توجہ خداے تعالے
ہی کی طرف ہو اور اگر یہ بات ساری نماز مین نہ میسر ہو تو جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اسوقت تو قول سچا ہو اور جب زبان سے کہو حنیفا مسلما
یعنی ایک طرف مسلمان ہوکر تو اپنے دل مین یہ سوچنا چاہیے کہ مسلمان وہ ہی جسکے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہین پس اگر تم ایسے نہین
ہو تو اس قول مین جھوٹے ہو تو اس بات کے لیے آیندہ ہی زمانے مین کوشش کرو اور جو احوال پہلے گذرے ہون انپر ندامت کرو اور جب یہ کہو
وما انا من المشرکین یعنی مین شرک والون مین سے نہین ہون تو اپنے دل مین شرک خفی کو تامل کرو اسلیے کہ یہ آیت فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا
صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اس شخص کے باب مین اتری ہی جو اپنی عبادت سے رضاے خدا اور لوگون کی تعریف چاہتا ہو پس اس شرک سے
بہت احتراز چاہیے اور جس صورت مین کہ تمنے زبان سے تو کہا کہ مین مشرک نہین اور اس شرک سے براءت نہین کی تو اپنے دل مین شرمندہ
ہونا چاہیے کہ شرک تھوڑی اور بہت سبھی کو کہتے ہین۔ اور جب کہو محیای ومماتی للہ میرا جینا اور مرنا اللہ کے واسطے ہی تو یہ جانو کہ حال اس غلام کا کہ
اپنے نفس کے حق مین مفقود ہو اور آقا کے حق مین موجود ہو اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اسکی رضا اور غضب اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت
اور موت کی دہشت دنیا کے کامون کے لیے ہو تو ظاہر ہی کہ یہ کلمہ کہنا اسکے حال کے مناسب نہین۔ اور جب یہ کہو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مین
پناہ مانگتا ہون اللہ کی شیطان مردود سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہی اور تاک لگائے ہوے ہی کہ کسی طرح تمھارے دل کو خداے تعالے کی طرف
سے پھیر دے کیونکہ اسکو تمھاری مناجات پر اور خداے تعالی کے لیے سجدہ کرنے پر حسد ہی کہ اس کو ایک سجدہ کے چھوڑنے سے طوق لعنت گلے مین پڑا اور مردود
ابدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم جو شیطان سے پناہ مانگتے ہو تو یہ جب ٹھیک ہو کہ جو چیز شیطان کو محبوب ہو اسکو ترک کردو اور اسکے بدلے مین خداے تعالے
کی محبوب چیز اختیار کرو یہ نہین کہ صرف زبان سے پناہ کا مانگنا کافی ہو مثلاً اگر کسی شخص پر درندہ خواہ دشمن مار ڈالنے کے ارادے سے آوے اور وہ اپنی جگہ سے
نہ ہلے اور زبان سے کہے کہ مین تجھسے اس مضبوط قلعے کی پناہ چاہتا ہون تو یہ کہنا اسکو کیا کام آویگا بلکہ پناہ جب ہی ہوگی کہ اپنی جگہ چھوڑکر گڑھی مین
چلا جاوے اسی طرح جو شخص اپنی شہوات کا تابع ہی جو شیطان کو محبوب اور رحمن کو ناپسند ہین تو اسکو زبان سے اعوذ باللہ کہہ لینا مفید نہوگا بلکہ اس
زبانی قول کے ساتھ خداے تعالی کے قلعہ مین پناہ لینے کا پکا ارادہ کرے اور اسکا قلعہ لا الہ الا اللہ ہی چنانچہ ایک حدیث قدسی مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمکو خبر دی ہی کہ خداے تعالی نے فرمایا ہی لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہی جو شخص میرے قلعہ مین داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون رہا اور اس
قلعہ مین پناہ لینے والا وہ شخص ہی جسکا معبود سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہو لیکن جس شخص نے کہ اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہو تو وہ شیطان
کے میدان مین ہی نہ خداے تعالی کے قلعہ مین۔ اور معلوم کرنا چاہیے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہی کہ آدمی کو نماز کے اندر آخرت کی فکر مین اور
خیرات کے کامون کے سوچنے مین لگا دیتا ہی تاکہ جو کچھ نماز مین پڑھے اسکے سمجھنے سے باز رہے تو یاد رکھو کہ جو چیز تمکو معنی قرارت کے سمجھنے کی
مانع ہو وہ وسواس ہی اسلیے کہ زبان کا ہلانا تو مقصود ہی نہین بلکہ مقصود معانی ہین اور قرارت کے باب مین آدمی تین طرح کے ہین ایک

شعار پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے اسکو چاہیے کہ کرے کام نیک اور ساجھا نہ رکھے اپنے رب کی بندگی مین کسی کا ۱۲

وہ کہ اُسکی زبان متحرک ہی اور دل غافل اور ایک وہ کہ زبان ہلتی ہی اور دل زبان کی پیروی کرتا ہی اور اُسکے الفاظ کو ایسی طرح سمجھتا اور سُنتا ہی کہ گویا دوسرے شخص سے اُسکو سنتا ہی یہ درجہ اصحاب یمین کا ہی اور ایک شخص وہ ہی کہ اُسکا دل اول معانی کیطرف دوڑتا ہی پھر دل کی زبان تابع ہو کر اُن معانی کو ترجمہ کرتی ہی اور بہت فرق ہی اس بات مین کہ زبان دل کی ترجمان ہو یا دل کی معلم بنے مقرب لوگون کی زبان دل کی ترجمان اور اُسکی تابع ہوتی ہی اور دل اُسکا تابع نہین ہوتا - اور قرارت کے ترجمے کی تفصیل یہ ہی کہ جب تم کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم والا ہی تو اس سے یہ نیت کرو کہ اللہ تعالی کے کلام پاک کے شروع کرنے کے لیے اس سے تبرک چاہتا ہون اور یہ سمجھو کہ اُسکے معنے یہ ہین کہ سب امور اللہ سے ہین اور اسم سے غرض اس جگہ مسمی ہی اور جب کہ سب کام اللہ کے ہوے تو الحمد للہ رب العالمین بھی ٹھیک ہوا کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ شکر خدا کا ہی جو پروردگار ہی سب جہانون کا کیونکہ نعمتین سب اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور جو شخص کہ کسی نعمت کو غیر اللہ کی جانب سے جانتا ہی یا اپنے شکر سے غیر اللہ کا قصد کرتا ہی اور اُسکو اللہ تعالی کے حکم کا مسخر نہین سمجھتا تو اُسکو بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے مین اسی قدر نقصان ہوگا جسقدر کہ وہ غیر اللہ کی طرف التفات رکھتا ہوگا اور جب تم کہو الرحمن الرحیم تو اپنے دل مین اسکے تمام انواع لطف کو حاضر کرو تاکہ تمکو اُسکی رحمت کا حال کھلے اور اس سے تمھاری امید اُبھرے پھر مالک یوم الدین کہنے سے اپنے دل مین سے اُسکی تعظیم اور خوف کو اُبھارو عظمت اس جہت سے کہ ملک بجز اُسکے اور کسی کا نہین اور خوف اس جہت سے کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ وہ مالک ہی روز جزا و حساب کا پس اس دن کے ہول سے ڈرنا چاہیے پھر ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین کے کہنے سے اخلاص از سر نو کرو اور طاقت اور قوت سے عاجزی اور برات اس قول سے ظاہر کرو و ایاک نستعین یعنی تجھی سے مدد چاہتے ہین اور خوف دل مین ٹھان لو کہ ہمکو بدون اسکی اعانت کے طاعت میسر نہین ہوئی اور اسکا بڑا احسان ہی کہ اپنی طاعت کی توفیق دی اور عبادت کی خدمت تمسے لی اور تمکو اپنی مناجات کا اہل بنایا اگر بالفرض تمکو توفیق سے محروم رکھتا تو تم بھی شیطان لعین کے ساتھ مین راندہ درگاہ ہوتے پھر جب اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور الحمد للہ اور مطلق اعانت کی حاجت ظاہر کرنے سے فارغ ہو چکے تو اب اپنے سوال کو معین کرو اور اُس سے وہی چیز مانگو جو تمھاری حاجتون مین سب سے زیادہ مہم ہی اور یہ کہو اہدنا الصراط المستقیم دکھا ہمکو راہ سیدھی جو ہمکو تیرے پاس پہونچاوے اور تیری مرضیات تک لیجاوے اور اُسکی شرح اور تفصیل اور تاکید زیادہ کرنے کو کہو صراط الذین انعمت علیہم یعنی ان لوگون کا راستہ جنپر تو نے نعمت ہدایت کو افاضہ فرمایا اور وہ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین ہین غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ان لوگون کی راہ جنپر غصہ ہوا یا بہکنے والے ہین اور وہ کافر یہود اور نصاریٰ اور صابئین ہین پھر اُس درخواست کے قبول ہونے کی طلب کرو اور کہو آمین یعنی الہی ایسا ہی کر جب تم الحمد کو اس طرح پڑھوگے تو عجب نہین کہ تم ان لوگون مین سے ہو جنکے باب مین اللہ تعالی ایک حدیث قدسی مین جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہی فرمایا ہی کہ مین نے نماز کو اپنے آپ مین اور اپنے بندے مین آدھون آدھ کر لی ہی آدھی میری ہی اور آدھی میرے بندے کی اور میرے بندے کو وہ ملیگا جو اُسنے مانگا ہی بندہ کہتا ہی الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی اور سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے غرض یہی ہی آخر حدیث تک یعنی اسکے معنی یہ ہین کہ سُنا اللہ نے اُسکا قول جسنے اُسکی تعریف کی پس اگر تمکو نماز مین کچھ اور بات نہوتی بجز اسکے کہ خداے تعالے نے باوجود اپنی عظمت و جلال کے تمکو یاد کیا تو یہی کافی اور غنیمت تھا اور جس صورت مین کہ تمکو ثواب اور زیادتی کی توقع اُس سے ہو تو پھر کیا کہنا ہی - اور اسی طرح جو سورت تم پڑھو اُسکے معنی کو سمجھو چنانچہ باب تلاوت قرآن مین اُسکا ذکر آویگا حاصل یہ

کہ قرارت کے پڑھنے میں تمکو اُسکے امر اور نہی اور وعدہ اور وعید اور نصیحت اور انبیا کی خبرین بتلائی اور احسانات کے ذکر کرنے مین غفلت نہ کرنی چاہیئے
اور ان مین سے ہر ایک بات کا ایک حق ہی مثلاً وعدہ کا حق رجا ہی اور وعید کا حق خوف ہی اور امر اور نہی کا حق عزم مصمم اُسکی تعمیل کا ہی اور نصیحت کا حق اُس
سے نصیحت حاصل کرنا ہی اور احسان کے ذکر کرنے کا حق اُسکا شکر کرنا ہی اور نبیون کی خبرین دینے کا حق عبرت پکڑنا ہی ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے
ہین اور وہی یہ حقوق ادا کرتے ہین چنانچہ زرارہ بن ابی اوفی نماز مین جب اس قول خداوندی پر پہونچے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ یعنی جب پھونکا جاوے گا
صور مین تو پچھاڑ کر گرے اور مر گئے۔ اور ابراہیم نخعی جب اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ کو سنتے معنی یہ ہین کہ جب پھٹ جاوے آسمان تو اتنا بیقرار ہوتے کہ
اُنکے سارے جوڑ تھراتے۔ اور عبداللہ بن واقد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رضہ کو دیکھا کہ نماز ایسی صورت سے پڑھتے تھے جیسا کوئی
غمزدہ ہوتا ہی اور آدمی کو شایان یہی ہی کہ اُسکا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے سوختہ ہو جاوے کیونکہ وہ بندہ گنہگار اور ذلیل سامنے
جبار قہار کے ہی اور یہ باتین درجات فہم کے بموجب ہوا کرتی ہین اور فہم اسقدر ہوتا ہی جسقدر علم اور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہی اور اسکے درجات
کی کچھ انتہا نہین اور نماز دلون کی کنجی ہی اُس مین الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہین۔ یہ ہی قرارت کا حق اور ذکر اور تسبیحون کا حق بھی یہی ہی پھر قرارت مین
صورت کا لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح ادا کرنا اور جلد نہ پڑھو کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے مین آسانی ہوتی ہی اور رحمت اور عذاب کی آیتون کو اور
وعدہ وعید اور تحمید اور تمجید کی آیتون کو جدا جدا لہجون مین پڑھو ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت پڑھتے مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَلَدٍ وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ تو اپنی آواز
پست کر دیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آوے کہ خدا تعالی کا ذکر اُن اوصاف سے کرے جو لائق اُسکی جناب پاک کے نہون اور مروی ہی
کہ قرآن والے کو قیامت کے دن کہا جائیگا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا مین اچھی طرح پڑھا کرتا تھا۔ اور ساری قرارت مین کھڑا رہنے سے
یہ اشارہ ہی کہ دل اللہ تعالی کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نمازی کی طرف متوجہ
ہوتا ہی جبتک کہ نمازی اور طرف دھیان نہ کرے۔ اور جس طرح کہ سر اور آنکھ کی حفاظت اور طرف دیکھنے سے واجب ہی اسی طرح باطن کی حفاظت نماز
کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے واجب ہی پس جس صورت مین کہ دل اور طرف متوجہ ہو تو اُسکو یاد دلاؤ کہ خدا تعالی تیرے حال پر مطلع ہی
اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات مین اُس ذات سے غفلت کرنی جس سے مناجات کرتا ہی اُسکے پاس دوبارہ جانے کو بہت بری ہی اور
اپنے دل پر خشوع کو لازم کرو کیونکہ ظاہر و باطن کے اور طرف دھیان کرنے سے نجات خشوع ہی کا نتیجہ ہی جب باطن خشوع کریگا تو ظاہر بھی فروتنی کرے گا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے مین اپنی ڈاڑھی سے کھیل کرتے دیکھکر فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اُسکے اعضا بھی خشوع کرتے اسلیے
کہ رعیت کا حال حاکم کی طرح کا ہوتا ہی اور اسی وجہ سے دعا مین یہ ماثور ہوا ہی کہ الہی راعی اور رعیت دونون کو درست کر اور راعی دل ہی اور اعضا
رعیت ہین۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز مین میخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع مین ایسے
ہوتے تھے کہ انپر چڑیان پتھر سا جانکر بیٹھ جاتی تھین۔ اور یہ سب باتین دنیا مین بادشاہون کے سامنے باقتضائے طبیعت ہو جاتی ہین تو شہنشاہ
حقیقی کے سامنے ان لوگون کو اُسکا حال معلوم ہی کیسے نہو نگی اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے تو خشوع سے پیش آوے اور خدا تعالی کے سامنے
اُسکے ہاتھ پاؤن ہلتے جلتے رہین تو وہ خدا تعالی کے جلال کی معرفت مین قاصر ہی اور نہین جانتا کہ اللہ تعالی اُسکے دل اور وسوسون پر آگاہ ہی
حضرت عکرمہ نے اس آیت کی تفسیر مین اَلَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ فرمایا ہی کہ قیام اور رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت مین دیکھتا ہی

اللہ تعالی نے کسی کو بیٹا نہین بنایا اور نہ اُسکے ساتھ کوئی حاکم ہی
۱۲ ابوداؤد اور ترمذی و نسائی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۳ ابوداؤد و نسائی و حاکم بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ ۴ ترمذی و ابوداؤد بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بسند ضعیف

اور رکوع اور سجدہ مین یہ چاہیے کہ اُنکے ادا کرنے کے وقت نئے سرے خداے تعالی کی بزرگی کو یاد کرو پھر نئی نیت اور اتباع سنت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خداے تعالے کے عذاب سے اُسکے عفو کی پناہ مانگتے ہوے اپنے دونون ہاتھ اُٹھاؤ اور از سر نو اُسکے سامنے ذلت
اور تواضع رکوع سے ادا کرو اور اپنے دل کے نرم کرنے اور از سر نو خشوع کرنے مین کوشش کرو اور اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کو خیال کرو
اور دل مین اس بات کے ہونے پر زبان سے مدد لو یعنی زبان سے سبحان ربی العظیم پاک ہے میرا رب بہت بڑا کہو کہ اُسکی عظمت تمھارے اقرار سے
ثابت ہو اور ان کلمات کو مکرر کہو تاکہ دل مین اس عظمت کی تاکید ہو پھر اپنا سر رکوع سے اُٹھاؤ اور یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرتا ہے اور اپنے اس دل کی توقع
کی تاکید ان لفظون سے کرو سمع اللہ لمن حمدہ یعنی جو شکر اللہ تعالی کا کرتا ہے اللہ تعالی اُسکی سنتا ہے پھر اُسکے بعد شکر بیان کرو کہ اُس سے زیادتی
نعمت کی ہوتی ہے اور یہ کہو ربنا لک الحمد اور حمد کی کثرت کے لیے یہ الفاظ کہو ملأ السموات وملأ الارض یعنی اے رب ہمارے تجھکو شکر ہے مقدار آسمانون
اور زمین کی پُری کے پھر سجدہ کے واسطے جھکو کہ یہ سب مین زیادہ درجہ کی ذلت ہے یعنی اپنا مُنہ جو سب اعضا کی نسبت کر عزیز تر ہے اُسکو سب
چیزون مین سے ذلیل تر یعنی مٹی پر رکھو اور اگر یہ بات تمسے ہو سکے کہ زمین پر سجدہ کرو اور زمین مین اور چہرے مین کوئی حائل نہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ
اس صورت سے فروتنی بہت حاصل ہوتی ہے اور ذلت خوب معلوم ہوتی ہے اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ مین رکھ چکے تو جانو کہ تمنے اپنے نفس کو
جہان کا تھا وہان رکھدیا اور فرع کو اصل تک پہونچا دیا اور تمھاری اصل پیدائش مٹی ہی سے ہوئی اور اسی کی طرف دوبارہ جاؤگے اسوقت اپنے
دل پر خداے تعالی کی عظمت از سر نو کرو اور کہو سبحان ربی الاعلی اور اُسکو مکرر کہہ کر دل مین اسکی عظمت کی تاکید کرو کہ ایک دفعہ کے کہنے کا اثر ضعیف
ہوتا ہے پس جب تمھارا دل نرم ہوا اور یہ بات تمکو معلوم ہو جاوے تو خداے تعالی کی رحمت کی توقع کرو کہ اسکی رحمت ضعف اور ذلت ہی کی طرف
جھپٹتی ہے تکبر اور شیخی پر نہین دوڑتی اب اپنے سر کو اللہ اکبر کہتے ہوے اُٹھاؤ اور اپنی حاجت ان الفاظ سے مانگو رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم یا جو تمھا
تمکو منظور ہو طلب کرو پھر تواضع کو دوبارہ سجدہ کرنے سے پختہ کرو پس اُسی طرح دوسرا سجدہ کرو۔ اور جب تشہد کے لیے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور
تصریح کرو کہ جتنی چیزین تقرب کی ہین خواہ صلوات ہون یا طیبات یعنی اخلاق طاہرہ سب اللہ کے لیے ہین اور اسی طرح ملک خدا کے
لیے ہے اور یہی معنی التحیات کے ہین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو اپنے دل مین حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ
اور اپنے دل مین سچی آرزو کرو کہ یہ سلام اُنکو پہونچیگا اور تمکو اسکا جواب تمھارے سلام کی نسبت کر کامل تر عنایت فرماوینگے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالے
کے سب نیک بخت بندون پر سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ خداے تعالی تمکو اس سلام کے جواب مین بقدر شمار نیک بندون کے پورے سلام
رحمت فرماویگا پھر خدا تعالی کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شہادت کرو اور خدا تعالی کے عہد کو شہادت کے
دونون جملے پڑھکر نیا کرو پھر اپنی نماز کے آخر مین جو دعا حدیث مین آئی ہو تواضع اور خشوع اور مسکنت اور عاجزی اور قبول ہونے کی پکی توقع
کے ساتھ پڑھو اور اپنی دعا مین اپنے ماں باپ اور سب ایمانداروں کو شریک کرو اور سلام کے وقت نیت کرو کہ فرشتون اور حاضرین پر سلام کہتا ہون
اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کرو اور خداے تعالی کے شکر کا دل مین خیال کرو کہ تمکو اس طاعت کے پورا کرنے کی توفیق دی اور یہ سمجھو کہ
تم اپنی اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور شاید پھر تمھاری زندگی نہو کہ پھر ایسی نماز پڑھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو وصیت کی تھی فرمایا تھا
کہ نماز رخصت کرنے والے کی سی پڑھو پھر اپنے دل مین نماز مین قصور کرنے کا خوف اور شرم کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین نماز نامقبول ہو اور

کسی گناہ ظاہر یا باطن کی جہت سے بہی ٹہر کر نماز پڑہی جاوے اور اسکے ساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اسکو قبول فرمائیگا یحییٰ
بن وثاب جب نماز پڑھ لیتے تو کسی قدر ٹھہرتے اور اُنکے چہرے سے آثار بدحالی اور غم کے معلوم ہوتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ
ٹھہرے رہتے گویا بیمار ہین یہ صورت اُن نمازگزارون کی ہوتی ہی جو خشوع کرتے ہین اور نماز کی نگاہداشت اور مداومت کرتے ہین اور جتنی اُنکو بندگی
مین مقدور و طاقت ہوتی ہی اُسکے موافق اللہ تعالیٰ کی مناجات مین مصروف ہوتے ہین پس آدمی کو چاہیے کہ جو نماز پڑھے اُسمین انہین باتون کا پابند رہے
اور جس قدر اُسکو ان مین سے حاصل ہو اُس سے خوش ہونا چاہیے اور جو حاصل نہو اُسپر حسرت کرنی زیبا ہی اسکے علاج مین کوشش کرنی لازم
اور غافلون کی نماز تو مقام خطر ہی ہان اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے تو کیون نہین کہ اُسکی رحمت وسیع اور کرم عام ہی ہم اللہ سے سوال کرتے ہین
کہ ہمکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرے کہ ہمکو بجز اس بات کے کہ اُسکی طاعت کی بجاآوری سے عاجزی کا
اقرار کرین اور کوئی وسیلہ نہین۔ اور جان لو کہ نماز کو آفات سے پاک کرنا اور صرف خدا کی ذات کے لیے اُسکو خالص کرنا اور مع شروط باطنی مذکورہ بالا
یعنی خشوع اور تعظیم اور حیا کے ساتھ اُسکو پڑھنا دلون مین انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہی اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لیے کنجیان ہوتے ہین پس
اولیاء اللہ جو آسمان اور زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ سے معلوم کرتے ہین تو وہ بھی نماز ہی کے اندر خصوص سجدہ کی حالت مین
معلوم کرتے ہین کیونکہ سجدہ کے باعث بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واسجد واقترب یعنی سجدہ کر اور
قرب حاصل کر اور ہر ایک نمازی کو نماز مین مکاشفہ اُسی قدر ہوتا ہی جسقدر کہ وہ دنیا کی کدورتون سے صاف ہوتا ہی اور یہ بات قوت اور ضعف اور
قلت اور کثرت ظہور اور خفا مین مختلف ہوا کرتی ہی یہانتک کہ بعضون کو چیز بعینہ منکشف ہوتی ہی اور بعضون کو اُسکی صورت مثالی معلوم ہوتی ہی جیسے بعضون کو
دنیا مردار کی صورت مین معلوم ہوئی اور شیطان کو کتے کی طرح اُسپر چھائی دھرے دیکھا کہ اُسکی طرف بلا رہا ہی اور مکاشفہ کا اختلاف کشف کی چیز مین بھی
ہوتا ہی مثلاً بعضون کو خداتعالیٰ کے صفات اور جلال منکشف ہوتے ہین اور بعضون کو اُسکے افعال یا بعض کو علوم معاملہ کی باریکیان۔ اور ان
باتون کے معین کرنے کے لیے ہر وقت مین اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہین جنکی انتہا نہین اور سب مین زیادہ سخت ان اسباب مین فکر دلی کی
مناسبت ہی کہ وہ جب کسی معین چیز مین مصروف رہتا ہی تو وہی چیز منکشف ہونے کے واسطے اولیٰ ہوتی ہی۔ اور چونکہ یہ باتین جلا کیے ہوے آئینون
مین بھی پرتوافگن ہوتی ہین اور آئینے سب زنگ خوردہ ہین اور اسی وجہ سے انپر عکس ہدایت نہین پڑتا نہ اس جہت سے کہ منعم حقیقی کی جہت
سے بخل ہو بلکہ اس وجہ سے کہ ہدایت کے کرنے کے مقام پر میل کی تہین جم رہی ہین اسلیے زبانین ان مکاشفہ کی باتون کے انکار پر دوڑ پڑین کیونکہ یہ
امر طبیعت کی سرشت مین ہی کہ جو چیز موجود نہین اُسکا انکار کرنے لگے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان
کا انکار کرتا اور اگر صغر سن لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ اُن اُمور کا انکار کرتا جو عاقل لوگون کو آسمانون اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہین اور یہی حال
انسان کا ہی کہ جس حال مین ہوتا ہی اُسکے بعد کے احوال کا گویا منکر ہوتا ہی اور جو شخص ولایت کے حال کا منکر ہو اُسپر یہ لازم آویگا کہ نبوت کے حال کا
منکر ہو حالانکہ خلق کی پیدائش بہت سے حالات مین ہوئی ہی پس آدمی کو نہین چاہیے کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہو اُسکا انکار کر بیٹھے۔ ہان البتہ
کلام لوگون نے اس فن کو مجادلہ اور پراگندہ مباحثہ سے تلاش کیا اور غیر اللہ سے دل کو صاف کرکے طلب نہ کیا اسی واسطے اس سے محروم رہے
اس وجہ سے اسکا انکار کیا۔ اور جو شخص مکاشفہ والون مین سے نہو تو اس سے کمتر تو نہونا چاہیے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق ہی رکھے جب تک کہ

تجربہ سے خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب بندہ نماز مین کھڑا ہوتا ہی تو اللہ تعالی اپنے اور اسکے درمیان مین سے پردہ اُٹھا دیتا ہی اور اُسکو اپنے منھ کے سامنے کرلیتا ہی اور فرشتے اُسکے مونڈھے سے لیکر ہوا تک کھڑے ہوتے ہین اُسکی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہین اور اُسکی دعا پر آمین کہتے ہین اور نمازی پر آسمان کے جو سے لیکر اُسکے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہی اور ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا ہی کہ کس شخص سے مناجات کرتا ہون تو ادھر اُدھر متوجہ نہوتا اور یہ کہ آسمان کے دروازے نمازیون کے لیے کھل جاتے ہین اور یہ کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون پر نمازی کے صدق سے فخر کرتا ہی پس کھلنا آسمان کے دروازون کا اور روبرو ہونا خداے تعالی کا نمازی سے اسی کشف سے اشارہ ہی جسکو ہمنے ذکر کیا ہی۔ اور توریت مین مکتوب ہی کہ اے ابن آدم اس بات سے عاجز نہو کہ تو میرے سامنے روتا ہوا نماز پڑھتا کھڑا ہو کہ مین اللہ ہون کہ تیرے دل سے نزدیک ہوا اور تونے غیب سے میرا نور دیکھا راوی کہتا ہی کہ ہم جانا کرتے تھے کہ رقت اور بکا اور فتوح جو نمازی اپنے دل مین پاتا ہی وہ اسی جہت سے کہ اللہ تعالی دل سے قریب ہوجاتا ہی۔ اور چونکہ یہ قرب مکان کی جہت سے نہین کہ اس سے خدا تعالی بری ہی تو ضرور ہی کہ ہدایت اور رحمت اور پردہ دور کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہوگا۔ اور کہتے ہین کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہی تو اُس سے دس صفین فرشتون کی تعجب کرتی ہین جن مین کی ہر ایک صف دس ہزار کی ہوتی ہی اور اللہ تعالی اس بندے سے ایک لاکھ فرشتون پر فخر کرتا ہی اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لیے نماز مین قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ ایک ساتھ ہین حالانکہ اللہ تعالی نے ان چیزونکو چالیس ہزار فرشتون پر بانٹ رکھا ہی کہ کھڑے ہونیوالے قیامت تک رکوع نہ کرینگے اور سجدہ والے سر نہ اُٹھاوینگے اور یہی حال ہی رکوع اور قعود کرنیوالون کا اور ایک وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے جو قرب اور رتبہ فرشتون کو عنایت فرمایا ہی وہ ایک ہی طرح بدوام رہتا ہی نہ زیادہ ہو نہ کم چنانچہ خود اُنکا قول کلام مجید مین نقل فرمایا وما منا الا لہ مقام معلوم اور انسان کا حال اس باب مین فرشتون کا سا نہین یہ ایک درجے سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہی کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہی اور زیادتی حاصل کرتا ہی اور زیادتی کا باب فرشتون کے لیے مسدود ہی اُن مین ہر ایک کا وہی رتبہ ہی جسپر وہ کھڑا ہی اور وہی عبادت ہی جس مین وہ مشغول ہی نہ اس رتبہ سے بدلے نہ عبادت مین قصور کرے چنانچہ خداے تعالی خود فرماتا ہی لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنہار لا یفترون اور زیادتی کے درجات کی کنجی نماز مین ہین اللہ تعالی فرماتا ہی قد افلح المومنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون اس مین لوگون کا وصف ایمان کے بعد ایک نماز مخصوص سے فرمایا جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح پانیون کے اوصاف کو نمازی پر ختم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی والذین ہم علی صلوتہم یحافظون پھر ان صفات کے ثمرہ کے بیان مین ارشاد فرمایا اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون اول وصف فلاح سے فرمایا اور آخر مین فردوس کی وراثت سے اور مجھکو معلوم نہین ہوتا کہ زبان کے لیر لیر کرنے کو باوجود دل کی غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اور اسی وجہ سے ان لوگون کے مقابلون کے باب مین اللہ تعالی نے فرمایا ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین غرضکہ نمازی ہی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالی کے نور کے مشاہدہ کرنے والے اور اسکے قرب جوار سے تمتع پانے والے ہین خدا تعالی ہمکو بھی اُن مین سے کرے اور ایسے لوگون کے عذاب سے ہمکو بچاوے جنکی باتین اچھی اور فعل برے ہون وہ کریم و منان اور قدیم الاحسان ہی اب ہم کچھ حکایتین اور اخبار خشوع کرنے والون کی نماز کی لکھتے ہین

حکایات خاشعین

واضح ہو کہ خشوع ایمان کا ثمرہ اور یقین کا نتیجہ ہی کہ خداے تعالی کے جلال و عظمت سے حاصل ہوتا ہی اور جسکو خشوع نصیب ہوتا ہی وہ نماز مین اور غیر نماز مین خشوع کیا کرتا ہی یہان تک کہ تنہائی مین اور پاخانہ مین بھی فروتنی کرتا ہی کیونکہ خشوع کا موجب اس بات کو جاننا ہی کہ خداے تعالے بندے کے

حال پر مطلع ہی اور اُسکی عظمت کو اور اپنی تقصیر کو پہچاننا انھین تین معرفتون سے خشوع پیدا ہوتا ہی اور یہ معرفتین نماز سے خصوصیت نہین رکھتین
اور اسی جہت بعض اکابر سے مروی ہی کہ اُنھون نے خدا تعالیٰ سے شرم کے مارے اور خشوع کی جہت سے چالیس برس تک اپنا سر آسمان کیطرف
نہین اُٹھایا اور ربیع بن خثیم اتنا آنکھون کو تلے رکھتے اور سر جھکائے رکھتے کہ بعض لوگ خیال کرتے کہ یہ اندھے ہین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
کے گھر بیس برس تک جایا آیا کرتے جب آپ کی لونڈی اُنکو دیکھتی تو آپ سے کہتی کہ آپکا اندھا دوست آیا حضرت ابن مسعود اُس قول کو سُنکر تبسم
فرماتے اور جب یہ دروازے پر دستک دیتے تو لونڈی نکل کر اُنکو گردن جھکائے آنکھین بند دیکھتی اور حضرت ابن مسعودؓ جب اُنکو دیکھتے تو فرماتے وبشر المخبتین
یعنی خوشخبری سُنا فروتنی کرنے والون کو اور کہتے کہ بخدا اگر تمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ایک روایت مین ہی کہ تم کو
محبوب جانتے اور ایک روز حضرت ابن مسعود کے ساتھ لوہارون مین گئے جب بھٹیون کو دھونکتے اور آگ کو لپیٹ مارتے دیکھا تو چیخ مار کر بیہوش
گر پڑے حضرت ابن مسعود اُنکے سر کے پاس نماز کے وقت تک بیٹھے اُنکو ہوش نہ آیا ناچار اُنکو اپنی پشت پر اُٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور وہ اسی طرح بیہوش
رہے یہان تک کہ دوسرے روز اُسیوقت کے قریب جس مین بیہوش ہوے تھے ہوش آیا اور پانچ نمازین اُنکی قضا ہو گئین اور حضرت ابن مسعودؓ اُنکے
سرہانے کہتے تھے کہ بخدا خوف اسے کہتے ہین۔ اور ربیع کہا کرتے کہ مین نے کوئی نماز ایسی نہین پڑھی کہ اس مین مجھکو اور کوئی فکر ہوئی ہو بجز اسکے کہ
مین کیا کہتا ہون اور مجھسے کیا کہا جاویگا۔ اور عامر بن عبد اللہ نماز کے اندر خشوع والون مین تھے جب نماز پڑھتے تو اُنکی لڑکی دف بجاتی اور عورتین گھر
مین جو کچھ چاہتین آپس مین باتین کرتین مگر وہ نہ سنتے اور کچھ نہ سمجھتے ایک روز کسی نے اُن سے کہا کہ نماز کے اندر تمہارا نفس کوئی بات کرتا ہی فرمایا کہ ہان
اپنا کھڑا ہونا خدا تعالیٰ کے سامنے اور وہان سے دو مکانون مین سے ایک کیطرف پھرانا دل مین گذرتا ہی کسی نے اُن سے کہا کہ بھلا جو دنیا کی باتین
ہمکو دل مین گذرتی ہین اُن مین سے بھی تم کچھ اپنے دل مین پاتے ہو فرمایا کہ اگر مجھ مین برچھیان اِدھر کی اُدھر نکل جاوین تو یہ مجھے محبوب تر ہی اس سے
کہ نماز مین وہ امور معلوم کرون جو تم پاتے ہو اور کہا کرتے کہ اگر پردہ اُٹھا لیا جاوے تو میرے یقین مین کچھ زیادہ نہو۔ اور مسلم بن یسار بھی ایسے ہی
لوگون مین تھے سُنا ہی کہ نماز پڑھتے مین مسجد کا ستون گر پڑا اور اُن کو خبر نہوئی۔ اور بعض اکابر کا عضو کچھ سڑ گیا تھا اُس مین ضرورت اُسکے
کاٹنے کی ہوئی مگر اُن سے برداشت نہو سکا کسی نے کہا کہ نماز کے اندر جو کچھ اُن پر گذر جاوے اُن کو خبر نہین ہوتی پس نماز مین وہ عضو جدا کیا گیا اور
بعض اکابر کا قول ہی کہ نماز آخرت مین سے ہی تو جب تم اُس مین داخل ہوے دنیا سے باہر ہوے۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ نماز کے اندر تمہارا
دل کوئی بات دنیا کی بھی کرتا ہی یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ نہ نماز مین کرتا ہی نہ غیر نماز مین اور بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نماز
مین کسی چیز کو یاد کرتے ہین اُنھون نے کہا کہ بھلا نماز سے بہتر میرے نزدیک کوئی چیز ہی کہ مین اُسکو نماز مین یاد کرون اور حضرت ابو درداؓ فرمایا کرتے کہ
آدمی کی سمجھ مین سے ہی یہ بات کہ نماز مین داخل ہونے سے پیشتر اپنی حاجت پوری کرے تاکہ نماز مین فارغ دل ہو کر داخل ہو۔ اور بعض اکابر وسواس کے
ڈر کے مارے نماز مین تخفیف کیا کرتے یعنی جلد پڑھ لیتے۔ اور مروی ہی کہ عمار بن یاسر نے ایک نماز پڑھی اور تخفیف کے ساتھ ادا کی کسی نے اُن سے
کہا کہ آپ نے تخفیف کی فرمایا کہ تمنے دیکھا مین نے نماز کی حدون مین سے تو کچھ نہین کم کیا لوگون نے کہا کہ نہین فرمایا کہ مین نے شیطان کے سہو پر
جلدی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بندہ نماز پڑھتا ہی اور اُس مین سے اُسکے لیے نہ آدھی لکھی جاتی ہی نہ تہائی نہ چوتھائی نہ پانچوان حصہ نہ
چھٹا نہ دسوان اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کے لیے اُسکی نماز مین سے اُسیقدر لکھا جاتا ہی جسقدر کہ وہ سمجھتا ہی اور مروی ہی کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور

کچھ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہم سب لوگون سے زیادہ مختصر نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اسقدر سے ہم شیطان کے وسوسہ سے آگے نکل جاتے ہین۔ اور مروی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ آدمی کے دونون رخسارے اسلام مین سفید ہوجاتے ہین حالانکہ خدا تعالی کے لیے ایک نماز بھی پوری نہین پڑھی لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ نماز کے خشوع اور تواضع کو تمام نہین کرتا اور اللہ تعالی کیطرف خوب متوجہ نہین ہوتا اسلیے کہ کوئی نماز پوری نہوئی۔ اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے الذین ہم عن صلوتہم ساہون کا حال پوچھا فرمایا کہ وہ لوگ مراد ہین کہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہین یہ نہین جانتے کہ کتنی رکعتون کے بعد فارغ ہونگے جفت کے خواہ طاق کے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہو کہ نماز کے وقت کو بھولا رہے یہان تک کہ وہ گذر بھی جاوے اور بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ شخص ہو کہ اگر نماز اول وقت مین پڑھی تو خوش نہوا اور اگر وقت اول سے تاخیر کردی تو غم نہ کیا یعنی نہ اول وقت پڑھنے کو ثواب جانے نہ تاخیر کو گناہ۔ اور جاننا چاہیے کہ کبھی نماز کا بعض حصہ شمار مین آتا ہو اور لکھا جاتا ہو اور بعض داخل نماز اور کتابت مین نہین ہوتا چنانچہ اس بات پر اخبار دلالت کرتے ہین اگرچہ فقہ والے یہی کہتے ہین کہ صحت کے باب مین نماز کے اجزا نہین ہوتے مگر اسکا صاحب اجزا ہونا ایک اور جہت سے ہو جو اوپر ہمنے لکھی ہو اور یہ بات حدیثون سے بھی معلوم ہوتی ہو مثلاً فرضون کے نقصان کا جبر نفلون سے ہونا وارد ہو۔ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ تعالے فرماتا ہو کہ فرائض کے سبب سے بندہ مجھسے نجات پا گیا اور نوافل سے میری طرف نزدیک ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہو کہ میرا بندہ مجھسے نجات نہ پاویگا مگر درصورت ادا کرنے اُن اُمور کے جو مین نے اُسپر فرض کیے ہین اور مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھی اور اسکی قراءت مین ایک آیت چھوڑ دی جب آپ نماز سے فارغ ہوے پوچھا کہ مین نے کیا پڑھا سب لوگ خاموش رہے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا اُنھون نے عرض کیا کہ آپ نے فلان سورت پڑھی اور اس مین فلان آیت نہین پڑھی ہمکو معلوم نہین کہ وہ منسوخ ہوگئی یا اٹھائی گئی آپ نے فرمایا کہ اے ابی تو اسکے لیے ہو پھر اورون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ لوگون کا کیا حال ہو کہ اپنی نماز مین حاضر ہوتے ہین اور صفون کو پوری کرتے ہین اور انکا نبی سامنے ہوتا ہو انکو خبر نہین کہ اُنکے رب کی کتاب مین سے اُنپر کیا پڑھتا ہو سن لو کہ بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا تھا اللہ تعالی نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ تم اپنے بدن میرے سامنے کرتے ہو اور اپنے الفاظ مجھکو دیتے ہو اور دلون سے مجھسے غائب ہوتے ہو جس بات کی طرف تم مائل ہو وہ باطل ہو۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ امام کی قراءت سننی اور سمجھنی اپنے آپ سورہ پڑھنے کے قائم مقام ہو۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ آدمی سجدہ کرتا ہو اور اپنے عقیدہ مین اس سے خدا تعالی کا تقرب جانتا ہو حالانکہ اگر اس سجدہ کی حالت کے اسکے گناہ سارے شہر پہ بانٹ دیے جاوین تو سب لوگ ہلاک ہوجاوین لوگون نے کہا کہ یہ کیسے کہا کہ وہ تو خدا کے سامنے سجدہ کرتا ہو اور اُسکا دل خواہش نفس کی طرف مائل ہوتا ہو اور امر باطل کا جو اسپر چھایا ہوا رہتا ہو مشاہدہ کرتا ہو۔ غرض کہ حکایات گذشتہ سے صفت خاشعین کی معلوم ہوئی اور یہ حکایات اور اخبار مع بیان گذشتہ اس بات پر دال ہین کہ نماز کے اندر اصل خشوع اور دل کا حاضر ہونا ہو اور صرف حرکات غفلت کے ساتھ آخرت مین مفید کم پڑینگے خدا سے تعالی ہمکو بھی اپنے لطف و احسان سے توفیق عنایت فرماوے

چوتھی فصل - امامت کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ امام پر کچھ اعمال نماز سے پیشتر اور کچھ قراءت کے اندر اور کچھ ارکان نماز مین اور بعض سلام کے بعد مین اسی جہت سے اس فصل کو چار قسمون مین لکھا جاتا ہو قسم اول۔ نماز کے پیشتر کے امور مین نماز سے پہلے چھ کام امام پر ہین اول یہ کہ جو قوم اسکے

روایت ابو ہریرہ ۱۲ ... سند ہمکو نہین ملی ۱۲

آپ کو پسند نہ کرے اُن کی امامت نہ کرے اور اگر بعض ناپسند کرین اور بعض پسند کرین تو اعتبار اُن کا ہوگا جو بہت ہون لیکن جس صورت مین کہ اکثر نیکبخت
اور دیندار ہون تو کمتر ہی کا اعتبار کرنا بہتر ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ تین شخصون کی نماز اُنکے سر کے اوپر نہین اُبھرتی ایک غلام بھاگا ہوا دوسرے
وہ عورت کہ اُسکا خاوند اُس سے ناراض ہو تیسرے امام اُن لوگون کا جو اُسکی امامت سے ناخوش ہون ۔ اور جیسے آگے بڑھنا لوگون کی ناخوشی کے
ساتھ ممنوع ہی اسی طرح اُس صورت مین بھی نہ چاہیے کہ مقتدیون مین کوئی اُس سے زیادہ فقیہ اور قاری ہو ہان اگر وہ امامت نہ کرے
تو آگے بڑھنا مضائقہ نہین اور اگر ان امور مین سے کوئی نہو تو جب لوگ آگے بڑھنے کو کہین بڑھ جاوے بشرطیکہ اپنے نفس مین شروط
امامت کی بجاآوری معلوم کرے اور اُس صورت مین مکروہ ہی کہ ایک دوسرے کو امامت کے واسطے کہین کیونکہ کہتے ہین کہ کچھ لوگون نے
تکبیر ہونے کے بعد امامت کو ایک دوسرے پر ٹالا تو وہ زمین مین دھنسا دیے گئے اور اصحابہؓ سے جو امامت کا ایک دوسرے پر ٹالنا مروی ہی
تو سبب اُسکا یہ تھا کہ وہ اُسکو ترجیح دیتے تھے جو امامت کے لائق تر ہوتا تھا یا اپنے نفس پر سہو کا خوف اور لوگون کی نماز کے تاوان کا ڈر رکھتے تھے کہ
امام مقتدیون کی نماز کے کفیل ہوتے ہین اور ایک وجہ یہ تھی کہ اُن لوگون مین سے جو شخص امامت کا عادی نہ تھا اُسکا دل مقتدیون سے شرمندگی
کی وجہ سے مشغول ہو جاتا تھا اور اخلاص نماز مین جاتا رہتا تھا خصوصاً قرارت کو پکار کے پڑھنے کی صورت مین غرض کہ اُن لوگون مین سے جو امامت
سے گریز کرتا تھا تو اُسکا سبب اسی جنس کا ہوتا تھا۔ **دوم**۔ یہ اگر آدمی کو اذان اور امامت مین اختیار دیا جاوے تو چاہیے کہ امامت اختیار کرے کیونکہ
ہر چند فضیلت دونون کو ہی مگر دونون کا اکٹھا کرنا مکروہ ہی امام اور ہونا چاہیے اور موذن دوسرا اور جب جمع کرنا انکا دشوار ہی تو امامت بہتر ہی اور
بعضون نے کہا ہی کہ اذان بہتر ہی چنانچہ اُسکی فضیلت ہم ذکر کرچکے اسی فضیلت کی وجہ سے اذان کو بہتر کہتے ہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ الامام ضامن والموذن موتمن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امامت مین ضمانت کا خطرہ ہی۔ اور فرمایا الامام امیر فاذا رکع فارکعوا واذا
سجد فاسجدوا اور حدیث مین یہ بھی ہی کہ اگر امام نماز کو پورا کریگا تو ثواب اُسکو اور مقتدیون کو سب کو ہوگا اور اگر ناقص کریگا تو وبال اسی پر ہوگا نہ مقتدیون پر
اور اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ارشد الائمۃ واغفر للموذنین تو مغفرت کی طلب کرنی چاہیے کیونکہ رشد کی طلب بھی مغفرت ہی
کے لیے ہوتی ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جو شخص ایک مسجد مین سات برس امامت کرے اُسکے لیے جنت واجب ہی اور جو شخص چالیس برس اذان دے
جنت مین بے حساب داخل کیا جاویگا اور یہی وجہ صحابہ سے منقول ہی کہ وہ امامت کو ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے۔ اور صحیح یہ ہی کہ امامت افضل ہی کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور انکے بعد اور ائمہ نے اُسپر مداومت کی ور یہ ٹھیک ہی کہ اُس مین ضمان کا خطرہ ہی مگر فضیلت بھی خطرہی کے ساتھ ہوتی
ہی جیسے رتبہ امیر اور خلیفہ ہونے کا افضل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ صاحب سلطنت عادل کا ایک روز ستر برس کی عبادت سے بہتر ہی
مگر ظاہر ہی کہ یہ امر خالی خطرے سے نہین اور امامت کے افضل ہونے کی جہت سے واجب ہی کہ افضل اور فقیہ تر امام ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ تمھارے امام تمھارے شفیع ہونگے یا یون فرمایا کہ تمھاری طرف سے خدا تعالی کے پاس جانے والے ہین پس اگر تم اپنی نماز
کو صاف کیا چاہو تو جو تم مین سے بہتر ہو اُس کو آگے کیا کرو۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ انبیا کے بعد علما سے افضل کوئی نہین اور علما کے بعد نماز
پڑھانے والے اماموں سے زیادہ کوئی نہین کیونکہ یہ تینون فریق خدا تعالی اور اُسکی خلق مین ذریعہ ہین انبیا اپنی نبوت کے باعث اور
علما علم کی جہت سے اور امام دین کے رکن یعنی نماز کے باعث سے اور اسی جہت سے صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلافت پر مقدم ہونے مین دلیل کی تھی

١٢ح ترمذی بروایت ابو امامہ ١٢ح امام ضامن ہے اور اذان دینے والا امانتدار ١٢ ابوداود و ترمذی بروایت ابوہریرہ رض ١٢ ح امام حاکم ہی تو جب رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو ١٢ مع حمیدی مین ہی بروایت ابوہریرہ رض ١٢ ح بخاری بروایت ابوہریرہ و ابوداود و ابن ماجہ ١٢ بروایت عقبہ بن عامر ١٢ ح الٰہی اماموں کو راہ دکھا اور موذنوں کو بخش ١٢ ح سات برس امامت کی تو جنت پر حدیث ضعیف ہے ١٢ ح ترمذی بروایت ابن عباس ١٢ ح بروایت ابن عمر ١٢ ح دارقطنی و بیہقی ضعیف ہے

یعنی یہ کہا کہ نماز دین کا رکن ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو ہمارے دین کے لیے پسند کیا اسی کو ہمنے اپنی دنیا کے لیے پسند کیا اور صحابہ
نے حضرت بلال کو خلافت کے لیے نہ پسند کیا اور یہ حجت نہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اذان کے لیے پسند کیا تھا اور اذان افضل ہی تو انکو
ہی افضل سمجھ لین۔ اور یہ جو مروی ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے جس سے
مین جنت مین داخل ہون آپ نے فرمایا کہ مؤذن ہو جا اُسنے کہا کہ مجھکو طاقت نہین آپ نے فرمایا کہ امام ہو جا اُسنے کہا کہ مجھسے نہین ہو سکتا آپنے
فرمایا کہ تو امام کے پیچھے نماز پڑھا کر تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آپ کو شاید یہ گمان ہوا کہ امامت پر یہ راضی نہوگا کیونکہ اذان تو اُس کے اختیار مین ہے
اور امامت دوسرون کے کرنے اور آگے بڑھانے سے ہوتی ہی اسلیے اول مؤذن ہونے کو فرمایا پھر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ امامت پر قادر ہو جاوے
اسلیے اُسکا ذکر بعد کو فرمایا **سوم** یہ کہ امام نماز کے اوقات کو ملحوظ رکھے اور نماز اول وقت مین پڑھا وے تاکہ خدا تعالی کی رضامندی ملے کیونکہ اول
وقت کی فضیلت آخر وقت پر ایسی ہی جیسے آخرت کی فضیلت دنیا پر ہی اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی اور حدیث مین ہی کہ بندہ نماز
کے آخر وقت مین نماز پڑھتا ہی اور یہ نماز اُس سے فوت نہین ہوئی مگر اُسکا جو اول وقت اُس سے فوت ہو گیا وہ اُسکے حق مین دنیا اور ما فیہا سے
بہتر تھا اور جماعت کی کثرت انتظار مین نماز کو دیر کر نہ ادا کرنا چاہیے بلکہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کی مبادرت کرنی چاہیے اور لمبی سورت
پڑھے کہ یہ کثرت جماعت کی بہ نسبت افضل ہی۔ اور کہتے ہین کہ اکابر سلف جب دو آدمی آجاتے تھے تو جماعت کے لیے تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے اور
جنازے مین جب چار جمع ہو جاتے تھے تو پانچوین کا انتظار نہ کرتے تھے اور ایک بار سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر مین طہارت کے باعث
دیر ہوئی تو آپ کا انتظار نہ کیا گیا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لوگون نے امام کر دیا انھون نے نماز پڑھائی یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت نہ ملی آپ اُسکو پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے راوی کہتے ہین کہ ہمکو اس بات سے خوف ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تمنے اچھا کیا اسی طرح کیا کرو۔ اور ایکبار ظہر کی نماز مین آپکو دیر ہوگئی تو لوگون نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا یہانتک کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ نماز مین تھے آپ حضرت ابو بکر کے برابر کھڑے ہوگئے۔ اور امام پر مؤذن کا انتظار نہین بلکہ
مؤذن کو انتظار امام کا تکبیر کہنے کے لیے چاہیے اور جب امام آجاوے تو پھر اور کسی کا انتظار نہ کرے **چہارم** یہ کہ امامت اخلاص کے ساتھ کرے
اور نماز کی سب شرطون مین خدا تعالی کی امانت ادا کرے اخلاص کی صورت یہ ہی کہ امامت پر اُجرت نہ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ مؤذن ایسے کو کرنا جو اذان پر اُجرت نہ لے۔ اور اذان نماز کا ذریعہ ہی جب اُس پر
اُجرت نہ لینے کو فرمایا تو نماز پر بطریق اولی نہ لینی چاہیے پس اگر مسجد کی آمدنی جو امام کے لیے وقف ہو اس مین سے اپنا رزق لے یا بادشاہ کے یہان سے
یا لوگون مین سے کسی سے کچھ پاوے تو یہ لینا حرام تو نہین مگر مکروہ ہی اور فرائض کی امامت پر لینا بہ نسبت تراویح کی امامت کے زیادہ تر مکروہ ہی اور
یہ مزدوری اپنی حاضر باشی اور مسجد کی چیزون کی نگرانی کی سمجھے نفس نماز پر نہ جانے۔ اور امانت یہ ہی کہ باطن میں فسق اور کبیرہ گناہون اور صغیرہ پر اصرار
سے طاہر ہو کہ امامت کے متکفل کو ان امور سے سعی الوسع بچنا چاہیے کیونکہ وہ لوگون کا سفارشی اور انکی طرف سے بولنے والا ہی تو چاہیے کہ ان مین سے
بہتر ہو اور یہی حال طہارت ظاہر کا ہی کہ بے وضو ہونے اور ناپاکی سے طاہر ہو کہ ان امور پر بجز اُسکے اور کسی کو خبر نہین پس اگر نماز کے اندر بے وضو ہو نا یاد آوے
یا وضو ٹوٹ جاوے تو یہ نہ چاہیے کہ شرم کرے بلکہ جو شخص اُسکے پاس کھڑا ہو اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسکو خلیفہ کر دے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اثنا سے

ح ابن عدی بروایت علی رضی اللہ عنہ ۱۲ ح م طبرانی در اوسط بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲ ح ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بروایت ابن عمر ح م دارقطنی ضعیف ۱۲ ح بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ضعیف ۱۲ مسلم ح بخاری و مسلم بروایت مغیرہ بن شعبہ ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت سہل بن سعد ۱۲ ح اصحاب سنن اور حاکم بروایت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ ۱۲

نماز مین ناپاکی یاد ہوئی تو آپ نے خلیفہ کر دیا اور غسل کرکے پھر نماز مین آملے[1]۔ اور سفیان ثوری نے فرمایا ہی کہ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو مگر پانچ
شخصون کے پیچھے نہ پڑھو ایک جو ہمیشہ شراب پیوے دوسرا فاسق معلن تیسرا جو مان باپ کا نافرمان ہو چوتھا بدعتی پانچوان بھاگا ہوا غلام ہفتم یہ کہ نیت باندھے
جبتک کہ صفین برابر نہ ہو جاوین اور اپنے دہنے اور بائین دیکھ لے اگر کچھ صفون مین خلل دیکھے تو برابر کرنے کو کہدے کہتے ہین کہ اکابر سلف مونڈھون کو برابر
اور ٹخنون کو ایک دوسرے کے ٹخنون سے ملا رکھتے تھے اور اللہ اکبر نہ کہے جب تک کہ مؤذن تکبیر سے فارغ نہ ہووے اور مؤذن اذان کے بعد تکبیر
کے لیے اتنا ٹھہرے کہ لوگ نماز کی طیاری اسوقت مین کر سکین چنانچہ حدیث[2] مین آیا ہی کہ مؤذن اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا ٹھہرے کہ کھانیوالا
اپنے کھانے سے فراغت ہو جاوے اور بول و براز والا اپنی حاجت سے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ آپ نے بول و براز دبانے کی صورت مین نماز سے
منع فرمایا ہی[3] اور طعام شب کو عشا سے پہلے کھا لینے کو ارشاد[4] کیا تاکہ دل فارغ ہو جاوے **ششم** یہ کہ تکبیر تحریمہ اور تمام تکبیرون کو پکار کر
کہے اور مقتدی اپنی آواز اتنی ہی نکالے کہ اپنے آپ سن لے اور اپنی تکبیر امام کی تکبیر سے پیچھے کہے یعنی جب وہ اللہ اکبر کہہ لے تو آپ شروع کرے
اور اکیلا پڑھنے والا امامت کی نیت کرکے کھڑا ہو تاکہ ثواب ملے اور اگر نیت امامت کی نہ کی اور لوگون نے اسکی اقتدا کی نیت کر لی تو نماز اسکی اور
لوگون کی درست ہوگی اور مقتدیون کو جماعت کا ثواب بھی ملے گا مگر اسکو امامت کا ثواب نہ ملیگا **قسم دوم** قرارت کے اعمال کے ذکر مین قرارت
مین امام کو تین امور ملحوظ رہین **اول** یہ کہ شروع کی دعا اور اعوذ اکیلے شخص کی طرح آہستہ پڑھے اور الحمد اور سورت کو فجر کی تمام نماز مین اور مغرب اور عشا
کی دو پہلی رکعتون مین پکار کر پڑھے اسی طرح اکیلا پڑھے اور جہری نماز مین آمین پکار کر کہے اور مقتدی بھی آمین پکار کر کہے اور اپنی آمین امام کی آمین کے ساتھ ہی کہے اس سے
پیچھے نہ کہے اور بسم اللہ کو آواز سے پڑھے اس باب مین حدیثین دونون صورت[5] سے آئی ہین مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے جہر بسم اللہ کو اختیار فرمایا ہے۔
دوسرے یہ کہ قیام کی حالت مین امام تین دفعہ توقف کرے سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت[6]
کیا ہی **اول** سکتہ اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ سکتہ سب مین بڑا ہو اسقدر کہ مقتدی اسمین الحمد پڑھ لین اور یہ سکتہ اسوقت کرے جب شروع کی دعا
پڑھنے کا وقت ہی اسلیے کہ اگر سکتہ نہ کریگا تو مقتدیون کو سننا قرآن کا فوت ہو جاویگا تو جسقدر انکی نماز مین نقصان ہوگا اسکا وبال امام کے ذمہ ہوگا او
اگر امام سکتہ کرے اور مقتدی اسمین الحمد نہ پڑھین اور کسی چیز مین مشغول ہون تو یہ قصور انکے ذمہ رہیگا نہ امام پر **دوسرا** سکتہ الحمد سے فارغ ہونے کے بعد کرے
تاکہ مقتدیون کو اگر الحمد رہ گئی ہو تو اس سکتہ مین پوری کر لین اور یہ سکتہ پہلے سکتے سے آدھا کرے **تیسرا** سکتہ سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے ہی یہ سب سے
تھوڑا ہی اتنا ہو کہ قرارت رکوع کی تکبیر سے علیحدہ ہو جاوے کہ قرارت کو تکبیر مین لانے سے نہی وارد ہی اور مقتدی امام کے پیچھے بجز الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے لیکن
اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی اسکے ساتھ ساتھ الحمد پڑھتا جاوے اور اسمین قصور کرنیوالا امام ہوگا کہ مہلت نہ کی اور اگر جہری نماز مین مقتدی فاصلہ کی جہت سے
امام کی آواز نہ سنے یا ایسی نماز ہو جسمین قرارت آہستہ پڑھی جاتی ہی تو مقتدی کو سورت پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین **تیسرے** یہ کہ صبح مین دو سورتین مثانی مین
سے پڑھے جن مین سو آیتون سے کم ہون کیونکہ فجر کی نماز مین قرارت کو بڑھانا اور اندھیرے مین پڑھنا سنت ہی اور اگر پڑھتے پڑھتے خوب اجالا ہو جاوے
تو کچھ ضرر نہین۔ اور دوسری رکعت مین اگر سورتون کا آخر مقدار تیس یا بیس آیتون کے پڑھے یہانتک کہ سورت ختم ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ
سورتون کا آخر اکثر کانون مین نہین پڑتا تو انکا پڑھنا وعظ کی رو سے اچھا ہوگا اور زیادہ تر فکر کا موجب ہوگا اور بعض علماء نے جو کراہت ایک حصہ کے پڑھنے
کی لکھی ہی تو وہ صورت ہی کہ کسی سورت کا اول پڑھکر چھوڑ دے حالانکہ حدیث مین یہ صورت بھی آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قدر سورۂ یونس

ح ۱ ابوداؤد بروایت ابی بکرہ مگر اس روایت مین ذکر خلیفہ کرنے کا نہین ۱۲
ح ۲ ترمذی و حاکم بروایت جابر رضی اللہ عنہ اور ترمذی نے کہا کہ اسکی اسناد مجہول ہین ۱۲
ح ۳ مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲
ح ۴ بخاری و مسلم بروایت ابن عمر و عائشہ رضی ۱۲
ح ۵ دارقطنی

پڑھی اور جب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر آیا تو رکوع کردیا اور ایک[۱] روایت میں آیا ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں سورۂ بقرہ کی ایک آیت قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الآیہ کو ایک رکعت میں اور دوسری ربنا آمنا بما انزلت الآیہ پڑھی اور بلال[۲] کو سنا کہ کہیں کہیں سے پڑھتے ہیں ان سے اس کی وجہ پوچھی عرض کیا کہ میں عمدہ کو عمدہ سے ملاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ خوب کیا۔ اور ظہر میں طوال مفصل تیس آیتوں تک اور عصر میں اسکا نصف اور مغرب میں مفصل کی آخر کی آیتیں یا آخر سورتیں پڑھے اور آخر نماز مغرب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اس میں سورۂ مرسلات پڑھی تھی اور پھر وفات شریف تک نماز نہیں پڑھی۔ حاصل یہ کہ مختصر پڑھنا بہتر ہے خصوصاً جس صورت میں کہ جماعت بہت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی لوگوں کو نماز پڑھاوے تو قرارت مختصر کرے کہ اُن میں کمزور اور بوڑھے اور کام والے ہوتے ہیں اور جب اپنے آپ پڑھے تو جتنی چاہے لمبی قرارت کرے۔ اور حضرت معاذ بن جبل ایک قوم کو عشا پڑھایا کرتے تھے اُس میں سورۂ بقرہ پڑھی ایک آدمی نماز سے نکل گیا اور علیحدہ نماز پڑھی لوگوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہوگیا اُس بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی آپ نے حضرت معاذؓ کو جھڑکا اور فرمایا لوگوں کو مصیبت میں ڈالتے ہو اور دین سے نکالا چاہتے ہو سبح اسم ربک الاعلیٰ اور والسماء والطارق اور والشمس وضحٰہا پڑھا کرو **قسم سوم** ارکان کے اعمال کے بیان میں اور وہ تین ہیں **اول** یہ کہ رکوع اور سجدہ ہلکا کرے اور انکی تسبیحات تین سے زیادہ نہ کرے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ اور کسی کی نماز نہیں دیکھی کہ ہلکی بھی ہو اور ارکان سب پورے ہوں۔ ہاں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے نماز پڑھی اور اُسوقت میں وہ مدینۂ منورہ کے حاکم تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس جوان کی نماز سے زیادہ اور کسی کی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نہیں پایا راوی کہتا ہے کہ ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے دس دس بار تسبیح کہا کرتے تھے اور ایک روایت مجمل طور پر آئی ہے کہ صحابہؓ نے فرمایا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع اور سجدہ میں دس دس بار تسبیح کہا کرتے تھے اور یہ صورت اچھی ہے مگر جب جماعت بہت ہو تو تین بار کہنا بہتر ہے لیکن اگر جماعت میں صرف دیندار ریاضتی ہی ہوں تو دس کا بھی مضائقہ نہیں ان روایات میں جمع کرنے کی یہ صورت ہے اور امام کو چاہیئے کہ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاوے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہے **دوسرے** یہ کہ مقتدیوں کو امام پر سبقت کرنی نہ چاہیے بلکہ رکوع اور سجدہ میں اس سے پیچھے جاوے اور جبتک کہ امام کا سر زمین پر نہ پہونچ جاوے تب تک سجدہ کے لیے نہ جھکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا صحابہؓ اسی طرح کرتے تھے اور رکوع کے لیے نہ جھکے جب تک امام رکوع میں اچھی طرح نہ آجاوے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ آدمی تین قسم پر نماز سے فارغ ہوتے ہیں ایک تو پچیس نمازوں کا ثواب لیکر نکلتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ تکبیر اور رکوع امام کے بعد کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایک ہی نماز کا ثواب پاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ اعمال کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ انھیں نماز کچھ نہیں ملتی یہ وہ ہیں کہ امام سے آگے عمل کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کوئی شخص جماعت میں پیچھے آیا جسوقت کہ امام رکوع میں ہے تو امام کو رکوع بڑھا دینا چاہیئے تاکہ وہ شخص بھی جماعت کے ثواب میں شریک ہوجاوے اور یہ رکعت فوت نہو اور غالباً نیت اگر درست ہو تو اس امر میں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ بہت سا عرصہ نہو کہ سب مقتدی گھبرا جاویں کیونکہ رکوع بڑھانے میں حاضرین کے حق کی رعایت ضروری ہے تو اسیقدر بڑھاوے جو اُنپر ناگوار نہ گذرے **تیسرے** یہ کہ دعائے تشہد اتنی نہ بڑھاوے کہ خود تشہد سے بڑھ جاوے تاکہ بہت طول نہو جاوے اور دعا میں اپنے نفس کو خاص نہ کرے بلکہ جمع کا صیغہ کہے یعنی اللّٰھم اغفر لنا کی جگہ اغفر لی نہ کہے کیونکہ امام کو اپنے نفس کا خاص کرنا مکروہ ہے اور تشہد میں ان پانچوں کلمات سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہیں پناہ مانگنے کا مضائقہ نہیں تو یوں کہے اللّٰھم نعوذ بک من عذاب

جہنم وعذاب القبر ونعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات ومن فتنۃ المسیح الدجال واذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اور بعضون نے کہا ہی کہ دجال کا نام مسیح اسلیے ہوا کہ وہ زمین کو طول مین ناپے گا اس صورت مین مسیح مساحت سے نکلا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مسیح مسح سے ہی بمعنی پونچھنے اور مٹانے کے اور چونکہ اُسکی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اس جہت سے مسیح کہلایا **قسم چہارم** اعمال سلام پھیرنے کے وقت کے اور وہ بھی تین ہین **اول** یہ کہ دونون سلامون سے نیت کرے کہ قوم پر اور فرشتون پر سلام کرتا ہون **دوسرے** یہ کہ فرضون کے بعد اس جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو اور نفل دوسری جگہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا ہی اور اگر اُسکے پیچھے عورتین ہون تو کھڑا نہ ہو جب تک کہ عورتین نہ چلی جاوین اور حدیث مشہور مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد صرف اُس قدر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات کہ لیتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام **تیسرے** یہ کہ سلام کے بعد پھر کر اپنا مُنھ لوگون کی طرف کرے اور امام جبتک پھر نہ بیٹھے مقتدی کو کھڑا ہونا مکروہ ہی چنانچہ مروی ہی کہ حضرت طلحہ اور زبیرؓ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو دونون صاحبون نے امام سے کہا کہ تمھاری نماز بہت خوب اور کامل تھی مگر ایک بات رہ گئی کہ تمنے جب سلام پھیرا تو مقتدیون کی طرف کو پھر کر نہ بیٹھے پھر لوگون سے فرمایا کہ تمھاری نماز بہت بہتر ہی مگر تم امام کے پھر بیٹھنے کے پیشتر ہی چلدیے پھر امام جدھر چاہے دہنے بائین ہو جاوے اور دہنی طرف بہتر ہی یہ تو اعمال در سب نمازون کے ہین اور صبح کی نماز مین قنوت زیادہ کیا جاوے یعنی امام کہے اللھم اہدنا اور اہدنی نہ کہے اور مقتدی آمین کہے اور جب امام یہ کہے انک تقضی ولا یقضی علیک تو اُسوقت مقتدی کو آمین کہنا زیبا نہین کیونکہ یہ دعا نہین ہی صرف تعریف ہی تو امام کے ساتھ خود بھی یہی کلمات کہتا جاوے یا کہے بلی وانا علی ذلک من الشاہدین یا کہے صدقت وبررت یا اور اسی جیسے کلمات کہے اور قنوت مین رفع یدین کرنے کے لیے ایک حدیث مروی ہی اور جب حدیث صحیح ہوگئی تو رفع یدین کرنا مستحب ہی اگرچہ آخر کے تشہد کی دعا کے خلاف ہی کہ اُس دعا مین ہاتھ نہین اُٹھاتے بلکہ رکھے رہنے دینے پر اعتماد ہی۔ اور ان دونون مین ایک فرق بھی ہی وہ یہ ہی کہ تشہد مین ہاتھون کے لیے ایک ادب معمولی ہی کہ ایک ہیئت خاص پر رانون کے اوپر رکھ لیا جاوے اور قنوت مین اُنکے واسطے کوئی وظیفہ نہین تو کچھ بعید نہین کہ قنوت مین انکا وظیفہ رفع یدین ہی ہو کہ ہاتھون کا اُٹھانا دعا کے لیے مناسب ہی واللہ اعلم امامت کے آداب سب یہ تھے جو بیان ہوے اللہ تعالے اُنکی بجا آوری کی توفیق عنایت فرماوے

پانچوین فصل جمعہ کی فضیلت اور آداب سنت اور شرطون کے بیان مین اور اس مین پانچ بیان ہین **بیان اول** جمعہ کی فضیلت مین۔ جاننا چاہیے کہ جمعہ کا روز ایک روز عظیم ہی جس سے اللہ تعالی نے اسلام کو عظمت دی اور مسلمانون کو خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہی یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اس آیت مین اُمور دنیا مین مشغول ہونے کو اور ان اُمور کو جو جمعہ مین جانے سے مانع ہون حرام فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ عزوجل فرض علیکم الجمعۃ فی یومی ہذا فی مقامی ہذا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من ترک الجمعۃ ثلاثا من غیر عذر طبع اللہ علی قلبہ اور دوسری روایت مین یون ہی کہ جو کوئی بلا عذر تین جمعہ چھوڑ دے تو اُسنے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیا۔ اور ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور ایک شخص کا حال پوچھا کہ وہ مر گیا ہی اور جمعہ و جماعت مین حاضر نہین ہوتا تھا آپنے فرمایا کہ وہ دوزخ مین ہی وہ شخص ایک مہینے تک برابر آپکے پاس آکر یہی پوچھا کیا اور آپ کہتے رہے کہ وہ دوزخی ہی اور حدیث مین ہی کہ یہود و نصاری کو جمعہ کا روز دیا گیا انھون نے اُس مین اختلاف کیا اسلیے انکو اس سے پھیر دیا گیا اور ہمکو خداے تعالی نے اُسکی ہدایت کردی اور اس اُمت کے واسطے اُسکو پیچھے ظاہر کیا اور اُسکو انکی عید بنایا پس اس اُمت کے لوگ جمعہ کو پانے مین سب سے اول ہین اور یہود و نصاری اُنکے تابع ہین۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام

آئے اور اُنکے ہاتھ مین ایک آئینہ روشن تھا کہا کہ یہ جمعہ ہے اللہ تعالیٰ اُسکو آپ پر پیش کرتا ہی کہ آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپکی اُمت کے واسطے عید ہو مین نے
پوچھا کہ ہمکو جمعہ مین کیا فائدہ ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارے لیے یہ ہی کہ اس مین ایک ساعت بہت بہتر ہی جو کوئی اُس مین اپنی بہتری
کی دعا مانگے اور اُسکے نصیب مین ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکو وہ عنایت فرماتا ہی اور اگر اُسکے نصیب مین نہین ہوتی تو اُسکی نسبت کر بہت زیادہ اُسکے لیے ذخیرہ
فرمادیتا ہی یا کوئی اُس دن مین بدی سے پناہ مانگے اور وہ اُس شخص پر لکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اُس بدی کی نسبت کر بڑی بدی سے بھی اُسکو بچادیگا اور
ہمارے نزدیک یہ روز دنون کا سردار ہی اور ہم اُسکو آخرت مین زیادتی کا دن کہینگے مین نے پوچھا کہ یوم المزید کہنے کی کیا وجہ ہی حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ آپکے
پروردگار نے جنت مین ایک وادی مقرر کیا ہی سفید رنگ اور مشک سے زیادہ خوشبودار جب جمعہ کا روز ہوگا علیین سے اپنی کرسی پر نزول اجلال
فرماویگا اور لوگون کے لیے تجلی فرماویگا تاکہ اُسکے وجہ کریم کو دیکھین اور ایک حدیث مین فرمایا کہ بہتر دن جسپر کہ سورج نکلا جمعہ کا روز ہی کہ اُس مین حضرت آدم
علیہ السلام پیدا ہوے اور اُسی مین جنت مین داخل کیے گئے اور اُسی مین زمین پر اُتارے گئے اور اُسی مین اُنکی توبہ قبول ہوئی اور اُسی مین اُنکی وفات ہوئی اور
اُسی مین قیامت قائم ہوگی اور وہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یوم المزید ہی آسمان مین فرشتے اُسکو یہی کہتے ہین اور یہی روز ہی کہ اُس مین جنت کے اندر دیدار الٰہی ہوگا
اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے روز چھ لاکھ بندہ دوزخ سے آزاد فرماتا ہی۔ اور حضرت انسؓ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جب جمعہ سلامت رہتا ہی تو اور دن بھی سلامت رہتے ہین۔ اور فرمایا کہ دوزخ ہر روز زوال سے پیشتر جب کہ آفتاب آسمان کے بیچ مین ہوتا ہی جھونکی جاتی ہی تو
اُس وقت نماز مت پڑھو مگر جمعہ کے روز کہ وہ سب نماز کا وقت ہی اُس مین دوزخ نہین جھونکی جاتی۔ اور حضرت کعبؓ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے شہرون مین
سے مکہ معظمہ کو فضیلت دی ہی اور مہینون مین سے رمضان کو اور دنون مین سے جمعہ کو اور راتون مین سے شب قدر کو۔ اور کہتے ہین کہ پرند اور موذی
کیڑے جمعہ کو آپس مین ملتے ہین اور کہتے ہین کہ سلام سلام یہ اچھا دن ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے روز مرے اللہ تعالیٰ اُس کو
شہید کا ثواب لکھتا ہی اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہی **دوسرا بیان** جمعہ کی شرطون کے بیان مین واضح ہو کہ جمعہ کی شرطون کے باب مین سب
نمازون کا شریک ہی یعنی جو اور دن مین شرطین ہین وہ جمعہ مین بھی ہین مگر چھ شرطین ایسی ہین کہ وہ جمعہ مین ہین اور دن مین نہین پہلی شرط وقت ظہر ہی پس اگر
امام کا سلام عصر کے وقت مین جا پڑیگا تو جمعہ جاتا رہیگا امام کو لازم ہی کہ دو رکعتین اور پڑھکر ظہر پوری کردے اور مسبوق کی اگر رکعت باقی ظہر کے وقت مین
نہ رہیگی تو اُس مین خلاف ہی بہتر یہی ہی کہ ظہر پوری کرے دوسری شرط مکان ہی کہ جمعہ جنگلون اور ویرانون اور خیمون مین نہین ہوتا بلکہ اُسکے لیے ایک ایسی جگہ ضرور
ہی جس مین عمارت غیر منقول ہو اور اُس مین چالیس آدمی اُن لوگون مین سے جمع ہوجاوین جنکے ذمہ پر جمعہ لازم ہی اور گانون کا حال اس باب مین مثل شہر کے ہی اور جمعہ کے
واسطے بادشاہ کا موجود ہونا شرط نہین اور نہ اُسکے اذن دینے کی شرط ہی مگر اُس سے پوچھ لینا مستحب ہی تیسری شرط شمار ہی کہ چالیس مرد آزاد و بالغ عاقل مقیم سے کم نہون
اور مقیم بھی ایسے ہون کہ اس شہر سے جاڑے گرمی مین باہر سفر نہ کرجاتے ہون پس اگر خطبہ مین یا نماز مین چالیس سے کم ہوجاوین تو جمعہ درست نہوگا بلکہ چالیس کی
شمار اول سے آخر تک ہونی شرط ہی چوتھی شرط جماعت ہی کہ اگر چالیس آدمی کسی گانون یا شہر مین متفرق پڑھ لینگے تو اُنکا جمعہ درست نہوگا لیکن جو ایک رکعت کے بعد آکر ملا ہو اُسکو
البتہ دوسری رکعت اکیلے پڑھنی درست ہی اور اگر دوسری رکعت کا رکوع نہ ملے تو اقتدا مین نیت ظہر کی کرکے ملجاوے اور امام کے سلام کے بعد ظہر پوری کرے۔
پانچوین شرط یہ ہی کہ اُسی شہر مین اور جمعہ اُس روز نہولیا ہو لیکن جس صورت مین کہ سب لوگون کا جمع ہونا مسجد جامع مین دشوار ہو تب دو مسجد بلکہ خواہ
تین یا چار مین بقدر حاجت جائز ہی اور اگر ضرورت دوسری مسجد کی نہو تب جمعہ وہی درست ہوگا جس کی نیت سب سے پیشتر ہوئی ہوگی

بروایت ابو قتادہ اور اُس کو منقطع بتایا ہے ... ترمذی نے یہ مضمون بروایت عبداللہ ابن عمرو روایت کیا ہے اور اس کی سند کو غیر متصل کہا ہے ۱۲

اور حاجت کی صورت مین اگر کئی جگہ جمعہ ہو تو بہتر یہ ہی کہ امامون مین سے جو بہتر ہو اُسکے پیچھے نماز پڑھے اور اگر امام فضیلت مین برابر ہون تو جو مسجد پہلے بنی
اُس مین پڑھے اور اگر وہ بھی برابر ہون تو جو قریب تر ہو اُس مین پڑھے اور آدمیون کی کثرت بھی قابل لحاظ ہی چھٹی شرط دو خطبے ہین یہ دونون فرض ہین اور اُن مین قیام
فرض ہی اور دونون کے بیچ مین بیٹھنا فرض ہی پہلے خطبے مین چار چیزین فرض ہین اول تحمید اور ادنی یہ ہی کہ الحمد للہ ہی کہ لے دوم درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر سوم اللہ تعالی سے ڈرنے کی نصیحت کرنی چہارم قرآن مجید مین سے ایک آیت کا پڑھنا اسی طرح دوسرے خطبہ مین چارون باتین فرض ہین مگر اُس مین
آیت کی جگہہ دعا مانگنی واجب ہی اور دونون خطبون کا سننا واجب ہی چالیسون آدمی نہین اور سنتین جمعہ کی یہ ہین کہ جب دوپہر ڈھل جاوے اور موذن اذان
دے چکے اور امام منبر پر بیٹھے تو نماز کوئی نہین چاہیے بجز تحیۃ المسجد کے اور گفتگو اُسوقت موقوف ہوتی ہی کہ خطبہ شروع ہو جاوے۔ اور خطیب منبر پر چڑھکر جب لوگون کیطرف
مُنھ کرے تو اُنکو السلام علیکم کہے اور وہ لوگ اُسکا جواب دیوین اور جب مؤذن اذان سے فارغ ہو چکے تو خطیب لوگون کی طرف مُنھ کر کے کھڑا ہو اور دہنے بائین توجہ
نہو اور اپنے دونون ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھ لے یا عصا پر رکھ لے تاکہ ہاتھون سے کوئی لغو کام نہ کرے یا ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ لے اور دو خطبے
پڑھے جن دونون کے درمیان تھوڑا سا جلسہ ہو اور خطبون مین اجنبی لغت استعمال نہ کرے اور نہ بہت لمبا کرے اور نہ گاوے بلکہ خطبہ مختصر بلیغ جامع
مضامین کا جامع ہو اور مستحب ہی کہ دوسرے خطبے مین بھی آیت پڑھے اور جب امام خطبہ پڑھتا ہو اور کوئی شخص مسجد مین آوے تو سلام نہ کرے
اور اگر سلام کرے تو جواب کا مستحق نہین بلکہ اشارے سے جواب دینا اچھا ہی اور چھینکنے والے کا جواب بھی نہ دینا چاہیئے۔ یہ شرطین جمعہ کی صحت
کی تھین وجوب کی شرطین یہ ہین کہ جمعہ اُسی شخص پر واجب ہی جو مرد بالغ عاقل مسلمان آزاد ایسی بستی مین ٹھہرا ہو جس مین اس صفت کے چالیس آدمی
ہون یا شہر کے نواح مین کسی ایسے گانون مین مقیم ہو کہ اگر کوئی بلند آواز آدمی شہر کے اُس کنارے سے جو اس گانون کے متصل ہی اذان دے اور غل بھی
موقوف ہو تو اُس گانون مین آواز پہونچ جاوے پس اس گانون والے پر جمعہ واجب ہوگا اس آیت کی رو سے یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ
من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اور جن پر جمعہ واجب ہی اُنکو مینھ اور کیچڑ اور خوف اور بیماری اور بیمار کی خبر گیری کے عذر سے بشرطیکہ
اور کوئی خبر گیران بیمار کا نہو جمعہ کے ترک کرنے کی اجازت ہی اس صورت مین عذر والون کو مستحب یہ ہی کہ ظہر کی نماز مین تاخیر کرین یہان تک کہ
لوگ جمعہ سے فارغ ہو جاوین۔ اور اگر جمعہ مین ایسا شخص حاضر ہو جسپر جمعہ واجب نہین مثلاً مریض یا مسافر یا غلام یا عورت تو ان کا جمعہ درست ہوگا اور
ظہر کی نماز سے کافی ہوگا ظہر کی ضرورت نہ رہیگی **پہلا بیان** جمعہ کے آداب مین عادت کی ترتیب کے طور پر اور وہ دس باتین ہین **اول** یہ کہ
پنجشنبہ کے روز جمعہ قصد سے اور اُسکے فضل کے استقبال کی نیت سے مستعد ہو یعنی جمعرات کی عصر کے بعد دعا اور استغفار اور تسبیح مین مشغول ہو کیونکہ
یہ وقت اُس ساعت کے برابر ہی جو جمعہ مین نامعلوم ہی۔ بعض سلف کے اکابر نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی کے یہان سوا بندون کی روزیون کے
ایک فضل ہی اُس فضل مین سے اسی شخص کو دیتا ہی جو اُس سے پنجشنبہ کی شام کو اور جمعہ کے روز طلب کرے۔ اور پنجشنبہ کو اپنے کپڑے دھووے اور
اُنکو سفید کرے اور خوشبو پاس نہو تو لا رکھے اور دل کو اُن کامون سے فارغ کرے جو جمعہ مین صبح سے جانے کے مانع ہون اور اس رات مین جمعہ کی
روزہ کی نیت کرے کہ اسکا بڑا ثواب ہی مگر اُس مین پنجشنبہ یا ہفتہ کا روزہ ملا دینا چاہیے کہ اکیلا جمعہ کا روزہ مکروہ ہی اور اس رات کو نماز اور ختم قرآن
مین کاٹ دے کہ اسکا بہت بڑا ثواب ہی اور اُسپر روز جمعہ کے فضل کا اضافہ ہوگا تو کیا کہنا ہی اور اس رات مین خواہ جمعہ کے دن مین اپنی بی بی سے
صحبت کرے کہ کچھ لوگون نے اس بات کو مستحب جانا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد رحم اللہ من بکر وابتکر وغسل واغتسل کے معنی یہی کہے ہین کہ

غسل سے مراد یہ ہی کہ اپنی بی بی کو نہلاوے۔ اور بعضون نے اس کلمہ کو بے تشدید سین کے پڑھا ہی اُس صورت مین اُسکے معنی یہ ہین کہ اپنے کپڑے
دھووے اور اغتسل سے دونون صورت مین یہی مراد ہی کہ خود نہاوے۔ ان باتون کے کرنے سے استقبال جمعہ کے آداب کامل ہونگے اور غافلون کے
زمرہ سے خارج ہوگا جو صبح کو پوچھا کرتے ہین کہ آج کیا دن ہی۔ بعض سلف فرماتے ہین کہ کامل تر حصہ جمعہ مین اُس شخص کا ہی کہ ایک روز پہلے سے اُس کا
انتظار اور رعایت کرے اور کمتر حصہ اُسکا ہی جو صبح کو پوچھے کہ آج کیا دن ہی اور بعض اکابر جمعہ کی شب کو جامع مسجد ہی مین رہا کرتے تھے **دوسری** یہ کہ
جب صبح جمعہ کی ہو تو فجر ہوتے ہی غسل کرے اگرچہ اُسوقت جامع مسجد مین نہ جاوے مگر اُسکے قریب ہی جانا مستحب ہی تاکہ نہانا اور مسجد کا جانا پاس پاس ہو ولے
غرض کہ جمعہ کے روز غسل کرنا مستحب بتاکید ہی اور بعض علما اُسکے واجب ہونے کے قائل ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین غسل یوم الجمعہ واجب علی کل
محتلم کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ مرد پر واجب ہی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نافع کی یہ حدیث مشہور ہی[2] کہ من اتی الجمعة فلیغتسل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو شخص مردون یا عورتون مین سے جمعہ مین حاضر ہو اُسکو غسل کرنا چاہیئے اور مدینہ منورہ کے لوگ ایک دوسرے کو اگر بُرا کہتے تو یون کہتے کہ تو اُس سے
بُرا ہی جو جمعہ کے روز نہ نہاوے۔ اور ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے کہ حضرت عثمان رض تشریف لائے حضرت عمر نے اُسوقت کے آنے کو بُرا جان کر
فرمایا کہ یہ کون وقت ہی یعنی پہلے سے کیون نہ آئے حضرت عثمان نے فرمایا کہ مین نے اذان سننے کے بعد اور کچھ دیر نہین کی وضو کرکے باہر چلا آیا حضرت
عمر نے فرمایا کہ ایک نشد دو شد آپ کو تو معلوم ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے فرمایا کرتے تھے پھر وضو پر اکتفا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
صرف وضو کرنے سے معلوم ہوا کہ غسل کا ترک کرنا جائز ہی۔ اور ایک روایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا[5] کہ جس شخص نے
جمعہ کے روز وضو کیا تو بہتر کیا اور جسنے غسل کیا تو غسل افضل ہی۔ اور جو شخص ناپاکی کے باعث نہاوے وہ ایکبار اپنے بدن پر جمعہ کے غسل کی نیت سے
پانی بہاوے اور ایک ہی غسل کرے گا تو کافی ہوگا اور اگر دونون کی نیت کرلیگا تو ثواب زیادہ ملیگا اور غسل جمعہ غسل جنابت کے اندر داخل ہوجاویگا
اور بعض صحابہ رض اپنے بیٹے کے یہان گئے کہ انھون نے غسل کیا تھا پوچھا کہ جمعہ کا غسل ہی انھون نے کہا کہ نہین بلکہ جنابت کا فرمایا کہ دوسرا غسل اور کرو
اور یہ حدیث سُنائی کہ غسل جمعہ کا ہر بالغ پر واجب ہی۔ اور دوبارہ غسل کے لیے انکو اسواسطے کہا کہ انھون نے غسل جمعہ کی نیت نہین کی تھی ورنہ ایک ہی
کافی ہوجاتا اور بعید نہین کہ کوئی یون کہے کہ مقصد نظافت سے ہی اور وہ بدون نیت بھی حاصل ہوگئی مگر یہ اعتراض وضو مین بھی پڑے گا کہ نظافت بدون
نیت بھی حاصل ہی اور شریعت مین جمعہ کے لیے ایک ثواب مقرر کیا گیا ہی اسلیے اُسکے ثواب کی طلب ضروری ہی۔ اور جو شخص نہاوے پھر وضو جاتا
رہے تو وضو کرے غسل باطل نہوگا لیکن مستحب یہ ہی کہ غسل کے بعد وضو ٹوٹنے سے احتراز کرے **تیسری** یہ کہ اُس روز مین زینت مستحب ہی اور وہ
تین اُمور مین ہی لباس اور نظافت اور خوشبو لگانے مین نظافت مین مسواک کرنا اور بالون کا دُور کرنا اور ناخن ترشوانے اور موچھون کا کترنا اور جتنے اُمور کہ
باب الطہارت مین گذرے ہین کرنے چاہیئین حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے روز اپنے ناخن تراشے اللہ تعالے اُس مین سے مرض
نکال دیتا ہی اور شفا داخل کرتا ہی پس اگر بدھ یا جمعرات کو حمام کر چکا ہو تو مقصود حاصل ہی اب جمعہ کو جو عمدہ خوشبو اُسکے پاس ہوگی لگاوے اسقدر کہ بُری
بو اُن پر غالب ہو اور اُسکے باعث حاضرین کے مغز کو خوشبو اور راحت پہونچے اور مردون کے لیے خوشبو وہ عمدہ ہی جس کی بو ظاہر اور رنگ مخفی ہو
اور عورتون کے لیے وہ اچھی ہی جسکا رنگ ظاہر اور بو پوشیدہ ہو آثار مین اسی طرح مروی ہی[6] اور امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے کپڑے صاف رکھے
اُسکو رنج کم ہوتا ہی اور جس شخص کی خوشبو عمدہ ہو اُسکی عقل زیادہ ہوتی ہی۔ اور لباس مین سب سے اچھا سفید کپڑا ہی کیونکہ اللہ تعالے کے نزدیک محبوب تر

ح ۱ بخاری و مسلم بروایت ابوسعید رض
ح ۲ بخاری و مسلم
ح ۳ ابن حبان و ...
ح ۴ بیہقی بروایت ...
بخاری و مسلم
ح ۵ ابوداود و ترمذی و نسائی بروایت ...
ح ۶ ابوداود و ترمذی و نسائی بروایت ابوہریرہ رض

کپڑون مین سفید رنگ ہی اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس مین شہرت ہو اور سیاہ کپڑا مسنون نہین نہ اُس مین کچھ ثواب ہی بلکہ بعض لوگون نے اُسکی طرف دیکھنا بھی مکروہ خیال کیا ہی کیونکہ وہ بدعت ہی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی ہی۔ اور جمعہ کے روز عمامہ مستحب ہی واثلہ بن الاسقع نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ والون پر رحمت بھیجتے ہین پس اگر گرمی ستاوے تو نماز سے پہلا اور پیچھے اسکے اُتار دینے مین کچھ حرج نہین مگر جسوقت گھر سے جمعہ کو چلے اور عین نماز کے وقت اور امام کے منبر پر جانے کے وقت خطبہ مین نہ اُتارے چوتھی یہ کہ جامع مسجد کو صبح کو جاوے اور مستحب ہی کہ مسجد جامع کا قصد دو تین کوس سے کرے اور صبح سے چلے اور صبح صادق ہونے سے یہ وقت سویرے جانے کا شروع ہو جاتا ہی اور اسکا ثواب بہت بڑا ہی اور جمعہ کے لیے جانے مین خشوع اور تواضع سے رہے اور نماز کے ہوچکنے تک مسجد مین اعتکاف کی نیت کرے اور اس جلد جانے سے مقصود یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا جو جمعہ کے لیے ہی اُسکی اجابت کرتا ہون اور اُسکی مغفرت اور رضا کی طرف سبقت کرتا ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو اول ساعت مین جاوے اُسنے گویا ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری ساعت مین جاوے اُسنے گویا گاے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت مین جاوے اُسنے گویا سینگ دار مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت مین جاوے اُسنے گویا مرغی خدا کی راہ مین ذبح کی اور جو پانچوین ساعت مین جاوے اُسنے گویا ایک انڈا خدا تعالیٰ کے واسطے نذر کیا اور جب امام خطبے کے لیے نکل آتا ہی تو صحیفے لپیٹے جاتے ہین اور قلم اٹھا لیے جاتے ہین اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہوکر ذکر سنتے ہین پس جو شخص اُسوقت کے بعد آتا ہی تو وہ صرف نماز کے حق کے لیے آیا ہی اُسکو ثواب مین سے کچھ نہین ملیگا اور پہلی ساعت آفتاب کے نکلنے تک ہی اور دوسری اُسکے اونچا ہونے کے مقدار نیزہ تک اور تیسری اُسوقت تک رہتی ہی کہ دھوپ مین تیزی اتنی ہو کہ پانون جلنے لگین اور چوتھی اور پانچوین اُسوقت سے لیکر دوپہر ڈھلنے تک ہی اور ان دونون کا ثواب کم ہی اور زوال کا وقت نماز کا وقت ہی اس مین کچھ ثواب نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر آدمیون کو معلوم ہوتا کہ ان مین کیا ثواب ہی تو اُنہی سوار یون کو اُنکی طلب مین دوڑاوین اول اذان دوم صف اول سوم سویرے جانا جمعہ کو۔ اور امام احمد نے فرمایا ہی کہ ان تینون مین بڑھکر جمعہ کے لیے پہلے سے جانا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہی تو فرشتے اپنے ہاتھون مین چاندی کے نامے اور سونے کے قلم لیکر مسجد جامع کے دروازون پر بیٹھ جاتے ہین اور اول و دوم آنے والون کو ترتیب وار لکھتے رہتے ہین اور ایک حدیث مین ہی کہ جب کوئی بندہ اپنے وقت سے جمعہ کے روز دیر کرتا ہی تو فرشتے اُسکو تلاش کرتے ہین اور ایک دوسرے سے اُسکا حال پوچھتے ہین کہ وہ کیا کرتا ہی اور کس وجہ سے اُسکو وقت معمولی سے دیر ہوئی اور یہ کہتے ہین کہ الٰہی اگر اُسکو مفلسی کے باعث دیر ہوئی ہو تو اُسکو غنی کر اور بیماری کی وجہ سے ہوئی ہو تو شفا دے اور کام کے بارے ہوئی ہو تو اُسکو اپنی عبادت کے لیے فراغت نصیب کر اور اگر کسی کھیل نے اُسکو دیر لگا دی ہو تو اُسکے دل کو اپنی طاعت کی طرف متوجہ کر دے۔ اور قرن اول مین سحر کے وقت اور صبح صادق کے بعد راستے آدمیون سے بھر جاتے تھے کہ روشنی لیکر جامع مسجد مین عید کے دنون کی طرح انبوہ ہوا کرتے تھے یہانتک کہ یہ بات پرانی ہوگئی اور جاتی رہی اور کہتے ہین کہ اسلام مین اول بدعت یہی ہوئی کہ جمعہ کے روز سویرے جانا چھوڑ دیا۔ اور مسلمانون کو یہود اور نصاریٰ سے بھی شرم نہین آتی کہ وہ اپنے عبادت خانون مین شنبہ اور یکشنبہ کو سویرے جاتے ہین اور دنیا کے طالب خرید و فروخت اور نفع کے بازارون مین کیسے تڑکے جاتے ہین تو آخرت کے طالبون کو کیا ہوا ہی کہ اُن سے پیش قدمی نہین کرتے اور کہتے ہین کہ جب اللہ تعالیٰ کا دیدار لوگون کو نصیب ہوگا تو اُسوقت اُنکو قرب اُسی قدر ہوگا جس قدر کہ جمعہ کو سویرے گئے ہون گے اور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد جامع کو صبح سے تشریف لیگئے دیکھا کہ تین آدمی آپ سے بھی پہلے موجود ہین اس بات سے آزردہ ہوئے اور اپنے
نفس کو عتاب کرکے کہنے لگے کہ چار مین کا چوتھا ہوا یہ بھی کچھ دور نہین - پانچوین مسجد مین داخل ہونے کی کیفیت ہی کہ لوگون کی گردنون پر کو نجاوے
اور نہ اُنکے سامنے کو گذرے اور بہت پہلے سے جانے مین ان دونون باتون کی وقت ہوگی لوگون کی گردنین پھاندنے مین سخت[۱] وعید وارد ہے کہ
قیامت کے روز اسکو پل کردیا جاویگا کہ لوگ اُسپر کو اترین - اور ابن جریج سے مرسل روایت[۲] ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے
تھے کہ اس اثنا مین دیکھا کہ ایک آدمی لوگون کی گردنون کو پھاندتا ہی یہانتک کہ آگے بڑھکر بیٹھ گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو اُس شخص
کے سامنے جاکر ملاقات کی اور فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا کہ آج ہمارے ساتھ جمعہ مین شریک نہوا اُسنے عرض کیا کہ حضور مین تو جمعہ مین حاضر ہوا ہون آپ نے
فرمایا کہ مین نے تجھکو لوگون کی گردنین پھاندتے دیکھا تھا - اس حدیث سے یہ اشارہ فرمایا کہ اُسکا عمل بیکار ہوگیا اور ایک حدیث[۳] مسند مین اس طرح
آئی ہی کہ آپ نے اُس شخص کو یون فرمایا کہ کیا چیز تجھکو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے مانع ہوئی اُسنے عرض کیا کہ کیا حضور نے مجھے دیکھا نہین آپنے فرمایا کہ مین
نے تجھے دیکھا کہ تو دیر کر آیا اور لوگون کو دکھ دیا - ہان جسوقت کہ صف اول چھٹی ہوئی اور خالی ہو تو اُسوقت لوگون کے اوپر سے جانے کا مضائقہ نہین کہ
اُنھون نے اپنا حق تلف کیا اور فضیلت کی جگہ کو چھوڑ دیا - حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ جو لوگ جمعہ کے روز مسجد جامع کے دروازون پر ہی بیٹھ جاتے
ہین انکی گردنین پھاندو کہ انکی کچھ حرمت نہین - اور جب مسجد مین سب لوگ نماز پڑھ رہے ہون تو سلام نہ کرے اسلیے کہ بے محل جواب دینے کی تکلیف اُن
لوگون پر ہوگی چھٹی یہ کہ لوگون کے سامنے کو نہ گذرے اور خود ستون یا دیوار کے قریب بیٹھے تاکہ کوئی آگے سے نہ نکلے یعنی نماز پڑھنے کی حالت مین ہر چند نمازی
آگے گذرنے سے اُسکی نماز نہین جاتی مگر اُسکے سامنے سے گذرنے کے لیے نہی وارد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[۴] نے فرمایا ہی کہ مسلمان کو چالیس برس کھڑا رہنا اسبات
سے بہتر ہی کہ نمازی کے سامنے کو گذرے اور فرمایا[۵] کہ اگر آدمی راکھ اور خاک ہوجاوے کہ اسکو ہوائین اُڑادین تو اُسکے حق مین اسبات سے بہتر ہی کہ نمازی کے
سامنے سے گذرے - اور ایک دوسری[۶] حدیث مین نمازی کو اور گذرنے والے کو برابر فرمایا بشرطیکہ نمازی راستے پر نماز پڑھے یا سامنے سے لوگون کو ہٹانے
مین کوتاہی کرے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اور نمازی اس بات کو جانین کہ ان پر کیا گناہ ہوتا ہی تو چالیس برس تک ٹھہرا رہنا
اُسکے لیے بہتر ہو سامنے سے گذرنے سے اور ستون اور دیوار اور بچھا ہوا مصلے نمازی کی حد ہی جو اُسکے اندر ہوکر گذرے تو نمازی کو چاہیے کہ اُسکو ہٹادے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیدفعہ فان ابی فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانہ شیطان اور حضرت ابو سعید خدری کے سامنے ہوکر جو کوئی گذرتا تھا تو ایسا دھکا دیتے
تھے کہ گر جاتا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ وہ اُن سے لپٹ جاتا اور اُنکی زیادتی کی شکایت مردان سے کرتا وہ کہدیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایسا کرنے کا
حکم فرمایا ہی پس اگر ستون نہ پاوے تو چاہیے کہ اپنے سامنے کوئی چیز ایسی کھڑی کرے جسکا طول ایک ہاتھ ہوتا کہ اسکی حد کی پہچان ہوجاوے ساتوین
یہ کہ صف اول کی طلب کرے کہ اُسکا ثواب بہت ہی جیساکہ ہمکو روایت پہونچی ہی کہ جو شخص اپنے اہل کو نہلادے اور خود نہاوے اور صبح سے جاوے
اور اول خطبے کو پاوے اور امام سے قریب ہوکر خطبہ اور قرارت سُنے تو یہ باتین اُسکے لیے دونون جمعون کے اندر کے دنون مع تین دن زیادہ کے
کفارہ ہوجاوینگی اور دوسری روایت[۷] مین یون ہی کہ اللہ تعالیٰ اُسکو ایک جمعہ سے دوسرے تک مغفرت فرماویگا اور بعض روایتون[۸] مین یہ بھی قید ہی کہ
لوگون کی گردنون پر کو نہ چلے اور صف اول کی طلب سے غفلت نہ کرے مگر تین صورتون مین اول یہ کہ خطیب کے پاس کوئی ایسی بری بات ہو کہ یہ شخص
اُسکے بدلنے سے عاجز ہو مثلاً امام یا کوئی دوسرا شخص ریشمی کپڑا پہنے ہو یا بڑے بھاری ہتھیار باندھکر نماز کو آیا ہو کہ جس سے دھیان بٹے یا سنہرے ہتھیار ہون یا

ں ۱۲ چاہیے کہ اُس کو ہٹاوے اور اگر نہ مانے تو پھر ہٹاوے اور اگر نہ مانے تو اس سے لڑے کہ وہ شیطان ہے بخاری و مسلم ۱۲ ح ۸ حاکم بروایت اوس بن اوس ۱۲ ح ۹ اصحاب سنن بروایت اوس بن اوس ۱۲ ح ۱۰ حاکم بروایت ابو سعید و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

کوئی اور اسی قسم کی چیز ہو کہ اسکا انکار اُس شخص پر واجب ہو تو اس صورت مین صف اول سے پیچھے رہنا اچھا ہی اور فکر مین پریشانی نہین آنے دیتا بعض علما نے
سلامتی کی طلب کے لیے ایسا کیا ہی مثلاً بشر بن حارث سے کسی نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہین کہ آپ صبح سے آتے ہین مگر نماز آخر کی صفون مین پڑھتے ہین فرمایا کہ
دلون کا قرب مقصود ہی بدنون کا پاس ہونا مراد نہین اس قول سے آپ نے اشارہ کیا کہ صفون سے پیچھے رہنا دل کے لیے اچھا ہی۔ اور سفیان ثوری نے
شعیب بن حرب کو دیکھا کہ منبر کے پاس ابو جعفر منصور کا خطبہ سنتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوے تو سفیان ثوری نے اُن سے کہا کہ اُس شخص کے
پاس تمھارے بیٹھنے نے میرے دل کو پراگندہ کر دیا کیا تم اُس بات سے مامون ہو کہ اگر کوئی کلام اس سے ایسے سنو کہ اُسکا انکار تمپر واجب ہو تو تم اُس کو
بجا نہ لاؤ پھر آپ نے یہ ذکر کیا کہ ان لوگون نے سیاہ لباس ایک نئی بدعت نکالی ہی شعیب نے کہا کہ یا ابا عبد اللہ کیا حدیث مین نہین آیا کہ امام سے
قریب ہو اور سن آپ نے فرمایا کہ میان یہ خلفاے راشدین مہدیین کے لیے ہی ان لوگون سے تو جتنا دور رہو اور اُنکی طرف نہ دیکھو اتنا ہی خدا عز و جل
سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ اور سعید بن عامر کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے برابر نماز پڑھی اُنھون نے صفون سے پیچھے ہونا
شروع کیا یہانتک کہ ہم سب سے پچھلی صف مین ہوگئے جب نماز سے فارغ ہوے تو مین نے اُن سے کہا کہ اول صف کیا اوروں سے بہتر نہین ہی
فرمایا کہ ہان مگر یہ امت مرحومہ ہی اور امتون مین سے اسپر نظر رحمت ہی اللہ تعالی جب کسی بندہ کو نماز مین نظر رحمت سے دیکھتا ہی تو اُسکے پیچھے جتنے آدمی
ہوتے ہین سبکو بخشدیتا ہی تو مین سب سے پیچھے یہ توقع کر کے کھڑا ہوا کہ ان مین سے جسکی طرف نظر رحمت کرے اُسکے طفیل مین میری مغفرت فرماوے اور بعض
راویون نے روایت کی ہی کہ مین نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی پس جو شخص اس نیت سے پیچھے ہٹے اور دوسرے شخص کو اپنے اوپر
ترجیح دے اور خوش خلقی ظاہر کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور اسوقت یہ کہا جاویگا کہ الاعمال بالنیات دوسری صورت یہ ہی کہ خطیب کے پاس کوئی
مکان مسجد سے علیحدہ بادشاہون کے لیے کر دیا ہو یعنی صف اول اچھی ہی مگر بعض علما نے اُس مکان کے اندر داخل ہونا مکروہ جانا ہی حضرت حسن بصری اور
بکر مزنی اس مین نماز نہ پڑھتے تھے انکی دانست مین وہ بادشاہون کے ہی واسطے تھا اور ایک بدعت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسجدون مین
پیدا ہوئی ہی حالانکہ مسجد مطلق سب لوگون کے واسطے ہی تو اس مین سے علیحدہ کر دینا خلاف ہی اور انس بن مالک اور عمران بن حصین نے اسکے اندر نماز
پڑھی ہی اور قرب امام کی طلب مین اُسکو مکروہ نہین جانا اور غالبا کراہت اُس صورت مین ہوگی کہ اُس جگہ کو خاص کر دیا جاوے اور دوسرے لوگون کو اس
مین نماز سے منع کیا جاوے اور جس صورت مین کہ ممانعت نہو تو کراہت کا موجب نہوگا تیسری صورت یہ ہی کہ منبر بعض صفون کو کاٹ دیتا ہی اور
صف اول وہ ہی جو ایک صف ملی ہوئی منبر کے بعد ہو اور جو اُسکے دونون طرف مین ہی وہ پوری نہین اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ صف
اول وہ ہی جو منبر سے نکلی ہوئی اور اُسکے سامنے ہو اور انکا قول ٹھیک ہی کہ متصل وہی صف ہی اور اس مین بیٹھا ہوا آدمی خطیب کے سامنے ہوتا ہی اور اُسکا خطبہ سنتا
ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اس بات کی رعایت نہ کیجاوے اور صف اول اُسی کو کہین جو قبلہ سے قریب ہو اور بازارون اور مسجد کے چوک مین جو مسجد سے خارج
ہو نماز پڑھنی مکروہ ہی۔ اور بعض صحابہ لوگون کو مار کر چوکون مین سے اُٹھا دیتے تھے **آٹھوین** یہ کہ امام کے منبر پر جانے کے وقت نماز کو قطع کرے اور کلام
بھی موقوف کرے بلکہ اول مؤذن کا جواب دے پھر خطبہ سننے مین مشغول ہو اور بعض عوام کی عادت ہو گئی ہی کہ جب مؤذن اذان کو اُٹھتا ہی تو وہ سجدہ کرتے
ہین اور اُسکی کچھ اصل حدیث مین اور آثار مین نہین ہان اگر اتفاقاً سجدۂ تلاوت اُسوقت آجاوے تو مضائقہ نہین کہ دعا کو پڑھا کر مانگے کیونکہ یہ وقت
اچھا ہی اور اس سجدے کے حرام ہونے کا حکم نہ کیا جاوے کہ حرمت اُسکی ثابت نہین اور حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ جو شخص نے

اور خاموش رہے اُسکو دو ثواب ہین اور جو نہ سُنے اور چپکا رہے اُسکو ایک ثواب ہی اور جو سُنے اور لغو بکے اُسکو دو گناہ ہین اور جو نہ سنے اور لغو کہے اُس پر
ایک گناہ ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قال لصاحبه والامام يخطب انصت اوصه فقد لغا ومن لغا فلا جمعة له اس روایت سے معلوم ہوتا
ہی کہ چُپ کرنا اشارہ سے خواہ کنکر مارنے سے ہونا چاہیے نہ بولنے سے - اور ابوذر کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے اُنھون
نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہی حضرت ابی نے اشارہ سے کہدیا کہ چپ رہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے
نیچے اُترے تو اُنھون نے حضرت ابوذر کو فرمایا کہ جاؤ تمھارا جمعہ نہین حضرت ابوذر نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کی تو آپنے فرمایا
کہ ابی نے سچ کہا ہی اور اگر امام سے دُور ہو تو گفتگو نہ علم مین کرے اور نہ کسی چیز مین بلکہ چپ رہے اسلیے کہ گفتگو سے بھنبھناہٹ سننے والون تک پہونچیگی
اور جو شخص بولتا ہو اُسکے حلقہ مین نہ بیٹھے پس جو شخص دوری کے باعث سننے سے عاجز ہو اُسکو چاہیے کہ چپ رہے کہ یہی مستحب ہی اور جب کہ نماز خطبے کی
حالت مین مکروہ ہی تو کلام بطریق اولی مکروہ ہوگا - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ چار ساعتون مین نماز نفل مکروہ ہی اول فجر کے بعد دوم عصر کے
بعد سوم ٹھیک دوپہر مین چہارم جسوقت امام خطبہ پڑھتا ہو - **نوین** یہ کہ جمعہ کی اقتدا مین اُن اُمور کا لحاظ رکھے جنکو ہمنے جمعہ کے سوا اور نمازون
مین ذکر کیا ہی پس جب امام کی قرارت کو سُنے تو سوائے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے اور جب جمعہ سے فارغ ہو تو بولنے سے پیشتر سات بار الحمد اور
سات بار قل ہو اللہ اور سات سات بار معوذتین پڑھے کہ بعض سلف سے مروی ہی کہ جو کوئی ایسا کریگا وہ جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بچا رہیگا اور
شیطان سے اُسکو پناہ ملیگی اور مستحب ہی کہ نماز جمعہ کے بعد یون کہے اللهم يا غني يا حميد يا مبدئ يا معيد يا رحيم يا ودود اغنني بحلالك عن حرامك
وبفضلك عن من سواك کہتے ہین کہ جو کوئی اس دعا پر مداومت کرے اللہ تعالی اُسکو اپنی مخلوق سے بے پروا کردے اور اُسکو ایسے مقام سے روزی
دے کہ اُسکو گمان بھی نہو پھر بعد جمعہ کے چھ رکعتین پڑھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتین پڑھتے
تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چار کی روایت کی ہی اور حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چھ کی روایت کی ہی اور سب روایتین مختلف
حالات مین درست ہین تو افضل یہی ہی کہ اکمل روایت پر عمل کیا جاوے کہ سب پر عمل ہو جاوے **دسوین** یہ کہ نماز عصر کے پڑھنے تک مسجد ہی مین رہے
پس اگر مغرب تک ٹھہرے تو زیادہ بہتر ہی - کہتے ہین کہ جو شخص نماز عصر مسجد جامع مین پڑھے تو اُسکو حج کا ثواب ہوتا ہی اور جو مغرب کی نماز بھی پڑھے تو اُسکو حج
اور عمرہ کا ثواب ہوتا ہی اس صورت مین اگر بناوٹ سے یا اور کسی طرح کی آفت اپنے اوپر آنے سے محفوظ نہو مثلاً لوگ اعتکاف کو دیکھینگے یا بے فائدہ باتون مین
مبتلا ہونے کا خوف ہو تو بہتر یہ ہی کہ اپنے گھر کو خدا کا ذکر کرتا ہوا اور اُسکی نعمتون کو سوچتا ہوا چلا آوے اور شکر کرے کہ اُس نے توفیق عبادت دی اور
اپنی تقصیر سے ڈرتا رہے اور آفتاب کے ڈوبنے تک اپنے دل و زبان کی نگرانی رکھے تا کہ وہ ساعت عمدہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور مسجد جامع اور دوسری
مسجدون مین دنیا کی باتین نہ کرنی چاہیئن کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اُنکی باتین مسجدون مین دنیا کے امور ہونگے
اللہ تعالی کو اُنسے کچھ مطلب نہین تم اُنکے پاس مت بیٹھنا **چوتھا بیان** اُن آداب کے ذکر مین جو ترتیب سابق سے خارج ہین اور جمعہ کے سارے دن مین عام
ہین اور وہ سات چیزین ہین - **اول** یہ کہ صبح کو یا نماز جمعہ کے بعد یا عصر کے بعد علم کی مجلسون مین حاضر ہو مگر قصہ گویون یعنی واعظون کی مجالس مین

نہ جاوے کہ اُنکے کلام میں کچھ خیر نہیں اور سالک طریق آخرت کو چاہیے کہ جمعہ کے تمام دن میں خیرات اور دعاؤں سے خالی نہ رہے تاکہ وہ ساعت شریف اُسکو ملجائے جو بہتر ہی اور جو حلقے کہ نماز سے پہلے ہوں اُن میں نہ جانا چاہیے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز نماز سے پہلے حلقہ کرنے سے منع فرمایا ہی۔ مگر جس صورت میں کہ کوئی عالم ربانی ہو اور خدائے تعالیٰ کے انعامات اور انتقامات کا ذکر کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھاتا ہو اور مسجد جامع میں صبح کے وقت وعظ کہتا ہو تو اُسکے پاس بیٹھے کہ اس میں صبح کو جانا اور سننا اس علم کا جو آخرت میں مفید ہو دونوں حاصل ہیں اور ایسے علم کا سننا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہی چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہی۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ یہ فرمایا ہی کہ اس سے مراد دنیا کی طلب نہیں بلکہ بیمار کی عیادت اور جنازہ کا شریک ہونا اور علم کا سیکھنا اور جس بھائی کو پیارہ فی اللہ ہو اُس سے ملنا مراد ہی اور اللہ تعالیٰ نے علم کو کلام مجید میں چند جا فضل فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما اور فرمایا ولقد آتینا داود منا فضلا یعنی ہمنے داؤد کو علم دیا پس اس روز میں علم کا سیکھنا اور سکھانا افضل قربات میں سے ہی اور نماز قصہ گویوں کی مجلسوں سے افضل ہی کیونکہ پہلے لوگ قصہ گوئی کو بدعت جانتے تھے اور قصہ گویوں کو جامع مسجد سے نکال دیتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مسجد جامع میں اپنی جگہ پہ آئے دیکھا تو ایک قصہ گو اُسی جگہ میں بیان کر رہا ہی آپ نے فرمایا ہی کہ میری جگہ سے اُٹھ جا اُسنے کہا کہ میں نہیں اُٹھتا میں تم سے پہلے آ کر بیٹھا ہوں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کوتوال کو بلوا کر اُسکو اُٹھوا دیا اگر بیان کرنا سنت ہوتا تو اُسکا اُٹھانا کب جائز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لا یقیمن احدکم اخاہ من مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن تفسحوا وتوسعوا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اگر کوئی شخص اپنی جگہ چھوڑ دیتا تو اُس میں نہ بیٹھتے جبتک کہ وہ شخص اُسی جگہ نہ بیٹھے اور مروی ہی کہ ایک قصہ گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے آنگن میں بیٹھا کرتا آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ اس شخص نے اپنے قصوں سے مجھے ستا رکھا ہی اور ذکر اور تسبیح سے مجھکو روکدیا ہی آپ نے اُسکو اتنا مارا کہ ایک چھڑی اُسکی کمر پر توڑ دی پھر نکالدیا دوسری یہ کہ جو ساعت جمعہ میں شریف ہی اُسکی نگرانی اور تاک اچھی طرح کرے کہ حدیث مشہور میں ہی کہ جمعہ میں کہ ایک ساعت ایسی ہی کہ اُسکو کوئی بندہ مسلمان اگر خدا تعالیٰ سے کچھ سوال کرنے کے وقت میں پالیوے تو اللہ تعالیٰ اُسکو عنایت ہی کرتا ہی اور ایک روایت میں یوں ہی کہ اگر اس ساعت کو بندہ نماز پڑھنے کی حالت میں پاوے۔ اور اس ساعت میں اختلاف ہی کہ کونسی ہی بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت آفتاب نکلنے کے وقت ہی اور بعضے زوال کے وقت اور بعضے اذان کے ساتھ بتاتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ جب امام منبر پر چڑھکر خطبہ شروع کرتا ہی اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ نماز کو کھڑے ہوں اور بعضوں نے کہا ہی کہ عصر کے وقت اختیاری کا آخر ہی اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ آفتاب کے غروب سے کچھ پیشتر ہی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسوقت کی رعایت کرتی تھیں اور اپنی خادمہ کو حکم فرماتیں کہ آفتاب کو دیکھتی رہ جب غروب ہونے کو ہو تو مجھکو اطلاع کر دینا آپ کی خادمہ ایسا ہی کرتی اُسوقت آپ دعا اور استغفار میں مشغول ہوتیں یہانتک کہ آفتاب ڈوب جاتا اور فرماتیں کہ اسی ساعت کی تاک لگانی چاہیے اور اس مضمون کو اپنے پدر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم سے اختیار کیا تھا۔ اور بعض علمانے فرمایا ہی کہ وہ ساعت تمام دن میں مبہم ہی جیسے شب قدر ہوتی ہی اسلیے کہ اُسکی تاک کی خواستگاری کثرت سے ہو۔ اور بعضوں نے کہا ہی کہ وہ جمعہ کی ساعتوں میں بدلتی رہتی ہی جیسے شب قدر بدلتی رہتی ہی اور یہ قول بہت درست ہی اور اسکے لیے ایک بھید ہی جسکا ذکر کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں مگر چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق کیجاوے کہ ان لربکم فی ایام دھرکم لنفحات الا فتعرضوا لہا اور

ربع العبادات باب العلم کی فصل اول میں گذری ۱۲ ... جب نماز تمام ہو چکے تو زمین میں پھیل پڑو اور ڈھونڈھو فضل اللہ کا ۱۲ ... اور تجھکو سکھایا جو تو نہ جانتا سکتا اور اللہ کا فضل تجھپر بڑا ہی ... کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو اُسکی جگہ سے اُٹھا کر خود اُسکی جگہ میں نہ بیٹھے بلکہ ...

... بخاری و مسلم ... ابن عمر ... و ابن ماجہ ... بخاری و مسلم ... تمہارے رب کے لیے تمہارے زمانے کے دنوں میں نفحات ہیں ...

چونکہ روز جمعہ انھیں روزون مین سے ہی تو بندہ کو چاہیئے کہ جمعہ کے تمام دن مین اُن نفحات کا جو یا حضور دل اور بملازمت ذکر کے ساتھ دنیا کے وسوسون سے
بر کنار ہوکر رہے شاید اُن نفحات مین سے کچھ اسکو بھی نصیب ہوجاوے - اور کعب بن احبار رضی نے فرمایا کہ وہ ساعت روز جمعہ کی آخر ساعت ہی یعنی غروب کے
وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر ساعت کیسے ہوسکتی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ جس بندہ کو وہ ساعت
نماز پڑھتے مین ملجاوے اور آخر ساعت نماز کا وقت نہین کعب احبار نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین فرمایا کہ جو شخص بیٹھکر انتظار نماز کا کرے وہ
نماز ہی مین ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ البتہ فرمایا ہی حضرت کعب رضی نے فرمایا کہ تو یہی نماز ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے
اور حضرت کعب احبار اس بات کی طرف مائل تھے کہ یہ ساعت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی اُن لوگون کے لیے جو اُس دن کے حقوق پر قائم رہے تو اُس
رحمت کو اُسوقت دینا چاہیے جب کام سے فارغ ہولین حاصل یہ کہ یہ وقت اور جسوقت امام منبر پر خطبہ پڑھتا ہی دونون شریف ہین چاہیئے کہ دونون مین دعا بہت
مانگے **تیسری** یہ کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت کرے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو کوئی مجھپر جمعہ کے روز اسّی بار درود بھیجے
اللہ تعالیٰ اُسکے گناہ اسّی برس کے بخشدے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ درود آپ پر کسطرح بھیجین فرمایا اسطرح کہو اللّٰھم صل علی محمد عبدک و نبیک و
رسولک النبی الامی اور ایک عقد کرو یعنی یہ ایک بار ہو اسی طرح اسّی بار اُسکو پورا کرو - اور اگر درود ان الفاظ سے کہو اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد صلوٰۃ تکون لک
رضاً و لحقہ اداءً و اعطہ الوسیلۃ و ابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ما ھو اھلہ واجزہ افضل ما جازیت نبیاً عن امتہ وصل علی جمیع اخوانہ من النبیین و
الصالحین یا ارحم الراحمین اور سات بار کہو تو یہ کہتے ہین کہ جو کوئی اس درود کو سات جمعہ پڑھے اور ہر جمعہ مین سات مرتبہ کہے تو اُسکے لیے شفاعت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی واجب ہی - اور اگر یہ منظور ہو کہ درود کے الفاظ زیادہ ہون تو یہ درود جو ماثور ہی اُسکو پڑھے اللّٰھم اجعل فضائل صلواتک و نوامی برکاتک
و شرائف زکواتک و رأفتک و رحمتک و تحیتک علی محمد سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین و رسول رب العالمین قائد الخیر و فاتح البر و نبی الرحمۃ و سید الامۃ
اللّٰھم ابعثہ مقاماً محموداً تزلف بہ قربہ و تقر بہ عینہ یغبطہ بہ الاولون والآخرون اللّٰھم اعطہ الفضل والفضیلۃ والشرف والوسیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والمنزلۃ الشامخۃ المنیفۃ اللّٰھم
اعط محمداً سؤلہ و بلغہ مأمولہ واجعلہ اول شافع و اول مشفع اللّٰھم عظم برھانہ و ثقل میزانہ و ابلج حجتہ و ارفع فی اعلی المقربین درجتہ اللّٰھم احشرنا فی زمرتہ واجعلنا من
اھل شفاعتہ و احینا علی سنتہ و توفنا علی ملتہ و اوردنا حوضہ واسقنا بکاسہ غیر خزایا ولا نادمین ولا شاکین ولا مبدلین ولا فاتنین ولا مفتونین آمین یا
رب العالمین غرض کہ جو نسے الفاظ درود کے اُس روز پڑھے گا گو تشہد ہی کے درود ہون تو درود پڑھنے والا کہا ویگا اور چاہیئے کہ درود پر استغفار

اور ہمکو اُنکے حوض پر وارد کر اور اُنکے پیالہ سے ہمکو پانی پلا ایسے حال مین کہ ہم رسوا ہون نہ پشیمان نہ اپنے دین مین شک کرین نہ اپنے دین مین کچھ تبدیل کرین اور نہ فتنہ مین ڈالین نہ فتنہ مین پڑین یہ دعا قبول کر اے رب العالمین ۱۲

بھی اضافہ کرے کہ جمعہ کے روز استغفار بھی مستحب ہے چوتھی یہ کہ قرآن کی تلاوت زیادہ کرے خصوصاً سورۂ کہف پڑھے کہ حضرت ابن عباسؓ اور
حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا اُسکی شب مین سورۂ کہف پڑھے تو اُسکو اُسکے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک نور عطا کیا جاوے گا
اور دوسرے جمعہ تک مع تین روز زیادہ کی مغفرت کیجاویگی اور اُسپر ستر ہزار فرشتے صبح ہونے تک رحمت بھیجتے ہین اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب
اور برص اور جذام اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے اور مستحب یہ ہے کہ اگر ہوسکے تو قرآن کو جمعہ کے دن یا اُسکی شب مین ختم کرے اور اگر قرآن رات کو
پڑھا کرتا ہو تو صبح کی سنتون مین اُسکو ختم کرے یا مغرب کی سنتون مین یا جمعہ کی اذان اور تکبیر کے درمیان ختم کرے کہ اس کا بڑا ثواب ہے
اور عابد جمعہ کے روز سورہ اخلاص ہزار بار پڑھنا مستحب جانتے تھے اور کہتے ہین کہ جو کوئی سورۂ اخلاص کو دس رکعتون مین یا بیس مین
ہزار بار پڑھے تو ایک ختم کرنے سے افضل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہزار بار پڑھتے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہزار بار
پڑھا کرتے۔ اور اگر جمعہ کے دن یا رات مین چھوٹی مسبحات یعنی بنی اسرائیل اور حدید اور صف اور جمعہ اور تغابن اور اعلیٰ پڑھے تو بہتر ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہین ہے کہ کسی روز مین معین سورتین پڑھتے ہون بجز شب اور روز جمعہ کے کہ شب جمعہ
کی مغرب مین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور اُس رات کی عشا مین سورۂ جمعہ اور منافقون اور یہ بھی مروی ہے
کہ آپ ان دونون سورتون کو جمعہ کی دو رکعتون مین پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی صبح مین سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دہر پڑھا کرتے تھے پانچوین
یہ کہ جب مسجد جامع مین داخل ہو تو جبتک چار رکعتین اس طرح نہ پڑھ لے کہ ہر رکعت مین پچاس دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے کہ کل دو سو بار ہو جاوین
تب تک نہ بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص یہ عمل کریگا وہ مرنے سے پیشتر اپنا ٹھکانا جنت مین دیکھ لیگا۔ اور دوگانہ تحیت بھی فروگذاشت
نہ کرے اگرچہ امام خطبہ پڑھتا ہو مگر اس صورت مین جلد مختصر پڑھ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لیے ایسا ہی امر فرمایا ہے اور ایک حدیث غریب مین
ہے کہ ایک شخص کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے چپ ہوگئے تھے یہانتک کہ وہ شخص دوگانہ تحیت سے فارغ ہوگیا پس کوفیون کا یہ قول ہے کہ
اگر امام خاموش رہے تو دوگانہ ادا کرلے اور اُسدن مین یا اُسکی شب کو مستحب ہے کہ چار رکعتین چار سورتون کے ساتھ یعنی انعام اور کہف اور طہٰ اور یٰس پڑھے اور
اگر یہ یاد نہو تو یٰس اور الم سجدہ اور دخان اور سورۂ ملک پڑھے اور ان چارون سورتون کا پڑھنا شب جمعہ مین ترک نہ کرے کہ اُن مین بہت ثواب ہے اور
جسکو اچھی طرح یاد نہو تو جو سورت اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اُسی کو پڑھے کہ ایک ختم کا ثواب ملتا ہے اور سورۂ اخلاص کو کثرت سے پڑھے اور مستحب ہے کہ صلوٰۃ التسبیح
پڑھے چنانچہ اُسکی کیفیت نوافل کی فصل مین مذکور ہوگی۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو ارشاد فرمایا تھا کہ اُسکو ہر جمعہ
مین پڑھو اور حضرت ابن عباسؓ اس نماز کو جمعہ کے روز زوال کے بعد ترک نہ کرتے اور اسکا بہت بڑا ثواب بیان فرماتے اور بہتر یہ ہے کہ وقت کی تقسیم اسطرح
کرے کہ صبح سے زوال تک تو نماز کے لیے اور جمعہ کے بعد سے عصر تک علم کے سننے کے لیے اور عصر سے مغرب تک تسبیح اور استغفار کے لیے مقرر کردے چھٹی
یہ کہ اس خاص دن مین صدقہ دونا ثواب رکھتا ہے بشرطیکہ ایسے کو نہ دے جو امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت مانگے اور امام کے کلام مین بولتا جاوے کہ ایسے شخص کو دینا
مکروہ ہے۔ صالح پسر امام احمدؒ کہتے ہین کہ جمعہ کے روز ایک مسکین نے امام کے خطبہ پڑھنے مین سوال کیا اور وہ میرے باپ کے برابر تھا ایک شخص نے میرے
باپ کو ایک ٹکڑا چاندی کا دیا کہ سائل کو دیدیوین میرے باپ نے اسکو نہ لیا اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ جو شخص مسجد مین مانگے وہ
اس بات کا مستحق ہو چکا کہ اُس کو نہ دیا جاوے اور جب قرآن پر مانگے تو اُس کو مت دو۔ اور بعض علما نے ایسے سائلون کو صدقہ دینا

سے ۱۲ یہ روایت بیہقی
سے ۲ بروایت ابو سعید
بیان کی ہے اور روایت
ابن عباس و ابوہریرہ
بھلو نہین ملی ۱۲ ح
بیہقی بروایت جابر
بن سمرہ ۱۲ ح
مسلم بروایت ابن عباس

[illegible]

ابن عباس بروایت ابو ہریرہ
[illegible]
مسلم بروایت انس
دارقطنی [illegible]
ح ابو داؤد و حاکم
[illegible]

جو مسجد جامع مین لوگون کی گردنون پر کود کر جاوین مکروہ فرمایا ہی لیکن اگر ایک جگہ کھڑے ہوکر یا بیٹھکر مانگین اور گردنون پر نہ پھاندین تو مضایقہ نہین۔ اور کعب احبار رضؓ نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے لیے آوے پھر لوٹ کر دو چیزین مختلف صدقہ کی قسم سے خیرات کرے اور دو بارہ دوگانہ نفل پڑھے اور اُسکا رکوع اور سجدہ خوب کامل طور پر ادا کرے پھر یون کہے اللھم انی اسالک باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم و باسمک الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم تو اسکے بعد جو دعا اللہ سے مانگیگا وہ اللہ تعالی اسکو عنایت فرماویگا۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے روز مسکین کو کھانا کھلاوے سویرے پھر جاکر جمعہ مین شریک ہو اور کسی کو ایذا نہ دے پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحی القیوم اسئلک ان تغفرلی وترحمنی وان تعافنی من النار پھر جو دل مین دعا آوے وہ مانگے اللہ تعالے اُس کی دعا قبول فرماوے گا۔ **ساتوین** یہ کہ جمعہ کو آخرت کے واسطے مقرر کرے اور اُس مین تمام دنیا کے کامون سے باز رہے اور وظیفہ کثرت سے پڑھے اور سفر جمعہ کو شروع نہ کرے کہ مروی ہی کہ جو کوئی شب جمعہ کو سفر کرتا ہی اُسکے دونون فرشتے اُسپر بد دعا کرتے ہین اور جمعہ کی فجر کے بعد تو سفر حرام ہی بشرطیکہ قافلہ فوت نہوتا ہو۔ اور بعض سلف نے فرمایا ہی کہ مسجد مین سقہ سے پانی مول لینا پینے کے لیے یا سبیل کرنے کو مکروہ ہی کہ اس سے مسجد مین خرید کرنے والا ہوجاوے گا حالانکہ خرید و فروخت مسجد کے اندر مکروہ ہی اور کہتے ہین کہ اگر سقہ اس کو باہر دے پھر مسجد کے اندر پانی پی لے یا سبیل کردے تو مضایقہ نہین حاصل یہ کہ جمعہ کے روز وظائف اور خیرات زیادہ کرے کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہی تو اس سے عمدہ وقتون مین عمدہ کام لیتا ہی اور جب بندہ کو مبغوض جانتا ہی تو فضل وقتون مین اس سے بُرے کام لیتا ہی تاکہ یہ بُرے اعمال اُس کے عذاب مین زیادہ دردناک اور سخت ترغضب کا باعث ہون کہ وقت کی برکت سے محروم رہا اور اُس کی حرمت نہ رکھی۔ اور جمعہ کی دعاؤن کا پڑھنا مستحب ہی اور عنقریب باب الدعوات مین ہم اُنکو لکھین گے انشاء اللہ تعالی وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

چھٹی فصل متفرق مسائل کے ذکر مین

جن مین اکثر لوگ مبتلا ہین اور آخرت کے طالب کو اُنکے معلوم کرنے کی ضرورت ہی اور مسائل جو کم واقع ہوتے ہین اُنکو ہم نے کامل طرح پر فقہ کی کتابون مین مندرج کیا ہی **مسئلہ** تھوڑے فعل سے اگرچہ نماز باطل نہین ہوتی مگر بدون حاجت کے مکروہ ہی اور حاجت کی صورت یہ ہی کہ جو سامنے کو گذر جاے اُسکو ہٹا دے اور بچھو کے اگر کاٹنے کا ڈر ہو اُسکو ایک یا دو جوتون مین مار دے لیکن اگر تین جوتین ہونگی تو فعل کثیر ہوجاوے گا اور نماز جاتی رہے گی اسی طرح جون اور پسو سے اگر ایذا پہونچے تو اُنکو دفع کردے یا خارش ایسی معلوم ہو کہ اُسکے کھجلانے کے بدون خشوع ابتر ہوجاوے تو بدن کھجلا لے حضرت معاذ بن جبل رضؓ جون اور پسو کو نماز کے اندر پکڑ لیتے تھے اور حضرت ابن عمر نماز مین جون کو مار دیتے تھے یہانتک کہ اُسکے خون کا نشان اُنکے ہاتھ پر ہوجاتا تھا۔ اور نخعی رحؒ نے فرمایا ہی کہ جون کو پکڑکر سُست کردے اور اگر مار ڈالے تب بھی کچھ خرابی نہین۔ اور ابن مسیب رضؓ نے فرمایا ہی کہ اُسکو پکڑکر سُست کردے پھر پھینکدے۔ اور مجاہد کا قول ہی کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو چھوڑے رکھے جبتک اتنی ایذا نہ دے جس سے نماز مین دھیان بٹے اُسوقت اُسکو اتنا سُست کردے کہ ایذا نہ دے اور ڈال دے اور یہ صورت اجازت کی ہی ورنہ کمال تو یہی ہی کہ فعل اگرچہ تھوڑا ہو اس سے بھی احتراز کرے اور اسوجہ سے بعض اکابر مکھی کو نہین ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اپنے نفس کو اس بات کا عادی نہین کرتا ورنہ میری نماز کو خراب کردیا کریگا اور مین نے سُنا ہی کہ فاسق تو بادشاہون کے سامنے بہت سی ایذا پر صبر کرتے ہین اور جنبش نہین کرتے اور جب جماہی لے تو اپنے ہاتھ کو منھ پر رکھنے کا مضایقہ نہین بلکہ ہاتھ کا رکھنا بہتر ہی اور اگر نماز مین چھینک آوے تو الحمد للہ اپنے دل مین کہہ لے زبان نہ ہلاوے اور اگر ڈکار لے

تو چاہیئے کہ اپنا سر آسمان کی طرف کو نہ اُٹھاوے اور اگر چادر لٹک جاوے تو اُسکو برابر نہ کرنا چاہیئے اور یہی حال عمامہ کے کنارون کا ہی غرض اس قسم کے سب فعل مکروہ ہین بدون ضرورت کے نہ کرنے چاہیئین **مسئلہ** جوتیون سمیت نماز پڑھنی درست وجائز ہی اگرچہ اُن کا نکالنا سہل ہو اور موزون سے جو نماز درست ہی تو یہ نہین کہ اُنکے نکالنے کی دقت کی وجہ سے اجازت دی گئی ہو بلکہ یہ نجاست معاف ہی اور یہی حال پائتابون کا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیون کے ساتھ نماز پڑھی پھر اُنکو نکال دیا تو صحابہ نے بھی اپنی جوتیان نکال ڈالین نماز کے بعد آپ نے اُن سے پوچھا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اُتارین اُنھون نے عرض کیا کہ ہمنے آپ کو دیکھا کہ جوتیان اُتاردین تو ہمنے بھی اُتاردین آپنے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھکو خبر دی کہ ان مین نجاست ہی اس لیے مین نے اُتاردین پس جب کوئی تم مین سے سجد مین قصد کرے تو چاہیئے کہ جوتیون کو لوٹ کر دیکھے اگر اُن مین کچھ نجاست پاوے تو اُنکو زمین سے رگڑدے اور اُن سے نماز پڑھے اور بعضون نے فرمایا ہی کہ جوتیون سے نماز پڑھنی افضل ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اُتارین اور یہ قول اُن بزرگ کا مبالغہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اسلیے نہین پوچھا کہ ترک افضل کیون کیا بلکہ اسلیے استفسار فرمایا تھا کہ اُنکے سامنے اپنی جوتیان اُتارنے کا سبب بیان فرماوین کہ اُنھون نے آپ ہی کی موافقت کے باعث اُتارین تھین اور عبداللہ بن السائبؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیان نکال کر بھی نماز پڑھی ہی اسلیے معلوم ہوا کہ دونون باتین آپ نے کی ہین پس جو کوئی اپنی جوتیان نکالے تو چاہیئے کہ اپنے دہنے اور بائین طرف نہ رکھے کہ اس سے جگہ تنگ ہوگی اور جماعت ٹوٹے گی بلکہ انکو اپنے سامنے رکھے اور پیچھے بھی نہ رکھے ورنہ دل کا التفات اُس طرف رہیگا اور کیا عجب ہی کہ جو لوگ جوتیون سمیت نماز کو افضل کہتے ہین وہ اسی لحاظ سے کہتے ہون کہ نکالنے کی صورت مین دل کا التفات اُنکی طرف رہیگا حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جب کوئی نماز پڑھے تو چاہیئے کہ اپنی جوتیان ٹانگون کے بیچ مین کرلے۔ اور حضرت ابوہریرہ نے ایک شخص کو فرمایا کہ ان کو اپنی ٹانگون کے درمیان کرلو اور ان سے کسی مسلمان کو تکلیف مت دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اپنی بائین طرف رکھ لیا تھا اور آپ امام تھے تو امام کو جائز ہی کہ وہ بائین طرف رکھے کیونکہ اُسکے برابر تو کوئی کھڑا ہی نہوگا کہ اُسکو تکلیف ہو اور بہتر یہ ہی کہ اُنکو دونون قدمون کے بیچ مین نہ رکھے کہ اُسکا دھیان بانٹین بلکہ قدمون کے آگے رکھے اور غالباً یہی مراد اس حدیث سے ہی جو اوپر مذکور ہوئی کہ جوتیان ٹانگون کے بیچ مین رکھے یعنی قدمون کے آگے رکھے اُنکے بیچ مین نہ رکھے حضرت جبیر بن مطعم نے فرمایا ہی کہ آدمی کا جوتیون کو قدمون کے بیچ مین رکھنا بدعت ہی **مسئلہ** جب نماز مین تھوک دے تو نماز باطل نہ ہوگی اسلیے کہ تھوڑا فعل ہی اور جب تک کہ تھوکنے سے آواز نہ پیدا ہوگی اُسکو کلام مین شمار نہ کرینگے علاوہ ازین کلام کے حروف کی طرح پر تھوکنے کی آواز ہوتی بھی نہین مگر پھر بھی تھوکنا مکروہ ہی اُس سے احتراز کیا جاوے مگر جس طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہی اُسطرح تھوکے تو مکروہ نہین چنانچہ کسی صحابی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین تھوک دیکھا تو نہایت غصہ ہوے پھر اُسکو ایک شاخ خرما سے جو آپکے ہاتھ مین تھی کھرچا اور فرمایا کہ تھوڑی زعفران لاؤ پس تھوک کے نشان پر زعفران لگادی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم مین سے کون پسند کرتا ہی کہ اُسکے منھ پر تھوکا جاوے لوگون نے عرض کیا کہ یہ امر کوئی نہین پسند کرتا آپنے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی نماز مین داخل ہوتا ہی تو اللہ تعالی اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہی اور بعض روایت مین یہ ہی کہ خدا تعالی اُسکے منھ کے سامنے ہوتا ہی تو اپنے منھ کے سامنے تھوکنا نہ چاہیئے اور نہ دہنی

طرف کو تھوکے بلکہ بائین طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوک دے (یعنی جب مسجد مین نماز نہ پڑھتا ہو اور جگہ پڑھتا ہو) اور اگر کوئی ایسی ہی ضرورت
آپڑے تو چاہیے کہ اپنے کپڑے مین تھوکے اور اُسکو یون کر ڈالے یعنی آپ نے کپڑے کو ملکر فرمادیا کہ ایسے ملدے **مسئلہ** مقتدی کے کھڑے ہونے کے لیے سنت اور
فرض ہے سنت یہ ہے کہ ایک مقتدی ہو تو امام کی دہنی طرف تھوڑا اس سے ہٹکر کھڑا ہو اور اکیلی عورت امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر امام کے برابر
کھڑی ہو جاوے تب بھی ضرر نہین مگر خلاف سنت ہے اور اگر مقتدی مرد بھی ہو تو مرد امام کے دہنی طرف کھڑا ہو اور عورت اُسکے پیچھے کھڑی ہو
اور اکیلا آدمی صف کے پیچھے نہ کھڑا ہو بلکہ یا صف مین شامل ہو جاوے یا اپنے برابر کسی کو کھینچ لے اور اگر اکیلا ہی کھڑا رہا تو اُسکی نماز کراہت کے
ساتھ درست ہوگی - اور مقتدی کے کھڑے ہونے مین فرض صف کا ملا رہنا ہے یعنی مقتدی اور امام مین کوئی رابطہ جامع ہونا چاہیے کہ جماعت
پڑھتے ہین جسکے معنی ساتھ ہونے کے ہین تو دونون مین جمعیت کا مضمون رہے پس اگر دونون ایک مسجد مین ہون تو مسجد دونون کی جامع ہے
اسلیے کہ وہ اکٹھا کرنے ہی کو بنی ہے تو اب حاجت صف کے اتصال کی نہین بل اتنا چاہیے کہ امام کے افعال کو پہچانے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضہ
نے مسجد کی پشت پر امام کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور جب کہ مقتدی مسجد کے صحن مین ہو جو راستے مین پڑتا ہے یا جنگل مین امام اور مقتدی دونون ہون
اور دونون کے بیچ مین کسی عمارت کی آڑ نہو تو مقتدی کا قریب ہونا امام سے ایک تیر کے پلے کی مقدار کافی ہے کیونکہ ایک کا فعل دوسرے کو
معلوم ہو سکتا ہے - مگر جس صورت مین کہ مقتدی مسجد کے دہنے یا بائین طرف کے مکان کے صحن مین ہو اور اُس مکان کا دروازہ مسجد سے لگا ہوا ہو
تو اس مین یہ شرط ہے کہ مسجد کی صف ہوتے ہوتے اُس مکان کی ڈیوڑھی مین سے ہو کر صحن تک جاوے بیچ مین سے جدا نہو تو اب اُس صف مین
یا اسکی پچھلی صف مین جو مقتدی ہوگا اُسکی نماز ہو جاویگی اور جو شخص اس صف سے آگے ہوگا اُس کی نماز نہوگی غرض کہ مختلف عمارتون کا سب کا
یہی حال ہے اور اگر ایک ہی عمارت یا میدان وسیع ہو تو اُسکا حال مثل جنگل کے ہے **مسئلہ** مسبوق جو امام کے ساتھ پچھلی رکعتون مین ملتا ہے وہ اُسکی
شروع نماز ہوتی ہے پس چاہیے کہ امام کی موافقت کرے اور اس نماز پر اپنی باقی نماز بنا کرے اور صبح کی نماز مین اپنی نماز کے آخر مین قنوت پڑھے
اگرچہ امام کے ساتھ پڑھ لیا ہو اور اگر امام کے ساتھ مین کسی قدر قیام ملے تو دعا نہ پڑھے بلکہ الحمد آہستہ پڑھنا شروع کردے پھر الحمد پوری نہین پڑھی
تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اگر یہ جانے کہ امام کے ساتھ قومہ مین ملجاویگا تو تمام پڑھلے اور اگر یہ نہو سکے تو امام کے ساتھ رکوع مین شریک ہو جاوے
اور تھوڑی سی الحمد جو پڑھی ہے اُسی کو کل کا حکم ہوگا اور باقی بسبب پیچھے ملنے کے ساقط ہو جاویگی اور اگر امام نے رکوع کیا اور مقتدی سورت
پڑھتا ہے تو سورت کو چھوڑ کر امام کی متابعت کرے اور اگر امام کو سجدہ مین خواہ تشہد مین پاوے تو تکبیر تحریمہ کہکر بیٹھ جاوے دوبارہ اللہ اکبر نہ کہے
بخلاف اس صورت کے کہ امام کو رکوع مین پاوے کہ یہان تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر رکوع مین جھکنے کے لیے کہے اسلیے کہ تکبیرین اصلی انتقالات
کے لیے ہین اور رکوع مین جانا تو محسوب ہے اسکے باعث رکعت ملجاتی ہے اسلیے اسکی تکبیر کہنی چاہیئے اور جو انتقال کہ امام کی جہت سے کرنا پڑے حالانکہ
اکیلا ہونے مین اُسوقت نہ کرتا تو ایسے امر کے لیے تکبیر کہنی بے موقع ہوگی اور رکعت مقتدی کو جب ہی تک ملیگی کہ امام کے رکوع کی حد مین ہوتے
ہوئے یہ بھی رکوع اطمینان سے کرے اگر رکوع مین اچھی طرح نہین جانے پایا تھا کہ امام رکوع کرنے والون کی حد سے نکل گیا تو اسکی رکعت فوت ہوگئی
مسئلہ جس شخص کی ظہر قضا ہوگئی اور عصر کا وقت آگیا تو اول ظہر پڑھے پھر عصر لیکن اگر عصر کو اول پڑھیگا تب بھی کافی ہے مگر تارک اولیٰ ہوگا اور
شبہہ خلاف مین داخل پھر اگر عصر کی جماعت ملجائے تو اول عصر ہی پڑھے اور اُسکے بعد ظہر ادا کرے کیونکہ ادا نماز کے لیے جماعت ہی بہتر ہے پس

اگر اول وقت مین تنہا نماز پڑھ لی پھر جماعت ملگئی تو جماعت مین نماز وقت کی نیت کرکے شامل ہوجاوے اللہ تعالی جونسی ان دونون مین سے چاہیگا
اُسکے حق مین محسوب فرماویگا اور اگر جماعت مین قضا یا نفل کی نیت کرے تب بھی درست ہی۔ اور اگر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی پھر دوسری جماعت
ملگئی تو اس جماعت مین قضا یا نفل کی نیت سے شریک ہو کیونکہ نماز وقتی جو جماعت کے ساتھ ادا ہوچکی ہی اُسکو دوبارہ ادا کرنے کا کوئی سبب
نہین اول صورت مین ثواب جماعت ملنے کا احتمال تھا وہ بھی یہان نہین رہا **مسئلہ** جو شخص نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر نجاست دیکھے تو
مستحب ہی کہ نماز کو دوبارہ پڑھے مگر دوبارہ پڑھنا لازم نہین ہی اور اگر عین نماز پڑھنے مین یہ صورت ہو تو کپڑا نجس الگ کردے اور نماز پوری کرے
اور از سر نو پڑھنا مستحب ہی اور اصل اس باب مین قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیان اُتارنے کا ہی کہ جب آپکو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
خبر دی کہ اُنمین نجاست ہی تو آپ نے جوتیان اُتار ڈالین اور نماز کو از سر نو نہین پڑھا **مسئلہ** جو شخص تشہد اول یا قنوت یا اول قعدہ مین
درود چھوڑ دے یا بھول کر کوئی ایسا کام کرے کہ اگر جانکر کرتا تو اُس سے نماز باطل ہوجاتی یا شک کرے کہ نہ معلوم تین رکعتین پڑھی ہین یا چار
تو وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور دو سجدہ سہو کے سلام سے پیشتر کرے اور اگر بھول جاوے تو سلام کے بعد اگر قریب ہی یاد آجاوین کرے پس
اگر بعد سلام کے سجدہ سہو کیا اور بے وضو ہوگیا تو نماز باطل ہوجاویگی کیونکہ سلام کے بعد جب اُسنے سجدہ کیا تو گویا سلام کو بھول مین داخل کردیا کہ
بے موقع ہوگیا اُس سے نماز پوری نہوئی اور نماز مین پھر سے مشغول ہوگیا اسی جہت سے بے وضو ہونا نماز کے اندر واقع ہوا اور پہلا سلام
بے محل ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو کے بعد پھر نئے سرے سے سلام کی ضرورت ہوتی ہی پس اگر سجدہ سہو بھولے سے نکلنے کے بعد بہت دیر پر یاد آوے تو
آپ تدارک نہین ہوسکتا **مسئلہ** نماز کی نیت مین وسوسہ کرنے کا سبب یا تو عقل کی خرابی ہی یا شریعت سے جاہل ہونا اسلیے کہ اللہ تعالے
کے حکم کو ماننا ایسا ہی ہی جیسا اُسکے غیر کے حکم کو ماننا اور قصد کے اعتبار سے جیسے اُسکی تعظیم ویسی ہی غیر کی تعظیم ہی مثلاً اگر کسی شخص پر کوئی
عالم داخل ہوا اور وہ اُسکے لیے کھڑا ہوجاوے تو اسوقت اگر یہ کہے کہ نیت کرتا ہون سیدھا کھڑے ہونے کی اس عالم فاضل کی تعظیم کو اُسکے فضل کی جہت سے
اُسکے آنے کے ساتھ ہی اپنا منھ اُسکی طرف کرے تو ظاہر ہی کہ یہ شخص کم عقل ہوگا بلکہ جب عالم کو دیکھا اور اُسکے فضل کو جانتا ہی پس اسوقت اُسمین اُسکی
تعظیم کا سبب پیدا ہوا اور اسکو کھڑا کردیا تو تعظیم کرنے والا ہوگا بشرطیکہ اور کسی کام کو یا غفلت مین نہ اُٹھا ہو اور نماز کی نیت مین جو ظہر کا ہونا اور ادا اور فرض کا
ہونا امتثال امر کے باب مین شرط ہی وہ ایسا ہی ہی جیسے آنے والے کے لیے آتے ہی کھڑا ہونا اور اُسکی طرف منھ کرنا اور کسی باعث کا نہونا اور اس کھڑے ہونے سے اُسکی
تعظیم کا قصد کرنا ہی تاکہ واقع مین تعظیم ہو کیونکہ اگر مثلاً اُسکی طرف کو پشت پھیر کر کھڑا ہوگا یا ٹھہرا رہیگا اور دیر کے بعد کھڑا ہوگا تو تعظیم کرنیوالا نہوگا پھر ان صفات کا معلوم
اور مقصود ہونا ضروری ہی اور نفس مین اُنکا حاضر ہونا ایک لحظہ مین طول نہین چاہتا بلکہ طول اس مین ہوتا ہی کہ ایسے الفاظ کو مرتب کیا جاوے جو ان صفات پر دال
ہون خواہ زبان سے ادا کیے جاوین یا دل مین سوچے جاوین غرض جو شخص نماز کی نیت اسطرح پر نہین سمجھتا وہ گویا نیت ہی کو نہین سمجھتا کیونکہ نیت مین صرف
اتنی ہی بات ہی کہ جب آدمی کو نماز کیوقت نماز کے لیے بلایا گیا اُسنے امتثال امر کیا اور کھڑا ہوگیا اب وسوسہ کرنا جہالت محض ہی کیونکہ یہ مقصود اور یہ علوم نفس مین ایک ہی
حالت مین اکٹھے ہوجاتے ہین انکے افراد کی تفصیل ذہن مین اسطرح نہین ہوتی کہ نفس اُن کو دیکھے اور سوچے اور نفس مین چیز کا حاضر ہونا اور چیز ہی اور فکر سے
اُسکی تفصیل جاننی اور بات ہی اور حاضر ہونا غیبت اور غفلت کے مقابل ہی گو حضوری مفصل طور پر نہو مثلاً جو شخص حادث کو جانتا ہی تو وہ اُسکو ایک ہی حالت مین جانیگا
حالانکہ حادث کا جاننا متضمن بہت سے علوم کو ہی جو حاضر ہین گو مفصل نہین یعنی جو حادث کو جانیگا وہ موجود اور معدوم اور پہلے ہونے اور پیچھے ہونے اور زمانے کو

بھی جانیگا اور اس بات کو بھی جانیگا کہ عدم کو تقدم ہوتا ہے اور وجود کو تاخر پس ان باتوں کو جاننا حادث کے جاننے میں متضمن ہے اسوجہ سے کہ حادث کا جاننے والا اگر اور بات کو نجانے اور اس سے اگر سوال کیا جاوے کہ بھلا تمنے کبھی تقدم یا تاخر یا عدم یا وجود کو یا عدم کے تقدم یا وجود کے تاخر یا زمانے کو جو متقدم اور متاخر ہوتا ہے معلوم کیا ہے اور وہ کہے کہ میں نے کبھی نہیں جانا تو وہ جھوٹا ہوگا اور اسکا یہ کہنا اسکے مخالف پڑیگا کہ میں حادث کو جانتا ہوں اسی قبیل کے نجاننے سے وسواس ابھرتا ہے کہ وسواسی اپنے نفس پر زور دیکر چاہتا ہے کہ اپنے دل میں ظہر ہونے اور ادا ہونے اور فرض ہونے کو ایک حالت میں حاضر کرے پھر اسکی تفصیل الفاظ سے کرے اور خود اس تفصیل کو دیکھے اور یہ بات ہو نہیں سکتی اگر بالفرض اس بات کی تکلیف اپنے نفس پر عالم کے لیے کھڑے ہونے کے باب میں کریگا تو دشوار ہوگا غرض کہ اس حال کے جاننے سے وسوسہ دور ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری نیت کے باب میں اسی طرح ہے جیسے غیر کے امر کی فرمانبرداری ہوتی ہے پھر ہم تسہیل اور رخصت کے طور پر اتنی بات اور کہتے ہیں کہ اگر وسواسی نیت اسی کا نام سمجھتا ہے کہ یہ ساری باتیں مفصل حاضر کرنے سے ہونگی اور اسکے نفس میں امتثال یکبارگی صورت نہیں پکڑتا تو اگر اثنائے تکبیر میں دل سے آخر تک ان امور میں سے کسی قدر کو حاضر کر لیگا اسطرح کہ تکبیر کے پورا ہونے پر نیت حاصل ہو جاوے تو بھی اسکو کافی ہوگا ہم اسکو تکلیف نہیں دیتے کہ ساری باتیں تکبیر کے اول میں یا آخر میں جمع کرے کیونکہ یہ تکلیف حد سے تجاوز ہے اگر اسکا حکم ہوتا تو پہلے لوگوں سے اسکی پرسش ہوتی اور صحابہ رضی سے کوئی نیت میں وسوسہ کرتا پس اسکے حال سے سوال نہونا اور صحابہ کا وسوسہ نکرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسکا منشا سہولت پر ہے اسی جہت سے وسواسی کو جسطرح پر نیت میسر ہو جاوے اسپر قناعت کرے تاکہ اسکا عادی ہو جاوے اور وسوسہ دور ہو اور اپنے نفس سے اسکی تحقیق کی طلب نہ کرے کہ تحقیق سے وسوسہ بڑھا دیتی ہے اور ہمنے تحقیق کی چند وجہیں فتاوی میں ان علوم اور قصدوں کی تفصیل کے باب میں جو نیت سے متعلق ہیں ذکر کی ہیں انکے دریافت کرنے کی حاجت علما کو ہوتی ہے عوام کو تو اکثر انکا استحضار ضرر کرتا ہے اور وسوسہ زیادہ کرتا ہے اسی جہت سے یہاں نہیں لکھی **مسئلہ** مقتدی کو امام سے آگے ہونا رکوع اور سجدہ اور ان دونوں سے اٹھنے کی حالت میں اور تمام اعمال میں نہیں چاہیے اور یہ مناسب ہے کہ اسکے ساتھ ہی یہ اعمال بجا لاوے بلکہ اسکی تبعیت کرے اور پیچھے پیچھے ارکان ادا کرے کیونکہ اقتدا کے معنی یہی ہیں اور اگر امام کے برابر ہی عمداً یہ اعمال کریگا تو بھی باطل نہوگی جیسے کھڑے ہونے میں امام کے برابر کھڑا ہو جاوے اس سے پیچھے ہٹکر نہ کھڑا ہو پس اگر امام سے ایک رکن آگے ہو جاوے تو اسکی نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے اگر قریب بصواب یہی ہے کہ باطل ہونے کا حکم کیا جاوے کہ اسکی ایسی صورت ہوگی جیسا کھڑے ہونے میں امام سے آگے بڑھکر کھڑا ہو بلکہ اسمیں بطریق اولی نماز باطل ہونی چاہیے کیونکہ جماعت میں اقتدا فعل کا ہوتا ہے نہ کھڑے ہونے کا تو تبعیت فعل میں زیادہ ضروری ٹھہری اور مکان میں آگے نہ بڑھنے کی شرط بھی اسی لیے ہے کہ فعل میں پیروی سہل ہو جاوے اور صورت تبعیت کی پائی جاوے کہ مقتدی کو مناسب یہی ہے کہ آگے ہو اور جو شخص امام سے فعل میں پیش جاوے تو ظاہر ہے کہ بدون سہو کے اور کوئی وجہ اسکی نہیں ہو سکتی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں سخت تہدید فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار اور امام سے ایک رکن سے پیچھے رہنا نماز کو باطل نہیں کرتا مثلاً امام قومہ میں گیا اور مقتدی نے ابھی رکوع بھی نہیں کیا لیکن اس درجہ کا پیچھے رہنا مکروہ ہے پس اگر امام اپنی پیشانی زمین پر رکھدے اور یہ مقتدی ابھی رکوع کرنیوالوں کی حد کو نہ پہونچا ہو تو اسکی نماز باطل ہو جاویگی اور اسیطرح اگر امام نے دوسرے سجدہ کو سر رکھدیا ہو اور مقتدی نے پہلا سجدہ بھی ابھی نہ کیا ہو تو نماز باطل ہوگی **مسئلہ** جو شخص نماز میں حاضر ہو تو اسپر حق ہے کہ اگر دوسرے شخص کی نماز میں کچھ برائی دیکھے تو چاہیے کہ اسکو تغیر کردے اور انکار کرے کہ اسطرح نہیں ہے اور اگر کسی جاہل سے سرزد ہو تو اسپر نرمی کرے اور اسکو سکھلاوے مثلاً صفوں کا برابر کرنا اور اکیلے آدمی کو تنہا صف کے پیچھے کھڑا ہونے سے منع کرنا اور جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاوے اسپر انکار کرنا اور اسکے

بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

سوا اور باتین ہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خرابی ہی عالم کو جاہل سے کہ اُسکو تعلیم نہین کرتا اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ جو شخص کسی کو دیکھے کہ نماز کو بُری طرح پڑھتا ہی اور اُسکو منع نہ کرے تو وہ بھی اُسکے گناہ مین اُسکا شریک ہی اور بلال بن سعد نے کہا ہی کہ قصور جب پوشیدہ کیا جاتا ہی تو بجز اپنے مرتکب کے اور کسی کا ضرر نہین کرتا اور جب ظاہر کیا جاتا ہی اور اُسکی کوئی اصلاح نہین کرتا تو اُسکا نقصان عام ہوجاتا ہی اور حدیث[۲] مین ہی کہ حضرت بلالؓ صفون کو برابر کیا کرتے اور لوگون کی کونچون پر دُرّہ مارتے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ نماز مین اپنے بھائیون کو دیکھا کرو جب اُنکو نہ پاؤ تو اگر بیمار ہون اُنکی عیادت کرو اور اگر تندرست ہون تو عتاب کرو یعنی جماعت کے چھوڑنے پر ملامت کرو اور اس باب مین تساہل کرنا نہ چاہیے کہ پہلے لوگ اس مین مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ بعض آدمی جماعت کے چھوڑنے والون کے دروازہ تک جنازہ لیجاتے تھے اس بات کے جتانے کو کہ مردہ ہو تو جماعت سے پیچھے رہنے زندہ کو بیٹھ رہنا نہ چاہیے اور جو شخص مسجد مین داخل ہو تو چاہیے کہ صف کی دہنی جانب قصد کرے اور اسی وجہ سے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین دہنی جانب پر لوگ اس کثرت سے ہوتے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ بائین طرف بالکل چھوٹ گئی آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کی بائین جانب کو معمور کرے اُسکو دو برابر ثواب ہوگا۔ اور جب صف مین لڑکا نابالغ دیکھے اور اپنے لیے جگہ نہو تو جائز ہی کہ لڑکے کو صف سے علیحدہ کرکے آپ اُسکی جگہ کھڑا ہوجائے یہی بیان اُن مسائل کا جن مین لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہین اور متفرق نمازون کے احکام باب لاور دمین انشاء اللہ عنقریب مذکور ہونگے

ساتوین فصل نفل نمازون کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ فرض نمازون کے سوا اور نمازونکی تین قسمین ہین **اول** سنت **دوم** مستحب **سوم** تطوع سنت نماز سے ہماری مراد یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسپر مواظبت منقول ہو جیسے نمازونکے بعد کی سنتین اور نماز چاشت اور وتر اور تہجد وغیرہ مین کیونکہ سنت طریق مسلوک کو کہتے ہین تو جسطریق پر آپ ہمیشہ چلے ہونگے وہی سنت ہوگا اور مستحب سے ہماری غرض یہ ہی کہ حدیث مین اُسکی بزرگی آئی ہو مگر آپ سے اُنکا ہمیشہ پڑھنا منقول نہو جیسا کہ اُنکا ذکر روزانہ اور شبانہ ہفتہ کی نمازون مین ہم عنقریب لکھتے ہین یا جیسے گھر سے نکلنے کے وقت اور اُسمین آنے کے وقت کی نماز وغیرہ ہین اور تطوع سے ہماری مراد یہ ہی کہ جو نمازین اُن دونون کے سوا ہون یعنی خاص اُنکے لیے کوئی خبر نہین ہی مگر بندہ نے خدا تعالی کی مناجات مین راغب ہوکر نماز سنت جسکی مطلق فضیلت شریعت مین وارد ہی تبرع اور سلوک کیا اور تطوع تبرع کو کہتے ہین تو گویا بندہ نماز تطوع سے تبرع کرتا ہی کہ اُسکی طرف بلایا نہین گیا اگرچہ مطلق نماز کی طرف بلایا گیا ہی اور ان تینون قسمون کو نفل اس جہت سے کہتے ہین کہ نفل کے معنی زیادتی کے ہین اور ظاہر ہی کہ یہ سب فرضون سے زیادہ ہین اور ان مقاصد کے جتانے کے لیے ہمنے نفل اور سنت اور مستحب اور تطوع کی اصطلاح مقرر کرلی اور جو کوئی اس اصطلاح کو بدلڈالے تو اُسپر کچھ اعتراض نہین کیونکہ مقاصد کے سمجھنے کے بعد لفظون سے کچھ غرض نہین اور ان قسمون مین سے ہر ایک قسم کے درجات اُسی قدر فضل مین مختلف ہین جسقدر کہ اخبار و آثار جنسے اُنکا فضل معلوم ہوتا ہی اُنکے باب مین وارد ہین اور جسقدر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مواظبت فرمائی ہی اور جسقدر کہ اُنکے باب مین حدیثین صحیح اور مشہور ہین اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جماعتون کی سنتین تنہائی کی سنتون سے افضل ہین اور جماعت کی سنتون مین سب سے افضل عید کی نماز ہی پھر گہن کی نماز پھر طلب باران کی نماز ہی اور تنہائی کی سنتون مین سے افضل وتر ہی پھر فجر کی دونون سنتین پھر اُنکے بعد اور سنتین مؤکد علی حسب مراتب ہین اور واضح ہو کہ نوافل اپنے متعلقات کی جہت سے دو قسم پر ہین اول جو اسباب سے متعلق ہون جیسے کسوف اور استسقا ہین دوسرے وہ جو متعلق اوقات سے ہون اور اس قسم کی تین قسمین ہین اسطرح کہ یا دن رات کے مکرر ہونے سے وہ مکرر ہوتی ہی یا ہفتہ کے دوبارہ آنے سے یا سال کے مکرر ہونے سے پس سب قسمین نفلون کی چار ہوئین ان کو جدا جدا لکھا جاتا ہی **قسم اول** جو دن رات کے ہونے سے ہوتی ہین وہ آٹھ ہین پانچ تو نماز پنجگانہ کی سنتین ہین اور تین اُنکے سوا یعنی نماز چاشت اور مغرب اور عشاء کے درمیان کی نفلین اور تہجد **اول** صبح

ح ۱۲۔ صاحب مسند الفردوس بروایت انس بسند ضعیف ۱۲
ح ۲۳ اس کی سند [illegible]
[illegible]

کی سنتین ہین اور وہ دو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا اور اُن کا وقت صبح صادق ہونے سے شروع ہو جاتا ہی اور وہ صبح کنارون کیطرف کو پھیلی ہوئی ہوتی ہی نہ لمبی اور شروع مین اسکا معلوم کرنا مشکل ہی مگر اسطرح ہو سکتا ہی کہ چاند کی منزلین سیکھے یا ستارون کے دیکھنے سے جان لے کہ فلان وقت جب ستارہ فلان اسجگہ آوے گا تو صبح ہو جاویگی اور چاند سے مہینے مین دو بار پہچان ہو سکتی ہی کیونکہ چھبیسوین شب کو چاند صبح صادق کے ساتھ نکلتا ہی اور بارھوین شب کو چاند کے غروب ہونے کے ساتھ اکثر صبح ہو جاتی ہی اور ان دونون باتون مین کبھی بعض برجون مین فرق بھی پڑ جاتا ہی اور شرح اسکی طویل ہی اور منازل قمر کا سیکھنا طالب آخرت کے لیے ضروریات مین سے ہی تاکہ اس سے راتکے وقتون کی مقدار اور صبح صادق کو پہچانے اور جب صبح کے فرضون کا وقت نہین رہتا تبھی سنتون کا وقت بھی جاتا رہتا ہی یعنی آفتاب کے نکلنے پر انکا وقت نہین رہتا مگر مسنون یہ ہی کہ انکو فرضون سے پہلے ادا کرے پس اگر مسجد مین آوے اور نماز کی تکبیر ہو گئی ہو تو فرضون مین مشغول ہو جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ پھر نماز سے فارغ ہو کر کھڑا ہو جاوے اور سنتون کو پڑھ لے اور صحیح یہ ہی کہ سنتین جبتک آفتاب نکلے پیشتر واقع ہون تبتک ادا ہی ہونگی اسلیے کہ وہ وقت مین فرضون کی تابع ہین اور انکو پہلے فرضون سے پڑھنا اور فرضون کو بعد کو پڑھنا سنت ہی بشرطیکہ نماز جماعت نہ پاوے اور جب جماعت موجود ہو تو ترتیب بدل جاتی ہی فرضون کو اول پڑھتے ہین اور سنتون کو پیچھے غرضکہ ادا ہی ہوتی ہین اور مستحب یہ ہی کہ سنتون کو گھر پر مختصر پڑھ لے پھر مسجد مین داخل ہو کر دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھے پھر بیٹھ جاوے اور فرض پڑھنے تک کوئی نماز نہ پڑھے اور صبح سے لیکر آفتاب کے نکلنے تک مستحب یہ ہی کہ ذکر اور فکر مین لگا رہے اور صرف فجر کی سنتون اور فرضون پر کفایت کرے **دوسری ظہر کی سنتین ہین** چھ رکعتین ہین دو بعد فرضون کے اور چار پہلے اور بعد کی دونون سنت مؤکدہ ہین اور پہلے کی چار بھی سنت ہین مگر انکی نسبت کم ہین حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ جو شخص چار رکعتین آفتاب کے ڈھلنے کے بعد پڑھے اور انکی قرأت اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرے تو اسکے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہین اور رات تک اسکے لیے دعا مغفرت کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعتین کبھی نہین چھوڑتے تھے اور اُن کو لمبی پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ دروازے آسمان کے اس ساعت مین کھلتے ہین تو مین پسند کرتا ہون کہ میرا کوئی عمل اُن مین کو اوپر جاوے اس حدیث کو ابوایوب انصاریؓ نے روایت کیا اور راوی اسکے صرف وہی ہین۔ اور اس مضمون پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہی جو ام المومنین ام حبیبہؓ نے روایت کی ہی کہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی دن مین بارہ رکعتین فرضون کے سوا پڑھے اسکے لیے ایک مکان جنت مین بنایا جاویگا دو رکعتین فجر کے پیشتر اور چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک دن مین دس رکعتین یاد کی ہین اور تفصیل اسیطرح کی جو ام المومنین ام حبیبہ نے بیان کی تھی مگر فجر کی دو رکعتون مین فرمایا کہ یہ وقت ایسا تھا کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ جاتا مگر مجھسے میری بہن ام المومنین حفصہؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین دو رکعتین پڑھتے تھے پھر نکلتے تھے اور حضرت ابن عمر نے اپنی حدیث مین ظہر سے پہلے دو رکعتین کہی ہین اور عشاء کے بعد دو رکعتین بیان کی ہین اس صورت مین ظہر سے

پہلے کی دو رکعتین منجملہ چار کے زیادہ مؤکد ہوگئین اوران رکعتون کا وقت آفتاب کے زوال پر آجاتا ہی اور زوال کی پہچان یہ ہی کہ سیدھے کھڑے ہوئے آدمی کا سایہ پورب کی طرف کو جھکتا ہوا ہو اسلیے کہ آفتاب کے نکلنے کے وقت سایہ آدمی کا مغرب کیطرف بہت لمبا ہوتا ہی پھر آفتاب و نچا ہوتا جاتا ہی اور سایہ کم ہوتا جاتا ہی اور مشرق کی طرف پھرتا جاتا ہی یہانتک کہ آفتاب اپنے منتہاے بلندی پر یعنی نصف النہار کے قوس پر پہونچ جاتا ہی اور اسوقت تک سایہ بھی جتنا کم ہونا تھا کم ہو چکتا ہی جب نصف النہار سے آفتاب ڈھلتا ہی تو سایہ پھر بڑھنا شروع ہوتا ہی پس جسوقت سے کہ سایے کا بڑھ جانا آنکھ سے بھی معلوم ہونے لگے اسی وقت سے ظہر کا وقت آجاتا ہی اور یہ بات قطعًا معلوم ہی کہ زوال خداتعالی کے علم مین اسوقت سے پیشتر ہو چکا مگر چونکہ احکام شرعی انھین چیزون پر وابستہ ہوتے ہین جو محسوس ہون اسلیے زوال اسی وقت سے کہینگے جب محسوس ہوجاوے اور جو مقدار سایہ کی آفتاب کے نصف النہار پر ہونیکے وقت ہوتی ہی اور جہان سے کہ سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہی وہ جاڑون مین لمبی ہوتی ہی اور گرمیون مین چھوٹی اور اسکے بڑے سے بڑے ہونیکی غایت یہ ہی کہ آفتاب برج جدی کی ابتدا پر پہونچ جاوے اور چھوٹے سے چھوٹے ہونے کی غایت یہ ہی کہ برج سرطان کے شروع پر پہونچ جاوے اور یہ بات قدمون اور میزانون سے پہچانی جاتی ہی اور طریق قریب بہ تحقیق زوال کے معلوم کرنے کا درصورتیکہ کوئی اچھی طرح اسکو لحاظ رکھے یہ ہی کہ رات کو قطب شمالی یعنی ستارۂ قطب کو دیکھے اور ایک تختہ مربع زمین پر برابر رکھے اسطرح کہ اسکا ایک ضلع قطب کی جانب ایسا ہو کہ اگر بالفرض قطب سے ایک کنکر زمین پر چھوڑین اور جس جگہ وہ کنکر زمین پر گرے وہان سے ایک خط مستقیم اس ضلع تک گذرتا ہوا فرض کرین تو یہ خط ضلع مذکور پر دو قائمے بناوے یعنی خط مذکور ضلع مسطور کے کسی سمت کی طرف جھکتا ہوا نہو اور جس نقطہ پر ضلع شمالی کے وہ خط مفروض گذرتا ہوا معلوم ہو اسی کے مطابق خط مستقیم مثلاً اب تختہ کے ضلع شمالی سے جنوبی ضلع تک کھینچ دیا جاوے اور اس جگہ ایک عمود تختہ پر نقطہ ۵ سے جو خط جنوبی مین خط مستقیم کے ملنے سے پیدا ہوا ہی قائم کرین اور فرض کرو کہ ضلع غربی تختہ کا شکل ذیل مین ا ہی تو اول روز مین سایہ اس عمود کا مغرب کی طرف ضلع ا کی طرف کو مائل ہوگا پھر دوپہر تک کم ہوتا اور شمال کی طرف کو ہٹتا رہیگا یہانتک کہ خط ب پر منطبق ہوجاوے اسطرح کہ اگر اسکو شمال کی جانب بڑھادین تو جس نقطہ پر قطب سے کنکر گرا ہوا فرض کیا تھا اسپر پہونچ جاوے اور یہ سایہ اسوقت ضلع شرقی اور مغربی تختہ کے موازی ہوتا ہی کسی کیطرف کو مائل نہین ہوتا ہی اور اسوقت مین آفتاب منتہاے بلندی پر ہوتا ہی پس جب سایہ خط ب سے شرق کی جانب کو جھکتا ہی تو آفتاب ڈھلچا تا ہی اور یہ بات ٹھیک ایسے وقت مین معلوم ہونے لگتی ہی جو زوال حقیقی سے قریب ہی ہوتا ہی پھر دوپہر کو جس جگہ سایہ ہو وہان خط اب پر ایک نشان کردیا جاوے پس جب سایہ عمود کا اتنا ہوجاوے کہ عمود مذکور اور اس زوال کے وقت کے سایہ کے برابر ہو یعنی سواے سایہ دوپہر کے ایک مثل ہوجاوے تو وقت عصر کا آجاتا ہی پس اسقدر زوال کے جاننے کے لیے معلوم کرنے کا مضائقہ نہین مترجم کہتا ہی کہ سہل طریق زوال کے دریافت کا دائرۂ ہندی ہی جو اکثر کتب حنفیہ مین مذکور ہی اسکی صورت یہ ہی کہ زمین کو چورس کرکے خواہ تختہ کو چورس جماکر اسپر ایک دائرہ پرکار سے کھینچین اور مرکز دائرہ مین ایک عمود قائم کرین جسکی لنبائی تختہ سے اوپر نصف قطر سے کچھ کم ہو صبح کو اس عمود کا سایہ دائرہ کے باہر ہوگا اور کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر آویگا جس جگہ سے اندر آنا شروع کرے وہان ایک نشان کردیا جاوے پھر دوپہر کے بعد سایہ بڑھنے لگیگا یہانتک کہ دائرہ سے باہر ہوجاوے جسجگہ سے باہر ہو وہان بھی ایک نشان کردیا جاوے اور جو چھوٹی قوس دائرہ کی ان دونون نشانون کے درمیان ہی اسکو تنصیف کرکے نقطۂ تنصیف سے ایک خط مرکز دائرہ مین ملادیا جاوے پس جو

مغرب

شمال ب جاے زوال ۵ - جنوب

مشرق

عمود کا سایہ اس خط پر منطبق ہووہ وقت نصف النہار ہی اور جب شرق کی جانب کو اُس سے مائل ہووہ وقت زوال ہی **تیسرے عصر کیوقت کے نوافل** وہ چار رکعتین عصر سے پیشتر ہین حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ عبدا صلی قبل العصر اربعا پس انکا پڑھنا اس توقع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مین داخل ہوجاوے مستحب موکد ہی اس نظر سے کہ آپکی دعا بیشک مقبول ہوگی اور آپنے عصر سے پہلے کی رکعتون پر اتنی مواظبت نہین فرمائی جتنی ظہر سے پہلے کی دو رکعتون پر کی ہی **چوتھی مغرب کیوقت کی سنتین** اور وہ فرض کے بعد دو رکعتین ہین اُن مین روایت مختلف نہین ہوئی مگر دو رکعتین مغرب سے پیشتر اذان اور تکبیر کے درمیان جلد پڑھ لینی چند صحابہ سے منقول ہین مثلاً ابی بن کعب اور عبادہ بن الصامت اور ابی ذر اور زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت عبادہ وغیرہم فرماتے ہین کہ جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے ستونون کی طرف دو رکعتین پڑھنے کو جھپٹ جاتے اور بعض صحابہ فرماتے ہین کہ ہم مغرب سے پہلے دو رکعتین پڑھتے تھے یہانتک کہ نیا آنیوالا جانتا کہ ہم مغرب پڑھ چکے اور پوچھتا کہ کیا مغرب پڑھ چکے اور یہ رکعتین پڑھنی اس حدیث شریف کے عموم مین داخل ہین کل اذانین صلوۃ لمن شاء اور حضرت امام احمد یہ دونون رکعتین پڑھا کرتے تھے لوگون نے جو انکو عیب لگایا تو چھوڑ دین پھر کسی نے اُنسے پوچھا تو فرمایا کہ مین نے لوگون کو پڑھتے نہ دیکھا اسلیے مین نے بھی چھوڑ دین اور فرمایا کہ اگر انکو آدمی اپنے گھر پر یا ایسی جگہ پڑھ لیا کرے کہ لوگ نہ دیکھین تو بہتر ہے۔ اور مغرب کا وقت آفتاب کے نظر سے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہی اور آنکھ سے چھپنا زمین ہموار پر معتبر ہی اگر اُسکے گرد پہاڑ نہون اور اگر مغرب کی طرف پہاڑ ہون تو اتنا توقف کرنا چاہیے کہ مشرق کی جانب سیاہی آتی ہوئی معلوم ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا اقبل اللیل من ہہنا وادبر النہار من ہہنا فقد افطر الصائم اور مستحب یہ ہی کہ مغرب کی نماز مین خصوصاً جلدی کیجاوے اور اگر تاخیر ہووے اور سرخی شفق کے غائب ہونے سے پیشتر پڑھ لیجاوے تب بھی ادا ہوگی گو مکروہ ہی اور حضرت عمرؓ نے ایک بار نماز مغرب مین اتنی تاخیر کی کہ ایک ستارہ نکل آیا پس آپنے اُسکے تدارک کو ایک بردہ آزاد کیا اور حضرت ابن عمرؓ نے اتنی دیر کی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو بردے آزاد کیے **پانچوین عشا کے نوافل** اور وہ فرضون کے بعد چار رکعتین ہین حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد عشا کے چار رکعتین پڑھتے تھے پھر سو رہتے تھے۔ اور بعض علما نے سب احادیث سے یہ اختیار کیا ہی کہ نوافل کے شمار سترہ ہونے چاہیین جیسے فرضون کی تعداد ہی یعنی دو رکعتین فجر سے پیشتر اور چار ظہر سے پہلے اور دو اُسکے بعد اور چار عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور تین عشا کے بعد اور وہ وتر ہین۔ اور جب نوافل کے باب مین جو حدیثین وارد ہین آنکو معلوم کر چکے تو اب اُنکی شمار معین کرنے کے کیا معنی ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نماز ایک خیر ہی رکھی ہوئی پس جو کوئی چاہے زیادہ لے اور جو چاہے کم لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک طالب ان نمازون مین سے اُسی قدر اختیار کرتا ہی جتنی رغبت اسکو خیر مین ہوتی ہی اور ہمارے بیان مذکورۂ بالا سے معلوم ہو چکا کہ ان نوافل مین بعض موکد زیادہ ہین اور بعض کم تو موکد تر کا چھوڑ دینا بعید ہی خصوصاً اس صورت مین کہ فرضون کی تکمیل اُنسے ہوتی ہی تو جو کوئی نوافل بہت نہ پڑھے گا کیا عجب ہی کہ اُسکے فرض کسر وار رہ جاوین اور اُنکا نقصان بے تدارک رہے **چھٹے وتر ہی** حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد تین رکعتون کا وتر پڑھتے تھے اول مین سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری مین کافرون اور تیسری مین اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وتر کے دو رکعتین بیٹھکر پڑھتے تھے اور بعض روایت مین ہی کہ پالتی مار کر پڑھتے تھے اور بعض مین یہ ہی کہ جب اپنے بستر پر آتے تو بطور چارزانو ہو جاتے اور سونے سے پیشتر دو رکعتین پڑھتے اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین سورۂ تکاثر اور ایک روایت مین سورۂ کافرون ہے

ابن عمرؓ سے ... روایت ... ترمذی ... ابوداؤد ... بخاری و مسلم ... مسلم ... روایت انس ... روایت عبداللہ ... روایت ابوداؤد ... ترمذی و نسائی ... روایت ابن عباس

اور وتر جدا بھی دو سلامون سے درست ہی اور ملا ہوا ایک سلام کے ساتھ بھی جائز ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت اور تین اور پانچ اور سات اور
نو اور گیارہ سے وتر پڑھا ہی اور تیرہ رکعتون مین روایت متردد ہی اور ایک حدیث شاذ مین سترہ رکعتین ہین اور یہ سب رکعتین جنکو ہمنے وتر کہا ہے
یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب یعنی تہجد تھا اور تہجدات کو سنت مؤکدہ ہی اور عنقریب اسکی فضیلت باب الاوراد مین آویگی اور اسمین اختلاف ہی
کہ وتر مین افضل کیا ہی پس بعضون نے یہ کہا ہی کہ ایک رکعت تنہا وتر افضل ہی اسلیے کہ صحیح ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر کرنے پر
مواظبت کیا کرتے تھے اور بعض کہتے ہین کہ وتر ملے ہوئے بہتر ہین تاکہ شبہہ خلاف کا نہ رہے خصوصاً امام کو بلا ناظر رہی اسلیے کہ بعض اوقات اس کا اقتدا
ایسا شخص کرتا ہی جو ایک رکعت تنہا کو نماز نہین اعتقاد کرتا پس اگر ملا کر پڑھے تو سب کی نیت وتر کی کرے اور ایک رکعت اگر عشا کے بعد کی دوگانہ کے
بعد یا فرضون کے پیچھے پڑھے تو اسی سے وتر کی نیت کرے اور یہ نماز درست ہوگی اسلیے کہ وتر کی شرط یہ ہی کہ خود اپنی ذات سے طاق ہو اور دوسری نماز جو اس سے
پہلے ہو گئی ہو اسکو طاق کر دے تو جب فرضون کے بعد ایک رکعت پڑھی تو فرضون کو طاق کر دیگی اور اگر وتر قبل عشا کے ادا کریگا تو درست نہو نگی یعنی جو فضیلت
وتر کی حدیث مین آئی ہی کہ وتر سرخ اونٹون سے بہتر ہین اسکا ثواب نملیگا ورنہ ایک تو جسوقت مین پڑھے گا درست ہوگی اور عشا سے پہلے وتر کی رکعت
صحیح نہونے کی یہ وجہ کہ تمام خلق کے اجماع کے خلاف ہی اور دوسری یہ کہ اس سے پہلے کوئی نماز نہین ہوئی کہ وہ اس وتر سے طاق ہو جاوے اور جب وتر کی
تین رکعتین جدا جدا دو سلامون سے پڑھنا چاہیے تو اول کے دوگانہ کی نیت مین تامل ہی اگر ان سے نماز تہجد یا عشا کی سنتون کی کریگا تب تو وہ وتر نرہینگے
اور اگر وتر کی نیت کریگا تو وہ خود وتر نہین بلکہ دو رکعت ہین اسکے بعد کی ایک رکعت البتہ وتر ہی مگر ظاہر تر یہی ہی کہ جیسے تین ملی ہوئی رکعتون مین وتر کی نیت
کرے اسیطرح انمین بھی وتر ہی کی نیت کرے باقی رہی یہ بات کہ دوگانہ اول وتر نہین تو اسکی صورت یہ ہی کہ وتر کے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ بذات خود طاق
ہو دوسرے یہ کہ اسلیے ہوا ہو کہ مابعد سے ملا کر طاق کر دیا جاوے اس صورت مین تینون رکعتین ملکر بھی وتر ہونگی اور دو رکعتین منجملہ تین کے بھی وتر ہونگی مگر انکا وتر
ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہوگا اور چونکہ نمازی کا قصد صمیم یہی ہی کہ اس دوگانہ کو تیسری رکعت سے وتر کر دیگا تو اسکو جائز ہی کہ ان دونون کے لیے بھی وتر کی نیت
کر لے اور تیسری رکعت خود بھی اپنی ذات سے وتر ہی اور دوسری کو بھی وتر کرتی ہی اور دوگانہ اول خود وتر ہی نہ دوسرے کو وتر کرتا ہی مگر دوسرے سے ملکر
البتہ وتر ہو جاتا ہی اور چاہیئے کہ نماز شب کے آخر مین وتر ہو پس تہجد کے بعد ہونا چاہیے اور فضیلت وتر و تہجد کی اور ان دونون مین ترتیب کی کیفیت باب ترتیب الاوراد
مین عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی **ساتوین نماز چاشت** کہ اسپر مواظبت کرنی عمدہ اور افضل اعمال مین سے ہی اور شمار اسکی رکعتون کی زیادہ سے زیادہ
آٹھ رکعتین منقول ہین حضرت ام ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتین پڑھین
اور انکو طول دیا اور اچھی طرح پڑھا اور یہ شمار اور کسی آدمی نے نہین نقل کیا حضرت عائشہ نے ذکر فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعتین
پڑھا کرتے تھے اور کبھی کچھ زیادہ بھی کر دیتے تھے تو حضرت عائشہ رض نے زیادتی کی حد نہین بیان کی اتنا معلوم ہوا کہ چار رکعتون پر آپ مواظبت فرماتے
تھے اس سے کم نکرتے تھے اور کبھی کچھ بڑھا بھی دیتے تھے۔ اور ایک حدیث مفرد مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چھ رکعتین
پڑھتے تھے اور نماز چاشت کے باب مین حضرت علی رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چھ رکعتین دو وقتون مین پڑھتے تھے
ایک جب آفتاب نکلکر اونچا ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر دو رکعتین پڑھتے اور یہ نمازون کے دوسرے ورد کا شروع ہی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا دوم جسوقت
آفتاب پھیلتا اور چہارم آسمان پر مشرق کی جانب سے ہوتا اسوقت آپ چار رکعتین پڑھتے غرض کہ اول دوگانہ اسوقت تھا کہ آفتاب مقدار نصف

نیزہ کے اونچا ہونا اور دوسری نماز پہر دن چڑھے مقابل عصر کی نماز کے ہوتی کہ عصر کا وقت پہر دن رہے ہوتا ہی اور ظہر دو پہر ڈھلے ہوتی ہی تو چاشت
اسوقت ہوئی کہ آفتاب کے نکلنے سے زوال تک کے وقت کو آدھا کرکے پڑھی جاوے جیسے زوال سے غروب تک کے وقت کو آدھا کرنے پر
عصر ہوتی ہی اور یہ وقت افضل ہی حاصل یہ کہ آفتاب کے اونچا ہونے سے زوال کے پیشتر تک چاشت کا وقت ہی **آٹھوین** مغرب عشا کے درمیان
کے نوافل یہی سنت موکدہ ہین اور انکی شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے چھ رکعتین منقول ہین اور اس نماز کا ثواب بہت بڑا ہی اور بعض نے
کہا ہی کہ تتجافی جنوبہم عن المضاجع سے یہی نماز مراد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا جو کوئی مغرب اور عشا کے درمیان نماز
پڑھے تو وہ نماز خدا کی طرف رجوع کرنے والون کی نماز ہی۔ اور فرمایا کہ جو شخص مغرب اور عشا کے درمیان مین اپنے نفس کو جماعت والی مسجد مین
روکے اور نماز اور قرآن کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالی پر حق ہی کہ اسکے لیے جنت مین دو محل بناوے کہ ہر ایک محل کا فاصلہ انمین سے سو برس کا ہو اور
اسکے لیے ان دونون کے درمیان اتنے درخت لگاوے کہ اگر زمین کے باشندے انمین گھومین تو سب کی گنجایش ہو جاوے اور باقی فضل اس نماز کا
انشاء اللہ تعالی باب لاوراد مین عنقریب مذکور ہوگا **دوسری قسم** نوافل کی وہ ہی کہ ہفتے کے پھرنے سے آتی جاتی ہین اور وہ ساتون روز کی اور
انکی راتون کی نمازین ہین ہر ایک روز و شب کی جدا جدا ہین **اولی نون مین** سے ہم یکشنبہ سے شروع کرتے ہین **یکشنبہ** حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جو کوئی یکشنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آمن الرسول ایکبار پڑھے
اللہ تعالی اسکے لیے موافق شمار ہر نصرانی مرد اور نصرانی عورت کے حسنات لکھے گا اور اسکو ایک نبی کا ثواب عنایت کریگا اور ایک حج اور عمرہ اسکے لیے
ارقام فرماویگا اور ہر رکعت کے بدلے مین ہزار نمازون کا ثواب لکھے گا اور جنت مین اسکو ہر حرف کے عوض ایک شہر مشک خالص کا دیگا۔ اور حضرت
علیؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یکشنبہ کے روز نماز کی کثرت سے خدا تعالی کی توحید کرو کیونکہ وہ واحد لاشریک ہی پس جو کوئی
یکشنبہ کے روز ظہر کے فرض اور سنتون کے بعد چار رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور الم سجدہ اور دوسری مین الحمد اور سورہ تبارک پڑھکر التحیات پڑھکر
سلام پھیرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعتین اور پڑھے اور اول مین الحمد اور سورہ جمعہ اور دوسری مین بھی یہی دونون سورتین پڑھے اور اللہ تعالے سے
اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالی پر اسکی حاجت کا پورا کرنا لازم ہوگا **دوشنبہ** حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے
فرمایا جو شخص دوشنبہ کے روز آفتاب کے اونچا ہونے کے وقت دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی ایکبار اور اخلاص اور معوذتین ایک ایکبار
اور جب سلام پھیرے دس بار استغفار اور دس بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اسکے سب گناہ بخشدے اور حضرت انس بن مالکؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دوشنبہ کو بارہ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایکبار اور نماز سے فارغ ہو کر سورہ اخلاص
اور استغفار بارہ بارہ مرتبہ پڑھے تو قیامت کے روز اسکو پکارا جاویگا کہ فلان بن فلان کہان ہی اٹھے اور اپنا ثواب خدا تعالی سے لیوے پس اول ثواب
اسکو یہ ہوگا کہ ہزار لباس بہشتی دیے جاوینگے اور تاج سر پر رکھا جاویگا اور حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو پھر ہزار فرشتے اسکے استقبال کو جدا جدا ہدیہ لیکر آوینگے
اور اسکے ساتھ ساتھ رہینگے یہانتک کہ وہ ہزار نور کے محلون پر دورہ کرے جو چمکتے ہونگے **سہ شنبہ** یزید رقاشی حضرت انسؓ سے راوی ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی سہ شنبہ کے روز دو پہر ہونے کے قریب اور بعض روایت مین ہی کہ آفتاب کے
اونچا ہونے کے وقت دس رکعتین اسطرح پڑھے کہ ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار تو اسکے ذمہ ستر دن تک گناہ نہ لکھا جاویگا

پس اگر ستر دن کے درمیان مریگا تو شہید مریگا اور اسکے ستر برس کے گناہ بخش دیے جاوینگے **چارشنبہ** ابوادریس خولانی حضرت معاذ بن جبل رض سے راوی
ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ جو شخص چارشنبہ کے روز دن چڑھے بارہ۱۲ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور
آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار اور معوذتین تین تین بار پڑھے تو اسکو عرش کے پاس سے فرشتہ پکارتا ہو کہ اے اللہ کے بندے عمل پھر سے کر
تیرے پہلے گناہ بخشدیے گئے اور اللہ تعالی اُسپر سے عذاب قبر اور اسکا اندھیرا اور تنگی دُور کریگا اور قیامت کی سختیان اُس سے اُٹھا لیگا اور اُسی روز سے
اسکے لیے ایک پیغمبر کا عمل اوپر چڑھا کریگا **پنجشنبہ** حضرت عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے
فرمایا جو شخص پنجشنبہ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان مین دو۲ رکعتین پڑھے اول مین الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی سو بار اور دوسری مین الحمد ایکبار اور اخلاص سو بار
اور سو بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اسکو ثواب اُس شخص کا عنایت فرما دیگا جسنے رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہون اور اُسکو خانہ کعبہ کے
حج کرنے والے کا سا ثواب ہوگا اور اللہ تعالی اُسکے لیے ان لوگون کے شمار کے موافق جو اُسپر ایمان لائے ہین اور توکل کرتے ہین ثواب لکھیگا **جمعہ**
حضرت علی رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مین ایک نماز ہی جو بندۂ ایماندار آفتاب کے کامل نکل آنے اور بمقدار
ایک نیزہ کے یا زیادہ اونچا ہونے پر کھڑا ہوا اور وضو اچھی طرح پوری کرے اور نماز چاشت دو۲ رکعتین ایمان اور طلب ثواب کی رو سے پڑھے تو اللہ تعالی
اُسکے لیے دو سو نیکیان لکھیگا اور دو سو خطائین مٹا دیگا اور جو کوئی چار رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے چار سو درجے جنت مین اونچے کرے گا اور جو شخص
آٹھ رکعتین پڑھے اُسکے آٹھ سو درجے جنت مین بلند کریگا اور اُسکے سب گناہ بخشدیگا اور جو کوئی بارہ رکعتین پڑھے اُسکے لیے بارہ سو نیکیان تحریر
فرما دیگا اور بارہ سو برائیان اسکے نامۂ اعمال سے دُور کریگا اور جنت مین بارہ سو درجے اوپر چڑھا دیگا - اور نافع حضرت ابن عمر رض سے راوی ہین اور وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز مسجد جامع مین داخل ہوا اور چار رکعتین دوگانہ جمعہ سے پیشتر
پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور پچاس بار اخلاص پڑھے وہ جب مریگا اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھ لیگا یا اسکو دکھلا دیا جاویگا **شنبہ** حضرت
ابوہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین ایکبار الحمد اور تین بار سورۂ
کافرون پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر آیۃ الکرسی پڑھے تو اللہ تعالی اُسکے ہر ایک حرف کے بدلے مین ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھیگا اور ہر ایک حرف
کے بدلہ مین ایک برس کے دنون کے روزون اور راتون کی شب بیداری کا ثواب عنایت فرمادیگا اور ہر ایک حرف کے عوض مین ایک شہید
کا ثواب دیگا اور پیغمبرون اور شہیدون کے ساتھ عرش کے سایہ تلے رہیگا اب راتون کا حال سُننا چاہیے **اتوار کی رات**
حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص اتوار کی رات مین بیس۲۰ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد
اور پچاس بار اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور سو بار استغفار پڑھے اور اپنے لیے اور اپنے مان باپ کے لیے سو دفعہ دعاے مغفرت کرے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود بھیجے اور اپنی قوت وطاقت سے علیحدہ ہو کر خداے تعالی کی قوت وطاقت کی طرف التجا کرے پھر کہے
اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان آدم صفوۃ اللہ وفطرتہ وابراہیم خلیل اللہ وموسی کلیم اللہ وعیسی روح اللہ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ تو اس کو
موافق شمار ان لوگون کے جو خداے تعالی کے لیے اولاد کے قائل ہین اور جو اسکے لیے اولاد کے قائل نہین ثواب ملیگا اور قیامت کے روز
اللہ تعالی اُسکو امن والون کے ساتھ اٹھاویگا اور اللہ تعالی پر لازم ہوگا کہ اسکو جنت مین پیغمبرون کے ساتھ داخل کرے **پیر کی رات**

۱۶۔ ابوموسی مدینی نے کہا ہے کہ اس کے راوی معتبر ہین اور حدیث مشہور کہا ہے لیکن مین کہتا ہون کہ اس کی سند مین ابن حمید ہے جو دروغ گو ہے اور یہ ابن حمید محمد ابن حمید رازی ہے ۱۷۔ ابو موسی [illegible]

اعمش حضرت انسؓ سے راوی ہین کہ اُنھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص پیر کی رات کو چار رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور دس بار اخلاص دوم مین الحمد اور بیس بار اخلاص سوم مین الحمد اور تیس بار اخلاص چہارم مین الحمد اور چالیس بار اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر پچھتر بار اخلاص پڑھے اور اپنے لیے اور ماں باپ کے لیے پچھتر بار دعاے مغفرت کرے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالی پر ٹھہرا ہوا ہے کہ اُسکو جو مانگے وہ دیوے اور اس نماز کو نماز حاجت کہتے ہین **منگل کی رات** مین دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین پندرہ بار اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی پندرہ بار اور استغفار پندرہ بار حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ جو شخص منگل کی رات مین دو رکعتین پڑھے ہر ایک مین ایکبار الحمد اور انا انزلنا اور قل ہو اللہ احد سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالے اُس کی گردن دوزخ سے آزاد کرے اور قیامت کے روز جنت کی طرف اُسکا راہبر اور لیجانے والا ہو **بدھ کی رات** حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا جو شخص بدھ کی رات مین چھہ رکعتین تین سلامون سے ادا کرے اور ہر رکعت مین الحمد کے بعد قل اللہم مالک الملک سے دو آیتوں تک پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ستر بار کہے جزی اللہ محمدا عنا ما ہو اہلہ یعنی بدلہ دیوے اللہ تعالے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے وہ بدلہ جو اُنکی شان کے لائق ہو تو اللہ تعالی اُسکے ستر برس کے گناہ بخشدیگا اور اُسکے لیے دوزخ سے بری ہونا لکھدے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی بدھ کی رات مین دو رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور دس بار قل اعوذ برب الفلق اور دوسری مین الحمد کے بعد دس بار قل اعوذ برب الناس پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار اور دس بار درود شریف پڑھے تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اُترین اور اُسکے ثواب کو قیامت تک لکھین **جمعرات کی رات** حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جمعرات کی رات مین مغرب و عشا کے درمیان دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور پانچ بار آیۃ الکرسی اور پانچ بار اخلاص اور پانچ بار معوذتین اور نماز سے فارغ ہوکر پندرہ بار استغفار پڑھکر اُس کا ثواب اپنے ماں باپ کو بخشدے تو حق ماں باپ کا اُسکے ذمہ تھا وہ اُسنے ادا کیا اگرچہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو اور اللہ تعالی اُسکو وہ چیز عنایت کریگا جو صدیقون اور شہیدون کو دیوے گا **جمعہ کی رات** حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جمعہ کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین ادا کرے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور اخلاص گیارہ بار پڑھے تو گویا اُسنے خدا تعالی کی عبادت بارہ برس اس طرح کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری کی اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی رات مین نماز عشا جماعت سے پڑھے اور دونون سنتین پڑھے اور بعد فرضون اور سنتون کے دس رکعتین پڑھے کہ ہر ایک مین الحمد اور قل ہو اللہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھکر پھر تین رکعتین وتر کی پڑھے اور اپنی دہنی کروٹ پر قبلہ رُخ سو رہے تو گویا ساری شب قدر کی شب بیداری کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روشن رات اور منور روز مین مجھپر درود زیادہ پڑھا کرو یعنے جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مین **ہفتہ کی رات** حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین پڑھے تو اُس کے لیے ایک محل جنت مین بنایا جاوے اور گویا کہ ہر ایک مومن مرد اور عورت پر خیرات بانٹی اور یہودی ہونے سے بری ہوا اور اللہ تعالی پر حق ہے کہ اُسکو بخشدے **تیسری قسم** وہ نوافل جو سال کے دوبارہ ہونے سے مکرر ہوتے ہین اور وہ چار ہین عیدین کی نماز اور تراویح اور نماز رجب اور نماز شعبان

اول عیدین کی نماز یہ نماز سنت مؤکدہ ہی اور دین کا ایک شعار ہی اس مین سات باتون کی رعایت کرنی چاہیے اول تکبیرین باانتظام کے ساتھ یعنی یہ کہنا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون یہ تکبیر عید فطر کی رات سے شروع کرے اور جب تک کہ نماز عید کی شروع ہو اسوقت تک اسکا وقت ہی اور عید اضحیٰ مین تکبیر عرفہ کے دن کی فجر سے شروع ہوتی ہی اور تیرھوین تاریخ کی شام تک رہتی ہی اس مین اختلاف بھی ہی مگر قول کامل تر یہی ہی اور تکبیر فرض نمازون اور نوافل کے بعد کہنی چاہیے اور فرضون کے بعد مؤکد زیادہ ہی دوسری یہ کہ جب روز عید کی صبح ہو تو نہاوے اور زینت کرے اور خوشبو لگاوے جیسے جمعہ مین ہمنے ذکر کیا ہی اور مردون کے لیے چادر اور عمامہ افضل ہی اور چاہیے کہ لڑکے ریشمی کپڑے سے اور بوڑھی عورتین نکلنے کے وقت بناؤ سنگار سے احتراز کرین تیسری یہ کہ ایک راہ سے عیدگاہ کو جاوے اور دوسری سے واپس آوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوان عورتون اور پردہ والیون کو بھی عید مین نکلنے کی اجازت دیتے تھے چوتھی یہ کہ مستحب یہ ہی عید کے لیے جنگل مین جانا اگر مکہ معظمہ اور بیت المقدس مین مسجد مین نماز پڑھنی چاہیے اور اگر مینھ برستا ہو تو مسجد مین نماز پڑھ لینے کا مضائقہ نہین اور اگر بادل یا آسمان مین نہو تو امام کو جائز ہی کہ کسی شخص کو اجازت دیدے کہ ضعیف اور ناتوانون کو کسی مسجد مین نماز پڑھاوے اور خود مع قوی لوگون کے باہر جاوے اور سب تکبیر کہتے نکلین پانچوین یہ کہ وقت کی رعایت کی جاوے عید کی نماز کا وقت آفتاب کے نکلنے سے زوال تک ہی اور قربانی کرنے کا وقت دسوین تاریخ کو اتنے دن چڑھے سے شروع ہوتا ہی کہ دو رکعتین اور دو خطبے اس عرصہ مین ہو جاوین اور اسوقت سے تیرھوین کے آخر تک رہتا ہی۔ اور عید اضحیٰ کی نماز کو جلد پڑھنا مستحب ہی کہ بعد نماز قربانی کرنی ہوتی ہی اور عید فطر کی نماز مین دیر کرنی مستحب ہی کہ نماز سے پیشتر صدقۂ فطر تقسیم کرنا پڑتا ہی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق ہی چھٹی نماز کی کیفیت مین یہ ملحوظ رہے کہ لوگ راہ مین تکبیر گویان عیدگاہ کو جاوین اور جب امام وہان پہونچے تو بیٹھے نہین اور نہ نفل پڑھے دوسرے لوگون کو نفل جائز ہی پھر ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہے الصلوٰۃ جامعۃ پھر امام دو رکعتین پڑھے پہلی رکعت مین تکبیر تحریمہ اور رکوع کے سوا سات بار اللہ اکبر کہے اور ہر دو تکبیرون کے بیچ مین کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور شروع کی تکبیر تحریمہ کی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض الخ کہہ لے مگر اعوذ باللہ کو ساتون تکبیرون زائد کے بعد پر چھوڑے اور پہلی رکعت مین سورۂ ق الحمد کے بعد پڑھے اور دوسری مین اقتربت الساعۃ اور دوسری رکعت مین زائد تکبیرین پانچ ہین سواے تکبیر قیام اور رکوع کے اور ہر دو تکبیرون مین وہی الفاظ کہے جو پہلی رکعت مین کہے تھے پھر دو خطبے پڑھے جنکے درمیان مین جلسہ ہو اور جس شخص سے نماز عید کی فوت ہو جاوے وہ قضا پڑھے ساتوین یہ کہ قربانی مینڈھے کی کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن من لم یضح من امتی اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ جو شخص ماہ ذیحجہ کا چاند دیکھے اور اسکا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اپنے بال اور ناخن مین سے کچھ نہ ترشواوے ابوایوب انصاری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین آدمی اپنے گھر بھر کی طرف سے ایک بکری قربانی کر لیتا اور وہ سب کھاتے اور کھلا دیتے اور جائز ہی کہ قربانی مین سے تین دن کے بعد اور اس سے زیادہ کھاوے پہلے اس سے نہی ہو گئی تھی پھر اجازت ہو گئی اور سفیان ثوری نے فرمایا ہی کہ عید فطر کے بعد بارہ رکعتین اور

عید اضحی کے بعد چھ رکعتین پڑھنی مستحب ہین اور فرمایا کہ یہ عمل مسنون ہی دوسری **تراویح** اور وہ بیس رکعتین ہین اور انکی کیفیت مشہور ہی اور وہ بھی سنت مؤکدہ ہین گو عیدین کی نماز سے کم ہین اور علما کو اختلاف ہی کہ تراویح جماعت سے پڑھنی افضل ہین یا تنہا پڑھنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مین دو یا تین راتین جماعت کے واسطے نکلے تھے پھر نہ نکلے اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہی کہ تمپر واجب نہو جاوین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمیون کو تراویح مین جماعت اکٹھا کر دیا سو وجہ سے کہ بباعث موقوف ہو جانے وحی کے واجب ہونے کا خوف نہین رہا تھا پس بعض لوگ اسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی وجہ سے کہتے ہین کہ جماعت افضل ہی اور یہی وجہ ہی کہ اجتماع مین برکت ہی اور فرضون کی جماعت سے جماعت مین ثواب کا ہونا پایا جاتا ہی علاوہ اسکے تنہائی مین کبھی کاہلی بھی ہو جاتی ہی اور جمعیت کے دیکھنے سے طبیعت کو سرور ہوتا ہی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ تنہا پڑھنا افضل ہی اسلیئے کہ عیدین کی طرح یہ نماز دین کا شعار نہین ہی تو اسکو نماز چاشت اور تحیۃ المسجد مین ملانا بہتر ہی اور ان مین جماعت مشروع نہین ہوئی بلکہ یہ عادت یون ہی کہ اگر مسجد مین بہت سے آدمی ایک ساتھ داخل ہون وہ بھی تحیۃ المسجد جماعت سے نہین پڑھتے اور ایک وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نفل نماز کو گھر مین پڑھنا بہ نسبت مسجد مین پڑھنے کے اتنا زیادہ ہی جیسے فرض نماز کو مسجد مین پڑھنا بہ نسبت گھر پر پڑھ لینے کے زیادہ ہی اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد مین ایک نماز اسکے سوا دوسری مسجدون مین کی سو نمازون سے افضل ہی اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی ہزار نمازون سے بہتر ہی اور ان سب سے افضل اس شخص کی نماز ہی کہ اپنے گھر کے کونے مین دو رکعتین پڑھے اور انکو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہ جانے۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ نمود اور بناوٹ اکثر آدمی پر مجمع ہی مین آتی ہی اور تنہائی مین اس سے مامون رہتا ہی غرضکہ انکا قول تنہائی کی افضلیت مین یہ ہی جو مذکور ہوا مگر مختار یہ ہی کہ جماعت افضل ہی جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمائی اسلیئے کہ بعض نوافل مین جماعت مشروع ہی اور تراویح ایک ایسا شعار ہی کہ اسکا ظاہر ہونا بھی مناسب ہی اور جماعت مین ریا کی طرف اور تنہائی مین کسل کی طرف التفات کرنا اس بات سے عدول کرنا ہی جو اجماع کی فضیلت مین بحیثیت جماعت نظر کرنے سے مقصود ہی اور گویا کہ اس کا قائل یہ کہتا ہی کہ نماز کا پڑھنا کسل کے مارے اسکے چھوڑ دینے سے بہتر ہی اور اخلاص ریا کی بہ نسبت بہتر ہی تو اب ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی کہ کسل تنہائی کی صورت مین نہ کریگا اور اگر جماعت مین حاضر ہو تو ریا نہ کریگا پس اسکے لیے کونسی بات بہتر ہی جماعت کی برکت تو جماعت مین ہی اور قوت اخلاص کی زیادتی اور حضور دل تنہائی مین ہی اس صورت مین ایک بات کو دوسری پر ترجیح دینے مین تردد رہیگا۔ اور نماز وتر مین ماہ رمضان کے نصف اخیر مین قنوت پڑھنا مستحب ہی **رجب کی نماز** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی رجب کے اول پنجشنبہ کو روزہ رکھے پھر مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین دو دو رکعتین ایک سلام سے ادا کرکے پڑھے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور سورۂ قدر تین بار اور اخلاص بارہ مرتبے اور جب نماز سے فارغ ہو تو مجھپر ستر بار اس طرح درود بھیجے اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ پھر سجدہ کرے اور اپنے سجدہ مین کہے سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح ستر بار پھر اپنا سر اٹھائے اور ستر بار کہے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم پھر دوسرا سجدہ کرے اور جیسا پہلے سجدہ مین کہا تھا ویسا ہی کہے پھر سجدہ ہی مین اپنی حاجت مانگے تو وہ حاجت پوری کیجاویگی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھیگا اللہ تعالیٰ اسکے سب گناہ بخشدیگا اگرچہ سمندر کی جھاگ اور ریت کے شمار اور پہاڑون کے وزن اور درختون کے پتون کے برابر ہون اور قیامت کے دن اپنے خاندان کے سات سو

ح ا۔ اسکے سند مین کوئی اصل معلوم نہین ہوئیکی اسکی ایسے منقطع اثر کی اسی طرح ہی بخاری و مسلم

ح ۲ بخاری و مسلم بروایت عائشہ رض ۱۲

ح ۳ ابن ابی شیبہ از ضمرہ بن حبیب بروایت رسالۂ صحابہ بن حالہ ابو الشیخ در ثواب بروایت انس رض ۱۲

ح ۴ رزین نے ذکر کیا ہی اور کتاب مین اسکو روایت کیا ہی مگر یہ حدیث موضوع ہی ۱۲

آدمیون کی شفاعت کریگا جو مستحق دوزخ کے ہونگے غرض کہ یہ نماز مستحب ہی اور ہمنے اسکو تیسری قسم مین اسلیئے بیان کیا کہ سال کے مکرر ہونے
سے مکرر ہوتی ہی اور ہر چند یہ نماز تراویح اور نماز عید کے درجے کو نہین پہونچی اسلیئے کہ اسکو آحاد نے نقل کیا ہی مگر مین نے قدس والون کو دیکھا ہی کہ
سب اُسپر مداومت کرتے ہین اور اُسکا چھوڑنا گوارا نہین کرتے اسی سبب ہمکو بھی اسکا بیان کرنا اچھا معلوم ہوا **شعبان کی نماز** ماہ شعبان
کی پندرھوین شب کو سو رکعتین ایک ایک سلام مین دو دو پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھے اور اگر چاہے تو دس
رکعتین ہر رکعت مین الحمد کے بعد سو بار سورۂ اخلاص پڑھے یہ نماز بھی اور نمازون کے ضمن مین مروی ہی سلف کے اکابر اسکو پڑھا کرتے تھے
اور اسکو صلوٰۃ خیر کہتے تھے اور اُسکے لیے جمع ہوا کرتے تھے اور کبھی جماعت سے بھی پڑھتے تھے اور حضرت حسن بصری راوی ہین کہ مجھ سے
تیس صحابہ نے حدیث بیان کی کہ جو شخص اس نماز کو اس رات مین پڑھے گا اللہ تعالے اُس کی طرف ستر بار نگاہ فرماویگا اور ہر دفعہ کی نگاہ
مین ستر حاجتین اُس کی پوری کرے گا کہ اُن مین سے ادنیٰ مغفرت ہی **چوتھی قسم** نوافل کے وہ ہین کہ عارضی اسباب سے متعلق ہون اور وقتون
سے وابستہ نہون اور وہ نو نمازین ہین مثل نماز خسوف اور کسوف اور استسقے کے لیے اور تحیۃ المسجد اور دوگانہ وضو اور اذان وتکبیر کے درمیان کا
دوگانہ اور گھر سے نکلتے وقت اور اُس مین آنیکے وقت کا دوگانہ اور اسی جیسی اور نمازین اور ہم اُن مین سے وہ لکھتے ہین جو ہم کو
اس وقت یاد ہین **اول گہن کی نماز** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا ینخسفان لموت
احد ولا لحیاتہ فاذا رأیتم ذلک فافزعوا الی ذکر اللہ والصلوٰۃ یہ آپ نے اُس وقت فرمایا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی وفات ہوگئی تھی اور گہن سورج کو لگا تو لوگون نے کہا کہ اُن کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن ہوا ہی۔ اور اس نماز کی کیفیت یہ ہی
کہ جب سورج کو گہن لگے خواہ ایسے وقت مین ہو جس مین نماز مکروہ ہی خواہ جس مین مکروہ نہو تو آواز دیجاوے کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور امام لوگون کو
مسجد مین دوگانہ پڑھاوے اور ہر رکعت مین دو رکوع کرے کہ اول کا رکوع بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا اور قرارت پکار کر نہ پڑھے پس پہلی رکعت
کے اول قیام مین الحمد اور سورۂ بقر پڑھے اور رکوع اول کے بعد دوسرے قیام مین الحمد اور آل عمران پڑھے اور دوسری رکعت کے اول
قیام مین الحمد اور سورۂ نسا اور دوسرے قیام مین فاتحہ اور مائدہ پڑھے یا قرآن مین سے جہان سے چاہے اتنا ہی اور اگر ہر قیام مین سورہ
فاتحہ ہی پر اکتفا کرے تو کافی ہی اور اگر سورتون مین سے چھوٹی سورتون پر اکتفا کرے تو مضائقہ نہین اور طول کرنے سے نماز مین یہ مقصود ہی
کہ اتنا بڑھاوے کہ آفتاب گہن سے صاف ہو جاوے اور اول رکوع مین بقدر سو آیتون کے تسبیح کرے اور دوسری مین اسی آیتون کے برابر
اور تیسری مین ستر کی مقدار اور چوتھی مین پچاس کے موافق اور چاہیے کہ سجدہ مطابق رکوع کے ہو یعنی جس رکعت مین رکوع ہون ویسے ہی
سجدے ہون پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور اُن کے درمیان مین بیٹھے اور دونون خطبون مین لوگون کو صدقہ دینے اور آزاد کرنے
اور توبہ کرنے کا حکم کرے اور یہی صورت چاند گہن مین کرے مگر اُس مین قرارت پکار کر پڑھے کہ اُس کی نماز رات کو ہوگی اور اُسکا
وقت شروع چاند گہن سے اُسکے صاف ہونے تک ہی اور سورج گہن کی نماز کا وقت اس طرح بھی جاتا رہتا ہی کہ سورج گہن لگا ہوا ڈوب جاوے
اور اگر چاند کو گہن لگا ہوا اور آفتاب نکل آوے تو اُسکا وقت جاتا رہیگا اس لیے کہ رات کا غلبہ جاتا رہا اور اگر چاند گہن کی حالت مین
غروب ہو جاوے تو وقت نہ جاویگا کیونکہ تمام رات قمر کی سلطنت ہی اور اگر چاند یا سورج نماز کے اندر ہی بالکل صاف ہو جاوے تو

سے۱۲ یہ حدیث بے اصل ہی [illegible] ابن ماجہ نے بروایت علی مرتضی لکھا ہی کہ جب پندرھوین شب شعبان کی ہو تو رات کو جاگو اور دن کو روزہ رکھو [illegible] [illegible] سورج اور چاند دو نشانیان ہین خدا [illegible]

نماز کو مختصر کرکے پورا کر لیا جاوے اور جو شخص کہ گہن کی نماز کا دوسرا رکوع امام کے ساتھ پاوے اُس سے وہ رکعت فوت ہو گئی اسلیے
کہ اصل دل رکوع ہی ہوا اگر وہ ملتا تو رکعت ملتی **دوسری مینہہ کے طلب کی نماز** ہے جس وقت نہروں کا پانی اندر کو چلا جاوے اور
مینہہ برسنا موقوف ہو جاوے اور نالیاں سوکھ جاویں تو امام کو مستحب ہے کہ اول لوگوں سے کہے کہ تین دن روزے رکھیں اور مقدور
کے موافق خیرات کریں اور جس کے ذمہ پر لوگوں کے حق ہوں اُن کو ادا کریں اور گناہوں سے توبہ کریں پھر چوتھے روز اُن کو لیکر
مع بوڑھوں اور لڑکوں کے نہائے دھوئے نکلے اور کپڑے پرانے پھٹے جن سے فروتنی معلوم ہو پہنیں اور انکسار کے ساتھ جاویں بخلاف
عید کے کہ اُس میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ چارپایوں کا نکالنا بھی مستحب ہے کہ پانی میں وہ بھی غرض کے شریک ہیں
علاوہ ازیں حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا صبیان رضع ومشائخ رکع وبہائم رتع لصب
علیکم العذاب صبا اور اگر ذمی [illegible] دینے والے بھی ایسے نکلیں کہ اُن میں اور مسلمانوں میں تمیز رہے تو اُنکو منع نہ کیا جاوے جب سب میدان میں
جمع ہو چکیں تو الصلوٰۃ جامعۃ پکارا جاوے اور امام اُنکو دو رکعتیں نماز عید کی طرح بدون تکبیر زائد کے پڑھاوے پھر دو خطبے پڑھے اور دونوں
کے درمیان تھوڑا سا جلسہ کرے اور اکثر مضمون دونوں خطبوں کا استغفار ہونا چاہیے اور دوسرے خطبے کے درمیان میں امام لوگوں
کی طرف پشت پھیر کر رو بقبلہ ہو جاوے اور اپنی چادر کو اس طرح بدلے کہ نیچے کی اوپر ہو جاوے اور داہنی طرف کی بائیں طرف
آجاوے اور لوگ بھی اپنی چادریں اسی طرح پلٹ لیں اور اسوقت میں آہستہ دعا مانگیں اور چادر پلٹنے میں ایک فال نیک ہے کہ اسطرح
حال قحط اور خشکی کا بدل جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے پھر امام لوگوں کی طرف منہ پھیر کر خطبہ ختم کرے اور چادریں اپنی
پلٹی ہوئی بدستور رہنے دیں یہانتک کہ جب کپڑے اُتاریں تب اُنکو بھی اُتاریں اور دعا اس طرح مانگیں الٰہی تو نے ہم کو دعا مانگنے کا حکم کیا
اور دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا پس تیرے حکم کے موجب ہی ہم مانگتے ہیں تو اپنے وعدہ کے مطابق قبول فرما الٰہی جو گناہ ہم نے کیے
ہوں اُنکی مغفرت سے ہم پر احسان کر اور مینہہ کے لیے اور ہمارے رزق کے زیادہ ہونے کے باب میں ہماری دعا قبول کر [illegible] اور
باہر نکلنے سے پیشتر تین دن کے اندر اگر نمازوں کے بعد دعا مانگیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس دعا کے لیے چند آداب اور شرائط باطنی مثل
توبہ اور حق والوں کی حق رسانی وغیرہ کے ہیں جو عنقریب باب الدعوات میں مذکور ہوں گے **تیسری نماز جنازہ** اُسکی کیفیت مشہور ہے
اور زیادہ تر جامع دعا ماثور اس نماز میں وہ ہے جسکو روایت صحیح میں عوف بن مالک نے روایت کیا ہے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی میں نے آپکی دعا یاد کر لی آپ فرماتے تھے اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع
مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا
من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا میرے واسطے ہوتی اور جو شخص دوسری تکبیر پاوے تو چاہیے کہ نماز کی رکعتوں کی سی ترتیب لحاظ رکھے

یعنی باقی تکبیرین امام کے ساتھ کہتا جاوے اور جب امام سلام پھیرے تو جو تکبیر اس سے رہ گئی تھی اسکو ادا کرے جیسے مسبوق رکعت کو پیچھے پڑھتا ہے
اور اگر ان تکبیرات مین سبقت کرجاوے تو پھر امام کی اقتدا سے کیا غرض ہوئی اس نماز کے ارکان ظاہری تو تکبیرین ہی ہین اور مناسب یہی ہے
کہ جیسے اور نمازون مین رکعتین ہوتی ہین اس نماز مین انکا قائم مقام تکبیرین ہون یہ میرے نزدیک معقول تر معلوم ہوتا ہے گو اور بھی احتمال رکھتا ہے
اور جنازہ کی نماز کے ثواب مین اور اسکے ساتھ جانے کی فضیلت مین جو حدیثین وارد ہین وہ مشہور ہین پس انکے نقل کرتے ہین ہم طول نہین
دیتے ۔ اور اسکا ثواب زیادہ کیون نہوگا کہ یہ نماز تو فرض کفایہ ہے نفل اسی شخص کے حق مین ہوتی ہے جسپر دوسرے شخص کے موجود ہونے سے
معین نہین ہوجاتی اور نمازی کو اس سے ثواب فرض کفایہ کا ہی ملتا ہے گو اسپر معین نہوئی ہو کیونکہ سب نمازیون نے ایک امر فرض کی بجا آوری
کی اور دوسرے شخصون سے تنگی کو دور کیا تو یہ نفل کیطرح نہین کہ جسکے پڑھنے سے کسی کے ذمہ سے فرض دور نہو ۔ اور جنازے کی نماز مین جماعت
کی کثرت مستحب ہے کہ بہت لوگون کے باعث ہمت اور دعا کی کثرت ہوگی اور ان مین کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا چنانچہ کریب نے
حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ آپکا ایک لڑکا گذر گیا آپ نے فرمایا کہ کریب دیکھ کہ آدمی اس کے واسطے کتنے اکٹھے ہوے
ہین مین نے نکلکر دیکھا تو بہت تھے مین نے عرض کیا کہ بہت ہین فرمایا کہ چالیس ہین مین نے عرض کیا کہ ہین فرمایا کہ اب جنازہ نکالو
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو مسلمان مرجاوے اور اسکے جنازے پر چالیس آدمی کہ خدا تعالی کا شریک
کسی کو نہ کرتے ہون کھڑے ہون تو اللہ تعالی انکی سفارش اسکے باب مین قبول فرماتا ہے ۔ اور جب جنازے کے ساتھ چلکر قبرستان مین پہونچے
یا ویسے قبرستان مین جاوے تو یون کہے السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم
لاحقون اور بہتر یہ ہے کہ جب تک میت دفن نہ ہولے وہان سے نہ پھرے جبکہ اسکو مٹی برابر دیجاوے تو اسکی قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہے الٰہی تیرا
بندہ تیری طرف ہٹایا گیا تو اسپر رافت اور رحمت کر الٰہی اسکے دونون پہلوؤن سے زمین کو علٰحدہ کر اور اسکی روح کے لیے آسمان کے دروازے
کھولدے اور حسن قبول کے ساتھ اسکے اعمال پذیرا فرما الٰہی اگر یہ نیک تھا تو اسکی نیکی دونی کر اور اگر برا تھا تو اسکی برائیون سے درگذر فرما چھٹی
نماز تحیۃ المسجد ہے دو رکعتون یا زیادہ سے یہ نماز سنت مؤکدہ ہے یہانتک کہ جمعہ کے روز اگر امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی ساقط نہین ہوتی باوجودیکہ خطبہ سننا
واجب مؤکد ہے اور اگر مسجد مین جاکر فرض یا قضا مین مصروف ہوگیا تو تحیۃ المسجد ادا ہوگیا اور ثواب حاصل ہوا اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ شروع مجلس مین جانا
ایسی عبادت سے خالی نہو جو مسجد کے لیے خاص ہے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور اسی وجہ سے مسجد مین بے وضو جانا مکروہ ہے اور اگر مسجد مین سے ہو کر
دوسری طرف جانے کو یا مسجد مین بیٹھنے کے لیے داخل ہو تو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے کہتے ہین کہ انکا ثواب برابر دو رکعتون کے
ہے اور امام شافعی رح کا مذہب یہ ہے کہ تحیۃ کا دوگانہ مکروہ اوقات مین مکروہ نہین یعنی عصر اور صبح کی نمازون کے بعد اور زوال کے وقت اور طلوع اور غروب
کے اوقات مین مکروہ نہین کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد عصر کے دو رکعتین پڑھین کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس
سے ہم کو منع فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دو رکعتین ہین بعد ظہر کے پڑھا کرتا تھا باہر کے لوگ جو آئے ان کے سبب سے نہ پڑھ سکا اس حدیث سے
دو باتین معلوم ہوئین ایک یہ کہ مکروہ ہونا ایسی نماز کے ساتھ مخصوص ہے جسکے لیے کوئی سبب نہین اور قضا کرنا نفلون کا ایک سبب ضعیف ہے اسلیے کہ
علما اس باب مین اختلاف رکھتے ہین کہ نوافل کی قضا ہونی چاہیے یا نہین اور جو نوافل قضا ہو گئے ہین اگر ان جیسے اور پڑھ دیگا تو انکی قضا ہو جاوے گی

یاہنین پس جب اس سبب ضعیف کے باعث نفلون کی کراہت بعد عصر کے نہ رہی تو مسجد مین آنا جو سبب کامل ہی اُسکے باعث سے بطریق اولی کراہت نہ آئیگی و راسیوجہ
سے نماز جنازے کی جبوقت جنازہ آجاوے کروہ نہین اور نماز خسوف اور ستسقا کے طلب کی کسیوقت مین مکروہ ہی کیونکہ ان نمازونکے سبب ہین اور مکروہ وہ نماز ہوتی ہی
جسکا کوئی سبب نہو دوسری یہ کہ نفلون کا قضا کرنا درست ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلون کی قضا پڑھی تو اگر اور کوئی یہ پڑھیگا تو آپکی تبعیت عمدہ ہوگی اور حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اگر غلبہ خواب یا مرض کیوجہ سے اٹھنہ اٹھتے تو بارہ رکعتین دن کو پڑھ لیتے اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ جو شخص نماز مین ہو اور موذن کا جواب
اس سے رہجاوے تو سلام کے بعد اسکو قضا کرے اور جواب دے گو موذن چپ ہوگیا ہو۔ اور اب کوئی اگر کہے کہ پچھلا فعل اول کے مثل
اور نفل جداگانہ ہی اول کی قضا نہین تو اس قول کے کچھ معنی نہین اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو وقت مکروہ مین نہ پڑھتے ہان
اگر کسی کا کوئی وظیفہ معین ہو اور اسکو کسی عذر نے اُس سے روک دیا ہو تو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے اُسکے ترک کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ اُسکا
تدارک دوسرے وقت مین کرے تاکہ اُسکا نفس آسائش اور آرام کی طرف مائل نہو اور اُسکا تدارک ایک تو نفس کے مجاہدہ کے لیے اچھا ہی دوسرے
یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی احب الاعمال الی اللہ تعالی ادومہا وان قل تو تدارک سے یہ نیت کرے کہ دوام عمل مین ناغہ پڑے
اور حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالی کی عبادت کرے پھر اُسکو تھک کر چھوڑ دے
تو اللہ تعالی اُسپر نہایت غصہ ہوتا ہی تو چاہیے کہ وعید کے نیچے داخل ہونے سے خوف کرے اور اس حدیث کا ثبوت کہ اللہ تعالی عبادت کے
چھوڑنے سے اُسپر نہایت غصہ ہوا تھکن اور ملال ہی یعنی اگر غصہ اور دوری نہوتی تو ملال اور تھکن اُسپر کیون مسلط کیجاتی **پانچوین نماز دوگانہ**
وضو مستحب ہی اسلیے کہ وضو ایک ثواب ہی اور اُسکا مقصود نماز ہی اور بے وضو ہونا ہر وقت لگا ہی رہتا ہی تو ہوسکتا ہی کہ نماز سے پہلے ہی آدمی
بے وضو ہوجاوے اور پہلے وضو کی محنت بیکار جاوے اسلیے مستحب ہی کہ وضو کرتے ہی اُسکا مقصود جلدی سے ادا کیا جاوے تاکہ یہ مقصود فوت
نہونے پاوے اور یہہ بات حضرت بلالؓ کی حدیث سے معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جنت مین داخل ہوا تو بلالؓ کو
اُسکے اندر دیکھا مین نے بلالؓ سے پوچھا کہ تو کس طرح مجھسے پہلے پہونچ گیا اُس نے کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا صرف اتنا ہی کہ جب مین نیا وضو کرتا ہون
تو ہی اُسکے بعد دو رکعتین پڑھتا ہون یا اور کسی طرح فرمایا **چھٹی نماز** گھر مین جانے اور باہر نکلنے کے وقت کا دوگانہ ہی ابوسلمہ حضرت ابوہریرہؓ
سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعتین پڑھ لے یہ دونون تجھکو برے نکلنے سے
مانع ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو دو رکعتین پڑھ وہ تجھکو برے داخل ہونے سے روکین گی اور ہر ایک امر کی ابتدا جو خفیف
ہو اسی حکم مین داخل ہی یعنی اُس کی ابتدا مین دو رکعتین پڑھنی چاہیئین اور اسی وجہ سے دوگانہ احرام کے وقت اور دوگانہ سفر کی ابتدا
مین اور سفر سے رجوع کرنے کے وقت مسجد مین دو رکعتین ادا کرنی گھر مین جانے سے پیشتر وارد ہین اور یہ سب دوگانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
فعل سے ماثور ہین۔ اور بعض صلحا جب کوئی غذا کھاتے یا پانی پیتے تو دوگانہ پڑھتے اسی طرح جو امر پیش آتا اُس مین ایسا ہی کرتے اور امور کے
شروع مین خدا تعالی کا ذکر تبرکا چاہیے اور وہ تین طرح پر ہی بعض افعال امور ایسے ہین کہ وہ کئی کئی دفعہ ہوتے ہین جیسے کھانا اور پینا تو

[illegible]

اُس مین شروع بسم اللہ سے چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کل امر ذی بال لم یبدأ فیہا ببسم اللہ الرحمن الرحیم فہو ابتر دوسرے
وہ اُمور ہین کہ بہت تو نہین ہوتے مگر اُن مین وقعت ہوتی ہی جیسے نکاح اور نصیحت کا شروع اور مشورہ وغیرہ تو اُن مین یہ مستحب ہو کہ ان باتون کو خدا کی
حمد سے شروع کرے مثلاً نکاح پڑھانے والا کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نے اپنی لڑکی تیرے نکاح مین دی اور
نوشہ کہے الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نے نکاح قبول کیا اور صحابہؓ کی عادت تھی کہ پیام کے ادا کرتے وقت اور
نصیحت کرنے اور مشورہ کرنے مین اول حمد خدا کیا کرتے تھے تیسرے وہ کہ بہت نہ ہوا کرتے ہون مگر ہونے کے بعد دیر پا ہون اور وقعت
اُن مین پائی جاتی ہو جیسے سفر اور نئے مکان کا خریدنا اور احرام باندھنا اور دوسرے اُمور اُنکی طرح کے تو ایسے کامون کے پیشتر دوگانہ پڑھنا مستحب ہی
اور اُن سب مین سے اپنی گھر مین سے باہر جانا اور اسکے اندر آنا ہی کہ وہ بھی ایک چھوٹے سے سفر کی طرح ہی **ساتوین نماز استخارہ** جو شخص
کسی کام کا قصد کرے اور اُسکے انجام کو نہ جانتا ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ بہتری اُسکے کرنے مین ہی یا نہ کرنے مین تو اس کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ دو رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور کافرون اور دوسری مین فاتحہ اور اخلاص پڑھے اور جب فارغ ہو تو دعا مانگے اللہم انی
استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسالک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر
لی فی دینی ودنیای وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فقدرہ لی ثم یسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ودنیای وعاقبۃ امری
وعاجلہ واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ وقدر لی الخیر حیث ما کان انک علی کل شیٔ قدیر اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو کامون مین استخارہ اسطرح سکھلاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت سکھاتے تھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب
تم مین سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو چاہیے کہ دو رکعتین پڑھے پھر اُس کام کا نام لے اور بجز دعا او پیذکور ہی اُس کو مانگے - اور بعض حکماء نے
کہا ہی کہ جسکو چار باتین ملین وہ چار باتون سے نہین محروم رہیگا جس کو شکر ملا وہ زیادتی نعمت سے محروم نہ رہے گا جس کو توبہ نصیب ہوئی وہ
قبول سے محروم نہ رہیگا جس کو استخارہ مرحمت ہوا وہ بہتری اور خیر سے محروم نہ رہیگا اور جسکو مشورہ عنایت ہوا وہ صواب پر پہونچنے سے محروم
نہ رہا **آٹھوین نماز حاجت** ہی جس شخص پر معاملہ تنگ آپڑا ہو اور اُسکو دنیا اور دین کی بہتری کے باب مین ایک ایسے کام کی ضرورت ہوئی ہو کہ
اُسپر مشکل پڑ گیا ہو تو اُسکو چاہیے کہ وہ نماز حاجت پڑھے چنانچہ وہیب بن الورد سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جن دعاؤن سے کہ نامقبول
نہین ہوتین ایک یہ ہی کہ بندہ بارہ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر سجدہ کرے اور یہ دعا پڑھے
سبحان الذی لبس العز وقال بہ سبحان الذی تعطف بالمجد وتکرم بہ سبحان الذی احصی کل شیٔ بعلمہ سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الا لہ سبحان ذی المن و

والفضل سبحان ذی العزو الکرم سبحان ذی الطول اسئلک بمعاقد العز من عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک وباسمک الاعظم وجدک الاعلی وکلماتک التامات التی لایجاوزھن بر ولا فاجر ان تصلی علی محمد وعلی آل محمد پھر اپنی حاجت مانگے بشرطیکہ اُس مین کوئی معصیت نہو تو انشاء اللہ مقبول ہوگی وہیب کہتے ہین کہ ہمنے سُنا ہی کہ یون اگلے لوگ کہا کرتے تھے کہ اس دعا کو بیوقوفون کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ اسکے ذریعے سے خدائے تعالی کی معصیت پر مدد لینگے اس روایت کو حضرت ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی **نوین** صلوۃ التسبیح یہ نماز جون کی تون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی اور کسی وقت اور سبب سے خاص نہین اور مستحب یہ ہی کہ اُس سے کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی نہ رہے ایک دفعہ پڑھ لیا کرے عکرمہ رضہ حضرت ابن عباس سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرمایا بھلا مین تمکو ایک چیز دون ایک شے عطا کرون ایک بات سکھا دون کہ جب تم اُسکو کرو تو اللہ تعالی تمھارے گناہ اگلے اور پچھلے پُرانے اور نئے نادانستہ اور دانستہ پوشیدہ اور ظاہر سب معاف کردے وہ یہ ہی کہ تم چار رکعتین پڑھو ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورت پڑھو جب اول رکعت مین قرأت سے فارغ ہوجاؤ تو کھڑے ہوے کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پھر رکوع کرو اور دس بار یہی کلمات کہو پھر قومہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ سے سر اُٹھاکر دس بار پھر دوسرے سجدہ مین دس بار پھر جلسۂ استراحت مین دس بار تو یہ کل پچھتر بار ہر رکعت مین ہوا چارون رکعتون مین ایسا ہی کرو اگر تم سے ہوسکے تو اسکو ہر روز پڑھو والا ہر جمعہ مین ایک بار اور اگر یہ بھی نہو سکے تو مہینے مین ایکبار اور ایک روایت مین اس طرح ہی کہ شروع نماز مین کہے سبحانک اللہم وبحمدک الخ پھر پندرہ بار تسبیح مذکور کہے قرأت سے پیشتر اور دس بار قرأت کے بعد اور باقی مثل روایت اول کے کہے مگر دوسرے سجدہ کے بعد کچھ نہ کہے اور یہ روایت بہتر ہی اور ابن مبارک کے نزدیک مختار یہی ہی اور دونون روایتون کے بموجب تعداد تسبیح کی تین سو ہوتی ہی پس اگر دن کو پڑھے تب تو چارون رکعتین ایک سلام سے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو دو سلامون سے پڑھے کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ صلوۃ اللیل مثنی مثنی اور اگر بعد تسبیح مذکور کے یہ کلمات بھی پڑھاوے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو بہتر ہی کہ بعض روایات مین یہ کلمات بھی آے ہین پس نمازین ماثورہ یہ تھین جو اوپر مذکور ہوئین اور ان نوافل مین سے مکروہ وقتون مین بجز تحیۃ المسجد اور خسوف اور استسقا کی نماز کے اور کوئی مستحب نہین دوگانہ وضو اور سفر کا دوگانہ اور گھر سے نکلنے کا اور استخارہ کا ان اوقات مین مستحب نہین اسلیے کہ یہ اسباب ضعیف ہین اور ان اوقات مین نماز پڑھنے سے نہی مؤکد ہی تو یہ نمازین ان تین نمازون کے رُتبے کو نہین پہونچتین مین نے بعض صوفیہ کو اوقات مکروہ مین دوگانہ وضو پڑھتے دیکھا ہی حالانکہ یہ امر بعید از قیاس ہی اسلیے کہ وضو نماز کا سبب نہین ہوتی بلکہ نماز وضو کا سبب ہی تو چاہیے کہ وضو اسلیے کرے کہ اُس سے نماز پڑھے یہ نہین کہ نماز اسلیے پڑھے کہ وضو کرے علاوہ ازین جو بے وضو کہ مکروہ وقت مین نماز پڑھنا چاہے تو اسکی سبیل بجز اسکے نہین کہ وضو کرے اور نماز پڑھ لے تو پھر کراہیت کے کچھ معنی نہ رہے۔ اور دوگانہ وضو کی نیت دوگانہ تحیت کی طرح نہ کرنی چاہیے بلکہ جب وضو کرے تو دو رکعتین نفل پڑھلے اور اپنے وضو کو خالی نہ چھوڑے جیسے حضرت بلال رض کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دوگانہ نفل محض ہی وضو کے بعد ہوتا ہی اور بلال رض کی حدیث سے یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ وضو خسوف اور تحیت کی طرح سبب ہو تا کہ نیت مین وضو کا دوگانہ کہے کیونکہ یہ نہین ہو سکتا کہ نماز سے وضو کی نیت کرے بلکہ یون چاہیے کہ وضو سے نماز کی نیت کرے اور یہ کیسے بنے گا کہ وضو مین تو کہے کہ مین وضو کرتا ہون اپنی نماز کے واسطے اور نماز مین کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اپنے وضو کے واسطے بلکہ جو شخص یہ چاہے کہ کراہت کے وقت مین اپنے وضو کو نماز سے خالی نہ رکھے تو اُس کو چاہیے کہ دوگانہ چھ

وضو کے بعد پڑھے اُس سے نیت قضا کی کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اُسکے ذمہ پر کوئی نماز قضا ہو جس کی ادا مین کسی باعث سے خلل ہوا ہو
تو قضا کی نیت کا کچھ مضائقہ نہوگا اسلیے کہ نماز قضا مکروہ وقتون مین بھی مکروہ نہین لیکن ان وقتون مین نیت نفل کی کرنے کی کوئی وجہ نہین ان
اوقات مین جو نوافل سے منع کیا گیا ہے اُس مین تین باتین مقصود اور مہم ہین اول آفتاب کی پرستش کرنے والون کی مشابہت سے بچنا دوم
شیطانون کے پھیلنے سے احتراز کرنا کہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نکلتا ہے اور اُسکے ساتھ شیطان کے
ماتھے کا کونا ہوتا ہے نکلنے مین اُسکے ساتھ رہتا ہے اور جب آفتاب اُٹھ جاتا ہے تو جدا ہوجاتا ہے جب برابر دوپہر ہوتی ہے تو ملجاتا ہے جب ڈھلجاتا تو ٹلجاتا ہے
پھر جب غروب پر آفتاب مائل ہوتا ہے تو شیطان کا ماتھا متصل ہوجاتا ہے اور جسوقت غروب ہوجاتا ہے تو علٰحدہ ہوجاتا ہے۔ اور ان اوقات مین
نماز سے منع فرمایا اور اُسکی علت پر آگاہ کردیا سوم یہ کہ طریق آخرت کے سالک ہمیشہ سب وقتون مین نماز پر مواظبت رکھتے ہین اور عبادات
مین سے ایک ہی طرح پر مواظبت کرنی انجام کو ملال پیدا کرتی ہے اور جس صورت مین کہ ایک ساعت روکدیا جاوے تو خوشی زیادہ ہوتی ہے اور
ارادے اُبھرتے ہین اور انسان کو منع کی ہوئی چیز کی حرص ہوتی ہے تو ان وقتون کو خالی چھوڑنے مین زیادہ تر وقت گذرنے کے انتظار کی
ترغیب دینی ہے اس وجہ سے یہ اوقات تسبیح و استغفار کے خاص کردیے گئے کہ مداومت کے باعث تھکن سے بھی بچے رہین اور ایک قسم
کی عبادت سے دوسری قسم کی سیر بھی ہوجاوے کیونکہ ہر نئی بات مین لذت جداگانہ ہے اور ایک ہی چیز کی مداومت مین گرانی اور کسل
ہوتا ہے اور اسی لحاظ نماز نہ محض سجدہ ہوئی نہ صرف رکوع نہ نرا قیام بلکہ اعمال مختلف سے اور جداگانہ ذکرون سے عبادتون کی ترتیب
ہوئی کیونکہ دل اُن مین سے ہر ایک عمل سے لذت جداگانہ اُسکو ادا کرتے وقت پاتا جاوے اور اگر ایک ہی چیز پر مداومت مشروع ہوتی
تو دل پر تھکن جلدی آتی پس جس صورت مین کہ اوقات مکروہ مین نماز کے منع کرنے سے یہ باتین مقصود ہین اور اُن کے سوا اور
اسرار ہین کہ جنکو سواے خداے تعالیٰ اور اُس کے رسول کے بشر کی طاقت نہین کہ معلوم کرے تو اس طرح کے مہمات کو چھوڑدینا
بجز ایسے اسباب کے نہین چاہیئے جو شرع مین ضروری ہون جیسے نمازون کی قضا اور مینھ کی نماز اور خسوف اور تحیۃ المسجد کا
دوگانہ ہے اور جو اسباب کہ ضعیف ہون اُنکو اس نہی کے مقصود کے مقابل نہ کرنا چاہیئے ہمارے نزدیک یہی معقول معلوم ہوتا ہے
آگے خدا جانے باب اسرار نماز پورا ہوا اُس کے بعد باب اسرار زکوٰۃ انشاء اللہ آتا ہے والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علی رسولہ المصطفٰے

پانچوان باب اسرار زکوٰۃ کے بیان مین

ربا عی احسن ہے زکوٰۃ کا نہ دینا وہ گناہ ٭ جس پر ہے وعید یوم حجّے کا گواہ ٭ اے صاحب مال شکر کردے خیرات ٭ تا تجھپہ کھلے نجات و بہبود کی راہ ٭ جاننا چاہیئے کہ خداے تعالیٰ نے زکوٰۃ کو ایک رکن اسلام بنایا اور نماز کے بعد اسی کا مذکور فرمایا
جیساکہ ارشاد ہے واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و
رسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے نہ دینے والون کے باب مین نہایت سخت وعید فرمایا جیساکہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون

الذہب والفضۃ ولاینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔ اس آیت مین جو انفاق فی سبیل اللہ مذکور ہے اس کے معنی حق زکوٰۃ کے نکالنے کے ہین احنف بن قیس کہتے ہین کہ مین قریش کے چند لوگون مین تھا کہ حضرت ابوذر گذرے اور فرمایا کہ کافرون کو سُنا دو ایک داغ کی خبر کہ انکی پیٹھون مین لگیگا اور پسلیون مین سے نکلے گا اور ایک داغ اُنکی گدّیون کی طرف سے لگیگا اور پیشانیون مین سے پار ہو جاویگا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ داغ آدمی کی پستان کے سر پر رکھکر دونون شانون کی ملائم ہڈی سے نکالدیا جاویگا اور ہڈی سے رکھکر پستان کے سر مین سے تھرتھراتا ہوا نکالا جاویگا اور حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا اُسوقت مین کہ آپ خانہ کعبہ کے سایہ مین بیٹھے تھے جب آپ نے مجھکو دیکھا فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان مین ہین مین نے عرض کیا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ جنکے پاس مال بہت ہین مگر جو کوئی ایسے ایسے اپنے دہنے اور بائین اور سامنے اور پیچھے بکھیرے اور خیرات کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہین اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا بکریون خواہ گایون والا انکی زکوٰۃ نہ ادا کریگا وہ چوپائے قیامت مین نہایت بڑے اور بہت موٹے ہوکر آوینگے اور اس شخص کو اپنے سینگون سے مارینگے اور کھُرون سے کچلین گے جب اول سے آخر تک سب چوپائے مار چکین گے تو پھر دوبارہ اسیطرح شروع کردینگے اور یہ عذاب اُسوقت تک ہوگا کہ لوگون کے درمیان حکم کیا جاوے اور جبکہ بخاری اور مسلم مین زکوٰۃ نہ دینے والون کی یہ وعید مروی ہین تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا اور اُسکے شروط ظاہری اور باطنی اور اُسکے معانی صوری اور معنوی کا لکھنا ضروریات دین سے ٹھہرا اسلیے ہم اس مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین اور انھین باتون پر کفایت کرتے ہین جنکا جاننا زکوٰۃ کے دینے والے اور لینے والے کو ضرور ہے

فصل اول زکوٰۃ کے اقسام اور اُسکے واجب ہونے کے اسباب کے بیان مین۔ جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ باعتبار اُن مالون کے جن سے وہ علاقہ رکھتی ہے چھ قسم ہے ہر ایک کو جُدا جُدا لکھا جاتا ہے۔ **قسم اول** چوپایون کی زکوٰۃ۔ زکوٰۃ خواہ چوپایون کی ہو یا دوسرے مال کی اُسی شخص پر واجب ہوتی ہے کہ آزاد اور مسلمان ہو اور بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط نہین بلکہ لڑکے اور مجنون کے مال مین بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یہ تو شرط زکوٰۃ کے دینے والے کی ہے جسپر زکوٰۃ واجب ہو اور مال کی شرطین پانچ ہین یعنی چوپایون کا خاص ہونا اور جنگل مین چرنا اور برس روز گذرنا اور ملک کامل کا اُسپر ہونا اور نصاب کا پورا ہونا۔ شرط اول خاص چوپائے اسلیے کہے کہ زکوٰۃ صرف اونٹ اور گاے اور بکری مین ہے گھوڑون اور خچرون اور گدھون مین اور اُن جانورون مین جو ہرن اور بکری سے پیدا ہون زکوٰۃ نہین۔ شرط دوم چرنے کی اسلیے ہے کہ اگر گھر پر گھاس کھلایا جاویگا تو زکوٰۃ نہوگی اور جب کچھ دنون جنگل مین چرا ہو اور کچھ دنون گھر پر گھاس کھایا ہو تو اس صورت مین بھی زکوٰۃ نہین بشرطیکہ گھاس گھر پر دینے مین بظاہر دام لگا ہو۔ تیسری شرط برس کے گذرنے کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول۔ اور اس حکم مین سے مال کے بچے مستثنیٰ رہین گے کیونکہ وہ تابع بڑے جانورون کے ہوتے ہین اور اصول پر برس دن گذرنے سے انکی بھی زکوٰۃ لیجاویگی گو اُن پر برس نہ گذرا ہو۔ اور جب مال کو برس کے اندر بیچ ڈالے یا ہبہ کردے تو برس کٹ گیا وہ جانور حساب مین شمار نہونگے۔ چوتھی شرط ملک کامل اور پورا تصرف مال پر چاہیئے اس صورت مین اگر کوئی جانور رہن ہوگا تو اُسکی زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ خود اُسنے اپنے نفس کو روکا ہے اُسپر قبضہ کرنا اُسکے اختیار مین ہے اور گم شدہ اور چھینی ہوئی مین زکوٰۃ واجب نہین جب تک کہ مع اپنی زیادتی کے پھر کر نہ آوے تو پھر کر آنے پر زکوٰۃ ایام گذشتہ کی واجب ہوجاویگی اور جس شخص پر کہ قرض اتنا ہو کہ اُسکے سب مال کو حاوی ہوجاوے تو اُسپر زکوٰۃ نہین اسلیے کہ وہ مال کے باعث غنی نہین ہے کیونکہ غنی جب ہوتا کہ مال زائد از حاجت ہوتا حالانکہ حاجت

ادا ے قرض اُسکو موجود ہے - پانچوین نصاب کا پورا ہونا اور یہ ہر چوپایے مین جدا جدا ہے مثلاً اونٹ پر کچھ زکوٰۃ نہین جب تک اُسکا شمار پانچ کو
نہ پہونچ جاوے پانچ اونٹ کے لیے نصاب ہے اس مین بھیڑ کا ایک جزعہ یا بکری کا ایک ثنیہ دینا ہوگا جذعہ اُسکو کہتے ہین کہ ایک سال کا ہوکر دوسرے
مین لگا ہو اور ثنیہ اُسکو کہتے ہین کہ دو برس کا ہوکر تیسرے مین لگا اور دس ونٹون مین دو بکریان ہین اور پندرہ مین تین اور بیس مین چار اور پچیس مین بنت
مخاض یعنی مادہ بوتا جو دوسرے برس مین ہو اور اگر بنت مخاض مال مین نہو تو نر بوتا جو تیسرے سال مین ہو لیا جاوے اگرچہ بنت مخاض کو خرید سکتا ہو
اور چھتیس ونٹون مین بنت لبون یعنی مادہ جو تیسرے سال مین ہو پھر چھیالیس مین حقہ یعنی مادہ جو چوتھے سال مین ہو اور اکسٹھ مین جزعہ یعنی
پانچوین سال کی مادہ اور چھہتر مین دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقے اور ایک سو اکیس مین تین بنت لبون پھر جب ایکسو تیس
ہو جاوین تو اب حساب جم گیا کہ ہر پچاس مین ایک حقہ اور ہر چالیس مین ایک بنت لبون لیا جاوے گا پس ایکسو تیس ہین اس
حساب سے ایک حقہ اور دو بنت لبون ہونگے اور گائے بیل مین کچھ زکوٰۃ نہین جب تک کہ تیس نہو جائین پھر تیس پر ایک تبیع یعنی بچھڑا ہے جو
دوسرے سال مین ہو اور چالیس پر ایک مسنہ یعنی بچھڑی تیسرے برس کی اور ساٹھ مین دو تبیع اور بعد اسکے حساب ٹھیک ہو جاتا ہے کہ ہر چالیس مین ایک مسنہ
اور ہر تیس مین ایک تبیع اور بھیڑ بکریون مین زکوٰۃ نہین جبتک کہ چالیس نہو جاوین چالیس پر ایک جذعہ بھیڑ کا یعنی جو ایکسال کا ہوگیا ہو خواہ ثنیہ بکری کا
یعنی وہ بچہ کہ دو سال کا ہوکر تیسرے مین ہو پھر اُنمین کچھ نہین یہانتک کہ ایکسو اکیس ہو جاوین اس شمار پر دو بکریان ہین دو سو تک اور دو سو ایک مین تین ہین چار سو
تک اور چار سو مین چار بکریان ہین پھر ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے - اور دو شریکون کی زکوٰۃ نصابون مین مثل ایک مالک کے ہوگی مثلاً دو شخصون کی شرکت مین
چالیس بکریان ہین تو اُنپر ایک ہی بکری ہوگی اور اگر تین شخصون کی شرکت مین ایکسو بیس بکریان ہون تو سب پر ایک ہی بکری ہوگی حالانکہ جدا کرنے
مین ہر شریک کے حصے مین چالیس آسکتی ہین مگر مال شرکت کو ایک ہی مالک کا سا سمجھینگے اور شرکت خواہ باعتبار سہامون کے ہو یا اور طرح پر دونون کا
حکم ایک ہے مگر یہ شرط ہے کہ دونون شریک ایک ساتھ ہی چراتے ہون اور ساتھ پانی پلاتے ہون اور مکان پر ہٹا کر لانا اور دودھ نکالنا اور نر کا ڈلوانا ایک ساتھ
کرتے ہون اور دونون صاحب زکوٰۃ ہون اور اگر شرکت ذمی یا مکاتب کے ساتھ ہو تو اُسکا اعتبار نہین ۔ اور جس صورت مین کہ مال واجب سے
کم سن کا جانور لیا جاوے تو جائز ہے بشرطیکہ بنت مخاض سے کم نہو اور کمی کا نقصان اسطرح پورا کیا جاوے کہ ایکسال کی کمی مین دو بکریان یا بیس درم اور
لیے جاوین اور دو برس کی کمی مین چار بکریان خواہ چالیس درم لیوین اور مالک مال اگر زیادہ عمر کا اونٹ دیوے تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ جزعہ سے
زیادہ نہو اور مقدار زیادتی کو بیت المال کے کارندون سے واپس لیوے ۔ اور زکوٰۃ مین بیمار جانور نہ لیا جاوے جس صورت مین کہ گلہ مین اچھے بھی ہون
اگرچہ ایک ہی تندرست ہو اور اچھے جانورون مین سے اچھا لیا جاوے اور بُرون مین سے بُرا اور مال مین سے دانہ خوری کا جانور اور جو کوکھی ہو اور
دودھیل اور سانڈ نہ لیا جاوے اور نہ ردی اور آخور لیا جاوے بلکہ میانہ لینا چاہیئے **دوسری قسم** دہ یکی اوالی چیزون کی زکوٰۃ ہے جو پیداوار کہ غذا
کی قسم ہو اور آٹھ سو سیر یعنی بیس من ہو اُس مین دسوان حصہ واجب ہے اور اُس سے کمتر مین کچھ نہین اور نہ میوون اور روئی مین زکوٰۃ ہے بلکہ اُس جنس
مین ہے جو غذا بنائی جاتی ہے اور چھوہارون اور کشمش مین زکوٰۃ ہے اور بیس من انکا ہونا معتبر ہے یعنی سوکھنے پر بیس من ہونے چاہییں تر کا اعتبار نہین اور
شریکون کے مال کو ایک دوسرے مین ملاکر پورا کر لیا جاویگا جس صورت مین کہ شرکت سہامون سے ہو مثلاً ایک باغ چند وارثون مین مشترک ہے اور اُسکی پیداوار
بیس من کشمش ہے تو سب پر دو من کشمش واجب ہونگے حصہ رسد اپنے اپنے حصہ مین سے دیکر دو من کر دین اور اگر شرکت اسطرح نہو بلکہ درخت یا زمین جدا جدا ہر ایک کے

پاس ہو اور ایک جگہ ہو تو اس شرکت کا اعتبار نہین ہے اور گیہون کے نصاب کو جو سے پورا نہ کیا جاوے گا ہان جو کے نصاب کو اُس جو سے پورا کرلینگے کہ جس پر چھلکا نہین ہوتا کیونکہ وہ بھی جو ہی کی قسم ہے اور بیسوان حصہ اُس صورت مین ہے کہ جاری پانی یا کول وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو اور جس صورت مین کہ کنوئین مین سے ڈول خواہ چرسہ سے پانی دیتے ہون تو بیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر دونون طرح پانی دیا جاتا ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور واجب کی صفت یہ ہے کہ خشک چھوہارے اور کشمش اور جنس غلہ مین سے بعد بھس دُور کرنے کے لیے جاوین اور انگور اور تر کھجورین نہ لیوین مگر اُس صورت مین کہ درختون پر کوئی آفت پڑے اور پکنے سے پہلے ہی اُنکے توڑنے مین مصلحت ہو ایسی صورت مین نو پیمانے مالک کو اور ایک پیمانہ فقیرون کو ناپ دیا جاوے اور اس صورت پر یہ اعتراض نہین پڑتا کہ بانٹنا تو بیع مین داخل ہے کیا پھلون کی بیع اگر درست نہین تو بانٹنا کب جائز ہوگا اسلیے کہ ہم کہینگے کہ حاجت کے سبب سے اس تقسیم کی اجازت ہے۔ اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کا وقت وہ وقت ہے کہ پھل گدرانے لگین اور غلہ سخت ہونے لگے اور اُسکے ادا کا وقت خشک ہونے کے بعد ہے **تیسری قسم** چاندی سونے کی زکوٰۃ ہے جو چاندی خالص دوسو درم مکہ کی تول سے ہو اور اُسپر برس روز گذر جاوے تو اسکی زکوٰۃ پانچ درم یعنی چالیسوان حصہ ہے اور اگر چاندی زیادہ ہو تو اسی حساب سے زکوٰۃ اُس پر بھی ہوگی کہ ایک ہی درم زائد ہو۔ اور سونے کی نصاب بیس مثقال خالص مکہ کے وزن سے ہے اُس مین بھی چالیسوان حصہ زکوٰۃ ہے اور زائد پر اسی حساب سے ہوگی اور اگر نصاب سے ایک رتی بھی کم ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہین اور جسکے پاس کھوٹے درم ہون اور اُن مین دوسو درم بھر خالص چاندی ہو تو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعمل زیور مین اور سونے چاندی کے برتنون مین اور سونے کی کاٹھیون مین زکوٰۃ واجب ہے اور مستعمل زیور مین واجب نہین اور اگر قرض کسی ایسے کے ذمے ہو جو دیر کر دیوے تو اُسپر بھی زکوٰۃ ہے مگر جب وہ ادا کرے اُسوقت واجب ہوتی ہے اور اگر قرض کی کچھ مدت ہو تو جبتک یہ مدت نہ گذرے تب تک واجب نہوگی **چوتھی قسم** مال تجارت کی زکوٰۃ ہے اور اُسکا حال چاندی سونے کی زکوٰۃ کا سا ہے یعنی چالیسوان حصہ واجب ہوتا ہے اور برس اُسوقت سے لیا جاویگا جسوقت سے کہ نقد روپیہ جس سے مال تجارت خریدا ہے اُسکی ملک مین آیا ہو بشرطیکہ نقد مذکور مقدار نصاب ہو اور اگر وہ نقد نصاب سے کم ہو یا اسباب کے بدلے مین تجارت کی نیت سے مال خریدا ہو تو ابتدا سے سال خریدنے کے وقت سے معتبر ہوگا اور زکوٰۃ مین وہ سکہ دے جو شہر مین چلتا ہو یا اور اس سے مال کا دام لگایا جاوے اور اگر نقد سے مال تجارت لیا ہو اور نقد نصابیہ کی مقدار ہو تو شہر کے چلن کی نسبت اُسی نقد سے دام لگاتا بہتر ہے۔ اور اگر مال اپنے لیے رکھا تھا پھر اس مین تجارت کی نیت کرے تو ابتداء سال صرف نیت کے وقت سے نہوگا بلکہ اُسوقت سے ہوگا کہ اُس مال کے عوض مین دوسری چیز مول لیوے اور جس صورت مین کہ برس روز پورا ہونے سے پیشتر تجارت کی نیت موقوف کردے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاویگی مگر بہتر ہے کہ اُس برس کی زکوٰۃ دے ڈالے اور اسباب مین جسقدر نفع آخر سال مین ہوا ہو اصل مال پر برس گذرنے سے اُس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یہ نہین کہ اُسپر از سر نو برس گذرے جیسا کہ جانورون کے بچے برس کی تمامی پر بڑون مین ملائے جاتے مین گو برس روز کے نہون اور صرافون کے مال کا برس اُنکے آپس کے مبادلے ہونے سے جاتا نہین رہتا جیسے اور تجارتون کی خرید و فروخت مین برس بدستور رہتا ہے ویسا ہی اُنکا بھی رہتا ہے اور مال مضاربت کے نفع کی زکوٰۃ مضارب پر اُسکے حصہ کے موافق ہوگی اگرچہ قسمت نفع کی نہ ہوئی ہو اور قرین قیاس یہی ہے کہ برس گذرتے ہی اُسپر واجب ہو جاوے **پانچوین قسم** دفینہ اور کان کی زکوٰۃ ہے دفینہ سے وہ مال مراد ہے جو کفر کے عہد کا مدفون ہو اور ایسی زمین ملے کہ اسلام مین اُسپر کسی کی ملک نہوئی ہو تو جو شخص اس دفینہ کو پاوے تو چاندی اور سونے مین سے اُس سے پانچوان حصہ لیا جاوے اُس مین برس کا گذرنا معتبر نہین اور بہتر یہ ہے کہ نصاب کا اعتبار بھی نہو کیونکہ خمس واجب ہونے سے اس مال کی مشابہت مال غنیمت سے

زیادہ ہی اور اگر نصاب کا اعتبار کرین تب بھی بعید نہین کہ آخر مصرف اس خمس کا اور زکوۃ کا ایک ہی ہی اور اسی وجہ سے مذہب صحیح کے بموجب دفینہ
خالص سونے چاندی کو کہین گے اور کسی چیز کو نہ کہین گے اور کان کی چیزون مین سوائے سونے چاندی کے اور کسی چیز پر زکوۃ نہین اور یہ دونون جب وقت
نکال لیے جاوین تو چالیسوان حصہ ان مین سے لیا جاویگا دو قولون مین سے صحیح تر کے بموجب اور اس قول کے بموجب نصاب کا ہونا معتبر ہوگا اور
سال تمامی کے باب مین دو قول ہین اور ایک قول یہ ہی کہ کان کے سونے چاندی مین پانچوان حصہ واجب ہی تو اس اعتبار سے سال کا اعتبار
نہ چاہیے اور نصاب کے باب مین دو قول ہین اور مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہی کہ کان کو مقدار واجب مین تو مال تجارت کی زکوۃ مین ملا دین کیونکہ وہ
بھی ایک طرح کا مال حاصل کرنا ہی اور سال کے باب مین دہ یکی والی چیزون مین ملا دین کہ سال کا اعتبار نہ کیا جاوے اور نصاب کا بھی اعتبار نہ
کیا جاوے جیسا کہ دہ یکی والی چیزون مین نہین کیا جاتا ہی اور احتیاط یہ ہی کہ تھوڑی کان ہو یا بہت سب مین سے خمس نکال دیا جاوے اور
مخصوص چاندی سونے پر نہ رکھے ہر ایک کانی چیز مین یہی کرے تاکہ شبہہ ان اختلافون کا نہ رہے کیونکہ یہ اقوال ایک دوسرے کی ضد سے
معلوم ہوتے ہین اور یقیناً کسی پر فتوی ہو نہین سکتا کہ شکلین انکی ملتی جلتی نہین ایک دوسرے کے مخالف ہین **چھٹی قسم** صدقہ فطر ہی اور
وہ زبان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک مسلمان پر واجب ہی جس کے پاس عید فطر کے روز اور اس کی شب مین اسکے
اور اس کے عیال کے کھانے سے زائد جنس غذا مین سے ایک صاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے موجود ہو اور صاع ۲ دو سیر اور دو تہائی
سیر کی ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ صاع اس پیمانے کا نام ہی جس مین ایک ہزار چالیس درم ماش یا مسور آجاوے اور یہ وزن ہندوستان کے سو بھر کے
سیر سے تین سیر اور آدھ چھٹانک ہوتا ہی۔ صدقہ فطر کو اس غلہ مین سے دیوے جو آپ کھاتا ہو یا اس سے بہتر دیوے پس اگر آپ گیہون کھاتا ہو
تو جو دینے درست نہونگے اور اگر مختلف غلہ کھاتا ہو تو سب مین بہتر دیوے اور اگر کوئی سادے دیگا تب بھی جائز ہوگا۔ اور صدقہ فطر کی تقسیم مثل
زکوۃ کی تقسیم کے ہی کہ مصرف کے سب اقسام کو پہونچنا واجب ہی اور آٹا اور بھنی ہوئی جنس دینی جائز نہین۔ اور مسلمان مرد پر صدقہ اپنی
زوجہ اور غلامون اور اولاد کا اور اُن رشتہ دارون کا جنکا نفقہ اسپر واجب ہی جیسے باپ دادا ماں نانی وغیرہ ہین واجب ہی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی[۲] اُن لوگون کا صدقہ ادا کرو جنکا خرچ تم اُٹھاتے ہو اور مشترک غلام کا صدقہ دونون شریکون کے ذمہ واجب ہی اور کافر
غلام کا صدقہ واجب نہین۔ اور اگر زوجہ اپنی طرف سے آپ صدقہ دے دے تو کافی ہی اور شوہر کو اسکی طرف سے صدقہ دینے مین اسکی اجازت
ضرور نہین۔ اور اگر اسکے پاس اتنا ہی کھانا زائد ہو کہ بعض کی طرف سے دے سکتا ہی تو بعض ہی کی طرف سے ادا کرے اور پہلے انکا دیوے
جنکے نفقہ کی تاکید بہت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے[۳] اولاد کے نفقہ کو زوجہ کے نفقہ پر مقدم فرمایا اور زوجہ کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر
حاصل یہ کہ یہ احکام فقہی ہین کہ مالدار کو انکا پہچاننا ضروری ہی اور بعض اوقات اسکو کچھ صورتین نادر بھی پیش آجاتی ہین جو ان صورتون سے
خارج ہین تو ایسی حالت مین اسکو چاہیے کہ علما سے فتوی لیکر اسپر اعتماد کرے اور ان حالات کو اول یاد کرے

دوسری فصل زکوۃ کے دینے اور اسکی ظاہری اور باطنی شرطون کے ذکر مین اور اس مین دو بیان ہین

پہلا بیان ظاہری شرطین۔ واضح ہو کہ زکوۃ دینے والے پر پانچ باتون کی رعایت واجب ہی **اول** نیت یعنی دل سے نیت فرض زکوۃ کے
دینے کی کرے یہ ضرور نہین کہ مالون کو معین کرے کہ فلان فلان کی زکوۃ دیتا ہون پھر اگر کوئی مال اسکے پاس نہین اور کہین ہی اور اسنے کہدیا کہ اگر

ح ۱ بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رض ۱۲
ح ۲ دار قطنی و بیہقی بروایت ابن عمر رض ۱۲
ح ۳ ابوداؤد بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

گھتی ہوئی ستو ۱۲

میرا مال غائب بچا ہوا ہی تو یہ اُسکی زکوٰۃ ہی ورنہ صدقہ نفل ہی تو یہ جائز ہی اسلیے کہ اگر بالفرض تصریح نہ کرتا تب بھی تو یہی ہوتا اور ولی کی نیت مجنون اور صغیر کی نیت کے قائم مقام ہی۔ اور بادشاہ کی نیت مالک مال کی نیت کے قائم مقام ہی جو زکوۃ نہ دیتا ہو مگر دنیا کے حکم ظاہری مین ہوگی یعنی اُسپر مطالبہ ظاہری نہ رہیگا لیکن آخرت کے مواخذہ سے بری نہوگا جبتک کہ از سر نو زکوٰۃ نہ دے۔ اور جسوقت کہ زکوٰۃ دینے کے لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل کرتے وقت نیت کر لی یا وکیل کو نیت کا بھی وکیل کر دیا تو کافی ہی کیونکہ نیت کیلئے وکیل کرنا بھی نیت ہی۔ دوسری بات برس روز پورا ہونے پر جلدی کرنا ہی اور صدقہ فطر کو عید فطر کے روز سے تاخیر نہ کرے۔ اور اُسکے واجب ہونے کا وقت آخر دن رمضان کے آفتاب ڈوبنے سے ہو جاتا ہی اور پیشتر دینے کا وقت تمام ماہ رمضان ہی اور جو شخص باوجود قدرت کے مال کی زکوٰۃ دیر کر دے تو گنہگار ہوگا اور پھر اگر اُسکا مال جاتا رہیگا اور مستحق زکوٰۃ کے پانے پر قادر ہوگا تو زکوٰۃ اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی۔ اور اگر مستحق کے نہ ملنے کی جہت سے تاخیر کی اور اس اثنا مین مال جاتا رہا تو اُسکے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاویگی اور زکوٰۃ کا پیشتر دینا بھی جائز ہی بشرطیکہ مال نصاب کے برابر ہو لیا ہو اور سال شروع ہو گیا ہو اور دو برس کی زکوٰۃ پیشتر دینی بھی درست ہی اور جس صورت مین کہ زکوٰۃ پیشتر دے اور مسکین زکوٰۃ لینے والا برس روز پورا ہونے سے پیشتر مر گیا یا مرتد ہو گیا یا اس مال کے سوا اور کسی مال سے غنی ہو گیا یا مالک مال کا مال جاتا رہا تو جو کچھ اُسنے پیشتر دیا تھا وہ زکوٰۃ مین شمار نہوگا۔ اور اُسکا واپس کرنا ہو نہین سکتا بجز اسطرح کے کہ دیتے وقت کہدیا ہو کہ ایسا ویسا ہوگا تو واپس کر لینگے لہذا مالک مال کو انجام کار پر بھی لحاظ ضرور ہی **تیسری** یہ کہ زکوٰۃ واجب کا عوض باعتبار قیمت کے نہ دے بلکہ جو چیز واجب ہوئی ہو وہی دیوے یہانتک کہ سونے کے عوض چاندی نہ دے نہ چاندی کے عوض سونا اگرچہ قیمت بڑھا کر ہی دے۔ اور غالبا بعض لوگ جو امام شافعی کی غرض نہین سمجھتے وہ اس باب مین تساہل کرتے ہین اور مقصود دیکھ لیتے ہین کہ فقیر کی حاجت کا روکنا ہی اور یہ بات علم سے بہت دور ہی کیونکہ یہ صحیح کہ زکوٰۃ دینے مین فقیر کی حاجت کا بند کرنا ہی مگر یہ کل مقصود نہین مقصود کا ایک ٹکڑا ہی کیونکہ شرع کے واجب تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہین کہ محض عبادت ہین غرض اور مطلب کو انمین کچھ دخل نہین جیسے مثلاً حج مین کنکرون کو پھینکنا کہ جمرات کو کنکرون کے اُن تک پہونچنے سے کچھ غرض نہین تو اس باب مین شرع کا مقصود عمل کا شروع کرنا ہی تاکہ بندہ اپنی بندگی اور غلامی ایسے فعل سے ظاہر کرے کہ جسکے معنی کچھ سمجھ مین نہین آتے کیونکہ جسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اُسپر تو کبھی طبیعت بھی مدد دیتی ہے اور اُسکی طرف بلاتی ہی تو اُس سے غلامی اور بندگی کا خلوص ظاہر نہوگا اسلیے کہ بندگی اُسی کو کہتے ہین کہ حرکت صرف معبود کے امر کے باعث ہو اور کسی جہت سے نہو اور اعمال حج کے اکثر اسی طرح کے ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام مین ارشاد فرمایا لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا اس مین تنبیہ ہی کہ یہ احرام صرف امر کی فرمانبرداری سے بندگی کا اظہار ہی اور جسطرح حکم ہوا ہی اُسکو مان لینا ہی بدون اسکے کہ عقل کو کوئی بات اس مین ایسی ملی ہو جسکی طرف وہ میل کرے یا اُسپر اُبھارے دوسری طرح واجبات شرع کی وہ ہی کہ اس سے مقصود ایک غرض معقول ہو عبادت مقصود نہو جیسے قرضدارون کا قرض ادا کرنا اور چھینی ہوئی چیز کا واپس کرنا ہی کہ اُس مین معتبر صرف نیت اور فعل نہین بلکہ جسوقت حق حقدار کو پہونچ جاوے خواہ اصل ہو خواہ اُس کا عوض ہو بصورت حقدار کی رضامندی کے تو واجب ادا ہو جاویگا اور شریعت کا خطاب ٹل جاویگا پس یہ دونون طور ایسے ہین کہ انمین ترکیب نہین ہو سکتی اور دونو جانب سکتے ہین **تیسری قسم** واجبات کی مرکب ہی جس سے دونون باتین مقصود ہین کہ بندون کی غرض بھی نکلے اور مکلف کی بندگی کا امتحان بھی ہو یعنی کنکرون کے بارے مین جو عبادت محض تھی اور حقوق کے دینے مین جو غرض نری تھی وہ دونون اسمین ایک ساتھ ہون تو یہ صورت بذات خود معقول ہی اگر شریعت اس قسم کا واجب بندہ پر مقرر فرماوے تو دونون باتون کا جمع کرنا واجب ہی اور ان دونون مین سے ظاہر تر کو دیکھکر جو مضمون عبادت نہایت باریک ہی اُسکو بھول نا

نہ چاہیے اسلیے کہ کیا معلوم ہے شاید باریک تر ہی اہم ہوا اور زکوٰۃ اسی قسم کا واجب ہے اور اس نکتہ پر بجز امام شافعیؒ کے اور کوئی واقف نہین ہوا پس زکوٰۃ
مین فقیر کی حاجت کو بند کرنا صاف بات ہے اور جلد سمجھ مین آتی ہے اور حق عبادت تفصیل وار دینے مین مقصود شرع ہے اور اسی اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج
کی ہمسر ٹھہری کہ ایک بنائے اسلام ہے اور اس مین شک نہین کہ مالدار پر اپنے مال کی جنسون کو جدا کرنے اور ہر ایک جنس مین سے حصہ رسد زکوٰۃ نکالنے مین اور
پھر اسکو آٹھون قسم کے مصرف پر تقسیم کرنے مین بڑی دقت ہے اور اس باب مین ساہل کرنے سے فقیر کی غرض مین تو کچھ خلل نہین مگر عبادت ہونے کے
مقصود مین خلل پڑتا ہے اور انواع کی تعیین سے مقصود شارع عبادت کا ہوتا اُن باتون سے معلوم ہوتا ہے جنکو ہمنے فقہی مسائل کے خلافی مسائل مین بیان کیا ہے
اور انمین سے واضح تر یہ ہے کہ شریعت نے پانچ اونٹون مین ایک بکری واجب کی ہے اس مین اونٹون سے بکری کی طرف میل کیا کچھ نقد نہ دلایا نہ قیمت کا
اعتبار کیا اور اگر کوئی یہ کہے کہ نقد روپیہ عرب والون کے پاس کم ہوتا ہے اسلیے نقد کو نہین لیا تو یہ قول اُس صورت سے باطل ہوگا جو شریعت نے
نقصان سن کے کسر بھرنے مین دو بکریان کے عوض مین بیس درم ذکر کیے ہین یعنی کسر بھرتے ہین یہ کیون نہ کہا کہ جس قدر قیمت ناقص ہو اس قدر
لینا چاہیے بیس درم کی قید کیون لگائی اور اگر کپڑے اور اسباب سب ایک سے ہین تو دو بکریون کی قید کیا ضرور تھی غرض کہ یہ اور اس جیسی اور
تخصیصون سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ بھی عبادت سے خالی نہین جیسے حج کے افعال اُن سے خالی نہین لیکن زکوٰۃ مین دو باتین اکٹھی ہین اور چونکہ
ضعیف ذہن مرکب چیزون کے دریافت سے قاصر ہین اسی وجہ سے اُنمین غلطی کرتے ہین **چوتھی** یہ کہ صدقہ کو دوسرے شہر مین نہ لیجاوے کیونکہ ہر شہر
کے مساکین وہان کے مالون کو تاکتے ہین اگر یہ وہان سے لیجاویگا تو اُنکے گمان باطل اور اُمیدین جھوٹی پڑینگی پھر اگر ایسا کرے گا تو ایک قول
کے بموجب کافی ہوگا مگر خلاف کے شبہہ سے باہر ہوجانا اچھا ہے یعنی ہر ایک مال کی زکوٰۃ اُسی شہر مین نکالے اور وہان کے غریبون پر اسکو تقسیم
کردے **پانچوین** یہ کہ زکوٰۃ کے مال کے اتنے حصے کرے جتنے مصرف کے اقسام اُس شہر مین موجود ہون کیونکہ مصرف کی ساری قسمون کو پہونچانا
زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے اور اس پر ظاہر قول خداوندی دلالت کرتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیۃ یعنے
صدقات اُن لوگون کو پہونچنے چاہیئین یہ آیت ایسی ہے جیسے کوئی مریض کہے کہ میرا تہائی مال فقرا اور مساکین کے لیے ہے یہ وصیت ہی
چاہتی ہے کہ مال مین دونون فریق شریک ہین اسی طرح آیت مین تمام اقسام کی شرکت مراد ہے۔ اور عبادات مین ظاہر اُمور پر پڑجانے سے
احتراز کرنا چاہیے باطن کے مقاصد کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اب ان آٹھ قسمون مین سے دو قسمین تو اکثر شہرون مین مفقود ہین یعنی ایک وہ
کہ انکو تالیف قلوب کے لیے دیا جاوے دوسری زکوٰۃ کے عامل اور چار قسمین تمام شہرون مین موجود ہین یعنی فقرا اور مساکین اور قرضدار اور
مسافر جنکے پاس مال نہو اور دو قسمین ایسی ہین کہ بعض شہرون مین ہین اور بعضون مین نہین یعنی غازی اور مکاتب پس اگر زکوٰۃ دینے والے کے
شہر مین پانچ قسمین مصرف زکوٰۃ مین سے ہون تو چاہیے کہ مال زکوٰۃ کے پانچ حصے برابر کرے اور ایک حصہ ایک قسم کا معین کردے پھر
ان پانچون حصون کے تین تین ٹکڑے یا زیادہ کرے خواہ برابر ہون یا کم و بیش اور یہ واجب نہین کہ ان قسمون کے ہر ہر شخص کو بھی برابر
دیوے بلکہ اختیار ہے کہ ایک قسم کے دس آدمیون کو دے اور دوسری کے بیس شخصون کو اور ظاہر ہے کہ انکا حصہ اول شخصون سے آدھا ہوگا
مگر قسمون مین کمی بیشی نہین ہوسکتی ہر قسم مین تین آدمیون سے کم نہ کرے اور اگر مقدار واجب صدقہ فطر کا ایک صاع ہو اور شہر مین پانچ قسمین
مصرف کی ہون تو چاہیے کہ اس صاع کو پندرہ آدمیون کو پہونچاوے کہ ہر قسم مین سے تین ہوجاوین اور اگر باوجود امکان کے ایک کو نہ پہونچے تو

اُسکو اپنے پاس سے تاوان دے۔ پس اگر مقدار واجب کی کمی کی جہت سے اسطرح تقسیم کرنا اُسپر دشوار پڑے تو اس صورت مین چاہیئے کہ جن لوگون پر زکوٰۃ واجب ہی اُنکے شریک ہوجاوے اور اپنا مال اُنکے مال مین ملادے خواہ مستحق شخصون کو جمع کرکے اُنکے حوالہ کرے تاکہ وہ آپس مین تقسیم کرلین کیونکہ سب کو پہونچانا اس پر ضروری ہی۔

دوسرا بیان زکوٰۃ کے آداب باطنی کے ذکر مین۔ جاننا چاہیئے کہ طریق آخرت کے طالب کے لیے زکوٰۃ دینے مین کئی آداب ہین **ادب اول** زکوٰۃ کے واجب ہونے کو اور اُسکی علت کو سمجھنا اور اُس مین امتحان کی وجہ خیال کرنی اور یہ بات دریافت کرنی کہ زکوٰۃ اسلام کے ارکان مین سے کیون ہوئی باوجودیکہ یہ تصرف مالی ہی بدنی عبادت نہین اور اسکے وجوب کی تین وجہین ہین۔ اول یہ کہ شہادت کے دونون کلمون کا بولنا توحید کا لازم پکڑنا اور معبود کی وحدانیت کی گواہی دینی ہی اور اُسکو اچھی طرح پورا کرنا اسطرح ہی کہ موحد کے نزدیک سوائے واحد یکتا کے اور کوئی محبوب نرہے کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہین کرتی اور صرف زبان سے توحید کا بولنا نافع کم ہی بلکہ درجہ محبت کا امتحان محبوب چیزون کی مفارقت سے کیا جاتا ہی اور خلائق کے نزدیک مال بہت محبوب ہین کہ دنیا کی کاربرآری کا ذریعہ وہی پڑتے ہین اور اس جہان مین اُنھین سے اُنکو اُنس رہتا ہی اور موت سے نفرت کرتے ہین باوجودیکہ موت مین ملاقات محبوب میسر ہی اسلیے اپنے صدق دعوی کے ثبوت کے لیے امتحان اس محبوب چیز کا لیا گیا کہ جو شے تمھاری منظور نظر اور معشوق ہی اُسکو ہماری راہ مین دو اور اسی لیئے اللہ تعالی نے فرمایا ہی ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ[1] اور یہ امر جہاد سے متعلق ہی یعنی خدا تعالی کے شوق دیدار مین جان سے دست بردار ہونا اور مال سے چشم پوشی کرنی تو جان کی بہ نسبت بہت سہل ہی اور جب کہ مالون کے خرچ کرنے مین یہ معنی سمجھے گئے تو اس بنا پر آدمیون کی تین قسمین ہوگئین ایک تو وہ جنھون نے توحید کو سچی طرح سے ادا کیا اور اپنے عہد کو پورا کیا اور اپنے سب مال سے دست بردار ہوے نہ اشرفی رکھی نہ روپیہ اور اس بات کے درپے ہی نہوئے کہ اُنپر زکوٰۃ واجب ہو یہانتک کہ بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ دوسو درہم مین زکوٰۃ کتنی واجب ہی اُنھون نے فرمایا کہ عوام پر تو شرع کے حکم سے پانچ درم واجب ہین لیکن ہم لوگون پر سب کا دے ڈالنا واجب ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سب مال دے ڈالا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمنے اپنے گھر والون کے لیے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اللہ اور اُسکا رسول اور حضرت عمر سے پوچھا کہ تمنے کیا چھوڑا عرض کیا کہ اتنا ہی گھر والون کے لیے چھوڑا ہی جتنا حاضر خدمت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تم دونون مین اتنا ہی فرق ہی جتنا تم دونون کے دونون کلمون مین ہی[2] غرضکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صدق کو پورا کیا کہ اپنے پاس سوائے محبوب یعنی اللہ اور اُسکے رسول کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ دوسری قسم وہ لوگ ہین جنکا درجہ اُنکے درجہ سے کم ہی اور وہ لوگ اپنے مال کو روکتے ہین اور حاجت کے وقتون اور خیرات کے موسمون کو تاکتے رہتے ہین غرضکہ جمع کرنے سے اُنکا قصد یہ ہوتا ہی کہ بقدر حاجت خرچ کرین عیش مین نہ اڑادین اور جو کچھ حاجت سے بچ رہے اُسکو نیک راہ مین جب موقع ملے دے ڈالین اور یہ لوگ صرف مقدار زکوٰۃ پر قناعت نہین کرتے بلکہ اُسکے سوا اور صدقات بھی دیتے ہین اور نخعی اور شعبی اور عطار اور مجاہد جیسے علماء کی یہ رائے ہی کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا اور حقوق بھی ہین چنانچہ شعبی سے جب پوچھا گیا کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا کوئی اور حق بھی ہی تو فرمایا کہ ہان اور بھی ہی کیا تو نے نہین سنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی الآیۃ[3] اور ان علما کا استدلال اس آیت سے بھی ہی ومما رزقنا ہم ینفقون[4]۔ اور اس سے وانفقوا مما رزقنکم[5]۔ اور کہتے ہین کہ یہ آیتین آیت زکوٰۃ سے منسوخ نہین ہوتی ہین بلکہ مسلمانون کا حق جو

ت ۱ بیشک اللہ نے خرید لی مسلمانون سے اُن کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ہے ۱۲

یعنی اس جملہ کو حسن بصری رحمہ اللہ نے مرسلاً روایت کیا ہے ۱۲ ت ۳ اور دیوے مال اُس کی محبت پر ناتے والون کو اور یتیمون کو ۱۲ ت ۴ اور ہمارے دیئے مین سے خرچ کرتے ہین ۱۲ ت ۵ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ۱۲

ایک دوسرے پر ہی اُس مین داخل ہین اور انکے معنی یہ ہین کہ توانگر آدمی جب کسی محتاج کو پاوے تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکی حاجت کو مال زکوٰۃ کے سوا سے دور کرے اور جو امر کہ فقہ مین اس باب مین درست ہی وہ یہ ہی کہ جب حاجت سے آدمی کی جان پر آبنے تو اُسکا دُور کرنا اور و نیز فرض کفایہ ہی اسلیے کہ مسلمان کا تلف کرنا درست نہین مگر ہوسکتا ہی کہ یون کہا جاوے کہ دولت والے پر صرف اتنا واجب ہی کہ جسقدر سے محتاج کی حاجت دُور ہو وہ اُسکو قرض دیدے یا دے ڈالنا جس صورت مین کہ زکوٰۃ اپنے ذمے سے ادا کرچکا ہو لازم نہین اور یہ بھی کہ سکتے ہین کہ اُسپر لازم ہی کہ فی الحال اُسکو خرچ دے ڈالے قرض دینا درست نہین بہرحال اس مسلہ مین اختلاف ہی لیکن قرض دینے کی صورت سب سے اخیر درجہ کی طرف اُترنا ہی جو عوام کے درجات مین سے ہی اور تیسری قسم بھی یہی ہی یعنی تیسری قسم ایسے لوگ ہین کہ صرف واجب کے ادا کردینے پر اکتفا کرتے ہین نہ اُسپر بڑھاتے ہین نہ اُس سے گھٹاتے ہین اور یہ مرتبہ سب مرتبون سے کم ہی اور عوام سب کے سب اسی پر کفایت کرتے ہین اسوجہ سے کہ مال پر مائل اور بخیل ہوتے ہین اور آخرت کی محبت اُنکو کم ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان یسالکموہا فیحفکم تبخلوا یعنی اگر تم سے مال مانگے اور مبالغہ کرے تو تم بخل کرو پس اس بندے مین جس سے اللہ تعالے نے مال اور جان جنت کے عوض مین خرید لی ہو اور اُس مین کہ جس پر بخل کے باعث مبالغہ نہ کیا جاتا ہو بہت فرق ہی۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے جو بندونکو اموال کے صرف کرنے کو حکم کیا ہی اُسکی ایک وجہ یہی تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ دوسری وجہ صفت بخل سے پاک کرنے کی ہی کہ یہ صفت مہلکات مین سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلٰث مہلکات شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرء بنفسہ۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہی ومن یوق شح نفسہ فاولٓئک ھم المفلحون جلد دوم مہلکات مین ہم اسکے مہلک ہونے کی وجہ اور اُس سے نجات کی صورت بیان کرینگے۔ اور ظاہر ہی کہ بخل کی صفت اسی طرح دُور ہوتی ہی کہ آدمی مال کے دے ڈالنے کا عادی ہو کیونکہ کسی چیز کی محبت جُدا نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو اُسکی مفارقت پر زور نہ دیا جاوے یہانتک کہ اس سے جدا ہونے کا خوگر ہو جاوے اور اس وجہ کے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنے والی ہی یعنی زکوٰۃ دینے ولے کو بخل کی ناپاکی سے جو مہلک ہی پاک کردیتی ہی اور اُسکا پاک کرنا اُسی قدر ہوگا جسقدر آدمی کو دینے سے خوشی اور اللہ تعالی کی راہ مین صرف کرنے سے راحت ہوگی تیسری وجہ شکر نعمت ہی کیونکہ اللہ تعالی کی نعمت بندہ پر خود اُس مین اور اُسکے مال مین دونون مین ہی پس عبادات بدنی نعمت بدن کا شکر ہی اور مالی نعمت مال کا اس صورت مین وہ شخص بڑا خسیس ہی جو فقیر کو دیکھے کہ اُس پر روزی تنگ ہی اور اپنا محتاج ہو کر آیا ہی اور باوجود اسکے اسکا نفس گوارا نہ کرے کہ خدائے تعالی کا شکر ادا کرے کہ مجھکو سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو میرا دست نگر بنایا اور چالیسوان حصہ خواہ دسوان نہ نکالے بلکہ اس نعمت کا شکرانہ ضرور چاہیئے ؎

نہ خواہندہ بہر در دیگران ۞ بشکرانہ خواہندہ از در مران ۞

دوسرا ادب ادا کے وقت مین ہی ارباب دین کے آداب مین سے ہی کہ وقت وجوب سے پیشتر ہی زکوٰۃ ادا کرین تاکہ معلوم ہووے کہ حکم خدا کی تعمیل کی رغبت رکھتے ہین اور فقرا کے دلون کو آسائش پہونچے اور زمانہ کے موانع سے برطرف رہین کہ نہ معلوم خیرات مین کچھ ہرج نہ پڑ جاوے اور یہ بھی وہ جانتے ہین کہ تاخیر مین بہت سی آفتین ہین ایک یہ ہی کہ اگر وقت وجوب سے تاخیر ہو جاوے تو مبتلائے معصیت ہونا پڑیگا پس جبکہ باطن مین خیر کا باعث ظاہر ہو تو آدمی کو چاہیئے کہ اُسکو غنیمت جانے کیونکہ یہ فرشتے کا اُتارا ہی اور مومن کا دل خدائے تعالی کی دو انگلیون کے درمیان مین ہی اُسکو پلٹتے دیر نہین لگتی علاوہ ازین شیطان مفلسی کا خوف دلاتا ہی اور فحش اور منکرات کا حکم کرتا ہی اور ہر فرشتے کے اُتارے پیچھے اُسکا اُتارا دل پر ہوتا ہی تو سبب خیر کے دل مین گذرنے کو غنیمت جانے اور اگر اکٹھی زکوٰۃ دیا کرتا ہو تو ادا کرنے کے لیے کوئی خاص مہینہ مقرر کرے اور اس باب مین کوشش

اح راس کا ترجمہ اور اسناد باب اول کی دوسری فصل مین گذرا ۱۲

کرنی چاہیے کہ جو مہینہ مقرر کیا وہ زکوۃ دینے کے اوقات مین سے افضل وقت ہو تاکہ قربت بھی اس کے باعث زیادہ ہوا ور زکوۃ بھی
دوچند ہوجاوے مثلاً ماہ محرم مین دیوے کہ یہ سال کا شروع مہینہ ہے اور محترم مہینون مین سے ہے یا رمضان مین زکوۃ نکالے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اس مہینہ مین سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور آندھی کی طرح ہوتے تھے کہ کوئی چیز گھر مین نہ چھوڑتے تھے اور رمضان مین شب قدر
کی بھی فضیلت ہے اور قرآن اُس مین نازل ہوا ہے اور مجاہد کہا کرتے کہ رمضان مت کہو کہ یہ ایک نام خدا تعالیٰ کا ہے بلکہ شہر رمضان کہا کرو۔
اور ماہ ذیحجہ بھی بہت فضیلت رکھتا ہے محترم مہینون مین سے ہے اور اُس مین حج اکبر ہوتا ہے اور ایام معلومات یعنی پہلا عشرہ اُس مین ہے اور ایام معدودات
جو تشریق کے دن ہین وہ بھی اُس مین ہین اور ماہ رمضان کے دنون مین سے بہتر پچھلے کے دس روز ہین اور ماہ ذیحجہ کے دنون مین سے اول کے
دس روز **تیسرا ادب** زکوۃ کو پوشیدہ دینا ہے کہ نمود اور شہرت اور ریا سے دور رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین افضل الصدقۃ
جہد المقل الی فقیر فی سر۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ تین چیزین خیرات کے خزانون مین سے ہین ان مین سے ایک صدقہ کا پوشیدہ دینا ہے
اور ایک حدیث مسند مین بھی یہ مضمون مروی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کوئی کام خفیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو
خفیہ مین ارقام فرماتا ہے پھر اگر وہ اُس کو ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو خفیہ کے دفتر سے ظاہر مین نقل کر دیتا ہے اور اگر وہ شخص اس عمل کو کسی اور
سے کہتا ہے تو خفیہ اور ظاہر دونون کے دفتر مین سے اُس کو دور کرکے ریا مین لکھ لیتا ہے۔ اور حدیث مشہور مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سات آدمی
ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ اُنکو اس روز سایہ مین رکھیگا جس روز کہ کوئی سایہ بجز اُس کے عرش کے سایہ کے نہوگا اُنمین سے ایک شخص وہ ہے کہ اُسنے
کوئی صدقہ دیا ہو اور اُسکے بائین ہاتھ کو خبر نہوئی ہو کہ اُسکے داہنے نے کیا دیا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ صدقۃ السر تطفی غضب الرب اور اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم۔ اور پوشیدہ دینے کا فائدہ ریا اور شہرت کی آفت سے چھوٹنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ خدا تعالیٰ شہرت والے اور زبان گرا اور منت رکھنے والے سے قبول نہین فرماتا۔ اور جو شخص اپنے صدقہ کو کہتا پھرتا ہے وہ شہرت کا طالب ہے
اور جو لوگون کے مجمع مین دیتا ہے وہ ریا کا خواہان ہے اور پوشیدہ دینا اور چپ رہنا ان دونون آفتون سے بچاؤ ہے اور بعض کا برنے پوشیدہ
خیرات کرنے مین بہت مبالغہ کیا ہے یہانتک کہ اس باب مین کوشش کی کہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچانے اسکے لیے بعض آدمی تو اندھے
کے ہاتھ مین خیرات ڈال دیتے تھے اور بعض فقیر کے راستہ مین اور اُسکے بیٹھنے کی جگہ مین پھینک دیتے تھے ایسی طرح کہ وہ چیز کو دیکھ لے اور
دینے والے کو نہ دیکھے اور بعض سوتے ہوئے فقیر کے پلہ مین باندھ دیتے تھے اور بعض دوسرے شخص کے ہاتھون فقیر کے پاس پہونچا دیتے
تھے کہ اُسکو دینے والے کا حال نہ معلوم ہو اور درمیانی شخص اُسکا حال پوشیدہ رکھتا تھا اور وہ درمیانی سے کہہ بھی دیتا تھا کہ ظاہر مت کرنا اور
یہ سب اس لیے تھا کہ خدا تعالیٰ کے غصہ کو بجھانے کا ذریعہ پیدا کرین اور شہرت اور ریا سے بچے رہین۔ اور جب ایسی صورت ہو کہ بدون ایک
شخص کے معلوم کیے خیرات کا دینا نہو سکے تو بہتر ہے کہ وہ ایک وکیل کو سپرد کر دے کہ وہ مسکین کو حوالہ کرے اور اُس کو خبر نہو کہ کسنے دیا اس لیے کہ
مسکین کے پہچاننے مین ریا اور احسان دونون ہین اور درمیانی کے جاننے مین صرف ریا ہی ہوگی دو باتین تو نہونگی اور جس صورت مین کہ دینے

[illegible]

والے کو شہرت مقصود ہو تو اُسکا عمل لغو ہو جاویگا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے دُور کرنے اور مال کی محبت کم کرنے کو ہے اور جاہ کی محبت بہ نسبت مال کی محبت
کے نفس پر زیادہ چھاتی ہے۔ اور آخرت مین ان دونون مین سے ہر ایک مہلک ہے مگر بخل کی صفت قبر مین بشکل گزندہ بچھو کے متمثل ہوگی اور ریا کی صفت
سانپ کی سی ہوگی اور آدمی کو ان دونون چیزون کے سُست کرنے کا خواہ مار ڈالنے کا حکم ہوتا کہ انکی اذیت بالکل نہو یا کمتر ہو پس جب کہ قصد ریا
اور شہرت کا کریگا تو گویا بچھو کے بعض اجزا کو سانپ کی غذا بنادیگا تو ظاہر ہے کہ جس قدر بچھو کمزور ہوگا اُسیقدر سانپ زور آور ہوگا اس سے تو اگر ویسا ہی
رہنے دیتا تو اُسپر آسان ہوتا۔ اور ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے یہ غرض کہ اس مین کیا فائدہ ہے کہ بسبب بخل کے تو خلاف کرے
اور بسبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو ادنی چیز کمزور ہو جاویگی اور قوی کو اور زیادہ قوت ہوئی اور قریب ہے کہ جلد سوم مہلکات مین ان امور کے اسرار آدینگے

چوتھا ادب یہ ہے کہ جہان جانے کہ میرے ظاہر مین زکوٰۃ دینے سے اور لوگون کو ترغیب ہوگی اور میرا اتباع کرینگے تو وہان ظاہر دیوے اور اس
صورت مین ریا سے آدمی کے بچنے کا طریق وہ ہے جسکو ہمنے باب اخیر یا مین علاج ریا کا ذکر کیا ہے اور ظاہر دینے کے باب مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
ان تبدوا الصدقات فنعما ہی یہ اسی جگہ کے لیے ہے کہ حال مقتضی ظاہر دینے کا ہو یا دوسرون کی اقتدا کے لیے یا اسلیے کہ سائل نے مجمع مین
سوال کیا ہے تو ریا کے ڈر کے مارے ظاہر مین تصدق کرنے کو چھوڑنا نہ چاہیئے بلکہ خیرات کرنی چاہیئے اور اپنے باطن کو حتی الوسع ریا سے
محفوظ رکھنا چاہیئے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ظاہر دینے مین ایک اور خرابی بھی ہے سوا احسان اور ایذا کے اور وہ فقیر کے پردہ کو پھاڑنا ہے کیونکہ اکثر
سائل کو اس بات سے ایذا ہوتی ہے کہ کوئی اُسکو محتاج کی صورت مین دیکھے پس جبکہ خود اسنے اپنے پردہ کو خیال نہ کیا اور بظاہر سوال کیا تو یہ
تیسری خرابی اُس شخص کے حق مین ممنوع نہین اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی فسق چھپا کر کرتا ہو کہ اُسکا ظاہر کرنا اور سراغ لگانا اور غیبت کرنی
ممنوع ہے مگر جو شخص خود فسق کو ظاہر کرے تو ایسے کے فسق کو ظاہر کرنا اُسکی سزا ہے مگر اُسکا سبب وہ خود ہی ہے اور اسی جیسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ من القی جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وانفقوا مما رزقناہم سرًا وعلانیۃً اس آیت مین علانیہ دینے کے لیے
بھی ارشاد فرمایا اس وجہ سے کہ اُس مین اورون کی ترغیب کا فائدہ ہے غرضکہ آدمی کو چاہیئے کہ ظاہر دینے مین جو فائدہ ہے اُسکو اُس خرابی سے جو
اُس مین لازم آتی ہے فکر وقیق سے سوچ لے اسلیے کہ یہ امر احوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے اور کا اور ہو جاتا ہے یہانتک کہ بعض اوقات
کچھ حالات مین بعض شخصون کو ظاہر دینا ہی بہتر ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ فائدون اور خرابیون کو معلوم کرے اور شہرت کی نظر سے قطع نظر کرے
اُسکو ہر حال مین واضح ہو جاویگا کہ بہتر اور لائق کونسی طرح کا دینا ہے

پانچوان ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو من و اذی سے باطل نہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ اور ان دونون لفظون کی
حقیقت مین لوگون نے اختلاف کیا ہے بعض کا یہ قول ہے کہ من کے یہ معنی ہین کہ صدقہ کا ذکر کرے اور اذی سے یہ مراد ہے کہ اُسکو ظاہر کرکے
دیوے اور سفیان ثوری رحنے فرمایا ہے کہ جو شخص من کرتا ہے اُس کا صدقہ بیکار ہو جاتا ہے اُنسے کسی نے دریافت کیا کہ من کسطرح ہے فرمایا کہ اسکو ذکر کرے
اور لوگون سے کہے اور بعضون نے کہا ہے کہ من سے مراد یہ ہے کہ صدقہ کے عوض مین فقیر سے خدمت لیوے اور اذی یہ ہے کہ اُسکو فقیری کا ننگ دلاوے
اور کچھ کہتے ہین کہ من یہ ہے کہ فقیر پر اپنے دینے کی جہت سے تکبر کرے اور اذی یہ ہے کہ اُسکو جھڑکے اور توبیخ سوال پر کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ منت رکھنے والے کا صدقہ قبول نہین فرماتا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ من کی ایک جڑ اور منبا ہے جو دل کے احوال و صفات

ت۱ اس کو اگر کھلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے ۱۲ ح ۲ جن سے شرم کا پردہ اٹھا دیا ہو تو اس کی غیبت نہیں ۱۲ ابن حبان در ضعفاء روایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲ ت ۳ اور خرچ کیا ہمارے دیے میں سے چھپے اور کھلے ۱۲ ت ۴ نہ ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ستا کر ۱۲ ح ۵ اسکی سند الفاظ احیاء کے ساتھ نہیں ملی ۱۲

مین سے ہی پھر اُس سے زبان اور اعضا پر احوال متفرع ہوتے ہین پس اصل اُسکی یہ ہے کہ اپنے آپکو نہ سمجھے کہ مین نے فقیر پر احسان اور انعام کیا حالانکہ اُسکو یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ فقیر نے مجھپر احسان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق مجھسے وصول کرلیا جس سے میری طہارت اور دوزخ سے نجات ہوگی اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میرا گلا اُس حق مین پھنسا رہتا تو زیبا یہ تھا کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنا ہاتھ خدائے تعالیٰ کے حق کے وصول کرنے کے لیے اُسکی طرف سے قائم مقام کردیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ پیشتر اس سے کہ سائل کے ہاتھون مین پہونچے خدا تعالیٰ کے ہاتھ مین پڑتا ہے تو یون سمجھنا چاہیئے کہ مین اللہ تعالیٰ کا حق دیتا ہون اور فقیر جو اُسکو لیتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے اپنا رزق لیتا ہے مگر پہلے یہ مال خدا تعالیٰ کا ہوجاتا ہے پھر فقیر کو ملتا ہے اگر بالفرض کسی شخص کا اس مالدار کے ذمہ قرض ہوتا اور قرضخواہ اُس سے کہدیتا کہ یہ قرض میرے خادم یا غلام کو دے دینا اور اس خادم اور غلام کا خورد و نوش اُس قرضخواہ کے ذمہ ہوتا تو اب یہ شخص اگر یہ خیال کرتا کہ مین اس غلام یا خادم پر احسان کرتا ہون تو اُسکی حماقت اور جہالت تھی کیونکہ اُسپر احسان تو وہ کرتا ہے جو اُسکے خورد و نوش کا کفیل ہے یہ شخص تو اُسکا وہ قرض ادا کرتا ہے جو اُسکے ذمہ کسی محبوب چیز کے لینے کی جہت سے ہوا ہے پس قرض کا ادا کرنا اپنے حق مین فائدہ کرتا ہے نہ دوسرے پر احسان جتانا۔ اور جب وہ تین وجہین جو ہمنے زکوۃ کے وجوب مین ذکر کی ہین آدمی معلوم کرے یا اُن مین سے ایک سمجھ لے تو پھر اپنے آپ کو دوسرے پر احسان کرنے والا نہ جانے گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ خود اپنے نفس پر احسان کرتا ہون یعنی مال کو خواہ خدائے تعالیٰ کی محبت ظاہر کرنے کے لیے دیتا ہون یا اپنے نفس کو بخل کی بُرائی سے پاک کرنے کے لیے یا مال کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے دیتا ہون کہ خدا تعالیٰ اور زیادہ دیوے اور ان تینون صورتون مین اسکے اور فقیر کے درمیان مین کوئی معاملہ نہین تاکہ یہ سمجھے کہ مین فقیر پر احسان کرتا ہون اور جب اس اصل سے جاہل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو فقیر پر محسن سمجھتا ہے تب اُسکے ظاہر پر اس سے دو باتین متفرع ہوتی ہین جو من کے معنون مین مذکور ہوئی ہین یعنے صدقہ کا ذکر کرنا اور ظاہر کرنا اور فقیر سے اسکا بدلہ چاہنا کہ شکر گذار اور دعاگو ہو اور خدمت اور تعظیم کرے اور حقوق بجا لاوے اور مجلسون مین آگے بٹھلاوے اور کامون مین پیروی کرے کہ یہ سب اُمور منت کے ثمرے ہین اور منت کے معنی باطن مین وہی ہین جو ہم لکھ چکے ہین۔ اور اذی کے معنی ظاہر مین تو جھڑکی اور عیب لگانے اور درشت کلامی اور ترشروئی اور ظاہر دینے سے پردہ دری اور فقیر کے ساتھ اقسام سبکی کے کاربند ہونے کے ہین مگر باطن مین جو اسکا منشا ہے وہ دو باتین ہین ایک دل مال پر سے ہاتھ اُٹھانے کو بُرا جاننا اور نفس پر اُسکا سخت گذرنا کہ خلق کو یہ بہت دشوار ہوا کرتا ہے۔ دوم اپنے آپ کو یہ سمجھنا کہ مین فقیر سے بہتر ہون یہ شخص اپنی حاجت کے سبب سے مجھسے رتبہ مین کم ہے اور ان دونون باتون کا منشا جہالت ہے مثلاً مال کے دینے کو بُرا جاننا خالی از حماقت نہین کیونکہ جو کوئی ہزار کے عوض مین ایک درم کے دینے کو بُرا جانے تو اُس سے زیادہ احمق کون ہوگا اور ظاہر ہے کہ مال خدا تعالیٰ کی رضاجوئی اور ثواب اُخروی کے لیے دیا کرتے ہین تو یہ چیزین مال کی نسبت کہین اشرف ہین یا مال کو بخل کی بُرائی کے دور کرنے کو دیتا ہے یا زیادتی نعمت کے لیے بوجہ شکر کے ادا کرتا ہے بہرحال نہین سے کوئی سی وجہ ہو ناگوار معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہین اور دوسری بات بھی جہالت ہے اسلیئے کہ اگر آدمی فقیری کا فضل توانگری کی نسبت کر معلوم کرے اور توانگرون کے خطر کو پہچانے تو کبھی فقیر کو حقیر نجانے بلکہ اسکے ذریعہ سے تبرک حاصل کرے اور اُسکے رتبہ کی تمنا کرے کیونکہ توانگرون مین سے نیکبخت آدمی فقیرون سے پانسو برس بعد جنت مین داخل ہونگے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم الاخسرون ورب الکعبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ ہم الاکثرون

اموالاً یعنی جن لوگون کے پاس مال بہت ہی پھر فقیر کو کیسے حقیر جانتا ہی جسکے لیے خدا تعالی نے اُسکو مسخر کر رکھا ہی یعنی مالدار اپنی کوشش سے مال
کماتا ہی اور اُسکو محنت کر کے بڑھاتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اُسپر لازم کر دیا گیا ہی کہ فقیر کو بقدر حاجت دے ڈالے اور زائد حاجت سے اُسکو
نہ دے جسکے دینے سے اُسکو ضرر ہو پس اس صورت مین مالدار فقیر کی روزی کے کمانے کے لیے کاروبار کرتا ہی اور فقیر سے اس بات مین جُدا ہی
کہ لوگون کے حقوق اپنی گردن پر لیتا ہی اور مشقتین بہت سی اُٹھاتا ہی اُن زوائد کی حفاظت مرتے دم تک کرتا ہی یہانتک کہ بعد کو اُسکے دشمن
اُس مال کو کھاتے ہین پس جب آدمی کے دل سے بُرائی دینے کی نکلجاوے اور بُرائی کے بدلے خوش ہو کہ اللہ تعالی نے توفیق واجب کے
ادا کرنے کی دی اور فقیر کو بھیجدیا جسکو مال حوالہ کر کے اُسکے حق سے ادا ہوا اور فقیر نے اُسکو قبول بھی کر لیا تو اُس صورت مین اذی اور جھڑکی اور
ترشروئی کچھ بھی نہ رہیگی بلکہ فقیر کو دیکر خوش ہوگا اور اُسکی تعریف کریگا اور اُسکا احسان مانیگا۔ اب اگر یہ کہو کہ منشا من و اذی کا تمنے یہ بتایا
کہ آدمی اپنے آپ کو محسن خیال کرے اور یہ ایک باریک امر ہی اُسکی کوئی پہچان بھی ہی جس سے معلوم ہو کہ دینے والے نے اپنے نفس کو محسن نہین
سمجھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہان اسکی علامت باریک اور صاف ہی اور وہ یہ ہی کہ فرض کرے کہ اس فقیر نے اُسکا کچھ نقصان کر دیا یا اُسکے کسی دشمن سے
جا ملا پھر دیکھے کہ دینے کے پیشتر اگر ایسی صورت ہوتی اور طبیعت کو بُری معلوم ہوتی اتنی ہی بُرائی اب بھی ہی یا کچھ زیادہ ہی اگر زیادہ ہو تو صدقہ ندکو
مین کچھ نہ کچھ میل سنت کا ضرور ہی اسلیے کہ اُسنے اس صدقہ کے سبب سے اُس بات کی توقع کی جسکی توقع اُسکو اس صدقہ سے پیشتر نہ تھی اور یہ امر
ایسا باریک ہی کہ کسی کا دل اس سے خالی نہین ہوتا اور اسکا علاج ایک ظاہری ہی اور ایک باطنی دوا باطنی تو ان حقیقتون کا معلوم کرنا ہی جنکو ہمنے وجوب
کی وجھون مین لکھا ہی اور اس بات کو جاننا کہ فقیر ہمپر احسان کرتا ہی کہ ہماری بخشش کو قبول کر کے ہمکو پاک کرتا ہی اور دوا ظاہر یہ ہی کہ دینے والا ایسے
فعل کرے جیسے کوئی ممنون شخص کیا کرتا ہی کیونکہ جو افعال اعضا سے صادر ہوتے ہین وہ جس طرح کے اخلاق کے ہوتے ہین دل کو اُنہین کا رنگ چڑھا دیتے
ہین چنانچہ اسکے اسرار اس باب کے نصف اخیر مین مذکور ہونگے اور اسوجہ سے بعض اکابر صدقہ کو فقیر کے سامنے رکھکر اپنے آپ کھڑے رہتے اور فقیر سے
التجا اُسکے قبول کرنے کی کرتے یہان تک کہ خود اُسکے سامنے سائلون کی صورت بناتے اور فقیر کو اپنے پاس آنا اچھا نہ جانتے بلکہ خود فقیر کے پاس جا کر
دینے کو نہایت مناسب سمجھتے۔ اور بعض اکابر ہاتھ پر صدقہ رکھکر فقیر کے سامنے ہتھیلی پھیلا دیتے تاکہ فقیر اُسکو اُٹھائے اور اوپر ہاتھ فقیر ہی کا رہے
اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ جب کچھ خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتین تو قاصد سے کہدیتین کہ جو کچھ فقیر دعا کے کلمات کہے وہ یاد کر لینا جب وہ آکر بیان کرتا
تو وہی کلمات آپ بھی کہدیتین اور فرماتین کہ دعا کا بدلہ دعا اسلیے ہم نے کیا کہ ہمارا صدقہ بچا رہے غرضکہ اول کے لوگ فقیر سے دعا کی توقع نہ رکھتے
تھے اسلیے کہ دعا بھی ایک مکافات کا سا طور ہی اور اگر کوئی اُنکے لیے دعا کرتا تھا تو اُسکے بدلہ مین ویسی ہی دعا اُسکے لیے خود کر دیا کرتے تھے
حضرت عمر رضہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ نے ایسا ہی کیا ہی پس ارباب دل اپنے دلون کا علاج ایسے کیا کرتے تھے اور ظاہری رو سے بجز ان اعمال
کے جو تواضع اور ذلت پر دلالت کرتے ہین اور فقیر کی طرف سے احسان کا ماننا اُن سے معلوم ہوتا ہی اور کوئی علاج نہین اور باطن کے اعتبار
سے اُن امور کا جاننا جنکو ہم ذکر کر چکے ہین وہ تو عمل کی رو سے ہی اور یہ علم کی رو سے اور دل کا علاج ایسی ہی تدبیر سے ہوتا ہی جو مرکب علم اور عمل
دونون سے ہو اور زکوٰۃ مین من اور اذی کے نہونے کی شرط قائم مقام نماز کے اندر خشوع کرنے کے ہی چنانچہ دونون باتین حدیث شریف سے ثابت مین نماز کے
باب مین ارشاد ہی لیس للمرء من صلوٰۃ الا ما عقل منہا اور زکوٰۃ مین فرمایا لا یقبل اللہ صدقۃ منان اور خدا تعالی ارشاد فرماتا ہی لا تبطلوا صدقاتکم بالمن و الاذی لیکن نقیصہ کا

فتوی کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی اور آدمی اس سے بری الذمہ ہوا گو اُس مین یہ شرط مفقود ہو تو یہ دوسری بات ہی ہمنے اسکی غرض کی طرف باب الصلوٰۃ مین اشارہ کیا ہی۔
چھٹا ادب یہ ہی کہ اپنی دہش کو کم جانے اسلیے کہ اگر بہت جانیگا تو عُجب کریگا اور عُجب مہلک چیزون مین سے ہی اور اعمال کو باطل کرتا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا۔ اور کہتے ہین کہ طاعت جسقدر چھوٹی جانی جاوے وہ خدا تعالی کے نزدیک بڑی ہوگی اور معصیت کو جتنا بڑا جانو خدا تعالی کے نزدیک چھوٹی ہوگی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خیرات کرنی بدون تین چیزون کے پوری نہین ہوتی اول اسکو چھوٹا جاننا دوم جلد ادا کرنا سوم چھپا کر دینا اور خیرات کو زیادہ جاننا من اور اذی کے سوا تیسری بات یہ ہی اسلیے کہ اگر بالفرض اپنے مال کو مسجد یا سرا کے بنانے مین صرف کرے تو ممکن ہی کہ اُسکو زیادہ اور بڑا سمجھے مگر اس صورت مین من اور اذی ممکن نہین۔ بلکہ عُجب اور بڑا جاننا سب عبادتون مین چلتا ہی! اور اُسکی دوا علم اور عمل دونون ہین علم تو اس طرح کہ یہ جانے کہ دسوان یا چالیسوان حصہ سب مین سے نہایت کم ہی اور جو درجے خیرات کرنے کے ہین جنکو ہم وجوب زکوٰۃ کی وجہون مین لکھ آئے ہین اُن مین سے یہ بہت خسیس درجہ ہی پس مناسب یہ ہی کہ اس خسیس درجہ پر قناعت کرنے سے حیا کرے نہ یہ کہ اپنی خیرات کو بڑا جانے اور اگر اوپر کے درجہ پر ترقی کر جاوے یعنی اپنا کل مال یا اکثر خدا کی راہ مین دے ڈالے تو ایسے شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ مال میرے پاس کہان سے آیا اور کس چیز مین صرف کرتا ہون کیونکہ مال تو خدا تعالی کا ہی اور اُسکا احسان ہی کہ بندہ کو وہ مال دیا پھر توفیق اُسکے خرچ کرنے کی دی تو خدا تعالی کے حق مین اکثر دیکر بڑا جاننا نہ چاہیے کہ وہ تو عین اُسی کا ہی اور اگر مال کو اس نظر سے دیا کہ ثواب آخرت لے تو جسکے بدلہ مین بہت دو گنے چوگنے پاویگا اُسکو بڑا کیون جانتا ہی۔ اور عمل یہ ہی کہ صدقہ کو شرمندہ ہو کر دیوے کہ بقیہ مال کو روک رکھا اور خدا تعالی کی چیز کو اُسکی راہ مین دینے سے بخل کیا اور انکسار اور خجالت اسی صورت پر ہی جیسے کسی کے پاس کوئی امانت رکھ جاوے اور وہ شخص اُسکے واپس دینے کے وقت کچھ تو پھیر دے اور کچھ اپنے پاس رہنے دے کیونکہ مال سب کا سب خدا تعالی کا ہی اور سب کا دے ڈالنا اللہ تعالی کو زیادہ پسند ہی اور سب کے دینے کا اسلیے بندہ کو حکم نہین کیا کہ اُسکے بخل کے باعث اسپر دشوار گذرتا چنانچہ خود فرمایا فیحفکم تبخلوا یعنی اگر مبالغہ کرے اور حکم دے کہ سب مال کو خرچ کر ڈالو تو تم بخل کرو اور رضا اور خوشی سے نہ دو۔
ساتوان ادب یہ ہی کہ اپنے مال مین صدقہ کے لیے بہت عمدہ اور پاکیزہ اور جو اُسکو زیادہ پسند ہو چھانٹے اسلیے کہ اللہ تعالی پاک ہی اور پاک ہی مال کو قبول کرتا ہی اور جب مال صدقہ شبہہ کا ہوگا تو عجب نہین کہ وہ اُسکی ملک ہی نہو تو اپنے موقع پر نہوگا۔ اور ابان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشی ہو اُسکو جو اپنے اُس مال مین سے دیوے جسکو بدون معصیت کمایا ہو اور اگر مال صدقہ عمدہ مال سے نہوگا تو یہ بے ادبی ہی کہ اپنے یا اپنے گھر والون اور خادم کے لیے تو اچھا رکھے اور خدا تعالی پر اورون کو ترجیح دے اگر بالفرض اپنے مہمان سے کوئی اسطرح پیش آوے کہ خراب کھانا اُسکے سامنے رکھدے تو ظاہر ہی کہ مہمان اُسکا دشمن ہو جاویگا اور یہ وہ صورت ہی کہ آدمی صدقہ دینے مین خدا تعالی کا خیال کرے اور جس صورت مین کہ اپنے نفس کے لیے اور ثواب آخرت کے لحاظ سے دیوے تب تو صاف بات ہی کہ کوئی عاقل دوسرے کو اپنے نفس پر ترجیح نہین دیتا اور اس کا مال اسی قدر ہوگا جتنا کہ دیدے اور باقی رکھے یا کھا کر فنا کر دے اور جس مال کو کھاتا ہی اس مین سردست کی ادائے حاجت ہی اور عقل کی بات نہین کہ سردست پر تو نگاہ کرے اور ذخیرے کا دھیان نہ کرے علاوہ ازین اللہ تعالی فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ یعنی ایسی چیز جسکو تم بدون کراہت اور حیا کے نہ لو اور یہی معنی اغماض کے ہین غرضکہ ایسی چیز کو اپنے پروردگار کے لیے اختیار نکرو۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ ایک درم لاکھ درم سے سبقت لیجاتا ہی۔ اور اسکی وجہ

ش ۱۔ اور حنین ایک وادی جب اترائے ... [illegible]

یہ ہو کہ انسان اُس درم کو اپنے نہایت عمدہ اور اچھے مال مین سے نکالتا ہو اسی لیے یہ صدقہ رضا مندی اور خوشی سے دیا جاتا ہو اور کبھی ایک لاکھ درم ایسے مال مین سے دے دیتا ہو جسکو خود بُرا جانتا ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ جس چیز کو محبوب جانتا ہو اُس سے خدائے تعالے کو ترجیح نہین دیتا اور اسی وجہ سے خدا تعالی نے اُن لوگون کی مذمت فرمائی جو اللہ تعالی کے لیے ایسی چیز ٹھہرادین جسکو مکروہ جانتے ہو چنانچہ فرمایا ویجعلون للہ ما یکرہون وتصف السنتہم الکذب ان لہم الحسنی لا جرم ان لہم النار۔ اس آیت مین بعض قاریون نے لا پر وقف کیا ہے اُن لوگون کی تکذیب کے لیے اور جرم سے جدا جملہ شروع کیا ہو جرم کے معنی کسب کے ہین یعنی اُن کی اس حرکت نے کہ خدائے تعالے کے لیے مکروہ چیزون کو ٹھہراتے ہین اُن کے لیے آگ کمادی

آٹھوان ادب یہ ہو کہ اپنے صدقہ کے لیے ایسے لوگ ڈھونڈھے جنسے صدقہ کو رتبہ اور طہارت ہو جاوے یہ نہین کہ آٹھون قسمون مین جو ملے اُسکو پہنچا دینا چاہیئے بلکہ اُن اشخاص مین چھ صفتون کا لحاظ کرے جس مین دو صفات پاوے اُسکو صدقہ دیوے **اول** صفت یہ ہو ایسے لوگ تلاش کرے جو پرہیزگار اور دنیا سے روگردان اور صرف آخرت کی تجارت مین مشغول ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا تاکل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا التقی۔ اور اسکی وجہ یہ ہو کہ پرہیزگار آدمی کھانے سے تقوی پر مدد لیگا تو کھلانے والا اُسکی طاعت مین اُسکا شریک ہوگا اس جہت سے کہ طاعت پر اُسکی مدد کی اور فرمایا کہ اپنا کھانا پرہیزگارون کو کھلاؤ اور سلوک جو کچھ کرو ایمانداروں پر کرو اور ایک روایت مین یون ہو کہ اپنے کھانے کے لیے اس شخص کی ضیافت کرو جس سے تم کو محبت فی اللہ ہو۔ اور بعض علما اپنا مال فقراے صوفیہ کے سوا اور کسی کو نہ دیتے تھے اُنسے کسی نے کہا کہ اگر آپ یہ مال سب فقیرون کو دیا کرین تو اس سے بہتر ہو کہ ایک فرقہ خاص کو دیتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ نہین یہ وہ لوگ ہین کہ انکی ہمت خداے تعالی کے لیے ہو جب انکو فاقہ ہوتا ہو تو اُنکی ہمت پریشان ہو جاتی ہو پس اگر ایک شخص کو مین صدقہ دیکر اسکی ہمت خداے تعالی کی طرف متوجہ کردون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہو کہ ہزار شخصون کو دون جن کی ہمت دنیا کی طرف ہو پس یہ کلام حضرت جنید بغدادی رح کے سامنے کسی نے نقل کیا آپ نے اسکو مستحسن فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ شخص اولیاء اللہ مین سے ہو اور مین نے بہت مدت سے اس سے بہتر کلام نہین سُنا پھر کہتے ہین کہ اُن بزرگ کے حال مین خلل آگیا اور قصد کیا کہ دوکان چھوڑ دین حضرت جنید رح نے اُنکے پاس کچھ مال بھیجا اور فرمایا کہ اس سے اسباب خرید لو اور دوکان مت چھوڑو کہ تم جیسے آدمی کو تجارت مضر نہین کچھ بقال تھے مفلس جو اُنسے سودا خریدتے تو اُنسے دام نہین لیا کرتے تھے **دوم صفت** یہ ہو کہ جسکو دے وہ خاص کر اہل علم مین سے ہو کہ اسکو دینے سے علم کی مدد کرنا ہوگا اور علم بہت عبادتون سے اشرف ہو بشرطیکہ اُس مین نیت درست ہو حضرت ابن مبارک اپنا صدقہ خاص اہل علم کو دیا کرتے کسی نے اُنسے کہا کہ خوب ہو اگر آپ خیرات کو عام کردین آپ نے فرمایا کہ مین نبوت کے درجہ کے بعد کوئی درجہ علما کے درجہ سے افضل نہین جانتا پس جب عالم کا دل اپنی کسی حاجت مین مشغول ہوگا تو وہ علم کے لیے مہلت نہ پاویگا نہ سیکھنے پر متوجہ ہوگا اسلیے انکو دنیا گو یا علم کے لیے انکو فرصت نکالدینی ہو **سوم صفت** یہ ہو کہ وہ شخص اپنے تقوی مین سچا ہو اور علم توحید مین پکا ہو اور توحید اس طرح ہو کہ جب کسی سے مال لیوے تو اللہ تعالی کی حمد و شکر کرے اور جانے کہ یہ نعمت اُسی کی طرف سے ہو درمیانی شخص کا لحاظ نہ کرے اور بندون کا شکر خداے تعالے کی جناب مین یہی ہو کہ تمام نعمت کو خداے تعالےٰ کی طرف سے خیال کرے اور لقمان نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ اپنے اور خداے تعالے کے درمیان کسی دوسرے کو

ستا اسے اور کرتے ہین اللہ کا جو اپنا جی نکالے اور بتاتی ہین اُنکی زبانین جھوٹ کہ اُن کو خوبی ہو آپ ہی ثابت ہوا کہ ان کو آگ ہو ۱۲ ح ۲ مت کھلا کچھ مگر پرہیزگار کو کھانا اپنا اور نہ کھاوے تیرا کھانا

[illegible]

نعمت دینے والا مت ٹھہرانا اور دوسرے کی نعمت کو اپنے اوپر فرض شمار کرنا۔ اور جو شخص خداے تعالی کے سوا دوسرے کا شکر کرتا ہی تو اُس نے
گویا منعم کو پہچانا ہی نہین اور اس بات کا یقین نہین کیا کہ درمیانی آدمی مغلوب اور اُسکی تسخیر مین مسخر ہی کیونکہ خداے تعالی ہی نے اُس پر ویش
کے لوازم مسلط کیے اور اسباب دینے کے مہیا کر دیے تب اُسنے دیا پس وہ دینے کے لیے مجبور ہی اگر وہ چاہتا کہ نہ دیوے تو اس سے نہو سکتا اسلیے
کہ پیشتر خداے تعالی نے اُسکے دل مین ڈال دیا ہی کہ تیری دین و دنیا کی بہتری دینے مین ہی تو جب باعث قوی ہوتا ہی جب ہی ارادہ مین
پختگی آتی ہی اور قدرت اُبھرتی ہی اُسوقت بندے سے اس باعث قوی کی مخالفت بن نہین پڑتی جس مین کچھ تردد نہین ہوتا اور باعثون کا
پیدا کرنے والا خداے تعالی ہی اور وہی اُنکو قوت و زور دیتا ہی اور اُنکے ضعف و تردد کو دُور کرتا ہی اور اُنکی خواہش کے مطابق قدرت کو اُبھارتا ہی
پس جو شخص اس امر پر یقین کریگا اُسکی نظر بجز مسبب الاسباب کے اور طرف نہین ہوگی۔ اور اس جیسے بندے کا یقین دینے والے کے
حق مین دوسرون کی تعریف اور شکر سے زیادہ مفید ہی اس لیے کہ وہ تو ایک زبان کی حرکت ہی اکثر اُسکا نفع کم ہی ہوتا اور اس جیسے موحد
کی اعانت بیکار نہین جاتی علاوہ ازین جو شخص دینے کے باعث تعریف کرتا ہی اور دعاے خیر مانگتا ہی وہ نہ دینے کے سبب سے بُرائی بھی
کریگا اور بد دعا سے بھی [illegible] لیگا اُسکا حال ایک سا نہین رہیگا۔ ونیز مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فقیر کے پاس کچھ صدقہ بھیجا اور
قاصد سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ وہ کہے یاد کر لینا اُس فقیر نے مال لیکر کہا کہ خدا کا شکر ہی جو اپنے ذکر کرنے والے کو نہین بھولتا اور اپنے شکر کرنے والے کو تلف
کرے پھر کہا کہ الہی اگر تو نے مجھکو فراموش نہین کیا تو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کر دے کہ مجھکو نہ بھولین قاصد نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین عرض کیا آپ اس کلام سے خوش ہوے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہیگا۔ تو اس فقیر کے حال کو دیکھو کہ اپنے
التفات کو کیسا صرف خداے تعالی پر منحصر کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ توبہ کر اُسنے کہا کہ مین بدرستی
خداے تعالی کی طرف توبہ کرتا ہون محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہین کرتا آپ نے فرمایا کہ اُسنے حقدار کا حق جان لیا۔ اور جب
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہتان سے برأت اُتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُنسے کہا کہ کھڑی ہو اور سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
بوسہ دو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بخدا مین یہ نہ کرونگی اور نہ بجز خدا کے اور کسی کا شکر کرونگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر
اسکو جانے دو کچھ مت کہو۔ اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دیا الحمد للہ لا بحمدک لا بحمد صاحبک اس
بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا باوجودیکہ برأت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا تھا
اور چیزون کو خداے تعالی کے سوا اور کسی طرف سے جاننا کافرون کا وصف ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت
قلوب الذین لا یومنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون۔ اور جس شخص کا باطن درمیانی واسطون کی طرف التفات
کرنے سے صاف نہین اور درمیانی کو صرف واسطہ نہین سمجھتا تو اُسکا دل گویا کہ شرک خفی سے علیحدہ نہین ہوا اُسکو چاہیے کہ [illegible]
سے خوف کرے اور اپنی توحید کو شرک کی کدورتون اور شبہون سے صاف کرے **صفت چہارم** یہ کہ وہ شخص مستور الحال ہو اور اپنی حاجت کو

چھپاتا ہو شکایت و درد بہت نہ بیان کرتا ہو یا یہ کہ صاحب مروت ہو جسکی نعمت جاتی رہی ہو اور عادت باقی رہ گئی ہو اور زندگی وضع کے نباہنے کے ساتھ کرتا ہو اس قسم کے لوگون کو اللہ تعالے فرماتا ہی یحسبھم الجاہل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لایسئلون الناس الحافا[1] یعنی سوال مین مبالغہ نہین کرتے اس وجہ سے کہ وہ لوگ اپنے یقین سے غنی ہین اور صبر کے باعث عزت دار ادر اس قسم کے لوگون کی تلاش دینداروں کی معرفت ہر محلہ مین کرنی چاہیئے اور خیرات کرنے والون کو وضعدار لوگون کے باطن کا حال دریافت کرنا چاہیئے اسلیے کہ صدقہ کا ان لوگونپر خرچ کرنا ان لوگون کو دینے کی نسبت کہ جو علانیہ سوال کرتے ہین کئی گنا ثواب زیادہ رکھتا ہی **صفت پنجم** یہ کہ وہ شخص صاحب عیال یا مرض مین گرفتار یا اور کسی سبب مین مبتلا ہو اور اُسکی مصداق یہ ہی آیت ہی للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لایستطیعون ضربا فی الارض[2] یعنی جو لوگ طریق آخرت مین بسبب عیال کے یا تنگی روزی کے یا دل کی اصلاح کے گھر گئے ہون کہ زمین مین جانے کی قدرت نہ رکھتے ہون اسوجہ سے کہ ان اسباب سے اُنکے بازو ٹوٹے ہوے اور ہاتھ پانون رُکے ہوے ہون حضرت عمر رضہ ایک گھر کے لوگون کو ایک گلہ بکریون وغیرہ کا دس یا اس سے زیادہ کا دیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا عیال کے موافق عنایت فرمایا کرتے تھے[3] اور حضرت عمر رضہ سے کسی نے پوچھا کہ جہد البلا یعنی حالت شاقہ سے کیا غرض ہی آپ نے فرمایا کہ عیال کی کثرت اور مال کی قلت **صفت ششم** یہ ہی کہ وہ شخص قریبون اور ذوی الارحام مین سے ہو تو اُسکے دینے مین صدقہ بھی ہوگا اور صلۂ رحم بھی ہوگا اور صلۂ رحم مین جسقدر ثواب ہی وہ ظاہر ہی حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر مین ایک درم سے اپنے کسی بھائی کا صلۂ رحم کرون تو میرے نزدیک بیس درم خیرات سے بہتر ہی اور اگر بیس درم سے کرون تو سو درم خیرات سے مجھکو زیادہ پسند ہی اور اگر سو درم سے کرون تو میرے نزدیک ایک بردہ آزاد کرنے سے اچھا ہی اور جانکار شخصون مین سے دوستون اور اہل خیر کو مقدم دینا چاہیئے جیسے بیگانون کی نسبت کہ رشتہ دار مقدم ہین لیس ان دقائق کا لحاظ رکھنا چاہیئے غرضکہ صفات مطلوبہ یہی ہین اور ان مین سے ہر صفت مین بہت سے درجے ہین پس چاہیئے کہ سب سے اعلی درجہ والے کی تلاش کرے اور اگر کوئی شخص ایسا ملجاوے جس مین ان صفات مین سے کئی ہون تو بڑی دولت اور عمدہ نعمت ہی اور جس صورت مین کہ آدمی طلب اور تلاش مین محنت کرے اور مقصود کو حاصل کرے تو اسکو دوہرا ثواب ملیگا اور اگر خطا ہو جاویگی تب بھی ایک ثواب کہین نہین گیا اسلیے دو ثواب کی صورت یہ ہی کہ ایک بات تو سردست حاصل ہوتی ہی یعنی نفس کو بخل کی صفت سے پاک کرنا اور دل مین محبت الٰہی کا پختہ ہونا اور اُسکی طاعت مین کوشش کرنی اور دوسری بات انجام کو ہوتی ہی کہ لینے والا اسکے حق مین دعا اور ہمت کرے کیونکہ نیکبختون کے دلون کے آثار سردست اور انجام کو ظاہر ہوا کرتے ہین پس اگر زکوۃ دینے والے کو عمدہ شخص ہاتھ لگ گیا اور اُسکی کوشش پر ثواب ہوئی تب تو دونون باتین حاصل ہونگی اور اگر کوشش خطا کر گئی تو اول بات حاصل ہوگی یعنی نفس کی طہارت بخل سے اور محبت الٰہی کی تاکید ہو جاویگی جسپر مدار شوق اللہ تعالی کی لقا کا ہی اور دوسری بات حاصل نہوگی یعنی ہمت و دعا کا جو فائدہ مقصود تھا وہ حاصل نہوگا پس صواب کی صورت دونا اجر ملنے سے یہان اور دوسر مقاموں مین یہی غرض ہی واللہ اعلم

تیسری فصل زکوۃ لینے والے اور اُسکے استحقاق کے اسباب اور لینے کے آداب مین یہ فصل دو بیانون پر مشتمل ہے ـ

پہلا بیان استحقاق کے سببون کے ذکر مین جاننا چاہیئے کہ زکوۃ کا مستحق وہی شخص ہی جو مسلمان اور آزاد ہو اور ہاشمی اور مطلبی نہو اور اس مین ایک صفت اُن آٹھ صفتون مین سے ہو جو قرآن مجید مین مذکور ہین آیت انما الصدقات ـ اور زکوۃ کافر کو اور غلام کو اور ہاشمی اور مطلبی کو نہ دینی

---

[1] ت ۱ سمجھے ان کو بیخبر لوگ محفوظ انکے نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے انکو انکے چہرہ سے نہیں مانگتے لوگون سے لپٹ کر ۱۲

[2] ت ۲ واسطے ان محتاجون کے جو الجھ رہے ہین اللہ کی راہ مین نہین چل پھر سکتے ملک مین ۱۲

[3] ح ۳ ان لفظون سے [illegible] اور اصحاب سنن [illegible] ابو داود و نسائی [illegible] روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت آتی تو [illegible] حصہ شہر والون کو دیتے

چاہیئے مگر لڑکے اور دیوانہ کا ولی اگر انکی طرف سے زکوۃ کو لے لے تو انکو دینا درست ہی اب آٹھون قسمون کو جدا جدا یاد کر لینا چاہیئے **پہلی قسم**
فقیر ہین اور فقیر اسکو کہتے ہین جسکے پاس مال نہو اور نہ کمانے پر قادر ہو پس جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا اور لباس ہو وہ فقیر نہین بلکہ مسکین ہی
اور اگر اسکے پاس آدھے دن کی غذا ہو تو وہ فقیر ہی اور اگر قمیص تو رکھتا ہو مگر رومال اور موزہ اور پاجامہ نہ رکھتا ہو اور قمیص کی اتنی
قیمت نہین ہی کہ اس سے سب چیزین فقرا کے حال کے موافق لیجا سکین تب بھی وہ فقیر ہی کیونکہ سر دست اسکے پاس وہ اشیا نہین جنکی اسکو
حاجت ہی اور انکے حاصل کرنے سے عاجز ہی غرضکہ فقیر مین اس بات کی قید لگانی ضرور نہین کہ اسکے پاس سوا مقدار ستر عورت کے لباس
کے نہو کیونکہ یہ قید مبالغہ ہی اور غالبًا ایسا شخص نایاب بھی ہو اور جس شخص کو عادت سوال کرنے کی ہو تو اس سے وہ زمرۂ فقرا سے خارج نہوگا اسلیے کہ
سوال کرنا کوئی کمائی کا پیشہ نہین ہان جس صورت مین کمانے پر قادر ہو تو فقیری سے خارج ہو جاویگا پس اگر اوزارون سے کمانے پر قادر ہو تو فقیر ہی
ایسے شخص کے لیے زکوۃ کے مال مین سے اوزار خرید دینے درست ہین اور اگر ایسے پیشے پر قادر ہو جو اسکی مروت اور شان کے لائق نہو تب
بھی فقیر ہی تصور ہوگا اور اگر وہ شخص فقیہ ہو اور کوئی پیشہ کرنا اسکو مانع فقہ سیکھنے کا ہو تو وہ بھی فقیر ہی اور اسکا قادر ہونا معتبر نہین۔ اور اگر وہ شخص
عابد ہو اور پیشہ کرنے سے عبادات اور وظیفون معمولی کا حرج ہوتا ہو تو اسکو پیشہ کرنا چاہیئے اسلیے کہ صدقہ کی نسبت کر پیشہ کرنا بہتر ہی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ اس سے مقصود یہی ہی کہ کمانے مین کوشش کرنی چاہیئے اور حضرت
عمر رضہ نے فرمایا ہی کہ شبہہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہی اور اگر اسکے پاس اس جہت سے خرچ نہ بچتا ہو کہ اپنے باپ پر یا اس شخص پر
نفقہ کرتا ہو جسکا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہی تو یہ کسب کی نسبت کر آسان ہی اسکو فقیر نہ کہینگے **دوسری قسم** مسکین ہین اور مسکین اسکو کہتے
ہین جسکی آمدنی خرچ کو کافی نہوتی ہو تو ہوسکتا ہی کہ ہزار درم کا مالک ہو اور مسکین ہو اور بعض اوقات کلھاڑی اور رسی کے سوا اور کچھ نہ رکھتا ہو
اور مسکین نہو اور مکان مختصر رہنے کا اور کپڑے اپنے حال کے مناسب رکھنے سے مسکینون کے زمرہ سے خارج نہوگا اسی طرح اسباب خانہ داری
یعنی ان چیزون کا ہونا جنکی حاجت ہوتی ہی مسکین ہونے سے خارج نہین کرتا بشرطیکہ اس کے حال کے موافق اشیا ہون اسی طرح فقہ کی
کتابون کا مالک ہونا مانع مسکینی نہین اور جس صورت مین کہ بجز کتابون کے اور کسی چیز کا مالک نہو تو اسپر صدقہ فطر واجب نہین اور کتابون کا
حال مثل کپڑون اور گھر کی ضروری چیزون کے ہی کہ انکی بھی حاجت ہوتی ہی مگر کتاب کی حاجت کو سمجھنے مین احتیاط کرنی چاہیے اور جان لینا چاہیئے
کہ کتاب کی حاجت تین غرضون کے لیے ہوتی ہی ایک پڑھانا دوسرے پڑھنا تیسرے مطالعہ کرنا اور سیر کی حاجت کا اعتبار نہین مثلاً اشعار
اور تاریخ اور اخبار کی کتابون کا جمع کرنا یا اور اسی طرح کی کتابین جو آخرت مین مفید نہون اور نہ دنیا مین کار آمد بجز سیر اور دل لگی کے ہون
تو اس قسم کی کتابین کفارہ اور صدقۂ فطر مین بیچ ڈالی جاوین اور مسکین ہونے کو ایسی کتابین مانع ہین اور پڑھانے کی حاجت اگر اسطرح ہو
کہ اجرت پر پڑھاتا ہو جیسے معلم اور مؤدب اور مدرس ہوتے ہین تو انکے حق مین کتابین مثل اوزارون کے ہین جیسے درزی وغیرہ پیشہ ورون
کے آلات ہین تو صدقۂ فطر مین بیچنا نہ چاہیئے اور اگر فرض کفایہ کی بجا آوری کے لیے تعلیم دیتا ہو تب بھی نہ بیچی جاوین اور اس صورت مین کتابون
کے ہونے سے مسکینیت اسپر سے دور نہوگی کیونکہ تعلیم ایک حاجت ضروری ہی اور پڑھنے اور استفادہ کی حاجت مثلاً طب کی کتابین
اس غرض سے مہیا کرنی کہ اپنے آپ کا علاج کرے یا وعظ کی کتاب اس نظر سے رکھنی کہ انمین مطالعہ کرکے نصیحت پذیر ہووے تو اس

برواہت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲

صورت مین اگر شہر مین کوئی طبیب و واعظ ہو تب تو اس شخص کو اُن کتابون کی حاجت نہین اور اگر نہو تب البتہ حاجت کی چیز ہی۔ اور مطالعہ
کی کتاب مین یہ لحاظ رہے کہ ایسی کتاب نہو جسکے مطالعہ کی برسون تک حاجت نہو بلکہ اُسکی مدت قریب بقیاس یہ ہی کہ برس روز مین کبھی
نہ کبھی اُسکے مطالعہ کی نوبت آتی ہو اور اگر ایسی کتاب ہو کہ برس کے اندر اسکی حاجت نہ پڑتی ہو تو اُسکو زائد از حاجت جاننا چاہیئے اس لیے
کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا سے زیادہ بچتا ہی اُسپر صدقہ فطر لازم آتا ہی تو جب صدقہ فطر کے لیے ایک روز فرض کیا گیا ہی تو اسباب خانہ داری
اور بدن کے کپڑون کے لیے برس روز کا معین ہونا چاہیئے اور اسی نظر سے گرمی کے کپڑے جاڑون مین نہین نیچے چلتے اور چونکہ کتابین کپڑون
اور لوازم خانہ داری کے زیادہ مشابہ ہین اسی لیے اُنکے مطالعہ کے لیے بھی برس روز مقرر ہونا بہتر ہی۔ اور بعض اوقات ایک کتاب کے دو نسخے
ہوتے ہین تو اُس وقت ایک کو زائد از حاجت جاننا چاہیئے اور اگر مالک کہے کہ اُن مین سے ایک صحیح زیادہ ہی اور دوسرا خوبصورت زیادہ
اس لیے مجھے دونون کی ضرورت ہی تو ہم یہ کہین گے کہ صحیح نسخہ کو رہنے دو اور خوبصورت کو بیچ دو اور دید بازی اور رفاہیت طلبی سے
ہاتھ اُٹھاؤ۔ اور اگر ایک علم کی دو کتابین ہون ایک بڑی ہو اور ایک مختصر تو اگر اُسکا مقصود استفادہ ہو تو بڑی کو رہنے دے۔ اور اگر پڑھانے
کی نیت ہو تو دونون کی حاجت اُسکو ہی اس لیے کہ تصنیف میں ہر ایک مین وہ فائدہ ہی جو دوسری مین نہین اور اسی طرح کی صورتین بیشمار ہین اور علم فقہ
مین اُن سے بحث نہین کی جاتی ہم نے ان کو اس لیے لکھا ہی کہ لوگ اس مین بہت مبتلا ہین اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا لحاظ کتابون کے سوا
اور چیزون مین بھی کرین کیونکہ سب کا لکھنا تو ممکن نہین کہ ہر ایک چیز مین یہ نظر ہو سکتی ہی مثلاً اثاث البیت کی مقدار اور شمار اور قسم کو دیکھین
اور بدن کے کپڑون پر غور کرین اور گھر کی تنگی اور فراخی مین تامل کرین اور ان چیزون کی کوئی حد معین نہین بلکہ فقیہ اپنی راے سے اجتہاد
کرتا ہی اور حد مقرر کرنے مین جو تخمین مناسب جانتا ہی اُسکو مقرر کرتا ہی اور شبہات کے خطرے مین داخل ہوتا ہی اور پرہیزگار آدمی اس
باب مین زیادہ احتیاط کو اختیار کرتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر بے کھٹکے بات عمل مین لاتا ہی اور بیچ کے درجے جو اطراف متقابل اور صاف کے
درمیان مین ہین وہ بہت ہین اور انکا جائز ہونا پایا جانا مشتبہ ہی اور اُنسے بجز احتیاط کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہین تیسری قسم
عامل ہین یعنی قاضی و بادشاہ کے سوا جو عامل زکوٰۃ وصول کرتے ہین وہ اس قسم مین داخل ہین اور اس مین عریف اور کاتب اور مستوفی اور
محافظ اور نقل الیہ آگئے اور انھین سے کسی کو اُس کام کی معمولی مزدوری سے زیادہ نہ دینا چاہیئے پس اگر آٹھوین حصہ زکوٰۃ مین سے ان
لوگون کو دستور کے موافق اُجرت دے کر کچھ بچ رہے تو اُسکو باقی قسمون پر تقسیم کر دینا چاہیئے اور اگر کم ہو تو جو مال مصلحتون کے لیے رکھا
رہتا ہی اُس مین سے پورا کر لینا چاہیئے چوتھی قسم۔ وہ لوگ ہین جنکو مسلمان ہونے کے لیے تالیف کے طور پر دیا کرتے ہین اور ایسے لوگ
اپنی قوم کے سردار ہوتے ہین انکے دینے سے مسلمانی پر اُنکا ثابت رہنا اور اُنکے ہم جنسون اور تابعین کی ترغیب مقصود ہی پانچوین قسم
مکاتب ہین یعنی جن غلامون کو اُن کے آقاؤن نے کچھ مال کے عوض آزاد کرنے کو کہا ہو پس مکاتب کا حصہ اُسکے آقا کو دے دینا چاہیئے
اور اگر خود مکاتب کو دے دے تب بھی درست ہی اور آقا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے مکاتب کو نہ دے کیونکہ وہ ابھی اُسکا غلام ہے۔
چھٹی قسم۔ قرضدار ہین جنھون نے امر طاعت خواہ مباح مین قرض لیا۔ اور افلاس کے باعث ادا نہو پس اگر معصیت مین قرض
لیا ہو تو اُسکو کچھ نہ دینا چاہیئے جب تک کہ توبہ نہ کرے اور اگر توانگر کے ذمہ قرض ہو تو اُسکا قرض ادا کرنا نہ چاہیئے ہان اگر اُسنے کسی بہتری

خلق خواہ فتنہ کے فرو کرنے کے لیے قرض لیا ہو تو ایسے قرض کے ادا کرنے کا مضائقہ نہین ۔ **ساتوین قسم** غازی ہین جنکا وظیفہ
رابطہ دار دین کے دفتر مین کچھ نہو تو اُنکو زکوٰۃ مین سے ایک سہم دینا چاہیے اگرچہ وہ مالدار ہون اس مراد سے کہ جہاد پر اُن کی مدد ہو ۔
آٹھوین قسم ۔ مسافر ہین یعنی جو شخص اپنے شہر سے بارادۂ سفر باہر نکلین خواہ زکوٰۃ دینے والے کے شہر مین اُنکا گذر ہو جاوے اور اُنکا
سفر معصیت کے لیے نہو تو ایسے لوگ اگر مفلس ہون تو اُنکو دینا چاہیے اور اگر اپنے گھر پر مال رکھتے ہون تو اسقدر دیوے کہ وہ اپنے
مال تک پہونچ جاوین ۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ صفات ہشتگانہ معلوم کس طرح ہون تو فقیر اور مسکین ہونا تو لینے والے کے قول سے معلوم
ہوتا ہے اُس سے اس امر کے گواہ نہ لیے جاوین نہ قسم لیجاوے بلکہ اُسکا صرف کہدینا کافی ہے کہ مین فقیر ہون بشرطیکہ جھوٹ ہونے کا یقین نہو
اور جہاد اور سفر آیندہ کی بات ہے پس جو کوئی کہے کہ میرا ارادہ سفر خواہ جہاد کا ہے اُسکو اسکے کہنے کے مطابق دے دے اگر وہ اپنے قول کو پورا نہ
کرے تو اُسکو جسقدر دیا ہو واپس لے لے باقی جو چار قسمین رہین اُن مین سے گواہون کا ہونا ضرور ہے غرضکہ استحقاق کی شرطین اور
اسباب یہی تھے جو اوپر مذکور ہوے اور یہ امر کہ ان اقسام مین ہر ایک کو کسقدر دینا چاہیے اسکا بیان عنقریب آتا ہے

دوسرا بیان لینے والے کے آداب کے ذکر مین اور اُسکے آداب پانچ ہین ۔ اول یہ کہ یون سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھکو مال دلوانا اورون سے واجب
کیا ہے تو اسلیے کہ مجھکو اور فکر بجز ایک فکر کے نہ رہے اور خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے ایک فکر ہونے کو عبادت مقرر فرمایا یعنی صرف اُنکو خدائے پاک
اور روز قیامت کی فکر رہے اور کوئی فکر دامنگیر نہو چنانچہ اس ارشاد مین یہی مراد ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لیکن از انجا کہ تقاضاے حکمت ازلی
یہ ہوا کہ بندہ پر شہوتین اور حاجتین مسلط کیجاوین اور وہ اُسکی فکر کو پریشان کرین اسی لیے مقتضاے کرم یون ٹھہرا کہ بندہ پر نعمت پہونچائی جاوے
کہ اُسکی حاجتون کو کافی ہو یعنی نظر مال بہت سے پیدا فرما کر اپنے بندون کے ہاتھ مین ڈالدیے تاکہ اُنکی حاجتون کے رفع کرنے کے وسیلے ہون اور طاعتون
کے واسطے فرصت ملنے کا ذریعہ ٹھہرین پھر بعض لوگون کو بہت سا مال دیا تاکہ اُنکے حق مین امتحان اور فتنہ ہو وہ لوگ گرداب خطر مین پڑین اور بعض کو جو اپنی محبت سے
سرفراز فرمایا تو اُنکو دنیا سے ایسا بچایا جیسے کوئی غمگسار مشفق بیمار کو پرہیز کراتا ہے یعنی اُنسے دُنیا کے زوائد کو علٰحدہ رکھا اور بمقدار حاجت کو اغنیا کے
ہاتھ سے اُن تک پہونچا دیا تاکہ کمانے کی فکر اور جوڑنے کی محنت اور حفاظت کا تردد مالدارون کے ذمہ رہے اور اُسکا فائدہ فقرا کو پہونچے کہ یہ
خدا تعالیٰ کی عبادت ہی کے ہو رہین اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرین دنیا کے زوائد اُنکی اس مطلب سے مزاحم نہون اور فاقہ اس تیاری سے
اُنکو روکے اور یہ نہایت درجہ کی نعمت ہے اور فقیر کو شایان ہے کہ فقیری کی نعمت کی قدر پہچانے اور خوب دل مین ٹھانے کہ اللہ تعالیٰ کا
فضل مجھپر اس چیز مین زیادہ ہے جو مجھ سے علٰحدہ رکھی ہے بہ نسبت اُس فضل کے جو چیز کہ مرحمت فرمانے مین کیا ہے چنانچہ اسکی تحقیق اور
تفصیل باب الفقر مین عنقریب مذکور ہوگی حاصل یہ کہ فقیر جو کچھ لیوے اُسکو اپنے رزق اور طاعت پر مدد کے لیے لیوے اور اُس مین یہ نیت
کرے کہ اُسکی جہت سے خدائے تعالیٰ کی طاعت پر قوی ہو جاویگا اور اگر یہ بات نہو سکے تو اُس مال کو ایسے مصارف مین خرچ کرے جو خدا
تعالیٰ نے مباح فرمائے ہین اگر اس سے خدائے تعالیٰ کی معصیت پر مدد لیگا تو اُس کی نعمتون کا ناشکر اور اُسکی خفگی اور ناخوشی کا مستحق
ہوگا دوم یہ کہ دینے والے کا مشکور ہو اور اُسکے حق مین دعاے خیر کرے اور یہ شکر اور دعا ایسی طرح ہون کہ اُسکو درمیانی ہونے سے
خارج نہ کردین بلکہ یہی سمجھے کہ خداے تعالیٰ کی نعمت پہونچنے کا طریق وہ شخص ہو گیا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ نے اُسکو ذریعہ اور واسطہ کر دیا ہے

اسلیے اُسکا واسطہ ہونا بیشک ہی اور اس طرح خیال کرنا اس بات کا منافی نہین کہ نعمت کو خداے تعالی کی طرف سے معلوم کرے
چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ من[1] لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور اللہ تعالی نے اپنے بندون کے اعمال پر اُنکی تعریف بہت جگہ فرائی
ہی حالانکہ اعمال پیدا کرنے والا اور اُنکی قدرت کا ایجاد کرنے والا وہی ہی مثلاً فرمایا نعم العبد انہ اواب یعنے ایوب اچھا بندہ ہی اور ہماری طرف
رجوع کرنے والا ہی اور سوا اُسکے اور بہت سی آیتین ہین - اور لینے والا دعائین یون کہے کہ خداے تعالی پاک لوگون کے دلون مین
تیرے دل کو پاک کرے اور نیک لوگون کے عمل کے ساتھ تیرے عمل کو صاف کرے - اور شہیدون کی روح کے میل مین تیری روح پر
رحمت بھیجے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[2] کہ جو کوئی تمھارے ساتھ کچھ سلوک کرے تو تم اُسکا تدارک کرو اگر تمسے نہو سکے تو اُسکے لیے
دعا مانگو یہانتک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ مکافات ہو گئی - اور ضمیمہ شکر یہ ہی کہ اگر عطا مین کچھ عیب ہو تو اُسکو چھپاوے اور اُسکی تحقیر اور مذمت
نہ کرے اور دینے والے کو نہ دینے کا ننگ نہ دلاوے جس صورت مین کہ وہ نہ دیوے - اور اگر وہ دیوے تو اُسکے فعل کو اپنے نزدیک اور
لوگون کے سامنے بڑا جانے کیونکہ دینے والے کا ادب اپنی دہش کو چھوٹا جاننا ہی اور لینے والے کا ادب یہ ہی کہ جو کوئی دے اُسکا ممنون ہو
اور اُسکی دہش کو بڑا جانے اور ہر شخص پر لازم ہی کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اُسمین کچھ مخالفت نہین اسلیے کہ اسباب چھوٹا جاننے اور بڑا جاننے کے
جدا جدا ہین دینے والے کے حق مین چھوٹا جاننے کے اسباب کا لحاظ مفید ہی اور اُسکے خلاف کرنا مضر ہی اور لینے والے کا حال اُسکے برعکس ہی اور یہ سب
باتین اسکے مخالف نہین کہ نعمت کو خدا تعالی کیطرف سے جانین ہان جو کوئی درمیانی شخص کو واسطہ نہ جانے وہ جاہل ہی اور جو واسطہ کو اصل سمجھتا ہی
برا ہی سوم یہ کہ جو مال لینا چاہے اُسکو پیشتر دیکھ لینا چاہیے اگر وہ ناجائز اور حرام سے ہو تو اُس سے پرہیز کرے اللہ تعالے اور کہین سے پہونچاوے گا
کہ فرمایا و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یہ بات نہین کہ جو شخص حرام سے احتراز کرے تو اُسکو حلال مال نہین پہونچے گا چنانچہ
ترکون اور لشکریون اور سرکاری عملون کے مال اور ان لوگون کے جنکی اکثر کمائی حرام ہی نہ لیوے لیکن اگر اُس پر وقت تنگ ہو اور جو مال اُس کو
دیا جاتا ہو اُسکا کوئی مالک معین نہ معلوم ہو تو ایسی صورت مین اُسکو اپنی حاجت کے موافق لینا جائز ہی کہ شرع کا فتوی اُس جیسی صورت مین
یہی ہی کہ اُسکو خیرات کردے جیسا کہ باب حلال و حرام مین آویگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ حلال سے عاجز ہو اور اگر ایسا مال لیگا تو زکوٰۃ کا لینے والا
نہین ہوگا اسلیے کہ یہ پیسہ تو حرام ہی جسنے زکوٰۃ مین دیا اُسکی طرف سے زکوٰۃ مین ہوا ہی نہین چہارم - یہ کہ شک کی جگہون سے احتراز کرے اور جو کچھ لیوے
اگر اُسکی مقدار مین شبہہ پڑے تو اُس سے بچے اور جسقدر مباح ہو اُسیقدر لیوے اور جبتک یہ نہ معلوم کرے کہ مجھمین استحقاق کی صفت موجود ہی تبتک
نہ لیوے مثلاً اگر مکاتب ہونے یا قرضدار ہونیکی جہت سے زکوٰۃ لیتا ہو تو قرض کی مقدار سے زائد نہ لیوے اور اگر عامل ہونیکی جہت سے لیتا ہو تو اُجرت مثل سے
زیادہ نہ لیوے اور اگر زیادہ دیا بھی جاوے تو اُس سے انکار کرے کیونکہ یہ مال کچھ دینے والے کا نہین تاکہ وہ سلوک مین داخل ہو اور اگر مسافر ہو تو توشہ اور
منزل مقصود تک سواری کے کرایہ کی مقدار سے زیادہ نہ لیوے اور اگر غازی ہو تو بجز جہاد کی چیزون کے جو خاص اُس مین کام آوین مثل گھوڑے اور
ہتھیار اور خرچ کے اور کچھ نہ لے اور ان اشیا کا اندازہ اُسکے اجتہاد سے متعلق ہی اُسکی کوئی حد مقرر نہین اور یہی حال مسافر کے توشے کا ہی اس صورت مین
شبہہ کی چیز چھوڑے اور یقینی بات اختیار کرے اور اگر مسکین ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اول اپنے لوازم خانہ داری اور کپڑون اور کتابون مین تامل کرے کہ اُنمین
کون سی چیز کی خود کی حاجت نہین اور کس چیز کے نفیس ہونے کی ضرورت نہین اُسکو بیچ کر ہو سکتا ہو کہ کارروائی کے موافق دوسری چیز آجاوے اور کچھ دام

[1] ح ۔ جو شخص لوگون کا شکر نہ کریگا وہ اللہ تعالے کا بھی شکر نہ کریگا ۱۲ ترمذی از روایت ابو سعید خدری ۱۲
[2] ح ۔ ابو داؤد و نسائی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ

بچ رہین اور یہ بات بھی فقیر کے اجتہاد سے متعلق ہی اسمین ایک طرف ظاہر ہوتی ہی اُس سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص مستحق ہی اور ایک دوسری طرف اسکے مقابل ہوتی ہی جس سے یہ سمجھ مین آتا ہی کہ مستحق نہین اور ان دو طرفون کے بیچ مین بہت سے درجے متوسط ہین جنمین شبہہ پڑتا ہی اور کاجل کی کوٹھری کا سا حال ہی جس سے کہ غالبًا دھبّا لگنے سے نہ بچے اور اس بات مین اعتماد لینے والے کے قول پر ظاہر ہی اور تنگی برتنے اور فراخی برتنے مین محتاج کے بہت سے مقام ہین کہ اُنکے شمار نہین ہو سکتے پرہیزگار آدمی اپنی حاجتون کا اندازہ تنگی کے ساتھ کیا کرتا ہی اور سہل انگار کا میل وسعت اور فراخی کیطرف ہوتا ہی یہانتک کہ اپنے نفس کو بہت سی باتون کی ضرورت سمجھا کرتا ہی اور یہ امر شریعت مین بُرا ہی بہر حال جب حاجت ثابت ہو جاوے تو چاہیئے کہ بہت سا مال نہ لے بلکہ اسقدر لے کہ لینے کے وقت سے ایکسال تک کافی ہو یہ مدت بڑی سے بڑی ہی اسوجہ سے کہ برس کے مکرر ہونے سے آمدنی کے اسباب مکرر ہوتے ہین اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کے واسطے ایکسال کی غذا جمع بھی فرمائی ہی تو بہتر ہی کہ فقیر اور مسکین کیلیے بھی یہی مقرر ہو اور اگر ایک مہینے خواہ ایک دن کی حاجت پر بس کرے تو تقوی سے قریب تر ہی اور جو مقدار کہ زکوۃ اور صدقہ مین سے لینی چاہیئے اُسکے باب مین علما کے مذاہب جدا جدا ہین بعضے کمی مین اسقدر مبالغہ کرتے ہین کہ اُنھون نے ایک دن رات کی غذا پر کفایت کرنے کو واجب کر دیا ہی اور اپنی دلیل اُس حدیث کو کہتے ہین جو سہل ابن حنظلیہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنا کے ہوتے ہوئے سوال کرنے سے منع فرمایا پھر غنا کو جو آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ صبح اور شام کا کھانا پاس ہو۔ اور دوسرون نے یہ کہا ہی کہ توانگری کی حد تک لیوے اور توانگری کی حد زکوۃ کی نصاب ہی اسلیے کہ اللہ تعالی نے زکوۃ صرف توانگرون پر واجب فرمائی ہی تو اس سے اُنھون نے یہ نکالا کہ اپنے واسطے اور اپنے کنبے مین سے ہر شخص کے واسطے اسکو زکوۃ کی نصاب تک لینا درست ہی اور بعض لوگون نے توانگری کی حد پچاس درم فرمائی ہین اسلیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من سال وله مال یغنیه جاء یوم القیمة وفی وجهه خموش قیل وما غناه قال خمسون درهما او قیمتها من الذهب اور کہتے ہین کہ اس حدیث کا ایک راوی قوی نہین اور بعض لوگون نے توانگری کی حد چالیس درم فرمائی ہی اسوجہ سے کہ عطاء بن یسار سے منقطع روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سال وله اوقیة فقد الحف فی السوال اور دوسرے علما نے وسعت مین مبالغہ کرکے فرمایا ہی کہ فقیر کو اتنا لینا درست ہی کہ اُس سے ایک زمین خرید لے جس سے تمام عمر کو بیفکر ہو جاوے یا اُس سے کوئی مال تجارت خرید کرکے بے حاجت ہو جاوے کیونکہ بیفکری اور غنا اسی کا نام ہی کہ تمام عمر کو ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ جب دو تو غنی کر دو یہانتک کہ بعض کا مذہب یہ ہی کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جاوے تو اُسکو اتنا لینا درست ہی کہ پھر اُسکا حال بدستور سابق ہو جاوے گو دس ہزار درم سے ہوتا ہو ہان جس صورت مین کہ فقیر حد اعتدال سے خارج ہو اسوقت البتہ درست نہین اور جب حضرت ابو طلحہ اپنے باغ مین نماز پڑھتے تھے اور اُسکی طرف دھیان بٹنے سے نماز مین حرج ہوا تو فرمایا کہ مین نے اس باغ کو صدقہ کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ اسکو اپنے رشتہ دارون پر صدقہ کرو کہ یہ تمھارے حق مین اچھا ہی تو آپ نے اُسکو حضرت حسان اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا تو ایک باغ خرما کا دو شخصون کو بہت سا ہو اور غنی کر دیا۔ اور حضرت عمر نے ایک اعرابی کو ایک اونٹنی مع اسکے مان باپ کے دے ڈالی تھی ان دلائل سے فقیر کو زیادہ لینا پایا جاتا ہی غرضکہ دونون طرف کے دلائل یہ ہین اور ہمارے نزدیک یہ ہی کہ کمی کے لیے مقدار ایک رات دن کی غذا یا اوقیہ کا ہونا اس باب مین ہی کہ اتنا ہوتے ہوئے سوال نکرے اور دروازہ بدروازہ پھرے اور گداگری بری چیز ہی اسکا حکم اور ہی اُسکو اس بحث سے کچھ سروکار نہین بلکہ جو احتمال یہ نکالتے ہین کہ اتنا لینا درست ہی کہ اُس سے زمین خرید لے اور عمر بھر کو غنی ہو جاوے اس قلت کی بہ نسبت تو یہی اچھا ہی گو یہ بھی زیادتی ہی جا کی طرف مائل ہی اعتدال سے قریب تر یہ ہی کہ برس بھر ہونے کیلیے کافی ہو اور اس سے زیادہ مین خطر ہی اور کمی کی صورت مین تنگی ہی اور جس صورت مین کہ ان امور مین کوئی اندازہ نہین اسی لیے اگلے باب مین توقف کیا گیا ہی بس مجتہد کو یہی

ا ح بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضی
ابو داؤد
۲ ح ... ۳ ح ...
ابن حبان ۱۲ ... اور اسکے
سوال کرے ...
پاس اتنا مال ہو جو
کافی ہو ...
...
روایت کیا ہی اور ترمذی نے
حسن کہا ہی اور نسائی نے اور
خطابی نے ضعیف ۱۲
۴ ح جو شخص سوال کرے
اور اسکے پاس ایک اوقیہ
یعنی چالیس درم ہون تو
اُسنے سوال مین اصرار کیا
ابو داؤد و نسائی از رجل
...
۵ ۱۲ ... ۶ ۷ ...
... باب دوم مین ...
۱۲

پہونچتا ہی کہ جیسا دیکھے ویسا حکم کرے پھر پرہیزگار سے کہدیا جاوے کہ تو اپنے دل سے فتوی لے گو اور لوگ تجھکو کچھ کچھ فتوی دین جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کیونکہ گناہ دلون پر غالب ہونے والا ہی پس اگر لینے والا اپنے دل مین اُس مال کی طرف سے خلش پاوے تو چاہیئے کہ خدائے تعالے سے ڈرے اور فتوی کے بہانہ سے اُس کی اجازت اپنے لیے نہ سمجھے کیونکہ علماء ظاہر کے فتوی ضرورتون کی قید سے آزاد ہوتے ہین اور اُن مین تخمین اور شبہون مین داخل ہونا بہت ہی اور دینداروں اور طریق آخرت کے سالکون کی عادت شبہات سے احتراز کرنیکی ہوتی ہی پانچم یہ کہ صاحب مال سے پوچھے کہ تمپر زکوٰۃ کتنی واجب ہی اور جب اُسکی مقدار معلوم ہو تو جو کچھ اپنے آپ کو ملا ہو اُسکو دیکھے اگر یہ مقدار کل زکوٰۃ کے آٹھوین حصہ کسے سے زائد ہو تو اُس مین سے کچھ نہ لے اسلیے کہ یہ اور اسکے دو اور شریک ملکر صرف آٹھوین حصہ کے مستحق ہین پس آٹھوین حصہ مین دو اپنی قسم کے آدمیون کا حصہ کم کرکے لیوے ورنہ کچھ نہ لے اور یہ بات دریافت کرنی اکثر لوگون پر واجب ہی کیونکہ خلق اس تقسیم کی رعایت نہین کرتی خواہ جہالت کے باعث یا سہولت برتنے کی جہت سے البتہ جس صورت مین گمان غالب حرمت کے احتمال کا نہو تو اُسوقت اُن جیسی باتونکو دریافت نکرنا جائز ہی اور سوال نکرنے کے مواقع اور احتمال کے درجات باب الحلال والحرام مین انشاء اللہ مذکور ہونگے۔

چوتھی فصل صدقہ نفل اور اُسکی فضیلت اور اسکے لینے اور دینے کے آداب کے ذکر مین اور اس فصل مین تین بیان ہین۔

پہلا بیان صدقہ کی فضیلت مین احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو اگرچہ ایک کھجور ہی ہو اس لیے کہ وہ کسیقدر بھوکے کی تکلیف بند کرتا ہی اور گناہ کو ایسا بجھاتا ہی جیسا پانی آگ کو بجھاتا ہی اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ اور فرمایا کہ جو بندہ مسلمان کہ اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہی اور خدا تعالی پاک ہی کو قبول بھی فرماتا ہی تو اللہ تعالی اس صدقہ کو اپنے دہنے ہاتھ مین لیتا ہی پھر اُسکی پرورش کرتا ہی جیسے تم مین سے کوئی اپنے اونٹ کے بچہ کو پالتا ہی یہانتک کہ کھجور بڑھکر اُحد کے برابر ہوجاتی ہی اور حضرت ابو ذر داء کو فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اُسمین پانی زیادہ کردو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والون کو دیکھو اور اُسمین سے اُنکو پہونچاؤ اور فرمایا ہی کہ جو بندہ صدقہ اچھا دیتا ہی اللہ تعالی اُسکے متروکہ مین برکت بھی خوب ہی دیتا ہی اور فرمایا کل امرئ فی ظل صدقتہ حتی یقضی بین الناس اور فرمایا الصدقۃ تسد سبعین بابا من الشر اور فرمایا صدقۃ السر تطفی غضب الرب عزوجل اور فرمایا کہ جو شخص کہ وسعت کے باعث دیتا ہی وہ ثواب مین اُس سے افضل نہین جو حاجت کے سبب سے قبول کرتا ہی اور غالباً اس سے مقصود یہ ہی کہ جو شخص مال لینے سے اپنی حاجت اسلیے دفع کرے کہ دین کے لیے فراغت ملجاوے تو وہ شخص دینے والے کے مساوی ہوگا جو اپنی دہش سے نیت اپنے دین کی آبادی کی کرتا ہی اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ صدقہ کونسا افضل ہی آپنے فرمایا کہ ایسے وقت مین صدقہ افضل ہی کہ تندرست اور مال کا حریص والا ہو اور توقع بہت جینے کی رکھتا ہو اور فاقہ سے ڈرتا ہو۔ اور صدقہ دینے مین تاخیر نہ کرے یہانتک کہ جان جب نرخرے مین آپہونچے تو کہنے لگے کہ اتنا فلانے کو اور اتنا فلانے کو دینا حالانکہ مال اور کسی کا ہوچکا ہو اور ایک دن آپنے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ صدقہ کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہی آپنے فرمایا کہ اُسکو اپنے نفس پر خرچ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس ایک درہم اور ہی فرمایا کہ اُسکو اپنی بی بی پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک درہم اور ہی فرمایا کہ اُسکو اپنی اولاد پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک درہم اور ہی فرمایا کہ اُسکو اپنے خادم پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک درہم اور ہی فرمایا کہ اُسکی نگاہ

مجھکو زیادہ ہی یعنی جہان اچھا موقع دیکھو وہان خرچ کرو۔ اور فرمایا کہ آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہین کہ وہ لوگون کا میل ہی اور فرمایا کہ سائل کی حرمت ہٹا دو اگرچہ
اتنے کھانے سے ہو جتنا پرند کا سر ہوتا ہی۔ اور فرمایا کہ اگر سائل سچ کہتا ہی تو جو کوئی اُسکو محروم پھیرے گا اُسکو فلاح نہو گی اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہی کہ جو شخص سائل کو
اپنے گھر سے محروم پھیرتا ہی فرشتے اُس گھر پر سات روز سایہ نہین ڈالتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو کام کسی دوسرے کو سپرد نہ فرماتے تھے بلکہ آپ اُنکو کیا کرتے تھے
ایک یہ کہ رات کو وضو کا پانی اپنے آپ رکھتے اور اُسکو ڈھانپ دیتے دوسرے یہ کہ مسکین کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماتے اور فرمایا کہ مسکین وہ نہین ہی کہ
ایک کھجور یا دو کھجورین اور ایک لقمہ یا دو لقمے ہٹا دین بلکہ مسکین وہ ہی جو سوال کرنے سے باز رہے اگر تم چاہو تو پڑھو دیکھو لا یسألون الناس الحافا یعنی نہین مانگتے
لوگون سے لپٹ کر۔ اور فرمایا کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت مین رہتا ہی جبتک کہ اُس کپڑے کا مسکین کے بدن پر
پیوند رہتا ہی اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ عروہ بن زبیر رضہ فرماتے ہین کہ حضرت عائشہؓ نے پچاس ہزار خیرات کیے حالانکہ اُن کا کرتہ پیوند دار
ہی رہا۔ اور مجاہد رحہ نے اس آیت مین ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا علی حبہ کی تفسیر یہ فرمائی ہی کہ اُسکی خواہش رکھتے ہون۔ اور حضرت
عمرؓ فرمایا کرتے کہ الٰہی مال اور توانگری ایسے شخصون کو دے جو ہم مین بہتر ہون کہ شاید وہ لوگ اُسکو ہم مین حاجتمندون کو پہونچا دین اور عبد العزیز
بن عمیر فرماتے ہین کہ نماز آدمی کو آدھے راستہ پر پہنچاتی ہی اور روزہ پادشاہ کے دروازے تک پہونچاتا ہی اور صدقہ پادشاہ کے سامنے
جا کھڑا کرتا ہی اور ابن ابی الجعد کا قول ہی کہ صدقہ آدمی سے ستر خرابیون کی قسمین دور کرتا ہی اور پوشیدہ دینا صدقہ کا ظاہر کی نسبت ستر گنا ہوتا ہی اور
صدقہ ستر شیطانون کے جبڑے چیر دیتا ہی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ ایک شخص نے ستر برس خدا تعالیٰ کی عبادت کی پھر اُس سے کوئی گناہ کبیرہ
سرزد ہوا اور اُسکا عمل باطل کر دیا گیا پھر اُسکا گذر ایک مسکین پر ہوا اور اُسکو ایک روٹی صدقہ دی اللہ تعالیٰ نے اُسکی خطا معاف فرمائی اور ستر برس
کے عمل پھر اُسکے بحال کر دیے۔ اور لقمان رحہ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جب تو کوئی خطا کرے تو صدقہ دینا۔ اور یحییٰ ابن معاذ رحہ فرماتے ہین کہ مجھے نہین
معلوم کہ کوئی دانہ دنیا مین دنیا کے پہاڑون کے برابر ہو جاوے بجز صدقہ کے دانہ کے کہ یہ البتہ اتنا ہو جاتا ہی اور عبد العزیز بن ابی رواد فرماتے ہین کہ
تین چیزین اول زمانہ مین جنت کے خزانون مین سے کہا کرتے تھے اول مرض کا چھپانا دوم صدقہ کا چھپانا سوم مصیبتون کا چھپانا اور یہ روایت
سند بھی آئی ہی۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ اعمال نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو صدقہ نے کہا کہ مین تم سب سے افضل ہون اور عبداللہ شکر خیرات
مین کیا کرتے اور کہتے کہ مین نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ مین شکر سے محبت رکھتا ہون۔ اور نخعی رحہ
فرماتے ہین کہ جب کوئی چیز خدا تعالیٰ کے لیے ہو تو مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اُسمین کوئی عیب ہو۔ اور عبید بن عمیر فرماتے ہین کہ قیامت کے
روز لوگ سب حالتون سے زیادہ بھوکے اور پیاسے اور ننگے اُٹھین گے پس جسنے اللہ تعالیٰ کے لیے کھانا کھلایا ہوگا اللہ تعالیٰ اُسکو شکم سیر کریگا اور جسنے
اللہ کے لیے پانی پلایا ہوگا اُسکو سیراب کریگا اور جسنے اُسکے واسطے کپڑا پہنایا ہوگا اُسکو کپڑا پہنا دیگا۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ اگر اللہ تعالیٰ
چاہتا تو تم سب کو توانگر کر دیتا کہ کوئی تم مین فقیر نہوتا مگر اُسنے تم مین سے بعض کا امتحان بعض سے لیا ہی۔ اور شعبی رحہ نے کہا ہی کہ جتنی حاجت فقیر کو مالدار
کے صدقہ کی ہی اگر مالدار اُسکی نسبت کر اپنے آپ کو صدقہ کے ثواب کا زیادہ حاجتمند نہ جانے تو اُسکا صدقہ بیکار ہی اور یہ صدقہ اُسکے منھ پر
مارا جاویگا اور امام مالک رحہ فرماتے ہین کہ جو پانی صدقہ کیا جاتا ہی اور مسجد مین پلایا جاتا ہی اگر اُسمین سے کوئی پی لے تو ہم مضائقہ نہین جانتے اسلیے کہ جسنے
اُسکو سبیل کیا ہی تو پیاسون کے لیے کیا ہی کوئی ہون اُسکا مقصود خاص محتاجون اور مسکینون پر صدقہ کرنے کا نہین کہتے ہین کہ ایک لال اور ایک لونڈی ساتھ

لیے حضرت حسن بصری کے پاس ہو گذرا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اُسکے دام مین ایک یا دو درم پر بھی راضی ہو اُسنے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو جاؤ اللہ تعالیٰ تو حورون کے باب مین ایک پیسے اور لقمہ پر راضی ہے

دوسرا بیان صدقہ کے پوشیدہ اور ظاہر لینے کے ذکر مین اخلاص کے طالبون کا اسمین اختلاف ہو کہ دونون مین سے بہتر کونسا ہے بعض کا میل تو اسطرف ہو کہ پوشیدہ لینا افضل ہے اور بعض اس طرف جھکے ہین کہ ظاہر لینا افضل ہے اور ہم ان دونون باتون مین جو فوائد اور آفتین پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ کرتے ہین پھر امر حق کی تشریح کرینگے۔ جاننا چاہیے کہ پوشیدہ لینے مین پانچ فائدے ہین اول یہ کہ لینے والے کا پردہ بنا رہتا ہو کہ ظاہر مین اپنا پردہ کرت کو چھپاتا اور حاجت کا ظاہر ہو جانا اور سوال نہ کرنے کی ہیبت سے خارج ہوتا ہے۔ اور یہ صورت سوال کرنے کی محمود ہے تو فی ہو کہ اس سے لوگون کی نظر مین آدمی غنی معلوم ہوتا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لوگون کے دل اور زبانین محفوظ رہینگی کہ ظاہر لینے سے لوگ اُسپر حسد کرتے ہین یا اُسکے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے کہ اُسنے باوجود توانگری کے لیا یا زیادہ لے لینے کیطرف منسوب کرتے ہین اور حسد اور بدگمانی اور غیبت سب بڑے گناہ ہین ان سے بچانا اور لوگون کو ان گناہون سے محفوظ رکھنا بہتر ہے ابو ایوب سختیانی کہتے ہین کہ مین نئے کپڑے کا پہننا اسلیے ترک کرتا ہون کہ مجھے یہ ڈر ہوتا ہو کہ کہین میرے ہمسایون مین اس سے حسد پیدا ہو اور کسی دوسرے زاہد کا قول ہو کہ مین اکثر چیز کا استعمال اپنے بھائیون کی خاطر چھوڑ دیتا ہون کہ یون نہ کہین کہ اُسکے پاس یہ کہان سے آگئی اور ابراہیم تیمی سے مروی ہو کہ اُنپر لوگون نے نیا قمیص دیکھا اُنکے بعض بھائیون نے پوچھا کہ یہ تمھارے پاس کہان سے آیا فرمایا کہ میرے بھائی خیثمہ نے مجھے پہنایا ہے اور اگر مین یہ جانتا کہ اس امر کی اطلاع اُسکے گھر والون کو ہے تو ہرگز اُسکو قبول نہ کرتا تیسرا فائدہ یہ ہو کہ دینے والے کو عمل کے خفیہ کرنے پر اعانت ہوتی ہے اور ظاہر ہو کہ دینے کے باب مین خفیہ کو علانیہ پر فضل ہو تو لینے والا اگر اس باب مین اعانت دینے والے کی کریگا تو بہتر ہو گا کہ اچھی بات کی تکمیل پر اعانت کرنی بھی اچھی ہے اور پوشیدہ کرنا بدون دونون کے بن نہین سکتا اگر مسکین حال ظاہر کردے تو دینے والے کا حال معلوم ہو جاوے گا کسی شخص نے بعض علما کو کوئی چیز ظاہر مین دی انھون نے نہ لی اور دوسرے شخص نے ایک چیز پوشیدہ دی تو لے لی کسی نے اُنسے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دوسرے شخص نے اپنی خیرات مین ادب اور قاعدہ کو ملحوظ رکھا کہ چھپا کر دیا اسواسطے مین نے قبول کر لیا اور اول شخص نے اپنے عمل مین بے ادبی کی اسلیے مین نے اعانت نہ کی اسکو ضائع کرنا مناسب جانا اور کسی شخص نے ایک درویش صوفی کو کوئی چیز مجمع مین دی تو اُسنے پھیر دی اس شخص نے کہا کہ جو چیز تمکو اللہ نے دی اُس کو کیون پھیرتے ہو درویش نے کہا کہ جو چیز خاص خدا تعالیٰ کے لیے تھی اُسمین تو نے دوسرے کو شریک کر دیا اور صرف خدا تعالیٰ کی نگاہ پر اکتفا نہ کی تو تیرا شرک تیرے ہی اوپر لوٹا دیا۔ اور بعض عارفون نے ایک چیز پوشیدہ قبول کر لی جسکو ظاہر مین واپس کر دی تھی نذر کرنے والے نے اُن سے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ ظاہر مین دینے کے باعث تو نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی اسلیے مین نے نافرمانی پر تیری مدد نہ کی اب جو تو نے اسکی اطاعت پوشیدہ دینے کے باعث کی تو اس میں مین نے تیری اعانت کی اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر مین یہ جانتا کہ کوئی شخص ہرگز اسکا ذکر نہ کرے گا اور لوگون سے نہ کہیگا تو اُسکی بخشش قبول کر لیتا چوتھا فائدہ یہ ہو کہ مسکین ذلت اور خواری سے بچتا ہے کہ ظاہر کے لینے مین ذلت ہوتی ہے اور اہل علم کو نہین چاہیے کہ اپنے آپ کو بے عزت اور ذلیل کرے بعض علما کو خفیہ اگر کوئی کچھ دیتا تو لیتے اور ظاہر مین نہ لیتے اور کہتے کہ ظاہر لینے مین علم کی ذلت اور علما کی بے عزتی ہو اور مین اچھا نہین کہ دنیا کے مال کو تو اونچا کرون اور اُسکے عوض علم اور علما کو پست کرون پانچوان فائدہ شرکت کے شبہہ سے احتراز کرنا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ آوے اور اُسکے یہان کچھ لوگ ہون تو وہ سب اُس ہدیہ مین شریک ہون اور

اے عقیل جہان در صحبت ... ہدایت ... رضی اللہ عنہ

اور سونا چاندی ہوتے ہدیہ سے خارج نہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ افضل ہدیہ جو آدمی اپنے بھائی کے پاس بھیجے چاندی ہی یا اُس کو
کھانا کھلانا۔ پس اس حدیث مین چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مجمع مین ایک شخص خاص کو بدون سب کی رضامندی کے کچھ دینا مکروہ
ہی اور رضامندی کا حال مشتبہ رہتا ہی اسلیے تنہائی مین دے دینا اس شبہہ سے محفوظ رکھتا ہی۔ اب صدقہ کو برملا لینے اور اسکا ذکر دوسرے شخصون
سے کرنے مین چار فائدے ہین اول اخلاص اور صدق کا ہونا اور اپنے حال کو لوگون کے دھوکا دینے سے بچانا اور ریا سے محفوظ رہنا ہی کہ جیسا واقع
مین ہی ویساہی ظاہر کردیا یہ بات نہین کہ حقیقت مین کچھ ہی اور نمود کی وجہ سے اُسکو ظاہر نہین کرتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہی کہ جاہ و منزلت دور ہوجاتی
ہی اور بندگی اور مسکنت ظاہر ہوتی ہی اور تکبر اور بے حاجت ہونے کے دعوی سے تبری پائی جاتی ہی اور لوگون کی نظرون سے نفس گر جاتا ہی بعض
عارفون نے اپنے شاگرد کو فرمایا کہ لینے کو ہر حال مین ظاہر کردے کیونکہ جب تو ایسا کریگا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسمون پر ہوجاوینگے ایک تو وہ ہونگے جنکے دل سے تو گرجاویگا
تو یہ تو مقصود ہی ہی اسوجہ سے کہ یہ امر دین کی سلامتی کے لیے نافع تر ہی اور اس شخص کی آفتین بھی کم ہوتی ہین اور ایک وہ ہونگے جنکے دلون مین تیری گنجایش
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو نے ٹھیک ٹھیک اپنا حال ظاہر کردیا اور یہ وہ بات ہی کہ جسکو تمھارا بھائی چاہتا ہی کیونکہ اُسکا مقصود ثواب کا زیادہ ملنا ہی تو جس صورت
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا اور تعظیم بہت کریگا تو اُسکو ثواب قطعًا زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجھکو بھی ہوگا کہ اُسکے ثواب زیادہ ہونیکا سبب تو ہی ہوا ہی تیسرا
فائدہ توحید کا شرک سے بچانا ہی اسلیے کہ عارف کی نظر بجز خداے عزوجل کے اور طرف نہین ہوتی پوشیدہ اور ظاہر اُسکے حق مین یکسان ہی تو اس حال کا مختلف ہونا توحید
مین شرک ہی بعض اکابر کا قول ہی کہ جو شخص پوشیدہ لیتا تھا اور بظاہر ہٹا دیتا تھا اُسکی دعا کا ہم اعتبار نہ کرتے تھے اور خلق کی طرف التفات کرنا خواہ وہ
موجود ہون یا غائب حال مین نقصان ہی بلکہ چاہیئے کہ نظر واحد یکتا پر منحصر ہو کہتے ہین کہ کوئی بزرگ اپنے سب مریدون مین سے ایک طرف زیادہ مائل تھے
اور مریدون کو یہ بات شاق معلوم ہوئی اُن بزرگ نے چاہا کہ ان لوگون پر اس مرید کی فضیلت ظاہر کیا چاہیئے اسلیے ہر ایک مرید کو ایک ایک مرغی
دی اور کہا کہ ہر ایک اپنی اپنی مرغی لیکر ایسی جگہ ذبح کرلاؤ جہان کوئی نہ دیکھے سب مرید چلے گئے اور اپنی اپنی مرغی ذبح کرلائے مگر وہ مرید مرغی زندہ لایا اُن سے
بزرگ نے پوچھا تو کہا کہ ہمکو جیسا حکم تھا اُسکی تعمیل کردی جب اُس مرید سے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیون کیطرح کیون نہ ذبح کی اُسنے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہان
کوئی نہ دیکھتا ہو اسلیے کہ اللہ تعالی سب جگہ ناظر تھا اُس بزرگ نے اُن لوگون سے کہا کہ اسوجہ سے مین اسپر زیادہ مائل ہون کہ وہ سواے خدا کے اور طرف دھیان نہین
کرتا چوتھا فائدہ یہ ہی کہ ظاہر کرنے مین سنت شکر کو ادا کرنا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی واما بنعمۃ ربک فحدث اور نعمت کو چھپانا ناشکری مین داخل ہی اللہ تعالی
اُن لوگون کی مذمت کرتا ہی اور اُنکو بخیل فرماتا ہی جو اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہین چنانچہ ارشاد ہی الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل و یکتمون
ما اٰتاہم اللہ من فضلہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہی تو یہ بھی پسند کرتا ہی کہ وہ نعمت اُسپر دیکھی جاوے
اور ایک شخص نے کسی عارف کو کچھ چھپا کر دیا عارف نے اپنا ہاتھ اونچا کردیا اور کہا کہ یہ دنیا کی چیز ہی اسمین ظاہر کردینا افضل ہی پوشیدہ کرنا آخرت کے
کامون مین افضل ہوتا ہی اور اسی لیے بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جب تمکو کچھ مجمع مین دیا جاوے تو لے لو پھر اُسکو تنہائی مین واپس کردو اور صدقہ کے باب مین
شکر کی رغبت منقول ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ عزوجل اور شکر قائم مقام مکافات کا ہوتا ہی یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تمھارے ساتھ سلوک کرے تو اُسکی مکافات کرو اور اگر تمسے مکافات نہوسکے تو اُسکی تعریف اچھی طرح کرو اور اسکے لیے دعا
پھر مانگو یہانتک کہ تمکو یقین ہوجاوے کہ مکافات کرچکے اور جبکہ مہاجرون نے شکر کے باب مین عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے ان لوگون سے بہتر اور

لوگ نہین دیکھے کہ ہم اُنکے پاس اُترے تو اُنھون نے اپنا مال ہمکو بانٹ دیا یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ ہمین تمام ثواب ہی نہ لیجاوین آپنے فرمایا کہ ایسا نہین جتنے
جو اُنکا شکر کیا اور تعریف کی یعنی اس سے اُنکی مکافات ہو گئی پس ان تمام فوائد کو تو تم معلوم کر چکے اب یہ جاننا چاہیئے کہ لوگون کا اختلاف جو اس بات مین منقول
ہی وہ مسئلہ مین اختلاف نہین ہی بلکہ حال کا اختلاف ہی پس تحقیق اس باب مین یہ ہی کہ ہم یہ حکم یقینی نہین کرتے کہ پوشیدہ لینا ہر حال مین افضل ہی یا ظاہر
مین لینا اچھا ہی بلکہ یہ بات نیتون کے اختلاف کے باعث مختلف ہوتی ہی اور نیتین احوال اور اشخاص کے اختلاف سے جدا جدا ہو جاتی ہین اس صورت
مین اخلاص والے کو چاہیئے کہ اپنے نفس کا نگران رہے اور مغالطہ مین نہ پڑے نہ طبیعت کے دھوکے فریب کھاوے نہ شیطان کے دام فریب مین
آوے اور مکر و فریب پوشیدہ لینے کے وجوہات مین بہ نسبت ظاہر لینے کے زیادہ ہی باوجودیکہ اسکو دخل دونون مین ہی پس خفیہ لینے مین تو فریب کو دخل
اسلیے ہی کہ طبیعت خفیہ لینے پر راغب ہی اس نظر سے کہ اس صورت مین جاہ و منزلت محفوظ رہتی ہی لوگون کی آنکھون سے قدر نہین گرتی کوئی مسکین کو چشم حقارت
اور دینے والے کو محسن اور منعم اُسپر نہین دیکھتا یہ روگ طبیعت مین گزر رہتا اور نفس مین پوشیدہ ہوتا ہی اور شیطان اُسکے ذریعہ سے فوائد کا اظہار کرتا ہی
یہانتک کہ جو پانچ فوائد ہمنے لکھے ہین اُن سب کو علت اُسکے خفیہ لینے کی بیان کر دیتا ہی اور ان سب کی کسوٹی ایک ہی بات ہی وہ یہ ہی کہ آدمی کو اپنے صدقہ
لینے کا حال کھلجانے سے اتنا ہی رنج ہو جتنا کہ کوئی اُسکا ہمجنس اور نظیر اگر خفیہ لیوے اور اُسکا حال برملا ہو جاوے اُس سے رنج ہو غرضکہ برملا ہونے کا رنج
اپنے حال اور غیر کے حال کا یکسان ہو اسلیے کہ اگر خفیہ لینے سے اُسکا یہ مقصود تھا کہ لوگ غیبت اور حسد مین مبتلا نہون اور بدگمانی نہ کرین یا پردہ دری سے
بچنا خواہ دینے والے کو خفیہ دینے کی رغبت دلانی یا علم کو ذلت سے بچانا منظور رکھتا تو یہ ساری باتین دوسرے بھائی کے صدقہ لینے کا حال کھلنے سے بھی
ہووینگی اس صورت مین اگر اپنا حال برملا ہوتا تو ناگوار زیادہ ہوتا اور دوسرے اپنے بھائی کا حال کھلنا اتنا گران نہو تو پھر یہ کہنا کہ مین خفیہ اُن فوائد کے
سبب لیتا ہون محض مغالطہ اور شیطان کا مکر ہی کہ علم کی ذلت ممنوع ہی کسی کا ہو یہ نہین کہ خاص زید یا عمرو کے علم کی ذلت تو ناجائز ہی اور بکر کی
جائز ہو اسی طرح غیبت اسی وجہ سے ممنوع ہی کہ کسی محفوظ آبرو کے درپے ہونا اُس مین پایا جاتا ہی یہ نہین کہ زید کی آبرو کا تعرض ہو تو ناجائز ہو اور
بکر کی آبرو کا ہو تو جائز ہو اور جو شخص اس بات کو اچھی طرح لحاظ رکھتا ہی اُس سے شیطان اکثر ہارجاتا ہی ورنہ پھر تو یہ صورت ہوتی ہی کہ عمل بہت سا
کرے اور اُس مین سے تھوڑا نصیب ہو اور ظاہر لینے کی طرف طبیعت کو اسوجہ سے رغبت ہی کہ اس سے دینے والے کے دل کو خوشی ہوتی ہی اور اُسکو
ایسے افعال پر اُبھارتی ہی اور دوسرون کے سامنے ذکر کرنے سے اُنکو یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص بہت مشکور ہوتا ہی اُسکی تعظیم اور حال کی جستجو زیادہ چاہیے
اور یہ بات دل مین مدفون رہتی ہی اور شیطان دیندار پر اور کسی طرح اس خباثت کے نکالنے پر قادر نہین ہوتا ہی مگر سنت کی آڑ مین بہادانون مارتا ہی اور
کہتا ہی کہ شکر کا ادا کرنا سنت ہی اور خفیہ رکھنا ریا مین داخل ہی اور جو وجہین ہمنے ظاہر کرنے کے باب مین لکھی ہین اُنکو اُسپر پیش کرتا ہی تاکہ ظاہر کرنے پر اُسکو
آمادہ کرے اور قصد باطنی اُسکا وہی ہوتا ہی کہ دینے والا اپنی تعریف سے تو زیادہ خیر گیران ہو اور دوسرے لوگون کو شوق خدمت پیدا ہو اور اُسکا
امتحان یہ ہی کہ اپنے نفس کا میل شکر کی طرف اس صورت مین خیال کرے کہ اُس شکر کی خبر نہ تو دینے والے کو پہونچے نہ اُن لوگون کو جن کو
رغبت اُسکے کچھ دینے کی ہی اور اُس جماعت کے سامنے شکر کا خیال کرے جو ظاہر مین دینے کو بُرا جانتے ہون اور خفیہ دینے پر راغب ہون اور اُنکی
عادت یہ ہو کہ بجز خفیہ رکھنے والے کے اور کو نہ دیتے ہون تو اگر یہ حالات اُسکے نزدیک برابر ہون تب تو جان لے کہ صدقہ کے ظاہر کرنے کا سبب
شکر کی سنت ادا کرنی اور نعمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہی ورنہ سمجھے کہ یہ شیطان کا فریب اور مغالطہ وہی ہی پھر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ باعث ظاہر

کرنے کا شکر کی سنت کو ادا کرتا ہی تو چاہیئے کہ دینے والے کے حق ادا کرنے سے غافل نہو یعنی اُسکو دیکھے اگر وہ ایسے لوگون مین سے ہو جو شکر اور نعمت کے ظاہر کرنے کو پسند کرتے ہون تو چاہیئے کہ اُسکے صدقہ کو خفیہ رکھے اور شکر نہ کرے کیونکہ اُسکا حق اس بات کو چاہتا ہی کہ ظلم پر اُسکی اعانت نکرے اور اُسکا طالب ہونا شکر پر ایک ظلم ہی تو اُسپر اعانت نہ چاہیئے اور جب اُسکا حال یہ معلوم ہو کہ وہ شکر کو پسند نہین کرتا اور نہ اُسکو صدقہ سے شکر مقصود ہی تو اس صورت مین اُسکا شکر کرے اور اُسکے صدقہ کو ظاہر کرے اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگون نے ایک شخص کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تمنے اُسکی گردن ماردی اگر وہ سُنے گا تو فلاح نہ پاویگا باوجودیکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کی تعریف منھ پر کیا کرتے تھے اسلیے کہ آپ کو اُنکے یقین پر اعتماد تھا اور جانتے تھے کہ یہ تعریف اُنکو مضر نہوگی بلکہ اُنکو خیر کی رغبت زیادہ کرے گی مثلاً ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ یہ جنگل والون کا سردار ہی اور دوسرے کے حق مین ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا کریم آوے تو اُسکی تعظیم کرو اور ایک شخص کے کلام سننے تو آپ کو اچھے معلوم ہوئے اور فرمایا ان من البیان سحرا اور فرمایا جب تم مین سے کوئی شخص اپنے بھائی مین کوئی بہتری معلوم کرے تو چاہیئے کہ اُسکو خبر کردے کہ وہ خیر مین اور زیادہ رغبت کریگا اور فرمایا اذا مدح المومن ربی الایمان فی قلبہ اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لے اُسکو لوگون کی تعریف مضر نہین ہوتی۔ اور یوسف بن اسباط کو حضرت سفیان نے فرمایا کہ جب مین تمکو کچھ مال دون تو تمھاری نسبت کر مجھکو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہی اور اُسکو مین سمجھتا ہون کہ خدا تعالی نے مجھپر نعمت کی تم چاہو شکر کرو خواہ نہ کرو غرضکہ جو شخص اپنے دل کی خبر گیری چاہتا ہی اُسکو چاہیئے کہ ان باریک باتون کا لحاظ رکھے کیونکہ اعضا کے اعمال مین اگر یہ باریکیان ملحوظ نہ رہین تو وہ شیطان کی ہنسی اور اُسکی خاطر خواہ ہونگی کہ محنت بہت ہو اور نفع کم اور اسی جیسے علم کے باب مین کہا کرتے ہین کہ اُسکا ایک مسئلہ سیکھنا برس روز کی عبادت سے افضل ہی کیونکہ اس علم سے عمر بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہی اور اس علم کو نہ جاننے سے تمام زندگی کی عبادت مرجاتی ہی اور بیکار ہوتی ہی حاصل یہ کہ مجمع مین لینا اور خفیہ پھیر دینا سب طریقون مین عمدہ اور محفوظ تر ہی اسکو چکنی باتون سے دُور نہ کرنا چاہیئے ہان اگر معرفت کامل ہو اور ظاہر و باطن آدمی کے نزدیک برابر ہوجاوے تو پھر خفیہ لینے کا بھی مضائقہ نہین لیکن ایسا شخص عنقا ہی کہ اُسکا ذکر ہوتا ہی اور دیکھنے مین نہین آیا اللہ تعالے سے ہم سوال کرتے ہین کہ ہماری مدد کرے اور توفیق عنایت فرماوے

تیسرا بیان اس باب مین کہ صدقہ کا لینا افضل ہی یا زکوۃ کا ابراہیم خواص اور حضرت جنید بغدادی اور بعض اور بزرگون کی تو یہ رائے تھی کہ صدقہ کے مال مین سے لینا بہ نسبت زکوۃ مین سے لینے کے افضل ہی اسلیے کہ زکوۃ کے لینے مین مسکینون کے لیے مزاحمت اور تنگی کرنی ہی اور ایک وجہ یہ بھی کہ بعض اوقات زکوۃ کے لینے کا استحقاق اپنے آپ مین پورا نہین ہوتا یعنے جیسا وصف کلام مجید مین مذکور ہی وہ صفت خود مین نہین ہوتی اور صدقہ کے حال مین گنجائش زیادہ ہی اور بعض لوگون نے کہا ہی کہ زکوۃ کا لینا چاہیئے نہ صدقہ کا کیونکہ زکوۃ لینے سے لوگونکو واجب ادا کرنے پر اعانت ہوتی ہی کہ اگر سب مسکین زکوۃ لینا چھوڑ دین تو سب گنہگار ہونگے اور ایک وجہ یہ کہ اُسمین کسی کا احسان نہین وہ خدا تعالی کا حق واجب مالدار کے ذمہ پر ہی کہ اُسکے محتاج بندون کی روزی ہوتی ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ زکوۃ کا لینا تو حاجت کے سبب ہی اور حاجت ہر شخص کی اُسکو قطعاً معلوم ہوا کرتی ہی اور صدقہ کا لینا دین کے باعث ہی کیونکہ غالب یہی ہی کہ دینے والا اُسی کو دیتا ہی جس مین بہتری کا معتقد ہوتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ مساکین کی موافقت ذلت اور مسکنت مین بہت دخل رکھتی ہی اور تکبر سے دُور تر ہی اسلیے کہ صدقہ کو تو آدمی کبھی ہدیہ کے طور بھی لے لیتا ہی تو صدقہ اور ہدیہ مین فرق نہین رہتا

ح بخاری و مسلم بروایت ابو بکرہ ۱۲ ح ابن حبان بروایت قیس بن عاصم اور یہی شخص تھا جسکو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جنگل والون کا سردار ہی ح ابن ماجہ بروایت ابن عمر ۱۲ ح بخاری بروایت ابن عمر ۱۲ ح بیشک بعض بیان جادو ہوتا ہی بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

ح دارقطنی در علل بروایت ابن المسیب عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

ح جب مومن کی تعریف کی جاتی ہی تو اُس سے دل مین ایمان بڑھتا ہی ۱۲ طبرانی بروایت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ۱۲

مگر زکوۃ کے لینے مین لینے والے کی حاجت اور ذلت پر تصریح ہوتی ہی۔ اور اس باب مین قول حق یہ ہی کہ یہ امر ہر ایک شخص کے حالات کے بموجب مختلف ہوا کرتا ہی اور جسطرح کی حالت اُسپر غالب ہو اور جو نیت ہو اُسیطرح کا حکم کیا جاتا ہی پس اگر کسی کو صفت استحقاق سے اپنے آپ کے موصوف ہونے مین شبہہ ہو تو اُسکو زکوۃ کا لینا نہ چاہیئے اور جس صورت مین کہ جانے مین قطعاً مستحق ہون مثلاً اپنے ذمہ قرض رکھتا ہی جسکا روپیہ عمدہ طریقون مین خرچ کیا ہی اور کوئی صورت اُسکے ادا کی نہین تو بیشک مستحق ہی تو اسطرح کا شخص اگر صدقہ اور زکوۃ مین اختیار دیا جاوے تو یہ سوچے کہ اگر مین یہ صدقہ لونگا تو مالک مال اُسکو صدقہ نہ کریگا تب تو صدقہ ہی لے کیونکہ زکوۃ واجب کو مالک مستحقین کو ادا کر دیگا تو اس صورت مین خیرات زیادہ بھی ہوگی اور مسکینون کو بھی زیادہ پہونچے گا اور اگر مالک نے وہ مال بھی صدقہ ہی کی نیت سے رکھا ہی کچھ خاص کسی کے لینے ہی پر منحصر نہین اور زکوۃ کے لینے مین مساکین پر کچھ تنگی بھی نہوتی ہو تو ایسی صورت مین اختیار ہی خواہ صدقہ لیوے یا زکوۃ ہر چند ان دونون کے لینے مین حال ایک ہی سا ہی مگر پھر بھی زکوۃ کا لینا نفس کے توڑنے اور ذلیل کرنے کے باب مین غالباً بہت زائد ہی واللہ اعلم۔ باب اسرار زکوۃ خداے تعالی کی عنایت سے ختم ہوا اسکے بعد اسرار صوم کا باب مذکور ہوتا ہی والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی محمد خیر الوری وعلی کل عبد مصطفی۔

چھٹا باب روزون کے اسرار کے بیان مین

رباعی ارکان مین ایمان کے ہی اشرف روزہ ؛ جسکو ہی احادیث مین نسبت بخدا ؛؛ صائم کے لیے خاص ہی باب ریان ؛ محسوب عبادت مین ہی سونا اسکا ؛ واضح ہو کہ روزہ ایمان کا چہارم ہی اسلیے کہ ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الصوم نصف الصبر اور دوسری مین فرمایا الصبر نصف الایمان اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان کے نصف کا نصف ہی یعنی چوتھائی ہی اور چونکہ روزہ کو نسبت خدا تعالی کیطرف اور سب ارکان اسلام مین ہی تو اس خاصیت کے سبب اسکو اورون پر فوقیت ہی چنانچہ اللہ تعالی کا قول اس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہی کہ سب نیکیان دس گنے ثواب سے سات سو گنے تک ہونگی مگر روزہ رکھنا کہ وہ خاص میرے واسطے ہی اور مین ہی اُسکی جزا دونگا اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب یعنی صبر والون کو ثواب اُنکا بے حساب ملیگا اور روزہ صبر کا آدھا ہی تو اس صورت مین اسکا ثواب بھی قانون حساب سے باہر ہوگیا اور اسکی فضیلت مین یہی جاننا کافی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک یقول اللہ عز وجل انما یذر شہوتہ وطعامہ وشرابہ لاجلی فالصوم لی وانا اجزی بہ اور فرمایا للجنۃ باب یقال لہ الریان لا یدخلہ الا الصائمون وہو موعود بلقاء اللہ تعالی فی جزاء صومہ اور فرمایا للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار وفرحۃ عند لقاء ربہ اور فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہی اور عبادت کا دروازہ روزہ ہی اور فرمایا روزہ دار کا سونا عبادت ہی اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہی تو جنت کے دروازے کھلجاتے ہین اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہین اور شیطان باندھ دیے جاتے ہین اور ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر بس کر۔ اور وکیع اس آیت کی تفسیر مین کلوا واشربوا ہنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ فرماتے ہین کہ وہ دن روزے کے ہین اسلیے کہ ان مین کھانا اور پینا چھوڑ رکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے دنیا کے زہد اور روزہ کو مباہات مین یکجا فرمایا ہی چنانچہ زہد کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی جوان عابد سے اپنے فرشتون پر فخر فرماتا ہی اور ارشاد کرتا ہی کہ ای جوان میرے لیے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا مین اپنی جوانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہی جیسا کوئی میرا فرشتہ ہو اور روزہ دار کے باب مین فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ ای فرشتو میرے بندے کو دیکھو کہ اپنی شہوت اور لذت اور کھانا اور پینا میرے سبب سے چھوڑ دیا ہی اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون کہ انکا عمل روزہ تھا اسلیے کہ صابرون کے حق مین فرمایا ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب اس سے معلوم ہوتا ہی کہ صابر کے لیے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دیے جاینگے کہ وہم و انداز مین نہ آسکے اور ایسا ہی ہونا شایان ہی اسلیے کہ روزہ خدا تعالی کے لیے ہی اور اُسکی طرف منسوب ہونے سے اُسکو شرف ہی ہر چند ساری عبادتین اسی کے لیے ہین مگر روزے کو ایسا شرف ہی جیسا خانہ کعبہ کو ہی کہ زمین بالکل خدائے تعالی کی ہی اور یہ شرف دو وجہ سے ہی اول یہ کہ روزہ رکھنا چند چیزون سے باز رہنا اور ترک کرنا بعض افعال کا ہی اور یہ امر باطنی ہی اسمین کوئی عمل ایسا نہین جو آنکھ سے سوجھے اور دوسری عبادتین لوگون کی نظر گاہ مین ہوتی ہین اور روزے کو بجز خدا تعالی کے اور کوئی نہین دیکھتا کیونکہ وہ عمل باطن کا ہی صرف صبر کرنے سے ۔ اور دوسری وجہ یہ ہی کہ روزہ خدا تعالی کے دشمن پر دباؤ اور غالب ہوتا ہی کیونکہ شیطان ملعون کا وسیلہ شہوات ہین جو کھانے پینے سے قوی ہوتی ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی مین خون کے چلنے کی جگہون مین پھرتا ہی پس اُسکی راہون کو بھوک سے تنگ کر دو اور اسی لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ کو فرمایا کہ جنت کے دروازے ہمیشہ کھٹکھٹایا کر انھون نے عرض کیا کہ کس چیز سے آپ نے فرمایا کہ بھوک سے اور بھوک کی فضیلت باب غذا کی کثرت حرص اور اُسکی تدبیر مین جلد سوم مین مذکور ہوگی پس چونکہ روزہ خاصکر شیطان کا بیخ کن اور اُسکی راہون کا بند کرنے والا اور اُسکے راستون کا تنگ کرنے والا ہی اسوجہ سے مستحق اسکا ہوا کہ خاص خدا تعالی کی طرف منسوب ہو کیونکہ دشمن خدا کی بیخ کنی مین خدا تعالی کی نصرت ہی اور اللہ تعالی کا بندے کو مدد کرنا اس بات پر موقوف ہی کہ بندہ اُسکی نصرت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم غرضکہ شروع کرنا کوشش کا بندے کیجانب سے ہی اور ہدایت کا عوض دنیا اللہ تعالی کیطرف سے چنانچہ فرماتا ہی والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اور فرمایا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور تغیر کے لیے شہوات کو توڑنا اسلیے ہی کہ شہوات شیطانون کی چراگاہ ہین پس جبتک یہ ہری بھری رہینگی ان کی آمد و رفت موقوف نہوگی اور جبتک آتے جاتے رہینگے تب تک بندے کو خدا تعالی کا جلال ظاہر نہوگا اور اُسکی لقا سے محجوب رہیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیاطین دورہ نکرتے رہتے تو وہ آسمان کے ملکوت کو دیکھنے لگتے غرضکہ اس جہت سے روزہ عبادت کا دروازہ اور سپر ہوا ہی اور جسکی اُسکی فضیلت اس حد کو پہنچ گئی ہی تو ضرور ہوا کہ اُسکی ظاہری و باطنی شرطون کو مع اُسکے ارکان و سنتون کے بیان کیا جاوے اور یہ باتین تین فصلون مین بیان کیجاوینگی۔

فصل اول روزہ کے واجبات اور ظاہری سنتون اور افطار کے لوازم کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

بیان اول واجبات ظاہری کے ذکر مین اور وہ چھ ہین اول ابتداے ماہ رمضان کو معلوم کرنا اور یہ بات یا تو چاند کے دکھائی دینے سے معلوم ہوتی ہی یا اگر آسمان صاف نہو تو شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے اور چاند کے دیکھنے سے یہ غرض ہی کہ علم اُسکی رویت کا ہو جاوے اور علم رویت ایک عادل شخص کے کہنے سے ہو جاتا ہی اور عید فطر کا چاند بدون دو عادل شخصون کے کہنے کے ثابت نہین ہوتا کہ عبادت کی احتیاط اسی کو مقتضی ہی اور جس شخص نے چاند کی رویت ایک عادل آدمی سے سنی اور اُسکے کہنے کا اعتبار کیا اور غالب ظن اُسکو یہی ہی کہ یہ شخص درست کہتا ہی تو اُسکو روزہ

رکھنا لازم ہوگا اگرچہ قاضی اُسکی روایت پر حکم نہ دیوے پس ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اپنی عبادت کے باب مین اپنے ظن کے بموجب عمل کرے اور جب چاند ایک شہر مین دیکھا جاوے اور دوسرے شہر مین نظر نہ آوے اور ان دونون شہرون مین دو منزل سے کمتر فاصلہ ہو تو روزہ سب پر واجب ہوگا اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو ہر شہر کا حکم جدا ہی ایک کا وجوب دوسری جگہ تجاوز نکریگا **دوم** نیت ہی اور نیت ہر ایک شب کے لیے رات سے تعیین اور جزم کے ساتھ چاہیئے پس اگر تمام ماہ رمضان کی نیت ایک ہی دفعہ کرے تو کافی نہوگا اسی لیے ہمنے نیت مین قید ہر شب کی لگائی اور اگر نیت دن کو کریگا تو نہ رمضان کا روزہ نہ فرض بلکہ نفل کے سوا اور کچھ نہوگا اسواسطے ہمنے قید رات سے نیت کرنے کی لگائی اور اگر نیت مطلق روزہ کی یا فرض مطلق کی کریگا تو جائز نہوگا اسی غرض سے ہمنے کہا ہی کہ نیت تعیین کے ساتھ ہو کہ روزہ رمضان فرض خدائے عزوجل کا رکھتا ہون اگر شک کی رات مین یون نیت کرے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھونگا تو یہ نیت کافی نہوگی کیونکہ اسمین جزم یعنی یقین نہین ہان اگر نیت ایک عادل شخص کے کہنے پر اعتبار کرکے کی ہی تو اُسکی غلطی یا جھوٹ کے احتمال سے جزم باطل نہوگا یا قرینہ حال کی ہمراہی مین نیت کی ہو مثلاً شب آخر رمضان مین شک ہو تو یہ شک یقین کا مانع نہین ہی یا نیت کو اجتہاد سے پشتی ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی گرھی مین قید ہوا اور اُسکے گمان مین غالب یہی ہو کہ رمضان شروع ہوگیا اور اُسکی رائے مقتضی اسی امر کی ہو تو اُس کا شک کرنا اُسکی نیت کا مانع نہین اور جبکہ شک کی رات مین اُسکو شک ہو تو پھر زبان سے نیت یقینی کرنی مفید نہین اسلیے کہ نیت کا محل تو دل ہی اُسمین تو قصد یقینی شک کے ساتھ ممکن نہین مثلاً جیسے رمضان کے بیچ مین کہے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھونگا کہ یہ شک اُسکو مضر نہین کیونکہ یہ شک صرف زبان پر ہی دل جو محل نیت ہی اُسمین تردد نہین بلکہ اُسمین یقین ہی اس بات کا کہ کل رمضان ہی ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص رات کو نیت کرچکیگا اور بعد نیت کے کچھ کھانا کھایا تو اُسکی نیت نہین جانے کی۔ اور اگر عورت نے حالت حیض مین روزہ کی نیت کی اور فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اُسکا روزہ درست ہوگا **تیسرا** واجب یہ ہی کہ روزہ کی یاد ہوتے ہوے جانکر کسی چیز کو پیٹ مین پہونچانے سے بند ش کرے اس سے یہ نکلا کہ اگر روزہ مین دانستہ کھاویگا یا پیویگا یا ناک کی راہ سے کوئی چیز پیٹ مین چلی جاویگی یا حقنہ کراویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور فصد کھلانے یا پچھنے لگوانے اور سُرمہ ڈالنے اور کان مین سلائی ڈالنے سے نہین ٹوٹیگا اور پیشاب گاہ مین سلائی ڈالنا بھی روزے کا مفسد نہین لیکن اگر اُسمین ایسی چیز ٹپکاوے جو مثانہ مین پہونچ جاوے تو البتہ مفسد ہی اور جو چیز بدون قصد پیٹ مین چلی جاوے جیسے راستے کا غبار یا مکھی یا کُلّی کرنے کے وقت پانی چلا جاوے تو مفسد نہین لیکن اگر غرارہ کرتے مین جاویگا تو مفسد ہوگا کہ قصور روزہ دار کا ہی اور ہماری غرض دانستہ فعل کرنے سے یہی ہی کہ ایسے فعل کا مرتکب ہو جس مین احتمال قوی روزے کے فاسد ہونے کا ہو اور روزہ کے یاد ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ بھولنے والا اس سے مستثنی ہو جاوے کیونکہ بھول کر اُمور مفسد روزہ کے نہین اور جو شخص جان بوجھکر سحر کھاے یا افطار کرے پھر معلوم ہو کہ صبح تھی یا دن باقی تھا تو اُسپر قضا لازم ہوگی اور اگر اپنے گمان اور اجتہاد کے حکم پر بدستور جما رہیگا تو قضا لازم نہ آویگی اور ان دونون وقتون مین بدون گمان اور اجتہاد کے کھانا نہ چاہیئے **چوتھا** واجب جماع سے بند رہنا ہی اور اُسکی حد یہ ہی کہ سر ذکر غائب ہو جاوے اور اگر بھولکر صحبت کریگا تو مفسد نہوگی اور اگر رات کو صحبت کی یا خواب مین احتلام ہوگیا اور حالت ناپاکی مین صبح ہوگئی تو اُس سے روزہ نہین جاتا۔ اور اگر روزہ دار اپنی بی بی سے صحبت کرتا تھا کہ صبح ہوگئی اور فوراً علیحدہ ہوگیا تو روزہ درست ہوگا اور اگر بعد صبح کے توقف کریگا اور علیحدہ نہوگا تو کفارہ لازم آویگا اور روزہ ٹوٹ جاویگا **پانچوان** واجب منی نکالنے سے رُکا رہنا یعنی منی کو قصداً نہ جماع سے نکالے نہ بدون جماع کے کہ قصداً اُسکا نکالنا روزہ کا مفسد ہی۔ اور اپنی زوجہ کا بوسہ لینا اور پاس لٹانا روزے کا مفسد نہین جبتک کہ انزال نہو مگر یہ امور مکروہ ہین

ہان اگر روزہ دار بوڑھا ہو یا اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو تو بوس و کنار کا مضائقہ نہین پھر بھی اُسکا نکرنا بہتر ہی اور جس صورت مین کہ بوسہ سے انزال ہونے کا
خوف کرتا تھا پھر بوسہ لیا اور منی نکل پڑی تو روزہ جاتا رہیگا کہ اپنی طرف سے قصور کیا۔ چھٹا سواجب قے کرنے سے بندش کرلی ہی کہ اپنے آپ قے کرنا روزہ کا
مفسد ہی اور اگر آپسے ہو جاوے تو مفسد نہین اور اگر بلغم حلق مین سے یا سینے سے نکلجاوے تو روزہ فاسد نہو گا کیونکہ اُسکی ضرورت مین سب مبتلا ہین
ہان اگر بلغم کے منھ مین پہونچنے کے بعد نگلیگا تو روزہ ٹوٹ جاوے گا۔

دوسرا بیان افطار کے لوازم کے ذکر مین۔ افطار صوم کے لیے چار باتین لازم ہین قضا اور کفارہ اور فدیہ دینا اور باقی دن مین امساک کرنا روزہ دار کی
طرح سے اور ہر ایک ان باتون مین سے جدا جدا شخصون کے لیے ہی قضا ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہی جو روزہ عذر کے باعث یا بلا عذر نہ رکھے
اس سے یہ نکلا کہ حائضہ عورت یا مرتد روزہ کی قضا کرین لیکن کافر اور لڑکے اور مجنون پر قضا نہین اور رمضان کے روزون کی قضا مین پیہم رکھنا بھی شرط نہین
جس طرح چاہے اکٹھے خواہ جدا جدا قضا رکھدے اور کفارہ روزہ کا بجز جماع کے اور باتون سے واجب نہین ہوتا مثلاً کھانے اور پینے اور بدون جماع
کے منی نکالنے سے کفارہ واجب نہین اور کفارہ یہ ہی کہ ایک بردہ آزاد کرے اور اگر نہو سکے تو دو مہینے پیہم روزے رکھے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو ساٹھ مسکینون کو
ایک ایک مد کھانا دے مد سو روپیہ کے سیر سے تین پاؤ ہوتا ہی اور امساک بقیہ دن مین ان لوگون پر واجب ہی جنھون نے افطار کرنے سے معصیت
کی ہو یا افطار مین قصور انکی طرف سے ہوا ہو۔ اور حائضہ اگر کچھ دن رہے پاک ہو گئی ہو یا مسافر سفر سے افطار کی حالت مین گھر آیا ہو تو ان دونون پر بقیہ دن کا امساک
واجب نہین اور اگر شک کے روز ایک عادل شخص چاند کی گواہی دے تو امساک واجب ہی اور سفر مین روزہ رکھنا افطار کی نسبت کہ افضل ہی لیکن اگر مسافر کو تاب
نہو تو افطار بہتر ہی اور جبکہ اول سے مقیم تھا اور پھر سفر کیا تو جس روز سفر کو نکلے اُس روز افطار نہ کرے اور نہ اُس روز کہ سفر مین روزہ رکھکر مکان پر روزہ سے پہونچ
جاوے اور فدیہ حاملہ اور دودھ پلانے والی پر واجب ہی جبکہ یہ دونون اپنی اولاد کے خوف سے افطار کرین پس ہر روزہ کے عوض ایک مد گیہون
ایک مسکین کو دیوین اور ہر روزہ کی قضا کرین اور نہایت بوڑھا شخص جب روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے عوض ایک مد گیہون فدیہ ادا کرے

تیسرا بیان روزہ کی سنتون کے ذکر مین روزہ کی سنتین چھ ہین اول سحر کو دیر کر کے کھانا دوم خرما یا پانی سے نماز سے پیشتر افطار کرنا سوم زوال کے بعد مسواک کا
نکرنا چہارم ماہ رمضان مین خیرات کا کرنا چنانچہ اسکی فضیلت باب الزکوٰۃ مین بیان کر دی گئی ہی پنجم قرآن کا پڑھنا پڑھانا ششم مسجد مین اعتکاف کرنا خصوصاً آخر عشرہ مین
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہی تھی کہ جب اخیر عشرہ آتا تو آپ بستر تہ کر دیتے اور کمر عبادت پر چست کرتے اور خود بھی محنت کرتے اور گھر والون سے بھی عبادت
مین مشقت لیتے اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ ان دس دنون مین شب قدر ہی اور غالباً وہ طاق راتون مین یعنی اکیسوین اور تیئیسوین اور پچیسوین اور ستائیسوین مین زیادہ شبہ ہی کہ
شب قدر ہو اور اس عشرہ کا اعتکاف پیہم کرنا بہتر ہی پس اگر پیہم اعتکاف کی نذر یا نیت کی تو بدون ضرورت مسجد مین سے نکلنے کے باعث پیہم ہونا جاتا رہیگا مثلاً اگر
بیمار کی عیادت یا ادائے شہادت یا جنازہ کی شرکت یا زیارت یا تجدید طہارت کے لیے نکلیگا تو پیہم ہونا جاتا رہیگا اور قضائے حاجت کے لیے نکلنے سے نہین جاتا
اور اس صورت مین اُسکو درست ہی کہ وضو گھر پر کر لے لیکن اور کسی کام مین مشغول نہونا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون حاجت انسانی کے اور کسی بات کیواسطے نہ نکلتے
تھے اور بیمار کا احوال صرف راستہ چلتے پوچھ لیتے تھے اور پیہم ہونا جماع سے جاتا رہتا ہی بوسہ سے نہین جاتا اور مسجد مین خوشبو لگانے اور نکاح کرنے اور کھانے اور سونے
اور طشت مین ہاتھ دھونے کا مضائقہ نہین کہ ان چیزون کی پیہم اعتکاف مین ضرورت پڑتی ہی اور کچھ بدن باہر نکلنے سے پیہم ہونا منقطع نہین ہوتا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک حجرہ شریف مین جھکا دیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی موے مبارک مین کنگھی کر دیتی تھین۔ اور جب اعتکاف والا قضائے حاجت

رح بخاری بروایت عائشہ رضی
رح مسلم بروایت ...
رح بیہقی بروایت عائشہ رضی ۱۲
رح ابوداود بروایت عائشہ رض بسند ضعیف ۱۲
رح بخاری و مسلم بروایت عائشہ رض ۱۲

سے لیے باہر نکلے تو جب لوٹ کر آوے تو چاہیے کہ از سر نو نیت اعتکاف کی کرے لیکن جب دل ہی میں پورے دس روز کی نیت کر چکا تو پھر کچھ ضرورت نہیں تاہم تجدید افضل ہے

دوسری فصل روزہ کے اسرار اور باطنی شرطوں کے ذکر میں جاننا چاہیے کہ روزہ کے تین درجے ہیں ایک روزہ عوام کا ہے اور ایک خواص کا اور ایک خص الخواص کا عوام کا روزہ تو یہ ہے کہ پیٹ اور شرمگاہ کو اُنکی خواہش ادا کرنے سے روکا جاوے جیسا کہ اوپر اُسکی تفصیل گذری اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے روکا جاوے اور خص الخواص کا روزہ اسطرح ہے کہ دل کو بُری ہمتوں اور دنیوی فکروں سے دُور رکھا جاوے اور سوائے خدا تعالیٰ کے اور چیزوں سے مطلقاً اُسکو روک دیا جاوے اس قسم کا روزہ خدائے تعالیٰ اور آخرت کے سوا اور چیزوں میں فکر کرنے سے اور دنیا میں فکر کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے ہاں جو دنیا کہ دین کے لیے مقصود ہوتی ہے اُسکا فکر اس روزہ کو افطار نہیں کرتا کیونکہ وہ زاد آخرت ہے دنیا میں سے نہیں یہاں تک کہ اہل دل فرماتے ہیں کہ جس شخص کی ہمت دن کو اس باب میں مصروف ہو کہ افطار کی چیز کی تدبیر کرنی چاہیے تو اُسپر خطا لکھی جاویگی اسوجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کم کیا اور اُسکے رزق موعود پر یقین تھوڑا ہوا اور یہ رتبہ انبیا اور صدیقین اور مقربین کا ہے اور ہم اس مرتبے کی تفصیل میں تقریر قولی کو طول نہیں دیتے مگر عمل کی رو سے اُسکی تحقیق بتاتے ہیں کہ وہ روزہ اُسوقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام ہمت خدا تعالیٰ کی طرف آدمی متوجہ ہو اور خدا تعالیٰ کے غیر سے منھ پھیرے اور اس آیت کا مضمون اُسپر چھا جاوے قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون[1] اور خواص کا روزہ یعنی نیکبخت لوگوں کا جو اعضا کو گناہوں سے باز رکھنے سے ہوتا ہے وہ چھ باتوں سے پورا ہوتا ہے **اول** نظر کا نیچے رکھنا اور جو باتیں بُری اور مکروہ ہیں اُنکی طرف اُسکو نہ جانے دینا اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل بٹتا ہو اور خدا تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو اُنسے نظر کو روکنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[2] کہ نظر کرنا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے جو کوئی اُسکو خدا تعالیٰ کے خوف سے ترک کریگا اللہ تعالیٰ اُسکو ایسا ایمان عنایت فرماویگا جسکی حلاوت وہ اپنے دل میں پاویگا اور حضرت جابر آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا[3] خمس یفطرن الصائم الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والیمین الکاذبۃ والنظرۃ بشہوۃ **دوم** زبان کا بند رکھنا بیہودہ بات اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور فحش اور ظلم اور جھگڑے اور بات کاٹنے سے اور سکوت کو اُسپر لازم کرنا اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں مصروف رکھنا کہ یہ زبان کا روزہ ہے سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ غیبت روزہ کی مفسد ہے اس روایت کو اُنسے بشر بن حارث نے روایت کیا ہے اور لیث حضرت مجاہدؓ سے راوی ہیں کہ دو خصلتیں روزے کی مفسد ہیں غیبت اور جھوٹ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں[4] کہ روزہ سپر ہے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ بکے نہ جہالت کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو چاہیے کہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں لہذا ایک حدیث[5] میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور بھوک اور پیاس کی اُنکو آخر روز میں یہ شدت ہوئی کہ قریب ہلاکت ہو گئیں اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں افطار کی اجازت کے لیے کسیکو بھیجا آپ نے اُنکے پاس ایک پیالہ بھیجا اور آدمی سے ارشاد فرمایا کہ اُن دونوں کو کہنا کہ جو کچھ تمنے کھایا ہو اُسکو اس پیالے میں قے کر دو ایک عورت نے نصف پیالہ خون تازہ اور گوشت تازہ سے بھر دیا اور دوسری نے بھی یہی چیزیں قے کیں یہانتک کہ پیالہ لبالب ہو گیا لوگوں نے اس سے تعجب کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن دونوں نے جو چیز اللہ کی حلال کی ہوئی تھی اُس سے روزہ رکھا اور جو اُنپر خدا تعالیٰ نے حرام کی تھی اُس سے افطار کیا ایک اُن میں سے دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کی یہ گوشت پیالہ میں وہی ہے جو ان دونوں نے لوگوں کا گوشت کھایا تھا **سوم** بُری بات کے سننے سے کانوں کو باز رکھنا اسواسطے کہ جن اُمور کا کہنا حرام ہے اُنکا سننا بھی حرام ہے اور یہی جہت خدائے تعالیٰ نے سننے والوں اور حرام خواروں کو برابر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے سماعون للکذب اکالون للسحت[6] اور فرمایا لولا ینھاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت

[1] ت ۱ - کہہ اللہ پھر چھوڑ دے اُن کو اپنی بکبک میں کھیلا کریں ۱۲

[2] ح ۲ حاکم بروایت حذیفہ ۱۲

[3] ح ۳ پانچ چیزیں روزہ دار کا روزہ توڑ دیتی ہیں جھوٹ اور چغلی اور غیبت اور جھوٹی قسم اور شہوت سے دیکھنا ۱۲ ازدی در ضعفا از عمرو بن جابان عن انس رضی اور احیا میں جابر سے مروی ہونا غلط ہے ۱۲

[4] ح ۴ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ

[5] ح ۵ احمد [illegible] عبید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[6] [illegible] سننے والے جھوٹ کے [illegible] اور عالم [illegible] گناہ کی بات [illegible] حرام کھانے [illegible]

پس غیبت کو سنکر خاموش رہنا حرام ہی اور فرمایا انکم اذا مثلہم اور اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المغتاب والمستمع شریکان فی الاثم
چہارم ہاتھ پاؤن اور دوسرے اعضا کو بُری باتون سے روکنا اور افطار کے وقت شکم کو شبہات سے باز رکھنا کیونکہ اگر حلال سے دن بھر بند رہے اور حرام
پر افطار کیا تو روزہ کچھ نہوا ایسے روزہ والے کی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص ایک محل بناوے اور ایک شہر کو منہدم کرے اسلیے کہ حلال کھانے کی کثرت ہی
مضر ہوتی ہی اور روزہ اُسکی کمی کے لیے ہوتا ہی اور جو شخص کہ بہت سی دوا کھانے کے ضرر سے ڈر کر زہر کھانا اختیار کرے وہ بیوقوف ہی اور حرام کھانا ایک
زہر ہی کہ جو دین کو ہلاک کرتا ہی اور حلال ایک دوا ہی کہ اُسکا کمتر کھانا مفید اور زیادہ کھانا مضر ہی اور روزہ سے غرض حلال کی کمی سے ہی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش اسمین بعضون نے یہ کہا ہی کہ مراد اُس شخص سے ہی جو حرام پر افطار کرے اور بعضون کا یہ
قول ہی کہ وہ شخص مراد ہی جو طعام حلال سے روزہ دار رہے اور افطار لوگون کے گوشت یعنی غیبت سے کرے جو حرام ہی اور بعض کہتے ہین کہ وہ شخص مقصود ہی جو اپنے اعضا کو گناہون
سے نہ بچاوے پنجم یہ کہ افطار کیوقت حلال غذا اتنی بہت نہ کھاوے کہ پیٹ تن جاوے کیونکہ خدا تعالی کے نزدیک کوئی ظرف اتنا برا نہین جتنا شکم جو حلال سے بھرا ہو
اور ایک شبہ یہ ہی کہ روزہ سے آدمی شیطان کو کسطرح دبا سکیگا اور شہوت کو کیسے توڑیگا جس صورت مین کہ تمام دن کی بھوک پیاس کا تدارک افطار کے وقت کریگا اور اکثر ایسا
ہوتا ہی کہ کھانے کے اقسام روزہ مین زیادہ ہی ہوتے ہین چنانچہ عادت ٹھہر گئی ہی کہ سب کھانون کو رمضان کے لیے رکھ چھوڑتے ہین اور رمضان مین اتنا
کھاجاتے ہین کہ اور دنون مین کئی مہینے مین بھی نہ کھاوین اور ظاہر ہی کہ روزہ سے مقصود پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہی تاکہ غرض کہ
نفس تقوی پر قوی ہو جاوے اور جس صورت مین کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو ٹالا یہان تک کہ اُس کی خواہش جوش مین آئی اور رغبت قوی
ہوئی پھر لذیذ چیزین کھائین اور خوب سیر کردیا تو صاف بات ہی کہ اُس کی لذت اور قوت دوبالا ہو گی اور وہ خواہشین ابھرینگی کہ اگر بالفرض
بے روزہ رہتا تو نہ ابھرتین غرضکہ روزہ کی روح اور اصل یہ ہی کہ جو قوتین کہ بُرائیون کی طرف کھینچنے کے وسیلے اور شیطان کے دواہین وہ
ضعیف ہو جاوین اور یہ بات بدون کم کھانے کے میسر نہین ہوتی یعنی اتنی ہی غذا کھاوے جتنی بدون روزہ رکھنے کے ہر شب مین معمول تھا اور جس
صورت مین کہ دوپہر کی غذا اور شب کی غذا کو ایک ساتھ کھالیا تو روزہ سے فائدہ نہوگا بلکہ مستحب یہ ہی کہ دن کو بہت نہ سووے تاکہ بھوک اور پیاس کو
معلوم کرے اور قوتون کے ضعیف ہونے پر آگاہ ہو اور کچھ ایک ضعف رات کو بھی بنا رہے تاکہ تہجد اور وظائف پر آسانی ہو اور کیا عجب ہی کہ اس صورت مین
شیطان اُسکے دل کے گرد نہ پھٹکے اور وہ آسمان کے ملکوت دیکھے اور شب قدر اُسی رات کا نام ہی جسمین کچھ ملکوت آدمی پر منکشف ہون اور خدا تعالی کے
قول سے بھی یہی مراد ہی کہ فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور جو شخص اپنے دل اور سینے کے درمیان مین غذا کی آڑ کریگا وہ اس سیر ملکوت سے محجوب رہیگا اور جو آدمی اپنا
معدہ خالی رکھیگا اُسکو بھی حجاب دور ہونے کے لیے اُسی قدر کافی نہین جبتک کہ اپنی ہمت کو غیر اللہ سے خالی نکرے کہ تمام بات یہی ہی اور اس سبکی اصل غذا ہی
کی کمی ہی اور اُسکا زیادہ بیان غذاؤن کے باب مین انشاء اللہ لکھا جاویگا ششم یہ کہ بعد افطار کے دل خوف در جاسے وابستہ اور متردد رہنا چاہیے کیونکہ معلوم
نہین کہ اُسکا روزہ مقبول ہو کر مقربین کے زمرہ مین اُسکا شمار ہوا یا روزہ نا منظور ہوا اور خفگی کے مستحقون مین منصور ہوا اور ہر عبادت کے فارغ ہونے پر اسیطرح
کا حال ہونا چاہیے چنانچہ حضرت حسن بصری سے مروی ہی کہ عید کے روز اُنکا گذر کسی قوم پر ہوا جو ہنس رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے رمضان کے
مہینے کو اپنی مخلوقات کے لیے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہی کہ سب آدمی اُسکی اطاعت کے لیے اسکے اندر دوڑین تو کچھ لوگ تو آگے بڑھکر اپنے مطلب کو پہونچ
گئے اور کچھ پیچھے رہ کر نا اُمید ہوے پس جس روز مین کہ جلدی کرنے والے اپنے مطلوب کو پہونچے اور باطل والے محروم رہے اُس روز مین ہنسی اور کھیل کرنے والے

سے بڑا تعجب ہی بجدا اگر حقیقت حال واضح کر دیجا وے تو مقبول آدمی کو اتنا سرور ہو کہ اُسکو کھیل سے باز رکھے اور نامنظور کو اتنا غم ہو کہ اُسکو ہنسی سے
روک دے اور احنف بن قیس سے کسی نے کہا کہ تم بوڑھے بزرگ شخص ہو اور روزہ تم کو ضعیف کر دیتا ہی بہتر ہی کہ اُسکے لیے کوئی اور سبیل کرو فرمایا کہ مین
روزہ کو ایک بڑے لمبے سفر کے لیے تیار کرتا ہون کہ خدا تعالی کی طاعت پر صبر کرنا اُسکے عذاب پر صبر کرنے کی نسبت کر بہت آسان ہی بالجملہ روزہ مین
چھہ باتین باطنی یہ تھین جو مذکور ہوئین اب اگر یہ کہو کہ جو شخص شکم اور شرمگاہ کی شہوت سے باز رہنے پر کفایت کرتا ہی اور ان باتون کو بجا نہین لاتا تو فقہا
یہ کہتے ہین کہ اُسکا روزہ درست ہی پس اُسکے کیا معنی ہین کہ فقہا درست بتاوین اور تم صحیح نہین بتاتے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ظاہر کے فقہا ظاہری
شرطون کا اثبات ایسی دلیلون سے کرتے ہین جو باطنی شرطون مین ہماری بیان کی ہوئی دلیلون سے نہایت ضعیف ہین خصوصاً غیبت وغیرہ کے
باب مین مگر چونکہ فقہاے ظاہری حکم ایسی چیز پر لگاتے ہین جسمین غافل اور دنیا کے متوجہ لوگ بھی داخل ہو سکین اسلیے اُنکو شروط ظاہری کے بموجب صحیح
کہنا پڑتا ہی اور علماے آخرت کی غرض صحت سے قبول ہونا ہی اور قبول ہونے سے اُنکی مراد مقصود کو پہونچنا ہی اور وہ یہ سمجھتے ہین کہ روزہ سے
مقصود یہ ہی کہ خدا تعالی کے اخلاق مین جو ایک خلق صمدیت ہی یعنی بھوک اور پیاس وغیرہ کا نہونا اُسکو اپنی عادت کرین اور شہوات سے رکنے مین حتی الوسع
فرشتون کی اقتدا کرین کہ وہ شہوات سے پاک ہین اور انسان کا مرتبہ چوپایون کے مرتبہ سے تو اوپر ہی اسلیے کہ نور عقل سے اپنی شہوت کے توڑنے پر قادر
ہی اور فرشتون کے مرتبہ سے نیچے ہی باینوجہ کہ اُسپر شہوات غالب ہین اور اُنکے دبانے مین مبتلا کیا گیا ہی اسی لیے جب کبھی یہ شہوات مین ڈوبتا ہے تو
اسفل السافلین مین اُتر جاتا ہے اور بہائم کے زمرہ مین لاحق ہو جاتا ہی اور جس وقت کہ شہوات کو اُکھاڑتا ہی تو اعلی علیین کی طرف اُبھر کر فرشتون کے
کنارہ سے جا لگتا ہی اور فرشتے اللہ تعالی کے نزدیک ہین اور جو کوئی اُنکا اقتدا کرتا ہی اور اُنکی سی عادتین اختیار کرتا ہی وہ بھی اُنکی طرح خدا تعالی سے قریب
ہو جاتا ہی کہ قریب کا مشکل بھی قریب ہی ہوتا ہی اور یہ قرب مکان اور فاصلہ کے اعتبار سے نہین بلکہ صفات کے لحاظ سے ہی پس جبکہ روزہ کی اصل
ارباب عقل اور اہل دل کے نزدیک یہ ٹھہری تو ایک غذا کے دیر کر دینے اور شام کو دونون کو ایک ساتھ کھا لینے اور دن بھر اور شہوات مین ڈوبے
رہنے سے کونسا فائدہ ہی اور اگر اس جیسے روزہ سے بھی فائدہ ہوتا ہی تو اس حدیث شریف کے کیا معنی ہین کہ کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع
والعطش اور اسی وجہ سے حضرت ابو درداء رضی نے فرمایا ہی کہ دانا آدمیون کا سونا اور افطار کرنا کیا خوب ہی بیوقوفون کے روزہ اور بیداری کو کیسا برا جانتے
ہین اہل یقین اور تقوی کا ایک ذرہ مغالطہ والون کی پہاڑون کے برابر عبادت سے افضل اور غالب ہی اور اسی وجہ سے بعض علما نے فرمایا ہی کہ بہت
سے روزہ دار افطار کرنے والے ہین اور بہت سے افطار کرنے والے روزہ دار ہوتے ہین یعنی افطار کرنے والے روزہ دار وہ لوگ ہین جو اپنے اعضا
کو گناہون سے محفوظ رکھکر کھاتے پیتے ہین اور روزہ دار افطار کرنے والے وہ ہین کہ بھوکے پیاسے تو رہتے ہین مگر اپنے اعضا کو مقید نہین رکھتے اور
روزہ کے معنی اور اُسکی اصل کے سمجھنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو کوئی کھانے اور صحبت سے تو بچا رہے اور گناہون کے ارتکاب سے روزہ کو افطار
کرے اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی وضو مین اپنے کسی عضو پر تین بار مسح کرے کہ ظاہر مین تو تین بار ہو گیا مگر اصل مقصود جو دھونا تھا وہ چھوڑ دیا تو اُسکی نماز بباعث
اُسکی جہالت کے اُسی پر والیس کیجاویگی اور جو شخص کہ کھانے سے افطار کرے اور اپنے اعضا کو برائیون سے باز رکھے تو اُسکی مثال ایسی ہی کہ وضو مین کوئی اپنے
اعضا کو ایک ایک بار دھووے تو اُسکی نماز انشاء اللہ مقبول ہوگی کہ اُسنے اصل فرض کو ادا کیا گو فضیلت کا تارک ہوا اور جو شخص کھانے پینے سے بھی روزہ رکھے اور
اعضا سے بھی روزہ رکھے یعنی اُنکو برائیون سے روکے اُسکی مثال ایسی ہی کہ اپنے ہر ایک عضو کو تین بار دھووے تو یہ شخص اصل اور فضیلت دونون کا جامع ہوگا جو مرتبہ

کمال ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان الصوم امانۃ فلیحفظ احدکم امانتہ اور جبکہ آپنے یہ آیت پڑھی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلہا تو آپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھکر ارشاد فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہی اور اگر سننا دیکھنا روزہ کی امانتون مین سے نہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اگر کوئی لڑائی کرے تو کہدے کہ مین روزہ دار ہون یعنی مین نے اپنی زبان کو امانت رکھا ہی مین اسکی حفاظت کرتا ہون تیرے جواب دینے مین اسکو کیسے چھوڑ دون - اور جبکہ معلوم ہوا کہ ہر ایک عبادت کے لیے ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک پوست ہی اور ایک مغز اور اسکے پوست کے بہت سے درجے مین اور ہر درجے کے بہت سے طبقات ہین تو اب تمکو اختیار ہی چاہو مغز کو چھوڑکر پوست پر قناعت کرو یا زمرۂ اہل خرد مین داخل ہونا پسند کرو

تیسری فصل نفل روزہ رکھنے کے بیان مین اور افضلیت کے اعتبار سے نفل روزون کی ترتیب کے ذکر مین واضح ہو کہ روزے کا بہتر ہونا اچھے دنون مین مؤکد ہوتا ہی اور عمدہ روزون مین سے بعضے تو سال بھر مین پائے جاتے ہین اور بعضے ہر مہینے مین اور کچھ ہر ہفتے مین جو ایام کہ سال مین پائے جاتے ہین وہ رمضان کے بعد روز عرفہ اور روز عاشورہ اور عشرہ اول ذی الحجہ اور عشرہ محرم ہین اور تمام ماہ حرام روزہ کے لیے عمدہ اوقات مین اور آنحضرت صلعم شعبان مین اس کثرت سے روزہ رکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ماہ رمضان ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ بعد رمضان کے روزون کے افضل روزے اللہ تعالیٰ کے ماہ محرم کے ہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ مہینا ابتداء سال ہی اسکو نیکی سے معمور کرنا بہتر ہی اور توقع ہی کہ سال بھر اسکی برکت رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ ماہ حرام کا ایک دن روزہ رکھنا اور دنون کے تیس روزون سے بہتر ہی اور رمضان کے ایک دن کا روزہ ماہ حرام کے تیس روزون سے افضل ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جو کوئی ماہ حرام مین تین دن روزے رکھے یعنی جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ کو تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے ہر ایک روزے کے عوض مین سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھے گا اور ایک حدیث مین ہی کہ جب شعبان کا نصف ہو جاوے تو رمضان تک پھر کوئی روزہ نہین اور اسی جہت سے رمضان سے پیشتر چند روز افطار کرنا مستحب ہی اگر شعبان کو رمضان سے ملا دے تب بھی جائز ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار ایسا کیا ہی اور بہت دفعہ نہین ملایا اور رمضان کے استقبال کی نیت سے دو تین روز پیشتر روزہ رکھنا درست نہین لیکن اس صورت مین کہ وہ ایام اسکے معمولی دنون کے روزون کے مطابق آپڑین اور بعض صحابہ نے تمام ماہ رجب مین روزہ رکھنا مکروہ فرمایا اس نظر سے کہ ماہ رمضان کے مشابہ نہو غرضکہ بہتر مہینے ذی الحجہ اور محرم اور رجب اور شعبان ہین اور حرام مہینے ذالقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ہین تین انمین سے پے درپے ہین اور رجب تنہا اور جدا ہی اور ان سب مین افضل ماہ ذی الحجہ ہی اسلیے کہ اسمین حج کا روز اور ایام معلومات اور معدودات ہین اور ماہ ذیقعدہ حرام مہینون مین ہی اور حج کے مہینون مین بھی ہی اور شوال صرف حج کے مہینون مین سے ہی حرام مہینون مین سے نہین اور محرم اور رجب حج کے مہینون مین سے نہین ہین اور ایک حدیث مین ہی کہ کوئی دن ایسے نہین جنمین عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یا محبوب تر ذی الحجہ کے دس روز کی نسبت ہو کہ انمین سے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزون کے برابر ہی اور انمین سے ایک رات کی بیداری شب قدر کے جاگنے کے مساوی ہی لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا بھی انکے عمل کے برابر نہین آپنے فرمایا کہ جہاد بھی برابر نہین مگر اس صورت مین کہ اسکے گھوڑے کی کوچین کاٹی جاوین اور اسکا خون بہا دیا جاوے اور جو ایام کہ مہینے مین مکرر ہوتے ہین وہ مہینے شروع اور درمیان اور آخر کے ایام ہین اور مہینے کے درمیان کے روز ایام بیض ہین یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین اور ہفتے کے دنون مین دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ ہین غرضکہ عمدہ ایام یہ ہین انمین روزہ رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنی مستحب ہی تاکہ ان اوقات کی برکت سے اُن اعمال کا ثواب دو چند ہو باقی رہا ہمیشہ کا روزہ رکھنا تو وہ ان سب دنون کو شامل ہی مع زیادتی کے لیکن سالکون کے اس باب مین کئی مذہب ہین بعضے تو ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانتے ہین اسوجہ سے کہ احادیث سے اسکی کراہت پائی جاتی ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکی کراہت دو وجہ سے ہوتی ہی ایک تو یہ کہ عیدین اور ایام تشریق

بھی افطار نہ کرے جسکا نام صوم دہر ہی دوسرے یہ کہ افطار کے باب مین سنت سے اعراض کرے اور روزے کو اپنے اوپر لازم ٹھہرا لے باوجودیکہ اللہ تعالی کو اُسکی
اجازتون کی بجا آوری اچھی معلوم ہوتی ہی جیسے اور فرائض و واجبات کی تعمیل پسند ہی۔ اور جس صورت مین کہ مدام روزہ رکھنے مین ان دونون خرابیون مین سے کوئی سی
بھی نہو اور آدمی کو اپنے نفس کی بہتری مدام روزہ رکھنے مین معلوم ہوتی ہو تو روزہ مدام رکھے کہ بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بروایت حضرت ابو موسی اشعری مروی ہی کہ فرمایا من صام الدہر کلہ ضیقت علیہ جہنم ہکذا و عقد تسعین۔ اسکے معنی یہین کہ جہنم مین اس شخص کے لئے
جگہ نہین رہتی اور اس سے کم ایک اور درجہ ہی کہ آدھے دہر کے روزے رکھے یعنی ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے اور یہ امر نفس پر سخت تر ہی
اس سے نفس خوب دبتا ہی اور اسکی فضیلت مین احادیث وارد ہین اسلیے کہ ایسے روزون مین بندہ ایک روز صبر کرتا ہی اور ایک روز شکر چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر دنیا کے خزانون کی کنجیان اور زمین کے دفینے پیش کیے گئے مین نے انکو واپس کردیے اور کہا کہ مین ایک روز بھوکا ہونگا
اور ایک روز شکم سیر جب میرا پیٹ بھریگا تو تیری حمد کرونگا اور جب بھوکا ہونگا تو تیری طرف عاجزی کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ افضل الصیام
صوم اخی داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم یوما و یفطر یوما اور اسی کی بابت زیادہ روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر روزہ کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین عرض کرتے تھے کہ مین اس سے بھی افضل چاہتا ہون آخرکو آپنے فرمایا کہ ایک روز روزہ رکھو اور ایک روز افطار کرو انھون نے کہا کہ مین اس سے افضل
چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہین اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے روزے پورے سوائے ماہ رمضان کے
کبھی نہین رکھے بلکہ کچھ دن ہر مہینے مین افطار کیا کرتے تھے اور جس شخص سے آدھی عمر کے روزے بھی نہو سکین تو کچھ مضائقہ نہین وہ تہائی عمر کے روزے رکھے
یعنی ایک دن روزہ رکھے اور دو روز افطار کرے اور اگر تین دن اول مہینے مین اور تین ایام بیض کے اور تین آخر مہینے مین رکھ لیا کرے تو تہائی بھی ہو جاوین
اور عمدہ دنون مین بھی واقع ہون اور اگر دو شنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھا کرے تو بھی تہائی سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہین اور جبکہ فضیلت کے اوقات
آوین تو کمال کی بات یہ ہی کہ آدمی روزہ کے معنی سمجھے اور جانے کہ روزہ کا مقصود دل کا صاف کرنا اور ہمت کا خدا تعالی کے لیے فارغ کرنا ہی اور جو شخص
باطن کی باریکیون کو سمجھا ہو وہ اپنے حالات مین نظر کرتا رہتا ہی پس بعض اوقات اُسکا حال یہ چاہتا ہی کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور کبھی یہ چاہتا ہی کہ ہمیشہ افطار کرے
اور کبھی اُسکا حال اس بات کا مقتضی ہوتا ہی کہ افطار کو روزہ کے ساتھ ملا دے اور جب آدمی روزے کے معنی سمجھ لیگا اور طریق آخرت کے چلنے مین
دل کے مراقبہ سے اسکی حد ثابت ہو جاویگی تو اُسپر اسکے دل کی بہتری پوشیدہ نہ رہیگی اور دل کی بہتری کے لیے کوئی ترتیب دوامی ضروری نہ ٹھہریگی
اور اسی جہت سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے کہ اب افطار نہ کرینگے اور افطار بھی اتنا کرتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ
نہ رکھینگے اور رات کو اسقدر سورہتے کہ یہ کہا جاتا کہ اب تہجد کو نہ اٹھینگے اور شب بیداری اتنی کرتے کہ کہا جاتا کہ اب سوینگے ہی نہین اور جسقدر کہ نور نبوت سے آپ کو
اوقات کے حقوق ادا کرنے کا حال معلوم ہوتا تھا اُسیقدر اُن امور کو بجا لاتے تھے اور بعض علما نے چار روز سے زیادہ پیہم افطار کرنیکو مکروہ فرمایا ہی اور
چار روز کی قید عید کے روز اور ایام تشریق کے خیال سے لگائی ہی اور فرمایا ہی کہ چار روز سے زیادہ افطار کرنا دل کو سخت کرتا ہی اور بُری عادتین پیدا
کرتا ہی اور شہوات کے دروازون کو کھولتا ہی اور واقع مین اکثر لوگون کے حق مین افطار کی یہی تاثیر ہی خصوصا جو لوگ دن رات مین دو دفعہ کھاتے ہین

ح۵ بخاری و مسلم بروایت عائشہ ... بخاری و مسلم بروایت عائشہ وابن عباس ... شب بیداری ... بخاری نے بروایت انس

ح۱ بخاری و مسلم بروایت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ... ح۲ ترمذی بروایت ابو امامہ ... احمد و نسائی وابن حبان و حاکم ... ح۳ ... روزہ ...

اُن کے حق مین بہت مضر پڑتا ہے نفل روزون کی ترتیب مین ہمکو اسی قدر بیان کرنا مقصود تھا باب اسرار صوم خدائے تعالی کی عنایت سے تمام ہوا اُسکے بعد اسرار حج کا ذکر ہوتا ہے اللہ تعالی توفیق رفیق فرماوے وہی کافی اور مددگار ہے والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وکل عبد مصطفے

ساتوان باب حج کے اسرار ومہمات کے بیان مین

رباعی آحسن سفر کعبہ کی کر تجھے ہمت ہے * اس سعی رہ حرم سراسر رحمت ہے * اتنا ہی بیان شرف کہ کہتے ہین حسن * پا دیکھا لا کھو اگر کرے اک طاعت ہے * واضح ہو کہ ارکان اسلام مین سے حج عمر بھر کی عبادت کی خوبی اور کار کا انجام اور اسلام کی تمامی اور دین کا کمال ہے جس مین اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے باب مین ارشاد فرماتے ہین من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا تو ایسی عبادت کا کیا کہنا ہے جسکے نہونے سے دین کا کمال نہ رہے اور اُسکا چھوڑنے والا گمراہی مین یہود ونصاریٰ کے برابر ہوجاوے اور جبکہ اس رکن کی عظمت اتنی ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اُسکی شرح اور اُسکے ارکان اور سنن اور مستحبات اور فضائل اور اسرار کی تفصیل کی طرف عنان قلم کو پھیرا جاوے اور یہ سب امور انشاء اللہ تین فصلون سے واضح ہوجاوینگے تین سے اول مین مکہ معظمہ اور کعبہ شریفہ کے فضائل وغیرہ کا ذکر ہوگا اور دوسری مین ابتداء سفر سے لوٹنے تک سب اعمال ظاہری بیان ہونگے اور تیسری مین اسرار خفیہ اور اعمال باطنی لکھے جاوینگے

فصل اول مشتمل ہے دو بیانون پر پہلا بیان حج کے فضائل اور کعبہ اور مکہ اور مدینہ زادہا اللہ شرفاً کی فضیلت اور ان مقامات متبرکہ کی طرف سفر کی تیاری کے ذکر مین **حج کی فضیلت** اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اُسکی تفسیر مین فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگون کو حج کی اطلاع کردو تو انھون نے پکار کر کہا کہ اے لوگو اللہ تعالی نے ایک گھر بنایا ہے اُسکا حج کرو اللہ تعالی نے اُنکی یہ آواز اولاد آدم مین سے اُن لوگون کے کان مین پہونچا دی جنکو قیامت تک اُسکی مشیت وارادہ مین حج کرنا نصیب ہوگا اور فرمایا لیشہدوا منافع لہم بعض مفسرین منافع سے یہ غرض کہتے ہین کہ ایام حج کی تجارت اور ثواب آخرت ہے اور بعض اکابر سلف نے جب یہ مضمون سُنا تو فرمایا کہ بخدا اُنکی مغفرت ہوگئی اور اللہ تعالی نے جو شیطان کا قول نقل فرمایا ہے لاقعدن لہم صراطک المستقیم اُسکی تفسیر مین بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد مکہ معظمہ کا راستہ ہے شیطان اُسپر بیٹھتا ہے تاکہ لوگون کو اُس سے منع کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حج البیت فلم یرفث ولم یفسق خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی روز مین ذلیل تر اور زیادہ راندہ اور حقیر تر اور غضبناک تر نہین دیکھا گیا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ نزول رحمت الٰہی اور بڑے بڑے گناہون کو خدا سے تعالی کا معاف فرمانا اُسکی نظر سے گذرتا ہے کہ کہتے ہین کہ بعض گناہ اسطرح کے ہین کہ بدون عرفہ کے ٹھہرنے کے اور کوئی چیز اُنکا کفارہ نہین اور اس مضمون کو حضرت امام جعفر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی مستند کیا ہے اور بعض معتبر اہل مکاشفہ نے ذکر کیا ہے کہ ابلیس ملعون ایک آدمی کی صورت مین اُنکے سامنے آیا کہ دبلا بدن زرد رنگ چشم گریان پشت شکستہ ہے انھون نے پوچھا کس سبب سے روتا ہے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ حاجی بدون تجارت کے اُسکی طرف نکلے ہین مین یہ کہتا ہون کہ اب تو وہ خدا ہی کے قصد کو نکلے ہین کہین ایسا نہو کہ اللہ تعالی اُنکو محروم نہ فرماوے مجھے یہی غم ہے پھر انھون نے پوچھا کہ تیرے جسم کے دبلے ہونے کی کیا وجہ ہے اُسنے کہا کہ اللہ تعالی کی راہ مین گھوڑون کا ہنہنانا اگر وہ میری راہ مین ہوتے تو مجھے اچھا معلوم ہوتا انھون نے پوچھا کہ تیرا رنگ کیون متغیر ہے شیطان نے کہا کہ طاعت پر لوگون کی ایک دوسرے کی مدد کرنے سے اگر وہ ایک دوسرے کی پشتی گناہ پر کیا کرتے تو مجھکو زیادہ تر

معیوب ہوتا پوچھا کہ تیری کمر کیون ٹوٹ گئی کہا بندے کی اس دعا سے کہ الٰہی مین تجھسے خاتمے کی بہتری چاہتا ہون تو مین یہ کہتا ہون کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے عمل سے عجب بھی کیا تو کہین ایسا ہو کہ اُسکی بُرائی سے واقف ہو جاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے اور مرجاوے تو اُسکے لیے حج کرنے والے عمرہ کرنے والے کا ثواب قیامت تک جاری رہیگا اور جو شخص حرمین شریفین مین سے ایک مین مرجاوے تو وہ نہ حساب کے لیے پیش ہوگا نہ اُس سے حساب لیا جاویگا اور اس سے کہا جاویگا کہ جنت مین داخل ہو اور فرمایا حجۃ مبرورۃ خیر من الدنیا بما فیہا وحجۃ مبرورۃ لیس لہا جزاء الا الجنۃ اور فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے خدا تعالی کے قاصد اور اُسکے مہمان ہین اگر اُس سے کچھ مانگتے ہین تو انکو دیتا ہے اور اگر اُس سے مغفرت چاہتے ہین تو اُنکی مغفرت کرتا ہے اور اگر دعا مانگتے ہین تو قبول کرتا ہے اور اگر سفارش کرتے ہین تو اُنکی سفارش منظور فرماتا ہے - اور ایک حدیث مین جو بروایت اہل بیت علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند ہے آیا ہے اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفۃ فظن ان اللہ تعالی لم یغفر لہ اور حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر پر ہر روز ایک سو بیس رحمتین اُترتی ہین ساٹھ تو طواف کرنے والون کے لیے اور چالیس نماز پڑھنے والون کے واسطے اور بیس اُسکو دیکھنے والون کے لیے اور ایک حدیث مین ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف بہت کیا کرو کہ وہ بڑی بزرگ چیزون مین سے ہے جسکو تم قیامت کے روز اپنے نامۂ اعمال مین پاؤگے اور اُسکے برابر اور کوئی عمل غبطہ کے قابل نہ پاؤگے - اور اسی جہت بدون حج اور عمرہ کے اول ہی طواف کرنا مستحب ہے - اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص ننگے پاؤن ننگے بدن سات پھیرے کا طواف کرے تو ایسا ہے جیسا ایک بردہ آزاد کیا اور جو کوئی سات پھیرے طواف کے مینھ برستے مین کرے اُسکے پیشتر کے گناہ بخش دیے جاوینگے اور کہتے ہین کہ عرفہ کے میدان مین اگر اللہ تعالی کسی بندے کا کوئی گناہ بخشتا ہے تو جو شخص اس بندے کی جگہ پر پہونچ جاتا ہے اسکی بھی مغفرت فرماتا ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ جب عرفہ کا روز جمعہ کے دن پڑتا ہے تو عرفات کے سب حاضرین کو اللہ تعالی مغفرت فرماتا ہے اور عرفہ کو جمعہ کا پڑنا دنیا مین سب دنون سے افضل ہے اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع کیا اور آپ عرفات کے میدان ہی مین تھے کہ یہ آیت اُتری - الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اہل کتاب نے کہا کہ یہ آیت اگر ہمپر اُترتی تو جس روز اُترتی ہم اُس روز کو عید مقرر کرتے حضرت عمر رضی نے ارشاد فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہ آیت دو عیدون کے دن مین اُتری یعنے عرفہ کے دن اور جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت اُتری کہ آپ عرفات پر تشریف رکھتے تھے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہم اغفر للحاج ولمن استغفر لہ الحاج اور مروی ہے کہ علی بن موفق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چند حج کیے وہ کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ مجھ سے ارشاد فرماتے ہین کہ اے ابن موفق تو نے میری طرف سے حج کیا مین نے عرض کیا کہ ہان پھر فرمایا کہ تو نے میری طرف سے لبیک کہا مین نے عرض کیا کہ ہان ارشاد فرمایا کہ اُسکا بدلہ مین قیامت مین تجھکو دونگا کہ ابھی خلقت حساب کی سختی مین ہوگی اور مین تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت مین داخل کردونگا اور مجاہد اور دوسرے

[illegible]

علما نے فرمایا کہ حاجی جب مکہ معظمہ مین آتے ہین تو فرشتے اونٹون کے سوارون کو تو سلام کرتے ہین اور گدھون کے سوارون سے مصافحہ کرتے ہین اور پیادہ لوگون سے بغلگیر ہوکر ملتے ہین۔ اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہو کہ جو شخص رمضان کے بعد مرے یا غزوہ جہاد کے بعد یا حج کے بعد وہ شہید مرتا ہی۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حاجیون کے گناہ معاف کردیے جاتے ہین اور ذی الحجہ اور محرم اور صفر اور ربیع الاول کی بیسوین تک مین جسکے لیے وہ مغفرت کی درخواست کرین اُسکی بھی مغفرت ہوجاتی ہی۔ اور اکابر سلف کا یہ دستور تھا کہ غازیون کو رخصت کرنے کو ساتھ جاتے تھے اور حاجیون کے لینے کو جاتے اور اُنکی دونون آنکھون کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور اُن سے اپنے لیے دعا منگواتے اور پیشتر اس سے کہ وہ مرتکب گناہ ہون یہ باتین کر گذرتے۔ اور علی بن موفق سے مروی ہو کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے ایکسال حج کیا اور عرفہ کی شب کو منےٰ کی مسجد خیف مین ٹھہرا مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے سبز لباس پہنے ہوے اُترے اور ایک نے دوسرے کو عبداللہ کہکر پکارا دوسرے نے کہا کہ لبیک اول نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہو کہ اس سال مین ہمارے پروردگار کے گھر کا کتنے لوگون نے حج کیا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہین اول نے کہا کہ چھ لاکھ آدمیون نے حج کیا ہو اب تم کو یہ معلوم ہو کہ اُنمین سے کتنون کا حج مقبول ہوا ہی دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہین اول نے کہا کہ ان مین سے صرف چھ آدمیونکا حج مقبول ہوا ہی یہ کہکر وہ دونون آسمانون کی طرف اُٹھے یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہوگئے مین خوف زدہ جاگا اور نہایت شدت کا غم مجھپر طاری ہوا اور مجھے اپنی فکر ہوئی اور دل مین کہا کہ جب چھ آدمیون ہی کا حج مقبول ہوا ہی تو مین اُن مین کہان ہونگا جب مین عرفہ سے لوٹکر آیا اور مشعر حرام کے پاس رات کو رہا تو یہی فکر تھا کہ آدمی اس کثرت سے ہین اور حج اتنے تھوڑے لوگون کا مقبول ہوا ہی اتنے مین مجھے نیند آگئی دیکھا تو وہی دونون فرشتے اپنی پہلی صورتون پر اُترے اور ایک نے دوسرے کو پکارکر وہی تقریر سابق پھر سے کی پھر کہا کہ تمھین معلوم ہو کہ اس رات مین ہمارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہی اُسنے کہا کہ مجھے معلوم نہین کہا کہ اللہ جلشانہ نے چھ آدمیون مین سے ہرایک کو ایک ایک لاکھ آدمی دیدیے یعنی اُنکی شفارش اُنکے حق مین مقبول ہوگی ابن موفق کہتے ہین کہ پھر جو میری آنکھ کھلی تو مجھکو خوشی زائد از بیان تھی اور ایک حکایت اُنہی وہ اور کہتے ہین کہ مین نے ایکسال حج کیا اور جب سب ارکان ادا کرچکا تو مجھکو ان لوگون کا فکر ہوا جنکا حج مقبول نہوا ہوگا پس مین نے دعا مانگی کہ الٰہی مین نے اپنا حج اور اُسکا ثواب اُس شخص کو دیا جس کا حج مقبول نہوا ہو وہ کہتے ہین کہ رات کو مین نے رب العزت جلشانہ کو خواب مین دیکھا کہ فرماتا ہی کہ اے علی تو میرے سامنے سخاوت جتاتا ہی مین نے سخاوت و سخیون کو پیدا کیا اور سب سخیون اور بڑے کرم والون سے زیادہ سخی اور جود والا مین ہون اور مجھکو جہان کے لوگون کی نسبت کرم و جود کا استحقاق زیادہ تر ہی مین نے جن لوگون کا حج مقبول نہین کیا انکو ایسے لوگون کو دے دیا جنکا حج قبول کیا ہی خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہی کہ اس گھر کا حج ہرسال مین چھ لاکھ آدمی کرینگے اور اگر کم ہونگے تو اللہ تعالیٰ فرشتون سے یہ شمار کامل کردیگا اور قیامت کو کعبہ کا حشر ایسی طرح ہوگا جیسے زفاف کے لیے دولہن ہوتی ہی اور جن لوگون نے اُسکا حج کیا ہوگا وہ اُسکے پردون مین لٹکے ہونگے اور گرد چلتے ہونگے یہانتک کہ کعبہ جنت مین داخل ہوگا اور یہ لوگ اُسکے ساتھ جنت مین داخل ہونگے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حجر اسود جنت کے یاقوتون مین سے ایک یاقوت ہی اور وہ قیامت مین اسطرح اُٹھیگا کہ اُسکے دو آنکھین ہونگی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ اُس شخص کے لیے گواہی دیگا جسنے اُسکو حق اور صدق کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو بہت بوسہ دیا کرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ آپ نے اُسپر سجدہ بھی کیا ہی۔ اور آپ اگر سواری پر طواف کرتے تو اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے۔ اور حضرت عمرؓ نے

اکثر دل کی حرارت کو جو حرمت کے باب مین ہوتی ہی فرو کرنے مین تاثیر کرتی ہی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رض حاجیون کو حج سے فراغت ہونیکے بعد مارتے
اور کہتے کہ ای یمن والو اپنے یمن کو جاؤ اور شام والو شام کو رخصت ہو اور عراق والو عراق کی راہ لو اور اسی وجہ سے حضرت عمر رض نے قصد کیا کہ لوگون کو طواف
کی کثرت سے منع فرمادین اور فرمایا کہ مجھکو یہ خوف ہی کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جاوین یعنی پھر اُن کو اُسکی حرمت مساوات سی ہو جاویگی
دوسری وجہ مقام کو بُرا جاننے کی یہ ہی کہ جُدا ہونے سے شوق اُبھرتا ہی اور پھر آنے کا سامان جمتا ہی کیونکہ اللہ تعالی نے خانہ کعبہ کو مثابۃ للناس و امنا
فرمایا ہی اور مثابہ کے معنی یہی ہین کہ اُسکی طرف بار بار آوین اور اپنی غرض اور حاجت پوری نہ کرنے پاوین اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ اگر تم کسی
اور شہر مین ہو اور تمھارا دل مکہ کا مشتاق ہو اور خانہ کعبہ سے متعلق رہے تو یہ اس بات سے بہتر ہی کہ تم مکہ مین رہ کر مقام سے اکتاؤ اور کسی
اور شہر مین تمھارا دل ہو۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ بہت سے آدمی خراسان مین ہین کہ وہ خانہ کعبہ سے بہ نسبت اُسکے طواف کرنے والون کے
قریب ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ کعبہ شریفہ خدا تعالی کے تقرب کے لیے اُنکا طواف کرتا ہی **تیسری** وجہ مکہ
مین خطاؤن اور گناہون کے مرتکب ہونے کا خوف ہی کہ اُس مین خطرہ ہی اور ضرور ہی کہ جگہ کی بزرگی کی جہت سے خدا تعالی کے غصہ کا موجب ہو۔ وہیب
بن ورد مکی روایت کرتے ہین کہ مین ایک رات حطیم مین نماز پڑھتا تھا مین نے سُنا کہ دیوار کعبہ اور پردہ کے بیچ سے یہ آواز آتی ہی کہ اے جبرئیل
میرے گرد طواف کرنے والے جو جہل کی باتین اور لغو ادا کرتے ہین ان امور سے مجھکو رنج ہوتا ہی اُسکی شکایت مین اول اللہ سے کرتا ہون پھر تم سے
کرتا ہون اگر یہ لوگ ان باتون سے باز نہ آوینگے تو مین ایک پھریری ایسی لونگا کہ میرا ہر ایک پتھر اُس پہاڑ پر چلا جاویگا جہان سے جدا کیا گیا تھا
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ کوئی شہر مکہ کے سوا ایسا نہین جس مین عمل سے پیشتر صرف قصد پر مواخذہ کیا جاوے پھر یہ آیت پڑھی
ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی یہ عذاب دینا صرف ارادہ کرنے پر فرمایا۔ اور کہتے ہین کہ مکہ مین جیسی نیکیان مضاعف ہوتی
ہین ویسی برائیان بھی مضاعف ہوتی ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرمایا کرتے کہ مکہ مین غلہ خرید کر بند کر رکھنا اور گرانی کا منتظر رہنا حرم مین
الحاد کرنے کی قسم سے ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ جھوٹ بھی اس مین داخل ہی اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ اگر مین رکیہ مین ستر گناہ کرون
تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ مین مکہ مین ایک گناہ کرون اور رکیہ مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک منزل ہی اور اسی خوف کی جہت سے
بعض مقام کرنے والون کی یہ نوبت ہوئی تھی کہ زمین حرم مین پاخانہ نہ پھرتے تھے بلکہ پاخانہ پیشاب کے لیے زمین حل مین جاتے تھے اور بعض
لوگ مہینہ بھر مکہ مین رہے اور اپنے پہلو زمین پر نہ رکھے۔ اور مکہ معظمہ مین ٹھہرنے کی مخالفت کی جہت سے بعض علماء نے وہان کے گھرون کا کرایہ مکروہ
فرمایا ہی اور تم یہ گمان مت کرنا کہ ٹھہرنے کا مکروہ ہونا جگہ کی فضیلت کے منافی ہی اسلیے کہ اس مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ آدمی جگہ کے
حقوق ادا کرنے سے خلق کے لوگ قاصر ہین پس جب ہم یہ کہتے ہین کہ مکہ مین مقام نہ کرنا بہتر ہی اسکے یہ معنی ہین کہ وہان ٹھہر کر تقصیر کرنے اور اکتا جانے
کی بہ نسبت نہ ٹھہرنا اچھا ہی یہ نہین کہ اُسکے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرنے کی بہ نسبت بھی اچھا ہو یہ اور کیسے ہوسکتا ہی یہ تو وہ مقام ہی کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین لوٹ کر تشریف لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو خدا تعالی کی زمین مین بہت بہتر ہی اور تمام شہرون کی
بہ نسبت مجھکو زیادہ محبوب ہی اگر مین تجھ مین سے نکالا نہ جاتا تو ہرگز نہ نکلتا علاوہ ازین خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہی اور مکہ مین نیکیان [illegible]
ہوتی ہین پھر کیسے ہوسکتا ہی کہ اس مین ٹھہرنا نہ ٹھہرنے کی بہ نسبت مطلق افضل ہو مدینہ منورہ کی **فضیلت تمام شہرون** پر بعد مکہ کے کوئی جگہ افضل

ح سہلہ ترمذی و ابن حبان بروایت عبد اللہ بن عدی بن الحمراء

مدینہ طیبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین کہ اعمال اُس مین بھی مضاعف ہوتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوٰۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام اور اسیطرح مدینہ منورہ مین ہر ایک عمل ہزار کے برابر ہی اور بعد مدینہ منورہ کے بیت المقدس ہی کہ اُس مین ایک نماز پانسو نمازون کے برابر ہی اور یہی حال و را اعمال کا ہی اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا کہ ایک نماز مدینہ کی مسجد مین دس ہزار نمازون کے برابر ہی اور بیت المقدس مین ایکہزار کے برابر اور مسجد حرام مین ایک لاکھ کے برابر اور فرمایا لا یصبر علی لاوائہا وشدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ اور فرمایا کہ جس سے ہوسکے مدینہ مین مرے وہ ایسا ہی کرے کیونکہ جو کوئی اسمین مریگا قیامت کو مین اُسکا شفیع ہونگا۔ اور بعد ان تینون مقامون کے اور جگہین سب برابر ہین بجز گھاٹیون کے کہ اُنمین دشمن کی نگاہبانی کے لیے ٹھہرنے مین بہت فضیلت ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لا تشد الرحال الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصیٰ اور بعض علما نے اس حدیث سے دلیل کر کے مقامات متبرکہ اور علما اور صلحا کی قبرون پر جانے کو منع کیا ہی اور ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ اُنکا استدلال درست ہو بلکہ زیارت قبور کی اجازت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا اور حدیث بالا مساجد کے باب مین آئی ہی مشاہد کا حکم ویسا نہین اسلیے کہ مسجدین اُن تین مسجدون کے سوا ایکسی ہین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین مسجد نہو پھر دوسری مسجد مین جانے کے کیا معنی اور مشاہد سب یکسان نہین بلکہ اُنکی زیارت کی برکت اُسی قدر ہوتی ہی جتنے ان لوگون کے درجے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوتے ہین ہان اگر آدمی ایسے گانون مین ہو کہ جس مین مسجد نہو تو اُسکو جائز ہی کہ کسی ایسے گانون کی طرف سفر کرے جس مین مسجد ہو اور بالکل اُس مین جا رہے اگر چاہے پھر ہمکو معلوم نہین کہ یہ کہنے والا انبیا علیہم السلام مثل حضرات ابراہیمؑ و موسیٰؑ و یحییٰؑ وغیرہم کی قبرون پر جانے سے بھی منع کریگا کہ نہین اور منع کرنا تو نہایت درجہ کو محال ہی پس جب انکی قبرون پر جانا درست کہیگا تو اولیا اور علما اور صلحا کی قبرین بھی اُنھین قبرون کے حکم مین ہین اور بعید نہین کہ اُنکی قبرون پر جانا سفر کی اغراض مین سے ہو جیسے علما کی زیارت زندگی مین مقصود ہوتی ہی یہ حال تو سفر کا ہی اب مقام کا حال سُنو کہ مرید کیلیے اگر سفر سے غرض علم کا حاصل کرنا نہو تو بہتر یہ ہی کہ اپنے مکان مین بیٹھا رہے بشرطیکہ وطن مین حال اُسکا درست بنا رہے اور اگر سلامت نرہے تو ایسی جگہ تلاش کرے کہ جسمین اُسکو کوئی نہ جانے اور دین سلامت رہے اور بفراغ دل عبادت بسر ہو کہ اُسکے حق مین یہ مقام سب سے افضل ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ شہر سب اللہ کے ہین اور لوگ سب اُسکے بندے ہین اس صورت مین جس جگہ مین تو نرمی اور آسانی دیکھے وہان ٹھہر جا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کر اور ایک حدیث مین ہی کہ جس شخص کو کوئی چیز روزی ہو اُسکو لازم پکڑے اور جسکی معاش کسی چیز مین کر دیگئی ہو اُس سے نہ ہٹے یہانتک کہ وہ چیز اُسپر بدلجاوے اور ابو نعیم کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوریؒ کو دیکھا کہ اپنا توشہ دان مونڈھے پر اور پانی کا کوزہ ہاتھ مین لیے ہین مین نے پوچھا کہ ای ابو عبد اللہ کہان کا ارادہ ہی فرمایا کہ ایسے شہر کو جاتا ہون جہان ایک درم مین اپنا توشہ دان بھر لون اور ایک روایت مین یہ ہی کہ اُنھون نے جواب دیا کہ مین نے ایک گانون مین ارزانی سُنی ہی اُسمین ٹھہرونگا راوی نے کہا کہ مین نے پوچھا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم کسی شہر مین ارزانی سُنو تو اُسکا قصد کرو کہ اس سے تمہارا دین بھی سلامت رہیگا اور فکر کم کرنا پڑیگا۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ خرابی کا ہی گمنام اسمین امن نہین رہ سکتے مشہورون کا تو کیا ذکر ہی۔ زمانہ تو نقل مکان کا ہی کہ آدمی ایک گانون سے دوسرے گانون مین اپنے دین کو فتنون سے بچائے پھرے۔ اور یہ بھی انھین کی حکایت ہی کہ فرمایا بخدا مجھے معلوم نہین کہ کون سے

شہر مین رہون لوگون نے کہا کہ خراسان مین فرمایا کہ وہان کے مذہب مختلف اور تجویزین خراب ہین لوگون نے کہا کہ شام مین رہیئے فرمایا کہ وہان شہرت ہو جاتی ہی کسی نے کہا کہ عراق مین سکونت کیجیئے فرمایا کہ وہ ملک ظالمون کا ہی کہا کہ مکہ معظمہ مین رہیئے فرمایا کہ مکہ دانائی اور بدن کو تحلیل کرتا ہی اور ایکبار کسی مسافر شخص نے انسے کہا کہ مین نے نیت کرلی ہی کہ اب مکہ مین رہونگا مجھکو کچھ نصیحت فرمایئے فرمایا کہ تین باتون کی وصیت کرتا ہون اول یہ کہ صف اول مین نماز مت پڑھنا دوم کسی قریشی کی صحبت مت اختیار کرنا سوم صدقہ ظاہر کر کے مت دینا صف اول مین پڑھنے سے اسلیے منع فرمایا کہ آدمی مشہور ہوجاتا ہی یعنی جب غائب ہوتا ہی تو اُسکی تلاش ہوتی ہی اس صورت مین عمل مین زینت اور بناوٹ ملجاتی ہی

دوسرا بیان حج کے واجب ہونے اور درست ہونے کی شرطون اور اُسکے رُکنون اور واجبات و ممنوعات کے ذکر مین واضح ہو کہ شرطین چار طرح کی ہین اول حج کے درست ہونیکی شرطین ہین اور وہ دو ہین ایک وقت دوسرے مسلمان ہونا اس سے یہ نکلا کہ اگر لڑکا حج کرے تو اُسکا حج درست ہی اگر وہ تمیز والا ہو تو احرام خود باندھے اور اگر چھوٹا ہو تو اُسکی طرف سے اُسکا ولی احرام باندھے اور افعال حج کے طواف اور سعی وغیرہ سب اُسکو کراوے اور وقت حج کا ماہ شوال سے لیکر ذیحجہ کی دسوین شب یعنی یوم نحر کی صبح صادق ہونے تک ہی پس جو شخص اس مدت کے سوا اور دنون مین احرام باندھیگا تو حج کا نہوگا بلکہ عمرہ کا ہوگا اور عمرہ کا وقت تمام سال ہی مگر جو شخص منے کے ایام مین مناسک حج ادا کرنیکا پابند ہو اُسکو عمرہ کا احرام نہ کرنا چاہیئے اسلیے کہ عمرہ کرنے کے بعد پھر اُس سے منے کے اعمال نہو سکین گے دوسرے حج سے حج اسلام ہو جانیکی شرطین اور وہ پانچ ہین اول مسلمان ہونا دوم آزاد ہونا سوم بالغ ہونا چہارم عاقل ہونا پنجم وقت کا ہونا پس اگر لڑکا یا غلام احرام باندھے اور عرفہ مین لڑکا بالغ یا غلام آزاد ہوجاوے یا مزدلفہ مین ایسا ہوا اور صبح صادق سے بیشتر عرفہ کو چلا جاوے تو حج اسلام ہوجاوے گا اسلیے کہ حج عرفات پر کھڑے ہونے کا نام ہی اور وہ حالت بالغ ہونے اور آزاد ہونے مین میسر ہوگیا اور ان دونون پر ذبح کرنا قصور کے جانور کا لازم نہ آویگا اور فرض عمرہ کی بھی یہی شرطین ہین سوائے وقت کے سوم حج کے نفل ہونے کی شرط آزاد اور بالغ کے حق مین یہ ہی کہ حج اسلام سے فارغ ہو کیونکہ حج اسلام مقدم ہی اُسکے بعد اس حج کی قضا ہی جسکو عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت فاسد کردیا ہو پھر نذر کا حج ہی پھر دوسرے کی طرف سے نائب ہو کر اگر حج کرے اُسکا مرتبہ ہی پھر حج نفل ہی یہ ترتیب اسیطرح ضروری ہی اور گو نیت اسکے خلاف ہو مگر حج اسیطرح ہوگا یعنی اگر ایک شخص کے ذمہ حج اسلام ہی اور وہ حج نذر کی نیت سے یا دوسرے کی نیابت کر کے احرام باندھے تو اُسکی نیت کا اعتبار نہوگا بلکہ حج اسلام ہو جاویگا **چہارم** حج کے لازم ہونے کی شرطین ہین اور وہ پانچ ہین بلوغ اور اسلام اور عقل اور آزادی اور قدرت اور جس شخص پر حج فرض لازم ہوتا ہی اُسی پر فرض عمرہ بھی لازم ہوتا ہی اور جو شخص زیارت یا تجارت کے لیے مکہ مین جانا چاہیے اور لکڑی بیچنے والا نہو تو ایک قول کے بموجب اُسپر احرام باندھنا لازم ہی پھر عمرہ یا حج کے اعمال کرکے احرام کھول ڈالے۔ اور قدرت کی دو قسمین ہین ایک تو خود اعمال حج کو بجا لانے کے لیے اسکے واسطے کئی باتین چاہیئین اول تنا تندرست ہونا دوم راستہ مین نرخ کی ارزانی اور خوف خطر کا نہونا خواہ تری کا ہو یا خشکی کا سوم مال اسقدر ہونا کہ جانے اور وطن مین لوٹ آنے کو کافی ہو خواہ اُسکے گھر والے ہون یا نہون اسلیے کہ وطن کا چھوڑنا آدمی کو سخت ناگوار ہوتا ہی اور جن لوگون کا نفقہ اُسکے ذمہ پر لازم ہی اُنکے لیے بھی اتنے دنون کا خرچ ہو اور اسقدر پاس ہو کہ اُس سے اپنے قرض ادا کردے اور سواری کے لینے پر خواہ کرایہ کرنے پر قادر ہو خواہ سواری کا جانور علیحدہ ہو یا اگر پر تل کے جانور پر بیٹھ سکے تو اُسی کی قدرت چاہیے۔ دوسری قسم قدرت کی اپاہج کے حق مین ہی وہ یہ ہی کہ اتنا مال رکھتا ہو کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو حج کرنے کو بھیجے کہ وہ اپنا حج اسلام کر کے دوسرے سال اسکی طرف سے حج کرے اور اس صورت مین خرچ سواری پر تل کے جانور کا کافی ہی۔ اور اگر اپاہج آدمی کا

لڑکا راستہ مین اُسکی خدمت کرنے کو تیار ہو تو اُس صورت مین وہ معذور نہ گنا جاویگا بلکہ قدرت والا ہو جاوے گا اور اگر بیٹا اپنا مال باپ کے سامنے رکھدے تو اُس سے وہ قادر نہوگا کیونکہ بدن کی خدمت مین بیٹے کی سعادتمندی ہی اور مال کے دینے مین باپ پر احسان ہی۔ اور جس شخص کو قدرت ہو جاوے اُسپر حج کرنا واجب ہی اور تاخیر سے جانا اُسکو درست ہی مگر تاخیر کرنے مین خطرہ ہی اگر آخر عمر تک بھی حج نصیب ہو جاوے گا تو فرض ساقط ہو جاوے گا لیکن اگر بعد لازم ہونے کے حج کرنے سے پیشتر مر جاوے گا تو خدا کے سامنے حج کے نہ کرنے سے عاصی ہو کر جاویگا اور حج اسکے ترکہ مین سے کرایا جاوے گو اُسنے وصیت نہ کی ہو جیسے اور فرضون کا حال ہی کہ وہ بھی بدون وصیت ادا کرنے پڑتے ہین اور اگر ایک سال مین اُسکو قدرت ہوئی اور لوگون کے ساتھ حج کو نہ نکلا پھر اُسکا مال لوگون کے حج کرنے سے پیشتر جاتا رہا اور یہ شخص بھی مرگیا تو اُسپر حج کا مواخذہ نہوگا اور جو شخص باوجود توانگری کے حج نہ کرے اور مرجاوے تو اُسکا معاملہ خداے تعالی کے نزدیک نہایت سخت ہی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ مین نے قصد کیا کہ شہرون مین ایک پروانہ بھیجدون کہ جو شخص حج کی قدرت پاکر نہ کرے اُسپر کچھ جزیہ لگا دیا جاوے اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی اور مجاہد اور طاؤسؒ سے مروی ہی کہ اگر ہمکو معلوم ہو کہ کسی شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کرنے سے پیشتر مرگیا تو ہم اُسپر نماز نہ پڑھینگے۔ اور بعضوں کا ہمسایہ توانگر تھا مگر اُسنے حج نہین کیا تھا اور مرگیا اُن بزرگ نے اُسکی نماز نہ پڑھی اور حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ جو شخص بدون زکوۃ دیے اور بغیر حج کے مرتا ہی تو دنیا مین پھر آنے کی درخواست کرتا ہی اور یہ آیت پڑھی رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت اعمل صالحا سے غرض آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ حج کرون۔ اور ارکان حج کے جنکے بدون حج درست نہین پانچ ہین اول احرام دوم طواف سوم طواف کے بعد صفا و مروہ مین دوڑنا چہارم عرفات مین ٹھہرنا پنجم ایک قول کے بموجب بال منڈانے اور عمرہ کے ارکان بھی یہی ہین سواے عرفات پر ٹھہرنے کے اور حج کے واجبات جنکے چھوڑ دینے کا تدارک دم یعنے ذبح کرنا جانور قربانی کا کر دیتا ہی وہ چھ ہین اول میقات پر سے احرام کا باندھنا تو جو کوئی بدون احرام میقات سے آگے بڑھ جاوے گا اُسپر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہوگی دوم جمرات کو کنکریان مارنی ان جمرون کے ترک سے سب روایتون کے بموجب دم لازم ہوتا ہی سوم عرفہ مین آفتاب کے ڈوبنے تک ٹھہرنا چہارم رات کو مزدلفہ مین پنجم منے مین رات کو رہنا ششم طواف وداع اُن چارون کے چھوڑنے سے ایک روایت کے بموجب دم لازم آتا ہی اور دوسری روایت کے بموجب دم دینا لازم نہین بلکہ مستحب ہی اب جاننا چاہیئے کہ حج اور عمرہ کے ادا کرنے کے تین طور ہین اول افراد اور یہ سب مین افضل ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ پیشتر صرف حج کرے اور جب فارغ ہو جاوے تو زمین حل مین جاکر احرام باندھے اور عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام کے لیے حل مین سے بہتر جگہ جعرانہ ہی پھر تنعیم پھر حدیبیہ اور افراد کرنے والے پر کوئی دم واجب نہین لیکن اگر نفل کرے تو اختیار ہی دوم قران یعنی احرام مین حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرکے کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ معا ایسے شخص کو اعمال حج کرنے کافی ہین انہین مین عمرہ بھی آجاتا ہی جیسے غسل مین وضو آجاتی ہی لیکن اگر طواف اور سعی عرفات کے ٹھہرنے سے پیشتر کریگا تو سعی تو دونون مین شمار ہوگی اور طواف حج مین نہ گنا جاوے گا کیونکہ حج مین فرض طواف کی شرط یہ ہی کہ عرفات مین ٹھہرنے کے بعد ہو اور قران والے پر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہی لیکن اگر مکہ کا رہنے والا ہو تو اُسپر دم نہین ہی کہ اُسنے اپنی میقات کو ترک نہین کیا کیونکہ اُسکی میقات مکہ ہی سوم تمتع ہی اسکی یہ صورت ہی کہ میقات پر سے احرام عمرہ کا باندھے اور مکہ مین حلال ہو کہ احرام مین جو امور اُسکو ممنوع ہو گئے تھے حج کے وقت تک اُنسے منتفع ہو پھر حج کا احرام کرے اور بدون پانچ باتون کے تمتع نہین ہوتا اول شرط یہ ہی کہ مسجد حرام کے حاضرین مین سے نہو اور حاضر سے یہ غرض ہی کہ اُس مین اور مسجد حرام مین اتنا فاصلہ نہو جس مین نماز قصر

سے پڑھی جاوے یعنی سفر شرعی سے کمتر فاصلہ پر ہو دوسری شرط یہ ہی کہ عمرہ کو حج سے پیشتر کرے تیسری یہ کہ عمرہ حج کے مہینون مین ہو چوتھی یہ کہ حج کی میقات تک لوٹ کر نہ جاوے اور نہ حج احرام کے لیے اُس جیسی مسافت تک لوٹے پانچوین یہ کہ اُسکا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہون جب یہ پانچون شرطین پائی جاوینگی تو تمتع والا ہوگا اور اُسپر ایک بکری کا دم لازم ہی اور اگر بکری میسر نہو تو تین روزے دسوین ذی حجہ سے پیشتر متفرق خواہ ایک ساتھ ایام حج مین رکھے اور سات روزے اپنے وطن مین جاکر رکھ لے اور اگر حج کے ایام مین تین روزے نہ رکھے ہون یہانتک کہ وطن کو چلا آیا تو دس روزے خواہ اکٹھے یا متفرق وطن مین رکھ لے اور یہی حال ہی اگر قران کا دم میسر نہو یعنی اُسکے عوض بھی دس روزے رکھے اور افضل ان تینون صورتون مین افراد ہی پھر تمتع پھر قران اور حج و عمرہ کے ممنوعات چھ ہین اول کرتا اور پاجامہ اور موزہ اور عمامہ کا پہننا بلکہ تہمد اور چادر اور نعلین یعنی چپلیان پہننی چاہئیں اگر چپلیان نہون تو جوتیان پہنے اور اگر تہمد نہ ملے تو پاجامہ پہنے اور کمر مین پٹکا باندھنے کا اور کجاوہ کے سایہ مین بیٹھنے کا مضائقہ نہین مگر اپنے سر کو ڈھانپنا نہ چاہیے کہ مرد کا احرام سر مین ہی اور عورت کو ہر ایک سیا ہوا لباس پہننا درست ہی بشرطیکہ اپنے منہ کو ایسی چیز سے نہ چھپاوے جو چہرے پر لگے کہ اُسکا احرام اُسکے چہرہ مین ہی دوسرے خوشبو لگانا نہ چاہیے کہ جس چیز کو عقلا خوشبو جانتے ہون اُس سے پرہیز کرے اگر خوشبو لگاویگا یا سیاہ لباس پہنیگا تو اُسپر بکری کا دم لازم ہوگا تیسرے بال منڈانا اور کتروانا اس سے بھی دم لازم آتا ہی اور سرمہ لگانے اور حمام مین جانے اور فصد کھلوانے اور پچھنون سے خون نکلوانے اور کنگھی کرنیکا مضائقہ نہین چوتھے عورت سے ہمبستر ہونا اور یہ صورت اگر ذبح اور حلق سے پیشتر کریگا تو حج جاتا رہیگا اور بدنہ یعنی اونٹ یا گائے یا سات بکریان ذبح کرنی لازم ہونگی اور اگر بعد ذبح اور سر منڈانے کے صحبت کریگا تو بدنہ لازم آوے گا اور حج نہ جاویگا پانچوین صحبت کے لوازم مثل بوس و کنار اور اس صورت سے عورتون کو ہاتھ لگانا کہ مذی وغیرہ نکل آوے حرام ہی اور اسمین ایک بکری لازم ہی اور اسی طرح ہاتھ سے منی نکالنے کی صورت مین بکری دینی چاہیے اور احرام والے کو اپنا یا غیر کا نکاح کرنا حالت احرام مین حرام ہی اور اسمین دم نہین ہی کیونکہ اُسکا نکاح ہوتا ہی نہین چھٹے جنگل کے شکار کا مارنا کہ جسکا گوشت کھایا جاتا ہو یا وہ حلال اور حرام جانور سے پیدا ہوا ہو پس اگر احرام والا شکار مارے تو اُسپر چار پایون مین سے اُسی صورت کا جانور لازم ہوگا جسکو مارا ہو اور دریائی کا شکار حلال ہی اور اُس مین کچھ بدلا نہین

دوسری فصل شروع سفر سے لوٹ آنے تک اعمال ظاہری کی ترتیب مین اور اس مین دس بیان ہین

پہلا بیان نکلنے کے آغاز سے احرام تک کی سنتون کے ذکر مین اور وہ آٹھ باتین ہین اول مال متعلق ہی اراده سفر کے وقت دل تو بہ کرے اور جن لوگون کے حق زبردستی لے لیے ہون اُنکو واپس کردے اور قرضخواہون کے قرض چکادے اور جن لوگون کا کھانا وغیرہ اپنے ذمہ ہو اُنکا نفقہ پھر آنے تک کے ایام کا مہیا کردے اور جو امانت کسی کی ہو وہ اُسکے حوالے کرے اور مال مین سے حلال و پاکیزہ اسقدر ساتھ لے کہ جانے اور آنے کو کافی ہو تنگی کی نوبت نہ آوے بلکہ ایسی طرح ہو کہ ضعفا اور فقرا کے ساتھ بھی بشرط گنجایش سلوک کرسکے اور اپنے نکلنے سے پیشتر کچھ خیرات کرے اور اپنے لیے ایک مضبوط جانور سواری کا جو کمزور نہو یا کرایہ کرے اگر کرایہ کی صورت مین مالک جانور سے سب چیزون کا نام لے دیوے جو لادنی منظور ہون خواہ تھوڑی ہون یا بہت تاکہ اُسکی رضامندی حاصل ہو جاوے دوم سفر کے رفیق کے متعلق ہی یعنی چاہیے کہ اپنے لیے ایک ساتھی ایسا تلاش کرے جو نیکبخت اور خیر دوست اور مددگار ہو کہ اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے اور اگر یہ یاد کرے تو وہ مدد کرے اگر یہ نامردی کرے تو وہ ہمت دلاوے اگر عاجزی کرے تو قوت دلاوے

دلتنگ ہو تو وہ صبر پر آمادہ کرے پھر اپنے رفیق جو سفر مین نہ جاوین اُنسے اور اپنے بھائیون اور ہمسائیون سے رخصت ہو اور انکی دعا کا طالب ہو کہ
اللہ تعالیٰ انکی دعا مین خیر و برکت کرتا ہی اور رخصت ہونے مین سنت یہ ہی کہ کہے استودع اللہ دینک و امانتک و خواتیم عملک اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مسافر کو یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے فی حفظ اللہ وکنفہ وزودک اللہ التقوی وجنبک الردی وغفر ذنبک ووجہک للخیر اینما توجہت سوم
گھر سے نکلنے کے متعلق ہی جب نکلنے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اول دوگانہ نماز پڑھے اول رکعت مین بعد الحمد کے سورہ کافرون اور دوسری مین سورہ
اخلاص اور سلام کے بعد اپنے ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اخلاص کامل اور نیت صادق سے دعا مانگے کہ الٰہی تو ہی سفر مین ہمارا ساتھی ہی اور تو ہی
ہمارے گھر اور مال اور اولاد اور یارون مین نائب اور محافظ ہی ہمکو اور انکو ہر ایک آفت اور مصیبت سے بچانا اور الٰہی ہم اس سفر مین تجھسے
نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہین اور ایسا عمل ہمسے ہووے جس سے تو راضی ہو الٰہی ہم تجھسے سوال کرتے ہین کہ زمین کو ہمارے لیے
طے کر دینا اور سفر کو ہمپر آسان کرنا اور ہمارے سفر مین ہمارے بدن اور ہمارے دین اور مال کی سلامتی نصیب کرنا اور اپنے گھر کی اور
اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت تک ہمکو پہنچانا الٰہی ہم تجھ سے سفر کی سختی اور بُری طرح لوٹنے اور گھر والون اور مال اور اولاد
اور یارون کے بُرے حال مین دیکھنے سے پناہ مانگتے ہین الٰہی ہمکو اور انکو اپنی حفاظت مین لے اور ہمسے اور اُنسے اپنی نعمت مت چھین اور
جو آرام ہمکو اور انکو تو نے دے رکھا ہی اُسکو مت بدل **چہارم** جب گھر کے دروازے پر پہونچے تو کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ
رب اعوذ بک ان اضل او اضل او اذل او اذل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی الٰہی مین اکڑ کی راہ سے اور اترانے اور
نمود اور شہرت کے لیے نہین نکلا ہون بلکہ تیرے غضب سے خوف کرکے تیری رضا جوئی کے لیے اور تیرے فرض کے ادا کرنے اور تیرے
نبی کی سنت کی پیروی کرنے کو اور تیرے دیدار کے شوق مین نکلا ہون۔ اور جب چلے تو یہ دعا پڑھے اللہم بک انتشرت وعلیک توکلت
وبک اعتصمت والیک توجہت اللہم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اہمنی وما لا اہتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک وجل ثناءک ولا الہ غیرک
اللہم زودنی التقوی واغفر لی ذنبی ووجہنی للخیر اینما توجہت اور جس منزل سے چلا کرے اس دعا کو پڑھ لیا کرے **پنجم** سواری کے باب مین
سنت یہ ہی کہ جب سوار ہو تو یون کہے بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء
لم یکن سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون اللہم انی وجہت وجہی الیک وفوضت امری کلہ الیک وتوکلت فی
جمیع اموری علیک انت حسبی ونعم الوکیل اور جب سواری پر خوب اطمینان سے جم جاوے اور سواری قابو مین ہو جاوے تو سات بار کہے
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور کہے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم انت الحامل

علی الظہر وانت المستعان علے الامور **ششم** اُترنے کے باب مین یہ مسنون ہی کہ جبتک دھوپ تیز نہو جاوے تب تک نہ اُترے اور بہت سا
راستہ رات کو طے کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آخر شب مین چلنا اختیار کرو کہ راستہ رات کو طے ہوتا ہی اتنا کہ دن کو نہین ہوتا
اور چاہیئے کہ رات کو کم سووے تاکہ اس سے رات کے چلنے پر مدد ملے اور جب منزل معلوم ہونے لگے تو کہے اللّٰہم رب السموات السبع وما اظللن و
رب الارضین السبع وما اقللن و رب الشیاطین وما اضللن و رب الریاح وما ذرین و رب البحار وما جرین اسئلک خیر ہذا المنزل و خیر اہلہ و اعوذ بک
من شر ہذا المنزل و شر ما فیہ اصرف عنی شر شرارہم اور جب منزل مین اُترے تو دو رکعتین نماز پڑھے پھر کہے اللّٰہم انی اعوذ بکلمات اللہ
التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق اور جب رات کی تاریکی چھا جاوے تو کہے یا ارض ربی و ربک اللہ اعوذ باللہ من شرک
و شر ما فیک و شر ما یدب علیک اعوذ باللہ من شر کل اسد و اسود و حیۃ و عقرب و من شر ساکن البلد و والد و ما ولد و لہ ما سکن فی اللیل و
النہار وہو السمیع العلیم **ہفتم** حفاظت کے باب مین یہ چاہیئے کہ دن کو احتیاط کرے کہ قافلے سے اکیلا ہو کر نہ چلے کیونکہ عجب نہین کہ کوئی
مار ڈالے یا راستہ بھول کر قافلے سے علیحدہ پڑ جاوے اور رات کو سوتے وقت ہوشیاری سے رہے اگر اول شب مین سووے تو اپنے
ہاتھ پھیلائے اور اگر آخر شب مین سووے تو ہاتھ کو کسی قدر اُٹھا رکھے اور سر کو ہتیلی پر رکھکر لیٹے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفرون مین
اسی طرح سویا کرتے تھے کیونکہ اور طرح پر لیٹنے مین بعید نہین کہ گہری نیند آجاوے اور آفتاب نکل آوے اور اسکو خبر بھی نہو اور نماز کا فوت
ہو جانا حج کے ثواب سے اہم ہو جاوے ۔ اور رات کو مستحب یہ ہی کہ دو رفیق نوبت بنوبت حفاظت کرین کہ جب ایک سووے تو
دوسرا جاگتا رہے اور پہرا دے اُس طرح جو کی دینی مسنون ہی پس اگر رات کو یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ اُس پر قصد کرے تو چاہیئے کہ
آیۃ الکرسی اور شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور یہ دعا اُس کا ضمیمہ کرے بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا
باللہ حسبی اللہ توکلت علے اللہ ما شاء اللہ لا یاتی بالخیرات الا اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ حسبی و کفی سمع اللہ لمن دعا لیس
وراء اللہ منتہی ولا دون اللہ ملجا کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز تحصنت باللہ العظیم و استغثت بالحی الذی لا یموت اللہم احرسنا
بعینک التی لا تنام واکنفنا برکنک الذی لا یرام اللہم ارحمنا بقدرتک علینا فلا نہلک انت ثقتنا و رجاؤنا اللہم اعطف علینا قلوب عبادک
و امائک برأفۃ و رحمۃ انک انت ارحم الراحمین **ہشتم** راستہ مین جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو مستحب ہی کہ تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھے
اللہم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال اور جب بستی مین اُترے تو سبحان اللہ کہے اور سفر مین اگر وحشت کا خوف دل پر آوے

تو یون کہے سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت۔

دوسرا بیان۔ میقات سے لے کر مکہ میں داخل ہونے تک احرام کے آداب میں اور وہ پانچ باتیں ہیں۔

اول یہ کہ جب میقات پر پہونچے یعنے اُس مشہور جگہ پر جہان سے کہ لوگ احرام باندھتے ہین تو احرام کی نیت سے غسل کرے اور بدن کو خوب صاف کرے اور سر اور داڑھی میں کنگھی کرے اور ناخن ترشواوے اور مونچھین کتراوے اور جو صفائی کی باتین ہم طہارت میں لکھ آئے ہین وہ سب اچھی طرح بجالاوے دوم یہ کہ سیلے ہوئے کپڑے اُتار ڈالے اور احرام کے دو کپڑے پہنے اسطرح کہ ایک سفید کپڑے کا تہ بند کرے اور دوسرے کو چادر کہ سفید کپڑا خدائے تعالےٰ کے نزدیک سب کپڑون سے بہتر اور محبوب ہے اور اپنے کپڑون اور بدن میں خوشبو لگاوے اور اُسکا کچھ مضائقہ نہیں کہ احرام کے بعد اُس خوشبو کا جرم رہ جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک جس کو آپ نے احرام سے پیشتر لگایا تھا بعد احرام کے لوگون نے دیکھی ہے سوم یہ کہ بعد کپڑے پہننے کے اتنا صبر کرے کہ اگر سوار ہے تو سواری اُٹھ کھڑی ہو یا پیادہ ہو تو چلنا شروع کرے اُس وقت احرام کی نیت کرے کہ حج کے لیے ہے یا عمرہ کے لیے قران ہے یا افراد جس طرح منظور ہو وہ نیت کرے اور احرام ہو جانے کے لیے صرف دل سے ارادہ کافی ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نیت میں لفظ لبیک بھی اضافہ کرے اور زبان سے یہ کہے لبیک اللہم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اور اگر زیادہ کہنا ہو تو یون کہے لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک والرغباء الیک لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد چہارم جب احرام لبیک کہنے سے منعقد ہو چکے تو مستحب ہے کہ یہ کہے اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی واعنی علی اداء فرضہ وتقبلہ منی اللہم انی نویت اداء فریضتک فی الحج فاجعلنی من الذین استجابوا لک وآمنوا بوعدک واتبعوا امرک واجعلنی من وفدک الذین رضیت عنہم وارتضیت وقبلت منہم اللہم فیسر لی اداء ما نویت من الحج اللہم قد احرم لک لحمی وشعری ودمی وعصبی ومخی وعظامی وحرمت علی نفسی النساء والطیب ولبس المخیط ابتغاء وجہک والدار الآخرۃ اور احرام کے وقت سے اُسپر وہ چیزین باتین جنکو ہم ممنوعات حج میں اوپر ذکر کر چکے ہین حرام ہو گئین پنجم احرام قائم رہنے کے لیے از سر نو لبیک کہنا مستحب ہے خصوصاً رفیقون سے ملاقات کے وقت اور لوگون کے اجتماع کے وقت اور چڑھائی اور اُترنے کے وقت اور سوار ہونے اور سواری سے نیچے آنے کے وقت پکار کر لبیک کہنا چاہیئے اس طرح کہ نہ گلا پڑے نہ سانس رُکے کیونکہ بہرے اور غائب کو تو پکارتا نہیں ہے کہ حاجت اتنے چلانے کی ہو چنانچہ حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔ اور مسجد حرام اور مسجد خیف اور مسجد میقات میں لبیک کو بلند آواز سے کہنے کا مضائقہ نہیں کہ یہ تینون مسجدین ارکان حج کی جگہ ہین مگر اُنکے

سوا اور مسجدون مین بدون آواز کے بلند کرنے کے لبیک کہنے کا مضائقہ نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز تعجب مین ڈالتی تو فرماتے لبیک ان العیش عیش الآخرۃ۔

تیسرا بیان مکہ معظمہ مین داخل ہونے کے آداب مین طواف تک اور وہ چھ امور ہین۔

اول یہ کہ مکہ مین داخل ہونے کے لیے ذی طوی مین غسل کرے اور غسل مستحب مسنون حج مین نو ہین پہلا احرام کیلئے میقات پر دوسرا مکہ مین جانے کو تیسرا طواف قدوم کے لیے چوتھا عرفات مین ٹھہرنے کو پانچوان مزدلفہ مین ٹھہرنے کو چھٹا طواف الزیارۃ کو پھر تین غسل تینون جمرات کے کنکریان مارنے کے لیے ہین اور جمرۂ عقبہ کی کنکریون کے لیے غسل نہین پھر طواف وداع کے لیے اور امام شافعی نے مذہب جدید مین طواف الزیارۃ اور طواف وداع کے لیے غسل نہین تجویز فرمایا تو اس صورت مین سات ہی غسل رہتے ہین **مترجم**۔ کہتا ہے کہ غسل شمار مین دس ہوتے ہین غالباً رمی جمار کے جو تین غسل لکھے ہین وہان دو کی جگہ تین لکھے گئے ہین **دوم**۔ یہ کہ مکہ کے باہر جب حد حرم مین داخل ہو تو یون کہے اللّٰھم ہذا حرمک وامنک فحرم لحمی ودمی وبشری علی النار وآمنی من عذابک یوم تبعث عبادک واجعلنی من اولیائک واہل طاعتک **سوم** یہ کہ مکہ مین کدا کی گھاٹی سے پانی کے سیل کی طرف جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ کا پیچ چھوڑ کر اسی راہ کو اختیار فرمایا تھا اسلیے آپ کا اقتدا اس باب مین کرنا بہتر ہے۔ اور جب مکے سے نکلے تو کدی (بضم کاف) کی گھاٹی سے نکلے یہ گھاٹی کچھ پست ہے اور پہلی اونچی ہے **چہارم** جب مکہ مین داخل ہو اور بنی جمح کی ردم پر پہونچ جاوے تو اسوقت اسکی نگاہ کعبہ پر پڑے گی اسوقت یہ کہنا چاہیے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللّٰھم انت السلام ومنک السلام ودارک دار السلام تبارکت یاذی الجلال والاکرام اللّٰھم ان ہذا بیتک عظمتہ وکرمتہ وشرفتہ اللّٰھم فزدہ تعظیما وزدہ تشریفا وتکریما وزدہ مہابۃ وزد من حجہ برا وکرامۃ اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی جنتک واعذنی من الشیطان الرجیم **پنجم** جب مسجد حرام مین داخل ہو تو بنی شیبہ کے دروازے سے جاوے اور یون کہے بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جب کعبہ شریفہ سے قریب ہو تو کہے الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک وعلی ابراہیم خلیلک وعلی جمیع انبیائک ورسلک اور ہاتھ اٹھا کر یہ کہے اللّٰھم انی اسالک فی مقامی ہذا فی اول مناسکی ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی وتضع عنی وزری الحمد للہ الذی بلغنی بیتہ الحرام الذی جعلہ مثابۃ للناس وامنا وجعلہ مبارکا وہدی للعالمین اللّٰھم انی عبدک والبلد بلدک والحرم حرمک والبیت بیتک جئت اطلب رحمتک واسئلک مسئلۃ المضطر الخائف من عقوبتک الراجی لرحمتک الطالب مرضاتک **ششم** یہ کہ بعد

اسکے حجر اسود کے پاس جا کر اسکو اپنے داہنے ہاتھ سے چھووے اور بوسہ دیکر یہ کہے اللھم امانتی ادیتھا و میثاقی وفیتہ اشھد لی بالموافاۃ اور اگر بوسہ دینا نہو سکے تو اسکے سامنے کھڑا ہو کر یہی دعا پڑھ لے پھر طواف کے سوا اور کسی چیز کی طرف میل نکرے اور اس طواف کا نام طواف القدوم ہے اور اگر لوگ فرض نماز پڑھتے ہون تو اپنے آپ بھی جماعت مین شریک ہو جاوے پھر طواف کرے

چوتھا بیان طواف کے ذکر مین جب آدمی طواف قدوم یا اور کوئی طواف شروع کیا چاہے تو چاہیئے کہ چھہ امور کا لحاظ رکھے۔

اول یہ کہ نماز کی شرطون کی رعایت کرے کہ بے وضو نہو اور کپڑا اور بدن اور طواف کی جگہ پاک ہون اور برہنگی کو ڈھانپے اسلیے کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے مگر خدا تعالی نے اسکے بیچ مین گفتگو کرنی مباح فرما دی ہے اور ابتداے طواف کے بیشتر اضطباع کر لینا چاہیئے اسکی صورت یہ ہے کہ اپنی چادر کا بیچ داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونون پلے بائین مونڈھے پر کر لے اس صورت مین ایک کنارہ تو پشت پر لٹکیگا اور ایک چھاتی پر اور ابتداے طواف کے وقت سے لبیک کہنا موقوف کر دے اور طواف مین وہ دعائین پڑھے جن کو ہم لکھتے ہین **دوم** یہ کہ جب اضطباع سے فارغ ہو چکے تو خانہ کعبہ کو بائین طرف کرے اور حجر اسود کے پاس تھوڑا اس سے ہٹ کر کھڑا ہو تا کہ شروع طواف مین سارا بدن حجر اسود کے مقابل کو گذر جاوے اور چاہیئے کہ اپنے درمیان اور کعبہ شریفہ کے درمیان مین تین قدم کی مقدار فاصلہ چھوڑ دے تا کہ خانہ کعبہ کے قریب بھی رہے کہ افضل ہے اور شاذروان پر طواف بھی نہو کہ وہ خانہ کعبہ مین سے ہے اور حجر اسود کے پاس شاذروان زمین سے ملی ہوئی ہے اس مین دھوکا پڑ جاتا ہے جو اس کے اوپر کو طواف کرتا ہے اس کا طواف درست نہین کیونکہ وہ گویا اندر کعبہ کے طواف کرتا ہے اور حکم اسکے گردا گرد طواف کرنے کا ہے واضح ہو کہ شاذروان دیوار کعبہ کا عرض ہے کہ نیو کے پاس سے چوڑا ہے پھر زمین سے اوپر دیوار جو بنائی گئی ہے تو کچھ عرض چھوڑ دیا گیا ہے اس چھوٹے ہوئے عرض کو شاذروان کہتے ہین اس پر طواف نہ کرنا چاہیئے غرضکہ بموجب مذکورۂ بالا حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کرے **سوم** یہ کہ ابتداے طواف مین کہ حجر اسود سے ابھی نہ بڑھا ہو یہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر طواف کرے اور حجر اسود سے بڑھتے ہی خانہ کعبہ کے مقابل پہونچیگا اس وقت یہ کہے اللھم ھذا البیت بیتک ھذا الحرم حرمک وھذا الامن امنک وھذا مقام العائذ بک من النار اور مقام کے ذکر کے وقت آنکھ سے مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرے اللھم ان بیتک عظیم ووجھک کریم وانت ارحم الراحمین فاعذنی من النار ومن الشیطان الرجیم وحرم لحمی ودمی علی النار وامنی من اھوال یوم القیمۃ واکفنی مؤنۃ الدنیا والآخرۃ پھر سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے یہانتک کہ رکن عراقی پر پہونچ جاوے اور اس وقت یون کہے اللھم انی اعوذ بک من الشرک والشک والکفر والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد اور جب میزاب پر پہونچے تو کہے اللھم اظلنا تحت عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اللھم اسقنی بکاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شاذروان مین چھ... پناہ مانگتا ہون مین شرک سے اور شک سے اور کفر اور نفاق اور خلاف اور بری عادتون سے اور اپنے اہل اور مال اور اولاد کو برے حال مین دیکھنے سے ۱۲

الٰہی مین نے اپنی امانت ادا کی اور اپنا عہد پورا کیا تو اس پر گواہ رہیو ۱۲ الٰہی یہ طواف کرتا ہون تیرے نام سے اور تجھ پر ایمان لا کر اور تیری کتاب کی تصدیق کر کے اور تیرے عہد کو پورا کر کے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کر کے ۱۲ الٰہی یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور یہ امن تیرا امن ہے اور یہ جگہ پناہ مانگنے والے کی ہے آگ سے ۱۲ الٰہی تیرا گھر بڑی عظمت والا ہے اور تیری ذات کریم ہے اور تو ارحم الراحمین ہے پس مجھ کو پناہ دے آگ سے اور شیطان مردود سے اور میرا گوشت اور خون آگ پر حرام کر اور مجھ کو قیامت کی دہشتون سے امن دے اور دنیا اور آخرت کی مشقت سے بچا ۱۲

شربۃ لا اظمأ بعدہا ابدًا اور جب رکن شامی کے مقابل پہونچے تو کہے اللّٰہم اجعلہ حجًا مبرورًا وسعیًا مشکورًا وذنبًا مغفورًا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرام اور جب رکن یمانی کے مقابل ہو تو کہے اللّٰہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ اور رکن یمانی اور حجر اسود کے بیچ میں یہ کہے اللّٰہم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ برحمتک عذاب القبر وقنا عذاب النار اور جب حجر اسود پر پہونچ جاوے تو کہے اللّٰہم اغفر لی برحمتک اعوذ برب ہذا الحجر من الدین والفقر وضیق الصدر وعذاب القبر اور اسوقت ایک پھیرا پورا ہوا اسی طرح سات پھیرے کرے اور ہر پھیرے میں یہ دعائیں مانگے **چہارم** یہ کہ پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی چار میں عادت کے موافق چلے اور رمل کے معنی یہ ہیں کہ چلنے میں جلدی کرے اور قدم پاس رکھے اور رمل کی چال دوڑنے سے کم ہوتی ہے اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ ہوتی ہے اور مقصود اضطباع اور رمل سے بےخوف ہونا اور جوانمردی کا ظاہر کرنا ہے اور یہ امر پہلے اسلیے مقرر ہوا تھا کہ کفار اب امید نہ رکھیں۔ اور بعد کو یہ سنت جاری ہو گئی اور رمل خانہ کعبہ کے قرب میں افضل ہے لیکن اگر اژدحام کی جہت سے قرب میں میسر نہو تو فاصلہ سے رمل کرنا بہتر ہے یعنی مطاف کے کنارے پر پہونچ کر رمل کرے اور تین پھیرے رمل کے ساتھ کرکے خانہ کعبہ کے قریب اژدحام میں ملجاوے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے ادا کرے اور اگر حجر اسود کا بوسہ ہر پھیرے میں ممکن ہو تو بہتر ہے اور اگر اژدحام کی وجہ سے نہو سکے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ حجر اسود کی طرف کرکے ہاتھ کو بوسہ دے لے اسی طرح رکن یمانی کا بوسہ دینا مستحب ہے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اسپر رکھتے۔ اور جو شخص بوسہ دینے میں صرف حجر اسود پر اکتفا کرے اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ سے چھو دے تو یہ صورت بہتر ہے کیونکہ اس کی روایت زیادہ مشہور ہے **پنجم**۔ جب طواف کے ساتوں پھیرے ختم ہو چکیں تو ملتزم پر آوے یعنی حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان میں کہ یہ مقام دعا کے قبول ہونے کا ہے یہاں دیوار سے چمٹ جاوے اور پردوں کو پکڑے اور اپنا پیٹ دیوار سے ملادے اور داہنا رخسار دیوار پر رکھے اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیاں اسپر پھیلا دے اور یوں کہے یا رب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار واعذنی من الشیطان الرجیم واعذنی من کل سوء وقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیما آتیتنی اللّٰہم ان ہذا البیت بیتک والعبد عبدک وہذا مقام العائذ بک من النار اللّٰہم اجعلنی من اکرم وفدک علیک پھر اس مقام پر بہت سی خدا تعالیٰ کی تعریف کرے اور آنحضرت اور تمام انبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت درود بھیجے اور اپنے مطالب خاص کے لیے دعا مانگے اور گناہوں سے مغفرت کی درخواست کرے بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خادموں سے کہتے کہ میرے پاس سے علیحدہ ہو جاؤ تاکہ میں اپنے

پروردگار کے سامنے اپنے گناہون کا اقرار کرون **ششم** یہ کہ جب ملتزم سے فارغ ہو تو چاہیئے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ نماز پڑھے پہلی مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری مین قل ہو اللہ اور یہ دوگانہ طواف کا ہے زہری نے کہا ہے کہ سنت ہمیشہ سے یون ہے کہ ہر سات پھیرون پر دوگانہ پڑھے اور اگر بہت سے طواف کیے اور سب کے بعد دو رکعتین پڑھے تب بھی جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور سات پھیرے مل کر ایک طواف ہوتا ہے اور طواف کے دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے اللہم یسرلی الیسری وجنبنی العسری واغفرلی فی الآخرۃ والاولی اللہم اعصمنی بالطافک حتی لا اعصیک واعنی علی طاعتک بتوفیقک وجنبنی معاصیک واجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ورسلک ویحب عبادک الصالحین اللہم حببنی الی ملائکتک ورسلک الی عبادک الصالحین اللہم فکما ہدیتنی الی الاسلام فثبتنی علیہ بالطافک وولایتک واستعملنی لطاعتک وطاعۃ رسولک اجرنی من مضلات الفتن پھر حجر اسود پر دوبارہ آوے اور اُسکو بوسہ دے کر طواف کو ختم کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خانۂ کعبہ کا طواف سات پھیرے کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو ایسا ثواب ہے کہ جیسا بردہ کے آزاد کرنے کا ہوتا ہے۔ صورت طواف کرنے کی یہ بھی جو مذکور ہوئی اس سب مین شروط نماز کے بعد واجب یہ ہے کہ شمار پھیرون کے سارے کعبہ کے گرد سات پورے کردے اور شروع حجر اسود سے کرے اور خانۂ کعبہ کو بائین ہاتھ رکھے اور طواف مسجد کے اندر اور خانۂ کعبہ کے باہر کرے کہ نہ شاذروان کے اوپر ہو اور نہ حطیم کے اندر ہو اور سب پھیرے پیہم کرے اُن مین جُدائی معمولی سے زیادہ نہ کرے اور اُسکے سوا اور اُمور سنت اور مستحب ہین۔

پانچوان بیان صفا اور مروہ کے درمیان مین سعی کے ذکر مین جب طواف سے فارغ ہو چکے تو باب الصفا سے نکلے اور یہ دروازہ کعبہ کی اُس دیوار کی سیدھ مین ہے جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے پس جب اس دروازہ سے باہر نکلے اور صفا پر پہونچے جو ایک پہاڑ ہے تو اُسکے چند زینون پر چڑھے کہ قد آدم پہاڑ مذکور کے نیچے بنے ہوئے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر اتنا چڑھتے تھے کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آنے لگتا تھا اور شروع سعی کا کوہ صفا کی جڑ سے کافی ہے اور اتنا چڑھنا مستحب ہے لیکن چونکہ بعض سیڑھیان نئی بن گئی ہین تو چاہیئے کہ انکو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اسلیے کہ اسقدر جگہ سعی مین رہ جائیگی اور سعی کامل نہوگی **مترجم** کہتا ہے کہ اب کوہ صفا کی جڑ مین اتنی مٹی زیادہ ہو گئی ہے کہ جڑ مین سے بھی کعبہ نظر آتا ہے اور ایک دو سیڑھیون پر چڑھنے سے بھی اسپر احتمال سعی کے ناقص رہنے کا نہین ہے اگر سیڑھیون پر نہ چڑھے۔ غرضکہ ابتدائے سعی صفا سے کرے اُسکے اور مروہ کے درمیان مین سات بار سعی کرے اور صفا پر چڑھنے کے وقت کعبہ کی طرف کو مُنھ کرکے کہے اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ علی ما ہدانا الحمد للہ بمحامدہ کلہا علی جمیع نعمہ کلہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شیٔ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ وصدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وہزم الاحزاب وحدہ لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العالمین فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحیی الارض بعد موتہا وکذلک تخرجون ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون اللہم انی اسالک ایمانا دائما ویقینا صادقا وعلما نافعا وقلبا خاشعا ولسانا ذاکرا واسالک العفو والعافیۃ والمعافاۃ الدائمۃ فی الدنیا والآخرۃ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اللہ جل شانہ سے اس دعا کے بعد جو چاہے دعا مانگے پھر اتر کر سعی شروع کرے اور یہ کہتا جاوے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اللہم آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اور نرمی کے ساتھ چلے یہانتک کہ سبز میل تک پہونچ جاوے اور یہ میل صفا سے اترتے ہی ملتا ہے اور مسجد حرام کے کونے پر ہی جبکہ اسمیں اور میل کی سیدھ آنے میں چھ ہاتھ کا فاصلہ رہے جلد چلنا شروع کرے یعنی رمل کی سی چال چلے یہانتک کہ دوسرے میل سبز تک پہونچ جاوے پھر وہاں سے نرم چلنا شروع کرے جب مروہ پر پہونچے تو اسکے زینوں پر چڑھے جیسا صفا پر چڑھا تھا اور وہی دعا مانگے جو صفا پر مانگی تھی یہ ایک بار سعی ہوئی اور جب صفا پر دوسری بار آویگا تو دو بار ہوگی اسی طرح سات بار سعی کرے کہ ہر سعی میں سبز میلوں کے درمیان میں رمل کرے اور آہستہ چلنے کی جگہ میں آہستہ چلے جیسا اوپر ذکر ہوا اور ہر بار صفا اور مروہ پر چڑھے جب سعی سے فارغ ہوجاوے تو اب طواف قدوم اور سعی سے فارغ ہوگیا اور یہ دونوں باتیں سنت ہیں اور سعی کے لیے پاک ہونا مستحب ہے واجب نہیں بخلاف طواف کے کہ اسمیں پاک ہونا واجب ہے اور جب سعی کر چکے تو چاہیئے کہ عرفات میں کھڑا ہونے کے بعد پھر سعی دوبارہ نکرے بلکہ اسی سعی کو کہ کرچکا ہے رکن ہونے کو کافی سمجھے اسلیے کہ سعی کی شرط یہ نہیں کہ وقوف عرفہ کے بعد ہو بلکہ طواف زیارت میں قید بعد وقوف کے ہے ہاں سعی میں یہ قید ہے کہ طواف کے بعد ہو خواہ کسیطرح کا طواف کیوں نہو

چھٹا بیان عرفات کے ٹھہرنے کے ذکر میں

اور جو امور اُس سے پہلے چاہیئیں انکی کیفیت میں حاجی جس صورت میں کہ عرفہ کے روز عرفات پر پہونچ جاوے تو طواف قدوم اور مکہ میں جانے کے لیے وقوف سے پہلے تیاری نکرے بلکہ اول عرفات میں ٹھہرنے کو اختیار کرے ہاں اگر عرفہ سے کچھ دنوں پیشتر پہونچے تب مکہ میں داخل ہوکر طواف قدوم کرے اور ساتوین ذی حجہ تک احرام باندھے ہوے مکہ میں ٹھہرا رہے پھر امام اسی تاریخ میں ظہر کے بعد کعبہ شریف کے پاس خطبہ پڑھے اور لوگون کو حکم دے کہ آٹھوین تاریخ منے کے جانے کی تیاری کرین اور رات کو وہان رہین اور نوین کی صبح کو وہان سے عرفات کو جاوین کہ بعد زوال کے وقوف عرفہ کا فرض ادا کرین کیونکہ وقوف کا وقت نوین کے زوال سے دسوین کی صبح صادق ہونے تک ہے پس چاہیے کہ منی کو لبیک کہتا ہوا نکلے اور مستحب یہ ہے کہ مکہ سے ارکان حج کے لیے تمامی حج تک اگر قدرت ہو تو پیادہ چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے وقوف کی جگہ تک پیادہ چلنے کی بہت تاکید ہے اور افضل ہے پس جب منی میں پہونچے تو کہے اللہم ہذا منی فامنن علی بما مننت بہ علی اولیائک واہل طاعتک اور نوین رات کو منی میں رہے اور یہ مقام منزل اور رات کے رہنے کا ہے کوئی فعل حج اس وقت میں اس سے متعلق نہیں جب عرفہ کی صبح ہووے تو فجر کی نماز پڑھے اور کوہ ثبیر پر آفتاب نکلے تو عرفات کو یہ کہتا ہوا چلے اللہم اجعلہا خیر غدوۃ غدوتہا قط واقربہا من رضوانک ابعدہا من سخطک اللہم الیک غدوت وایاک رجوت وعلیک اعتمدت ووجہک اردت فاجعلنی ممن تباہی بہ الیوم من ہو خیر منے وافضل اور جب عرفات میں آوے تو اپنا خیمہ نمرہ میں جو مسجد کے قریب ہے کھڑا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ اسی جگہ کھڑا کیا تھا اور نمرہ بطن عرنہ کا نام ہے جو موقف اور عرفہ کے سطرف ہے اور وقوف کے لیے غسل کرنا چاہیے

ع سکا ترجمہ ... ۱۲ الٰہی ... ۱۲ احسان کہ جس سے تو نے اپنے دوستوں اور اہل طاعت پر احسان کیا ہے الٰہی اس صبح کو بہتر صبحوں سے کردے جو میں نے کی ہیں اور اسکو اپنی رضامندی سے قریب کر اور اپنے غصے سے دور کر

یری طرف صبح کی اور تجھی سے توقع کی اور تجھی پر اعتماد کیا اور تیری رضا کا ارادہ کیا پس تو مجھکو ان لوگون میں سے کردے جن سے تو آج مجھ سے بہتر اور افضل لوگون یعنے فرشتون پر فخر کرے ۱۲ مسلم اور حدیث طویل جابر رضی اللہ عنہ ۱۲

جب آفتاب ڈھل جاوے تو امام ایک خطبہ مختصر پڑھکر بیٹھ جاوے اور پھر دوسرا خطبہ شروع کرے اور موذن اذان دینے لگے اور اذان مین تکبیر ملادے اور تکبیر کے ختم ہونے پر امام بھی فارغ ہو جاوے پھر ظہر اور عصر ایک اذان اور دو تکبیرون سے پڑھے اور نماز کو قصر کرے بعد نماز کے موقف مین جاوے اور عرفات مین ٹھہرے اور عرنہ کے وادی مین نہ ٹھہرے اور مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ تو عرنہ مین ہے اور پچھلا عرفات مین تو جو کوئی اگلے حصے مین ٹھہر رہیگا اسکو عرفات پر ٹھہرنا میسر نہوگا اور عرفات کی جگہ مسجد مین اُن بڑے پتھرون سے معلوم ہوتی ہے جو وہان بچھا دیے گئے ہین اور افضل یہ ہے کہ امام قریب پتھرون کے پاس قبلہ رخ سوار ہوکر ٹھہرے اور تحمید اور تسبیح اور تہلیل اور خدا تعالی کی تعریف اور دعا اور توبہ بہت سی کرے اور اس روز روزہ نہ رکھے تاکہ تمام روز دعا پڑھنے پر قادر رہے اور عرفہ کے روز لبیک کہنا موقوف نکرے بلکہ مستحب یہ ہے کہ کبھی لبیک کہے اور کبھی دعا پڑھے اور چاہیے کہ عرفات کی طرف سے بدون آفتاب کے ڈوبے ہوے نہ چلے تاکہ رات اور دن عرفات ہی مین اکٹھے کرے اور ایک یہ فائدہ ہے کہ اگر چاند مین غلطی ہوگئی ہوگی تو دوسرے روز کی شب مین ایک ساعت ٹھہرنا ہوسکےگا غرضکہ احتیاط اسی کی مقتضی ہے اور حج کے فوت ہونے سے بھی مامون رہیگا اور جس شخص کو دسوین کی صبح تک ٹھہرنا نصیب نہ ہوا اُسکا حج جاتا رہا اُس کو چاہیے کہ عمرہ کے اعمال کرکے احرام سے حلال ہو جاوے پھر ایکدم حج کے جانے کے لیے دے اور دوسرے برس مین اس حج کی قضا کرے اور اس روز مین سب سے زیادہ ہمت دعا مین کرے کہ اس جیسی جگہ اور ایسے مجمع مین دعاؤن کے مقبول ہونے کی توقع ہے اور جو دعا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر سلف سے عرفہ کے روز منقول ہے اُسکا مانگنا بہتر ہے تو یون دعا مانگنی چاہیے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شی قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورًا وفی سمعی نورًا وفی بصری نورًا وفی لسانی نورًا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری اللہم رب الحمد لک الحمد کما نقول وخیر مما نقول لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی والیک ثوابی اللہم انی اعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وعذاب القبر اللہم

انی اعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النہار و من شر ما تہب بہ الریاح و من شر بوائق الدہر اللہم انی اعوذ بک من تحول عافیتک و فجاءۃ نقمتک
و جمیع سخطک اللہم اہدنی بالہدی و اغفر لی فی الآخرۃ والاولی یا خیر مقصود و اسنے منزول بہ و اکرم مسئول بالدیہ اعطنی العشیۃ افضل ما اعطیت احدا من
خلقک و حجاج بیتک یا ارحم الراحمین اللہم یا رافع الدرجات و منزل البرکات و یا فاطر الارضین و السموات ضجت الیک الاصوات بصنوف
اللغات نسألک الحاجات و حاجتی ان لا تنسانی فی دار البلاء اذا نسینی اہل الدنیا اللہم انک تسمع کلامی و ترے مکانی و تعلم سری و
علانیتی لا یخفی علیک شئ من امرے انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المعترف بذنبہ اسألک مسئلۃ المسکین و ابتہل الیک
ابتہال المذنب الذلیل و ادعوک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبتہ و فاضت لک عبرتہ و ذل لک جسدہ و رغم لک انفہ
اللہم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا و کن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین و اکرم المعطین الٰہی من مدح لک نفسہ فانی لائم نفسی و الٰہی اخرست المعاصی
لسانی فما لی وسیلۃ من عمل ولا شفیع سوی الامل الٰہی انی اعلم ان ذنوبی لم تبق لی عندک جاہا ولا للاعتذار وجہا و لکنک اکرم الاکرمین الٰہی ان لم اکن
اہلا ان ابلغ رحمتک فان رحمتک اہل ان تبلغنی و رحمتک وسعت کل شئ و انا شئ الٰہی ان ذنوبی و ان کانت عظاما و لکنہا صغار فی جنب عفوک
فاغفرہا لی یا کریم الٰہی انت انت و انا انا العواد الی الذنوب و انت العواد الی المغفرۃ الٰہی ان کنت لا ترحم الا اہل طاعتک فالی من یفزع المذنبون
الٰہی تجنبت عن طاعتک عمدا و توجہت الی معصیتک قصدا فسبحانک ما اعظم حجتک علی و اکرم عفوک عنی فبوجوب حجتک علی و انقطاع حجتی
عنک و فقری الیک و غناک عنی الا غفرت لی یا خیر من دعاہ داع و افضل من رجاہ راج بحرمۃ الاسلام و بذمۃ محمد علیہ السلام اتوسل الیک
فاغفر لی جمیع ذنوبی و اصرفنی عن موقفی ہذا مقضی الحوائج وہب لی ما سألت و حقق رجائی فیما تمنیت الٰہی دعوتک بالدعاء الذی علمتنیہ فلا تحرمنی
الرجاء الذی عرفتنیہ الٰہی ما انت صانع العشیۃ بعبد مقر لک بذنبہ خاشع لک بذلتہ مسکین بجرمہ متضرع الیک من عملہ تائب الیک من اقترافہ
مستغفر لک من ظلمہ مبتہل الیک فی العفو عنہ طالب ایاک فی نجاح حوائجہ راج الیک فی موقفہ مع کثرۃ ذنوبہ فیا ملجأ کل حی و ولی کل مؤمن من احسن
فبرحمتک یفوز و من اخطأ فبخطیئتہ یہلک اللہم الیک خرجنا و بفنائک انخنا و ایاک املنا و ما عندک طلبنا و لاحسانک تعرضنا و رحمتک رجونا
و من عذابک اشفقنا و الیک باثقال الذنوب ہربنا و لبیتک الحرام حججنا یا من یملک حوائج السائلین و یعلم ضمائر الصامتین یا من لیس معہ رب یدعی
و یا من لیس فوقہ خالق یخشی و یا من لیس لہ وزیر یؤتی ولا حاجب یرشی یا من لا یزداد علی کثرۃ السوال الا جودا و کرما و علی کثرۃ الحوائج الا تفضلا و احسانا

[illegible]

[illegible] ؎ وہ شخص کہ اس کا کوئی وزیر نہیں جس کے پاس جاویں اور نہ اس کا کوئی دربان جس کو رشوت دیں، وہ شخص کہ سوال کی کثرت پر تیرا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے اور حاجتوں کی کثرت پر تیرا فضل و احسان ہی زیادہ ہوتا ہے ۱۲

اللھم انک جعلت لکل ضیف قری و نحن اضیافک فاجعل قرانا منک الجنۃ اللھم ان لکل وفد جائزۃ و لکل زائر کرامۃ و لکل سائل عطیۃ و لکل راج ثوابا و لکل ملتمس لما عندک جزاء و لکل مسترحم عندک رحمۃ و لکل راغب الیک زلفی و لکل متوسل الیک عفوا و قد وفدنا الی بیتک الحرام و وقفنا بہذہ المشاعر العظام و شہدنا ہذہ المشاہد الکرام رجاء لما عندک فلا تخیب رجاءنا الٰہنا تابعت النعم حتی اطمانت النفس بتتابع نعمک و اظہرت العبر حتی نطقت الصوامت بحجتک و ظاہرت المنن حتی اعترف اولیاءک بالتقصیر عن حقک و اظہرت الآیات حتی افصحت السموات و الارضون باولتک و قہرت بقدرتک حتی خضع کل شیء لعزتک و عنت الوجوہ لعظمتک اذا اساء عبادک حلمت و امہلت و ان احسنوا تفضلت و قبلت و ان عصوا سترت و ان اذنبوا عفوت و غفرت و اذا دعونا اجبت و اذا نادینا سمعت و اذا اقبلنا الیک قربت و اذا ولینا عنک دعوت الٰہنا انک قلت فی کتابک المبین لمحمد خاتم النبیین قل للذین کفروا ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف فارضاک عنہم الاقرار بکلمۃ التوحید بعد الجحود و انا نشہد لک بالتوحید مخبتین و لمحمد بالرسالۃ مخلصین فاغفر لنا بہذہ الشہادۃ سوالف الاجرام و لا تجعل حظنا فیہ انقص من حظ من دخل فی الاسلام الٰہنا انک حببت التقرب الیک بعتق ما ملکت ایماننا و نحن عبیدک و انت اولی بالتفضل فاعتقنا و انک امرتنا ان نتصدق علی فقرائنا و نحن فقرائک و انت احق بالتطول فتصدق علینا و وصیتنا بالعفو عمن ظلمنا و قد ظلمنا انفسنا و انت احق بالکرم فاعف عنا ربنا اغفر لنا و ارحمنا انت مولینا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا برحمتک من عذاب النار

اور دعائے خضر علیہ السلام بھی کثرت سے پڑھتا رہے اور وہ یہ ہے یا من لا یشغلہ شان عن شان و لا سمع عن سمع و لا تشتبہ علیہ الاصوات یا من لا تغلطہ المسائل و لا تختلف علیہ اللغات یا من لا یبرمہ الحاح الملحین و لا تضجرہ مسئلۃ السائلین اذقنا برد عفوک و حلاوۃ رحمتک اور اسکے سوا جو دعا اسکو معلوم ہو پڑھے اور مترجم کی دانست میں دعائے حزب الاعظم بہت عمدہ ہے کہ ادعیہ قرآن و حدیث کو شامل ہے اور اپنے لیے

اور ماں باپ کے لیے اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرے اور دعامین خوب الحاح کرے اور بہت بڑی رغبت سے مانگے کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہین - اور مطرف بن عبد اللہ نے عرفہ مین یہ کہا تھا کہ الٰہی تو میری جہت سے سب لوگونکو نامنظور مت کرنا - اور بکر مزنی نے کہا ہے کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب مین نے عرفات والون کو دیکھا تو یہ گمان کیا کہ اگر مین اُنمین نہوتا تو سب کی مغفرت ہوجاتی

ساتوان بیان وقوف کے بعد کے اعمال یعنی مزدلفہ مین رہنے اور جمرون کو کنکریان مارنے اور ذبح کرنے اور بال منڈانے اور طواف کرنے کے

ذکر مین جب آفتاب ڈوبنے کے بعد عرفات سے پھرے تو چاہیے کہ وقار اور آرام کے ساتھ رہے گھوڑے یا اونٹ کو دوڑا وے نہین جیسے بعض لوگون کا دستور ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کے گھوڑے اور اونٹ کے جھپٹانے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو کہ نہ ضعیف آدمی کو روندو اور نہ مسلمان کو ایذا دو - اور جب مزدلفہ مین پہونچے تو اسکے لیے نہاوے اسلیے کہ مزدلفہ حرم مین سے ہے اس جہت سے اُس مین نہا کر داخل ہونا چاہیے اور اگر اُس مین پیادہ ہوکر داخل ہو تو اور بھی افضل اور حرم کی عزت کے مناسب تر ہے اور راستہ مین لبیک پکار کر کہتا چلے اور جب مزدلفہ مین پہونچے تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ مُزْدَلِفَۃُ جُمِعَتْ فِیْھَا اَلْسِنَۃٌ مُّخْتَلِفَۃٌ تَسْاَلُکَ حَوَائِجَ مُؤْتَنِفَۃً فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ دَعَاکَ فَاسْتَجَبْتَ لَہٗ وَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فَکَفَیْتَہٗ پھر مزدلفہ مین عشا کے وقت مین مغرب اور عشا ایک اذان اور دو تکبیرون سے اکٹھے پڑھے اور عشا کو قصر کرے اور دونون فرضون کے درمیان مین کوئی نفل نہ پڑھے مگر مغرب اور عشا کی نفلین اور وتر بعد دونون فرضون کے پڑھ لے پہلے مغرب کی نفلین پڑھے پھر عشا کی جیسے فرض پڑھی تھی اور اسی طرح جو شخص سفر مین نماز جمع کرے وہ نفلون کو ادا کرے کہ سفر مین نفلون کا چھوڑ دینا ظاہری نقصان ہے اور اُن کو اُنکے اوقات پر ادا کرنے کا حکم دینا خالی از ضرر نہین علاوہ ازین فرض کے تابع نہ رہین گے اور جُدا پڑ جاوینگے پس جس صورت مین کہ ایک تیمم سے فرائض کے ساتھ مین نوافل کا ادا کرنا درست ہے تو جمع کے لحاظ سے فرضون کی تبعیت مین انکا ادا کرنا بطریق اولی جائز ہوگا اور نوافل کا فرضون سے بعض احکام مین جُدا ہونا مثلاً انکا ادا کرنا سواری پر جائز ہونا کچھ اس امر کا مانع نہین کیونکہ ہم تو اشارہ کر چکے کہ تبعیت اور حاجت کے باعث اُن کو اس طرح ادا کرنا چاہیے - پھر اُس رات مزدلفہ مین رہے اور یہ رات کو رہنا حج کے اعمال مین سے ہے اور اگر کوئی شخص آدھی رات سے پیشتر وہان سے چلا جاوے اور رات کو نہ رہے تو اُسپر دم لازم آویگا اور اُس رات کو درود وظائف مین کاٹنا عمدہ ثواب کی چیزون مین سے ہے بشرطیکہ ہوسکے پھر جب آدھی رات ہوجاوے تو کوچ کی تیاری شروع کرے اور یہان سے کنکریان جمرون کے لیے اُٹھالے کہ یہان نرم پتھر ہین اور ستر کنکریان لیوے کہ بقدر حاجت اُتنی ہی ہونگی اور اگر گر پڑنے کے احتمال سے زیادہ بھی لے لیوے تو کچھ مضائقہ نہین اور کنکریان ہلکی ہونی چاہیین کہ انگلی کی پور پر آسکین پھر نماز صبح اندھیرے مین پڑھے اور اپنی راہ لے یہانتک کہ جب مشعر الحرام پر پہونچے جو مزدلفہ کا آخر ہے تو وہان ٹھہر جاوے اور خوب روشنی ہوجانے تک دعا مانگے اور کہے اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَالْبَیْتِ الْحَرَامِ وَالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنَّا التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پھر وہان سے آفتاب نکلنے سے پہلے چلدے اور جب اُس جگہ پہونچے جسکو وادی محسّر کہتے ہین تو مستحب ہے کہ سواری کو ہانکے یہانتک کہ اُس میدان کے عرض کو طے کرجاوے اور اگر پیادہ ہو تو قدم تیز کرکے چلے اور جب صبح دسوین کی ہوجاوے لبیک مین تکبیر کو ملادیوے یعنی کبھی لبیک کہے اور کبھی تکبیر یہانتک کہ منی مین پہونچے اور جمرات اُنھاون اور شمار مین تین ہین پس پہلے اور دوسرے سے بڑھ جانا چاہیے کہ دسوین کو اُنکے ساتھ کوئی کام متعلق نہین اور جب جمرۂ عقبہ پر پہونچے

اور آفتاب بقدر نیزہ اونچا ہو تو جمرۂ مذکور کو کنکریان مارے یہ جمرہ قبلہ رخ آدمیون کے دہنے طرف رستہ مین پہاڑ کے نیچے ہے اور کنکریان مارنے
کی جگہ کچھ اونچی ہے اور کنکریون کے پڑنے سے صاف معلوم ہوتا ہے اور کنکریان مارنے کی صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو اور
اگر جمرہ کی طرف کو منھ کرے تب بھی کچھ مضائقہ نہین اور سات کنکریان ہاتھ اُٹھا کر مارے اور لبیک کی عوض تکبیر کہے اور ہر کنکر کے ساتھ
یہ کہے اللہ اکبر علی طاعۃ الرحمن و رغم الشیطان اللہم تصدیقا بکتابک واتباعا لسنۃ نبیک اور جب کنکریان مار چکے تو لبیک اور تکبیر دونون موقوف
کردے مگر فرض نمازون کے بعد دسوین کی ظہر سے تیرھوین کی صبح کے بعد تک تکبیر کہتا رہے اور تکبیر نماز کے بعد اسطرح ہے اللہ اکبر اللہ اکبر
اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الہ الا اللہ
وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور اس روز دعا کے واسطے جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے
بلکہ دعا اپنے مکان پر مانگے پھر اگر اُسکے ساتھ ہدی ہو تو اُسکو ذبح کرے اور بہتر یہ ہے کہ خود اپنے آپ ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ واللہ اکبر اللہم منک
وبک والیک تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراہیم اور قربانی کرنی اونٹ کی افضل ہے پھر گاے کی پھر بکری کی اور ایک اونٹ یا گاے مین چھ
شخصون کے شریک ہونے کی بہ نسبت بکری افضل ہے اور بکری کی بہ نسبت دنبہ بہتر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الاضحیۃ الکبش الاقرن اور
سفید رنگ بھورے اور سیاہ کی بہ نسبت بہتر ہے حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ ایک سفید دنبہ قربانی مین دو سیاہ رنگ دنبون سے افضل ہے
اور ہدی اگر نفل ہو تو اُس مین سے کھا دے اور جس جانور مین کوئی عیب ہو اُسکی قربانی نہ کرے اور عیب مانع قربانی کے یہ ہین لنگڑا ہونا ناک
یا کان کا کٹا ہوا ہونا کان کا اوپر خواہ نیچے سے چرا ہوا ہونا سینگون کا ٹوٹا ہوا ہونا اگلے پاؤن کا چھوٹا ہونا خارشتی ہونا کان کا اگلا یا پچھلا حصہ
سوراخ دار ہونا اور اتنا دبلا ہونا کہ ہڈیون مین گودا نہ رہے۔ بعد اُسکے بال منڈوا دے اور اس مین سنت یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھے اور سر کے
اگلے حصے سے شروع کرے اور دہنی طرف کے بال گدی تک کی اونچی ہڈی تک منڈوا دے پھر باقی کو منڈوا دے اور یہ کہے اللہم اثبت
لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح عنی بہا سیئۃ وارفع لی بہا عندک درجۃ اور عورت اپنے بالون کو تھوڑا چھوٹا کردے اور گنجے کے لیے مستحب ہے کہ سر پر
استرہ پھروا دے اور جب جمرہ کو کنکریان مارنے کے بعد بال منڈا لے تو پہلا حلال ہونا اب حاصل ہوگیا اور تمام ممنوعات احرام سوا
عورتون اور شکار کے اُسکو حلال ہوگئے اب مکہ مین جاکر طواف کرے جس صورت سے کہ ہمنے لکھا ہے یہ طواف حج مین رکن ہے اور اسکو طواف زیارت
بھی کہتے ہین اور اُسکے وقت کی ابتدا دسوین شب کے آدھے ہونے کے بعد سے ہے اور اُسکا بہتر وقت دسوین تاریخ ہے اور آخر وقت کی
کوئی حد نہین جب تک چاہے تاخیر کردے مگر جبتک طواف نہ کریگا تب تک کچھ ایک علاقہ احرام کا لگا رہیگا یعنی عورت اُسکو حلال نہوگی اور جب
طواف رکن کریگا تو اب پورا حلال ہو گیا کہ عورت سے صحبت بھی حلال ہوگئی اور احرام بالکل دور ہوا اور صرف اب ایام تشریق مین جمرون کو
کنکریان مارنا اور رات کو منی مین رہنا باقی رہا اور یہ دونون امر احرام کے دور ہونے کے بعد حج کے اتباع کے طور پر واجب ہین اور طواف
زیارۃ کی صورت مع دوگانہ نماز کے ویسی ہی ہے جیسا ہم طواف قدوم مین لکھ چکے ہین پس جب دوگانہ نماز سے فارغ ہو تو اگر طواف قدوم کے بعد
سعی صفا و مروہ کی نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد اُسی طرح کرے جیسا ہم لکھ آئے ہین اور اگر سعی کرلی ہو تو وہی سعی رکن ہوگئی اب دوبارہ
نہ کرنی چاہیے۔ اور حلال ہونے کے تین سبب ہین کنکریون کا مارنا اور سر منڈانا اور طواف رکن کرنا اور جب ان تین چیزون مین سے دو ادا کرلے

سنت یہ ہے کہ کنکر مارنا ہون واسطے خدا کی طاعت اور شیطان کی ذلت کے اور اے اللہ تیری کتاب کی تصدیق کو اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی سے

تو ایک حلال ہونا اسکو حاصل ہوجاویگا۔ اور ان تین چیزون کو مع ذبح کے مقدم و مؤخر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر بہتر یہ ہو کہ پہلے کنکریان مارے پھر ذبح کرے پھر سر منڈواوے پھر طواف کرے۔ اور امام کے لیے مسنون یہ ہو کہ زوال کے بعد دسوین کو خطبہ پڑھے اور یہ خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وداع کا تھا غرضکہ حج مین چار خطبے ہین ایک ساتوین کو ایک نوین کو ایک دسوین کو ایک اول رخصت ہونے کے روز منی سے یعنی بارھوین کو اور یہ چارون خطبے زوال کے بعد ہین اور سب ایک ایک ہین بجز عرفہ کے خطبے کے کہ وہ دو ہین اور دونون کے درمیان مین کچھ دیر بیٹھنا ہو پھر جب طواف زیارت سے فارغ ہوچکے تو رات کے رہنے کے لیے اور کنکریان مارنے کو منے مین لوٹ آوے اور اس رات کو منی مین رہے اور اس رات کا نام لیلۃ القر یعنی شب قرار ہی کیونکہ لوگ اسکی صبح کو منی مین ٹھہرتے ہین اور چلے نہین جاتے جب گیارھوین تاریخ کو دوپہر ڈھل جاوے تو کنکریان مارنے کے لیے نہاوے اور پہلے جمرہ کا قصد کرے جو عرفات کی طرف سے اول ملتا ہو اور دہنی سڑک پر ہو اُسپر سات کنکریان مارے اور جب اس سے آگے بڑھے تو تھوڑا سا راستہ سے علیحدہ ہو کر قبلہ کی طرف مُنھ کرکے کھڑا ہو اور اللہ تعالی کی تحمید اور تہلیل اور تکبیر کرکے حضور دل اور اعضا کی فروتنی کے ساتھ اتنی دیر دعا مانگے جتنی دیر مین سورہ بقر پڑھتے ہین پھر درمیانی جمرہ کی طرف بڑھے اور اسکو بھی اول جمرہ کی طرح کنکریان مارے اور ویسا ہی توقف کرے جیسا اول کیا تھا پھر آگے بڑھکر جمرہ عقبہ کو سات کنکریان مارے اور اب کوئی کام نہ کرے بلکہ اپنے اترنے کی جگہ ہین آکر رات کو رہے اور اس رات کو شب نفر اول کہتے ہین جب صبح ہو اور ظہر کی نماز ایام تشریق کے روز دوم یعنی بارھوین تاریخ کی پڑھ چکے تو اکیس کنکریان پہلے دن کی طرح تین جمرون پر مارے اسکے بعد اختیار ہو چاہے منی مین ٹھہرے چاہے مکہ کو لوٹ آوے اگر آفتاب ڈوبنے سے پیشتر منی سے باہر ہوجاویگا تب تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر رات ہونے تک ٹھہرا رہیگا تو اس صورت مین اُسکو باہر جانا جائز نہین بلکہ رات کو منی ہی مین ٹھہرے اور تیرھوین کو اکیس کنکریان بدستور سابق مارے اور اگر رات کو نہ رہیگا اور کنکریان نہ مارینگا تو دم دینا آویگا اور اُس کے گوشت کو صدقہ کر دے اور جائز ہو کہ جن راتون مین منی مین شب باش ہوا اُن مین خانہ کعبہ کی زیارت کرے لیکن اس شرط سے کہ رات کو منی مین نہ رہے پھر منی مین رہتے ہوے فرض نمازین امام کے ساتھ مسجد خیف مین پڑھے کہ اُسکا ثواب بہت بڑا ہو اور جب منی سے مکہ کو جاوے تو بہتر ہو کہ محصب مین ٹھہرے اور عصر اور مغرب اور عشا وہان پڑھے اور تھوڑا سا سووے کہ یہ سنت ہو اور بہت سے صحابہ نے اسکو روایت کیا ہو اور اگر ایسا نہ کریگا اُسپر کچھ کفارہ دینا نہ آویگا

آٹھوان بیان عمرہ اور اسکے بعد کے اعمال کے ذکر مین طواف وداع تک۔ جو شخص حج سے پہلے یا پیچھے عمرہ کرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ نہا کر احرام کے کپڑے پہنے جس صورت سے کہ حج مین مذکور ہوا اور عمرہ کے میقات سے عمرہ کا احرام کرے اسکے لیے افضل میقات جعرانہ ہو جو مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک جگہ ہی بعد اسکے تنعیم ہو اسکے بعد حدیبیہ اور احرام کے وقت نیت عمرہ کی کرکے لبیک کہے اور مسجد عائشہ رض مین جاکر دو رکعتین نماز پڑھے اور جو دل چاہے دعا مانگے پھر لبیک کہتا ہوا مکہ مین آوے یہانتک کہ مسجد حرام مین داخل ہو مسجد کے اندر گھسکر لبیک کہنا موقوف کرے اور سات پھیرے طواف کرے سات بار سعی صفا و مروہ کے درمیان کرے جیسے ہم پہلے اُن دونون کو لکھ چکے ہین اور سعی سے فارغ ہوکر سر کے بال منڈاوے اب عمرہ تمام ہوگیا اور جو شخص مکہ مین ٹھہرا ہوا ہو اُس کو چاہیے کہ عمرہ اور طواف بہت کرے اور خانہ کعبہ کی طرف بہت دیکھا کرے۔ اور جب خانہ کعبہ کے اندر جاوے تو چاہیے کہ دو رکعتین دونون ستونون کے درمیان پڑھے کہ یہ صورت افضل ہو اور کعبہ کے اندر ننگے پاؤن وقار کے ساتھ جاوے کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم آج اپنے پروردگار کے گھر مین بھی گئے انھون نے فرمایا کہ مین نے ان قدمون کو اس قابل تو جانتا ہی نہین کہ ...

ح ا۔ بخاری نے بروایت ... اور ... اور ابن عباس سے ... ذکر کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ... رخصت ہونے ... کے لیے اس کا نام ... ۱۲

ح ۲۔ ابوداود بروایت طاوس مرسلاً اور ابن عدی نے اس روایت کو ابن عباس سے وصل کر دیا ہے ۱۲

پروردگار کے گھر کے گرد طواف کرون اس قابل کیسے جانون کہ اُنسے اُس گھر کو پامال کرون مجھے تو معلوم ہی کہ یہ کہان کہان اور کس جگہ تک چلے ہین
اور چاہیے کہ زمزم کثرت سے پیوے اور اگر ہو سکے تو اپنے ہاتھ سے کھینچکر پیوے دوسرے کی مدد اُس مین نہو اور خوب سیراب ہو کر پیوے
کہ کوکھین چڑھ جاوین اور یہ دعا پڑھے اللھم اجعلہ شفاء من کل داء وسقم وارزقنی الاخلاص والیقین والمعافاۃ فی الدنیا والآخرۃ کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین ماء زمزم لما شرب لہ یعنی جس مقصود کے لیے پیا جاوے وہ حاصل ہوتا ہی اس لیے دعا مانگنی چاہیئے

نوان بیان طواف وداع کے ذکر مین جب حج اور عمرہ کے بعد دل مین یہ آوے کہ وطن کو چلیے تو چاہیے کہ اپنے سب کام تمام کرے اور سواری کس
لیے سب سے پیچھے خانہ کعبہ کی رخصت کو رہنے دے اور اُس سے رخصت ہونیکا طریق یہ ہی کہ حسب مذکورہ بالا سات پھیرے کا طواف کرے اور اُس مین رمل اور اضطباع
نہ کرے اور طواف سے فارغ ہو کر دو رکعتین مقام کے پیچھے پڑھے اور زمزم کا پانی پی کر ملتزم پر آوے اور دعا اور تضرع کرے اور یون کہے اللھم ان البیت
بیتک والعبد عبدک وابن عبدک وابن امتک حملتنی علی ما سخرت لی من خلقک حتی سیرتنی فی بلادک وبلغتنی بنعمتک حتی اعنتنی علی قضاء مناسکک فان کنت رضیت
عنی فازدد عنی رضی والا فمن الآن قبل تباعدی عن بیتک ہذا وان انصرافی ان اذنت لی غیر مستبدل بک ولا ببیتک ولا راغب عنک ولا عن
بیتک اللھم اصحبنی العافیۃ فی بدنی والعصمۃ فی دینی واحسن منقلبی وارزقنی طاعتک ما ابقیتنی واجمع لی خیر الدنیا والآخرۃ انک علی کل شیٔ قدیر اللھم
لا تجعل ہذا آخر عہدی ببیتک الحرام وان جعلتہ آخر عہدی فعوضنی عنہ الجنۃ اور بہتر یہ ہی کہ اپنی آنکھ خانہ کعبہ سے نہ پھیرے یہانتک کہ اُس سے اوجھل ہو جاوے

دسوان بیان ۔ مدینہ منورہ کی زیارت اور اُسکے آداب کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی
حیاتی اور فرمایا من وجد سعۃ ولم یفد الی فقد جفانی اور فرمایا من جاءنی زائرا لا یھمہ الا زیارتی کان حقا علی اللہ سبحانہ ان اکون لہ شفیعا پس جو شخص کہ زیارت
مدینہ طیبہ کا قصد کرے اُسکو چاہیئے کہ راستہ مین درود بہت پڑھے اور جب اُسکی نگاہ مدینہ منورہ کی دیوارون اور درختون پر پڑے تو کہے اللھم ہذا حرم
رسولک فاجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب پھر بطحاء زمین کے درمیان غسل کرے اور خوشبو لگا دے اور اپنے عمدہ کپڑے پہنے پھر جب
مدینہ طیبہ مین داخل ہو تو تواضع اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو اور کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من
لدنک سلطانا نصیرا پھر مسجد کا قصد کرے اور اُسکے اندر جا کر منبر شریف کے پاس دو رکعتین اس طرح پڑھے کہ ستون منبر کو اپنے دہنے شانہ کے مقابل کرے
اور منھ اُس ستون کی طرف ہو جسکے برابر صندوق ہی اور جو دائرہ کہ مسجد کے قبلہ مین ہی وہ آنکھون کے سامنے ہو کہ یہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے

ہونے کی تھی جب تک کہ مسجد میں کچھ تبدیل ہوئی تھی اور اس باب میں کوشش کرے کہ جسقدر مسجد بڑھانے سے پیشتر تھی اسمیں نماز پڑھے پھر قبر مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوے اور آپ کے روے مبارک کے بائیں کھڑا ہو اسطرح کہ کعبہ کی طرف پشت کرے اور قبر کی دیوار کی طرف
منھ کرے اور جو ستون کہ اُس دیوار کے کونے میں ہے اُس سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور قندیل کو اپنے سر پر کرے۔ اور یہ مسنون نہیں کہ دیوار کو ہاتھ
لگادے یا بوسہ دے بلکہ دور کھڑا ہونا تعظیم کے ساتھ مناسب تر ہے اور یہ کہے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا امین اللہ
السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا صفوة اللہ السلام علیک یا خیرة اللہ السلام علیک یا احمد السلام علیک یا محمد السلام علیک یا ابا القاسم
السلام علیک یا ماحی السلام علیک یا عاقب السلام علیک یا حاشر السلام علیک یا بشیر السلام علیک یا نذیر السلام علیک یا طہر السلام علیک یا طاہر السلام
علیک یا اکرم ولد آدم السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک یا قائد الخیر السلام علیک
یا فاتح البر السلام علیک یا نبی الرحمة السلام علیک یا ہادی الامة السلام علیک یا قائد الغر المحجلین السلام علیک وعلی اہل بیتک الذین اذہب اللہ عنہم
الرجس وطہرہم تطہیرا السلام علیک وعلی اصحابک الطیبین وعلی ازواجک الطاہرات امہات المومنین جزاک اللہ عنا افضل ما جزی نبیا عن قومہ ورسولا
عن امتہ وصلی علیک کلما ذکرک الذاکرون وکلما غفل عنک الغافلون وصلی علیک فی الاولین والآخرین افضل واکمل واعلی واجل واطیب
واطہر ما صلی علی احد من خلقہ کما استنقذنا بک من الضلالة وبصرنا بک من العمایة وہدانا بک من الجہالة اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد
انک عبدہ ورسولہ وامینہ وصفیہ وخیرتہ من خلقہ واشہد انک قد بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة وجاہدت عدوک وہدیت امتک و
عبدت ربک حتی اتاک الیقین فصلی اللہ علیک وعلی اہل بیتک الطیبین وسلم وشرف وکرم وعظم اور اگر کسی نے اپنا سلام کہنے کے لیے کہدیا ہو تو کہے السلام
علیک من فلان پھر ایک ہاتھ کی قدر ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضہ پر سلام پڑھے اسلیے کہ آپکا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے پاس ہے اور
حضرت عمر رضہ کا سر حضرت ابوبکر رضہ کے شانہ کے پاس ہے اسی لیے ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر رضہ پر سلام بھیجے اور یہ کہے السلام علیکما یا وزیری رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم والمعاونین لہ علی القیام بالدین ما دام حیا والقائمین فی امتہ بعدہ بامور الدین تتبعان فی ذلک آثارہ وتعملان بسنتہ فجزاکما اللہ
خیر ما جزی وزیری نبی عن دینہ پھر پلٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس قبر اور اُس ستون کے درمیان میں جو اب بنا ہوا ہے

قبلہ رخ کھڑا ہوکر خدا تعالیٰ کی تحمید اور تمجید کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجے اور کہے تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول بجا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما الٰہی ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تیرے امر کی اطاعت کی اور تیرے نبیؐ کے پاس آئے اور اسکو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے باب میں جنکے بوجھ سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفیع کیا ہم اپنی لغزشوں سے تائب ہیں اور اپنی خطاؤں اور تقصیرات سے مقر الٰہی ہماری توبہ قبول کر اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے باب میں منظور فرما اور اس حق منزلت کی بدولت جو تیرے نبی کریم کو تیرے پاس حاصل ہے ہمکو رتبہ بلند عنایت فرما پھر کہے اللہم اغفر للمہاجرین والانصار واغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اللہم لا تجعلہ آخر العہد من قبر نبیک ومن حرمک یا ارحم الراحمین پھر روضہ میں جاوے یعنی درمیان قبر شریف اور منبر کے جو جگہ ہے اسمیں دو رکعتین پڑھے اور جتنی ہوسکے بہت سی دعا مانگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی اور منبر کے پاس دعا مانگے اور مستحب یہ ہے کہ اپنا ہاتھ پیچھے کے رمانہ یعنی پایہ پر رکھے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی حالت میں اپنا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے اور مستحب یہ ہے کہ جمعرات کے روز جبل احد کو جاوے اور شہدا کی قبروں کی زیارت کرے یعنی صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھکر زیارت کو باہر جاوے اور ظہر مسجد شریف میں پڑھے تاکہ کوئی نماز فرض کی جماعت مسجد شریف میں فوت نہونے پاوے اور مستحب ہے کہ ہر روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے کے بعد بقیع میں جاوے اور حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرے اور اسی میں قبر حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر علیہم السلام کی ہے انکی زیارت سے مشرف ہو اور حضرت فاطمہؓ کی مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی قبروں کی زیارت کرے کہ یہ سب بقیع میں ہیں۔ اور مستحب ہے کہ ہر شنبہ کے روز مسجد قبا میں جاکر نماز پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے گھر سے نکلکر مسجد قبا میں آوے اور اس میں نماز پڑھے تو اسکے لیے ایک عمرہ کے برابر ہوگا۔ اور چاہ اریس کی زیارت کرے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اسمیں ڈالا ہے یہ کنواں مسجد قبا کے متصل ہے اسکے پانی سے وضو کرے اور پیوے اور مسجد فتح میں جاوے جو خندق پر ہے اسی طرح سب مساجد اور زیارات کو جاوے اور کہتے ہیں کہ سب زیارات اور مسجدیں مدینہ پاک کی تیس ہیں اور وہاں کے باشندے انکو جانتے ہیں تو جسقدر پر جاسکے وہاں کا قصد کرے اور اسیطرح جن کنوؤں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے انپر جاوے اور طلب شفا کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک سمجھکر انکے پانی سے نہاوے اور پیوے اور وہ سات کنوئیں ہیں۔ اور اگر باوجود حرمت حق ادا کرنے کے مدینہ منورہ میں ٹھہر سکے تو اسکا بہت بڑا ثواب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یصبر علی لاوائہا وشدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیمۃ اور فرمایا من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فانہ لن یموت بہا احد الا کنت لہ شفیعا او شہیدا یوم القیامۃ پھر جب اپنے کاموں سے فارغ ہوئے اور مدینہ سے نکلنے کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس آوے اور دعا زیارت حسب مذکورہ بالا

پھر پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو اور اللہ تعالی سے دعا مانگے کہ پھر حضرت کی زیارت سے مشرف ہونا نصیب کرے اور اپنے سفر مین سلامت رہنے کی دعا مانگے پھر چھوٹے روضہ مین دو رکعتین نماز پڑھے اور یہ جگہ مسجد کے اندر مقصورہ زیادہ ہونے کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہونے کا مقام ہی جب مسجد سے باہر نکلے تو اول بایان پاؤن باہر رکھے پھر دہنا پاؤن باہر نکالے اور کہے اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد ولا تجعلہ آخر العھد بنبیک وحط اوزاری بزیارتہ واصحبنی فی سفری السلامۃ ویسر رجوعی الی اہلی ووطنی سالما یا ارحم الراحمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاورون کو جو کچھ مقدور ہو دیوے اور جو مسجدین کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مین ہین اُن کو تلاش کرے اور اُن مین نماز پڑھے اور وہ بیس جگہ ہین۔

خاتمہ سفر سے لوٹنے کی سنتون کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج وغیرہ سے لوٹتے تو ہر ایک زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ اور بعض روایتون مین یہ الفاظ بھی آئے ہین کل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون تو آدمی کو چاہیئے کہ سفر سے لوٹتے مین اس طریقہ مسنون کا استعمال کرے اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو سواری کو کچھ تیز چلاوے اور کہے اللّٰھم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا پھر اپنے گھر کسی شخص کو خبر کے لیے بھیجدے تاکہ دفعتہً نہ جا پہونچے پہلے سے آنے کی اطلاع کر دینی سنت ہی اور اپنے گھر رات کو نہ آنا چاہیئے جب شہر مین داخل ہو تو اول مسجد مین جاوے اور دو رکعتین پڑھے کہ مسنون ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر مین جاوے تو کہے توبا توبا لربنا اوبا لا یغادر علینا حوبا جب مکان مین رہنے لگے تو چاہیئے کہ جو انعام اللہ تعالی نے اُسپر کیے ہین کہ اپنے گھر اور حرم کی زیارت اور قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت روزی فرمائی اُنکو بھولے نہین اور اُن سے غفلت کرکے اور کھیل اور گناہون مین مبتلا ہوکر اُن انعامون کا ناشکر نہ بنے کہ حج مقبول کی یہ پہچان نہین بلکہ اُسکی علامت یہ ہی کہ حج سے جو واپس آوے تو دنیا مین زاہد اور آخرت مین راغب ہو اور بعد زیارت بیت کے زیارت صاحب بیت کے لئے تیاری کرے۔

تیسری فصل حج کے آداب دقیق اور اعمال باطنی کے ذکر مین اور اس فصل مین دو بیان ہین۔

بیان اول آداب دقیق کے ذکر مین جو شمار مین دس ہین **ادب اول** یہ ہی کہ نفقہ حلال کا ہو اور ہاتھ ایسی تجارت مین نہ لگا ہو جس سے دل بٹے اور ہمت پراگندہ ہو بلکہ ہمت خاص خدا تعالی کے لیے ہو اور دل محض اُسکے ذکر اور اُسکے شعائر کی تعظیم کی طرف راجع اور اطمینان رکھنے والا ہو ایک حدیث مین طریق اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہی کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو لوگ حج کو چار قسم کے ہوکر نکلین گے بادشاہ سیر و تماشا کو اور تونگر تجارت کو اور فقیر مانگنے کو اور قاری شہرت کو اس حدیث مین دنیا کی اُن تمام غرضون کی طرف اشارہ ہی جو حج مین مل سکین اور یہ سب اُمور ایسے ہین

کہ حج کی فضیلت کے مانع ہین اور خاص لوگون کے حج کے زمرہ سے خارج کردیتے ہین خصوصًا جب یہ صورتین خاص حج ہی سے وابستہ ہون
مثلًا مزدوری لے کر غیر کے لیے حج کرے تو اس صورت مین آخرت کے کام پر دنیا کا طالب ہوگا اور پرہیزگار اور اہل دل اس امر کو برا جانتے ہین ہان اگر
کسی شخص کی نیت مکہ معظمہ مین رہنے کی ہو اور اُسکے پاس سامان وہان تک پہونچنے کا نہو تو اس نیت سے کچھ لینے کا مضائقہ نہین غرضکہ دین کو
ذریعہ وصول دنیا کا نہ کرے بلکہ دنیا کو ذریعہ دین کے حاصل کرنے کا بناوے اس صورت مین چاہیئے کہ نیت خانہ کعبہ کی زیارت کی اور اپنے
مسلمان بھائی کے اوپر سے فرض ادا ہونے مین مدد کرنے کی کرے۔ اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جیسے معنون پر محمول ہی
کہ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک حج کے سبب تین آدمیون کو جنت مین داخل کریگا اول جسنے اسکی وصیت کی ہو دوم جسنے اُسکو جاری کیا ہو
سوم جسنے اپنے بھائی کی طرف سے اسکو ادا کیا ہو اور ہم یہ نہین کہتے کہ جب آدمی فرض اسلام اپنے ذمہ سے ساقط کر چکے تو اب اُسکو حج
کے لیے اُجرت لینی ناجائز اور حرام ہی بلکہ یہ کہتے ہین کہ اولیٰ یہ ہی کہ ایسا نہ کرے اور نہ اس امر کو اپنا پیشہ اور تجارت تقرر کرے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ
دین کے باعث سے دنیا دیدیتا ہی اور دنیا کے باعث سے دین عنایت نہین کرتا اور اُجرت جسطرح یہ مباح ہی اُسکی مثال حدیث شریف مین یون
مذکور ہی کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ مین لڑتا ہی اور مزدوری لیتا ہی اُسکی مثال حضرت موسیٰ کی مان کی طرح ہی کہ اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھین
اور اُسکی اُجرت لیتی تھین۔ تو جو شخص حج کرنے پر اُجرت لینے مین حضرت موسیٰ کی والدہ جیسا ہو تو اُسکو اُجرت لینے کا مضائقہ نہین یعنی اسواسطے اُجرت
لیوے کہ حج پر اور خانۂ کعبہ کی زیارت پر قادر ہو جاوے اور حج اسلیے نہ کرے کہ مزدوری ملیگی جیسے حضرت موسیٰ کی والدہ اُجرت اسلیے لیتی تھین کہ
اپنے بچہ کو دودھ بھی پلا دیوین اور انکا حال بھی لوگون پر پوشیدہ رہے **ادب دوم** یہ ہی کہ خدا کے دشمنون کو چنگی دیکر مدد نہ پہونچاوے اور یہ لوگ کہ مکہ معظمہ کے
امیرون اور عرب کے سردارون مین سے ہوتے ہین کہ راہون مین بیٹھکر مسجد حرام کے جانے سے روکتے ہین ایسے لوگون کو مال کا دینا ظلم پر مدد کرنا اور اسباب
ظلم کو اُنکے لیے مہیا کرنا ہی تو گویا خود اپنی جان سے اُنکی اعانت کی اسلیے اس چنگی سے بچے رہنے کے لیے کوئی تدبیر ضرور چاہیئے اور اگر نہو سکے تو بعض علما
فرماتے ہین کہ حج نفل کو نہ کرنا اور راستہ مین سے لوٹ آنا اُن ظالمون کی اعانت کرنے سے بہتر ہی کہ یہ ظلم ایک بدعت نو ایجاد ہی اُس کی اطاعت
کرنے مین یہ خرابی ہی کہ وہ ایک دستور عام ہو جاویگا اور اُسکے قائم رہنے مین مسلمانون کو ذلت اور خواری ہی کہ جزیہ دینا پڑتا ہی اور واقع مین جوان بزرگ
نے فرمایا درست ہی اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چنگی ہمسے جبرًا لیجاتی ہی اور دینے مین ہم مضطر ہین تو اُسکے کچھ معنی نہین کیونکہ اگر آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے
یا راستہ سے لوٹ جاوے تو اُس سے کوئی کچھ نہین لیتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ جسکو کھاتا پیتا دیکھتے ہین اُسی سے زیادہ مانگتے ہین اگر فقرا کے
لباس مین ہو تو کوئی نہین طلب کرتا اس سے معلوم ہوا کہ اس اضطرار کی حالت کو خود اپنی طرف کھینچ لیا ہی **ادب سوم** توشہ زیادہ لینا اور
بدون تنگی اور اسراف کے بخوشی خاطر میانہ روی کے طور پر دینا اور خرچ کرنا اور اسراف سے ہماری غرض یہ ہی کہ عمدہ کھانے کھاوے اور
اقسام آسایش سے جو بہتر ہو مالدارون کی طرح اُسی کو اختیار کرے اور داد و دہش کی کثرت سے اسراف نہین ہوتا کیونکہ کسی کا قول ہے کہ
اسراف مین بہتری نہین اور خیرات مین اسراف نہین اور راہ حج مین توشہ کا دے دینا خدا تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرنا ہی جس مین ایک درم سات
سو کے برابر ہوتا ہی حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا ہی کہ یہ بھی آدمی کے کرم مین سے ہی کہ سفر مین توشہ اچھا رکھے اور فرمایا کرتے کہ حاجیون مین سے
افضل وہ ہی جسکی نیت سب سے خالص تر اور نفقہ پاکیزہ اور یقین بہتر ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ فقیل

یا رسول اللہ ما بر الحج فقال طیب الکلام و اطعام الطعام **ادب چہارم** فحش اور بدکاری اور لڑائی نہ کرنا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج رفث مین سب طرح کے کلام لغو اور فحش داخل ہین اور عورتون سے باتین اور چہل کرنی اور صحبت کی حالت اور اسکے لوازم کو ذکر کرنا بھی اس مین داخل ہین کیونکہ ان اُمور سے شوق ہمبستری کا اُبھرتا ہی جو ممنوع ہی اور ممنوع بات کا شوق دلانے والی چیز بھی ممنوع ہوتی ہی اور فسوق خداے تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلنا ہی کسی طرح کا ہو اور جدال اُسکو کہتے ہین کہ خصومت اور بات کاٹنے مین یہانتک مبالغہ کرے کہ کینہ کا موجب ہو اور سردست ہمت مین پریشانی آجاوے اور حُسن خلق کے مخالف پڑے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص حج مین فحش بکے اُسکا حج خراب ہو جاتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح گفتگو کرنے اور کھانا کھلانے کو حج کے مقبول ہونے کے لیے فرمایا ہی اور بات کاٹنا طیب کلام کے مخالف ہی اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی حج کی راہ مین اپنے ساتھی اور ساربان وغیرہ یارون پر بہت اعتراض نہ کرے بلکہ جتنے بیت اللہ کے جانے والے ہون سب سے دبا رہے اور حُسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرے اور حُسن خلق یہی نہین ہے کہ کسی کو ایذا نہ دے بلکہ یہ ہی کہ اور کی ایذا برداشت کرے۔ اور بعض کا قول ہی کہ سفر کو اسی لیے سفر کہتے ہین کہ وہ آدمیون کے اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہی۔ اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے حضرت عمر رض کے سامنے ذکر کیا کہ مین فلان شخص سے واقف ہون تو آپنے فرمایا کہ تو کبھی اُسکے ساتھ سفر مین رہا ہی جس سے مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ ایسا تو نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ میری دانست مین تو اُس سے واقف نہین **ادب پنجم** یہ ہی کہ اگر قدرت ہو تو حج پیادہ کرے کہ نہایت افضل ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے اپنی موت کے قریب اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ بیٹو پیادہ حج کرنا کہ پیادہ حاجی کو ہر قدم پر حرم کے حسنات مین سے سات سو حسنات ملتے ہین اُنسے کسی نے پوچھا کہ حرم کے حسنات کیا ہین فرمایا کہ ایک نیکی لاکھ نیکیون کے برابر اور راستہ کی بہ نسبت اعمال حج مین اور مکہ سے عرفات تک پیادہ پا چلنا زیادہ تر مستحب ہی اور اگر پیادہ چلنے کے ساتھ اپنے گھر ہی سے احرام بھی باندھ لے تو کہتے ہین کہ یہ حج کا پورا کرنا ہی جسکا حکم اللہ نے فرمایا ہی واتموا الحج والعمرۃ للہ چنانچہ حضرت عمر رض اور حضرت علی رض اور ابن مسعود رض نے اس آیت کی تفسیر مین یہی فرمایا ہی۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ سوار ہونا افضل ہی کہ اُس مین خرچ پڑتا ہی اور نفس تنگ نہین ہوتا ہی اور اپنے آپ کو ایذا کم ہوتی ہی اور احتمال اپنے سلامت رہنے اور حج کے پورا ہونے کا زیادہ تر ہی۔ اور تحقیق کی رو سے اگر دیکھین تو یہ امر پہلی بات کے مخالف نہین بلکہ تفصیل وار کہنا چاہیئے کہ جس شخص کو پیادہ چلنا سہل ہو اُسکو پیادہ جانا افضل ہی اور اگر پیادہ پا ہونے سے ضعیف ہو جاوے یا بد خلقی آجاوے یا عمل کرنے مین کوتاہی ہو تو اس صورت مین سوار ہونا بہتر ہی جیسے مسافر اور مریض کے حق مین روزہ رکھنا بہتر ہی بشرطیکہ ضعف اور بد خلقی کی نوبت اُسکو نہ آوے۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ عمرہ کو پیادہ جانا بہتر ہی یا ایک درم کو گدھا کرایہ کر لیا جاوے فرمایا کہ اگر درم دینا اُسکو ناگوار تر ہو تب تو سواری کرایہ کرنی بہ نسبت پیادہ چلنے کے بہتر ہی اور اگر تو انگر لوگون کی طرح پیادہ چلنا شاق معلوم ہوتا ہو تو پیادہ جانا افضل ہی۔ اس جواب مین گویا وہ مذہب اختیار کیا جس مین نفس پر مجاہدہ ہو خیر یہ بھی ایک وجہ ہی لیکن افضل یہ ہی کہ پیادہ جاوے اور جسقدر کرایہ مین خرچ ہوتا ہی وہ خیرات کر دے کہ یہ صورت اس سے بہتر ہی کہ کرایہ کرنے والے کو اُسکے چوپایہ کے کام مین لینے کے عوض دے۔ اور اگر اُسکا نفس اس بات کو گوارا نہ کرے کہ اپنے اوپر دوہری مشقت پیادہ چلنے اور خرچ کرنے کی لیوے تو جو صورت جو بعض علما نے ذکر کی **ادب ششم** یہ ہی کہ بجز پتل کے جانور کے اور کسی جانور کے اوپر سوار ہو اور محمل سے علیحدہ رہے ہان جس صورت مین کہ کسی عذر سے

ت ۱- تو نہین بے پردہ ہونا عورت سے گناہ کرنا جھگڑا کرنا حج مین ۱۲ ت ۲ اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے ۱۲

باعث پر تل کے جانور پر سوار نہو سکے تب محمل کا مضائقہ نہیں اور پر تل پر سوار ہونے میں دو فائدے ہیں اول اونٹ کو آرام دینا کہ محمل سے اسکو ایذا ہوتی ہے دوسرے دولتمندوں اور متکبروں کی ہیئت سے محفوظ رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجھ کے اونٹ پر حج کیا تھا اور آپکے نیچے پرانا پالان اور ایک پرانی چادر تھی جسکی قیمت چار درہم تھی اور طواف اسی سواری پر کیا تاکہ لوگ آپ کی سیرت اور عادت کو دیکھیں اور ارشاد فرمایا کہ خذوا عنی مناسککم اور کہتے ہیں کہ یہ محمل حجاج کے ایجاد ہیں اسکے عہد کے علما انکو برا جانتے تھے چنانچہ سفیان ثوری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں کوفہ سے قادسیہ کو حج کے لیے نکلا اور راہ میں بہت سے شہروں کے رفیق ملگئے میں نے سب حاجیوں کو دیکھا کہ پر تل کے اونٹوں اور شلیتوں اور پالانوں پر سوار ہیں ان سب میں بجز دو محملوں کے اور میں نے نہیں دیکھے اور حضرت ابن عمر رض جب حاجیوں کے قافلہ میں حجاج کے ایجاد کیے ہوئے لباس اور محمل دیکھتے تو فرماتے کہ حاجی تھوڑے ہیں اور سوار بہت ہیں پھر آپ نے ایک مسکین خستہ حال کو دیکھا کہ اسکے نیچے گون ہیں فرمایا کہ حاجیوں میں یہ شخص بہتر ہے۔

ادب ہفتم یہ ہے کہ خستہ حال اور الجھے بال اور غبار آلودہ رہے زینت بہت نہ کرے اور نہ تفاخر اور کثرت مال جتانے کے لوازم پر مائل ہو تاکہ کہیں متکبروں اور آرام طلبوں کے دفتر میں داخل اور ضعفا و مساکین اور خاص صالحین کے زمرہ سے خارج نہو جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فضالہ ابن عبید کی حدیث میں ژولیدہ موئی اور پیادہ پائی کے لیے امر فرمایا ہے اور تن آسانی اور تنعم سے منع فرمایا اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حاجی وہی ہے کہ بال الجھے ہوں اور بدن میں سے بو آتی ہو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے گھر کی زیارت کرنے والوں کو دیکھو کہ چوڑی اور گہری گھاٹیوں سے ژولیدہ مو غبار آلود چلے آتے ہیں اور اللہ تعالی نے فرمایا ثم لیقضوا تفثہم تفث کے معنی بال الجھنے اور غبار آلودہ ہونے کے ہیں اور اسکے ختم کر دینے سے بال منڈانا اور موچھیں اور ناخن کترانی مراد ہیں اور حضرت عمر رض نے لشکروں کے سرداروں کو نامہ لکھا کہ پرانے کپڑے پہنا کرو اور سختی کی برداشت کی عادت ڈالو اور کسی کا قول ہے کہ اہل یمن حاجیوں کے قافلہ کی زینت ہیں کیونکہ وہ لوگ انکسار اور ضعف کی حالت اور اکابر سلف کی سیرت پر ہیں اور لباس کے باب میں سرخ سے علی الخصوص احتراز کرے اور جس میں شہرت ہو خواہ کسی طرح کا ہو اس سے عموماً اجتناب چاہیئے کہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں تھے آپ کے اصحاب ایک منزل میں اتر کر اونٹ چرانے لگے آپ نے دیکھا کہ اونٹوں کے پالانوں پر سرخ چادریں پڑی ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرخی تم پر غالب ہو گئی ہے راوی کہتے ہیں کہ ہم سب اٹھ کھڑے ہوے اور ان چادروں کو اونٹوں کی پشت پر سے اتار لیا یہانتک کہ بعض اونٹ بھاگ بھی گئے

ادب ہشتم یہ ہے کہ چوپایہ کے ساتھ نرمی کرے اور جو چیز اسکی طاقت سے زیادہ ہو اسکو نہ لادے اور محمل بھی اسکی حد طاقت سے خارج ہے اور اسپر سونا اسکو تکلیف دیتا ہے اور گران گذرتا ہے اہل تقوی کا دستور تھا کہ اونٹوں پر سوتے نہ تھے صرف بیٹھے بیٹھے اونگھ جایا کرتے تھے اور چوپایوں پر بہت دیر نہ بیٹھے تھے اترتے چڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سواریوں کی پشت کو چوکیاں مت بناؤ اور مستحب ہے کہ صبح اور شام کو سواری کے آرام دینے کے لیے اتر پڑے کہ یہ امر سنت ہے اور اس باب میں اکابر سلف سے بھی آثار وارد ہیں اور بعض بزرگ کرایہ اس شرط پر کرتے کہ سواری سے نہ اترینگے اور کرایہ پورا دینگے پھر اتر پڑتے تاکہ جانور کو آرام ملے اور اس بات کا ثواب اپنے نامہ اعمال میں ہو اسکے اعمال میں نہ ملے اور جو شخص کسی چوپایہ کو ایذا دیگا اور اسکی طاقت سے زیادہ لادیگا تو قیامت میں اس سے مطالبہ اس امر کا ہوگا حضرت ابو الدرداء نے اپنی موت کے وقت اپنے اونٹ سے کہا کہ مجھ سے اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا مت کرنا میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی تجھپر نہیں لادا حاصل یہ کہ ہر ایک جاندار چیز میں ثواب ہوتا ہے اسلیے چوپایہ کے حق کو اور کرایہ کرنے والے کے حق کو لحاظ رکھنا چاہیئے اور ایک ساعت کے اتر پڑنے میں چوپایہ کو بھی آرام ملجاتا ہے

اور مالک کا دل بھی خوش ہوتا ہی ایک شخص نے حضرت ابن مبارک رح کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرا خط لیے جایئے اور فلان کو پہونچا دیجیے آپنے فرمایا کہ مین اونٹ والے سے پوچھ لون تو لیلونگا کہ مین نے اونٹ کرایہ کیا ہی تو دیکھنا چاہیے کہ خط کے لیجانے سے بھی احتیاط کی جسمین کچھ وزن نہین ہوتا اور تقوی کے باب مین احتیاط کا طریق یہی ہی اسلیے کہ اگر کسی کی راہ کھلتی ہی تو پھر بہت پر رفتہ رفتہ نوبت پہونچ جاتی ہی ادب ششم یہ کہ جانور ہدی کا خرچ کر کے سے تقرب کرے گو اسپر واجب نہو اور اس باب مین کوشش کرے کہ جانور نفیس اور موٹا ہو اور اگر یہ قربانی نفل ہو تو خود اسمین سے کھاوے اور اگر واجب ہو تو نہ کھاوے بعض لوگون نے ومن یعظم شعائر اللہ کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹی قربانی کرنے سے ہی اور ہدی کا لیجانا بشرطیکہ کچھ وقت اور مشقت نہو میقات پر سے افضل ہی اور ہدی کے خریدنے مین دام گھٹانے کا فکر نہ کرے کہ اکابر سلف تین چیزون کی گران قیمت دیا کرتے اور کمی قیمت کے تردد کو ان مین برا جانتے اول ہدی دوم قربانی سوم غلام لونڈی کے مول لینے مین کیونکہ ان مین افضل وہی ہی جسکا دام زیادہ ہوا اور مالک کے نزدیک نفیس تر ہو اور حضرت ابن عمر رض نے حضرت عمر رض سے روایت کی ہی کہ آپ نے ایک بہت عمدہ نسلدار اونٹنی ہدی مین روانہ کی لوگون نے اُس سے تین سو اشرفیون کو مول لینی چاہی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے باب مین عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اسکو بیچکر اسکے دام سے بہت سے اونٹ لے لون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین اسی کو ہدی مین روانہ کرو اور یہ اسوجہ سے کہ عمدہ چیز کم ہی بہت سی چیزون غیر نفیس سے بہتر ہی اور تین سو اشرفیان قیمت تیس اونٹون کی تھین اور ان مین گوشت کی کثرت ہوتی مگر قربانی مین گوشت مقصود نہین بلکہ نفس کو بخل کے عیب سے پاک صاف کرنا اور زیور تعظیم الٰہی سے آراستہ کرنا منظور ہی چنانچہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم اور یہ بات قیمت کی نفاست سے ہوتی ہی شمار جانورون کا کم ہو خواہ زیادہ۔ اور کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حج کی مقبولیت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ لبیک پکار کر کہنا اور بدنہ کا نحر کرنا اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ما من عمل آدمی یوم النحر احب الی اللہ عز وجل من اہراقه دما وانها لتاتی یوم القیامة باقرونها واظلافها وان الدم لیقع من اللہ عز وجل بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بها نفسا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لکم بکل صوفة من جلدها حسنة وکل قطرة من دمها حسنة وانها لتوضع فی المیزان فابشروا ادب ہفتم یہ ہی کہ جو کچھ داد و دہش اور ہدی مین خرچ کرے اُس سے دل مین خوش ہو اسی طرح اگر کچھ نقصان یا مصیبت مالی خواہ بدنی پہونچے تو اس سے دل خوش رہے کہ یہ علامتین حج کے قبول ہونے کی ہین اسلیے کہ راہ حج مین مصیبت ہونی ایسی ہی جیسے راہ خدا مین ایک درم دینے سے سات سو کے برابر ہوتا ہی اس طریق مین تنگی کا ہونا بمنزلہ جہاد کی راہ مین سختی پہونچنے کے ہی کہ جو ایذا اور نقصان پہونچے سب مین ثواب ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ کے یہان ان مین سے کوئی تلف نہین ہوتی اور کہتے ہین کہ قبول حج کی علامات مین سے یہ بھی ہی کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا انکو چھوڑ دے اور نکمے یارون کے بدلے مین نیکبختون سے بھائی چارہ کرے اور کھیل اور غفلت کی مجلسون کے عوض ذکر اور ہوشیاری کے مجالس اختیار کرے

دوسرا بیان اعمال باطنی کے ذکر مین اور نیت مین اخلاص کی صورت اور مقامات متبرکہ سے عبرت حاصل کرنے کے طریق مین اور اس بات مین

کہ شروع حج سے آخر تک اعمال کے اندر فکر کرنا اور انکے اسرار و معانی کو یاد کرنا کس طرح چاہیے واضح ہو کہ حج مین سب سے اول یہ سمجھنا ہی کہ دین مین … کا رتبہ

گیا ہی پھر اُسکی طرف شوق کا ہونا پھر ارادہ کرنا پھر جو حج کے موانع ہین اُنکو برطرف کرنا پھر احرام کا کپڑا مول لینا پھر توشہ کا خریدنا پھر سواری کا کرایہ کرنا پھر اپنے وطن سے باہر ہونا پھر جنگل مین چلنا پھر میقات پر سے لبیک کے ساتھ احرام باندھنا پھر مکہ مین داخل ہونا پھر بموجب بیان گذشتہ افعال حج کو پورا کرنا ہی اور ان باتون مین سے ہر ایک مین یاد کرنے والے کے لیے تذکرہ ہی اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہی اور مرید صادق کے واسطے تنبیہ اور دانا آدمی کے لیے تعریف اور اشارہ ہی اب ہم انکی کلیدون کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ جب اُنکا دروازہ کھلجاویگا اور اُسکے اسباب معلوم ہوجاوینگے تو ہر ایک حاجی کو بقدر اُسکے دل کی صفائی اور باطن کی طہارت اور فہم کی کثرت کے اُنکے اسرار معلوم ہوجاوینگے اب ہر ایک کی تفصیل سننا چاہیئے **فہم** جاننا چاہیے کہ جبتک آدمی شہوات سے پاک نہو اور ضروری چیزون پر اکتفا کرکے لذات سے باز نہ رہے اور تمام حرکات و سکنات مین خاص اللہ تعالی کے لیے نہو رہے تب تک خدا تعالی تک اُسکی رسائی نہین ہوسکتی اور اسی وجہ سے پہلے ملتون کے لوگ خلق سے تنہا ہوکر راہب ہوگئے اور پہاڑون کی چوٹیون پر جا رہے اور خدا تعالی کے ساتھ انس حاصل کرنے کو خلق سے وحشت اختیار کی اور اسی کی خاطر موجود لذتون کو چھوڑکر آخرت کی طمع مین اپنے نفسون پر سخت مجاہدے لازم کیے اور خدا تعالی نے قرآن مجید مین اُنکی ثنا فرمائی چنانچہ ارشاد ہی ذلک بان منہم قسیسین و رہبانا و انہم لا یستکبرون[1] پس جب یہ بات پرانی پڑگئی اور خلق شہوات کی پیروی پر متوجہ ہوئی اور عبادت الٰہی کے لیے خاص ہورہنے کو چھوڑکر عبادت مین سستی اختیار کی تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طریق آخرت کے زندہ کرنے اور پہلے رسولون کے طریقہ پر چلنے کی تجدید کے لیے مبعوث فرمایا ملتون کے لوگون نے آپ سے رہبانیت اور سیاحت کا حال پوچھا کہ آپ کے دین مین ہین یا نہین آپ نے فرمایا کہ[2] اللہ تعالی نے اُن دونون کے عوض ہمکو دو چیزین بدل مین لینی جہاد اور بلندی پر تکبیر کہنا جس سے مراد حج ہی - اور سیاحین کو جو کسی نے آپ سے (ملازمت مسجد ۱۲)[3] پوچھا تو فرمایا کہ وہ لوگ روزہ دار ہین - غرضکہ خدا تعالی نے اس اُمت پر انعام فرمایا کہ حج کو اُنکے لیے رہبانیت کردیا پھر خانہ کعبہ کو کتنے شرف عنایت فرمائے کہ اُسکو اپنی ذات پاک کی طرف منسوب کیا اور اپنے بندون کا مقصود اُسکو ٹھہرایا اور اُسکے گرد کی زمین کو اُسکی عظمت اور شان کے لیے حرم بنایا اور عرفات کو ایسا کردیا جیسے حرم کے سامنے میدان ہوتا ہی پھر اُس جگہ کی حرمت کی تاکید زیادہ کی کہ اُسکے شکار اور درخت کو حرام کردیا اور اُسکو ایسا بنا دیا جیسے پادشاہون کا دربار ہوتا ہی کہ زیارت کرنے والے دور دراز راہون سے ژولیدہ مو غبار آلود رب البیت کے لیے انکسار کرتے اور اُسکے جلال و عزت کے سامنے خضوع و خشوع سے دبتے چلے آوین اور باوجود اسکے اس بات کے مقر ہون کہ اللہ تعالی اس امر سے منزہ ہی کہ کوئی گھر اُسکو گھیرے یا کوئی شہر اُسکو اپنے درمیان مین لیوے تاکہ اس بات سے اُنکی غلامی اور بندگی بڑھ جاوے اور فرمانبرداری اور انقیاد کامل تر ہوجاوے اور اسی لیے بندون پر حج مین وہ اعمال مقرر فرمائے جنکے ساتھ نفس مانوس نہون اور اُنکی وجہون کو عقلین نہ پاسکین مثلاً پتھرون پر کنکریان مارنا اور صفا مروہ کے درمیان چند بار آمد و رفت کرنا وغیرہ اور ان جیسے اعمال سے کمال غلامی و بندگی ظاہر ہوتی ہی کیونکہ دوسرے اعمال مین کچھ نہ کچھ نفس کا حظ ہی جیسے زکوۃ مین مثلاً دہش ہی اور اُسکی علت معلوم ہی کہ بخل طبیعت مین نہ رہے اور عقل کو اُسکی طرف رغبت ہی اور روزہ مین کسر شہوت ہی جو شیطان کا آلہ ہی اور دوسرے شغلون سے بازرہ کر عبادت کے لیے فارغ ہوجانا ہی اور نماز مین سجدہ اور رکوع کرنا خدا تعالی کے لیے تواضع کی صورت کے افعال کرنے سے انکسار کرنا ہی اور اللہ تعالی کی تعظیم سے نفسون کو انس ہوتا ہی مگر سعی کے پھیرون اور کنکریون کے پھینکنے اور دوسرے اسی طرح کے اعمال ہین تو نفس کو کچھ حظ ہی نہ طبیعت کو اُنسے اُنس ہی نہ عقل اُنکی وجہون کی طرف راہ پاتی ہی اس صورت مین ان اعمال کی بجاآوری کا

[1] ت ۱ سے ۱۲ اسواسطے کہ اُن مین عالم ہین اور درویش ہین اور یہ لوگ تکبر نہین کرتے ۱۲

[2] ح ۳۲ - ابوداؤد بروایت ابو امامہ ۱۲

[3] ح ۳۳ بیہقی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

باعث بجز تعمیل ارشاد اور کچھ نہین کہ امر واجب الاتباع ہی اُسکو ماننا چاہیئے اس باب مین عقل کا تصرف بالائے طاق ہوجاتا ہی اور نفس اور طبیعت کو
اُنکے اُنس کے محل سے پھیرنا پڑتا ہی کیونکہ جتنی چیزون کے معانی عقل سمجھ جاتی ہی تو اُنکی طرف کچھ ایک طبیعت کی رغبت ہوتی ہی اور یہی رغبت اُس امر کی
مددگار اور اُس کی تعمیل پر اُبھارتی ہی اسی وجہ سے ایسے اوامر کی بجا آوری سے کمال غلامی و اطاعت ظاہر نہین ہوتی کہ لگاؤ میل طبیعت کا بھی رہتا ہی
اور یہین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حج کے باب مین ارشاد فرمایا تھا لبیک بحجۃ حقا تعبداً ورقا اور یہ الفاظ نماز اور روزہ وغیرہ مین ارشاد نہ
فرمائے اور راز اسکا یہ کہ خواہش حکمت الٰہی کی یہ ہوئی کہ خلق کی نجات کو اُنکے ایسے اعمال سے وابستہ کرے جو اُنکی طبیعتون کے خلاف ہون اور یہ کہ نجات کی
باگ شرع کے اختیار مین رہے تا کہ اپنے اعمال مین انقیاد کے طریق اور عبادت کی مقتضا پر تردد کرین اسی لیے ضرور ہوا کہ جن اعمال کی وجہون تک
عقلون کو راہ نہین ملتی وہ تزکیۂ نفوس کے باب مین سب عبادتون مین سے کامل تر ہون کیونکہ نفسون کو مقتضائے طبع اور اخلاق سے پھیرنا غلامی
کا منشا ہی اور تمکو یہ معلوم ہوچکا تو اب سمجھ جاؤگے کہ ان افعال عجیب سے نفسون کا تعجب کرنا اسی سبب سے پیدا ہوا کہ اُنکو عبادات کے اسرار سے
غفلت ہی اور اسقدر بیان کرنا اصل حج کے سمجھانے کے لیے انشاء اللہ کافی ہی اور **شوق** اس بات کے سمجھنے اور ٹھان لینے کے بعد اُبھرتا ہی کہ گھر خدا
عزوجل کا ہی اور اُسنے اُسکو بادشاہی دربار کی طرح بنایا ہی تو جو اس دربار کا قصد کرتا ہی وہ خداوند کریم کا قصد اور زیارت کرتا ہی اور جو شخص دنیا مین اس گھر
کا قصد کرتا ہی شایان ہی کہ اُسکی زیارت ضائع نہو اور مقصود زیارت یعنی دیکھنا دیدار الٰہی کا میعاد معین پر نصیب ہو اس وجہ سے کہ دنیا مین آنکھ کو بوجہ
قصور اور فنا کے یہ استعداد نہین کہ دیدار الٰہی کے نور کو قبول کرے اور اُسکی تاب لاسکے اور آخرت مین اُسکو بقا کی مدد ملیگی اور تغیر و فنا سے محفوظ
رہیگی اسلیے استعداد نظر اور دیدار کی ہوجاویگی لیکن تاہم بوجہ خانۂ کعبہ کے قصد کرنے اور اُسکی طرف دیکھنے کے بموجب وعدۂ خداوند کریم کے اُسکو
استحقاق رب البیت کے دیدار کا ہوجاویگا اب ظاہر ہی کہ شوق دیدار الٰہی اسکے سبب کا یعنی دیدار کعبہ کا شائق کردیگا علاوہ ازین عاشق کو معشوق کی
طرف منسوب چیز کی رغبت ہوا ہی کرتی ہی اور کعبہ خدا تعالی کی طرف منسوب ہی تو بالضرور آدمی کو صرف اسی نسبت کے لحاظ سے اُسکا اشتیاق ہونا
چاہیئے اور ثواب کثیر موعود کے حاصل کرنے کو قطع نظر کرنا چاہیئے اور ارادہ کے باب مین یہ جانے کہ مین نے اپنے گھر والون اور وطن کے جدا ہونے کا
اور شہوات اور لذات سے علیحدہ رہنے کا قصد اس غرض سے کیا ہی کہ زیارت خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہون پس اپنے دل مین خانہ کعبہ اور رب البیت
کی قدر بہت بڑی سمجھے اور یہ جانے کہ مین نے ایک بڑے رفیع الشان امر کا ارادہ کیا ہی جسکا معاملہ خطرناک ہی اور جو کوئی بڑی بات کا طالب ہوتا ہی وہ
بڑے خطرے مین پڑتا ہی اور چاہیئے کہ اپنے ارادہ کو خالص اللہ تعالی کے لیے کردے اور ریا اور شہرت سے دور رکھے اور خوب دل مین ٹھان لے کہ ارادہ
اور عمل مین سے بجز خالص کے اور مقبول نہوگا اور نہایت لغو اور بُری بات ہی کہ آدمی قصد تو بادشاہ کے گھر اور حرم کا کرے اور مقصود اُسکے سوا دوسرا
ہو اسلیے اپنے دل مین ارادہ کو اخلاص کے ساتھ درست کرلینا چاہیئے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ جن باتون مین ریا اور شہرت ہو اُنسے کنارہ کرے
پس ضرور ہوا کہ جو چیز اعلی اور بہتر ہی اُسکو ادنی سے بدلنے سے احتراز کرے اور **قطع علائق** کے معنی یہ ہین کہ حقوق حقدارون کے حوالہ کرے
اور سب گناہون سے توبہ خالص خدا تعالی کے لیے کرے اسلیے کہ جو مظلمہ ہی وہ ایک علاقہ ہی اور ہر ایک علاقہ ایسا ہی جیسے کوئی قرضخواہ موجود ہو اور
گریبان پکڑ لون کہتا ہو کہ تو کہان جاتا ہی کیا شاہنشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا ہی حالانکہ اُسکے امر کو اپنے گھر مین بجا نہین لاتا اُسکو حقیر جانتا ہی کہ
تعمیل نہین کرتا کیا تجھے شرم نہین آتی کہ اُسکے سامنے بندہ گنہگار کی طرح جاتا ہی تا کہ تجھے ہٹا دے اور قبول نہ کرے اگر تجھے اپنی زیارت کے

قبول ہونے کی رغبت ہی تو اُسکے حکم کی تعمیل کر اور حقوق جو ظلم سے لیے ہون واپس کر اور اول سب گناہون سے توبہ کر اور اپنے دل کا علاقہ
اور طرف التفات کرنے سے قطع کر تاکہ تو اُسکی طرف اپنے دل کے چہرے سے متوجہ ہو جسطرح کہ ظاہر حال سے تو اُسکے گھر کا متوجہ ہی اور اگر تو
ایسا نہ کریگا تو اپنے سفر سے تجھکو بجز اُسکے کہ ابتدا مین رنج اور مشقت ہو اور انجام کو مردود ہونا اور نکالا جانا نصیب ہو اور کچھ وصول نہوگا اور وطن
سے علاقہ کو ایسی طرح منقطع کرے جیسے کوئی وہان سے اُٹھا جاتا ہو اور فرض کرلے کہ پھر لوٹ کر نہ آونگا اور اپنے اہل و فرزند کے لیے وصیت لکھدے
کہ مسافر ہدف موت ہوتا ہے بجز اس شخص کے کہ خدا بچاوے اور سفر حج کرنے کے لیے علاقون کو قطع کرتے وقت یہ یاد کرے کہ سفر آخرت
کے لیے بھی اسی طرح علاقے چھوٹ جاوینگے اسلیے کہ یہ سفر عنقریب آگے چلا آتا ہی اور سفر حج مین جو کچھ کرے اس سے سفر آخرت کی آسانی کی
طمع کرے کہ اقرارگاہ اور بازگشت وہی ہی اسی لیے چاہیے کہ سفر حج کی تیاری کرنے مین سفر آخرت کو نہ بھولے اور توشہ کو حلال جگہ سے ڈھونڈھنا
چاہیے اور جب اپنے نفس مین یہ خواہش پاوے کہ کسی طرح خرچ بہت سا ہو اور باوجود سفر دور و دراز کے بچ رہے اور منزل مقصود تک پہونچنے سے پیشتر کہین
خرابی اور تبدیل نہو تو چاہیے کہ یاد کرے کہ سفر آخرت اس سفر کی نسبت کہین دراز ہی اور اُسکا توشہ تقویٰ ہی اور تقویٰ کے سوا جس چیز کو توشہ جانتا ہی وہ
مرنے کے وقت سب پیچھے رہ جاویگا اور اُس سے دغا کریگا جیسے پکا کھانا تازہ کہ سفر کے پہلے ہی منزل مین سڑ جاتا ہی اور پھر بھوک کے وقت آدمی حیران
اور محتاج رہجاتا ہی کہ کوئی تدبیر نہین بن پڑتی تو اسلیے ضرور ہوا کہ اس بات سے ڈرے کہ کہین ایسا نہو کہ اعمال جو آخرت کا توشہ ہین موت کے بعد اپنے
ساتھ نہ رہین اور ریا اور شہرت کی آمیزش اور قصور کی کدورت سے خراب ہو جاوین **اور سواری** جسوقت سامنے آوے اُسوقت اپنے دل مین خدا تعالےٰ
کی نعمت کا شکر کرے کہ چوپایون کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ہمکو تکلیف نہو اور مشقت ہلکی ہو جاوے اور یہ یاد کرے کہ دار آخرت کی سواری بھی ایک روز
اسی طرح سامنے آجاویگی یعنی جنازہ کی تیاری ہوگی کہ اُسپر سوار ہو کر دار آخرت کا کوچ کرنا پڑیگا غرضکہ حج کا حال کچھ ایک مشابہ سفر آخرت کے ہی تو ضرور
نظر کر لینا چاہیے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا اس قابل ہی کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہو سکے کیونکہ سفر آخرت آدمی سے بہت ہی قریب ہی کیا معلوم ہی کہ
موت قریب ہی اور اونٹ کی سواری سے پیشتر تابوت پر سوار ہو جاوے اور تابوت کی سواری یقینا ہوگی اور سامان سفر کا مہیا ہو جانا مشکوک امر ہی تو مشکوک
سفر مین احتیاط کرنا اور توشہ اور سواری سے مدد لینی اور یقینی سفر سے غافل رہنا کب بیجا ہی اور احرام کے دونون چادرون کے خریدنے کیوقت اپنے کفن کو اور
اُسمین اپنے لپٹنے کو یاد کرے کیونکہ احرام کی چادر اور تہمد تو اُسوقت باندھیگا کہ خانہ کعبہ کے نزدیک ہوگا اور کیا عجب ہی کہ یہ سفر پورا نہو اور خدا تعالےٰ سے ملاقات
کفن مین لپٹے ہوئے ہونی بیشک ہی تو جسطرح کہ خدا تعالےٰ کے گھر کی زیارت بدون مخالفت لباس اور ہیئت معمولی کے نہین ہوتی اسیطرح خدا تعالےٰ کی
زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اس صورت کے نہوگی کہ دنیا کے لباس کے مخالف لباس ہو اور احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ بھی ہی کہ سیا ہوا نہ وہ ہو اور نہ یہ شہر سے نکلنے مین
یہ جانے کہ مین اپنے اہل و وطن سے جدا ہو کر ایسے سفر مین خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو دنیا کے سفرون کے مشابہ نہین تو اُسوقت اپنے دل مین یہ سوچنا چاہیے کہ مین
کیا ارادہ کرتا ہون اور کہان جاتا ہون اور کسکی زیارت کو متوجہ ہوتا ہون اور یہ سمجھے کہ مین شاہنشاہ کی طرف اسکی زیارت کرنے والون کے زمرہ مین متوجہ ہون
جو ندا کے ساتھ حاضر ہوئے اور جنکو شوق دلایا گیا تو مشتاق ہو گئے اور جنکو جانے کا حکم ہوا تو علاقون کو قطع کر اور خلقت کو چھوڑ خدا تعالےٰ کے گھر کی طرف جسکی شان
عظیم اور قدر رفیع اور امر فخیم ہی متوجہ ہوئے تاکہ رب البیت کی زیارت کے عوض اُسکے گھر کی زیارت سے دل بہلا وین یہانتک کہ انکو انکی تمنا کا آخر دسیر ہو
اور اپنے مولیٰ کے دیدار سے اپنی مراد پاوین اور اپنے دل مین توقع رسائی اور قبول کی کرے نہ اسطرح کہ اپنے اعمال پر بھروسا ہو کہ ہم اتنی دور سے گھر بار چھوڑ کر آئے ہین بلکہ خدا تعالےٰ

کے فضل پر بھروسا کرے اور چونکہ اُسنے اپنے گھر کے زیارت کرنے والون کے حق مین وعدہ فرمایا ہے تو توقع کرے کہ وہ اپنے وعدہ کو سچا کریگا اور یہ توقع کرے کہ اگر مین خانہ کعبہ تک نپہونچا اور اثناء راہ ہی مین طعمۂ اجل ہوا تو خداتعالی سے ملاقات اُسی حال مین ہوگی کہ اُسکے پاس جا رہا ہون کیونکہ وہ خود فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ اور جنگل مین گھسکر میقات تک گھاٹیون کے دیکھنے مین وہ احوال یاد کرے جو موت کے باعث دنیا سے نکلکر میقات قیامت تک ہونگے اسکے ہر ایک حال کو اُسکی ہر کیفیت سے مناسبت کرے مثلاً رہزنون کی دہشت سے منکر نکیر کے سوال کی دہشت یاد کرے اور جنگل کے درندون سے قبر کے سانپ بچھو اور کیڑے دھیان کرے اور اپنے گھر بار اور اقارب سے علیحدہ ہونے سے قبر کی وحشت اور سختی اور تنہائی سوچے غرضکہ اپنے اعمال واقوال مین جو خوف کرے اُسکو قبر کے خوفون کے لیے توشہ کرے اور میقات پر احرام اور لبیک کہنے سے یہ جانے کہ لبیک کے معنی یہ ہین کہ خداتعالی کی پکار پر یہ کہنا کہ مین حاضر ہون تو اُسوقت یہ توقع کرے کہ یہ جواب مقبول ہوا اور خوف کرے کہ کہین یہ نہ کہدیا جاوے کہ لا لبیک ولا سعدیک اسلیے ضرور ہوا کہ خوف ورجا کے درمیان متردد رہے اور اپنی تاب وطاقت سے علیحدہ ہو جاوے اور اللہ تعالی کے فضل وکرم پر تکیہ رکھے اسلیے کہ لبیک کہنے کا وقت ہی حج کا شروع ہے اور وہ خطرہ کی جگہ ہے سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حج کیا جب آپ نے احرام باندھا اور سواری پر چڑھ بیٹھے تو رنگ زرد ہوگیا اور لرزہ تمام بدن پر پڑ گیا اتنی طاقت نہوئی کہ لبیک کہین کسی نے پوچھا کہ آپ لبیک کیون نہین کہتے فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ کہین مجھکو یون نہ کہا جاوے لا لبیک لا سعدیک پھر جب آپ نے لبیک کہا تو بیہوش ہوکر سواری پر سے گر گئے اور حج کے پورا کرنے تک یہی کیفیت آپ کی رہی اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین ابو سلیمان دارانی کے ساتھ تھا جب اُنھون نے احرام باندھا تو ایک میل تک اسی طرح چلے آئے اور لبیک نہ کہا پھر اُنکو غش آگیا اور افاقہ کے بعد فرمایا کہ اے احمد اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ظالمون سے کہدو کہ میرا ذکر کم کرین کیونکہ اُن مین سے جو مجھکو یاد کرتا ہے مین اُسکو لعنت کے ساتھ ذکر کرتا ہون اے احمد مین نے ایسا سنا ہے کہ جو شخص بوجہ ناجائز حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے لا لبیک لا سعدیک حتی ترد ما فی یدیک تو ہم بھی بخوف نہین اس سے کہ کہین ہمکو یہی نہ کہا جاوے اور لبیک کہنے والا جب میقات مین لبیک پکار کرکہے اس غرض سے کہ خداتعالی کی پکار کا جواب دیتا ہون کہ اُسنے فرمایا ہے واذن فی الناس بالحج تو دھیان کرے کہ صور کے پھکنے سے لوگ اسی طرح پکارے جاوینگے اور قبرون سے اُٹھکر میدان قیامت مین جمع ہونگے اور اللہ تعالی کی پکار کا جواب دینگے اور اُنکی بہت سی قسمین ہونگی کوئی مقرب ہونگے کسی پر غصہ ہوگا بعضے مقبول ہونگے اور بعضے مردود اور ابتدا مین خوف ورجا کے درمیان متردد ہونگے جیسے میقات مین حاجیون کو تردد ہوتا ہے کہ معلوم نہین حج کا پورا کرنا اور اسکا مقبول ہونا میسر ہوگا کہ نہین اور مکہ مین داخل ہونے کے وقت یہ دھیان کرے کہ اب حرم مامون مین پہونچ گیا اور خداتعالی سے توقع کرے کہ اس مین داخل ہونے کی بدولت عذاب سے محفوظ رکھیگا اور اس بات کا خوف کرے کہ مبادا قرب کا اہل اگر مین نہوا تو حرم مین آنے سے گناہگار اور مستحق غضب ٹھہرونگا مگر سب وقتون مین رجا غالب ہونی چاہیے کہ اُسکا کرم عام ہے اور خانہ کعبہ کی شرافت نہایت بڑی اور آنیوالے کے حق کی رعایت کیا ہی کرتے ہین اور پناہ مانگنے والے اور دہائی دینے والے کی حرمت تلف نہین کیا کرتے اور کعبہ پر نظر کرنے کے وقت اسکی عظمت دل مین حاضر کرے اور فرض کرے کہ گویا رب البیت کو دیکھ رہا ہے اور توقع کرے کہ خدا تعالی نے جسطرح اپنے بیت عظیم کا دیکھنا روزی کیا ہے اُسی طرح اپنی ذات پاک کی طرف دیکھنا نصیب کریگا اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ اُسنے ایسے مرتبہ پر پہونچایا اور اپنے پاس آنے والون کے زمرہ مین داخل فرمایا اور اُسوقت یہ بھی دھیان کرے

کہ قیامت مین سب لوگ جنت کی طرف بتوقع اُسمین داخل ہونے کے اسی طرح جھکینگے پھر اُنکے دو فریق ہو جاوینگے کہ بعض کو تو اجازت اندر جانے کی
ہوگی اور بعض لوٹا دیے جاوینگے جیسے حاجیون کے دو فریق ہین کہ بعض کا حج مقبول ہی اور بعض کا نامنظور اور جو احوال حج مین پیش آوے اُسکو دیکھکر
اُمور آخرت کی یاد سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ حاجیون کے سب حالات پر آخرت کے حالات دلالت کرتے ہین اور کعبہ کے طواف کو نماز
تصور کرنا چاہیے اسی لیے دل مین طواف کے وقت تعظیم اور خوف اور رجا اور محبت کو اس طرح حاضر کرنا چاہیے جیسا کہ باب اسرار الصلوۃ مین
ہم مفصل لکھ آئے ہین - واضح ہو کہ آدمی طواف کی جہت سے اُن مقرب فرشتون کے مشابہ ہو جاتا ہی جو عرش کے گرد جمع ہو کر طواف کرتے ہین -
اور تم یہ مت خیال کرنا کہ طواف سے مقصود یہی ہی کہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے بلکہ مقصود یہ ہی کہ آدمی کا ذکر دل رب البیت کا طواف کرے یہان تک
کہ ذکر کا آغاز اور انجام اُسی پہ ہو جیسے طواف کی ابتدا اور انتہا بیت پر ہوتی ہی - اور جاننا چاہیے کہ عمدہ طواف دل کا طواف گرد حضرت الوہیت
کے ہی اور خانہ کعبہ عالم ظاہری مین اُس دربار کا نمونہ ہی کیونکہ وہ عالم باطنی مین ہی اور آنکھ سے محسوس نہین ہوتا جیسے عالم ظاہری مین بدن دل
کا نمونہ ہی کہ دل عالم غیب مین ہی اور آنکھ سے نہین محسوس ہوتا اور یہ بھی جان لو کہ عالم ظاہری عالم غیب کا زینہ ہی اُس شخص کے حق
مین کہ اللہ تعالی یہ دروازہ اُسکے لیے کھول دے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس قول مین کہ بیت المعمور آسمان مین کعبہ کے مقابل
ہی اور فرشتے اُسکا طواف اسی طرح کرتے ہین جیسے انسان کعبہ کا طواف کرتے ہین - اور چونکہ اکثر خلق کا رتبہ اس جیسے طواف سے قاصر ہے
لہذا اپنے مقدور بھر اُن فرشتون کی مشابہت کے لیے اُنکو حکم ہوا اور وعدہ اُنسے ہو گیا کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اُنھین مین سے
ہوگا اور جو شخص فرشتون کے سے طواف پر قادر ہی تو وہ ایسا شخص ہی کہ کہ سکتے ہین کہ کعبہ اُس کی زیارت اور طواف کرتا ہے چنانچہ بعض
کاشفہ والون نے بعض اولیاء اللہ کا حال ایسا ہی دیکھا ہی اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالے سے اُسکی
طاعت پر بیعت کرتا ہون اور اب ارادہ پختہ کرے کہ اس عہد کو پورا کرونگا کیونکہ جو شخص بیعت مین دغا کرتا ہی مستحق غضب ہوتا ہی حضرت
ابن عباس نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ آپ نے فرمایا الحجر الاسود یمین اللہ عزوجل فی الارض یصافح بہا
خلقہ کما یصافح الرجل اخاہ اور پردہ کعبہ کو پکڑنے اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت یہ نیت کرے کہ بیت اور رب البیت کی
محبت اور شوق مین قرب کا طالب ہون اور بدن کے لگنے کو برکت جانے اور یہ توقع کرے کہ جو عضو بدن کعبہ سے ملجاوے گا
وہ آگ سے محفوظ رہے گا اور پردہ پکڑنے مین یہ نیت ہو کہ طلب مغفرت اور درخواست امان مین الحاح کرتا ہون جیسے کوئی خطاوار جسکا
قصور کیا ہو اُسکے دامن مین لپٹتا ہی اور عفو قصور کے لیے اُسکے سامنے انکسار کرتا ہی اور یہ ظاہر کرتا ہی کہ میرا ملجا اور ماوا بجز تیرے اور
کہین نہین اور بدون تیرے کرم اور عفو کے اور کہین ٹھکانا نہین اور اب مین تیرا دامن نہ چھوڑونگا جبتک کہ خطا معاف نہ کردے
اور آئندہ کو امن نہ دے دے اور سعی صفا اور مروہ کے درمیان خانہ کعبہ کے چوک کے اندر ایسی ہی کہ جیسے غلام بادشاہ کے محل کے
چوک مین بار بار آتا جاتا ہو اس نظر سے کہ خدمت مین اپنا خلوص ظاہر کرے اور اس اُمید سے کہ نظر رحمت سے سرفراز ہو سے یا جیسے کوئی
بادشاہ کے پاس داخل ہو اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے باب مین کیا حکم کرے گا منظور فرماوے گا یا نامنظور تو دربار
کے چوک مین بار بار آتا جاتا ہی اس اُمید سے کہ اول دفعہ مین اگر رحم نہ کرے گا تو دوسری بار مین مرحمت فرماویگا یہی ہی سو وہ بار دار گر

ابن ماجہ ابو داؤد ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

۳ ع حجر اسود اللہ عزوجل کا دہنا ہاتھ ہے زمین مین کہ اُس سے اپنی مخلوقات سے مصافحہ کرتا ہے جیسے آدمی اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے ۱۲ یہ حدیث باب دوم مین گذری بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

آید کسے بخدمت شاہ ؛ سوم ہر آئینہ درو ے کند بہ لطف نگاہ ؛ اور صفا اور مردہ کے درمیان آمد ورفت کرنے کے وقت یہ خیال کرے کہ
میدان قیامت مین میزان کے دونون پلون کے بیچ مین اسی طرح پھرنا ہوگا صفا کو حسنات کا پلہ سمجھ لے اور مردہ کو برائیون کا اور پھر خیال
کرے کہ دونون پلون کے درمیان اسیطرح آنا جانا ہوگا کہ دیکھیے کونسا پلہ غالب رہتا ہی اور کونسا مغلوب اور عذاب اور مغفرت مین تردد
ہوگا کہ کس کا مستحق ہوتا ہون اور **عرفات** پر ٹھہرنے مین جب لوگون کا اژدحام اور آوازون کا بلند ہونا اور زبانون کا اختلاف
اور مشاعر کی آمد ورفت مین ہر ایک فرقہ کا اپنے اپنے امامون کے قدم بہ قدم چلنا نظر پڑے تو یہ یاد کرے کہ میدان قیامت مین بھی تمام
امتین مع انبیا کے اسی طرح اکٹھی ہونگی اور ہر امت اپنے نبی کی پیروی کرے گی اور انبیا کی شفاعت کی طمع کرینگی اور اس میدان مین
قبولیت اور عدم قبولیت کے باب مین حیران رہینگی اور جب آدمی کو عرفہ مین یہ خیال گذرے تو چاہیئے کہ اپنے دل کو انکسار اور اللہ کی
طرف رجوع کرنا لازم کر دے تاکہ فلاح والون اور مرحوم فرقہ کے ساتھ حشر ہو۔ اور اس جگہ اپنی رجا کو قبول ہی سمجھے کیونکہ یہ میدان شریف ہی
اور رحمت الٰہی دربار جلال سے تمام خلق پر نازل ہوتی ہی اور اسکے آنے کا ذریعہ دلہاے عزیز زمین کے اوتادون کے ہوتے ہین
اور یہ میدان ابدال اور اوتاد کے گروہ سے کبھی خالی نہین رہتا اور صالحین کے گروہ بھی اس مین ضرور ہوتے ہین پس جب ان لوگون کی
ہمتین جمع ہو کر انکے دل انکسار وزاری کرتے ہین اور ہاتھ اللہ تعالی کی طرف پھیلاتے ہین اور گردنین اسکی طرف کو کھنچتی ہین اور ایک ہمت
کے ساتھ طلب رحمت کے لیے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہین تو پھر یہ گمان مت کرنا کہ وہ اپنی امید مین محروم رہین اور انکی کوشش بیکار جاوے
بلکہ انپر وہ رحمت نازل ہوتی ہی کہ سب کو ڈھانپ لے اور اسیواسطے کہتے ہین کہ بہت بڑا گناہ یہ ہی کہ آدمی عرفات مین موجود ہو کر یہ گمان کرے
کہ خداے تعالی نے میری مغفرت نہین کی اور حج کا راز اور غایت مقصود یہی ہی کہ ہمتون کا اجتماع ہو اور جو ابدال و اوتاد کہ شہرون کے
اطراف سے مجتمع ہوتے ہین انکے پاس ہونے کے سبب جمع ہمت مین سہارا ملے۔ غرضکہ رحمت الٰہی کے آثار نیکا طریق اسکے برابر اور
کوئی نہین کہ ہمتین اکٹھی ہون اور ایک وقت مین ایک زمین پر دل ایک دوسرے کی مدد کرین اور **کنکرون** کے پھینکنے مین یہ قصد کرے
کہ غلامی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے لیے امر کی طاعت کرتا ہون اور صرف تعمیل ارشاد کے لیے اٹھتا ہون بدون اسکے کہ اس فعل مین کچھ
عقل اور نفس کا حصہ ہو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا قصد کرے کہ اس مقام پر آپکو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تاکہ آپ کے حج
مین کچھ شبہہ ڈالدے یا کسی معصیت مین مبتلا کرے آپ کو اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ اسکے دفع کرنے کو اور اسکی امید منقطع کرنے کو اسکے کنکریان مارو
اگر یہ کہو کہ حضرت ابراہیم پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اسکو دیکھا تھا اسلیے اسکو مارا تھا اور مجھ پر تو شیطان ظاہر ہوتا نہین پھر کنکریون کے مارنے سے
کیا غرض ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ شبہہ شیطان کی طرف سے ہی اور اسی نے اسکو تمھارے دل مین ڈالا ہی تاکہ تمھارا ارادہ کنکریان مارنے کا سست پڑ جاوے
اور تمھارے خیال مین یہ آوے کہ یہ فعل ایسا ہی جس مین کچھ فائدہ نہین ایک کھیل کی سی صورت ہی اسمین کیون مشغول ہو تم ایسے خطرہ کو کوشش اور مضبوطی کے
ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکریان مار کر اپنے نفس سے دفع کرو اور جانو کہ ہر چند ہم کنکریان بظاہر عقبہ پر مارتے ہین لیکن درحقیقت ہم شیطان کے
منھ پر مارتے ہین اور اسکی پیٹھ توڑتے ہین کیونکہ اسکی ذلت اسی مین ہی کہ اللہ تعالی کے ایسے حکم کی بجا آوری کرین جسکی تعمیل مین نفس اور عقل کو کچھ حظ نہین
صرف اسکی تعظیم ملحوظ ہی اور **ہدی** کے ذبح کرنے کے وقت یہ جانو کہ یہ فعل بسبب امتثال امر کے باعث تقرب ہی اسی لیے اسکو اور اسکے اجزا کو پورا

دیکھ لینا چاہیے اور یہ توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالی اسکے ہر جزو کے عوض مین ہمارے ہر جز کو آگ سے آزاد کر دیگا کیونکہ وعدہ اسطرح ہوا ہے پس جسقدر ہدی بڑی ہوگی اور اُسکے اجزا بہت ہونگے اسیقدر آگ دوزخ سے رہائی کی صورت زیادہ متصور ہے اور مدینہ منورہ کی دیوارون پر جب نگاہ پڑے تو یہ دھیان کرنا چاہیے کہ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالی نے اسکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا اور اسکو آپکا دار الہجرۃ بنایا یہ وہ مکان ہے جسمین آپنے اللہ تعالی کے فرائض اور سنن مشروع فرمائے اور اُسکے دشمن کے ساتھ جہاد کیا اور اُسکے دین کو ظاہر کیا یہانتک کہ اللہ تعالی نے آپکو اپنی جوار رحمت مین بلا یا پھر آپ کی قبر اُسمین مقرر کی اور آپ کے دو وزیرون کی قبر جو آپ کے بعد بجا آوری حق مین رہے اُسمین ٹھہرائی پھر اپنے دل مین تصور باندھو کہ آپ کے قدم مدینہ منورہ مین چلتے پھرتے پڑتے ہونگے اور کوئی پانون رکھنے کی جگہ ایسی نہین جہان آپکے قدم مبارک نہ آئے ہون اس خیال کے بعد جو پانون رکھو وہ وقار اور خوف کے ساتھ رکھو اور سوچو کہ مدینہ پاک مین آپ ہر گلی کوچہ مین نکلتے ہونگے اور پھر رفتار مین آپکی فروتنی اور وقار کا تصور کرو اور یہ کہ اللہ تعالے نے اپنی معرفت کس درجہ کو آپکے دل مین ودیعت رکھی تھی اور آپکے ذکر کو کیسا اونچا کیا کہ اپنے ذکر کے ساتھ آپکا ذکر ملا دیا اور جو شخص آپکی تعظیم نہ کرے گو آپکی آواز پر اپنی آواز ہی اونچی کرنے سے کیون نہو اُسکے عمل باطل کر دیے پھر یہ دھیان کرو کہ اللہ تعالی نے اُن لوگون پر بڑا احسان کیا جنھون نے آپکی صحبت پائی اور مشاہدہ جمال اور استماع اقوال سے سعادت حاصل کی اور اپنے حال پر نہایت افسوس کرو کہ یہ دولت ہمکو نہ ملی اور نہ آپکے اصحاب رض کی صحبت نصیب ہوئی پھر یہ دھیان کرو کہ ہمکو دنیا مین تو آپکی زیارت روزی نہوئی اور آخرت کے دیکھنے مین شبہہ ہے شاید آپکی زیارت نگاہ حسرت ہی سے ہو کہ اعمال بد کے باعث ہمکو قبول نہ فرماوین چنانچہ ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ لوگ میرے سامنے لائے جاوینگے اور وہ کہینگے یا محمد یا محمد مین کہونگا کہ الٰہی یہ میرے اصحاب ہین حکم ہوگا کہ تمکو معلوم نہین کہ تمھارے بعد اُنھون نے کیا نیا کام کیا تب مین کہونگا کہ الگ ہٹو اور دور ہو پس اگر تمنے بھی آپکی شریعت کی توقیر نہ کی ہوگی گو ایک ہی دقیقہ مین کیون نہو تو تم بھی اس بات سے مامون نہین ہو کہ تمھارے اور آپ کے درمیان مین دوری ہو جاوے اور آپکے طریق سے علیحدہ پڑ جاؤ اور باوجود اسکے زیادہ توقع یہی رکھو کہ اللہ تعالی تمھارے اور آپکے درمیان مین دوری نہ ڈالے کہ تمکو ایمان روزی کیا اور آپکی زیارت کے لیے تمکو تمھارے وطن سے اُٹھا کھڑا کیا کوئی تجارت یا حظ دنیاوی تمکو مقصود نہ تھا صرف آپکی محبت اور آپکے آثار شریفہ کے دیکھنے کا شوق ہوا اسلیے کہ جب آپکا دیکھنا تمکو نصیب نہوا تو تمھارے نفس نے اسی پر قناعت کی کہ آپکی قبر کی دیوار ہی نظر پڑ جاوے جب خدا تعالی نے یہ سامان تمھارے لیے کر دیے تو اب اُسکی رحمت کے شایان یہی ہے کہ تمھاری طرف نظر رحمت سے دیکھے اور جب تم مسجد نبوی مین پہونچو تو یہ دھیان کرو کہ یہ وہ جگہ ہے کہ اسکو خدا تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون مین سب سے اول و افضل لوگون کے لیے تجویز کیا اللہ تعالی کے فرائض اول اسی مقام مین ادا ہوے یہی زمین ہے جسمین تمام مخلوق سے افضل لوگ حالت حیات مین بھی اور حالت موت مین بھی جمع ہین اسصورت مین ایسی جگہ کے داخل ہونے سے تمکو بڑی توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالی ہمپر رحم ہی کریگا پھر مسجد مین خشوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ خطہ پاک اسی بات کا شایان ہے کہ ہر ایماندار دل سے خشوع کا طالب ہو چنانچہ ابو سلیمان نقل کرتے ہین کہ حضرت اویس قرنی نے حج کیا اور مدینہ منورہ مین داخل ہوئے جب مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوے تو اُنسے لوگون نے کہا کہ قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ سنتے ہی غش کر گئے اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھکو یہان سے نکالو کہ مجھکو وہ شہر اچھا معلوم نہین ہوتا جسمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاک کے اندر ہون اور آنحضرت صلعم کی زیارت اسطرح کھڑے ہو کر کرنی چاہیے جیسے ہم لکھ آئے ہین اور آپکی زیارت موت کے بعد اسیطرح کرو جیسے زندگی مین کرتے اور آپکی قبر شریف کے اتنا ہی قریب ہونا چاہیے جیسے آپکے جسم مبارک سے حالت حیات مین قریب ہوتے اور جسطرح کہ آپکی

(۱) ح - بخاری و مسلم بروایت انس و ابن مسعود و غیرہما

زندگی مین آپکے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے مین اختلاف تعظیم اور سوء ادب جانتے بلکہ دور سے کھڑے ہوے آپکی طرف کو مائل رہتے اسی طرح اب بھی کرنا چاہیے کیونکہ زیارات کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا نصاریٰ اور یہود کی عادت ہے اور جان لینا چاہیے آنحضرت کو تمھارے آنے اور کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے اور تمھارا درود وسلام آپکی خدمت مبارک مین پہونچتا ہے پس زیارت کے وقت تم آپکی صورت کریم کو یون خیال کرو کہ تمھارے سامنے لحد مین موجود ہے اور پھر اپنے دل مین آپ کے مرتبہ عظیم کو تصور کرو اور درود وسلام کا آپکو پہونچنا اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپکی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے وہ آپکو آپکی امت کے لوگون کا سلام پہونچایا کرتا ہے اور یہ بات اس شخص کے حق مین ہے جو آپکی قبر شریف پر حاضر نہوا ہو تو جو شخص آپ کی زیارت کے شوق مین قبر کی زیارت پر اکتفا کرنے کے ارادہ سے وطن کو چھوڑا اور جنگلون کو طے کر کے حضوری مین حاضر ہوگا اسکا سلام کیسے نہ پہونچیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا تو یہ بدلہ تو صرف زبان سے درود کہنے کا ہے تو جس صورت مین کہ آپ کی زیارت کے لیے تمام بدن سے حاضر ہوا اسکا بدلہ کیسا کچھ ہوگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس آؤ اور یہ خیال کرو کہ آپ منبر پر چڑھے کھڑے ہین اور مہاجر اور انصار آپ کے گرد حلقہ کیے ہین اور آپ انکو اپنے خطبہ مین خدا تعالی کی طاعت پر ترغیب دلاتے ہین اور اللہ تعالی سے درخواست کرو کہ قیامت مین تمھارے اور آپ کے درمیان مین جدائی نہ کرے غرضکہ حج کے اعمال مین دل کا وظیفہ جو ہم جو مذکور ہوا جب اعمال حج سے سب سے فارغ ہو چکے تو چاہیے کہ اپنے دل پر رنج اور خوف کا التزام کرے اور یہ کہ معلوم نہین کہ ہمارا حج مقبول ہوا اور ہم محبوب لوگون کے زمرہ مین رہے یا حج نامنظور رہا اور نکالے ہوون مین ملائے گئے اور یہ امر اپنے دل اور اعمال سے معلوم کرے یعنی حج کے بعد اگر اپنے دل کو پاوے کہ دنیا سے زیادہ کنارہ کرنے لگا اور انس باللہ کیطرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اعمال شریعت کی میزان کے بموجب سنجیدہ سرزد ہوتے ہین تو قبول ہونیکا اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی اسی شخص کا حج قبول کرتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے اور جسکو دوست رکھتا ہے اسکا متولی ہوتا ہے اور اپنی محبت کے آثار اسپر ظاہر کرتا ہے اور اپنے دشمن ابلیس مردود کا دباؤ اسپر سے ہٹا دیتا ہے تو جب اسطرح کی باتین ظاہر ہونگی تو معلوم ہوگا کہ حج قبول ہوا اور اگر معاملہ بالعکس ہے تو عجب نہین کہ اس سفر سے آدمی کو بجز شفقت اور سختی کے اور کچھ وصول نہو معاذاللہ منہا باب اسرار حج تمام ہوا اسکے بعد باب آداب تلاوت مذکور ہوگا والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

آٹھوان باب آداب تلاوت قرآن کے بیان مین

رباعی
منظور اگر تجھے ہے قرب یزدان
ترتیل سے دن رات پڑھا کر قرآن
دیکھ اقرأ وارتق ورتل کی حدیث
جو مرتبے قاری کے ہین تجھپر ہون عیان

واضح ہو کہ اللہ تعالے کا بڑا احسان بندون پر یہ ہوا کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو صرف بخشا اور اپنی کتاب منزل سے انکی گردنون مین طوق منت ڈالا یہ وہ کتاب ہے کہ اسکے آگے اور پیچھے سے باطل اسپر نہین آتا اہل فکر کو اس سے گنجائش ہوگئی کہ اسکے قصے اور خبرون سے عبرت حاصل کرین اور چونکہ اس مین تفصیل احکام اور تفریق حلال و حرام کی بخوبی ہے اسی نظر سے سیدھے راستے اور طریق عمدہ کا چلنا اسی سے واضح ہو گیا حقیقت مین ضیا اور نور وہی ہے اور اسی کے باعث مغالطہ سے نجات ہوتی ہے اور اس مین ایمان و تہدید دلی کو شفا ہے جبارون مین سے جو اسکے مخالف ہوا اسکی کمر اللہ نے توڑی اور جس نے اسکے سوا دوسری کتاب مین علم کو طلب کیا وہ حکم الہی سے گمراہ ہوا حبل متین اور نور مبین اور عروۃ وثقی اسکا نام اور قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر پر حاوی ہونا اسکا کام نہ اس کے عجائب و غرائب کی کوئی

نہایت نہ اہل علم کے نزدیک اُسکے فوائد کی کوئی حد و غایت تلاوت والون کے نزدیک زیادہ پڑھنے سے بُرائی نہین ہوتی بلکہ ہربار لذت جدید دیتی ہو اور اولین اور آخرین کو وہی ہدایت کرتی ہو یہ وہ کتاب ہو کہ جب اُس کو جنون نے سُنا تو اپنی قوم کی طرف جلد رجوع کیا اور اس طرح انکو خبر دی فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنابہ ولن نشرک بربنا احدا جو اس پر ایمان لایا وہی صاحب توفیق ہو اور جو اسکا قائل ہو وہی اہل تصدیق جسنے اُسپر تمسک کیا اُسکو ہدایت ملی اور جسنے اُسکے بموجب عمل کیا اُسنے سعادت و فلاح پائی اور ازانجا کہ اللہ تعالی نے اُسکے باب مین یہ ارشاد فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - اور دلون اور مصاحف مین اُسکے محفوظ رہنے کا سبب روزمرہ کی تلاوت اور اُسکے آداب و شروط کی رعایت اور انھین کے اعمال باطنی اور آداب ظاہری کی محافظت ہو اسی نظر سے ان اُمور کا بیان کرنا ضروری ہوا چار فصلون مین یہ سب مقصود بیان کیجائینگے

فصل اول قرآن مجید اور اُسکے پڑھنے والون کی فضیلت اور اُسکی تلاوت مین قصور کرنے والون کی برائی مین اس فصل مین دو بیان ہین -

بیان اول قرآن مجید کی فضیلت کے ذکر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص قرآن پڑھے پھر یہ جانے کہ کسی کو مجھسے زیادہ ملا ہوگا تو وہ اُس چیز کو چھوٹا جانیگا جسکو خدا تعالی نے بڑا کیا ہو اور فرمایا کہ قیامت کے روز کوئی شفیع خدا تعالی کے نزدیک قرآن سے بڑھکر مرتبہ مین نہین ہو کوئی نبی ہو اور نہ فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا شخص اور فرمایا کہ اگر بالفرض قرآن مجید چمڑے مین ہو تو اُسکو آگ نہ لگیگی اور فرمایا افضل عبادۃ امتی تلاوۃ القرآن اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے خلق کے پیدا کرنے کے ہزار برس پیشتر سورہ طٰہٰ اور یٰس پڑھی جب فرشتون نے قرآن کو سُنا تو کہا کہ وہ اُمت خوش نصیب ہو جس پر یہ اُتریگا اور خوشحالی ہو اُن دلون کو جو اسکو یاد کرینگے اور اُن زبانون کو جو اسکو پڑھینگی - اور فرمایا خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ - اور فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہو کہ جس شخص کو قرآن کا پڑھنا مجھسے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتا ہو مین اُسکو شکر گذارون کے ثواب سے بہتر عنایت کرتا ہون اور فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص مشک اسود کے ٹیلون پر ہونگے نہ اُنکو خوف ہوگا اور نہ اُنسے حساب لیا جاویگا یہانتک کہ لوگون کے درمیان کے معاملہ سے فراغت ہو اُنمین سے ایک وہ شخص ہو جسنے قرآن خدا تعالی کی رضاجوئی کے لیے پڑھا اور لوگون کا امام ہوا اور وہ اُس سے خوش رہے اور فرمایا اہل القرآن اہل اللہ وخاصتہ - اور فرمایا کہ یہ دل لوہے کی طرح سے زنگ کھاجاتا ہو کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اُنکی جلا کی کیا چیز ہو فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اور موت کو یاد کرنا اور فرمایا اللہ اشد اذنا الی قاری القرآن من صاحب القینۃ فینتہ - اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابوامامہ باہلی فرماتے ہین کہ قرآن کو پڑھو اور یہ لٹکے ہوے قرآن تم کو مغالطہ مین نہ ڈالین یعنی اُسپر بس مت کرو کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہو کہ اللہ تعالی اُس دل کو عذاب نہین کرتا جو قرآن کا ظرف ہو اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہو کہ جب تم علم کا ارادہ کرو تو قرآن کو تحصیل کرو کہ اُس مین اگلون پچھلون کا علم ہو اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہو کہ قرآن کو پڑھو کہ تمکو اُسکے ہر حرف پر دس نیکیون کا ثواب ملیگا اور مین یہ نہین کہتا کہ الم ایک حرف ہو بلکہ الف ایک حرف ہو اور لام دوسرا اور میم تیسرا - اور یہ بھی اُنکا قول ہو کہ تم مین سے جب کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن ہی کی کرے اس لیے کہ اگر قرآن سے محبت رکھتا ہوگا اور قرآن اُسکو اچھا معلوم ہوتا ہوگا تو اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور اگر قرآن سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہوگا - اور

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ قرآن کی ہر ایک آیت جنت کا ایک درجہ ہی اور تمھارے گھرون کا چراغ ہی اور یہ بھی فرمایا
کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہی اُس کے دونون پہلو مین نبوت مندرج ہوجاتی ہی اتنا فرق ہوتا ہی کہ اُس پر وحی نہین آتی - اور حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاتا ہی وہ گھر کے لوگون پر وسیع ہوجاتا ہی اور اُسکی خیر بہت ہوجاتی ہی اور فرشتے
اُس مین آتے ہین اور شیطان اُس سے نکل جاتے ہین اور جس گھر مین قرآن نہین پڑھا جاتا وہ گھر والون پر تنگ ہوجاتا ہی اور اُسکی
خیر کم ہوجاتی ہی اور فرشتے اُس مین سے چلے جاتے ہین اور شیطان آموجود ہوتے ہین - اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہین کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی جن چیزون سے تقرب کے طالب تیرا قرب حاصل کرتے ہین
اُن مین سے افضل کون سی چیز ہی فرمایا کہ ای احمد سب سے افضل میرے کلام سے تقرب چاہتا ہی مین نے عرض کیا کہ الٰہی سمجھنے کے ساتھ
یا بدون سمجھے حکم ہوا کہ دونون طرح سے - اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب آدمی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سے
سُنین گے تو یہ معلوم ہوگا کہ گویا پہلے کبھی نہ سُنا تھا - اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ قرآن کے حافظ کو چاہیے کہ بادشاہ سے
لیکر ادنیٰ شخصون تک کسی کی طرف اُس کو حاجت نہ ہو بلکہ خلق کے لوگ اُسکے حاجت مند ہونے چاہیین اور بھی اُنکا قول ہی کہ جو شخص قرآن کا
حافظ ہو وہ اسلام کا علم بردار ہی اُس کو چاہیے کہ لہو اور سہو اور لغو والون کے ساتھ ان اُمور مین مشغول نہ ہو کہ حق قرآن کی تعظیم اسی بابت
کو چاہتی ہی - اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہی تو فرشتہ اُس کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیتا ہے -
اور عمرو بن میمون کہتے ہین کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد قرآن کھول کر سو آیتین پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکو تمام دنیا والون کے عمل کے برابر ثواب
عنایت فرماتا ہی - اور مروی ہی کہ خالد بن عقبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے سامنے قرآن پڑھیے
آپ نے آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک پڑھی اُسنے عرض کیا کہ دوبارہ پڑھیے آپ نے دوبارہ پڑھی اُسنے کہا کہ اسمین
تو حلاوت اور ملاحت ہی اسکا نیچے کا حصہ مینہ سا برستا ہی اور اوپر کا حصہ بہت سا ثمرہ رکھتا ہی اور یہ آدمی کا قول نہین ہی - اور حضرت
حسن بصریؒ کا قول ہی کہ بخدا کہ قرآن سے بڑھکر کوئی تونگری نہین اور نہ اسکے بعد کوئی احتیاج اور فضیلؒ فرماتے ہین کہ جو شخص سورہ حشر کا
آخر صبح کے وقت پڑھے اور اُس روز مر جاوے تو شہیدون کی مُہر اُسکے لیے لگے گی اور جو کوئی اُس کو شام کو پڑھے اور اُس رات مین مرے اُسکا
بھی یہی حال ہی - اور قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد سے پوچھا کہ یہان کوئی ایسا نہین جس سے تمکو انس ہو اُسنے اپنا ہاتھ
قرآن مجید کی طرف بڑھا کر اُسکو اپنی گود مین رکھ لیا اور کہا کہ یہ انیس ہی اور حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہین کہ تین چیزین ہین جن سے
حافظہ زیادہ ہوتا ہی اور بلغم دُور کرتی ہین اوّل مسواک کرنا دوم روزہ رکھنا سوم قرآن پڑھنا

دوسرا بیان غافل شخصون کی تلاوت کی مذمت مین حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ بہت لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین حالانکہ
قرآن اُنکو لعنت کرتا ہی - اور میسرہ نے کہا ہی کہ بدکار آدمی کے پیٹ مین قرآن مسافر اور بیکس ہی اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہین کہ جب قرآن
کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرین تو دوزخ کے فرشتے بُت پرستون کی بہ نسبت ایسے ہی حافظون کو جلد پکڑینگے اور
بعض علما نے فرمایا ہی کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہی پھر اور گفتگو اُس مین ملا دیتا ہی پھر پڑھنے لگتا ہی تو اُس سے کہا جاتا ہی کہ تجھکو ہمارے کلام سے

ح ا بیہقی بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ابن عباسؓ سے قصہ ولید بن مغیرہ کا
بجائے خالد بن عقبہ کے ۱۲

کیا علاقہ۔ اور ابن رباح کا قول ہے کہ مین کلام مجید کو یاد کر کے پچھتایا اسلیے کہ مین نے سُنا ہے کہ قیامت مین قرآن والون سے وہ سوال ہوگا جو انبیا
علیہم السلام سے ہوگا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ حافظ قرآن کو بہت باتون سے پہچاننا چاہیے اوّل رات کو جس وقت آدمی سوتے
ہون دوم دن کو جس وقت آدمی قصور کرتے ہون سوم اُسکے غم کرنے سے آدمیون کی خوشی کے وقت چہارم اُس کے رونے سے جبکہ لوگ
ہنستے ہون پنجم اُس کے سکوت سے جب لوگ اِدھر اُدھر کی باتون مین لگے ہون ششم اُسکے خشوع سے جسوقت آدمی تکبر کرتے ہون اور حافظ
قرآن کو چاہیے کہ خاموشی اور نرمی زیادہ رکھتا ہو جفا کار اور بات کاٹنے والا اور غل و شور مچانے والا اور سخت نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس اُمت کے اکثر منافق قاری ہونگے[۱] اور فرمایا کہ قرآن کو اُسوقت تک پڑھ کہ تجھکو بری باتون سے منع کرے اور جب قرآن کی قرات تجھکو مانع نہو تو
اُسکی تلاوت نہین کرتا یعنی ایسا پڑھنا نہ پڑھنے مین داخل ہے[۲]۔ اور فرمایا کہ جو شخص قرآن کے محرمات کو حلال جانے اُسکو قرآن کے ساتھ انس نہین ہوا[۳]۔
اور بعض سلف کا قول ہے کہ بندہ ایک سورۃ شروع کرتا ہے اور فرشتے اُسپر دعاے رحمت کرتے ہین یہانتک کہ اُس سورۃ کو تمام کرے اور بعض بندہ سورۃ
شروع کرتا ہے اور فرشتے اُسپر لعنت کرتے رہتے ہین یہانتک کہ اُس سے فارغ ہو کسی نے پوچھا کہ یہ صورت کس طرح ہوتی ہے فرمایا کہ جب اُسکے حلال
کو حلال جانیگا اور حرام کو حرام تب اُسپر رحمت بھیجتے ہین ورنہ لعنت کرتے ہین اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ آدمی قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور نادانستہ اپنے
آپکو لعنت کرتا ہے یعنی کہتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین حالانکہ اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا وہی ہے اور کہتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور خود جھوٹون مین سے
ہے اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ تمنے قرآن کو منزلین ٹھہرائی ہین اور رات کو اونٹ مقرر کیا ہے کہ اُسپر سوار ہو کر اپنی منزلین قطع کرتے ہو اور جو لوگ
تم سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کا فرمان سمجھتے تھے کہ رات کو اُسکے معنی سوچتے تھے اور دن کو اُنکی تعمیل کیا کرتے تھے۔ اور حضرت
ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ قرآن لوگون پر اسلیے نازل کیا گیا ہے کہ اُسکے بموجب عمل کرین لوگون نے اُسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرا لیا ہے کہ ایک شخص شروع سے
آخر تک قرآن پڑھ جاتا ہے یہانتک کہ ایک حرف بھی اُس سے نہین رہتا مگر اُسکے بموجب عمل نہین کرتا۔ اور حضرت ابن عمرؓ اور جندب رضی اللہ عنہما کی
حدیث مین ہے کہ ہماری اتنی عمر ہوئی ہم مین سے کسی کو ایمان قرآن سے پیشتر مرحمت ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی تو
وہ اُس سورۃ کے حلال اور حرام کو سیکھتا اور امر اور زجر سے واقف ہوتا اور جس مقام پر توقف چاہیے اُسکو جانتا پھر ہمنے ایسے لوگ دیکھے کہ اُن مین
سے کسی کو قرآن ایمان سے پیشتر ملتا ہے کہ الحمد سے لیکر آخر تک پڑھ جاتا ہے اور یہ نہین سمجھتا کہ اس مین امر اور زجر کی کونسی آیتین ہین اور توقف کس جا مناسب
ہے گھاس سی کاٹتا چلا جاتا ہے اور توریت مین آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہین آتی کہ اگر تو راہ مین چلتا ہے
اور کسی تیرے بھائی کا خط تیرے پاس آتا ہے تو راہ سے کنارہ چلکر بیٹھ جاتا ہے اور خط کو پڑھکر ایک ایک حرف پڑھتا ہے کہ اُس مین سے کوئی مطلب
تجھ سے نہین رہتا اور مین نے جو تجھپر یہ اپنی کتاب اُتاری تو دیکھ تیرے لیے کیسا قول کو مشرح فرمایا اور کس طرح ایک بات کو
کئی کئی دفعہ ذکر کیا اس لیے کہ تو اُس کے طول اور عرض کو سمجھے گا مگر تو اُس سے روگردانی کرتا ہے بھلا مین تیرے نزدیک تیرے کسی
بھائی سے بھی گیا گذرا کہ اُسکے خط کو غور سے پڑھے اور میری کتاب کو بے پروائی سے اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آ بیٹھتا ہے
تو تو اُسکی طرف تمام توجہ التفات کر کے ہمہ تن اُس کی گفتگو سُنتا ہے اور اگر کوئی بول اُٹھتا ہے یا کوئی اور کام تجھکو پیش ہوتا ہے تو تو اُس سے
اشارہ کر دیتا ہے کہ ٹھہر جا اور یکسو مین تیری طرف متوجہ ہوتا ہون اور تجھ سے باتین کرتا ہون اور تو اپنے دل سے میری طرف سے روگردان کیا

۱ح ۱۲ بروایت عقبہ بن عامر اور اُس کی اسناد مین ابن لہیعہ ہے ۱۲ ۲ح طبرانی بروایت عبداللہ بن عمر بسند ضعیف ۱۲ ۳ح ترمذی بروایت صہیب بسند ضعیف

میری قدر اپنے نزدیک اپنے کسی بھائی کے برابر بھی نہین کرتا

دوسری فصل تلاوت کے ظاہری آداب کے بیان مین اور وہ دس ہین **ادب اول** قاری کے حال مین ہے کہ باوضو اور باادب اور وقار کی صورت پر ہو کھڑا ہو یا بیٹھا اور قبلہ رخ گردن جھکائے ہو نہ تکیہ لگائے نہ تکبر کی صورت پر بیٹھا ہو اور تنہا اس طرح بیٹھے جیسے اُستاد کے سامنے بیٹھتے ہین اور سب حالتون سے بہتر یہ ہے کہ قرآن کو نماز کے اندر کھڑا ہو کر مسجد مین پڑھے کہ یہ تلاوت افضل اعمال مین سے ہے اور اگر کلام مجید کو بے وضو لیٹ کر پڑھیگا تب بھی ثواب تو ملیگا لیکن یہ ثواب نہوگا جو وضو سے کھڑے ہو کر ہوتا اللہ تعالی فرماتا ہے الذین یذکرون اللہ[21] قیاما و قعودا و علی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض۔ اس آیت مین تعریف سب حالتون کی فرمائی مگر قیام کو اول ذکر فرمایا اُسکے بعد قعود کو اُسکے بعد لیٹنے کو حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نماز کے اندر کھڑا ہو کر کرے اُسکو ہر حرف کے بدلہ مین سو نیکیون کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز کے اندر بیٹھکر قرآن پڑھے اُسکو ہر حرف پر پچاس نیکیون کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز مین نہو اور وضو سے قرآن پڑھے پچیس ۲۵ کا ثواب پاویگا اور اگر بے وضو پڑھے گا تو دس نیکیان ملین گی۔ اور رات کو اگر قیام ہو تو سب مین بہتر ہے کہ رات کے وقت دل کو جمعیت خوب ہوتی ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین کہ سجدون کی کثرت دن کو ہوتی ہے اور زیادہ کھڑا رہنا رات کو **ادب دوم** قرأت کی مقدار کے باب مین کہ بہت اور تھوڑا پڑھنے مین لوگون کی عادت جدا جدا ہے کوئی دن رات مین ایک ختم کرتا ہے اور کوئی دو ۲ اور بعض نے تین ختم تک پہونچادی ہے اور بعض لوگ ایک مہینہ مین ایک ختم کرتے ہین اور بہتر یہ ہے کہ مقدار قرأت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف رجوع کیا جاوے کہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلث لم یفقہہ[22] اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھنا تلاوت کماحقہ کا مانع ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے جب ایک شخص کو سُنا کہ قرآن مجید کو بہت جلد پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اس شخص نے نہ تو پڑھا نہ چپکا رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ کو ارشاد فرمایا[23] کہ ایک ہفتہ مین ایک ختم کیا کرو اور چند لوگ اصحابؓ مین سے ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ ایک ہفتہ مین ختم پڑھا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان و زید بن ثابت اور ابن مسعود اور ابی بن کعب سب کا یہی دستور تھا غرض کہ ختم کے چار درجے ہین ایک تو یہ کہ دن رات مین ختم کرین اُسکو تو کچھ لوگون نے مکروہ جانا ہے اور ایک یہ کہ تیس ۳۰ روز سے[24] ایک ایک ہر روز پڑھکر مہینے مین ایک ختم کرین اور یہ قرأت گویا بہت ہی کم ہے جیسے اول صورت بہت زیادہ تھی اور ان دونون کے درمیان مین دو درجے میانہ ہین ایک تو یہ کہ ہفتہ مین ایک بار ختم کرین اور دوسرے یہ کہ ہفتہ مین دو بار تاکہ تین دن کے قریب مین ایک ختم ہو جاوے۔ اور اس صورت مین مستحب یہ ہے کہ ایک ختم دن مین پڑھا کرے اور ایک رات کو اور دن والے ختم کو دوشنبہ کے روز صبح کی دو رکعتون مین یا اُن دونون کے بعد تمام کیا کرے اور رات کے ختم کو جمعہ کی شب مین مغرب کی دو رکعتون مین یا اُن کے بعد تمام کیا کرے تاکہ اول روز اور ابتدا ء شب مین دونون ختم ہو جاوین اس غرض سے کہ اگر ختم شب کو ہوتا ہے تو فرشتے صبح تک قاری پر رحمت بھیجتے رہتے ہین اور اگر دن کو ہوتا ہے تو شام تک یہی حال ہوتا ہے تو ابتدا ء روز و شب مین ختم سے یہ فائدہ ہے کہ فرشتون کی برکت تمام دن اور رات کو حاوی ہوگی۔ اور مقدار قرأت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر پڑھنے والا عابد ہو اور طریق آخرت کو عمل کے ذریعہ سے طے کرنا چاہتا ہے تو اُسکو نہ چاہیے کہ ایک ہفتہ مین دو ختمون سے کم کرے اور اگر دل کے اعمال سے طے کرتا ہو یا علم کے پڑھانے مین مصروف رہتا ہو تو وہ اگر ایک ہفتہ مین ایک ہی ختم پر اکتفا کریگا تب بھی مضائقہ نہین اور اگر قرآن کے معانی مین نہایت غور کرتا ہو تو اُسکو ایک مہینہ مین ایک ہی ختم کافی ہے اس نظر سے کہ اُسکو مکرر پڑھنے اور معانی سوچنے کی

[21] وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اور فکر کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین
[22] جس شخص نے قرآن تین روز سے کم مین پڑھا اُس نے کچھ نہین سمجھا
اصحاب سنن بروایت ابن عمرو رضی اللہ عنہ ۱۲
[23] بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲
[24] پارہ

حاجت ہی۔ **ادب سوم** تلاوت کی منزلون کے باب مین کہ جو شخص ہفتہ مین ایک ختم کرے وہ قرآن مجید کی سات منزلین کرلے کہ اصحاب رضؓ نے بھی
یہی منازل مقرر فرمائی ہین چنانچہ مروی ہی کہ حضرت عثمان رضؓ شب جمعہ کو شروع سے لیکر سورۂ مائدہ کے اخیر تک پڑھتے اور شنبہ کی شب کو انعام سے
ہود تک اور یکشنبہ کی رات کو سورۂ یوسف سے مریم تک اور دوشنبہ کی شب کو طٰہٰ سے قصص تک اور منگل کی رات کو عنکبوت سے صاد تک اور
بدھ کی رات کو زمر سے سورۂ رحمٰن تک اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ واقعہ سے آخر قرآن مجید تک پڑھتے۔ اور حضرت ابن مسعود رضؓ بھی سات ہی منزلین
کرتے تھے مگر اس طرح نہین انکی ترتیب جدا تھی۔ اور کہتے ہین کہ قرآن کی سات منزلین ہین اول منزل سورۂ فاتحہ کی تین سورتون کی دوسری
پانچ کی تیسری سات کی چوتھی نو کی پانچوین گیارہ کی چھٹی تیرہ ۱۳ کی ساتوین سورۂ قاف سے لیکر آخر تک کی اب ان منازل کو فمی بشوق کہتے ہین
کہ ہر حرف شروع منزل کی سورت کا پہلا حرف ہی یعنی ف سے فاتحہ اور م سے مائدہ اور ی سے یونس اور ب سے بنی اسرائیل اور ش سے شعرا
اور و سے والصافات اور ق سے سورۂ قاف صحابہ رضؓ نے اسطرح قرآن مجید کی منزلین کی ہین اور اسی طرح پڑھا بھی کرتے تھے اور اس باب مین
ایک حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی اور یہ بات خمس اور عشر اور اجزا کے بننے سے پیشتر سے ہی یہ ساری چیزین بعد کو ایجاد ہوئی ہین۔
ادب چہارم لکھنے کے باب مین مستحب ہی کہ قرآن مجید کو خوشخط اور صاف لکھے اور سرخی سے نقطے اور علامتون کے کرنے کا مضائقہ نہین کہ اسمین زینت
اور توضیح اور پڑھنے والون کو غلط پڑھنے سے روکنا ہی۔ اور حضرت حسن بصری رضؓ اور ابن سیرین رضؓ قرآن مجید مین خمس اور عشر اور جزو کو برا جانتے تھے اور
شعبی اور ابراہیم سے مروی ہی کہ وہ بھی سرخی سے نقطے لگاتے اور اسپر اجرت لینے کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن کو صاف لکھو اور ایسا معلوم
ہوتا ہی کہ ان لوگون نے جو ان امور کو مکروہ کہا تو اسوجہ سے کہ کہین رفتہ رفتہ اور زیادتیان نہ بڑھ جاوین اسلیے گو انمین کچھ خرابی نہ تھی مگر اس راہ کے
بند کرنے اور تغیر سے قرآن کے محفوظ رکھنے کو ایسا فرمایا اور جس صورت مین کہ ان امور سے کوئی خرابی نہوئی اور سب کے نزدیک یہ ٹھہرا کہ انسے
شناخت زیادہ ہوجاتی ہی تو اب انکے استعمال مین کچھ مضائقہ نہین اور انکا نو ایجاد ہونا اس مطلب کا مخل نہین اسلیے کہ اکثر باتین نو پیدا
اچھی ہین چنانچہ تراویح کی جماعت کو کہتے ہین کہ حضرت عمر رضؓ کی ایجاد ہی اور یہ عمدہ ایجاد اور بدعت حسنہ ہی بری بدعت وہ ہی جو قدیم سنت کی ٹکر پہ
ہو اور سنت کو بدل دیتی ہو۔ اور بعض اکابر کہا کرتے کہ مین نقطے دیے ہوئے قرآن مجید مین تلاوت کرلیتا ہون مگر خود اسپر نقطے نہین لگاتا ہون۔
اوزاعی یحیی ابن کثیر سے نقل کرتے ہین کہ قرآن مصحفون مین اول صاف تھا پہلے پہل جو بات نئی پیدا ہوئی یہ تھی کہ ب اور ت پر نقطے دیے اور کہا کہ
اسکا مضائقہ نہین کہ یہ قرآن کا نور ہی پھر بعد اسکے آیتون کی تمامی پر بڑے نقطے ایجاد کیے اور کہا کہ اسکا کچھ مضائقہ نہین کہ اس سے آیتون کا سرا
معلوم ہوتا ہی پھر بعد اسکے انجام و آغاز کے نشانات پیدا ہوے ابو بکر ہذلی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ مصحف مین اعراب لگانے
کیسے ہین انھون نے فرمایا کہ قرآن پر اعراب کا کچھ مضائقہ نہین اور خالد حذاء کہتے ہین کہ مین حضرت ابن سیرین رضؓ کے پاس گیا اور انکو دیکھا کہ اعراب دیے ہوئے
قرآن مین تلاوت کرتے ہین حالانکہ اعراب کو برا جانتے تھے اور کہتے ہین کہ اعراب حجاج کے نکالے ہوے ہین اور اسنے قاریون کو بلوایا انھون نے قرآن
کے کلمات و حروف گنے اور اسکے حصے برابر کرکے تیس ۳۰ پارون مین تقسیم کیا اور نصف و ربع وغیرہ تقسیمین کین **ادب پنجم** کلام مجید کو اچھی طرح ٹھہر کر پڑھنا
مستحب ہی کیونکہ ہم عنقریب بیان کرینگے کہ قرارت سے مقصود تفکر ہی پس جب اچھی طرح ٹھہر کر پڑھیگا تو تفکر پر مدد ملیگی اور اسی جہت سے حضرت ام سلمہ رضؓ نے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کی صفت بیان کی تو کلمہ کلمہ کو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہین کہ مین اگر سورۂ بقر اور آل عمران

ح ۱۷ ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ح ۲۰ ابوداؤد و نسائی و ترمذی ۱۲

ٹھہر کر پڑھون اور انکو سمجھتا جاؤن تو اس سے اچھا جانتا ہون کہ سب قرآن کو جلد جلد پڑھ جاؤن۔ اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہے کہ مین اگر اذا زلزلت اور القارعہ سمجھکر پڑھون تو اس سے بہتر سمجھتا ہون کہ سورۂ بقر اور آل عمران کو گھسیٹ جاؤن۔ اور مجاہدؒ سے کسی نے پوچھا کہ دو شخص نماز مین کھڑے ہوئے اور برابر ہی کھڑے رہے مگر ایک نے سورۂ بقر ہی پڑھی اور دوسرے نے تمام قرآن پڑھا تو ثواب کسکو زیادہ ہوا فرمایا کہ دونون شخصون کو برابر ثواب ہوا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ٹھہر کر پڑھنا اسی لیے مستحب نہین ہے کہ اُسکے معنی ہی سمجھے کیونکہ اگر عجمی عربی نہ سمجھتا ہو وہ قرآن کے معنے کیسے سمجھے گا مگر پڑھنا ٹھہر کر اُسکو بھی مستحب ہے اسلیے کہ ٹھہر کر پڑھنے مین توقیر اور حرمت قرآن کی زیادہ ہے اور جلد پڑھنے کی نسبت اسکا اثر بھی دلمین زیادہ ہوتا ہے۔ ادب ششم قرأت کے ساتھ رونا مستحب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو پڑھو اور گریہ کرو اور اگر رو نہ سکو تو رونی صورت بناؤ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب مین قرآن مجید پڑھا آپنے فرمایا کہ صالح یہ تو قرأت ہوئی ہے رونا کہان ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ جب تم سجدہ خدا تعالی کا پڑھو تو سجدہ کرنے مین جلدی مت کرو جب تک کہ گریہ نہ کرلو اگر تم مین سے کسی کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو چاہیئے کہ اُسکا دل زاری کرے۔ اور بتکلف رونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے دل پر حزن موجود کرے کہ رونا غم سے ہی پیدا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قرآن حزن کے ساتھ اترا ہے پس جب تم اُسکو پڑھو تو حزن کیا کرو۔ اور حزن کو دل مین موجود کرنے کی یہ صورت ہے کہ قرآن کی تہدید اور وعید اور عہد و میثاق کو سوچے اور پھر اُسکے اوامر و نواہی مین اپنی کوتاہی کو خیال کرے تو اس سے ضروری حزن اور گریہ آویگا اگر اس تامل پر بھی صاف دل والون کی طرح حزن اور گریہ دل مین نہ موجود ہو تو حزن و گریہ کے نہونے کے لیے رووے کہ یہ نہایت بڑی سختی ہے۔ ادب ہفتم یہ ہے کہ آیات کے حقوق کا لحاظ رہے یعنے جب آیت سجدہ پر گذرے تو سجدہ کرے یا دوسرے سے سجدہ سُنے تو جس وقت پڑھنے والا سجدہ کرے آپ بھی سجدہ کرے بشرطیکہ طہارت رکھتا ہو اور قرآن مجید مین چودہ سجدے ہین اور سورۂ حج مین دو سجدے ہین اور سورۂ ص مین سجدہ نہین اور ادنی درجہ سجدۂ تلاوت کا یہ ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر لگاوے اور کامل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہکر سجدہ کرے اور سجدے مین ایسی دعا مانگے جو مناسب آیت سجدہ ہو مثلاً جب یہ آیت پڑھے خروا سجدا و سبحوا بحمد ربہم وہم لا یستکبرون تو سجدہ مین یہ دعا مانگے اللہم اجعلنی من الساجدین لوجہک المسبحین بحمدک اعوذ بک ان اکون من المستکبرین عن امرک و علی اولیائک۔ اور جب یہ آیت پڑھے ویخرون للاذقان یبکون ویزیدہم خشوعا تو یون دعا مانگے اللہم اجعلنی من الباکین الیک الخاشعین لک اسی طرح ہر آیت سجدہ کے موافق سجدہ مین دعا پڑھے اور سجدۂ تلاوت مین نماز کی شرطین شرط ہین یعنی ستر عورت اور قبلہ رو ہونا اور کپڑے کا پاک ہونا اور بدن کا حدث اور نجاست سے طاہر ہونا اور جو شخص سجدے کے سُننے کے وقت طہارت نہ رکھتا ہو وہ جس وقت طہارت کرے اُس وقت سجدہ کرے۔ اور بعضون نے سجدۂ تلاوت کے کمال مین یہ کہا ہے کہ ہاتھ اُٹھاکر نیت تحریمہ کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرنے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سر اُٹھانے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سلام پھیرے اور بعض بڑھانے والون نے سجدۂ تلاوت مین تشہد کو زیادہ کیا ہے اور اسکی کچھ اصل معلوم نہین ہوتی بجز اسکے کہ نماز پر قیاس کیا ہو اور اس سجدے کا نماز پر قیاس کرنا بعید ہے کیونکہ یہ سجدے کے لیے حکم ہونے کی جہت سے وارد ہوا ہے تو اُس مین لفظ سجدہ ہی کا اتباع چاہیئے اور سجدے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا البتہ شروع کے مناسب ہے اُسکے سوا اور اُمور مین بعد معلوم ہوتا ہے۔ پھر مقتدی کو چاہیئے کہ امام کے سجدہ کرنے کے وقت سجدہ کرے خود اپنی تلاوت کا اقتدا کی حالت مین نہ کرے

[illegible]

صہ مجھکو اپنی ذات کے سجدہ کرنے والون سے بنا اور اپنی حمد کے ساتھ پاکی بولنے والون مین سے کر اور مین تیری پناہ مانگتا ہون اس سے کہ مین ہون اپنے رب کے حکم سے سرکشی کرنے والا یا تیرے دوستون پر بڑائی جتانے والا ۱۲ اور گرتے ہین ٹھوڑیون پر روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے انکو عاجزی ۱۲ الہی مجھکو رونے والون سے اپنے سامنے اور فروتنی کرنے والون سے کر ۱۲

ادب ہشتم یہ ہی کہ جب تلاوت شروع کرے اُس وقت کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون - اور قل اعوذ برب الناس اور سورۂ الحمد پڑھے اور ہر سورۃ کے تمام ہونے پر کہتا جاوے صدق اللہ تعالیٰ و بلغ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللھم انفعنا بہ وبارک لنا فیہ الحمد للہ رب العالمین و استغفر اللہ الحی القیوم - اور اثنا سے تلاوت میں جب آیت تسبیح پر گذرے تو سبحان اللہ واللہ اکبر کہے اور جب دعا اور استغفار کی آیت آوے تو دعا اور استغفار کرے اور جب آیت رجا آوے تو اُسکی درخواست کرے اور خوف کی آیت پر گذرے تو پناہ مانگے اس سوال و پناہ مانگنے وغیرہ کو زبان سے کہے خواہ دل میں کہے مثلاً یون کہے سبحان اللہ نعوذ باللہ اللھم ارزقنا اللھم ارحمنا حضرت حذیفہؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقر شروع کی تو آپ کسی آیت رحمت پر نہ گذرے کہ دعا نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت عذاب پر کہ پناہ نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت تنزیہ پر کہ سبحان اللہ نہ کہا ہو - اور جب تلاوت سے فارغ ہو تو وہ دعا پڑھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم کے وقت فرمایا کرتے تھے اور وہ یہ ہے اللھم ارحمنی بالقرآن واجعلہ لی اماما ونورا وھدی ورحمۃ اللھم ذکرنی منہ مانسیت وعلمنی منہ ماجہلت وارزقنی تلاوتہ آناء اللیل واطراف النہار واجعلہ لی حجۃ یارب العلمین **ادب نہم** قرارت کا پکار کر پڑھنا ہے اور اتنا پکار کر پڑھنا تو بیشک ضروری ہی کہ اپنی آپ سُنے اسلیے کہ قرارت کے معنی یہ ہین کہ آواز کو حروف سے پارہ پارہ کرے تو آواز کا ہونا ضروری ہی جسکے ٹکڑے ہووین اور ادنی مرتبہ قرارت کا یہ ہی کہ اپنی آپ سُنے اور اگر خود نہ سُنے گا تو ایسی قرارت سے نماز نہو گی اسلیے وہ داخل قرارت نہین باقی رہا اتنا پکار کر پڑھنا کہ دوسرا شخص سنے تو وہ ایک طرح سے اچھا ہی اور ایک وجہ سے بُرا - اور آہستہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ پڑھنے کی فضیلت پکار کر پڑھنے پر اتنی ہی جتنی خفیہ صدقہ دینے کو علانیہ خیرات کرنے پر ہی اور ایک دوسری روایت ہی کہ قرآن کو پکار کر پڑھنے والا ایسا ہی جیسے علانیہ صدقہ دینے والا اور اسکو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہی جیسے خفیہ خیرات کرنیوالا - اور ایک حدیث مین عام ارشاد ہی کہ خفیہ عمل علانیہ عمل سے ستر گنا زیادہ ہی اور اسی طرح یہ ارشاد خیر الرزق مایکفی و خیر الذکر الخفی ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی قرارت مین ایک دوسرے پر پکار کر مت پڑھو - اور ایک رات سعید بن مسیبؓ نے مسجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین حضرت عمر بن عبد العزیز کو نماز مین پکار کر کلام مجید پڑھتے سنا اور آپ خوش آواز تھے حضرت سعید بن مسیبؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس نمازی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنی آواز کو پست کرو غلام نے کہا کہ مسجد کچھ ہماری نہین اور اس شخص کا بھی اسمین حق نماز پڑھنے کا ہی مین کیسے منع کرون آپنے باآواز بلند کہا کہ ای نمازی اگر تجھکو اپنی نماز سے خداے تعالیٰ مقصود ہی تو اپنی آواز پست کر اور اگر خلق مقصود ہی تو وہ خداے تعالیٰ کے یہان تیرے کسی کام نہ آویگی یہ سُنکر حضرت عمر بن عبد العزیز چپ ہو گئے اور رکعت کو مختصر پڑھ اور سلام پھیر اپنی جوتیان لیکر مکان کو چلے آئے اور وہ اُسوقت مدینہ منورہ کے حاکم تھے - اور پکار کر پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دال ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو سُنا کہ رات کی نماز مین قرآن پکار کر پڑھتے ہین آپ نے اُن کے پڑھنے کو درست فرمایا اور ایک

حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کوئی رات سے اُٹھکر نماز پڑھے تو قرارت پکار کر پڑھے کہ فرشتے اور اُس مکان کے جنات اُس کی قرارت سُنتے ہین اور وہی نماز وہ بھی پڑھتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مین سے تین شخصون پر گذرے جنکے حالات مختلف تھے حضرت ابو بکر پر گذرے تو اُنکو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے تھے آپ نے اُن سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہی حضرت ابو بکر رض نے کہا کہ جس سے مین مناجات کرتا ہون وہ بیشک میری سُنتا ہی۔ اور حضرت عمر رض پر گذرے کہ وہ پکار پکار کر پڑھ رہے تھے آپ نے اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھون نے عرض کیا کہ مین سوتے شخصون کو جگاتا ہون اور شیطان کو جھڑکتا ہون۔ اور حضرت بلال رض پر گذرے کہ وہ چند آیتین ایک سورت کی اور چند دوسری کی پڑھ رہے تھے اُنسے جو آپ نے سبب پوچھا تو اُنھون نے عرض کیا کہ مین عمدہ کو عمدہ کے ساتھ ملا رہا ہون آپنے فرمایا کہ تم سب نے خوب کیا اور بہتر کیا جب خفیہ اور علانیہ دونون کے پڑھنے مین احادیث وارد ہین تو اُن مین تطبیق کی صورت یہ ہی کہ آہستہ پڑھنا ریا سے بعید تر ہی اور بناوٹ کو اُسمین دخل نہین تو جو شخص اپنے نفس پر ریا اور بناوٹ کا خوف رکھتا ہو اُسکے حق مین آہستہ پڑھنا ہی بہتر ہی اور اگر اس امر کا خوف نہو اور نہ پکار کر پڑھنے سے کسی دوسرے کے پڑھنے مین خلل ہوتا ہو تو اس صورت مین پکار کر پڑھنا افضل ہی اسلیے کہ اسمین عمل بہت ہی اور اُسکا فائدہ غیر کو بھی پہونچتا ہی اور ظاہر ہی کہ جو خیر دوسرے کو بھی پہونچے وہ اُس سے بہتر ہی جو ایک ہی کو پہونچے اور ایک وجہ یہ ہی کہ پکار کر پڑھنا قاری کے دل کو ہوشیار کرتا ہی اور اسکی ہمت کو قرآن مین فکر کرنے کے لیے جمع کر دیتا ہی اور اُسکے کان کو اُسکی طرف متوجہ کر دیتا ہی اور نیند کو دفع کر دیتا ہی اور پڑھنے کا مزہ زیادہ ہوتا ہی اور تکان کم کرتا ہی اور یہ بھی اُمید ہوتی ہی کہ کوئی سوتا ہوا آواز سُنکر جاگ پڑے تو اُسکی شب بیداری کا باعث پڑھنے والا ہی ہوگا اور بعض اوقات کوئی غافل بیکار آدمی اُسکو دیکھکر خواب غفلت سے ہوشیار ہوتا ہی اور بمفحوائے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد قاری کی کیفیت اُسکے دل مین اثر کر جاتی ہی اور کچھ کرنیکا مشتاق ہو جاتا ہی پس اگر قاری کی ان نیتون مین سے کوئی نیت ہو تو پکار کر پڑھنا اچھا ہی اور اگر یہ سب نیتین جمع ہو جاوین تو اجر بھی متضاعف ہوگا کیونکہ نیتون کی کثرت سے اعمال بڑھتے ہین اور اُنکا ثواب متضاعف ہوتا ہی مثلاً ایک کام مین دس نیتین ہون تو اُسمین دس ثواب ہونگے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ قرآن کو مصحف مین دیکھکر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اسمین آنکھ کا کام اور مصحف کا دیکھنا اور اُٹھانا زیادہ ہی اسیوجہ سے اسکا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ دیکھکر قرآن پڑھنا سات گنا ثواب رکھتا ہی اسلیے کہ مصحف کا دیکھنا بھی تو عبادت ہی حضرت عثمان رض اس کثرت سے مصحف مین تلاوت کرتے تھے کہ دو قرآن آپ کے پاس پھٹ گئے تھے اور اکثر صحابہ رض کا یہی دستور تھا کہ دیکھکر تلاوت کرتے تھے اور یہ بُرا سمجھتے تھے کہ کوئی دن ایسا گذرے جسمین مصحف کو نہ دیکھین مصر کے ایک فقیہ حضرت امام شافعی رح کے پاس سحر کے وقت آئے اور آپکے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا آپنے اُس فقیہ سے کہا کہ فقہ نے تمکو قرآن سے روک دیا مجھکو دیکھو کہ مین عشا پڑھکر قرآن اپنے سامنے رکھتا ہون اور صبح تک اُسکو نہین بند کرتا **ادب دہم** قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا اور قرارت کو سنوار کر ادا کرنا مگر حروف کو اتنا نہ کھینچے کہ الفاظ بدل جاوین یا اُنکے انتظام مین ابتری ہو جاوے بلکہ ایک خوبی اور زینت کے ساتھ پڑھے کہ سنت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین زینوا القرآن باصواتکم۔ اور فرمایا ما اذن اللہ لشئ ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن۔ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔ بعضے اس حدیث سے یہ مراد کہتے ہین کہ استغنا مقصود ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد لہجہ کا سنوارنا اور الحان سے پڑھنا ہی اور لغت والون کے نزدیک صواب کے قریب پچھلے ہی معنی ہین۔ اور مروی ہی کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کا انتظار کرتے تھے وہ دیر کر تشریف لائین آپ نے فرمایا کہ دیر کیون ہوئی اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین ایک شخص کی قرارت سُنتی تھی کہ اُس سے

زیادہ خوش آواز میں نے نہیں سُنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور تشریف بیجا کر اُس شخص کی تلاوت دیر تک سنکر لوٹ آئے اور فرمایا کہ یہ شخص ابو حذیفہ کا مولا ہی خدا کا شکر ہی کہ جسنے میری اُمت میں ایسا شخص کیا۔ اور ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تلاوت سُنی اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے بہت دیر تک کھڑے رہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اراد ان یقرأ القرآن غضًا کما انزل فلیقرأہ علی قراءۃ ابن ام عبد اور ایکبار آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو فرمایا کہ قرآن مجھکو سُنا وانھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر تو اُتارا ہی ہی آپ ہی کو سُناؤن آپنے فرمایا کہ مجھکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو دوسرے شخص سے سُنوں پس حضرت ابن مسعودؓ پڑھے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چشم مبارک سے آنسو بہاتے تھے۔ اور ایکبار آپ نے حضرت ابو موسی اشعری کا پڑھنا سُنا تو فرمایا کہ اس شخص کو آل داؤد کی مزامیر میں سے کچھ عنایت ہوا ہی یہ خبر حضرت موسی اشعری کو پہونچی اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ آپ سنتے ہیں تو میں آپکے لیے اور بنا اور سنوار کر پڑھتا۔ اور قاری ہیثم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہیثم تو ہی ہی جو قرآن کو اپنی آواز سے سنوارتا ہی میں نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ خدا تعالی تجھکو جزائے خیر دیوے اور مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب جمع ہوتے تو اپنے مجمع میں سے ایک شخص سے کہتے کہ تم کوئی سورت قرآن کی پڑھو۔ اور حضرت عمرؓ حضرت ابو موسی سے کہتے کہ ہمکو ہمارے رب کی یاد دلاؤ حضرت ابو موسی رضؓ آپ کے سامنے یہان تک قرآن پڑھتے کہ نماز کا وقت درمیانی ہونے کو آجاتا اُسوقت لوگ کہتے کہ یا امیر المومنین الصلوۃ الصلوۃ تو آپ فرماتے کہ ہم کیا نماز میں نہیں ہیں یعنی یہ ارشاد اشارہ تھا اللہ تعالی کے ارشاد پر کہ فرمایا ہی ولذکر اللہ اکبر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی کی کتاب مجید میں سے ایک آیت سُنے گا وہ اُسکے لیے قیامت میں نور ہوگی اور ایک حدیث میں ہی کہ اُسکے لیے دس نیکیان لکھی جاوینگی اور جب سننے والے کو اتنا ثواب ہوا اور پڑھنے والا اس ثواب کا سبب ہی تو وہ بھی اُسمین شریک ہوگا بشرطیکہ اُسکا قصد ریا اور تکلف نہو

تیسری فصل تلاوت کے اعمال باطنی کے ذکر میں اور وہ دس ہین اول سمجھنا اصل کلام کا یعنی کلام کی عظمت اور بزرگی کو جاننا اور خدائے تعالی کے فضل و احسان کو خلق پر سمجھنا کہ اُسنے عرش برین سے اس کلام کو ایسے درجہ میں اُتار دیا کہ خلق کی سمجھ میں آجاوے تو اب تامل کرنا چاہیے کہ خدائے تعالے کی مہربانی خلق پر کتنی ہی کہ جو کلام کہ اُسکی صفت قدیم اور اُسکی ذات کے ساتھ قائم تھا اُسکے معانی کو خلق کی سمجھ میں پہونچا دیا اور وہ صفت حروف و اصوات کے بیچ میں پڑکر کس طرح خلق کو ظاہر ہو گئی حالانکہ حروف و اصوات بشر کے صفات ہین لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہیں کہ بدون ذریعہ اپنے صفات نفس کے خدا تعالی کے صفات کو سمجھ سکے اسلیے ان حروف و اصوات کے پیرایہ میں اُس صفت کو کر دیا اگر بالفرض کلام الٰہی کے کنہ جلال حروف کے پیرایہ میں چھپی نہوتی تو عرش بھی اُس کلام کے سُننے پر نہ ٹھہرتا نہ خاک کو تاب اُسکے سُننے کی ہوتی بلکہ اُسکی عظمت اور اشعہ نور سے عرش سے فرش تک سب متفرق ہو جاتے۔ اور اگر حضرت موسی علیہ السلام کو خدا تعالی ثابت نہ رکھتا تو اُن کو اُس کے کلام سُننے کی تاب نہوتی جیسے پہاڑ کو اُسکی ادنی تجلی کی طاقت نہوئی اور ریزہ ریزہ ہو گیا اور کلام کی عظمت کا سمجھنا بدون ایسی مثالوں کے ممکن نہیں جو خلق کی فہم کی حد تک ہون اور اسی نظر سے بعض عارفون نے اُس عظمت کو اسطرح تعبیر کیا ہی کہ کلام الٰہی میں سے لوح محفوظ میں ہر حرف کوہ قاف سے بڑا ہی اور سب فرشتے اگر اس بات پر متفق ہون کہ اُسکے ایک حرف کو اُٹھاوین تو اُنکو اُسکی طاقت نہو یہانتک کہ اسرافیل علیہ السلام جو لوح محفوظ کے فرشتے ہین آکر اُٹھا لیتے ہین اور اُنکا اُٹھانا بھی خدائے تعالی کے حکم سے ہی نہ اُنکے زور و طاقت سے اللہ تعالی نے اُنکو اُسکے اُٹھانے کی طاقت

لہ ح ۱ احمد و نسائی بروایت عمر رضی اللہ عنہ
ح ۲ جو تحقیق چاہیے کہ قرآن آہستہ اور اچھی آواز سے پڑھے جیسا اُترا ہی تو اُسکو چاہیے کہ ابن مسعود کی قرأت پر پڑھے
ح ۳ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رض
ح ۴ بخاری و مسلم بروایت ابو موسی
ح ۵ ...
ح ۶ احمد ...

دے دی ہو اور اُس مین اُن کو مصروف رکھا ہو - اور باوجود کلام کے عالی درجہ ہونے کے اُسکے معانی فہم انسان مین پہونچین اور آدمی کم رتبہ ہوکر
اُسکے سمجھنے مین ثابت رہے اُسکے لیے ایک حکیم نے نہایت پاکیزہ وجہ بیان کی ہو اور ایک مثال لکھی ہو جس مین کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہین کیا وہ یہ ہو کہ اُس نے کسی بادشاہ سے استدعا کی کہ انبیا علیہم السلام کی شریعت اختیار کرو بادشاہ نے اُس حکیم سے چند باتین
پوچھین اُنکا جواب حکیم نے ایسا دیا جو بادشاہ کی سمجھ مین آسکے پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا یہ بتاؤ کہ جو کلام انبیا لاتے ہین اُسکو تم دعوی کرتے ہو
کہ آدمیون کے کلام نہین بلکہ خدائے تعالی کا کلام ہو پھر اُس کلام کو آدمی کیسے سمجھتے ہین حکیم نے جواب دیا کہ ہم دیکھتے ہین کہ جب آدمی کسی
چوپایہ یا پرند کو سمجھانا چاہتے ہین مثلاً آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا یا سامنے مُنھ کرنا یا پشت پھیرنا وغیرہ اور اُنکو معلوم ہو کہ چوپایون کی سمجھ اس بات سے
قاصر ہو کہ جو کلام ہمارے نور عقل سے حسن ترتیب اور انتظام نادر کے ساتھ سرزد ہوتا ہو اُسکو سمجھ لیوین تو بالضرور اُنکو بہائم کے درجہ کی طرف اُترنا پڑتا
ہو اور اپنے مقصود کو اُنکے اندر ایسی آوازون سے پہونچاتے ہین جو بہائم کی سمجھ کے مناسب ہون جیسے چُخ چُخ کرنا اور سیٹی بجانا اور اُسی کے
قریب دوسری آوازین جنکو جانور سمجھ سکین اسی طرح آدمی بھی کلام الٰہی کو اُس کی ماہیت اور کمال صفات کے ساتھ سمجھنے سے عاجز ہین تو انبیا بھی
اُنکے ساتھ وہی چال چلے جو آدمی چوپایون کے ساتھ برتتے ہین یعنی اُس کلام پاک کو ایسے الفاظ حروف مین بیان کیا جس سے آدمی اُسکی
حکمت کو سمجھ جاوین جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے اُنکے مطالب کو سمجھ لیتے ہین - اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف و اصوات مین پوشیدہ رہتے
ہین اسی جہت سے اُن معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب سے کلام کی عظمت کیجاتی ہو تو گویا آواز حکمت کا جسم اور مکان ہو اور حکمت آواز کے لیے
روح اور جان ہیں جیسے آدمیون کے جسم روح کے ہونے کے باعث مکرم اور معزز ہوتے ہین اسیطرح کلام کے اصوات و حروف بھی اُن حکمتون
کی جہت سے جو اُنکے اندر رہتی ہین مشرف مقصود ہوتے ہین اور کلام منزلت بلند اور درجہ رفیع رکھتا ہو غلبہ مین زبردست حق و باطل مین
حکم جاری کرنے والا حاکم عادل اور گواہ پسندیدہ ہو اسی سے امر ہوتا ہو اور یہی نہی کرتا ہو باطل کو یہ تاب نہین کہ حکمت کے کلام کے سامنے ٹھہرے
جیسے سایہ آفتاب کی شعاع کے سامنے نہین ٹھہرتا اور انسانون کو یہ طاقت نہین کہ حکمت کی تہ کے پار ہو جاوین جیسے اُنکو یہ مقدور نہین کہ اپنی
آنکھون کو جسم آفتاب کے پار کردین لیکن آفتاب کی روشنی سے اُنکو اُسی قدر ملتا ہو کہ جس سے اُنکی آنکھون مین نور آجاوے اور صرف اپنی حاجات کو
معلوم کرلین غرض کلام کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کوئی بادشاہ ہو جسکا چہرہ معلوم نہین ہوتا اور اُسکا حکم جاری ہو یا آفتاب ہو کہ اُسکی روشنی ظاہر ہو اور
اُسکا عنصر پوشیدہ ہو یا ستارہ روشن ہو کہ بعض اوقات جس شخص کو اُسکی چال سے واقفیت نہین اُسکو بھی اُس سے راہ ملجاتی ہو - حاصل یہ کہ
کلام نہایت نفیس خزانون کی کلید ہو اور وہ آب حیات ہو کہ جس نے اُس مین سے پیا وہ زندۂ جاوید ہوا اور ایسی دوا ہو کہ جسنے اُسکو نوش جان
کیا کبھی بیمار نہوا غرضکہ یہ امر جو حکیم نے بیان کیا ہو معنی کلام کے سمجھانے کے لیے ایک شمہ ہو اور اس سے زیادہ بیان کرنا علم معاملہ کے مناسب
نہین اسی لیے اسی قدر پر اقتصار کیا جاتا ہو - **دوم** کلام کرنے والے کی عظمت کہ قاری کو تلاوت قرآن کے شروع کرنے کے وقت اپنے دل مین
متکلم کی عظمت حاضر کرنی چاہیئے اور یہ جانے کہ جو کچھ مین پڑھتا ہون یہ آدمی کا کلام نہین اور یہ کہ کلام مجید کی تلاوت مین بہت سا خطرہ ہو
اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا لا یمسہ الا المطہرون - اور جس طرح کہ ظاہر جلد قرآن کی اور اُسکے ورق اس بات سے محفوظ ہین کہ آدمی کی جلد بدن کی
طہارت اُسکو لگے اسی طرح اُسکے اندر کے معنی بھی بباعث اُسکی عزت و بزرگی کے دل کے اندر بدون ہر طرح کی ناپاکی سے پاک ہونے کے اور نور

تعظیم و توقیر سے منور ہونے کے نہیں آسکتے اور جس طرح کہ ہر ایک ہاتھ جلد مصحف کے چھونے کا شایان نہیں اسی طرح اسکے حروف کی تلاوت کو بھی ہر ایک زبان کی لیاقت نہیں رکھتی اور نہ ہر ایک دل کو اُس کے معانی کے حاصل کرنے کی قابلیت۔ اور اسی جیسی تعظیم کی جہت سے عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تو بیہوش ہو جاتے اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہے یہ کلام میرے رب کا ہے **خلاصہ** یہ کہ کلام کی عظمت سے متکلم کی عظمت ہوتی ہے اور متکلم کی عظمت دل میں نہیں آتی جب تک کہ اسکے صفات اور بزرگی اور افعال میں فکر نہ کریں پس جب کہ قاری کے دل میں عرش اور کرسی اور آسمان اور زمین اور اُنکے درمیان کی چیزیں یعنی جن اور انسان اور حیوانات اور درخت آویں اور جانے کہ ان سب کا پیدا کرنیوالا اور اُنپر قدرت رکھنے والا اور اُنکو روزی دینے والا واحد یکتا ہے اور سب کے سب اُسکے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اُسکے فضل و رحمت اور عذاب اور سطوت میں متردد ہیں اگر وہ انعام کریگا تو اپنے فضل سے اور اگر عذاب کریگا تو اپنے عدل سے اور اُسی کا یہ ارشاد ہے کہ یہ لوگ بہشت کے لیے ہیں اور مجھکو پروا نہیں اور یہ لوگ دوزخ کے واسطے ہیں اور مجھکو پروا نہیں اور یہ نہایت عظمت اور بزرگی ہے کہ کسی چیز کی پروا نہو تو ایسی باتوں کے سوچنے سے متکلم کی عظمت دل میں آتی ہے پھر کلام کی تعظیم اُسمیں جاگزین ہوتی ہے **سوم** دل کا حاضر ہونا اور حدیث نفس کا نہونا بعض مفسرین نے یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة کی تفسیر میں کہا ہے کہ قوت سے مراد کوشش اور اجتہاد ہے اور کتاب کو کوشش سے لینے کی یہ معنی ہیں کہ اسکو پڑھنے کے وقت اسی کے لیے ہو رہے اور ہمت کو اُس میں مصروف کردے دوسری چیزوں میں صرف ہمت نہ کرے۔ اور بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن مجید پڑھتے ہو تو تم اپنے نفس میں کسی چیز کی بات کرتے ہو یا نہیں فرمایا کہ بھلا قرآن سے زیادہ مجھے کوئی چیز پیاری ہے جسکی بات میں اپنے جی میں کروں اور بعض اکابر سلف کا دستور تھا کہ جب کوئی سورہ پڑھتے اور اُس میں دل حاضر نہوتا تو اُس کو دوبارہ پڑھتے اور یہ صفت حضور دل کی پہلی صفت یعنی کلام کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ جس کلام کو آدمی پڑھتا ہے اگر اُس کی تعظیم کرے گا تو اُس سے اُنس حاصل کرے گا اور بشارت کا خواہان ہوگا اور اُس سے غافل نہوگا اور قرآن مجید میں وہی چیزیں ہیں جن میں اُنس ہو اور دل لگے بشرطیکہ پڑھنے والا اُسکا اہل ہو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرآن پڑھے وہ دوسری چیز میں فکر کرنے سے اُنس کا طالب ہو قرآن تو خود سیرگاہ اور تماشا کا مقام ہے جو شخص سیر کے مقاموں کا تماشا کرتا ہوگا وہ اُن کے سوا اور چیزوں میں فکر نہ کرے گا چنانچہ کہتے ہیں کہ قرآن میں میدان اور بستان اور مقصورے اور عروسیں اور دیبا اور گلزار اور سرائیں ہیں اس طرح کہ میم اُسکے میدان ہیں اور ر قرآن کے بستان اور رح اُسکے حجرے اور جن سورتوں کے شروع میں سبحان یا سبح یا یسبح ہے اور وہ اُسکی عروسیں ہیں اور ساتوں حٰم اُسکے دیبا ہیں اور مفصل سورتیں اُسکے گلزار ہیں اور اُنکے سوا سرائیں ہیں پس جسوقت قاری میدانوں میں داخل ہو اور بوستانوں کے میوے توڑے اور حجروں میں گھسے اور عروسوں کو دیکھے اور دیبا پہنے اور گلزار کی گلگشت کرے اور سراؤں کی کھڑکیوں میں ٹھہرے تو یہ باتیں اُسکو دوسری طرف متوجہ نہونے دینگی انھیں میں ڈوبا رہیگا اُسکا دل علیحدہ نہوگا نہ فکر بٹیگا **چہارم** قرات میں تامل کرنا یہ امر حضور دل کے سوا ہے کہ بعض اوقات تلاوت کرنے والا قرآن کے سوا دوسری چیز میں تو فکر نہیں کرتا مگر صرف قرآن اپنی زبان سے سنتا ہے اُسکو سمجھتا نہیں حالانکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور تامل کرنا ہے اور اسی وجہ سے اُسکو ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہوا ہے کہ اگر ظاہر میں ٹھہر کر پڑھیگا تو دل میں سوچیگا اور سمجھتا جاویگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں سمجھ نہو نہ اُسمیں برکت ہوتی ہے اور نہ جس

تلاوت مین تامل ہو اسمین بہتری ہوتی ہی- اور اگر تلاوت کرنے والا بدون دوبارہ پڑھنے کے معنی مین تامل نہ کر سکے تو چاہیئے کہ دوبارہ پڑھے لیکن امام کے پیچھے ایسا نہ چاہیئے کیونکہ اگر یہ ایک آیت کو سوچتا رہیگا اور امام دوسری آیت مین مشغول ہو جاوے گا تو برا کریگا اور اُس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص اُسکے کان مین بات کہے اور یہ ایک ہی لفظ سے تعجب کرنے لگے اور اُسکی باقی گفتگو کچھ نہ سمجھے اور یہی حال ہو اگر امام رکوع مین ہو اور یہ اُسکی پڑھی ہوئی آیت مین فکر کر رہا ہو بلکہ جس رکن مین جاوے اور جو کچھ پڑھے اُسی کو سوچے دوسری بات سوچنا داخل وسواس ہی چنانچہ عامر بن عبد قیس سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجھکو نماز مین وسواس ہوا کرتا ہی لوگون نے کہا کہ دنیا کے معاملات کا وسوسہ ہوتا ہی فرمایا کہ دنیا کے وسوسون سے تو مین اپنے حق مین اُسکو بہتر جانتا ہون کہ نیزون کی بھالین میرے وار پار کردی جاوین بلکہ وہ یہ صورت ہی کہ میرا دل اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے مین لگ جاتا ہی اور یہ سوچنے لگتا ہی کہ یہان سے کیسے پھرون- تو دیکھو کہ اُنھون نے اُسکو بھی وسواس جانا اور واقع مین اس اعتبار سے وسواس ہی کہ جس رکن مین آدمی ہو اُسکو سمجھنے نہین دیتا اور شیطان ایسے لوگون پر بدون اس صورت کے قابو نہین پاتا کہ اُنکو کسی دینی ضرورت مین مشغول کر دے اور جو افضل بات ہی اُس سے روک دے اور جب یہ معاملہ حضرت حسن بصری کے سامنے مذکور ہوا تو فرمایا کہ اگر تم اُنکا یہ حال سچ کہتے ہو تو ہم پر اللہ تعالی نے یہ احسان نہین کیا اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بیس دفعہ اُسکو دہرایا اور اتنی دفعہ پڑھنے کی یہی وجہ تھی کہ آپ اُسکے معانی مین فکر کرتے تھے- اور حضرت ابوذر رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ہمکو نماز پڑھائی اور تمام رات ایک ہی آیت کو مکرر پڑھتے رہے اور وہ یہ آیت ہی ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم- اور تمیم داری نے ایک رات اس آیت مین بسر کر دی تھی ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم ساء ما یحکمون- اور سعید بن جبیر نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی وامتازوا الیوم ایہا المجرمون- اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک سورۃ شروع کرتا ہون اس مین بعض بات ایسی مشاہدہ کرتا ہون کہ صبح تک کھڑا رہتا ہون وہ سورت پوری نہین ہوتی- اور بعض اکابر یہ فرمایا کرتے کہ جتنی آیتین مین نہین سمجھتا اور ان مین میرا دل نہین ہوتا اُن مین ثواب نہین جانتا- اور ابو سلیمان دارانی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین ایک آیت پڑھتا ہون اور چار یا پانچ شبین اُسی مین بسر ہو جاتی ہین اگر مین خود اُس مین فکر کرنا نہ چھوڑدون تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آوے اور بعض اکابر سلف سے منقول ہی کہ وہ سورۂ ہود مین چھ مہینے رہے اُسی کو مکرر پڑھا کیے اور اُس مین فکر کرنے سے فرصت نہ ملی اور بعض عارف فرماتے ہین کہ میرا ختم ایک تو ہفتہ وار ہی اور ایک ہر مہینہ مین اور ایک ہر سال مین اور ایک وہ ہی کہ تیس برس سے مین نے شروع کیا ہی ابھی تک اُس سے فارغ نہین ہوا یعنی جس قدر فکر اور تفتیش زیادہ ہو اُسی قدر مدت ختم کی بڑھتی ہی اور یہ بھی اُن بزرگ کا قول تھا کہ مین نے اپنے نفس کو مزدور کے قائم مقام کر رکھا ہی اسی لیے مین روزینہ پر بھی کام کرتا ہون اور ہفتہ وار بھی اور مشاہرہ اور سالانہ کے اعتبار سے بھی (ششم) تفہم یعنی ہر آیت سے جو مضمون اُسکے لائق ہو اُسکو نکالے کیونکہ قرآن مین ذکر اللہ تعالی کی صفات اور افعال کا اور ذکر انبیا کے احوال اور اُنکے مکذبین کے حالات کا ہی اور یہ امر کہ وہ کس طرح ہلاک کر دیے گئے اور ذکر خدا تعالی کے اوامر اور نواہی کا اور ذکر جنت و دوزخ کا ہی صفات کی آیتین یہ ہین کہ مثلاً ارشاد ہی لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر- اور فرمایا الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر پس ان اسما اور صفات کے

معنون مین تامل کرے تاکہ اُنکے اسرار واضح ہون کہ ہر ایک کے اندر بہت معانی مدفون ہین اور بجز توفیق یافتہ شخصون کے اور کسی کو معلوم نہین ہوتے اور اسی کی طرف حضرت علی رضی نے ارشاد فرمایا ہی اپنے اس قول مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات مجھکو خفیہ ایسی نہین بتائی کہ لوگون سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہی کہ اللہ تعالی کسی بندہ کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت کر دیتا ہی پس اس فہم کی طلب کا حریص ہونا چاہیے جس کو حضرت علی رضی نے ارشاد فرمایا اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ جو شخص اولین و آخرین کے علم کا ارادہ کرے اُسکو چاہیے کہ قرآن مجید کے علم کی بحث کرے اور علوم قرآن مین سب سے زیادہ اللہ تعالی کے اسماء اور صفات کے اندر ہین کہ اکثر لوگون کو اُنمین سے وہی باتین دریافت ہوئی ہین جو اُنکے فہم کے لائق ہین اُنکی تہ کو نہین پہونچے ۔ اور **افعال** اللہ تعالی کے یہ ہین کہ آسمان اور زمین وغیرہ کا پیدا کرنا اور مارنا اور جلانا وغیرہ تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ ان افعال سے خدا تعالی کے اسما اور صفات سمجھے اسلیے کہ فعل فاعل پر دلالت کیا کرتا ہی اور فعل کی عظمت سے اُسکے فاعل کی عظمت معلوم ہوتی ہی اسلیے یہ چاہیے کہ فعل مین فاعل کا مشاہدہ کرے صرف فعل ہی کا لحاظ نہ رکھے کہ جو کوئی حق کو پہچانتا ہی وہ اُسکو ہر چیز مین دیکھتا ہی کیونکہ ہر چیز اُسی سے ہی اُسی کی ذات سے قائم اور اُسی کی ملک تو واقع مین ہمہ اوست کا سا مضمون ہی اور جو شخص اپنی دیکھی ہوئی ہر چیز مین اُسکو نہین دیکھتا اُسنے گویا اُسکو پہچانا ہی نہین اور جس نے اُس کو پہچان لیا ہی اُس نے یہ جان لیا ہی کہ سوا ئے خدائے تعالی کے ہر چیز باطل ہی اور بجز اُسکی ذات کے ہر ایک چیز فانی ہی یہ نہین کہ ثانی الحال باطل ہو جاویگی بلکہ اگر اُس کے وجود کو اُسکی ذات کے اعتبار سے دیکھین تو بالفعل باطل ہی ہان اگر اُسکے وجود کو اس لحاظ سے دیکھین کہ وہ خدائے تعالی کے باعث اور اس کی قدرت کی جہت سے موجود ہی تب البتہ اُسکو تبعیت کے طور پر ثبات ہوگا اور مستقل ہو کر تو صرف باطل ہی اور یہ امر علم مکاشفہ کا آغاز ہی اور اسی وجہ سے تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ جب اللہ تعالی کے یہ ارشاد پڑھے افرأیتم ما تحرثون افرأیتم ما تمنون افرأیتم الماء الذی تشربون افرأیتم النار التی تورون ۔ تو اپنی نظر کو آگ اور پانی اور کھیتی اور منی پر کوتاہ نہ کرے بلکہ اُنکا سب حال سوچے مثلاً منی مین تامل کرے کہ وہ نطفہ ایک ہی اجزا کا تھا اُسکی ہڈیان اور گوشت اور رگین اور پٹھے کیسے بنے اور اعضاء مختلف شکلون کے سر اور ہاتھ اور پاؤن اور جگر اور دل وغیرہ کس طرح ہو گئے پھر اُس مین صفات عمدہ سننے دیکھنے عقل وغیرہ کے اور بُرے اخلاق مثل غضب اور شہوت اور کفر اور جہالت اور انبیا کا جھٹلانا اور جدل کرنا کیونکر پیدا ہوے جیسے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین ۔ تو ان عجائب مین تامل کرے ان سے ایک اور عجب العجائب کی طرف ترقی کر جاوے اور یہ وہ صفت ہی کہ جس سے یہ عجائب صادر ہوے ہین غرضکہ مدام جب فعل کو دیکھے اُس سے فاعل کی طرف نظر کرے اور انبیا کا احوال جب سُنے کہ وہ کسطرح جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے اور ان مین سے بعض جان سے مارے گئے تو اس سے خدا تعالی کی بے پروائی سمجھے کہ اُسکو نہ رسولون کی حاجت ہی نہ اُنکی جن کے پاس رسولون کو بھیجا ہی اور اگر وہ سب کو ہلاک کر دے تو اُسکی سلطنت مین کچھ اثر نہ ہوگا اور جب انبیا کی مدد کا حال انجام کو سُنے تو یون سمجھے کہ اللہ تعالی قادر ہی اور حق کی مدد کیا کرتا ہی اور مکذبین کا حال مثل عاد اور ثمود کے جب سُنے کہ اُنپر کیا گذرا تو اُس سے خدائے تعالی کی سطوت اور انتقام سے ڈرے اور اپنے نفس کے باب مین اُن حالات سے عبرت حاصل کرے کہ اگر مین غافل رہونگا اور بے ادبی کرونگا اور اس مہلت چند روزہ پر پھولونگا تو کیا عجب ہی کہ مجھپر بھی ایسا ہی عذاب ہو اور وہی حکم نفاذ پاوے اور ایسا ہی سوچنا اُسوقت چاہیے کہ جنت اور دوزخ کا وصف سُنے یا اور کوئی قرآن مین کا حال گوش زد ہو

اسلیے کہ جتنی باتین اُس مین سے سمجھی جاتی ہین اُنکا بالاستیعاب لکھنا ناممکن ہی اسوجہ سے کہ کوئی اُنکی حد نہین ہر بندہ کو جسقدر نصیب ہوا ہی اُسقدر سمجھتا ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اور ایک جا ارشاد فرمایا قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ اور اُس کی انتہا نہونے کی جہت سے حضرت علی رضنے فرمایا ہی کہ اگر مین چاہون تو الحمد کی تفسیر سے ستر اونٹ بھردون۔ اور ہمنے جو ذکر کیا ہی اُس سمجھنے کے طور پر تنبیہ کردی ہی تاکہ اُسکی راہ کھلے ورنہ اُسکے پورا بیان کرنے کی طمع نہین ہوسکتی اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین مین ادنی درجہ کی سمجھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اُن لوگون مین داخل ہوگا جنکے باب مین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ومنہم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم اور پھر وہ موانع ہین جن کو ہم ذیل مین لکھتے ہین۔ اور بعضون کا قول ہی کہ آدمی مرید نہین ہوتا جب تک کہ جس چیز کو چاہے قرآن مین نہ پالے اور نقصان کو فائدہ سے تمیز نہ کرے اور مولی کے سبب بندون سے بے پروا نہو جاوے۔ **ششم**۔ فہم کے موانع سے یکسو ہونا کہ اکثر لوگ جو قرآن کے معانی سمجھنے سے باز رہے اُسکا سبب یہی ہی کہ شیطان نے اُنکے دلون پر اسباب اور حجاب ایسے ڈال دیے ہین کہ قرآن کے عجائب اُنکو نہین سوجھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی الملکوت۔ اور معانی قرآن کے بھی ملکوت مین داخل ہین اور جو چیز حواس سے غائب ہی اور بدون نور عقل کے نہین معلوم ہوتی وہ ملکوت مین سے ہی اور قرآن کے معانی ایسے ہی ہین اور سمجھنے کے حجاب چار ہین پہلا یہ کہ ہمت اس بات کی طرف مصروف ہو کہ حروف کو مخرج سے نکالنا چاہیے اور اس بات کا متولی ایک شیطان ہی جو قاریون پر معین ہی اسلیے کہ اُنکو معانی قرآن کے سمجھنے سے اور طرف پھیر دے تو وہ قاریون کو اسی بات پر آمادہ کرتا ہی کہ حروف کو مکرر کہکر ادا کرین اور اُنکے خیال مین بسا دیتا ہی کہ ابھی یہ حرف اپنے مخرج سے نہین نکلا تو جس صورت مین کہ قاری کا تامل صرف حروف مخارج ہی پر منحصر ہو تو اُسکو قرآن کے معانی کہان واضح ہونگے اور جو شخص شیطان کے اس جیسے دھوکے مین آجاتا ہی وہ اُس کا بڑا ہی مسخرہ بنتا ہی۔ **دوسرا** یہ کہ کسی مذہب کو سُنکر اُسکا مقلد ہوگیا ہو اور اُس کی تعریف کرتا ہو اور اُسکے دل مین اُسکی پچ صرف سُنی ہوئی بات کے اتباع سے جم گئی ہو یہ نہین کہ بصیرت اور مشاہدہ سے دیکھکر اُسکی پچ کرتا ہو ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہی کہ اپنے اعتقاد کی زنجیر مین مقید رہتا ہی کہ وہ اُسکو ٹلنے نہین دیتی اسی لیے اُسکے دل مین بجز اُسکے اعتقاد کے اور چیز خطور نہین کرتی اُسکی نظر صرف اپنی سُنی ہوئی بات پر موقوف ہوتی ہی اور اگر کوئی چمک دور سے ہوجاتی ہی اور کچھ معنی اُسکے اعتقاد کے خلاف ظاہر ہوتے ہین تو شیطان تقلید اُسپر حملہ کرتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ بات تیرے دل مین کیسے گذری یہ تو تیرے اکابر کے عقیدون کے خلاف ہی پس وہ شخص اُن معنون کو شیطان کا فریب جانکر اُس سے دوری کرتا ہی اور اُس جیسے معانی سے احتراز کرتا ہی اور اسیوجہ سے صوفیہ کرام فرماتے ہین کہ علم حجاب ہی اور علم سے اُنکا مقصود اُن عقائد کا علم ہی جنپر اکثر لوگ صرف تقلید کی جہت سے چلے جاتے ہین یا مذہب کے متعصبون نے کلمات جدل لکھکر اُنکو سکھلا دیے ہین ورنہ علم حقیقی جو کشف اور نور بصیرت کا مشاہدہ ہوتا ہی وہ کسطرح حجاب ہوسکتا ہی نہایت مطلوب تو وہی ہی اور یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہی اور اس صورت مین مانع فہم ہی جیسے کوئی عرش پر مستوی ہونے کے باب مین جگہ پکڑنا اور ٹھہرنا اعتقاد کرے پس اگر صفت قدوسیت مین اُسکے دل مین یہ بات گذرے کہ جتنی باتین خلق پر ہوسکتی ہین وہ سب ایسی پاک ہین تو اُسکے دل مین تقلید اس بات کو جمنے نہ دیگی اور اگر بالفرض جم جاوے تب تو اُس سے دوسرا کشف اور تفسیر اور دوسرا بھاہوتا چلا جاویگا

اگر مقلد اس امر کو اپنے دل سے بوجہ اپنی تقلید باطل کے جلد دور کر دیتا ہے۔ اور بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہے اور وہ بھی فہم اور کشف کی مانع ہوتی ہے اسلیے کہ جسمین حق کے اعتقاد کرنے کا خلق کو حکم ہوا ہے اُسکے بہت سے مراتب اور مدرجے ہین اور اُسکا ایک مبدا ظاہری ہوتا ہے اور ایک تہ باطنی اور جب طبیعت ظاہر پر جم جاتی ہے تو باطن کو تہ تک پہونچنے کی مانع ہوا کرتی ہے جیسا کہ علم ظاہر اور باطن کے فرق بیان کرنے مین ہمنے باب قواعد العقائد مین ذکر کیا ہے تیسرا حجاب یہ ہے کہ کسی گناہ پر مصر ہو یا کبر کے ساتھ موصوف یا دنیا کی خواہش مین کچھ مبتلا ہو کہ یہ چیزین دل کی تاریکی اور زنگ کی موجب ہوتی ہین اور انکا حال ایسا ہے جیسے آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر ٹھیک ٹھیک عکس اُسمین نہین پڑتا اسیطرح دل پر اگر یہ چیزین بستی ہین تو امر حق کی تجلی اُسمین صاف نہین ہوتی اور حجاب دل کے لیے سب مین بڑا ہے اور اسی سے اکثر لوگ محجوب ہو گئے اور جسقدر کہ شہوات کا انبوہ دل پر زیادہ ہوگا اسی قدر معانی قرآن پر زیادہ حجاب اسکی طرف سے ہوگا اور جسقدر دنیا کا بوجھ دل پر ہلکا ہوگا اُسیقدر معانی کی تجلی نزدیک آجاویگی اسلیے کہ دل مثل آئینہ کے ہے اور شہوات مثل زنگ کے اور معانی قرآنی مثل اُن صورتون کے ہین جنکا عکس آئینہ مین پڑتا ہے اور دل سے ریاضت یعنی شہوات کو دور کرنا ایسا ہے جیسے صیقل گر آئینہ کو جلا کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے کہ جب میری اُمت دینار و درم کو بڑا جانیگی تو اُس مین سے اسلام کی ہیبت جاتی رہیگی اور جب اچھی بات کا امر کرنا اور بُری بات سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے محروم رہینگے حضرت فضیل فرماتے ہین کہ اسکے یہ معنی ہین کہ علم قرآن سے محروم رہینگے اور اللہ تعالی نے فہم اور تذکرہ مین انابت کو شرط فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب اور فرمایا وما یتذکر الا من ینیب۔ اور فرمایا انما یتذکر اولوا الالباب۔ تو جو کوئی دنیا کے دھوکے کو آخرت کی نعمت پر اختیار کرے وہ صاحبان عقل سے نہین اور اسی وجہ سے اسرار قرآنی منکشف نہین ہوتے **چوتھا** حجاب یہ ہے کہ کوئی تفسیر ظاہر پڑھلی ہو اور یہ اعتقاد کر لیا ہو کہ جو کچھ حضرت ابن عباس اور مجاہد رضـ نے کلمات قرآن کی تفسیر بیان کی ہے درست ہے اُنکے بیان کے سوا کلمات کے اور کچھ معنی نہین جو اُنکے سوا معنی کہے وہ قرآن کو اپنی عقل سے بیان کرتا ہے جسکی شان مین یہ وارد ہے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ سے تلاش کرے تو یہ بھی ایک حجاب ہے اور چوتھی فصل مین ہم یہ بیان کرینگے کہ راے سے تفسیر کرنے کے کیا معنی ہین اور یہ کہ یہ امر حضرت علی رضـ کے ارشاد کے خلاف نہین کہ اللہ تعالی کسی بندے کو قرآن مین سمجھ عنایت کر دیتا ہے اور ایک یہ کہ اگر معنی ظاہری اور منقول ہی ہوا کرتے تو آدمی اُسمین اختلاف ہی کیون کرتے تخصیص خاص کرنا اور اُسکی صورت یہ ہے کہ قرآن مین کے ہر خطاب مین فرض کرے کہ مین ہی مقصود ہون یعنی اگر امر اور نہی سُنے تو فرض کرے کہ حکم مجھکو ہوا ہے اور مجھی کو منع کیا گیا ہے اسیطرح اگر وعدہ اور وعید سُنے اُنکو اپنے حق مین فرض کرے اور اگر پہلے لوگون اور انبیا کے قصے سُنے تو جانے کہ قصے مقصود نہین بلکہ ان سے عبرت حاصل کرنی منظور ہے اور یہ غرض ہے کہ اُنکے درمیان مین جو کچھ اپنی حاجت کی بات ہو اُسکو اختیار کر لینا چاہیئے کیونکہ قرآن مجید کے جتنے قصے ہین اُنکے مضامین مین سے کچھ نہ کچھ فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اُمت کے حق مین ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے ما نثبت بہ فوادک۔ تو تلاوت کرنے والے کو فرض کر لینا چاہیئے کہ اللہ تعالی جو نبیون کا حال اور ایذا پر اُنکا صبر کرنا اور خداے تعالی کی مدد کے انتظار مین رہنا بیان فرماتا ہے اس سے ہمارے دل کا ثابت رکھنا چاہتا ہے اور اس فرض کرنے اور تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے نہین اُترا بلکہ وہ تمام عالمون کے لیے شفا اور ہدایت اور نور اور رحمت ہے اور اسلیے اللہ تعالی نے تمام لوگون کو نعمت کتاب کا شکر کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ۔ اور فرمایا لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم افلا تعقلون۔ اور فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم

ت ۱ سوجھانے کو اور یاد دلانے کو اس بندے کو جو رجوع رکھے
ت ۲ ... ت ۳ ... ت ۴ جس سے ثابت کرین تیرا دل ت ۵ ...

اور فرمایا کذلک یضرب اللہ للناس امثالہم اور فرمایا واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم۔ اور فرمایا ہذا بصائر للناس وہدی ورحمۃ لقوم یوقنون۔ اور فرمایا ہذا بیان للناس وہدی وموعظۃ للمتقین۔ اور جبکہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ خطاب سے سب لوگ مقصود ہین اور قاری بھی اُنھین مین سے ہی تو بیشک خطاب مین شریک ہوگا اسلیے اُسکو فرض کرنا چاہیے کہ اس خطاب سے مین مقصود ہون اللہ تعالی فرماتا ہی واوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ محمد بن کعب قرظی کہتے ہین کہ جس شخص کو قرآن پہونچا تو گویا خدا تعالی نے اُس سے کلام کیا۔ اور تلاوت کرنے والا جب اپنے آپ کو مخاطب سمجھے تو اپنا عمل صرف سرسری پڑھ لینا مقرر نہ کرے بلکہ اُسکو اسطرح پڑھے جیسے غلام اپنے آقا کا پروانہ پڑھے جس مین اُسنے لکھا ہو کہ اُسکو سوچ سمجھکر اُسکے بموجب کاربند ہونا اور اسی جہت سے بعض علمانے فرمایا ہی کہ یہ قرآن ہمارے رب کی طرف سے خطوط عہد وپیمان کے ساتھ آئے ہین کہ اُنکو نمازون مین ہم سمجھین اور تنہائیون مین اُنپر واقف ہون اور طاعات مین اُنکی تعمیل کرین اور حضرت مالک بن دینار کہا کرتے کہ اے قرآن والو قرآن نے تمھارے دلون مین کیا بویا ہی قرآن مومن کے حق مین بہار ہی جیسے زمین کے حق مین مینہ بہار ہوتا ہی اور قتادہؓ نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے قرآن کی ہمنشینی کی وہ یا فائدہ ہی لیکر اُٹھا یا گھٹی لیکر کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ہو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظلمین الا خسارا۔ ہشتم متاثر ہونا یعنی جس طرح آیتین مختلف مضامین کی آتی جاتین اسی طرح دل مین مختلف آثار ہوتے جاوین اور جس مضمون کو حزن اور خوف اور رجا کے لیے سمجھے اُسی حالت اور کیفیت سے دل موصوف ہو جاوے اور جب کہ آدمی کی معرفت کامل ہوگی تو اُسکے دل پر اکثر خوف غالب رہیگا کیونکہ آیات قرآنی مین تضییق بہت ہی مثلاً ذکر رحمت ومغفرت کو ایسی شرطون سے وابستہ پاوےگے کہ عارف اُنکے حاصل کرنے سے قاصر ہو دیکھو مغفرت کے باب مین چار شرطین مذکور فرمائین وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی۔ اور فرمایا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اس مین بھی چار شرطین ارشاد فرمائین اور جس جگہ مختصر فرمایا وہان ایک شرط ایسی لگادی ہی کہ وہ سب کی جامع ہو مثلاً فرمایا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین کہ رحمت کے لیے احسان کی شرط لگادی ہی کہ وہ سب کی جامع ہی اسی طرح اگر کوئی قرآن کو اول سے آخر تک ڈھونڈھے تو ایسے ہی مضامین بہت پاوے گا اور جو شخص اس بات کو سمجھ لیگا اُسکو شایان یہی ہی کہ اُسکا حال خوف اور حزن ہو۔ اور اسی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہی کہ جو بندہ آج قرآن پڑھتا ہی اور اُسپر ایمان رکھتا ہی اُسکا حزن بہت ہو جاتا ہی اور خوشی کم اور رونا زیادہ ہوتا ہی اور ہنسنا تھوڑا اور رنج اور شغل کثرت سے ہو جاتا ہی اور راحت اور بیکار رہنا قلیل اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ ہمنے ان حدیثون اور وعظ کی باتون مین نظر کی مگر قرآن کی تلاوت اور تدبر سے زیادہ کسی چیز کو نہ پایا جس سے دل نرم ہو اور حزن کو خوب کھینچ لاوے۔ غرضکہ بندہ کا تلاوت سے متاثر ہونا یہ ہی کہ جو آیت پڑھے اُسکی صفت کے ساتھ موصوف ہو جاوے مثلاً آیت وعید پر اور جہان کہ مغفرت کو بہت شرطون پر وابستہ کیا ہی خوف سے اتنا گھلے کہ گویا مر جاویگا اور جس جگہ وسعت رحمت اور وعدہ مغفرت ہو وہان اتنا خوش ہو کہ گویا خوشی سے اُڑ جاویگا اور خدا تعالی کے صفات اور اسماء کے ذکر کے وقت اپنی گردن اُسکے جلال کے سامنے خضوع کرنے اور اُسکی عظمت کو معلوم کرنے کی جہت سے جھکادے اور جب کافرون کا ذکر آوے اور اُنکے وہ قول پڑھے جو اللہ پر محال ہین مثلاً اُنکا یہ کہنا کہ خدا تعالی صاحب والد ہی یا بی بی رکھتا ہی تو اپنی آواز پست کردے اور اُنکی گفتگو کی قباحت سے دل مین شرمندہ ہو کر منکسر ہو اور جنت کی صفت کے وقت باطن مین اُسکا شوق اُبھرے اور دوزخ کے حال

مذکور ہونے پر اُسکے خوف کے مارے بدن تھرا اُٹھے اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رض کو ارشاد فرمایا کہ قرآن مجھکو سناؤ تو حضرت ابن مسعود رض کہتے ہین کہ مین نے سورۂ نسا شروع کی جب مین اس آیت پر پہونچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہولاء شہیدًا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہین آپ نے فرمایا کہ اب بس کرو۔ اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اس حالت کے مشاہدہ مین آپ کا دل بالکل مستغرق ہوا اور خوف کرنے والون مین بعض اس طرح کے تھے کہ وعید کی آیتون پر بیہوش ہو کر گر جاتے تھے اور بعض ایسے بھی گذرے کہ آیتون کے سُننے مین انتقال کر گئے ہین حاصل یہ کہ اسطرح کے احوال سے تلاوت کرنے والا صرف نقال نہین رہتا مثلاً جب کہے انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ اور دل مین خوف نہو تو یہ پڑھنا صرف کلام کا نقل کرنا ہوا اور جب پڑھے علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔ اور توکل و انابت کی حالت نہو تو یہ کہنا زبانی حکایت ہوگی اور جب پڑھے ولنصبرن علی ما آذیتمونا۔ تو چاہیے کہ اُس کا حال صبر خواہ عزیمت ہو تا کہ اس آیت کے پڑھنے کی کیفیت و حلاوت پاوے اور اگر ان صفات سے موصوف نہوگا اور ان حالات مین اسکا دل بدلتا رہیگا تو تلاوت سے اسکو صرف زبان کی حرکت کا فائدہ ہوگا اور اپنے نفس کو صریح لعنت کریگا ان آیتون کے پڑھنے سے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین اور کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اور وہم فی غفلۃ معرضون اور فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا اور ومن لم یتب فاولئک ہم الظالمون۔ اور سوا ے انکے اور اسی طرح کی آیتون کے پڑھنے سے اپنے آپ کو لعن طعن کریگا اور اس آیت کا مصداق بنیگا ومنہم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی یعنی صرف تلاوت ہی جانتے ہین اور اس آیت کے معنون مین داخل ہوگا وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ اسلیے کہ ان علامتون کا بیان اچھی طرح قرآن مجید مین ہے اور جب پڑھنے والا ان سے گذر جاوے اور متاثر نہو تو اُنسے روگردان ہوگا۔ اور یہین وجہ کسی نے کہا ہے کہ جو شخص اخلاق قرآنی سے متصف نہین ہوتا وہ جسوقت کلام اللہ پڑھتا ہے اللہ تعالے اسکو پکار کر فرماتا ہے کہ تجھکو میرے کلام سے کیا علاقہ تو تو مجھ سے روگردان ہے اگر تو میری طرف رجوع نہین کرتا تو میرے کلام کو مت پڑھا اور گنہگار آدمی جو قرآن کو مکرر پڑھتا ہے اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہی پروانہ کو دن بھر مین کئی دفعہ پڑھ لیا کرے اور اُس مین حکم ہو کہ ہمارے ملک کو آباد کرو مگر وہ اُسکے اُجاڑنے مین مشغول ہو اور اُسکے پروانہ کو صرف پڑھ لینے پر اکتفا کرے اور تعمیل اُلٹی کرے پس اگر وہ پروانہ نہ پڑھتا اور حکم کے خلاف کرتا تو اُسمین بادشاہی پروانہ کی حقارت اور غضب سلطانی کا استحقاق غالبًا کم ہوتا اور اس صورت مین ظاہر ہے کہ اُسکی حرکت نہایت نازیبا ہے اور اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے فرمایا ہے کہ مین قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہون مگر جب اُسکے مضامین یاد کرتا ہون تو غضب الٰہی سے ڈر جاتا ہون اور قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر تسبیح اور استغفار پڑھنے لگتا ہون اور جو شخص کہ قرآن پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہے وہ اس آیت کے مطابق ہے فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو اُسوقت تک پڑھو کہ تمھارے دل مانوس ہین اور جلدین نرم ہون اور جب یہ حال نرہے تو پڑھنا موقوف کرو اور ایک روایت مین ہے کہ اُسکے پاس سے اُٹھ کھڑے ہو اللہ تعالے فرماتا ہے۔ الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون مین قرآن کا

خوش آوازہ ہو کہ جب اُسکو پڑھتے ہوے سُنو تو جان لو کہ خدا تعالی سے ڈرتا ہو اور فرمایا کہ قرآن کسی کے مُنہہ سے ایسا اچھا نہین معلوم ہوتا جیسا اُس شخص کے مُنہہ سے معلوم ہوتا ہو جو خدا تعالی سے ڈرتا ہو پس قرآن اسی غرض سے پڑھا کرتے ہین کہ دل پر یہ احوال کھینچ آوین اور اُسکے بموجب عمل کیا جاوے ورنہ صرف الفاظ پر زبان ہلانے مین کیا محنت ہو اور اسیواسطے بعض قاری کہتے ہین کہ مین نے اپنے اُستاد کو قرآن سنایا پھر مین دوبارہ اُنکی خدمت مین گیا کہ دوبارہ سُناؤن اُنھون نے مجھکو جھڑک دیا اور فرمایا کہ میرے سامنے پڑھنے کو تو نے عمل ٹھہرا لیا جا خدا کے سامنے پڑھ اور دیکھ کہ تجھکو کیا حکم کرتا ہو اور کیا سمجھاتا ہو اور یہی وجہ اصحابؓ کا شغل احوال و اعمال مین ہوتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف جب ہوئی تو بیس ہزار صحابی اپنے چھوڑے مگر اُنمین سے کُل سے قرآن صرف چھہ شخصون نے یاد کیا تھا اُنمین سے بھی دو مین اختلاف ہو اکثر صحابہ ایک سورت یا دو یاد کیا کرتے تھے اور جو شخص کہ سورۂ بقر اور انعام یاد کر لیتا تھا وہ اُنمین عالم ہوتا تھا۔ اور جب ایک شخص قرآن سیکھنے کو آیا اور اس آیت پر پہونچا فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ۔ تو کہا کہ مجھے یہ کافی ہو اور چلا آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس حال مین پھرا کہ فقیہ ہو اور واقع مین محبوب اور کمیاب یہی حالت ہی جو اللہ تعالی ایماندار کے دل پر آیت سمجھنے کے بعد مرحمت فرماتا ہو اور صرف زبان کی حرکت مفید کم ہو بلکہ جو شخص زبان سے تلاوت کرے اور عمل سے روگردان رہے وہ اس بات کا سزاوار ہو کہ اس آیت کا مصداق ہو ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشة ضنکا ونحشرہ یوم القیامة اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک آیاتنا فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی یعنی آیتون کو تو نے ویسے ہی چھوڑ دیا اُن پر عمل کیا اور نہ اُنکی کچھ پروا کی کیونکہ جو شخص کسی کام مین تقصیر کرتا ہو اُسکو کہا کرتے ہین کہ وہ اُسکو بھول گیا اور تلاوت کما حقہ اسکو کہتے ہین کہ اُس مین زبان اور عقل اور دل شریک ہون زبان کا کام اُسمین حرفون کا صحیح کرنا اور ٹھہر کر پڑھنا ہو اور عقل کا کام معانی کا بیان کرنا اور دل کا کام حکم ماننا اور جھڑکی قبول کرنے سے متاثر ہونا تو گویا زبان واعظ ہو اور عقل مترجم اور دل نصیحت قبول کرنے والا۔ **نہم** ترقی کرنی یعنی تلاوت مین یہانتک ترقی کرے کہ قرآن کو اللہ تعالی سے سُنے نہ اپنے آپ سے کیونکہ پڑھنے کے تین درجے ہین سب مین ادنی یہ ہو کہ بندہ اپنے آپ کو فرض کرے کہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہو پڑھتا ہون اور وہ میری طرف دیکھتا ہو اور میرے پڑھنے کو سُنتا ہو تو اس صورت مین اُسکی حالت سوال و تملق اور انکسار اور عاجزی کی ہوگی دوسرا درجہ یہ ہو کہ اپنے دل سے مشاہدہ کرے کہ گویا اللہ تعالی اُسکو دیکھتا ہو اور اپنے الطاف سے اُسکو خطاب کرتا ہو اور اپنے انعام و احسان سے اُس پر بھید کہتا ہو ایسی صورت مین تلاوت کرنے والے کا مقام حیا اور تعظیم اور سُننا اور سمجھنا ہوگا تیسرا درجہ یہ ہو کہ کلام مین متکلم کو دیکھے اور کلمات مین صفات پر نظر کرے یعنی نہ اپنے نفس کو دیکھے اور نہ اپنی قرأت پر لحاظ کرے اور نہ اپنے منعم علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے اوپر انعام کے متعلق ہونیکا دھیان کرے بلکہ اپنی ہمت اور فکر کو کلام کرنے والے پر منحصر اور موقوف کر دے اسطرح کہ گویا متکلم کے مشاہدہ مین غیر کی طرف سے کچھ خبر نہین یہ درجہ مقربون کا ہو اور اس سے پیشتر کے دو درجے اصحاب الیمین کے ہین اور جو قرأت ان تینون درجون کے سوا ہو وہ غافلون کا درجہ ہو اور حضرت

[illegible]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے درجہ سوم کو اسطرح ارشاد فرمایا کہ بخدا اللہ تعالی نے اپنے کلام مین اپنی مخلوق کے لیے تجلی فرمائی مگر خلق کے لوگ اُسکو نہین دیکھتے۔ اور ایک بار آپ کو نماز مین ایسی حالت ہوئی کہ بیہوش ہوکر گر پڑے جب آپ کو افاقہ ہوا تو کسی نے اُس حالت کی کیفیت پوچھی آپ نے فرمایا کہ مین آیت کو بار بار اپنے دل پر پڑھ رہا تھا یہان تک کہ اُسکو مین نے متکلم سے سُنا پس اُسکی قدرت کے معائنہ کے لیے میرا جسم نہ ٹھہرا اس جیسے درجہ مین حلاوت اور مناجات کی لذت بہت ہوتی ہے۔ اور اسی جہت سے بعض حکما نے کہا ہے کہ مین قرآن پڑھا کرتا تھا مگر اُسکی حلاوت نپاتا تھا یہان تک کہ مین نے اسطرح پڑھا کہ گویا اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنتا ہون کہ آپ اپنے اصحاب کو سُناتے ہین پھر ایک درجہ اور اوپر پڑھا اور اس طرح پڑھا کہ گویا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کرتے ہین اور مین سُن رہا ہون پھر اللہ تعالی نے ایک درجہ عنایت فرمایا کہ اب مین اُسکو متکلم سے سُنتا ہون اور مجھکو وہ حظ اور حلاوت نصیب ہے کہ مجھ سے صبر نہین ہوسکتا۔ اور حضرت عثمان اور حذیفہ رضؓ نے فرمایا ہے کہ اگر دل پاک ہوجاوین تو قرآن کی قرأت سے سیر نہون اور یہ اسلیے فرمایا کہ دل طہارت کی وجہ سے کلام مین متکلم کے مشاہدہ کی طرف ترقی کرتے ہین اور یہی وجہ ثابت بنانی نے فرمایا ہے کہ بیس ۲۰ برس تو مین نے قرآن مین مشقت ہی اُٹھائی مگر بیس ۲۰ برس اُس سے مجھکو دولت حلاوت ملی۔ اور آدمی اگر متکلم ہی کو مشاہدہ کرے اور اُسکے سوا پر نظر نہ ڈالے تو ان ارشادون کی تعمیل کرنے والا ہوگا اول ففروا الی اللہ دوم ولا تجعلوا مع اللہ الٰہا آخر۔ حاصل یہ کہ جو شخص ہر چیز مین خدا تعالی پر نظر نہ کرے وہ اُسکے غیر پر التفات کرنے والا ہوگا اور جو شخص خدا تعالے کے سوا اور چیز کی طرف ملتفت ہوگا اُسکے التفات مین کسی قدر شرک خفی ہوگا اور توحید خالص اسکو کہتے ہین کہ ہر چیز مین سواے خدا تعالی کے اور کچھ نہ دیکھے درجہم منقطع ہونا اپنی طاقت و قوت سے یعنی اپنے نفس پر بچشم رضا اور تزکیہ التفات کرنے سے قطع نظر رکھے مثلاً جب صالحین کے لیے وعدہ اور تعریف کی آیتین پڑھے تو اُسوقت اپنے آپکو اُنمین نہ سمجھے بلکہ اہل یقین اور صدیقین کے لیے وہ مدارج خیال کرے اور اس بات کا شائق ہو کہ اللہ تعالی اُنمین مجھکو بھی شامل کرے اور جب غصہ اور خفگی کی آیت اور گنہگارون اور تقصیر والون کی بُرائی پڑھے تو اُسمین اپنے نفس کو مشاہدہ کرے اور یہی فرض کرے کہ یہ خطاب میرے ہی نفس کو ہے تاکہ اُسکو خوف پیدا ہو اور اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضؓ فرمایا کرتے کہ الٰہی مین تجھ سے اپنے ظلم و کفر سے مغفرت چاہتا ہون لوگون نے اُنسے پوچھا کہ ظلم تو معلوم ہے کفر سے آپ مغفرت کیسی چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان الانسان لظلوم کفار یعنی اسی کفر سے مغفرت چاہتا ہون جسکا ثبوت آدمی مین آیت سے یقینی ہے۔ اور یوسف بن اسباط سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو کیا دعا مانگتے ہو۔ فرمایا کہ دعا کیا مانگون اپنی تقصیر کی مغفرت ستر بار چاہتا ہون پس جس صورت مین کہ قرأت مین اپنے نفس کو تقصیر کی صورت پر دیکھے گا تو یہ دیکھنا اُسکے قرب کا موجب ہوگا اسلیے کہ جو شخص قرب مین دُوری کا مشاہدہ کرتا ہے اُسکے لیے خوف مرحمت ہوتا ہے اور یہ خوف اُسکو قرب کے ایک درجہ پر پہونچا دیتا ہے جو اول درجہ سے اعلی ہے اور جو شخص دُوری مین قرب کا مشاہدہ کرتا ہے تو اُسکو خوف سے مامونی دیجاتی ہے جو انجام کو اُسکو اور درجہ پر جو دُوری مین اول سے نیچے ہوتا ہے پہونچا دیتی ہے اور جس صورت مین اپنے نفس کو بچشم رضا دیکھے گا تو خود اُسکے نفس ہی کا حجاب اس مین اور اسرار مین ہوجاتا ہے اور کچھ نہین دیکھتا ہان جس صورت مین کہ اپنے نفس کی طرف التفات چھوڑ دیتا ہے اور بجز خدا تعالی کے قرأت مین اور کوئی چیز مشاہدہ نہین کرتا تب البتہ اُسکو اسرار عالم ملکوت کے واضح ہوتے ہین سلیمان بن ابی سلیمان دارانی کہتے ہین کہ ابن ثوبان نے ایک اپنے بھائی سے اقرار کیا کہ مین تمھارے پاس افطار کرون گا پھر اُنکے پاس نہ جاسکے یہان تک کہ صبح ہوگئی دن نکلے اُنکے بھائی ملے اور کہا کہ تمنے میرے پاس افطار کرنیکا وعدہ کیا تھا مگر

تشریف نہ لائے اُنھون نے فرمایا کہ اگر مین تمسے وعدہ نہ کر لیتا تو جس بات سے تمھارے پاس نہ آسکا تمسے نہ کہتا صورت یہ ہوئی کہ جب مین عشا پڑھ چکا تو دل
مین کہا کہ تمھارے پاس آنے سے پیشتر وتر بھی پڑھ لون کہ شاید موت پھر فرصت نہ دے جب مین وتر کی دعا پڑھنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغیچہ کر دیا گیا جسمین
طرح طرح کے پھول جنت کے تھے مین اُنکو صبح تک دیکھتا رہا اسلیے فرصت آنے کی نہوئی اور اس قسم کے مکاشفات معروف ہوتے ہین کہ آدمی اپنے نفس سے
بالکل طرف التفات کرنے سے اور اُسکی خواہشون کا دھیان کرنے سے قطع نظر کرے پھر یہ مکاشفات کشف والے احوال کے بموجب خاص ہو جایا کرتے ہین مثلاً جب آیات رجا
پڑھتا ہے اور اُسکے حال پر بشارت غالب ہوتی ہے تو اُسکو جنت کی صورت منکشف ہوتی ہے اور اُسکو ایسی طرح مشاہدہ کرتا ہے کہ گویا آنکھ سے ظاہر مین دیکھ رہا ہے اور
اگر اُسپر خوف غالب ہوتا ہے تو دوزخ اُسپر منکشف ہوتی ہے یہانتک کہ اُسکے عذاب طرح طرح کے اُسکو معلوم ہوتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید مین کلام نرم اور لطیف
اور سخت اور درشت اور مملو از رجا اور پر از خوف سب طرح کے ہین کیونکہ جیسے اوصاف متکلم کے ہین ویسے ہی کلام مین مضامین ہین اور اُسکے اوصاف
مین سے رحمت اور لطف اور انتقام اور گرفت ہین پس یہی صفات کلمات مین پائے جاتے ہین تو جسطرح کے کلمات اور صفات کا مشاہدہ ہوگا اُسی
طرح دل کا حال بھی بدلیگا اور اسی کے موافق ایسی بات کے منکشف ہونے کے لائق ہو جاویگا جو اُسکے حال کے مناسب ہو کیونکہ یہ تو محال ہے کہ سننے والے
کا حال ایک سا ہی رہے اور کلام بدلتا جاوے اسلیے کہ کلام مین متکلم کے صفات کا اثر موجود ہے کوئی جز وُسکا راضی کا کلام ہے اور کوئی غضبناک والے کا اور کوئی
الزام دینے والے کا اور کوئی انتقام لینے والے کا اور بعض جابر متکبر کا جو پروا نہین کرتا اور بعض شفقت والے مہربان کا جو بیکار نہین چھوڑتا تو ضرور ہے کہ سننے والے کا حال بھی بدلے

چوتھی فصل اپنی عقل سے قرآن کے سمجھنے اور بدون نقل کے اُسکی تفسیر بیان کرنے مین شاید تم یہ کہو کہ تم نے سابق مین اسرار قرآن کے سمجھنے اور جو معانی
قرآنی صاف دلون کو واضح ہوتے ہین اُنکے باب مین بڑی تاکید کی ہے یہ بات مستحب کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فسر
القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار۔ اور اسی وجہ سے جو لوگ ظاہر تفسیر کو جانتے ہین وہ اہل تصوف پر تشنیع کرتے ہین اس باب مین کہ جس کلمات کی
تاویل حضرت ابن عباسؓ وغیرہ مفسرین سے منقول نہین وہ لوگ اپنی طرف سے تصوف کے طور پر بیان کرتے ہین بلکہ علاوہ تشنیع کے ہر تاویل کو کفر
کہتے ہین پس اگر اہل تفسیر کا قول صحیح ہو تو قرآن کے سمجھنے سے بجز اسکے کیا غرض ہے کہ اُسکی تفسیر کو یاد کر لینا چاہیے اور اگر اُنکا قول صحیح نہین تو حدیث مذکورہ
بالا کے کیا معنی ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتے ہین کہ قرآن کے معنی وہی ہین جسکا بیان ظاہر تفسیر کرتی ہے تو وہ لوگ اپنے نفس کی انتہا سے خبر
دیتے ہین اور اپنا حال بیان کرنے مین درست کہتے ہین مگر اور لوگون کو جو اپنے ہی درجہ اور مقام پر لانے کا حکم کرتے ہین اسمین غلطی پر ہین کیونکہ حدیث
اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ اہل فہم کو قرآن کے معانی مین گنجایش ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ خداے تعالے کسی بندے کو سمجھ اپنی
کتاب کی عنایت فرماتا ہے اگر قرآن کے معنی سواے ترجمۂ منقول کے اور کچھ نہین ہین تو پھر اس سمجھ سے کیا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ قرآن کے لیے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک حد ہے اور ایک مطلع اور یہ روایت حضرت ابن مسعودؓ سے بھی موقوفاً مروی ہے
اور وہ صحابی تفسیر کے عالمون مین سے ہین پس ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع کے کیا معنی ہین اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر مین چاہون تو الحمد کی تفسیر
سے ستر اونٹ بھر دون اس سے کیا مراد ہے ظاہر تفسیر الحمد کی تو بہت تھوڑی سی ہے۔ اور حضرت ابو درداؓ نے فرمایا ہے کہ آدمی فقیہ نہین ہوتا جبتک
کہ قرآن کی کئی صورتین نہ کرے۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ ہر آیت کے لیے ساٹھ ہزار فہم یعنی معنی ہین اور جسقدر سمجھے ہین سے باقی رہ گئے ہین وہ اور بھی
زیادہ ہین۔ اور کسی دوسرے کا قول ہے کہ قرآن ستتر ہزار دو سو علم پر حاوی ہے اسلیے کہ ہر کلمہ کے لیے ایک علم ہے اور چونکہ ہر ایک کے لیے ظاہر اور

باطن اور حد اور مطلع ہی تو جو گئے ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بیس بار مکرر پڑھا اُسکے معنی ہی کے سمجھنے کے لیے
پڑھا ورنہ اُسکا ترجمہ اور تفسیر تو ظاہر ہی ہی اُسکی تکرار کی کیا حاجت تھی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کا فرمانا کہ جو کوئی اگلوں پچھلوں کا علم چاہے علم قرآن کی
بحث کرے یہ بھی صرف ظاہر تفسیر سے حاصل نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہی کہ خداے تعالیٰ کے افعال و صفات میں تمام علوم داخل ہیں اور قرآن میں اُسکی
ذات اور افعال و صفات کا بیان ہی اور ان علوم کی کچھ انتہا نہیں اور قرآن مجید میں انکی طرف مجملاً اشارہ کر دیا ہی اور انکی تفصیل میں غور کرنا قرآن مجید
کے سمجھنے پر منحصر ہی صرف تفسیر ظاہری سے تفصیل کی طرف اشارہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ جو باتیں کہ ناظرین پر مشکل پڑتی ہیں خواہ نظریات اور
معقولات میں لوگوں کا اختلاف ہی قرآن مجید میں اُن سب کی طرف رموز اور اشارات ہیں کہ اُن کو بجز اہل فہم کے اور کوئی معلوم نہیں کر سکتا
اس صورت میں ظاہر الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر ان امور کے لیے کیسے کافی ہونگے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اقرؤا القرآن
والتمسوا غرائبہ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو حدیث منقول ہی اُس میں ارشاد ہی کہ قسم ہی اُس ذات کی جس نے مجھکو نبی برحق کرکے بھیجا کہ
میری اُمت اپنے اصل دین و جماعت کو چھوڑ کر تہتر فرقے ہو جاوے گی کہ کل فرقے گمراہ اور بہکانے والے ہونگے اور دوزخ کی طرف بلاوینگے جب
یہ صورت پیش ہو تو تم اپنے اوپر قرآن مجید کو لازم پکڑنا کہ اسمیں جو تمسے پہلے ہو گیا ہی اُسکا حال بھی ہی اور جو تم سے بعد ہوگا اُسکا بھی اور جو معاملات
تم میں ہیں اُنکا حکم بھی اُس میں موجود ہی جو شخص جابروں میں سے اُسکے خلاف کریگا اُسکو خدا تعالیٰ توڑ دیگا اور جو شخص اُسکے سوا دوسری چیز میں علم کا
طالب ہوگا اُسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیگا وہ اللہ تعالیٰ کی حبل المتین اور اُسکا نور مبین اور شفاے مفید ہی جسنے اُسکو پکڑا وہ محفوظ رہا جو اُس کا
تابع ہوا اُسکو نجات ملی نہ وہ ٹیڑھا ہو کہ وہ درست ہووے اور نہ مائل ہو کہ اُسکو راستی کی حاجت پڑے اُسکے عجائب کبھی منقطع نہیں ہوتے
اور نہ بہت سا پڑھنے سے پرانا ہوا آخر تک اور حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد اُن کو اپنی
اُمت کے اختلاف اور بھٹکنے کی خبر دی تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اُسوقت کو پاؤں تو آپ
مجھکو کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ کو سیکھنا اور اُسکے بموجب عمل کرنا کہ نکاس کی صورت وہی ہی میں نے تین بار یہی سوال کیا
آپ نے یہی فرمایا کہ کتاب اللہ کو سیکھنا اور جو کچھ اُس میں ہی اُسپر عمل کرنا کہ نجات اُسی میں ہی۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو سمجھ جاتا ہی
وہ جملہ علوم کو بیان کر دیتا ہی اس سے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن مجید تمام علوم کلی کی طرف اشارہ کرتا ہی۔ اور حضرت
ابن عباسؓ نے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کی تفسیر میں فرمایا ہی کہ حکمت سے مراد قرآن کی سمجھ ہی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی ففہمنا ہا
سلیمان وکلا آتینا حکما وعلما اس آیت میں جو چیز حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں کو عنایت کی اُس کا نام علم و حکم رکھا اور جس بات کو
خاص حضرت سلیمان نے سمجھا اُس کا نام فہم فرمایا اور اُس کو حکم اور علم پر مقدم کیا غرضکہ ان امور سے معلوم ہوتا ہی کہ قرآن کے معنی سمجھنے میں بہت
بڑی گنجایش ہی اور ظاہر تفسیر قرآنی جو منقول ہی وہ اُس کے مضامین معلوم کرنے کی انتہا نہیں ہی کہ اُس سے آگے نہ بڑھ سکیں لیکن آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہی من فسر القرآن برایہ الخ اور اپنی راے سے تفسیر بیان کرنے کو منع فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ اگر میں قرآن میں اپنی راے سے کچھ کہوں تو کونسی زمین مجھے اُٹھاوے اور کون آسمان مجھے چھپاوے اور سواے اُن کے اور احادیث و آثار
جو راے سے تفسیر کہنے کی ممانعت میں وارد ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ اُن سے غرض یہ ہو کہ تفسیر کے باب میں نقل اور سننے پر

١ح اس سے پہلی فصل میں گذری ١٢
٢ح بیہقی در شعب بروایت ابو ہریرہ رضہ بلفظ اعربوا بجاے اقروا بسند ضعیف اور معنی یہ ہیں کہ قرآن کو پڑھو اور اُسکے غرائب کو ڈھونڈھو ١٢
٣ح ترمذی میں کچھ ایک اختلاف الفاظ سے یہ روایت کی ہی

کفایت کرنی چاہیے اور استنباط اپنی عقل سے اور جداگانہ معنی سمجھنے نہ چاہئین یا کوئی اور غرض اسکے سوا ہو اور یہ غرض ہونی کہ قرآن مین کوئی سوا سُنی ہوئی باتون کے اور کچھ نہ کہے کئی وجہون سے قطعًا باطل ہے وجہ اول یہ ہے کہ سُننے مین یہ شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہوا ہو یا آپ کی طرف منسوب ہو حالانکہ یہ امر قرآن کے تھوڑے ہی حصہ مین پایا جاتا ہے اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو تفسیر حضرت ابن عباس رضؓ اور ابن مسعودؓ اپنی طرف سے کہتے ہین وہ نہ مانی جاوے اور اُسکو بھی کہدیا جاوے کہ یہ تفسیر رائے سے ہے کیونکہ اُنھون نے اُسکو آنحضرت صلعم سے نہین سُنا ایسا ہی اُنکے سوا اور اصحاب کی تفسیر کا حال جانو دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہؓ اور مفسرین نے بعض آیتون کی تفسیر مین اختلاف کیا ہے اور مختلف قول فرمائے ہین کہ وہ کسی طرح ایک دوسرے سے متفق نہین ہو سکتے اور ان سب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننا محال ہے اور اگر بالفرض کوئی قول آپ سے سُنا ہوا ہوتا تو باقی اقوال متروک ہو جاتے اُس سے قطعًا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مفسر نے معنی وہ کہے ہین جو اسکو استنباط سے سُوجھے ہین یہانتک کہ حروف مقطعات کے باب مین جو سورتون کے شروع مین ہین سات قول مختلف کہتے ہین مثلًا الم مین بعضے کہتے ہین کہ یہ حروف الرحمن مین کے ہین اور بعض کا قول ہے کہ الف سے مراد اللہ ہے اور ل سے لطیف اور م سے رحیم اور بعض اسکے سوا کہتے ہین اور ان سب کو جمع کرنا ممکن نہین تو سب مسموع کیسے ہو سکتے ہین تیسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضؓ کے حق مین دعا کی اور فرمایا اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل پس اگر قرآن کی طرح تاویل بھی مسموع اور محفوظ ہے تو حضرت ابن عباس رضؓ کو اُسکے لیے خاص کرنے کے کیا معنی ہونگے چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ اس آیت مین اہل علم کے لیے استنباط ثابت کیا اور ظاہر ہے کہ استنباط سُنی ہوئی چیز کے سوا ہے اور جتنے آثار کہ ہمنے بیشتر قرآن کے سمجھنے مین نقل کیے ہین وہ سب اس خیال کے خلاف ہین اس سے معلوم ہوا کہ معنی قرآن مین سننے کی قید لگانی باطل ہے بلکہ ہر عالم کو جائز ہے کہ قرآن مین سے اپنی فہم اور عقل کے موافق استنباط کرے باقی رہی ممانعت تو اسکو دو صورتون پر محمول کر سکتے ہین اول یہ کہ آدمی کو کسی چیز مین ایک رائے ہو اور اُسکی طرف میل طبیعی رکھتا ہو پھر قرآن کے معنی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق کرے تاکہ اُس کا مطلب درست ٹھہرے اور اگر اُسکی یہ رائے نہوتی تو قرآن مین سے یہ معنی اُسکو معلوم نہوتے اور یہ امر کبھی تو علم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی بدعت درست کرنے کو قرآن کی بعض آیات سے حجت کرتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ آیت سے یہ مراد نہین مگر اپنے مقابل کو دھوکا دیتا ہے اور کبھی یہ نہین جانتا ہوتا کہ آیت سے یہ مراد نہین مگر چونکہ آیت محتمل کئی وجہ کی ہوتی ہے تو اُسکی رائے اُسی طرف کو ڈھلتی ہے جو اُسکی غرض کے مطابق ہے اور اُسی جانب کو اپنی عقل اور خواہش سے ترجیح دے لیتا ہے تو ایک صورت رائے سے تفسیر کرنے کی یہ ہے یعنی اس تفسیر کا باعث اُسکی رائے ہی پڑتی ہے اگر رائے نہوتی تو یہ تفسیر بھی اُسکے نزدیک غالب نہ ٹھہرتی۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کا ایک صحیح مطلب ہوتا ہے اور اُسکے لیے قرآن سے دلیل تلاش کرتا ہے اور حجت ایسی آیت کو کردیتا ہے کہ اُسکو معلوم ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود نہین مثلًا اگر کوئی پچھلی رات مین لوگون سے استغفار کرنے کو کہتا ہو اور اپنی حجت اس حدیث کو پیش کرے تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ اور یہ کہے کہ تسحر سے مراد ذکر کرنے سے ہے حالانکہ جانتا ہے کہ اس کی غرض سحر کھانے سے ہے یا کوئی شخص کسی سخت دل کو مجاہدے کے لیے کہتا ہو اور کہنے لگے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اذھب الی فرعون انہ طغی اور اس سے اشارہ دل کیطرف کرے اور کہے کہ فرعون سے مراد دل ہی ہے تو یہ بھی رائے سے تفسیر کرنا ہے اس جنس کی تفسیر کو بعض واعظ اپنے صحیح مقصودون مین استعمال کرتے ہین اس نظر سے کہ کلام درست ہو جاوے اور سُننے والون کو ترغیب ہو تو گو اُنکی نیت صحیح ہوتی ہے مگر

اس طرح کی تفسیر ممنوع ہی اور کبھی اس تفسیر کو فرقہ باطلہ اپنے خراب مطالب مین لوگون کے دھوکا دینے اور اُنکو اپنے مذہب مین کرنے کے لیے استعمال کرتے ہین اور قرآن کے معنی اپنی راے اور مذہب کے مطابق کہہ دیتے ہین حالانکہ قطعًا جانتے ہین کہ یہ معانی مراد نہین۔ غرضکہ ایک صورت تو رائے سے تفسیر کے منع کی یہ ہوئی جو مذکور ہوئی یعنی راے سے مراد وہ راے ہی جو فاسد اور موافق خواہش نفس کے ہو یہ نہین کہ اجتہاد صحیح بھی اسمین داخل ہو اور ہر چند راے کا لفظ صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہی مگر کبھی راے خاص اُسی کو کہتے ہین جو موافق خواہش کے ہو دوسری صورت راے سے تفسیر کے منع ہونے کی یہ ہی کہ ظاہر الفاظ عربی کے خیال سے تفسیر قرآن کی طرف مبادرت کرے اور اُس مین سُنا سُنایا کچھ نہو نہ قرآن کی غریب لفظون سے واقف ہو نہ اُسکے الفاظ مبہم اور مبدل سے ماہر نہ اختصار اور حذف و اضمار پر آگاہ نہ اُسکی تقدیم و تاخیر کے قاعدہ سے خبردار ہو پس جو شخص ظاہر معانی قرآنی سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھتا ہوگا اور صرف عربی سمجھنے پر اکتفا کرکے معانی کے استنباط پر مبادرت کرنے لگے گا وہ بیشک بہت غلطیان کریگا اور راے سے تفسیر کہنے والون کے زمرہ مین داخل ہوگا کیونکہ ظاہر معنی کے جاننے کے لیے نقل اور سماع پہلے چاہیے تاکہ غلطی کے مقامات سے محفوظ رہے پھر تفسیر ظاہری پختہ ہونے کے بعد البتہ فہم اور استنباط کی گنجائش زیادہ ہو جاتی ہی اور جو الفاظ غریب کہ بدون سننے کے سمجھ مین نہین آتے وہ بہت سے اقسام ہین ہم اُنمین سے کسی قدر کیطرف اشارہ کیے دیتے ہین تاکہ اُنسے اور ونکا حال واضح ہو اور معلوم ہو جاوے کہ ابتدا مین تفسیر ظاہر کے یاد کرنے مین سستی درست نہین اور یہ کہ بدون ظاہر کے پختہ کرنے کے باطنی اسرار تک پہونچنے کی طمع نہین ہو سکتی اور جو شخص کہ اسرار قرآنی کے سمجھنے کا دعوی کرے اور تفسیر ظاہری مین پختگی حاصل نکی ہو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کسی مکان کے شہ نشین تک پہونچنے کا دعوی کرے اور دروازہ مین قدم نہ رکھا ہو یا یہ دعوی کرے کہ مین ترکیون کے کلام کے مطلب سمجھ لیتا ہون حالانکہ زبان ترکی کے مقاصد نہ سمجھتا ہو کیونکہ تفسیر ظاہری قائم مقام لغت کی تعلیم کے ہی جو سمجھنے کے لیے ضرور ہی اور جن چیزون مین سُننا ضروری ہی وہ بہت سی ہین اول حذف اور اضمار سے مختصر کر دینا جیسے وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا مین ہی کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ ایک اونٹنی سوجھانے کو ہمنے ثمود کو دی اُنھون نے اپنے نفسون پر اُس کے مار ڈالنے سے ظلم کیا ظاہر الفاظ عربی کا دیکھنے والا یہ گمان کریگا کہ اونٹنی مینا تھی اندھی نہ تھی اور یہ نہین جانیگا کہ اُنھون نے ظلم کیا کیا اور اپنے اوپر کیا یا غیر پر اور اس ارشاد خداوندی وَاُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ مین حب کا لفظ محذوف ہی یعنی گوسالہ کی دوستی اُنکے دلون مین پلا دی گئی۔ اور اِذًا لَاَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ مین یہ مراد ہی کہ ہم تجھکو زندون کے عذاب کا دونا اور مُردون کے عذاب کا دونا چکھا دینگے یہان عذاب کو حذف کر دیا ہی اور زندون اور مُردون کی جگہ حیات اور ممات کو بولا ہی یہ حذف و تبدیل لغت فصیح مین درست ہی اور وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا مین لفظ اہل محذوف اور پوشیدہ ہی یعنی سوال کر واُس گانون کے باشندون سے جس مین ہم تھے اور ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مین ثقلت کے معنے پوشیدہ ہونے کے ہین یعنی قیامت آسمان و زمین والون پر پوشیدہ ہی اور جب کوئی چیز مخفی رہتی ہی تو بھاری پڑ جاتی ہی اس لیے لفظ کی تبدیل ہو گئی اور اہل کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ اور وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ مین شکر کا لفظ محذوف ہی یعنی اپنی روزی دینے کا شکر کرتے ہو کہ جھٹلاتے ہو اور وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰى رُسُلِكَ مین السنہ محذوف ہی یعنی دے ہمکو جو اپنے رسولون کی زبان پر وعدہ کیا ہی اور اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ضمیر غائب قرآن کی طرف ہی حالانکہ اُسکا ذکر پیشتر نہین ہوا اسی طرح حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ مین ضمیر آفتاب کی طرف ہی جو پیشتر مذکور نہین اور وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُونَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى مین یہ مراد ہی کہ وہ یہ کہتے ہین مَا نَعْبُدُهُمْ الخ یقولون کو یہان سے حذف کر دیا ہی اور اس آیت مین

ظاہر ہو ولاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک یہ مراد ہی کہ وہ مجھے نہیں اپنے اس قول کو ما اصابک من حسنۃ الخ اور اگر یہ مراد نہو تو اس آیت کا مضمون اس ارشاد کے مخالف ہوجاویگا قل کل من عند اللہ حالانکہ اس سے ظاہر اندہب قدریہ فرقہ کا سمجھ میں آتا ہی **دوم** لفظ بدلا ہوا منقول ہونا جیسے وطور سینین میں سیناء کی جگہ سینین ہی اور سلام علی الیاسین بجائے الیاس کے اور بعضوں نے کہا ہی کہ اس سے مراد ادریسؑ ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرارت میں سلام علی ادراسین ہی **سوم** لفظ کا مکرر ہونا جو ظاہر میں کلام کے اتصال کو قطع کرتا ہی جیسے اس آیت میں وما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکاء ان یتبعون الا الظن کہ اسکے معنی ہیں ان یتبعون مکرر آیا ہی اور اس آیت میں قال الملاء الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن آمن منھم کہ اس میں ایک لام اور ایک ضمیر مکرر ہی اور مراد ہیں آمن من الذین استضعفوا سے ہی **چہارم** مقدم اور موخر ہوجانا الفاظ کا اور یہ مقام غلطی کرنے کا ہی کہ اگر آدمی سمجھ نہ سکے تو غلطی کرتا ہی جیسے اس آیت میں ولولا کلمۃ سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی کہ اُسکے معنی یہ ہیں کہ لولا کلمۃ واجل مسمی لکان لزاما اور اگر یوں نہو تو اجل کو منصوب ہونا چاہیے جیسے لزاما ہی اور یسئلونک کانک حفی عنھا میں معنی اس طرح ہیں کہ یسئلونک عنھا کانک حفی بھا اور لھم درجات عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم کما اخرجک ربک من بیتک بالحق میں کما اخرجک الخ جملہ سابق قل الانفال للہ والرسول سے مربوط ہی یعنی غنیمت کے مال تمہارے لیے ایسے ہوے کہ تم اپنے نکلنے سے راضی ہو اور کافر ناراض ہیں پس حکم تقویٰ وغیرہ کا جملہ معترضہ کلام کے بیچ میں آگیا ہی اور اسیطرح کی آیت یہ ہی حتی تومنوا باللہ وحدہ الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک۔ **پنجم** لفظ کا مبہم ہونا یعنی کوئی کلمہ یا حرف بہت سے معنوں میں مشترک ہو جیسے شے اور قرین اور امت و روح وغیرہ اور کلمات مشترک کی مثال میں مثلاً اللہ تعالی فرماتا ہی ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ یہاں شئ سے مراد نفقہ کرنا ہی اُس چیز میں سے کہ اُسکو روزی ہوئی ہی اور وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شئ میں شئ سے مراد عدل اور راستی کے لیے حکم کرنا ہی اور فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شئ میں صفات ربوبیت مراد ہیں یعنی وہ علوم جن کا پوچھنا عارف کو حلال نہیں جب تک کہ زمانہ استحقاق وقابلیت کو شروع نہ کرے اور ام خلقوا من غیر شئ ام ھم الخالقون میں شئ سے غرض خالق ہی اور اسکے ظاہر الفاظ سے کبھی یہ وہم ہوتا ہی کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جو چیز پیدا ہوتی ہی وہ شئ ہی سے پیدا ہوتی ہی۔ اور لفظ قرین کے مشترک ہونے کی مثال یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وقال قرینہ ھذا ما لدی عتید۔ اس میں قرین سے مراد وہ فرشتہ ہی جو اُسپر موکل ہی اور اس آیت میں قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ قرین سے غرض شیطان ہی اور لفظ اُمت عربی میں آٹھ طرح پر مستعمل ہی اول بمعنی جماعت جیسے اس آیت میں وجد علیہ امۃ من الناس یسقون۔ **دوم** نبیوں کے پیرو جیسے یوں کہیں کہ ہم اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں **سوم** وہ آدمی کہ خیر کا جامع اور پیشوا ہو جیسے اس آیت میں ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا **چہارم** دین جیسے انا وجدنا اٰباءنا علی امۃ میں **پنجم** وقت اور زمانہ جیسے الی امۃ معدودۃ اور وادکر بعد امۃ
ایک وقت معین تک ۱۲

مین ہشتم قد کے معنون مین جیسے کہتے ہین کہ فلان شخص حسن القامۃ یعنی خوش قد ہے ہفتم وہ شخص کہ کسی دین مین یکتا ہو کوئی اُس کا شریک اُسمین نہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کو لشکر کے ساتھ بھیجتے ہوے فرمایا تھا اُمۃ وحدۃ یعنی اُمت کا یگانہ اور یکتا ہے ہشتم مان کے معنون مین آیا ہے جیسے کہین ہذہ امۃ زید یہ زید کی مان ہے۔ اور لفظ روح بھی قرآن مین کئی معنون مین آیا ہے مگر اُن کے ذکر سے ہم طول کلام نہین کرتے۔ اور حروف مین ابہام کی مثال یہ آیت ہے فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا یعنی پھر اُٹھاتے اُس مین گرد پھر بیٹھ جاتے اُس وقت فوج مین اِس مین اول ضمیر بہ کی سمون کی طرف ہے جو اوپر والعادیات ضبحا مین مذکور ہے یعنی قسم ہے دوڑتے گھوڑون ہانپتے کی جو سمون سے گرد اُٹھاوین اور دوسری یہ کنایہ غارت سے ہے جو مغیرات صبحا مین ہے یعنی صبح کو دھاڑ دیتے اور فوج مشرکین دھاڑ ڈالنے کی قسم ہے اور فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات مین ضمیر اول ابر کی طرف ہے اور دوسری پانی کی طرف اور اس طرح کے ابہام قرآن مجید مین بیشمار ہین ہشتم رفتہ رفتہ بیان کرنا مثلاً شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن مین قرآن کا اُترنا رمضان مین فرمایا مگر اس سے یہ ظاہر نہوا کہ رات کو اترا یا دن کو پھر انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ سے رات کا اترنا ثابت ہوا اگرچہ نہ معلوم ہوا کہ کونسی شب مین اترا پھر انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وہ عقدہ بھی حل ہوگیا حالانکہ ظاہر الفاظ آیات اُن مین اختلاف کا گمان ہوتا ہے۔ غرضکہ یہ اُمور اسطرح کے ہین کہ بدون نقل ورسُننے کے اور کوئی بات اُن کو کافی نہین اور قرآن مجید اول سے لیکر آخر تک اس قسم کی باتون سے خالی نہین اسلیے کہ وہ لغت عربی مین اترا ہے تو جتنی قسمین ایجاز اور تطویل اور اضمار اور حذف اور ابدال اور تقدیم اور تاخیر کی عرب کے کلام مین ہین اُن سب پر قرآن بھی حاوی ہے تاکہ انکا ملزم ٹھہرے اور عاجز کردے پس اگر کوئی شخص ظاہر الفاظ عربی کو سمجھ کر قرآن کی تفسیر پر مبادرت کرے اور سُننے اور نقل سے اعانت اُن اُمور مین نہ لیوے تو وہ اُن لوگون مین داخل ہوگا جو قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہین مثلاً اُمت کے معنی مشہور سمجھکر اُسکی طبیعت اور رائے اُسی کی طرف مائل ہو اور جب دوسری جگہ اس لفظ کو سُنے تو اُسکی رائے اسی طرف جاوے جو مشہور معنی سُن رکھے ہین اور اُسکے معنی کی کثرت کی تلاش نہ کرے کہ کتنے مسموع ہین تو یہ البتہ ممنوع ہونے کی صورت ہے نہ اسرار قرآنی کو سمجھنا جیسا پیشتر مذکور ہوا حاصل یہ کہ جب اسطرح کے اُمور سُننے سے معلوم ہوجاوینگے تو ظاہر کی تفسیر یعنی الفاظ کا ترجمہ معلوم ہوجاویگا اور ترجمہ جاننا معانی کے حقائق کے سمجھنے مین کافی نہین۔ اور حقائق معانی اور لفظی ترجمہ مین فرق ایک مثال سے سمجھ مین آویگا مثلاً اللہ تعالی فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اسکا ظاہری ترجمہ تو یہ ہے کہ تو نے نہین پھینکا جب پھینکا بلکہ اللہ تعالی نے پھینکا اور معنی حقیقی اسکے باریک ہین اسلیے کہ اس مین پھینکنے کا ثبوت اور نفی دونون ہین اور ظاہر مین اجتماع ضدین کی سی صورت ہے جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جاے کہ پھینکنا اور اعتبار سے ہے اور نہ پھینکنا اور جہت سے اور جس اعتبار سے کہ نہین پھینکا ہے اُس سے خدائے تعالی نے پھینکا ہے اور اسی طرح یہ آیت ہے قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم کہ اس مین جب قتل کی نسبت مسلمانون کی طرف ہے تو اللہ تعالی کافرون کو عذاب دینے والا کس طرح ہے اور اگر یہ کہو کہ خدائے تعالی اسوجہ سے عذاب دینے والا ہے کہ مسلمانون کے ہاتھون کو کفار کے قتل کے لیے وہی ہلاتا ہے تو پھر مسلمانون کو قتال کے لیے امر کرنے کے کیا معنی پس ان معنون کی حقیقت علوم مکاشفات کے ایک بڑے سمندر سے معلوم ہوتی ہے ترجمہ ظاہر الفاظ اُس مین کارآمد نہین بلکہ اُسکے معلوم کرنے کا طریق یہ ہے کہ پہلے یہ جانے کہ آدمی کے افعال اُسکی قدرت

حادثہ سے وابستہ ہین اور یہ قدرت خداوندکریم کی قدرت سے مرتبط ہی اسی طرح بہت سے باریک علمون کے واضح ہونیکے بعد یہ منکشف ہوگا کہ واقعہ مین ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی درست وبجا ہی اور اگر بالفرض ان معنون کے اسرار دریافت کرنے اور اُسکے مقدمات ولواحق کے باہم مرتبط ہونے مین تمام عمر صرف کردی جاوے تو غالبًا اُسکے سب لواحق پورے ہونے کے پیشتر ہی عمر تمام ہوجاوے اور کوئی کلمہ قرآن مجید کا ایسا نہین جس کی تحقیق مین ان جیسے اُمور کی ضرورت نہ ہوتی ہو مگر علم مین پکے لوگون کو اُس کے اسرار اس قدر معلوم ہوتے ہین جسقدر اُن کے علم مین کثرت اور دلون مین صفائی اور تامل کرنے کی رغبت مین زیادتی اور طلب مین خلوص ہوتا ہی اور ہر شخص کو ترقی کرنے مین ایک حد ہوتی ہی کہ اُس سے اعلیٰ درجہ پر ترقی کرسکتا ہی مگر یہ ممکن نہین کہ سارے مدارج طے کرجاوے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی اگر سمندر سیاہی بنے اور درخت سب قلم ہوجاوین تب بھی اسرار کلمات الٰہی کے تحریر نہو سکین گے اور اسی وجہ سے لوگ اسرار کی سمجھ مین مختلف ہوتے ہین باوجودیکہ ترجمہ ظاہری سب جانتے ہین مگر تفسیر ظاہری اسرار کے فہم مین کافی نہین اور اسرار کے سمجھنے کی مثال یہ ہی جو بعض اہل دل آنحضرت صلعم کے سجدے کی حالت مین اس دعا سے سمجھے ہین اعوذ برضاک من سخطک اعوذ بمعافاتک من عقوبتک اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی جب آپکو حکم ہوا کہ سجدہ سے قرب حاصل کرو آپ نے سجدہ مین قرب پایا اور صفات الٰہی کی طرف نظر کرکے بعض صفات کے ساتھ بعض سے پناہ مانگی یعنی رضا کے ساتھ سخط سے پناہ مانگی اور یہ دونون صفت ہین اسیطرح معافات اور عقوبت دونون صفات ہین کہ اول کی بدولت دوم سے پناہ مانگی پھر آپکا قرب زیادہ ہوا اور پہلا قرب بھی اسی مین مندرج ہوگیا تب آپ نے صفات سے ذات کی طرف ترقی کی اور فرمایا کہ اعوذ بک منک یعنی تیری ذات کی پناہ پکڑتا ہون تجھ سے پھر آپکا قرب اتنا زیادہ ہوا کہ آپ کو شرم آئی کہ بساط قرب پر ہوکر پناہ مانگتا ہون اُسوقت ثنا وتعریف کی طرف جھکے اور فرمایا لا احصی ثناء علیک یعنی مین تیری تعریف نہین احاطہ کرسکتا پھر آپ نے جانا کہ یہ بھی قصور ہی کہ ثنا کو اپنی طرف منسوب کیا تب فرمایا انت کما اثنیت علی نفسک تو ایسا ہی جیسا تو خود اپنی ذات کی ثنا کرے غرضکہ اہل دل کے لیے اسطرح کے رموز واضح ہوا کرتے ہین پھر ان رموزون کی اور معنون کو سمجھنا اور قرب خاص سجدہ مین ہونا اور ایک صفت کے ذریعہ سے دوسری سے پناہ مانگنا اور اُس سے اُسکی ذات کی پناہ پکڑنا وغیرہ اور اس کے اسرار بہت ہین ظاہر لفظون کے ترجمہ سے معلوم نہین ہوتے اور ترجمہ ظاہری کے مخالف بھی نہین بلکہ اُسکے لیے اسکی تکمیل اور مغز ہوتی ہی اور معانی باطنی سمجھنے سے ہماری مراد بھی یہی ہی یہ مراد نہین کہ وہ معانی ترجمہ ظاہری کے مخالف ہون باب آداب تلاوت تمام ہوا والحمد للہ اولًا وآخرًا والصلوٰۃ علی کل عبد مصطفٰے والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ اسکے بعد باب ذکر اور دعاؤن کا مذکور ہوتا ہی

نوان باب ذکر اور دعاؤن کے بیان مین

رباعی دعویٰ استجب ہی جب قول خدا ✽ احسن جو کچھ بندہ کرے ہی بیجا ✽ دشمن بھی تو اس در سے نہین ہی محروم ✽ دیکھو کہ نہ پیدا ہوئی شیطان کی دعا ✽ ازانجا کہ بعد تلاوت قرآن مجید کے کوئی عبادت زبانی اس سے بہتر نہین کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کیا جاوے اور خالص دعاؤن سے اپنے مطالب اُسکی جناب مین عرض کیے جاوین لہذا بیان کرنا ذکر اور دعا کی فضیلت اور اُنکے آداب شرط کا ضروری ہی اور یہ باتین پانچ فصلون مین مذکور ہونگی

اول فصل آیات واحادیث وآثار سے ذکر کی فضیلت اور فوائد کے بیان مین مجمل اور مفصل طور پر اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول مطلق ذکر کی فضیلت مین۔ آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی فاذکرونی اذکرکم ثابت بنانی نے کہا ہی کہ مجھے

معلوم ہی کہ میرا پروردگار مجھکو کس وقت یاد کرتا ہی لوگ اُنسے ڈر گئے اور پوچھا کہ آپ یہ کیسے جانتے ہین فرمایا کہ جب مین اُسکو یاد کرتا ہون وہ مجھکو یاد کرتا ہی اور
فرمایا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا - اور فرمایا فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ہدٰکم اور فرمایا فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ
کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا - اور فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم - اور فرمایا فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہی کہ رات کو اور دن کو خشکی اور تری مین حضر اور سفر مین تونگری اور مفلسی مین
بیماری اور صحت مین باطن اور ظاہر مین ذکر کرتے رہو - اور منافقون کی مذمت مین ارشاد فرمایا ولا یذکرون اللہ الا قلیلا - اور فرمایا اذکر ربک
فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجہر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین - اور فرمایا ولذکر اللہ اکبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ جتنا تم خدائے تعالی کو یاد کرتے ہو اُس سے خدائے تعالی کا تمکو یاد کرنا بڑا ہی اور دوسرے یہ کہ خدا تعالی کا ذکر اور
تمام عبادتون سے زیادہ ہی اور انکے سوا اور بہت آیات ہین اور احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غافلون کے بیچ
مین اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا ایسا ہی جیسا سوکھے اور ٹوٹے ہوے درختون کے درمیان سبز درخت ہوتا ہی اور فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کالمقاتل
فی الفارین اور فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کالحی بین الاموات - اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ساتھ ہون -
جب تک وہ مجھکو یاد کرے اور میری یاد مین اُسکے ہونٹھ ہلتے رہین - اور فرمایا کہ آدمی کا کوئی عمل عذاب الٰہی سے بچانے والا ذکر اللہ سے بڑھکر
نہین صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالی کی راہ مین جہاد کرنا بھی نہین آپ نے فرمایا کہ راہ خدا مین جہاد بھی نہین مگر
اُس صورت مین کہ اپنی تلوار سے اتنا مارے کہ ٹوٹ جاوے پھر اُس سے مارے کہ ٹوٹ جاوے پھر اُس سے ضرب مین لگا دے کہ ٹوٹ جاوے
اور فرمایا کہ جس کسی کو یہ پسند ہو کہ جنت کے گلزارون مین چرے اُسکو چاہیئے کہ خدا تعالی کا ذکر بہت کرے - اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ اعمال مین سے کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ افضل یہ ہی کہ ایسے حال مین مرو کہ ذکر اللہ سے تر زبان ہو - اور فرمایا کہ صبح اور شام خدا تعالی
کے ذکر سے تر زبان رہو تاکہ صبح اور شام کو ایسے ہو جاؤ کہ تمھارے اوپر کوئی خطا نہو - اور فرمایا کہ صبح اور شام کو خدا تعالی کا ذکر کرنا راہ خدا مین
تلوارون کے توڑنے اور پانی بہانے کی طرح مال کے دینے سے افضل ہی - اور فرمایا کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہی کہ جب بندہ مجھکو اپنے جی مین
یاد کرتا ہی تو مین بھی اُسکو اپنے جی مین یاد کرتا ہون یعنی میرے سوا کسی کو اُسکی خبر نہین ہوتی - اور جب مجھکو مجمع مین یاد کرتا ہی تو مین اُسکو اُسکے
مجمع سے بہتر مین یاد کرتا ہون اور اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہی تو مین اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہون اور اگر وہ
مجھسے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہی تو مین اُس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہون اور اگر وہ میری طرف کو آہستہ چلتا ہی تو مین اُسکی طرف جھپٹتا ہون یعنی جلد دعا

قبول کرتا ہون اور فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ مین جگہ دیگا اُس روز کہ بجز اُسکے اور کوئی سایہ نہوگا ان مین سے ایک شخص وہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کو تنہائی مین یاد کیا اور اُسکے خوف سے رویا ہو۔ اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا مین تمکو وہ بات نہ بتادون جو تمھارے اعمال مین بہتر ہو اور تمھارے مالک کے نزدیک بہت ستھری اور تمھارے درجات مین سب سے اونچی اور تمھارے حق مین سونے اور چاندی کے دینے سے بہتر اور تمھارے لیے اس امر سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنون سے دوچار ہو اُن کی گردنین مارو اور وہ تمھاری گردنین کاٹین صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرنا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے گا اُسکو وہ چیز دونگا کہ جو کچھ مانگنے والون کو دیتا ہون اُس سے بہتر ہو اور **آثار** اس باب مین یہ ہین کہ فضیل کہتے ہین کہ ہمنے سُنا ہی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہی کہ ای ابن آدم تو مجھکو ایک ساعت صبح کے بعد اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر مین تجھکو اُن دونون کے درمیان مین کفایت کرونگا۔ اور بعض علما کا قول ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جس بندہ کے دل پر مطلع ہو کر مین دیکھ لیتا ہون کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اُسپر غالب ہی تو مین اُسکے انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہون اور اُسکا ہمنشین اور ہمکلام اور انیس ہو جاتا ہون۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ذکر دو ہین ایک خدائے تعالیٰ کو اپنے جی مین یاد کرنا کہ بجز خدائے تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہو یہ نہایت عمدہ ہی اور اُسکا ثواب بہت بڑا ہی اور اس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کا اُسوقت یاد کرنا ہی کہ وہ محروم کر دے۔ اور مروی ہی کہ دنیا سے سب نفس پیاسے نکلین گے بجز اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والون کے اور حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہین کہ جنت کے لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کرینگے بجز اُس ساعت کے جو اُنپر آئی ہوا ور اُنھون نے اُس مین ذکر خدا نہ کیا ہو واللہ اعلم

دوسرا بیان ذکر کی مجلسون کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس مین بیٹھکر ذکر الٰہی کرتے ہین تو اُنکو فرشتے گھیر لیتے ہین اور رحمت ڈھانپ لیتی ہی اور اللہ تعالیٰ انکا ذکر اپنے پاس کے لوگون یعنی ملاء اعلیٰ مین کرتا ہی۔ اور فرمایا کہ جو لوگ اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین اور اُس ذکر سے بجز اُسکی رضا کے اور کچھ اُنکا مقصود نہین ہوتا تو اُنکو ایک منادی آسمان سے پکارتا ہی کہ اٹھو تمھاری مغفرت ہوگئی اور تمھاری برائیان نیکیون سے بدل دی گئین اور فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ مین بیٹھکر خدائے تعالیٰ کا ذکر نہ کرینگے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجین گے تو قیامت کو اُنکے لیے حسرت ہوگی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی جب تو مجھکو دیکھے کہ مین ذکر کرنے والون کی مجلس سے غافلون کی مجلس کی طرف بڑھا جاتا ہون تو اُن تک پہونچنے سے پہلے میری ٹانگ توڑ دے کہ یہ بھی منجملہ تیرے احسانون کے ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک مجلس ایماندار کی بیس لاکھ بُری مجلسون کا کفارہ ہو جاتی ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ آسمان والے اہل زمین کے اُن گھرون کو جن مین خدائے تعالیٰ کا ذکر ہوا ہوگا ایسے دیکھینگے جیسے ستارے دیکھے جاتے ہین اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہین کہ جب لوگ اکٹھے ہو کر خدائے تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین تو شیطان اور دنیا الگ ہو جاتے ہین اور شیطان دنیا سے کہتا ہی کہ دیکھتی ہی یہ کیا کرتے ہین تو دنیا کہتی ہی کہ کر لینے دے یہ جب جدا ہونگے مین اُنکی گردنین پکڑکر تیری طرف لے آؤنگی۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ ایک بار بازار مین گئے اور لوگون سے فرمایا کہ تم یہان ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مسجد مین تقسیم ہو رہی ہی لوگون نے بازار کو ترک کیا اور مسجد کو روانہ ہوئے وہان کچھ مال نہ دیکھا حضرت ابو ہریرہؓ سے آکر کہا کہ ہمنے تو کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی آپ نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا۔ اُنھون نے کہا کہ کچھ لوگون کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہین اور قرآن پڑھتے ہین آپ نے فرمایا کہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تو ہی۔ اور اعمش ابن ابی صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہین

ح ۱ ترمذی و حاکم
ح ۲ احمد و ترمذی و
ح ۳ احمد بروایت ابو
ابن ماجہ
ح ۴ بخاری و
ح ۵ احمد
ترمذی بروایت ابو

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے بہت سے فرشتے نامۂ اعمال کے لکھنے والون کے سوا زمین مین فرکرکے حلقے ڈھونڈھتے رہتے
ہین جب کسی قوم کو دیکھتے ہین کہ اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہین تو ایک دوسرے کو پکارتے ہین کہ اپنے مطلوب کی طرف چلو سب فرشتے وہان آتے ہین
اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے والون کو گھیر لیتے ہین پھر اللہ تعالی اُنسے پوچھتا ہی کہ تمنے میرے بندون کو کیا کرتے چھوڑا وہ عرض کرتے ہین کہ ہمنے
اس حال مین چھوڑا کہ تیری حمد اور بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ بھلا اُنھون نے مجھے دیکھا ہی وہ کہتے ہین کہ نہین الٰہی اللہ جلشانہ
فرماتا ہی کہ اگر وہ مجھے دیکھ لین تو کیا ہو فرشتے کہتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو زیادہ تر تیری تسبیح اور تحمید اور تمجید کرین پھر پوچھتا ہی کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہین وہ
کہتے ہین کہ دوزخ سے فرماتا ہی کیا اُنھون نے دوزخ کو دیکھا ہی عرض کرتے ہین کہ نہین فرماتا ہی کہ اگر اُسکو دیکھین تو کیسی ہو عرض کرتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو
اُس سے زیادہ تر گریزاں اور نفرت کرین پھر پوچھتا ہی کہ وہ کیا مانگتے ہین وہ کہتے ہین کہ جنت کے سائل ہین فرماتا ہی کہ اُنھون نے کیا اُسکو دیکھا ہی
عرض کرتے ہین کہ نہین فرماتا ہی اگر دیکھ لین تو کیا ہو عرض کرتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو اُسکے زیادہ تر حریص ہو جاوین پھر اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اُنکو بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی ان مین فلان شخص تھا وہ انکے ارادے سے نہین آیا تھا بلکہ اپنے
کسی کام کو آیا تھا اللہ تعالی فرماتا ہی کہ یہ وہ لوگ ہین کہ اُنکا ہمنشین اُنکے طفیل مین محروم نہین ہوتا

تیسرا بیان

لا الٰہ الا اللہ کہنے کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ مین نے اور مجھ سے پیشتر کے انبیانے کہا ہی افضل ما قلت
انا والنبیون من قبلی اُسمین سے افضل یہ قول ہی لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار کہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اُس کے لئے دس بردے آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور سو نیکیان اُسکے واسطے لکھی جاینگی
اور سو برائیان اُس کی دور کی جاوین گی اور اُس روز شیطان سے شام تک اُسکو پناہ رہیگی اور اُسکے عمل سے بڑھکر اور کسی کا عمل نہین بجز
اُس شخص کے کہ دس سے زیادہ یہ کلمہ پڑھے اور فرمایا کہ جو شخص وضو اچھی طرح کرکے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاوے اور کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ تو اسکے لیے جنت کے دروازے کھل جاوین گے جون سے مین سے چاہے اندر چلا جاوے اور فرمایا کہ
لا الٰہ الا اللہ کہنے والون کو نہ قبر مین وحشت ہی نہ قبرون سے اٹھنے مین گویا کہ مین اُن کو دیکھ رہا ہون کہ نفخ صور کے وقت اپنے سر سے
مٹی جھاڑ رہے ہین اور یہ کہتے ہین الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کو ارشاد فرمایا ہی کہ اے
ابوہریرہ جو نیکی تم کروگے وہ قیامت کے دن وزن کی جاویگی مگر اس بات کی گواہی دینی کہ لا الٰہ الا اللہ اُسکے لیے ترازو نہین رکھی جاویگی اسلیے
کہ اگر یہ کلمہ اُس شخص کے پلہ مین رکھا جاویگا جسنے اُسکو صدق کے ساتھ کہا ہو اور ساتون آسمان اور ساتون زمینین اور اُنکے درمیان کی چیزین
دوسرے پلہ مین رکھی جاوینگی تو ان سب سے لا الٰہ الا اللہ ہی جھکتا رہیگا۔ اور فرمایا کہ اگر صدق کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا اتنے زمین کے گناہ
لاوے گا تو اللہ تعالے اُنکو معاف کردے گا۔ اور فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ جو شخص مرنے کو ہو اسکو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت تلقین کرو کہ وہ گناہون کو

[illegible]

ڈھا دیتی ہی حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مرنے والون کے لیے ہی زندون کے لیے کیا صورت ہی فرمایا کہ اُنکے حق مین زیادہ تر ڈھاتی ہی - اور فرمایا من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ اور فرمایا کہ تم سب جنت مین بیشک جاؤگے مگر جو شخص بالکار پیش آوے اور اللہ تعالیٰ سے ایسا بدلے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدل جاتا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالیٰ سے بالکار کون پیش آتا ہی فرمایا کہ جو لا الہ الا اللہ نہ کہے پس لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو پیشتر اس سے کہ تم مین اور اس کلمہ مین آڑ کر دی جاوے کیونکہ یہ کلمۂ توحید اور کلمۂ اخلاق اور کلمۂ تقویٰ اور کلمۂ طیبہ اور دعوۃ الحق اور عروۂ وثقیٰ ہی اور جنت کا دام بھی یہی ہی - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اس مین کہا گیا ہی کہ دُنیا مین تو احسان لا الہ الا اللہ کا کہنا ہی اور آخرت مین جنت ہی اور للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ مین کہا گیا ہی - اور حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دس بار کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک لہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر اُسکو ایک بردے کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا - اور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایکدن مین ؛ سَو دفعہ کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک لہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر اُس سے نہ تو وہ سبقت لیجاویگا جو اُس سے پہلے تھا اور نہ اُسکو وہ پاویگا جو اُسکے بعد ہوگا مگر جو کوئی اس کے عمل سے افضل کریگا وہ البتہ اُس سے بیشی لیجاویگا اور حضرت عمر نے فرمایا کہ جو شخص کسی بازار مین کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علیٰ کل شیٔ قدیر - اُسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھی جاوینگی اور دس لاکھ بُرائیان دُور ہونگی اور ایک مکان اُسکے لئے جنت مین بنایا جاویگا - اور مروی ہی کہ بندہ جب لا الہ الا اللہ کہتا ہی تو یہ کلمہ اُسکے نامۂ اعمال کی طرف آتا ہی تو جس خطا پر گذرتا ہی اُسکو مٹاتا جاتا ہی یہانتک کہ جب کوئی اپنی طرح کی نیکی دیکھتا ہی تو اُسکے پہلو مین بیٹھ جاتا ہی - اور حدیث صحیح مین حضرت ابوایوبؓ انصاری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک لہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر تو ایسا ہی کہ جیسے چار بردے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کیے - اور نیز حدیث صحیح مین حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی رات سے جاگے پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک لہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر کہے کہ الٰہی تو مجھے بخشدے تو اُسکی مغفرت ہو جاویگی یا دعا مانگیگا تو مقبول ہوگی اور اگر وضو کرکے نماز پڑھے گا تو اُسکی نماز مقبول ہوگی

چوتھا بیان سبحان اللہ اور الحمد للہ اور باقی ذکرون کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہے اور سو پورا کرنے کو لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک لہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر کہے اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہون - اور فرمایا جو شخص دن مین سَو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے اُسکے گناہ دُور ہو جاوینگے گو سمندر کی جھاگ جیسے ہون - اور مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھ سے دنیا نے پشت پھیری اور مین تنگدست ہو گیا آپ نے فرمایا کہ تو فرشتون کی نماز اور خلق کی تسبیح کیون نہین پڑھتا اُس سے تو لوگون کو روزی ملتی ہی اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہی آپ نے فرمایا

کہ صبح صادق کے طلوع سے فجر کی نماز پڑھنے تک کے اندر سو بار سُبحان اللہ وبحمدہ سُبحان اللہ العظیم استغفر اللہ پڑھ لیا کر دنیا تیرے پاس خوار و ذلیل ہوکر آویگی اور اللہ تعالیٰ ہر کلمہ سے اس دعا کے ایک فرشتہ پیدا کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح قیامت تک کرتا رہیگا اور اُسکا ثواب تجھکو ملیگا اور فرمایا کہ جب بندہ الحمد للہ کہتا ہی تو زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہی پھر جب دوسری دفعہ الحمد للہ کہتا ہی تو ساتوین آسمان سے لیکر سب سے نیچے کی زمین تک پُر کر دیتا ہی پھر جب تیسری بار الحمد للہ کہتا ہی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ مانگ تجھکو ملیگا۔ اور رفاعہ زرقی سے مروی ہی کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ نے رکوع سے اپنا سر اُٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک شخص نے آپکے پیچھے سے کہا ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو فرمایا کہ کون بولا تھا اُس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین تھا آپنے فرمایا کہ مین نے کچھ اوپر تیس فرشتون کو دیکھا کہ اُس کلام کی طرف جھپٹے تھے کہ اُسکو کون پہلے لکھے۔ اور فرمایا کہ باقیات الصالحات یہ ہین لا الٰہ الا اللہ وسبحان اللہ واللہ اکبر والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور فرمایا کہ اگر زمین کے اوپر کوئی شخص کہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اُسکے گناہ بخشدیے جاوینگے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہون اسکو ابن عمرؓ نے روایت کیا ہی۔ اور نعمان بن بشیر روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال اور تسبیح اور تہلیل اور تحمید کا ذکر کرتے ہین تو یہ کلمات عرش کے گرد پھرتے ہین اور شہد کی مکھی کا سا بھنبھناہٹ اُنکا ہوتا ہی کہ اپنے پڑھنے والے کا ذکر پروردگار کے پاس کرتے ہین کیا تمسے کسی کو اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کہ ہمیشہ اُسکا ذکر اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا رہے اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہون تو میرے نزدیک اُس چیز سے بہتر ہی جسپر سورج نکلتا ہی یعنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہی اور ایک روایت مین لا حول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ ہی اور فرمایا کہ یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسند کلام یہ چار کلمات ہین سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہکر جونسی شے شروع کروگے کچھ تمکو خلل نہ کریگا اس روایت کو سمرہ بن جندب نے روایت کیا ہے اور ابو مالک اشعری روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ طہارت نصف ایمان ہی اور الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہی اور سُبحان اللہ واللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہین اور نماز نور ہی اور خیرات کرنا برہان ہی اور صبر روشنی ہی اور قرآن تیرے نفع یا نقصان کے لیے حجت ہی سب آدمی صبح کو اُٹھکر یا تو اپنے نفس کو بیچ دیتے ہین پھر اُسکو ہلاک کر دیتے ہین یا اپنے نفس کو خریدتے ہین اور اُسکو آزاد کرتے ہین۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان مین بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہین سُبحان اللہ وبحمدہ سُبحان اللہ العظیم۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا کلام محبوب تر ہی آپ نے فرمایا کہ جو کلام اُسنے اپنے فرشتون کے لیے چُن رکھا ہی یعنی سُبحان اللہ وبحمدہ سُبحان اللہ العظیم۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مین سے ان کلمات کو چھانٹ لیا ہی سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پس جب بندہ سُبحان اللہ کہتا ہی تو اُسکے لیے بیس نیکیان لکھی جاتی ہین اور بیس برائیان اُس سے دور کیجاتی ہین اور جب اللہ اکبر کہتا ہی تب بھی اسیطرح ہوتا ہی اور آخر تک کلمات کو ذکر فرمادیا کہ ہر ایک کے کہنے مین ویسا ہی حال ہے

اورحضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سُبحان اللہ وبحمدہ کہے اُسکے لیے ایک درخت جنت مین لگایا جاویگا
اورحضرت ابوذر رض سے مروی ہی کہ فقراء صحابہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ دولتمند ثواب لے گئے وہ
نماز پڑھتے ہین جیسے ہم پڑھتے ہین اور روزہ رکھتے ہین جیسے ہم رکھتے ہین اور اپنے بچے ہوئے مالون سے خیرات کرتے ہین آپ نے
فرمایا کہ خدا تعالی نے کیا تمھارے لیے کوئی چیز نہین بنائی جس سے تم صدقہ کرو تمھارے واسطے ہر سُبحان اللہ کہنا صدقہ اور الحمد للہ
کہنا صدقہ ہی ہر تہلیل صدقہ ہی ہر ایک تکبیر صدقہ ہی اچھی بات کے لیے امر کرنا صدقہ ہی بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہی تم مین سے کوئی اپنی بی بی
کے منھ مین لقمہ دے تو یہ اُسکے حق مین صدقہ ہی اور تمھارے لیے بی بی سے ہم بستر ہونے مین صدقہ ہی انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمکو
اپنی شہوت کے پورا کرنے مین بھی ثواب ہی آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ تو کہو کہ اگر شہوت کو حرام مین صرف کرتا تو گناہ ہوتا کہ نہین انھون نے عرض
کیا کہ بیشک گناہ ہوتا آپ نے فرمایا کہ اسیطرح اگر حلال مین اُسکو صرف کریگا تو اُسکو ثواب ہوگا اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مالدار ثواب مین ہم سے بڑھ گئے کہ جو ہم کہتے ہین اُسکو وہ بھی کہتے ہین اور وہ خرچ کرتے ہین
اور ہم نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو ایسا عمل نہ بتا دون کہ جب تو اُسکو کرے تو جو تجھ سے اول ہوا اُسکو جا لے اور جو تیرے بعد ہو اُس پر فائق
ہو بجز اُس شخص کے کہ تیرے قول کے موافق کہے وہ یہ ہی کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر
کہ لیا کرو اور یسیرہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای عورتو اپنے اوپر سُبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سبوح قدوس
کہنا لازم کر لو کہ اُس سے غفلت نہ کرو اور عدد کے شمار عقد انامل سے کیا کرو کہ انگلیون کی پورین قیامت کے روز شہادت دینگی اور بولینگی اور
حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سُبحان اللہ کہنے کو شمار کرتے جاتے تھے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض
اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بندہ جب کہتا ہی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالی
فرماتا ہی کہ میرا بندہ سچ کہتا ہی کہ کوئی معبود میرے سوا نہین اور مین سب سے زیادہ بڑا ہون اور جب بندہ کہتا ہی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ تو
اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندہ نے سچ کہا کوئی معبود میرے سوا نہین مین یکتا ہون کوئی میرا شریک نہین اور جب وہ کہتا ہی لا الہ الا اللہ ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ۔ تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ درست کہتا ہی گناہ سے بچنے کی طاقت اور طاعت کے لیے قوت بجز میرے اور کسیطرح نہین اور جو شخص
ان کلمات کو مرنے کے وقت کہے تو اُسکو دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین سے
کسی سے یہ نہین ہو سکتا کہ ہر روز ایکہزار نیکیان کما لیا کرے لوگون نے عرض کیا کہ کیسے ہو آپ نے فرمایا کہ سو بار سُبحان اللہ کہ لیا کرے اُسکے لیے
ہزار تو نیکیان لکھی جائینگی اور ہزار برائیان اُس سے دُور کیجاوینگی اور فرمایا کہ ای عبد اللہ بن قیس یا حضرت ابو موسیٰ کو خطاب فرما کر کہا کہ کیا مین
تجھکو جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ نہ بتلا دون انھون نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے فرمایا کہ کہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور حضرت
ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا کہنا جنت کے خزانون مین سے عرش کے نیچے کا ایک
عمل ہی جب بندہ اُسکو کہتا ہی تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ اسلام لایا اور فرمانبردار ہوا۔ اور فرمایا کہ جو شخص صبح کو یہ کہ لیا کرے کہ رضیت باللہ ربا
وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا تو ضرور ہی کہ خدائے تعالی اُسکو قیامت کے روز راضی کر دیگا اور ایک روایت مین ہی کہ جو کوئی اس کو کہا کرے

ابو داود و نسائی و ترمذی
و حاکم
اللہ سے راضی ہین اُسکو اپنا رب جانتے ہین اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول جانتے ہین
ابو داود و نسائی و حاکم
خادم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوتا ہے۔ اور مجاہد رض فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور بسم اللہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو ہدایت کیا گیا اور جب کہتا ہے کہ توکلت علی اللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو کفایت کیا گیا اور جب کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو حفاظت کیا گیا پھر اُسکے پاس سے شیطان علیحدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسپر تمھارا بس نہ چلیگا کہ یہ ہدایت اور کفایت اور حفاظت میں داخل ہوا اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ ذکر الٰہی باوجود زبان پر ہلکا ہونے اور تھوڑی مشقت کے ایسا ہو گیا کہ یہ سب عبادتوں کی نسبت کر مفید تر اور افضل ہو گیا حالانکہ عبادات میں محنت بہت ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس امر کی تحقیق تو بدون علم مکاشفہ کے اور جگہ زیبا نہیں مگر جسقدر کا ذکر کرنا علم معاملہ میں گوارا کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جس ذکر سے تاثیر اور نفع ہوا کرتا ہے وہ حضور دل کے ساتھ ہمیشہ کو ذکر کرنا ہے اور زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل ہونا بہت کم نافع ہے ؎ زبان در ذکر و دل در فکر خانہ ؛ چہ حاصل زین نماز پنجگانہ ؛ اور یہی بات احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے اور کسی لحظہ میں کر دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیا میں مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ سے غافل ہونا بھی کمتر مفید ہے بلکہ حضور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہمیشہ یا اکثر اوقات سب عبادتوں پر مقدم ہے بلکہ اسی سے سب عبادتوں پر شرف ہے اور وہی عملی عبادتوں کی علت غائی ہے اور ذکر کا ایک شروع ہے اور ایک انجام ابتدائے ذکر تو موجب اُنس و محبت کا ہوتا ہے اور اسکی انتہا یہ ہے کہ اُنس و محبت اسکے موجب ہو جاویں اور انھیں کے باعث سے ذکر سرزد ہو اور مطلوب بھی یہی اُنس و محبت ہوتی ہے جو باعث ذکر ہو کیونکہ مرید اپنے ابتدائے حال میں کبھی بتکلف اپنے دل اور زبان کو وسواس سے روک کر خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف کرتا ہے اور اگر توفیق الٰہی اسپر مداومت کرتا ہے تو اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور اسکے دل میں مذکور کی محبت جم جاتی ہے اور اس بات سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ امر تو عادت میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک غائب شخص کا ذکر کرو اور اس کی خصلتوں کو بکرر سے کر اسکو سناؤ تو وہ اس سے محبت کریگا بلکہ کبھی صفت اور کثرت ذکر ہی سے عاشق ہو جاتا ہے پھر جب ابتدا میں بتکلف ذکر سے عاشق ہو جاتا ہے تو انجام کو کثرت ذکر پر مجبور ہو جاتا ہے اسطرح کہ اُس سے صبر نہیں کر سکتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اسکا ذکر زیادہ کیا کرتا ہے اور جو شخص کسی چیز کا ذکر بہت کرتا ہے گو تکلف ہی سے ہو وہ اسی شے کو محبوب جانتا ہے اسیطرح ذکر الٰہی اول میں تکلف کے ساتھ بھی اس امر کا ثمرہ دیتا ہے کہ مذکور کے ساتھ یعنی خدائے تعالیٰ سے آدمی کو اُنس و محبت ہو جاوے اور انجام کو یہ صورت ہوتی ہے کہ اس سے صبر نہیں کر سکتا تو جو چیز اول میں موجب تھی وہ موجب ہو جاتی ہے اور جو چیز ثمرہ تھی وہ علت ٹھہرتی ہے اور یہی معنی ہیں اس قول کے جو بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے بیس برس قرآن پر محنت ہی کھینچی پھر بیس برس اس سے دولت ملی اور یہ دولت بجز اُنس و محبت کے اور کسی چیز سے صادر نہیں ہوتی اور اُنس و محبت جبھی حاصل ہوتی ہے کہ بہت مدت تک بتکلف مشقت اٹھائی جاوے یہانتک کہ تکلف کا امر سرشتی ہو جاوے اور اس امر کو بعید نہ جانو کہ دیکھتے ہی ہو کہ آدمی بعض اوقات کسی چیز کے کھانے میں تکلف کرتا ہے اور اول بدمزگی کے باعث اُسکو بُرا جانتا ہے اور زبردستی نگلتا ہے مگر اُسپر مداومت کرنے سے اُسکی طبیعت کے موافق پڑ جاتی ہے یہانتک کہ پھر اُس سے صبر نہیں کرتا غرضکہ آدمی کا نفس متحمل ہوتا ہے جسطرح کی عادت ڈالو ویسا ہی عادی ہو جاتا ہے اور جو چیز اُس سے اول بتکلف کراؤ اخیر کو وہ اُسکے لیے سرشت ہو جاتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُنس حاصل ہو جاتا ہے تو اُسکے ماسوا سے منقطع ہو جاتا ہے اور اُسکے سوا وہ چیزیں ہیں کہ مرنے کے وقت اُسسے جدا ہو جاوینگی مثلاً گھر کے لوگ اور مال اور اولاد اور حکومت قبر میں کوئی ساتھ نہوگی اور بجز ذکر الٰہی کے اور کچھ نہ رہیگا پس اگر ذکر الٰہی سے اُنس رکھتا ہو گا تب تو اُسسے منتفع ہو گا اور جو علائق کہ اُس سے روکتے تھے اُنکے برطرف ہونے سے لذت پاوے گا کیونکہ دنیا کی

زندگی مین حاجتون کی ضرورتین ذکر اللہ سے روکتی ہین اور موت کے بعد کوئی مانع نہ رہیگا تو گویا اُسوقت اُسمین اور اُسکے محبوب مین تخلیہ کر دیا جاویگا
اس صورت مین اُسکا حال بہت بہتر ہوگا اور اُس قید خانہ سے چھوٹ جاویگا جسمین اپنے اُنس کی چیز سے کا ہوا تھا۔ اور اسی جہت سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے دلمین ڈال دیا ہی کہ تم جس چیز کو چاہو محبوب کر لو مگر اُسکو تمھین چھوڑنا پڑیگا۔ اس سے مراد وہ
چیزین ہین جو دنیا کے متعلق ہون اسلیے کہ مرنے سے آدمی کے حق مین یہی چیزین جاتی رہتی ہین کہ جتنی چیزین زمین پر ہین سب فانی ہین صرف
ذات پاک پروردگار کی باقی ہی۔ اور دنیا کا اُسکے حق مین موت کے باعث فنا ہونا اُسوقت تک رہیگا کہ وہ شخص مدت مکتوب کے پورا ہوکے
واقع مین فنا ہوجاوے۔ اور اس اُنس سے بندہ اپنی موت کے بعد لذت پاتا رہیگا یہانتک کہ خدا تعالی کے جوار مین نازل ہوکر ذکر سے لقا کی طرف
ترقی کر جاوے اور یہ باجرا قبرون مین سے اُٹھنے اور سینون کے اندر کی باتین معلوم ہونے کے بعد ہوگا۔ اور اس دلیل سے کہ مرنا عدم ہی اُسکے ساتھ ذکر کے نہ ہوسکنا ہی
موت کے بعد ذکر الٰہی کے ساتھ رہنے سے انکار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مرنے سے آدمی ایسا معدوم نہین ہوتا کہ ذکر کا مانع ہو بلکہ اُسکا معدوم ہونا
صرف دنیا اور عالم ظاہری سے ہی عالم ملکوت سے معدوم نہین ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین کہ القبر اما حفرة من
حفر النار او روضة من ریاض الجنة اور اس حدیث مین ارواح الشہداء فی حواصل طیور خضر اسی بات کی طرف اشارہ ہی جو ہمنے ذکر کی ہی اور
اُس ارشاد مین بھی یہی اشارہ ہی جو آپ نے جنگ بدر کے مشرک مقتولون کو ہر ایک کا نام لیکر فرمایا کہ ای فلان ای فلان جو کچھ تمھارے ربنے
وعدہ کیا تھا اُسکو تمنے سچ پایا کہ نہین مجھسے تو جو کچھ میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا اُسکو مین نے سچا پایا حضرت عمرؓ نے آپکے اس قول کو سُنکر
عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیسے سُنین اور کیونکر جواب دین وہ تو مر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین
میری جان ہی تم میرے کلام کو اُنسے زیادہ نہین سنتے مگر یہی فرق ہی کہ اُنکو جواب دینے کی قدرت نہین اور یہ روایت حدیث صحیح مین ہی یہ ارشاد
اُنکا مشرکین کے باب مین ہی اور ایمانداروں کے لیے آپنے فرمایا ہی کہ اُنکی روحین سبز جانورون کے پوٹون مین عرش کے نیچے لٹکتی ہین اور یہ حالت
اور جو کیفیت کہ ان الفاظ سے پائی جاتی ہی ذکر الٰہی کے مخالف نہین اور اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند
ربهم یرزقون فرحین بما آتاهم اللہ من فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم ان لا خوف علیهم ولا هم یحزنون اور ذکر الٰہی کے شرف کی جہت سے
رتبہ شہادت بڑا ٹھہرا اسلیے کہ مقصود خاتمہ ہی اور ہماری غرض خاتمہ سے دنیا کا رخصت ہونا اور اللہ کے سامنے ایسے حال مین آنا ہی کہ دل خدا تعالی
مین ڈوبا ہوا اور اُسکے سوا سے منقطع ہو پس اگر کوئی بندہ اس بات پر قادر ہو کہ اپنی ہمت کو خدا تعالی مین مستغرق کر دے تو اُس سے اس حالت پر
مرنا بجز صف جنگ کے اور طرح نہو سکیگا کیونکہ صف جنگ مین اپنی جان اور مال اور اولاد بلکہ تمام دنیا سے طمع جاتی رہتی ہی اسلیے کہ ان چیزون کو
زندگی کے لیے چاہا کرتا ہی اور جب محبت الٰہی اور اُسکی رضا جوئی مین اُسکے دلپر زندگی بیقدر ہوگئی تو ان چیزون کی بھی قدر نہ رہیگی اس سے معلوم ہوا
کہ اس سے بڑھکر خدا تعالی کے لیے ہو رہنے کی اور کوئی صورت نہین اور یہین بلحاظ شہادت کا معاملہ بہت بڑا ٹھہرا اور اُسکے فضائل بیشمار وارد ہوے
مثلاً جب اُحد کی لڑائی مین حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری شہید ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لڑکے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ ای جابر

مین تجھے ایک بشارت دیتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ بہتر خدا تعالیٰ آپکو خیر کی بشارت دے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اپنے سامنے بٹھلایا اسطرح کہ اُنمین اور خدا ے تعالیٰ مین کوئی پردہ نہ تھا پھر فرمایا کہ ای میرے بندے جو کچھ چاہے مجھسے تمنا کر مین تجھکو دونگا تیرے باپ نے کہا کہ الٰہی میری یہ تمنا ہی کہ تو مجھکو دنیا مین دوبارہ بھیجدے تاکہ مین تیری راہ مین اور تیرے رسول کی اطاعت مین پھر سے مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس باب مین تو میرا حکم پہلے ہوچکا ہی کہ لوگ دنیا مین پلٹ کر نہ جاوین پھر قتل اُس جیسی حالت پر مرنے کا باعث ہی کیونکہ اگر مارا نہ جاوے اور مدت تک زندہ رہے تو کیا عجب ہی کہ دنیا کی شہوات اُسکی طرف لوٹ آوین اور اُسکے دل پر جو ذکر الٰہی کا غلبہ ہی اُس پر غالب ہوجاوین اور یہین جہت معرفت والے خاتمہ کے معاملہ سے بہت خوف کرتے رہتے ہین کیونکہ دل ہر چند ذکر الٰہی کو لازم رکھتا ہو مگر تاہم بدلتا رہتا ہی اور کچھ نہ کچھ التفات دنیا کی شہوات کی طرف رکھتا ہی اور قصور اور سستی عارضی سے خالی نہین ہوتا پس اگر معاذ اللہ آخر حال مین اُسکے دلمین دنیا کا معاملہ صورت پکڑکر چھاجاوے اور دنیا سے اسی حالت مین کوچ کر جاوے تو قریب قیاس یہی ہی کہ اُسی معاملہ کا غلبہ اُسکے دل پر باقی رہے اور مرنے کے بعد اُس کا مشتاق ہوکر دنیا مین پھر سے آنے کی تمنا کرے اور یہ تمنا اُسی جہت سے ہوتی ہی کہ آخرت کا بہرہ کم ہوتا ہی کیونکہ آدمی کی موت اُس حال پر ہوتی ہی جس پر زندگی کرتا ہی اور حشر اُسپر ہوتا ہی جسپر مرتا ہی اس صورت مین اس خطرہ سے زیادہ بچاؤ کی صورت شہادت کا خاتمہ ہی بشرطیکہ شہید کی غرض مال کا حاصل کرنا یا بہادری مین مشہور ہوجانا وغیرہ نہو جنکا ذکر حدیث مین آیا ہی کہ ایسے شہید دوزخ مین جاوینگے بلکہ قصد اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُسکا بول بالا ہونیکا ہو اور یہی حالت ہی جو اس آیت مین مذکور ہی ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ اور اسطرح کا شخص دنیا کو آخرت کے عوض مین بیچتا ہی اور شہید کا حال کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی مراد کے موافق ہی اسلیے کہ اُسکا مقصود بجز اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہین اور ہر ایک مقصود معبود ہوتا ہی اور ہر معبود الٰہ ہی تو شہید اپنی زبان حال سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہی کہ اُسکے سوا اُسکا مقصود نہین اور جو شخص کہ یہ کلمہ اپنی زبان سے کہے اور اُسکا حال اُس کلمے کے موافق نہو تو اُسکا معاملہ مشیت ایزدی مین ہی اور اُسکے حق مین خطرہ سے مامون نہین اور بوجہ مذکورہ سابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کے کہنے کو سب ذکرون پر فضیلت دی اور بعض جا تو مطلق اُسکے کہنے کو ذکر کیا ہی تاکہ لوگون کو ترغیب ہو پھر بعض جا صدق اور اخلاص کو اضافہ کرکے ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا من قال لا الٰہ الا اللہ مخلصا اور اخلاص کے یہ معنی ہین کہ حال بموجب قول ثابت کے ہووے ہم خداے تعالیٰ سے سوال کرتے ہین کہ خاتمہ مین ہمکو ان لوگون مین سے کردے جو حال اور قال اور ظاہر و باطن مین لا الٰہ الا اللہ والے ہون تاکہ ہم دنیا کو ایسی طرح چھوڑین کہ اُسکی طرف ذرا دھیان نہو بلکہ اُس سے دق ہون اور خدا تعالیٰ کی لقا کے خواہان کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی لقا کو چاہتا ہی اللہ اُسکی لقا چاہتا ہی اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا برا جانتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکی صورت دیکھنا برا جانتا ہی غرضکہ یہ ذکر کے معانی کے وہ اشارات ہین کہ اُنسے زیادہ علم معاملہ مین بیان نہین ہوسکتا

دوسری فصل

دعا کے آداب و فضیلت مین اور استغفار اور درود شریف کی فضیلت مین اس مین تین بیان ہین

بیان اول

دعا کی فضیلت و آداب مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین اور فرمایا قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ اور فرمایا وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور احادیث

اسکے فضل مین یہ ہین کہ نعمان بن بشیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا الدعاء ہو العبادۃ پھر آپ نے ادعونی استجب لکم
کو آخر آیت تک پڑھا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی الدعاء مخ العبادۃ اور حضرت ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کوئی
چیز اللہ کے نزدیک دعا سے بزرگتر نہین۔ اور فرمایا کہ بندہ دعا سے ایک نہ ایک تین باتون مین سے جانے نہین دیتا یا تو اسکا گناہ بخشا جاتا ہی یا کوئی
بہتری سردست ملجاتی ہی یا کوئی خیر اسکے لیے ذخیرہ کردیجاتی ہی اور حضرت ابوذر رضی نے فرمایا کہ نیکی کرنیکے ساتھ دعا اسقدر کافی ہی جیسے کھانیکے ساتھ نمک کی
مقدار ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے اسکے فضل کی درخواست کرو کہ اسکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اس سے کوئی مانگے اور بہترین عبادت
کشادگی کا منتظر رہنا ہی اور دعا کے آداب دس ہین **ادب اول** یہ ہی کہ دعا کے لیے اوقات شریف کو تاکتا رہے جیسے سال مین سے عرفہ کا روز اور
مہینون مین رمضان کا مہینا اور ہفتہ مین جمعہ کا روز اور رات کی ساعتون مین سحر کا وقت ہی جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہی و بالاسحار ہم یستغفرون اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی ہر شب مین جب تہائی پچھلی رات رہتی ہی آسمان دنیا پر نزول جلال فرماکر ارشاد فرماتا ہی کہ کوئی ہی
مجھسے دعا مانگے اور مین قبول کرون اور کوئی ہی مجھسے مانگے تو مین اسکو دون اور کوئی ہی کہ مجھ سے مغفرت کا خواہان ہو پس مین اسکو بخشدون۔
اور کہتے ہین کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنی اولاد سے کہا تھا کہ سوف استغفر لکم ربی یعنی مین تمھارے لیے اپنے رب سے عنقریب درخواست
مغفرت کرونگا تو اس سے انکی غرض یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کرین چنانچہ کہتے ہین کہ آپ پچھلے تڑکے اٹھے اور دعا مانگی اور انکی اولاد انکے پیچھے
آمین کہتی جاتی تھی اللہ تعالی نے انکو وحی بھیجی کہ مین نے انکا قصور معاف کیا اور انکو پیغمبر کردیا **ادب دوم** یہ ہی کہ عمدہ حالات کو غنیمت جانے
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ جب راہ خدا مین فوجین دشمنون سے بھڑتی ہین اور مینھہ کے برسنے کے وقت اور فرض نماز کے لیے تکبیر کہنے کے وقت
آسمان کے دروازے کھلجاتے ہین پس ان وقتون مین دعا مانگنا غنیمت جانو اور حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ نمازین بہتر ساعات مین مقرر ہوئی ہین
تو انکے بعد دعا مانگنا اپنے اوپر لازم کرلو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اذان اور تکبیر کے بیچ مین دعا رد نہین ہوتی اور فرمایا کہ روزہ دار
کی دعا رد نہین ہوتی۔ اور واقع مین اوقات کے بہتر ہونے سے حالات بھی بہتر ہوتے ہین مثلاً سحر کا وقت دل کی صفائی اور اخلاص اور
تشویش مین ڈالنے والی چیزون سے خالی ہونے کا وقت ہی اور عرفہ اور جمعہ کا روز ہمتون کے جمع ہونے اور خدا تعالی کی رحمت اتارنیکے
لیے دلون کے متفق ہونے کا وقت ہی۔ اور وقتون کی عمدگی کا یہ ایک سبب ہی کہ حالات اس سے عمدہ ہوتے ہین باقی اسرار جو انمین ہین انپر
بشر کو واقفیت نہین اور سجدہ کی حالت بھی دعا کے مقبول ہونیکے مناسب ہی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سب حالتون سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت مین ہوتا ہی پس سجدہ مین دعا کی کثرت کرو۔ اور حضرت ابن عباس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مجھکو قرآن کا پڑھنا حالت رکوع اور سجدہ مین منع کردیا گیا پس رکوع مین تعظیم اللہ تعالی کی کیا کرو
اور سجدہ مین دعا کے لیے خوب کوشش کرو کہ یہ حالت اس بات کی شایان ہی کہ تمھاری دعا قبول ہو **ادب سوم** یہ ہی کہ دعا قبلہ رخ ہوکر مانگے
اور اپنے ہاتھ اتنے اونچے کرے کہ بغلون کی سفیدی معلوم ہونے لگے۔ جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے موقف
مین تشریف لائے اور قبلہ رخ ہوکر دعا کرتے رہے یہانتک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اور سلمان فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا

حیا والا کریم ہے جب بندہ اُسکی طرف اپنے دونون ہاتھ اُٹھاتا ہے تو وہ حیا کرتا ہے اس سے کہ وہ اُنکو خالی پھیر دے - اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین اپنے ہاتھ اتنے اُٹھاتے کہ آپ کی بغلون کی سفیدی معلوم ہونے لگتی اور دعا مین اپنی دونون اُنگلیون سے اشارہ
نہ کرتے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے کہ وہ دعا مانگتا تھا اور اپنی دونون شہادت کی
اُنگلیون سے اشارہ کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ ایک اُنگلی پر اکتفا کر - اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ ان ہاتھون کو دعا کے لیے اُٹھاؤ پہلے اس سے
کہ زنجیرون مین جکڑے جاوین پھر دعا کے آخر مین چاہیئے کہ دونون ہاتھون کو اپنے مُنھ پر پھیرے حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دستور تھا کہ جب اپنے ہاتھون کو دعا مین پھیلاتے تو اُن کو نہ ہٹاتے جب تک کہ اپنے چہرۂ مبارک پر نہ پھیر لیتے - اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو دونون ہتھیلیان ملا لیتے اور ان کا اندر کا رُخ اپنے مُنھ کی طرف کو رکھتے یہ صورت ہاتھون
کی ہوئی اور چاہیئے کہ دعا مین اپنی نگاہ آسمان کی طرف کو نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاہیئے کہ لوگ اپنی نگاہین
دعا کے اندر آسمان کی طرف اُٹھانے سے باز رہین ورنہ اُن کی نگاہین اُچک لیجاوینگی **ادب چہارم** آواز کا پست کرنا آہستہ اور پکار
کے پڑھنے کے درمیان مین کیونکہ حضرت ابو موسی اشعری رضہ روایت کرتے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب آئے جب مدینہ منورہ
کے قریب پہونچ گئے تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگون نے بھی اللہ اکبر کہا اور آواز خوب بلند کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لوگو جس شخص کو تم پکارتے ہو وہ نہ بہرا ہے نہ غائب ہے بلکہ وہ تمھارے اور تمھاری سواریون کی گردنون کے درمیان ہے اور حضرت
عائشہ رضہ نے ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا مین فرمایا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ اپنی دعا مین جہر و اخفا مت کرو - اور خداوند کریم نے اپنے نبی زکریا
علیہ السلام کی اس باب مین تعریف فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا اذ نادی ربہ ندآء خفیا اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ انہ لا یحب المعتدین
ادب پنجم یہ ہے کہ دعا مین قافیہ کا تکلف نہ کرے اسلیے کہ دعا مانگنے کا حال تضرع اور انکسار کرنے والے کا سا ہونا چاہیئے اور اُسکو تکلف مناسب
نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ دعا مین حد سے تجاوز کرینگے اور بعض لوگون نے ادعوا ربکم تضرعا
و خفیۃ انہ لا یحب المعتدین کی تفسیر مین فرمایا کہ معتدین کے معنی قافیون مین تکلف کرنے والے ہین - اور بہتر یہ ہے کہ دعوات ماثورہ کے سوا
اور کچھ نہ مانگے اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ دعا مانگنے مین حد سے تجاوز کر جاوے اور ایسی چیز مانگنے لگے جو مقتضائے مصلحت نہو کہ ہر کوئی اچھی طرح دعا
مانگنا بھی نہین جانتا اور اسی لیے حضرت معاذ بن جبل سے حدیث یا اُنھین کا قول مروی ہے کہ علما کی حاجت جنت مین بھی ہوگی جس وقت کہ
جنت والون سے کہا جاویگا کہ تمنا کرو تو اُنکو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تمنا کس طرح کرین یہانتک کہ علما سے سیکھ کر تمنا کرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ دعا مین سجع سے دور رہو تم مین سے کسی کو یہی کہنا کافی ہے اللھم انی اسئلک الجنۃ وما قربنی الیہا من قول و عمل و اعوذ بک من النار
وما قربنی الیہا من قول و عمل اور حدیث مین ہے کہ کچھ لوگ عنقریب ایسے آوینگے کہ دعا اور طہارت مین حد سے تجاوز کرینگے - اور بعض اکابر سلف

البتہ بخاری نے حضرت ابن عباس کا قول سجع سے احتراز مین نقل کیا ہے اور حاکم نے بروایت عایشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ اے عایشہ دعا مین کامل ما نگا کر اور اسی مین واسئلک الجنۃ ... [illegible]

[illegible] ... جوان اور ... دوزخ سے ... اور ان قول اور عمل سے ... ترمذی [illegible]

[illegible]

کا گذر ایک واعظ پر ہوا کہ وہ دعا مین قافیہ بندی کر رہا تھا انھون نے فرمایا کہ کیا خداے تعالی کے سامنے بلاغت جتاتے ہو گواہ رہو کہ مین نے حبیب عجمی کو دعا مانگتے دیکھا ہے جنکی دعا کی برکت مشہور ہے وہ اپنی دعا مین اس سے زیادہ نہین فرماتے تھے اللّٰھم اجعلنا جیدین اللّٰھم لا تفضحنا یوم القیامۃ اللّٰھم وفقنا للخیر اور آدمی ہر طرف سے آپ کے پیچھے دعا مانگتے تھے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ذلت اور عاجزی کی زبان کے سے دعا مانگو نہ فصاحت اور طلاقت کی زبان سے۔ اور کہتے ہین کہ علما اور ابدال ہین سے کوئی دعا مین سات جملون سے زیادہ نہین بڑھاتے تھے اور اسکا شاہد سورۂ بقر کا آخر ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندون کی دعا کسی جگہ اُس سے زیادہ نہین بتائی جتنی اس رکوع مین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ مراد قافیہ سے کلام کا تکلف سے کہنا ہے کہ یہ امر انکسار اور ذلت کے مناسب نہین اور مطلق قافیہ سے غرض نہین کہ یہ تو جو دعائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین اُن مین بھی موجود ہے کہ کلمات مقفی ہین مگر وہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ نہین آمد کے طور پر ہین جیسے اس دعا مین اسئلک الامن یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشھود والرکع السجود والموفین بالعھود انک رحیم ودود وانک تفعل ما ترید اور اسکے سوا اور دعائین اس قسم کی ہین بس چاہیے کہ جو دعائین حدیث مین منقول ہون اُنھین پر اکتفا کرے یا زبان تضرع اور خشوع سے بدون قافیہ اور تکلف کے دعا کرے کہ خدا تعالی کے نزدیک عاجزی ہی پسند ہے **ادب ششم** تضرع اور خشوع کرنا اور رغبت اور خوف رکھنا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اُسکو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اُسکا تضرع سُنے **ادب ہفتم** یہ کہ دعا قطعی طور پر کرے اور قبول ہونے کا یقین کرے اور اس باب مین سچی توقع کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جب تم مین سے کوئی دعا مانگے تو چاہیے کہ یہ نہ کہے کہ الٰہی تو مجھے بخشدے اگر چاہے اور تو مجھپر رحم کر اگر چاہے بلکہ قطعی درخواست کرے کہ مجھکو بخشدے اور رحم کر کیونکہ اُسپر کوئی زبردستی کرنے والا نہین۔ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی دعا مانگے تو چاہیے کہ رغبت بہت کرے کیونکہ خدا تعالی کو کوئی چیز بڑی نہین معلوم ہوتی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی سے ایسی طرح دعا مانگو کہ تمکو قبول ہونے کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالی غافل دل کی دعا قبول نہین فرماتا۔ اور سفیان بن عینیہ رح نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نفس کی خرابی سے واقف ہو کر دعا سے باز نہ رہو اور یہ مت جانو کہ ہم بُرے ہین ہماری دعا قبول نہوگی اسلیے کہ اللہ تعالی نے تو خلق مین سب سے بُرے یعنی شیطان ملعون کی بھی دعا قبول فرمائی چنانچہ قرآن مین موجود ہے قال رب انظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنظرین **ادب ہشتم** یہ ہے کہ دعا مین مبالغہ کرے یعنی عمدہ حالات مین اُسکی مداومت کرے اور تین بار دعا کے الفاظ کہے کہ حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے اور اگر سوال کرتے تو تین دفعہ کرتے اور چاہیے کہ دعا کے قبول ہونے مین یہ نہ سمجھے کہ دیر ہوگی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم مین سے کسی کی دعا جب قبول ہوگی کہ جلدی نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ مین نے دعا مانگی اور قبول نہوئی اور جب دعا مانگو تو اللہ تعالی سے بہت چیز مانگو کہ تم کریم سے مانگتے ہو اور بعض کا قول ہے کہ مین بیس برس سے ایک حاجت طلب کرتا ہون اور وہ قبول نہین ہوئی مگر مجھکو اُسکے قبول ہونے کی توقع ہے وہ یہ ہے کہ مین نے خدا تعالی سے سوال کیا ہے کہ مجھکو بے فائدہ چیز کے چھوڑنے کی

توفیق عنایت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب کوئی تم مین سے اپنے پروردگار سے کچھ سوال کرے اور معلوم ہو کہ قبول ہو گیا تو یہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات اور جسکے لیے قبول مین کچھ دیر ہو جاوے تو کہے الحمد للہ علی کل حال **ادب نہم** یہ ہے کہ دعا کو خدا تعالی کے ذکر سے شروع کرے اول ہی سوال نہ کرنے لگے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہین سُنا کہ آپ نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہے ہون سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص کچھ حاجت اللہ تعالے سے مانگنی چاہے اسکو چاہیئے کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنی حاجت مانگے پھر خاتمہ درود شریف پر کرے اسلیے کہ اللہ تعالی دونون درودون کو قبول کرتا ہے تو وہ اس بات سے بزرگ ہے کہ درودون کے بیچ کے مطلب کو چھوڑ دے اور ایک حدیث مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالی سے حاجت مانگو تو ابتدا میرے اوپر درود پڑھنے سے کرو کہ اللہ تعالی کا کام اس امر کا مقتضی نہین کہ اُس سے کوئی دو حاجتین مانگے تو ایک پوری کر دے اور دوسری کو نہ کرے روایت کیا اسکو ابو طالب مکی نے **ادب دہم** متعلق باطن سے ہے اور قبول ہونے کے باب مین اصل وہی ہے یعنی توبہ کرنا اور حقدارون کے حقوق اُنکو پہونچا کر تمام ہمت سے خدا ے تعالے کی طرف متوجہ ہونا کہ قبول کرنے مین سبب قریب یہی ہے کعب احبار سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد مین لوگون مین ایک سخت قحط پڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل کے ساتھ مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے مگر مینھ نہ برسا پھر آپ تین دن باہر تشریف لے گئے اور بارش نہوئی اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ مین تمھاری اور تمھارے ساتھیون کی دعا قبول نہ کرونگا کہ تم مین چغل خور ہے حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون شخص ہے ہمکو بتا دے کہ اسکو اپنے درمیان سے ہم نکال دین حکم ہوا کہ ای موسیٰ چغلی سے مین تم کو منع کرتا ہون اور مین ہی پھر چغلی کھاؤن آپ نے نبی اسرائیل سے کہا کہ تم سب چغلی سے توبہ کرو سبھون نے توبہ کی اُسوقت مینھ برسا اور سعید بن جبیر کہتے ہین کہ نبی اسرائیل کے کسی بادشاہ کے زمانہ مین قحط پڑا اور لوگون نے مینھ کی دعا مانگی اُس بادشاہ نے یہ کہا کہ یا تو خداے تعالے ہم پر مینھ برساوے ورنہ ہم اُس کو ستاوینگے لوگون نے اُس کو کہا کہ تم اس کو کس طرح ستا سکتے ہو وہ تو آسمان مین ہے اُس نے کہا کہ مین اُس کے اولیا اور طاعت والون کو مار ڈالونگا یہی باعث اسکی ایذا کا ہوگا اللہ تعالی نے اُن پر مینھ برسا دیا اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہے کہ نبی اسرائیل مین ایکبار سات برس کی خشکی ہوئی یہانتک کہ مردار اور لڑکون کو کھا گئے اور پہاڑون مین جا جا کر روتے اور تضرع کیا کرتے تھے پس اللہ تعالی نے اُن کے پیغمبرون پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلوگے کہ تمھارے گھٹنے تک گھس جاوین اور تمھارے ہاتھ آسمان کے بادلون کو لگ جاوین اور دعا کرتے کرتے زبانین تھک جاوین تب بھی مین کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرون نہ کسی رونے والے پر ترس کرون جب تک کہ حقدارون کے حقوق اُنکو نہ پہونچا دوگے جب سب اس امر کے بموجب کاربند ہوے تو اُسی روز مینھ برسا۔ اور حضرت مالک بن دینار فرماتے ہین کہ نبی اسرائیل مین قحط پڑا اور کئی دفعہ مینھ کے لیے باہر نکلے اور مینھ نہ برسا اور ان کے پیغمبر پر وحی ہوئی کہ انسے کہدو کہ تم میری طرف ناپاک بدنون سے نکلتے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو جن سے بہت سے خون کیے اور اپنے پیٹون کو حرام سے بھر رکھا ہے اب میرا غصہ تمپر بہت زیادہ ہو گیا اور دوری کے سوا تمکو اور کچھ مجھسے ہرگز نہ ملے گا۔ اور ابو الصدیق ناجی کہتے ہین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار مینھ کے لئے دعا کرنے کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی کمر کے بل پڑی ہے اور پاؤن آسمان کی طرف کو کرکے کہ رہی ہے

الٰہی ہم بھی تیری مخلوقات مین سے ایک مخلوق ہین اور ہم کو تیری روزی سے کسی طرح بے پروائی نہین ہم کو دوسرون کے گناہون کے
عوض مین ہلاک مت کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگون سے فرمایا کہ لوٹ چلو تم کو مینھ تمھارے سوا دوسرے حیوان کی دعا سے ملگیا
اور اوزاعی کہتے ہین کہ لوگ مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے اُن مین بلال بن سعد نے کھڑے ہوکر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے گروہ
حاضرین تم کو اپنے خطاوار ہونے کا اقرار ہی کہ نہین انھون نے کہا کہ بیشک اقرار ہی پھر بلال بن سعد نے کہا کہ الٰہی ہمنے سُنا کہ تو نے اپنی کتاب
مجید مین فرمایا ہی ما علی المحسنین من سبیل یعنی نیک کارون پر کچھ الزام نہین اور ہم تو اپنی بُرائی کا اقرار کر چکے پس تیری مغفرت ہمین جیسون کے
لیے ہی الٰہی ہمکو مغفرت کر اور ہمپر رحم کر اور ہمپر مینھ برسا یہ کہکر اپنے ہاتھ اُٹھائے اور لوگون نے بھی ہاتھ اُٹھائے اور پانی برسا اور مالک بن دینار
سے لوگون نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے مینھ کی دعا کیجیے انھون نے فرمایا کہ تم مینھ مین دیر سمجھتے ہو اور مین پتھرون مین دیر
جانتا ہون یعنی خطائین ہماری اس قابل ہین کہ پتھر برسین - اور مروی ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے جب جنگل مین
پہونچے تو آپ نے لوگون سے فرمایا کہ جس شخص نے تم مین سے گناہ کیا ہو وہ لوٹ جاوے اس کہنے پر سب آدمی لوٹ گئے صرف ایک شخص
اُن جنگل مین رہ گیا آپنے اُسکو فرمایا کیا تو نے کوئی گناہ نہین کیا اُسنے عرض کیا کہ مین اور تو کچھ گناہ نہین جانتا مگر یہ البتہ ہوا ہی کہ ایک روز مین نماز پڑھتا تھا
اور پاس کو ایک عورت گذری مین نے اُسکو اپنی آنکھ سے دیکھا جب وہ چلی گئی تو مینے آنکھ مین انگلی ڈالکر نکال لی اور اُس عورت کے پیچھے پھینکدی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکو فرمایا کہ تو دعا کر اور مین آمین کہتا جاؤن اُس شخص نے دعا مانگی اُسی وقت آسمان بادلون سے چھپ گیا اور خوب پانی
برسا اور یحییٰ غسانی کہتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد مین خشک سالی ہوئی لوگون نے اپنے علما مین سے تین شخص چھانٹے اور اُنکے ساتھ
دعا کے لیے نکلے ان مین سے ایک نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین فرمایا ہی کہ جو ہمپر ظلم کرے اُسکو ہم معاف کردین الٰہی ہمنے اپنی جانون پر ظلم کیا تو تو
ہمکو معاف کر اور دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین فرمایا ہی کہ ہم اپنے غلامون کو آزاد کرین الٰہی ہم بھی تیرے غلام ہین پس تو ہمکو آزاد کر اور
تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے دروازون پر مسکین کھڑے ہون ہم اُنکو محروم نہ پھیرین الٰہی ہم بھی تیرے
مساکین ہین اور تیرے دروازے پر کھڑے ہین ہماری دعا کو تو نا منظور مت کر اسکے بعد اُنپر مینھ برسا - اور عطا سلمی کہتے ہین کہ ایک سال
خشک سالی ہوئی ہم مینھ کی دعا کے لیے باہر نکلے دیکھا تو سعدون مجنون قبرستان مین ہین انھون نے مجھکو دیکھکر کہا کہ کیا دن قیامت کا ہی یا قبرون سے لوگ نکل پڑے
ہین مینے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہین بلکہ مینھ نہین برستا اسکے لیے دعا کو نکلے ہین انھون نے فرمایا کہ اے عطا کونسے دلون سے دعا مانگتے ہو زمینی سے یا
آسمانی سے مین نے کہا کہ آسمانی سے انھون نے کہا کہ ہرگز نہین اے عطا کھوٹے سکہ والون سے کہدو کہ کھوٹے دام نہ چلادین کہ پرکھیا بڑا بینا ہی پھر
انھون نے اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھکر کہا کہ الٰہی و سیدی و مولائی اپنے شہرون کو اپنے بندون کے گناہون سے ہلاک مت کر بلکہ بطفیل اپنے
اسماے مکنون اور اپنی نعماے مخزون کے ہمکو کثرت سے شیرین پانی عنایت فرما جس سے تو بندون کو زندہ کرے اور شہرون کو سیراب فرماوے
الٰہی ہر چیز پر قادر ہی عطا کہتے ہین کہ سعدون نے یہ دعا تمام نہ کی تھی کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلا دھار
گرنے لگا سعدون وہان سے یہ کہتے ہوے چلدیے **قطعہ** زاہد اور اہل عبادت کو ہو واقعی مین فلاح ۔ کیونکہ مالک کے لیے کرتے ہین فاقے پیہم ۔ چشم
بیدار مین انکی نہین ہی خواب کو دخل ۔ یاد محبوب مین رہتی ہین وہ شب بھر نرم ۔ ہین عبادت مین خدا کی وہ یہانتک مصروف ۔ انکو نسبت جو

کرتا ہی سارا عالم۔ اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ مین ایک سال مدینہ منورہ مین آیا کہ خشکی بہت تھی لوگ دعا کے لیے نکلے مین بھی انکے ساتھ نکلا۔ اتفاقاً ایک غلام حبشی آیا کہ ایک موٹی چادر کا تہمد کیے تھا اور دوسری اپنے شانے پر ڈال رکھی تھی وہ میرے برابر بیٹھ گیا مین نے سنا کہ اسنے یون کہا الٰہی گناہون کی کثرت سے اور اعمال بد کی جہت سے تیرے نزدیک یہ صورتین ذلیل ہوگئی ہین اور تونے مینھ کو آسمان سے روک دیا ہی کہ اس سے اپنے بندون کی تادیب کرے پس اے حلم و وقار والے اور اے وہ شخص کہ تیرے بندے تیری طرف سے نیکی اور احسان کے سوا اور کچھ نہین جانتے ہین تجھسے سوال کرتا ہون کہ تو انکو اسی وقت اسی گھڑی پانی دے وہ لڑکا یہی کہتا رہا کہ ابھی اور اسی وقت دے یہانتک کہ آسمان بادلون مین چھپ گیا اور ہر طرف سے مینھ آیا ابن مبارک کہتے ہین کہ پھر مین فضیل رح کے پاس گیا انھون نے مجھکو کہا کہ تم اداس معلوم ہوتے ہو مین نے کہا کہ ایک بات تھی کہ جسپر دوسرا شخص ہمسے آگے بڑھ گیا اور وہی اسکا کفیل ہوا ہم تک نوبت نہ پہونچی پھر مین نے اُنسے اُس قصہ کو نقل کیا وہ چیخ مار کر بیہوش گر پڑے۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کے لیے حضرت عباس رض کو ساتھ لے گئے جب حضرت عمر دعا سے فارغ ہوئے تو حضرت عباس رض نے فرمایا کہ الٰہی کوئی بلا آسمان سے بدون گناہ کے نہین اُتری اور نہ بدون توبہ کے کبھی ٹلی اور لوگون نے میری قرابت تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرکے مجھکو تیرے سامنے کر دیا ہی اور یہ ہمارے ہاتھ گناہون کے ساتھ تیری طرف پھیلے ہوئے ہین اور ہماری پیشانی کے بال توبہ سے تیری طرف کھنچے ہوئے اور تو وہ نگاہبان ہی کہ بہکے ہوؤن سے بیخبر نہین رہتا اور نہ شکستہ حال کو تلف کے موقع مین چھوڑے اب چھوٹے تضرع کرتے ہین اور بڑے روتے ہین اور دہائی کی آوازین بلند ہوئین اور تو باطن اور سب سے زیادہ خفیہ امر کو جانتا ہی الٰہی پس اپنی فریادرسی کی بدولت انکو پانی دے پیشتر اسسے کہ وہ ناامید ہوکر تباہ ہو جاوین کہ تیری رحمت سے بجز کافرون کے اور کوئی ناامید نہین ہوتا راوی کہتا ہی کہ آپنے یہ کلام پورا نہین کیا تھا کہ پہاڑ جیسا بادل گھر آیا اور برسنے لگا

دوسرا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر بشارت معلوم ہوتی تھی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ تم کیا اس بات سے راضی نہین کہ جو کوئی تمھاری اُمت مین سے تمپر درود بھیجے تو مین اُسپر دس بار رحمت بھیجون اور جو تمپر تمھاری اُمت مین سے سلام بھیجے تو مین اُسپر دس مرتبہ سلام بھیجون اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھپر درود بھیجے اُسپر فرشتے درود بھیجتے ہین جبتک کہ مجھپر درود پڑھے پس چاہے کوئی بندہ تھوڑا درود پڑھے یا بہت مرتبے پڑھے۔ اور فرمایا کہ مجھسے قریب تر آدمیون مین سے وہ ہوگا جو اُن مین سے مجھپر درود بہت پڑھتا ہوگا۔ اور فرمایا کہ ایماندار کو اتنا ہی بخل بہت ہی کہ میرا ذکر اُسکے سامنے ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اور فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھپر درود کثرت سے پڑھو اور فرمایا کہ جو شخص میری اُمت مین سے مجھپر درود بھیجے اُسکے لیے دس نیکیان لکھی جاوینگی اور اُسکی دس برائیان مٹادی جاوینگی اور فرمایا کہ جو شخص اذان اور تکبیر سنکر یہ دعا پڑھے اللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالشَّفَاعَۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اُسکے لیے میری شفاعت ضرور ہوگی اور فرمایا جو شخص کہ مجھپر لکھنے مین درود پڑھے تو فرشتے اُسکے لیے ہمیشہ مغفرت چاہینگے جبتک میرا نام اُس کتاب مین رہیگا۔ اور فرمایا کہ زمین مین کچھ فرشتے پھرتے رہتے ہین وہ میری اُمت کا سلام مجھکو پہونچاتے ہین۔ اور فرمایا کہ جب کوئی مجھپر سلام بھیجتا ہی تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھپر واپس بھیجدیتا ہی تاکہ مین اُسکے سلام کا جواب دون اور

اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ پر درود کس طرح بھیجین آپ نے فرمایا کہ یون کہو اللّٰھم صل علی محمد عبدک وعلی آلہ وازواجہ وذریتہ
کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد لوگون نے حضرت عمر کو سُنا کہ رو رو کر یہ کہتے تھے یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون ایک خرما کے درخت
کا کندہ تھا جسپر آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے جب لوگون کی کثرت ہوئی تو آپ نے منبر بنوایا تا کہ آواز سب کو سُناوین اس کندہ نے آپ کے فراق مین
نالہ کیا یہانتک کہ آپ نے اُسپر اپنا ہاتھ رکھدیا تو وہ چُپ ہو گیا اب آپکی اُمت کو تو بطریق اولی آپ کے فراق مین زاری کرنا زیبا ہے یا رسول اللہ
آپ پر میرے مان باپ فدا ہون آپ کا مرتبہ خداے تعالی کے نزدیک اس درجہ کو پہونچا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی چنانچہ ارشاد
فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ تصدق ہون آپکا مرتبہ خداے تعالی کے نزدیک اس درجہ کو پہونچا کہ
اُسنے آپکے قصور معاف کرنے کا حال آپ سے کہدیا پیشتر اس سے کہ قصور کا حال آپکو بتادے چنانچہ فرمایا عفا اللہ عنکم لم اذنت لھم یا رسول اللہ
آپ پر میرے مان باپ فدا ہون آپکا مرتبہ خداے تعالی کے نزدیک اتنا ہوا کہ آپ کو سب نبیون کے آخر مین مبعوث فرمایا اور سب سے پیشتر آپکا ذکر
اپنی کتاب مین کیا چنانچہ فرمایا واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراہیم وموسی وعیسی الآیہ یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ تصدق ہون
آپکا رتبہ خداے تعالی کے نزدیک اتنا ہے کہ دوزخ کے لوگ دوزخ کے طبقات مین عذاب مین مبتلا یہ تمنا کرینگے کہ کاش ہمنے آپکی اطاعت کی ہوتی
چنانچہ انکا حال قرآن مجید مین اسطرح موجود ہے یقولون یا لیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون اگر حضرت موسی
بن عمران کو اللہ تعالی نے ایک پتھر عنایت کیا تھا جس مین نہرین پھوٹتی تھین تو وہ کچھ آپکی انگلیون سے عجیب تر نہ تھا جن مین سے پانی کے فوارے بہے
رحمت خدا آپ پر ہو یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر تصدق ہون اگر اللہ تعالی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا عنایت فرمائی جسکی چال
صبح وشام کو ایک ایک مہینے کی راہ تھی تو یہ کچھ آپ کے براق سے عجیب تر نہ تھی جسپر آپ نے ساتوین آسمان تک سیر کر کے اُسی رات نماز صبح ابطح مین پڑھی
آپ پر رحمت خدا ہو یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون اگر اللہ تعالی نے حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کو معجزہ مردہ کے زندہ کرنیکا عطا
فرمایا تھا تو یہ اس سے عجیب نہین کہ زہر ملی ہوئی بکری بھنی ہوئی آپ سے بولی اور اُسکے دست نے عرض کیا کہ مجھکو نہ کھائیے کہ مجھ مین زہر ہے یا رسول اللہ
میرے مان باپ آپ پر تصدق ہون حضرت نوح نے اپنی قوم کے لیے یہ دعا مانگی تھی رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا اگر آپ ہمارے لیے
ایسی ہی دعا فرماتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے حالانکہ آپ کی پشت روندی گئی چہرہ آپ کا مجروح ہوا سامنے کے دانت آپکے ٹوٹے مگر آپ نے
کلمہ خیر ہی فرمایا اور یہ کہا اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون آپکی کم سنی ور تھوڑی سی عمر مین اتنے لوگ
تابع ہوگئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اتنے نہوے باوجودیکہ انکا سن بہت تھا اور بہت زندگی پائی اور آپ پر بہت لوگ ایمان لائے اور انپر
تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون اگر بالفرض آپ اپنے پاس بجز اپنے برابر کے اور کسی کو نہ بٹھاتے تو ہمکو
ہمنشینی کہان نصیب ہوتی اور اگر آپ اپنے ہمسر سے نکاح کرتے تو ہم دولت مناکحت سے محروم رہتے اور اگر آپ اپنے جیسے شخص کے ساتھ

کھانا کھاتے تو ہمکو ساتھ کھانے کا شرف کب میسر ہوتا مگر بخدا آپ نے ہمسے ہمنشینی اور مناکحت کی اور ساتھ کھلایا اور صوف پہنا اور دراز گوش پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اور اپنے کھانے کو زمین پر رکھا اور اپنی انگلیان چاٹین اور یہ سب باتین آپ نے فروتنی کے لیے کین خدا ے تعالی آپ پر رحمت کرے اور سلام بھیجے - اور بعضوں کا بیان کہتے ہین کہ مین حدیث لکھا کرتا تھا اس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ کہ لیتا تھا مگر سلام نہ کہتا تھا مین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہین کہ تو مجھپر صلوۃ پوری کیون نہین کہتا اسکے بعد جب مین نے لکھا آپ پر صلوۃ وسلام کہ لیا - اور ابو الحسن شافعی کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ امام شافعی نے جو اپنے رسالہ مین کہا ہی وصلی اللہ علی محمد کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون اُس کو آپکی طرف سے کیا عوض ملا آپ نے فرمایا کہ یہ عوض ہماری طرف سے ملا کہ میدان قیامت مین حساب کے لیے کھڑا نہ کیا جاویگا **تیسرا بیان استغفار کی فضیلت مین** اللہ تعالی فرماتا ہی والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا الذنوبہم علقمہ اور اسود فرماتے ہین کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی نے فرمایا کہ قرآن مجید مین دو آیتین ہین کہ جو بندہ گناہ کرے اور اُنکو پڑھے تو اللہ تعالی اُسکا گناہ بخشدیتا ہی ایک یہ آیت جو اوپر گذری اور دوسری یہ ہی ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا اور فرمایا والمستغفرین بالاسحار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ الفاظ فرمایا کرتے سبحانک اللہم وبحمدک اللہم اغفر لی انک انت التواب الرحیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص استغفار کی کثرت کرے اللہ تعالی اسکے لیے ہر رنج سے کشادگی اور ہر تنگی سے نکاسی کی صورت کر دیتا ہی اور اسکو ایسی جگہ سے روزی پہونچاتا ہی کہ اسکو خیال بھی نہو - اور فرمایا کہ مین دن مین ستر بار اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہون اور اسکے سامنے توبہ کرتا ہون باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہوگئے تھے اسپر بھی آپ استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر میل آجاتا ہی یہانتک کہ مین اللہ تعالی سے ہر دن مین سو مرتبہ مغفرت چاہتا ہون - اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تین بار یون کہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ تو اللہ تعالی اُسکے گناہ بخشدیگا گو سمندر کے جھاگ کے مثل ہون یا عالج کی ریت کے شمار کے برابر یا درختون کے پتون کے موافق یا دنیا کے دنون کے عدد کے مطابق ہون - اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جو شخص یہ کہے گا اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اگرچہ صف جنگ سے بھاگنے والا ہو - اور حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ مین اپنے گھر والون پر سخت زبان تھا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو یہ خوف ہی کہ کہین میری زبان مجھکو دوزخ مین نہ داخل کرے آپ نے فرمایا کہ تم استغفار سے غافل کیون ہو مین تو دن مین سو بار استغفار پڑھتا ہون -

اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ قصہ بہتان مین مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست اور توبہ کر کیونکہ گناہ سے توبہ ندامت اور استغفار ہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استغفار مین یہ فرمایا کرتے تھے اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی جدی وہزلی وخطائی وعمدی وکل ذلک عندی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیٔ قدیر۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ مین ایسا آدمی تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ تعالیٰ کو جسقدر اُس سے مجھکو فائدہ دینا منظور ہوتا تھا اُسقدر نفع پہونچاتا تھا اور جب کوئی آپ کے اصحابؓ مین سے مجھ سے حدیث بیان کرتا تو مین اُسکو قسم کھلا لیتا تھا جب وہ قسم کھا لیتا تو مین یقین کر لیتا تھا اور مجھسے ایک بار ابوبکر صدیقؓ نے حدیث بیان کی اور انھون نے سچ فرمایا ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو بندہ گناہ کرے پھر طہارت اچھی کر کر کھڑا ہو اور دو رکعتین پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالیٰ اُسکا گناہ بخش دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذین اذا فعلوا فاحشۃ آخر تک۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار جب گناہ کرتا ہے تو اُسکے دل مین ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنی حرکت سے باز آوے اور استغفار پڑھے تب تو دل اُسکا اُس نقطہ سے صاف ہو جاتا ہے ورنہ گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے اُسکے دل پر چھا جاتا ہے اور اسی سیاہی کے چھا جانے کا نام ران ہے جس کا ذکر اس آیت مین ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون اور یہ بھی انھین سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا درجہ جنت مین اونچا کریگا وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ مرتبہ مجھکو کیسے عنایت ہوا حکم ہوگا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی بدولت ملا جسنے تیرے لیے استغفار پڑھا اور حضرت عائشہ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہ کرے اور کہے اللھم اغفرلی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر معلوم کیا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور خطا کو معاف کرتا ہے اے میرے بندے جو چاہے سو کر مین نے تجھے بخشدیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو استغفار کرتا رہتا ہے وہ گناہ پر مصر نہین کہلاتا اگرچہ ایک روز مین ستر بار اُسی گناہ کو کرے۔ اور فرمایا کہ ایک آدمی نے کبھی کوئی نیک کام نہین کیا تھا آسمان کی طرف نظر کر کے کہا کہ میرا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اے میرے رب مجھے بخشدے اللہ جلشانہ نے فرمایا کہ مین نے تجھے بخشدیا اور فرمایا کہ جس شخص نے گناہ کیا پھر جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اُسکے حال پر مطلع ہے تو اُسکا گناہ بخشا جاویگا گو وہ مغفرت کی درخواست نہ کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے کل بندے خطاوار ہین مگر جس کو مین معاف کر دون پس تم مجھسے مغفرت چاہو مین مغفرت کر دونگا اور جو شخص اس بات کا یقین کرے کہ مجھے اُسکے بخشدینے پر قدرت ہے تو مین اُس کو بخشدونگا اور کچھ پروانہ کرونگا اور فرمایا کہ جو شخص کہے سبحانک ظلمت نفسی وعملت سوءا فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اُسکے گناہ بخشے جاوینگے

اگرچہ چیونٹی کے نال جیسے ہوں - اور مروی ہی کہ افضل استغفاروں میں سے یہ کلمات ہیں اللّٰھم انت ربی وانا عبدک خلقتنی وانا علی عہدک ووعدک
ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء علی نفسی بذنبی فقد ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی ما قدمت منہا وما اخرت
لا یغفر الذنوب جمیعہا الا انت **آثار** - خالد بن معدان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ میرے بندوں میں سے مجھکو زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میری محبت
باعث آپس میں محبت رکھتے ہیں اور اُنکے دل مسجدوں سے وابستہ ہیں اور تڑکے سے اُٹھکر استغفار کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں کو سزا
دینی چاہتا ہوں تو وے یاد آجاتے ہیں اسلیے اُنکے طفیل میں زمین والوں کو جانے دیتا ہوں اور عذاب کو اُنپر سے ہٹا لیتا ہوں اور قتادہ فرماتے
ہیں کہ قرآن مجید تمکو تمھارا مرض اور دوا دونوں بتاتا ہی تمھارا روگ تو گناہ ہیں اور دوا استغفار - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہ
تباہ ہوتا ہی اُس سے تعجب آتا ہی کہ نجات اُسکے ساتھ ہی پھر کیسے ہلاک ہو جاتا ہی لوگوں نے پوچھا کہ نجات کیا ہی آپنے فرمایا کہ استغفار ہی اور آپ فرمایا کرتے
تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کے دل میں استغفار نہیں ڈالا کہ اُسکو عذاب دینا چاہتا ہو یعنی جسکو عذاب دینا منظور نہیں اُسکو استغفار کا الہام کر دیتا ہی
اور فضیل کا قول ہی کہ بندے کے استغفر اللہ کہنے کے یہ معنی ہیں کہ مجھکو معاف کر دے - اور بعض علما فرماتے ہیں کہ بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان
ہی ان دونوں چیزوں کی اصلاح بجز استغفار اور شکر کے نہیں - اور ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یوں مت کہو کہ استغفر اللہ و
اتوب الیہ کہ یہ گناہ اور جھوٹ ہوگا اگر اُس کے بموجب کار بند نہوگے بلکہ یوں کہا کرو اللّٰھم اغفر لی وتب علی اور فضیل فرماتے ہیں کہ استغفار بدون
گناہ ترک کرنے کے جھوٹوں کی توبہ ہی - اور رابعہ عدویہ نے کہا ہی کہ ہم لوگوں کے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے یعنی دل غافل سے استغفار
کرنا بھی ایک گناہ اور ہنسی ہی اسکے لیے اور استغفار کرنا چاہیے - اور بعض حکمانے فرمایا ہی کہ جو کوئی ندامت سے پیشتر استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ
کے ساتھ ہنسی کرتا ہی اور اُسکو اس بات کا علم نہیں اور ایک اعرابی کو کسی نے سنا کہ کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا یہ کہ رہا تھا کہ الٰہی باوجود گناہ پر
اصرار کرنے کے میرا استغفار کرنا ملامت ہی اور تیرے عفو کی وسعت کو معلوم کرکے میرا استغفار سے چپ رہنا بھی عاجزی ہی تجھکو ہرچند میری پروا
نہیں مگر تو مجھپر نعمتیں اور احسان کرکے میرا دوست بنتا ہی اور میری یہ شامت ہی کہ باوجود تیری طرف محتاج ہونے کے گناہ کرکے تیرا دشمن بنتا ہوں
اے وہ شخص کہ وعدہ کرتا ہی تو پورا کرتا ہی اور عذاب سے ڈراتا ہی تو معاف فرماتا ہی تو میرے بڑے گناہ کو اپنی بڑی عفو میں داخل کر لے اے ارحم الراحمین
اور ابو عبداللہ وراق کہتے ہیں کہ اگر تیرے اوپر قطروں کے شمار اور سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ ہوں تو جب تو اپنے رب سے یہ دعا
اخلاص کے ساتھ مانگیگا انشاء اللہ تعالیٰ وہ گناہ تجھسے دور ہو جاوینگے دعا یہ ہی اللّٰھم انی استغفرک من کل ذنب تبت الیک منہ ثم عدت فیہ واستغفرک
من کل ما وعدتک بہ من نفسی ثم لم اوف لک بہ واستغفرک من کل عمل اردت بہ وجہک فخالطہ غیرک واستغفرک من کل نعمۃ انعمت بہا علی فاستعنت بہا
علی معصیتک واستغفرک یا عالم الغیب والشہادۃ من کل ذنب اتیتہ فی ضیاء النہار وسواد اللیل فی ملاء وخلاء وسر وعلانیۃ یا حلیم اور کہتے ہیں کہ

تیسری فصل ماثور دعاؤن کے بیان مین

جو اپنے اسباب
استغفار حضرت آدم علیہ السلام کا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہی
باب کی طرف منسوب ہین اور جن کا پڑھنا آدمی کو صبح اور شام اور ہر نماز کے پیچھے مستحب ہی اُن مین سے ہم یہان سترہ دعائین لکھتے ہین **پہلی دعا**
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فجر کی سنتون کے بعد آپ سے مروی ہی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ مجھکو حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس بھیجا تھا مین آپکی خدمت مین شام کو آیا اسوقت آپ میری خالہ میمونہ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے پھر آپ شب کو اٹھکر نماز پڑھتے رہے جب صبح کی سنتین پڑھ چکے

یہ دعا پڑھی اللھم انی اسئلک رحمۃ من عندک تہدی بہا قلبی وتجمع بہا شملی وتلم بہا شعثی وترد بہا الفتی وتصلح بہا دینی وتحفظ بہا غائبی وترفع بہا شاہدی وتزکی بہا عملی وتبیض بہا وجہی وتلھمنی

رشدی وتعصمنی بہا من کل سوء اللھم اعطنی ایمانا صادقا ویقینا لیس بعدہ کفر ورحمۃ انال بہا شرف کرامتک فی الدنیا والآخرۃ اللھم انی اسئلک الفوز عند القضاء ومنازل الشھداء

وعیش السعداء والنصر علی الاعداء ومرافقۃ الانبیاء اللھم انی انزل بک حاجتی وان ضعف رائی وقلت حیلتی وقصر عملی وافتقرت الی رحمتک فاسئلک یا قاضی الامور

ویا شافی الصدور کما تجیر بین البحور ان تجیرنی من عذاب السعیر ومن دعوۃ الثبور ومن فتنۃ القبور اللھم ما قصر عنہ رائی وضعف عنہ عملی ولم تبلغہ نیتی وامنیتی

من خیر وعدتہ احدا من عبادک وخیر انت معطیہ احدا من خلقک فانی ارغب الیک فیہ واسئلک یا رب العالمین اللھم اجعلنا ہادین مہتدین غیر

ضالین ولا مضلین حربا لاعدائک سلما لاولیائک نحب بحبک من اطاعک من خلقک ونعادی بعداوتک من خالفک من خلقک اللھم ہذا

الدعاء وعلیک الاجابۃ وہذا الجھد وعلیک التکلان وانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا ذا الحبل الشدید والامر الرشید

اسئلک الامن یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشھود والرکع السجود والموفین بالعھود انک رحیم ودود وانت تفعل ما ترید سبحان الذی

تعطف بالعز وقال بہ سبحان الذی لبس المجد وتکرم بہ سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الا لہ سبحان ذی الفضل والنعم سبحان ذی القدرۃ والکرم سبحان الذی

احصی کل شیء بعلمہ اللھم اجعل لی نورا فی قلبی ونورا فی قبری ونورا فی سمعی ونورا فی بصری ونورا فی شعری ونورا فی بشری ونورا فی لحمی ونورا فی دمی ونورا فی

عظامی ونورا من بین یدی ونورا من خلفی ونورا عن یمینی ونورا عن شمالی ونورا من فوقی ونورا من تحتی اللھم زدنی نورا واعطنی نورا واجعل لی نورا

میں اور نور میری قبر مین
اور نور میرے کان مین اور
آنکھ مین اور بال مین اور
کھال مین اور گوشت
مین اور خون مین اور ہڈیون
مین اور نور میرے سامنے
اور میرے پیچھے اور میرے
داہنے اور میرے بائین اور
میرے اوپر اور میرے نیچے
الٰہی زیادہ کر مجھکو نور مین اور
دے مجھکو نور اور کر دے
مجھکو نور یعنی یا مجھکو

دوسری دعا حضرت عائشہ رضی کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ تم یہ کلمات جو تمام دعاؤن کے جامع اور معنی کے پورے اور مہمات دارین اور جمیع حاجات کو شامل ہین اپنے اوپر لازم کر لو اور یہ کہا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَاَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ مَا سَاَلَکَ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْتَعِیْذُکَ مِمَّا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُکَ مَا قَضَیْتَ لِیْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَہٗ رُشْدًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ تیسری دعا حضرت فاطمہ زہرا رضی کی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تجھکو کیا چیز مانع ہی میری وصیت سننے سے مین یہ کہتا ہون کہ یون کہا کر یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ چوتھی دعا حضرت ابوبکر صدیق رضی کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تعلیم فرمایا کہ اسطرح کہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّکَ وَاِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِکَ وَمُوْسٰی نَجِیِّکَ وَعِیْسٰی کَلِمَتِکَ وَرُوْحِکَ وَبِکَلَامِ مُوْسٰی وَاِنْجِیْلِ عِیْسٰی وَزَبُوْرِ دَاوٗدَ وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَبِکُلِّ وَحْیٍ اَوْحَیْتَہٗ اَوْ قَضَاءٍ قَضَیْتَہٗ اَوْ سَائِلٍ اَعْطَیْتَہٗ اَوْ غَنِیٍّ اَفْقَرْتَہٗ اَوْ فَقِیْرٍ اَغْنَیْتَہٗ اَوْ ضَالٍّ ھَدَیْتَہٗ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَہٗ عَلٰی مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ تَثْبُتُ بِہٖ اَرْزَاقُ الْعِبَادِ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ وَضَعْتَہٗ عَلَی الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ وَضَعْتَہٗ عَلَی السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ وَضَعْتَہٗ عَلَی الْجِبَالِ فَاَرْسَتْ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ اسْتَقَلَّ بِہٖ عَرْشُکَ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الطُّھْرِ الطَّاھِرِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الْوِتْرِ الْمُنَزَّلِ فِیْ کِتَابِکَ مِنْ لَّدُنْکَ مِنَ النُّوْرِ الْمُبِیْنِ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ وَضَعْتَہٗ عَلَی النَّھَارِ فَاسْتَنَارَ وَعَلَی اللَّیْلِ فَاَظْلَمَ وَبِعَظَمَتِکَ وَکِبْرِیَائِکَ وَبِنُوْرِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ تَرْزُقَنِیَ الْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ بِہٖ وَتَخْلِطَہٗ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمِلَ بِہٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ فَاِنَّہٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پانچوین دعا حضرت بریدہ اسلمی رضی کی ہی مروی ہی

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکو فرمایا کہ ای بریدہ کیا مین تمکو ایسے کلمات نہ سکھا دون کہ اللہ تعالی آنکو اُسی شخص کو سکھایا کرتا ہی جس کے ساتھ
اُسکو بہتری کرنی منظور ہوتی ہی پھر وہ آنکو کبھی نہین بھولتا حضرت بریدہ نے عرض کیا کہ بہتر آپ سکھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کہو اللھم انی ضعیف
فقو فی رضاک ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتہی رضائی اللھم انی ضعیف فقونی وانی ذلیل فاعزنی وانی فقیر فاغننی **چھٹی دعا**
حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کی ہی کہ جب اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو چند کلمات ایسے سکھلا دیجئے کہ اللہ تعالی اُنسے
مجھکو نفع دیوے اسلیے کہ میری عمر زیادہ ہوئی اور بہت سے اعمال کہ مین آنکو کیا کرتا تھا اب مین اُنسے تھک گیا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے لیے تو جب
صبح کی نماز پڑھ چکو تین مرتبے کہو سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہ جب تم انکو کہو گے تو غم اور جذام
اور برص اور فالج سے مامون رہو گے اور اپنی آخرت کے لیے یہ پڑھا کرو اللھم اھدنی من عندک وافض علی من فضلک وانشر علی من رحمتک وانزل علی من برکاتک
پھر آپ نے فرمایا کہ جو بندہ انکو برابر پڑھیگا اور ترک نہ کریگا اُسکے لیے جنت کے چار دروازے کھولے جاوینگے کہ جسمین سے چاہے اندر چلا جاوے
ساتوین دعا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ہی اُنسے کسی نے کہا کہ تمھارا گھر جل گیا اُسوقت کہ اُنکے محلہ مین آگ لگی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ایسا
نہین کریگا تین مرتبے اُنسے یہی کہا گیا اور اُنھون نے یہی جواب دیا کہ خدا تعالی ایسا نہین کریگا پھر ایک شخص نے آکر ان کو اطلاع دی کہ جب
آگ تمھارے گھر کے پاس آئی تو بجھ گئی آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہوگا لوگون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ آپ کے دونون قولون
مین سے کونسا عجیب تر ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ نے فرمایا ہی کہ جو کوئی ان کلمات کو رات مین یا دن
مین کہیگا اُسکو کوئی چیز ضرر نہ کریگی اور مین نے آنکو پڑھ لیا تھا اسلیے مجھے یقین تھا کہ میرا نقصان نہو گا وہ کلمات یہ ہین اللھم انت ربی لا الہ الا انت علیک
توکلت وانت رب العرش العظیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما
واحصی کل شیء عددا اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی ومن شر کل دابۃ انت آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم **آٹھوین دعا حضرت ابراہیم خلیل** علی
نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی ہی کہ آپ صبح کو اُس کو پڑھا کرتے تھے اللھم ھذا خلق جدید فافتحہ علی بطاعتک واختمہ لی بمغفرتک ورضوانک
وارزقنی فیہ حسنۃ تقبلہا منی وزکھا وضعفہا لی وما عملت فیہ من سیئۃ فاغفرہا لی انک غفور رحیم ودود کریم اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی

صبح کو اُٹھکر یہ دعا پڑھے تو اُسنے اُس روز کا شکر ادا کر دیا **نوین دعا حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی** ہے کہ آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللّٰھم انی اصبحت لا استطیع دفع ما اکرہ ولا املک نفع ما ارجو و اصبح الامر بید غیری و اصبحت مرتھنا بعملی فلا فقیر افقر منی اللّٰھم لا تشمت بی عدوی ولا تسؤ بی صدیقی ولا تجعل مصیبتی فی دینی ولا تجعل الدنیا اکبر ھمی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یا حی یا قیوم **دسوین دعا حضرت خضر علیہ السلام کی** ہے کہتے ہین کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام جب حج کے دنون مین ہر سال ملتے تو جدا اُسوقت ہوتے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرتے بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ ماشاء اللّٰہ کل نعمۃ من اللّٰہ ماشاء اللّٰہ الخیر کلہ بید اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یصرف السوء الا اللّٰہ جو کوئی اس دعا کو صبح کو اُٹھکر تین دفعہ پڑھ لیا کرے وہ جلنے اور ڈوبنے اور چوری سے انشاء اللّٰہ محفوظ رہیگا **گیارھوین دعا حضرت معروف کرخی** رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ہے محمد بن حسان کہتے ہین کہ مجھسے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو دس کلمات سکھائے دیتا ہون پانچ دنیا کے لیے اور پانچ آخرت کے لیے جو کوئی اُنکو پڑھکر خدا تعالیٰ سے دعا مانگیگا اللّٰہ تعالیٰ اُسکو ساتھ پاویگا مین نے عرض کیا کہ آپ اُنکو میرے لیے لکھدیجیے حضرت معروف کرخی نے فرمایا کہ لکھونگا نہین بلکہ تیرے سامنے کئی بار پڑھ دونگا جیسے بکر بن خنیس نے میرے سامنے کئی دفعہ پڑھے تھے وہ یہ ہین حسبی اللّٰہ لدینی حسبی اللّٰہ لدنیای حسبی اللّٰہ الکریم لما اھمنی حسبی اللّٰہ الحلیم القوی لمن بغی علی حسبی اللّٰہ الشدید لمن کادنی بسوء حسبی اللّٰہ الرحیم عند الموت حسبی اللّٰہ الرؤف عند المسألۃ فی القبر حسبی اللّٰہ الکریم عند الحساب حسبی اللّٰہ اللطیف عند المیزان حسبی اللّٰہ القدیر عند الصراط حسبی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم اور حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ جو کوئی ہر روز سات بار اس آیت کو پڑھے فان تولوا فقل حسبی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم اللّٰہ تعالیٰ اُسکے آخرت کے امر مہم کو کفایت کریگا خواہ وہ اس قول مین سچا ہو یا جھوٹا یعنی خواہ توکل رکھتا ہو یا نہین **بارھوین دعا عتبہ غلام کی** ہے کہ اُنکو کسی نے خواب مین دیکھا تو فرمایا کہ مین اس دعا کے باعث جنت مین داخل ہوا اللّٰھم یا ہادی المضلین و یا راحم المذنبین و مقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلھم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین آمین یا رب العالمین **تیرھوین دعا حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی** ہے حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ جب اللّٰہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ منظور کرے تو اُنھون نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اُس وقت کعبہ بنا ہوا نہ تھا بلکہ ایک سرخ ٹیلا تھا پھر اُنھون نے کھڑے ہو کر دو رکعتین نماز پڑھین پھر یہ دعا پڑھی اللّٰھم انک تعلم سری و علانیتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سؤلی و تعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی اللّٰھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی و یقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبتہ علی فارضنی بما قسمت لی یا ذا الجلال والاکرام پس اللّٰہ تعالیٰ نے اُن پر وحی بھیجی کہ مین نے تمکو معاف کر دیا اور جو کوئی تمھاری اولاد مین سے اس دعا کو پڑھکر مجھسے دعا مانگیگا مین اُسے بخشدونگا اور اُس کے غم اور رنج دور کرونگا اور مفلسی کو اُسکی دونون آنکھون سے نکال دونگا اور ہر تاجر سے زیادہ اُسکا نفع دونگا اور دنیا اُسکے پاس ذلیل ہو کر آویگی گو وہ اُس کو نہ چاہے۔

چودھوین دعا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جسکو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالی ہر روز اپنی بڑائی کرتا ہے اور فرماتا ہے انی انا اللہ رب العالمین انی انا اللہ لا الہ الا انا الحی القیوم انی انا اللہ لا الہ الا انا العلی العظیم انی انا اللہ لا الہ الا انا لم الد ولم اولد انی انا اللہ لا الہ الا انا العفو الغفور انی انا اللہ لا الہ الا انا مبدئ کل شئی والی یعود العزیز الحکیم الرحمن الرحیم مالک یوم الدین خالق الخیر والشر خالق الجنة والنار الواحد الاحد الفرد الصمد الذی لم یتخذ صاحبة ولا ولدا الفرد الوتر عالم الغیب والشہادة الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق الباری المصور الکبیر المتعال المقتدر القہار الحلیم الکریم اہل الثناء والمجد عالم السر واخفی القادر الرازق فوق الخلق والخلیقة آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کلمہ کے پیشتر انی انا اللہ لا الہ الا انا مذکور فرمایا جیسے ہمنے شروع کے چند اسماء مین لکھا ہے پس کوئی ان اسماء کے ذریعہ سے دعا مانگے اسکو چاہیے کہ ہر جگہ انک انت اللہ لا الہ الا انت کہے یعنی انی کی جگہ انک اور انا کی جگہ انت اور جو کوئی ان اسماء سے دعا مانگیگا وہ سجدہ کرنے والون اور خشوع کرنے والون مین لکھا جاویگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت عیسی اور دوسرے انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پڑوس مین قیامت کے روز رہینگے اور اسکو آسمان اور زمینون کے عابدون کا ثواب ملیگا **پندرھوین دعا، ابی المعتمر سلیمان** تیمی کی اور ان کی تسبیحات مین مروی ہے کہ یونس بن عبید نے ان لوگون مین سے جو روم مین شہید ہوئے تھے ایک شہید کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم نے اعمال مین سے وہان کونسا زیادہ افضل پایا انھون نے فرمایا کہ ابی المعتمر کی تسبیحون کی قدر خدائے تعالی کے نزدیک زیادہ ہے اور وہ یہ ہین سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ عدد ما خلق وعدد ما ہو خالق وزنة ما خلق وزنة ما ہو خالق وملاء ما خلق وملاء ما ہو خالق وملاء سمواتہ وملاء ارضہ ومثل ذلک واضعاف ذلک عدد خلقہ وزنة عرشہ ومنتہی رحمتہ ومداد کلماتہ ومبلغ رضاہ حتی یرضی واذا رضی وعدد ما ذکرہ بہ خلقہ فی جمیع ما مضی وعدد ما ہم ذاکروہ فیما بقی فی کل سنة وشہر وجمعة ویوم ولیلة وساعة من الساعات وشم ونفس من الانفاس وابد من الآباد من الابد الی الابد ابد الدنیا وابد الآخرة واکثر من ذلک لا ینقطع اولاہ ولا ینفد اخراہ **سولھوین دعا، حضرت ابراہیم بن ادھم** رحمۃ اللہ کی ہے ابراہیم بن بشار انکے خادم روایت کرتے ہین کہ ابراہیم بن ادھم ہر جمعہ کی صبح اور شام کو یہ دعا پڑھا کرتے تھے مرحبا بیوم المزید والصبح الجدید والکاتب

والشہید یومنا ہذا یوم عید اکتب منا ما نقول بسم اللہ الحمید المجید الرفیع الودود الفعال فی خلقہ ما یرید اصبحت باللہ مومنا و بلقائہ مصدقا و بحجتہ معترفا و من

ذنبی مستغفرا و لربوبیۃ اللہ خاضعا و لسوی اللہ فی الالٰہیۃ جاحدا و الی اللہ فقیرا و علی اللہ متوکلا و الی اللہ منیبا اشہد اللہ و اشہد ملائکتہ و انبیاءہ

و رسلہ و حملۃ عرشہ و من خلقہ و من ہو خالقہ بانہ ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما و ان الجنۃ

حق و ان النار حق و الحوض حق و الشفاعۃ حق و منکرا و نکیرا حق و وعدک حق و لقاءک حق و الساعۃ آتیۃ لا ریب فیہا و ان اللہ یبعث من فی القبور

علی ذلک احیی و علیہ اموت و علیہ ابعث ان شاء اللہ اللہم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی و انا عبدک و انا علی عہدک و وعدک ما استطعت اعوذ بک اللہم

من شر ما صنعت و من شر کل ذی شر اللہم انی قد ظلمت نفسی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت و اہدنی الاحسن الاخلاق فانہ لا یہدی

لاحسنہا الا انت و اصرف عنی سیئہا فانہ لا یصرف سیئہا الا انت لبیک و سعدیک و الخیر کلہ بیدیک انا بک و الیک استغفرک و اتوب الیک آمنت اللہم

بما ارسلت من رسول و آمنت اللہم بما انزلت من کتاب و صلی اللہ علی محمد النبی الامی و علی آلہ وسلم تسلیما کثیرا خاتم کلامی و مفتاحہ و علی انبیائہ و رسلہ اجمعین

آمین یا رب العالمین اللہم اوردنا حوض محمد و اسقنا بکاسہ مشربا رویا سائغا ہنیئا لا نظما بعدہ ابدا و احشرنا فی زمرتہ غیر خزایا و لا ناکثین للعہد و لا مرتابین و

لا مفتونین و لا مغضوب علینا و لا ضالین اللہم اعصمنی من فتن الدنیا و وفقنی لما تحب و ترضی و اصلح لی شانی کلہ و ثبتنی بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی

الآخرۃ و لا تضلنی و ان کنت ظالما سبحانک سبحانک یا علی یا عظیم یا باری یا رحیم یا عظیم یا جبار سبحان من سبحت لہ السموات باکنافہا و سبحان من سبحت لہ

الجبال باصدائہا و سبحان من سبحت لہ البحار بامواجہا و سبحان من سبحت لہ الحیتان بلغاتہا و سبحان من سبحت لہ النجوم فی السماء بابراجہا و سبحان من سبحت لہ

الشجر باصولہا و ثمارہا و سبحان من سبحت لہ السموات السبع و الارضون السبع و من فیہن و من علیہن سبحان من سبح لہ کل شیء من مخلوقاتہ تبارکت و تعالیت

سبحانک سبحانک یا حی یا قیوم یا علیم یا حلیم سبحانک لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک تحیی و تمیت و انت حی لا یموت بیدک الخیر و انت علی کل شیء قدیر۔

چوتھی فصل اُن دعاؤن مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضہ سے مروی ہین اور اُن کی اسناد مذکور نہ کرینگے اور یہ دعائین ابو طالب مکی
اور ابن خزیمہ اور ابن منذر رحہ کے مجموعون سے انتخاب کی گئی ہین۔ آخرت کے چاہنے والے کو مستحب ہی کہ جب صبح کو اُٹھے تو اُسکا کچھ وظیفہ دعا ہو
چنانچہ اُسکا ذکر باب اورادمین آتا ہی پس اگر تجکو آخرت کی کھیتی منظور ہی اور جن دعاؤن سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہی اُن مین آپکی
پیروی چاہتے ہو تو اپنی دعاؤن کے شروع مین نمازون کے بعد یون کہا کرو سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ
الحمد وہو علی کل شئ قدیر اور تین بار یہ کہو رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا اور یہ کہو اللّٰہم فاطر السموات والارض عالم الغیب و
الشہادۃ رب کل شئ وملیکہ اشہد ان لا الٰہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ اور کہو اللّٰہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی دینی و
دنیای واہلی ومالی اللّٰہم استر عوراتی وآمن روعاتی واقلنی عثراتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک ان اغتال
من تحتی اللّٰہم لا تؤمنی مکرک ولا تولنی غیرک ولا تنزع عنی سترک ولا تنسنی ذکرک ولا تجعلنی من الغافلین اور تین بار سید الاستغفار پڑھو اللّٰہم انت ربی لا الٰہ
الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت
اور تین بار یہ کہو اللّٰہم عافنی فی بدنی وعافنی فی سمعی وعافنی فی بصری لا الٰہ الا انت اور کہو اللّٰہم انی اسئلک الرضی بعد القضاء وبرد العیش بعد الموت
ولذۃ النظر الی وجہک وشوقا الی لقائک من غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ واعوذ بک ان اظلم او اظلم او اعتدی او یعتدی علی او اکسب خطیئۃ او ذنبا لا تغفرہ
اللّٰہم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلک شکر نعمتک وحسن عبادتک واسئلک قلبا سلیما وخلقا مستقیما ولسانا صادقا وعملا

[illegible]

مستقبلا واسئلک من خیر ما تعلم واعوذ بک من شر ما تعلم واستغفرک لما تعلم فانک تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت
وما اعلنت فانک انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر وعلی کل غیب شہید اللھم انی اسئلک ایمانا لا یرتد ونعیما لا ینفد وقرۃ عین الابد ومرافقۃ
نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اعلی جنۃ الخلد اللھم انی اسئلک الطیبات وفعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین واسئلک حبک وحب من احبک وحب کل عمل یقرب
الی حبک وان تتوب علی وتغفر لی وترحمنی واذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون اللھم بعلمک الغیب وقدرتک علی الخلق احینی ما کانت الحیوۃ
خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی واسئلک خشیتک فی الغیب والشہادۃ وکلمۃ العدل فی الرضاء والغضب والقصد فی الغنی والفقر ولذۃ النظر الی
وجہک والشوق الی لقائک واعوذ بک من ضراء مضرۃ وفتنۃ مضلۃ اللھم زینا بزینۃ الایمان واجعلنا ہداۃ مہتدین اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ
بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تہون بہ علینا مصائب الدنیا اللھم املأ وجوہنا منک حیاء وقلوبنا منک فرقا
واسکن فی نفوسنا من عظمتک ما تذلل بہ جوارحنا لخدمتک واجعلک اللھم احب الینا من سواک واجعلنا اخشی لک ممن سواک اللھم اجعل اول یومنا
ہذا صلاحا واوسطہ فلاحا وآخرہ نجاحا اللھم اجعل اولہ رحمۃ واوسطہ نعمۃ وآخرہ تکرمۃ ومغفرۃ الحمد للہ الذی تواضع کل شیء لعظمتہ وذل کل شیء لعزتہ وخضع
کل شیء لملکہ واستسلم کل شیء لقدرتہ والحمد للہ الذی سکن کل شیء لہیبتہ واظہر کل شیء بحکمتہ وتصاغر کل شیء لکبریائہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وازواج محمد
وذریتہ وبارک علی محمد وعلی آلہ وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک ونبیک النبی الامی رسولک
الامین واعطہ المقام المحمود الذی وعدتہ یوم الدین اللھم اجعلنا من اولیائک المتقین وحزبک المفلحین وعبادک الصالحین واستعملنا لمرضاتک عنا

الاعز الاکرم فانت خیر الراحمین و خیر الغافرین وانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علی
سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا وہ دعائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز سے پناہ مانگی ہے اللھم انی اعوذ بک من البخل
واعوذ بک من الجبن واعوذ بک من ان ارد الی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا واعوذ بک من عذاب القبر اللھم انی اعوذ بک من طمع یھدی الی
طبع ومن طمع فی غیر مطمع ومن طمع حیث لا مطمع اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ودعاء لا یسمع ونفس لا تشبع واعوذ بک من الجوع فانہ بئس
الضجیع ومن الخیانۃ فانہا بئست البطانۃ ومن الکسل والبخل والجبن ومن الھرم ومن ان ارد الی ارذل العمر ومن فتنۃ الدجال وعذاب القبر و
من فتنۃ المحیا والممات اللھم انا نسئلک قلوبا اواھۃ مخبتۃ منیبۃ فی سبیلک اللھم انی اسئلک عزائم مغفرتک وموجبات رحمتک والسلامۃ من کل اثم
والغنیمۃ من کل بر والفوز بالجنۃ والنجات من النار اللھم انی اعوذ بک من التردی واعوذ بک من الغم والغرق والھدم واعوذ بک من ان اموت فی سبیلک
مدبرا واعوذ بک من ان اموت بطلب الدنیا اللھم انی اعوذ بک من شر ما علمت ومن شر ما لم اعلم اللھم جنبنی منکرات الاخلاق والاعمال والادواء والاھواء
اللھم انی اعوذ بک من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء اللھم انی اعوذ بک من الکفر والدین والفقر واعوذ بک من عذاب جہنم و
اعوذ بک من فتنۃ الدجال اللھم انی اعوذ بک من شر سمعی وبصری وشر لسانی وقلبی ومن شر منیی اللھم انی اعوذ بک من جار السوء فی دار المقامۃ فان جار البادیۃ
تحول اللھم انی اعوذ بک من القسوۃ والغفلۃ والعیلۃ والذلۃ والمسکنۃ واعوذ بک من الکفر والفقر والفسوق والشقاق والنفاق وسوء الاخلاق والسمعۃ والریا
واعوذ بک من الصم والبکم والعمی والجنون والجذام والبرص وسیئ الاسقام اللھم انی اعوذ بک من زوال نعمتک ومن تحول عافیتک ومن فجاءۃ نقمتک و
من جمیع سخطک اللھم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ النار وعذاب القبر وفتنۃ القبر وشر فتنۃ الغنی وشر فتنۃ الفقر وشر فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من

۱۱ح حاکم بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲ ۱۱ح مسلم بروایت ابن عمر ۱۲ ۱۲ح بخاری ومسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲

المغرم والمأثم اللہم انی اعوذ بک من نفس لا تشبع وقلب لا یخشع وصلوۃ لا تنفع ودعوۃ لا تستجاب واعوذ بک من شر العمر وفتنۃ الصدر اللہم انی اعوذ بک من غلبۃ الدین
وغلبۃ العدو وشماتۃ الاعداء **پانچوین فصل** ان دعاؤن کے بیان مین جو کسی کام کے واقع ہونے پر مروی ہین جب تم صبح کو اٹھو اور اذان سنو تو تمکو مستحب ہے
کہ جس طرح ہم ذکر کر چکے ہین اسطرح موذن کا جواب دو اور نیز باب الطہارۃ مین ہم پاخانہ مین جانے اور باہر آنے کی دعائین اور وضو کی دعائین لکھ چکے ہین انکو
حسب موقع پڑھنا چاہیئے پھر جب مسجد کو چلو تو کہو اللہم اجعل فی قلبی نورًا وفی لسانی نورًا واجعل فی سمعی نورًا واجعل فی بصری نورًا واجعل خلفی نورًا وامامی نورًا واجعل من
فوقی نورًا اللہم اعطنی نورًا اور یہ بھی کہو اللہم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشای ہذا الیک فانی لم اخرج اشرًا ولا بطرًا ولا ریاءً ولا سمعۃ خرجت اتقاء
سخطک وابتغاء مرضاتک فاسئلک ان تنقذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور جب گھر سے کسی کام کو نکلے تو کہے بسم اللہ
رب اعوذ بک ان اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ التکلان علی اللہ اور جب مسجد کے دروازے پر پہونچکر اسکے
اندر داخل ہونا چاہو تو کہو اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وسلم اللہم اغفر لی جمیع ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک در داخل ہونے مین بایان پانون
پہلے رکھو اور اگر مسجد مین کسی کو بیع وشرا کرتے دیکھو تو کہو کہ خدا تعالی تیری تجارت مین نفع نہ دیوے اور اگر کسی کو مسجد مین دیکھو کہ اپنی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہے
تو کہو کہ خدا تعالی کرے کہ وہ نہ ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی اجازت فرمائی ہے اور جب صبح کی دو رکعتین پڑھ چکو تو کہو بسم اللہ اللہم انی اسئلک رحمۃ من عندک
تہدی بہا قلبی آخر دعا تک چنانچہ ہم اسکو تیسری فصل مین حضرت ابن عباس سے لکھ آئے ہین اور جب رکوع کرو تو رکوع مین کہو اللہم لک رکعت ولک خشعت
وبک آمنت ولک اسلمت وعلیک توکلت انت ربی خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی وما استقلت بہ قدمی للہ رب العالمین اور اگر چاہو تو کہو سبحان ربی العظیم
تین بار کہو سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ تو کہو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما بینہما
وملاء ما شئت من شیء بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور جب سجدہ کرو تو
کہو اللہم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ فتبارک اللہ احسن الخالقین سجد لک سوادی وخیالی
وبک آمن فؤادی ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی وہذا ما جنیت علی نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت یا یہ کہو تین دفعہ سبحان ربی الاعلی اور جب نماز سے فارغ ہو تو کہو اللہم انت السلام
ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام اور جو دعائین ہم لکھ چکے ہین پھر ان سب کو پڑھو اور جب کسی مجلس سے اٹھو اور کوئی ایسی دعا پڑھنی چاہو کہ مجلس کی بیہودہ باتون کا کفارہ
ہو جاوے تو کہو سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک عملت سوءا وظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور جب بازار مین داخل ہو تو کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر بسم اللہ اللہم انی اسئلک خیر ہذہ السوق وخیر ما فیہا اللہم انی اعوذ بک من شرہا ومن شر ما فیہا اللہم

[illegible]

انی اعوذ بک ان اصیب فیہا یمینا فاجرۃ او صفقۃ خاسرۃ اور جب تمہارے اوپر قرض ہو تو کہو اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک اور
جب نیا کپڑا پہنو تو کہو اللّٰھم کسوتنی ہذا الثوب فلک الحمد اسئلک من خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ اور جب کوئی شگون ایسا دیکھو جو تمکو برا معلوم
ہو تو کہو اللّٰھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یذہب بالسیئات الا انت لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور جب چاند دیکھو تو کہو اللّٰھم اہلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ
والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربی وربک اللہ اور کہو ہلال رشد وخیر امنت بخالقک اللّٰھم انی اسئلک خیر ہذا الشہر وخیر القدر واعوذ بک من شر یوم الحشر اور
تین بار اس دعا سے پہلے اللہ اکبر بھی کہہ لے اور جب آندھی چلے تو کہو اللّٰھم انی اسئلک خیر ہذہ الریح وخیر ما فیہا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا وشر ما ارسلت
اور جب کسی کے مرنے کی خبر سنو تو کہو انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون اللّٰھم اکتبہ فی المحسنین واجعل کتابہ فی علیین واخلفہ علی عقبہ فی الغابرین اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا
بعدہ واغفر لنا ولہ اور صدقہ دینے کے وقت کہو ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اور نقصان ہونے کے وقت کہو عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون اور
کاموں کے شروع کرنے کے وقت کہو ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وہیئ لنا من امرنا رشدا رب اشرح لی صدری ویسر لی امری اور آسمان پر نظر کرنے کے وقت
کہو ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا اور جب رعد کی گرج سنو تو کہو سبحان من یسبح
الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ اور اگر بجلی زیادہ تڑپتے دیکھو تو کہو اللّٰھم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اور جب آسمان سے پانی برسے
تو کہو اللّٰھم سقیا ہنیئا وصیبا نافعا اللّٰھم اجعلہ صیب رحمۃ ولا تجعلہ صیب عذاب اور جب غصہ ہو تو کہو اللّٰھم اغفر لی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی من
الشیطان الرجیم اور جب کسی قوم سے ڈرو تو کہو اللّٰھم انا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم اور جب جہاد کرو تو کہو اللّٰھم انت عضدی ونصیری بک
اقاتل اور جب کان بولے تو کہو اللّٰھم صل علی محمد ذکر اللہ من ذکرنی بخیر اور جب دیکھو کہ تمہاری دعا قبول ہوئی تو کہو الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم
الصالحات اور جو دعا مقبول ہونے میں دیر ہو جاوے تو کہو الحمد للہ علی کل حال اور جب مغرب کی اذان سنو تو کہو اللّٰھم ہذا اقبال لیلک وادبار نہارک و
اصوات دعاتک وحضور صلوتک اسئلک ان تغفر لی اور جب تم کو کوئی تردد پیش آوے تو کہو اللّٰھم انی عبدک ابن عبدک وابن امتک ناصیتی
بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک اسئلک بکل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی
علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء غمی وذہاب حزنی وہمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کسی کو غم پیش آوے

[illegible]

یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسکے تردد کو رفع کرتا ہی اور اُس غم کی جگہ خوشی بدل دیتا ہی پھر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس دعا کو سیکھ
رہین آپ نے فرمایا کہ بیشک جو کوئی اُسکو سُنے اُسکو یاد کر لینا چاہیے اور جب کوئی درد اپنے جسم مین یا کسی دوسرے کے جسم مین پاؤ تو اُس کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتر سے جھاڑ دو کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے سامنے کسی زخم وغیرہ کی شکایت کرتا تو آپ اپنی انگشت
سبابہ زمین پر رکھتے پھر اُسکو اُٹھاتے اور یہ فرماتے بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا لیشفی بہ سقیمنا باذن ربنا اور جب اپنے جسم مین کسی جگہ درد پاؤ
تو درد کی جگہ اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار کہو اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد و احاذر اور جب تمکو کوئی مصیبت پہونچے
تو کہو لا الٰہ الا اللہ العلی الحلیم لا الٰہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السموات السبع ورب العرش الکریم اور جب سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو داہنے
ہاتھ کو سر تلے رکھو اور قبلہ رُخ ہو جاؤ پھر چونتیس بار اللہ اکبر اور تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ کہکر یہ کہو اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک و
بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک اللہم انی لا استطیع ان ابلغ ثناء علیک ولو حرصت ولکن انت کما اثنیت علی نفسک اللہم باسمک احیا واموت اللہم
رب السموات ورب الارض ورب کل شئ وملیکہ فالق الحب والنوی ومنزل التوراۃ والانجیل والفرقان اعوذ بک من شر کل ذی شر ومن شر کل دابۃ انت
اخذ بناصیتہا انت الاول فلیس قبلک شئ وانت الآخر فلیس بعدک شئ وانت الظاہر فلیس فوقک شئ وانت الباطن فلیس دونک شئ اقض عنی
الدین واغننی من الفقر اللہم انک خلقت نفسی وانت تتوفاہا لک مماتہا ومحیاہا اللہم ان امتہا فاغفر لہا وان احییتہا فاحفظہا اللہم انی اسئلک
العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ باسمک ربی وضعت جنبی فاغفر لی ذنبی اللہم قنی عذابک یوم تجمع عبادک اللہم اسلمت نفسی الیک ووجہت وجہی الیک
وفوضت امری الیک والجات ظہری الیک رغبۃ ورہبۃ الیک لا ملجا ولا منجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت اور یہ دعا
سب دعاؤن کے آخر مین پڑھنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لیے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہی اور اس دعا سے پیشتر یہ پڑھ لینا چاہیے
اللہم ایقظنی فی احب الساعات الیک واستعملنی باحب الاعمال الیک تقربنی الیک زلفی وتبعدنی من سخطک بعدا اسئلک فتعطینی واستغفرک فتغفر لی
وادعوک فتستجیب لی اور صبح کو جب نیند سے جاگو تو یون کہو الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور اصبحنا واصبح الملک للہ والعظمۃ
والسلطان للہ والعزۃ والقدرۃ للہ اصبحنا علی فطرۃ الاسلام وکلمۃ الاخلاص وعلی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وملۃ ابینا ابراہیم حنیفا وما کان
من المشرکین اللہم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک المصیر اللہم انا نسئلک ان تبعثنا فی ہذا الیوم الی کل خیر ونعوذ بک ان نجترح فیہ سوءا
او نجرہ الی مسلم فانک قلت وہو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی اللہم فالق الاصباح وجاعل اللیل سکنا والشمس
والقمر حسبانا اسئلک خیر ہذا الیوم وخیر ما فیہ واعوذ بک من شرہ وشر ما فیہ بسم اللہ ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کل نعمۃ من اللہ
ما شاء اللہ الخیر کلہ بید اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ربنا علیک توکلنا والیک انبنا

والیک المصیر اور شام کو بھی یہی دعا پڑھو مگر اصبح کی جگہ امسے کہو اور اسکے ساتھ یہ دعا بھی پڑھو اعوذ بکلمات اللہ التامات و اسمائہ کلہا من شر ما ذرا و برا و من شر کل ذی شر و من شر کل دابۃ انت آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم اور جب آئینہ دیکھو تو یہ کہو الحمد للہ الذی سوی خلقی فعدلہ وکرم صورۃ وجہی وحسنہا وجعلنی من المسلمین اور جب کوئی خادم یا غلام یا کوئی جانور خریدو تو اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھو اللہم انی اسئلک خیرہ وخیر ما جبل علیہ واعوذ بک من شرہ وشر ما جبل علیہ اور جب نکاح کی مبارکباد دو تو یون کہو بارک اللہ فیک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر اور جب قرض ادا کرو تو جسکو دو اسکو کہو بارک اللہ لک فی اہلک ومالک اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرض کا عوض یہ ہے کہ قرض دینے والے کا مشکور ہو اور ادا کر دے غرضکہ یہ دعائیں ہین کہ طالب آخرت کو انکا یاد کر لینا ضرور ہے اور انکے سوا دعائیں سفر اور نماز اور وضو کی ہم باب الحج اور باب الطہارۃ اور باب نماز مین لکھ چکے ہین اب اگر یہ کہو کہ دعا سے فائدہ کیا ہے حکم الٰہی کو تو کسی طرح ٹال ہی نہین سکتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دعا سے بلا کا ٹلنا بھی حکم الٰہی ہے دعا بلا کے ٹلنے کا سبب اور رحمت کے کھینچنے کا باعث ہوتی ہے جیسے ڈھال تیر کے روکنے کا سبب ہے اور پانی سبزہ کے نکلنے کا باعث پس جسطرح ڈھال تیر کو ٹال دیتی ہے اور دونون مین مقابلہ ہوتا ہے اسی طرح دعا اور بلا کا مقابلہ ہوتا ہے اور حکم الٰہی کے ماننے سے یہ ضرور نہین کہ آدمی ہتھیار نہ باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وخذوا حذرکم یا بیج ڈالنے کے بعد زمین کو پانی نہ دے اور یہ کہے کہ اگر تقدیر مین بیج کا جمنا ہوگا تو جم جاویگا ورنہ نہین جمیگا بلکہ اصل یہ ہے کہ مسببات کا اسباب سے وابستہ ہونا یہ حکم اول ہے جسکے لیے ارشاد فرمایا ہے کلمح البصر او ہو اقرب اور اسکا نام قضا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ایک ایک سبب پر مسبب کا مرتب ہوتا جانا دوسرا حکم ہے جو قدر کہلاتا ہے اور جس ذات نے کہ خیر کو مقدر فرمایا ہے کسی سبب پر منحصر رکھا ہے اور شر کو جو بنایا ہے تو اسکے دور کرنے کا ایک سبب رکھدیا ہے اس صورت مین جس شخص کی بصیرت کھلی ہوئی ہے اسکے نزدیک ان باتون مین کچھ مخالفت نہین علاوہ ازین دعا مین جو فائدہ ہے اسکو ہم ذکر کے بیان مین لکھ چکے ہین کہ دعا سے خدا تعالیٰ کے ساتھ دل کی حضوری ہو سکتی ہے جو منتہاے عبادات ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور خلق کا اکثر یہی معاملہ ہے کہ انکا دل ذکر الٰہی کیطرف مائل جبھی ہوتا ہے کہ جب انکو کوئی حاجت یا مصیبت پڑے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض پس دعا کی ضرورت تو حاجت کے لیے ہے اور دعا دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع اور مسکنت کے ساتھ پھیر دیتی ہے اور اسی کے ذریعے سے ذکر حاصل ہوتا ہے جو اشرف عبادات ہے اور یہی وجہ ہے کہ بلا انبیا اور اولیا پر اور افضل شخصون پر زیادہ ہوتی ہے اسلیے کہ وہ دل کو تضرع اور حاجت کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیتی ہے اور اسکی یاد سے غافل ہونے کی مانع ہے اور تونگری اکثر تکبر کا باعث ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی اذکار اور دعاؤن مین سے یہان ہم کو اسی قدر بیان کرنا منظور تھا باقی دعائین کھانے اور سفر اور بیماری وغیرہ کی انشاء اللہ اپنے اپنے مقام پر مذکور ہونگی باب نہم تمام ہوا اب باب الاوراد خداے تعالیٰ کی عنایت سے شروع ہوتا ہے اسی پر اس اول جلد کا خاتمہ ہے فالحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی کل عبد مصطفیٰ۔

دسوان باب اوراد یعنی اوقات وظائف کی ترتیب اور شب بیداری کی فضیلت مین

باعی ؎ ان غفلت مین کٹی ہے دن رات ؎ لا تعلم ان ما مضی لیس بآت ؎ کھوتا ہے خرافات مین کیون عمر عزیز ؎ فاعبد مولاک فی جمیع الاوقات ؎ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندون کے لیے زمین کو تابع کیا ہے تو اس غرض سے نہین کہ اسکے اونچے مکانون مین رہین بلکہ اس مراد سے ہے کہ اسکو فرودگاہ جانین اور اس مین سے ایسا توشہ حاصل کرین جو انکو انکے وطن اصلی کے سفر مین کام آوے اور عمل اور فضل کے تحفے دنیا مین سے اپنے لیے ذخیرہ کرین اور اس کے پھندون اور

سالک مقامون سے بچے رہین اور جان لین کہ عمر انکو ایسے لیے جاتی ہی جیسے کشتی اپنے سوارون کو لے جاتی ہی کہ اس عالم مین آدمی سب مسافر
ہین انکی اول منزل پالنے مین ہوتی ہی اور آخر لحد مین اور وطن سب کا یا جنت ہی یا دوزخ اور عمر سفر کا فاصلہ ہی کہ برسون سکے مرحلے ہین اور
مہینے فرسنگ ہین اور دن میل ہین اور سانس قدم ہین اور طاعت اس سفر کی پونجی ہی اور اوقات راس المال ہین اور شہوات اور غرضین
اس طریق کے راہزن ہین اور سیاں کا نفع یہ ہی کہ دار السلام مین بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ خدا تعالی کے دیدار سے کامیاب
ہوا اور ٹوٹا یہ ہی کہ طوق اور قید اور عذاب شدید دوزخ کے طبقات کے ساتھ خدا تعالی سے دوری میسر ہو اس صورت مین جو شخص اپنی ایک
سانس سے بھی غفلت کرے یہانتک کہ اسمین کوئی طاعت باعث قرب الٰہی نہو تو وہ قیامت کے روز اتنا خسارہ اٹھاویگا کہ اسکی کچھ حد نہین اور اسی
بڑے خطر اور ہولناک امر کے لیے توفیق والون نے مستعد ہو کر لذات نفسانی کو بالکل چھوڑ دیا اور بقیہ عمر کو غنیمت جانا اور دن اور رات کو
ذکر الٰہی مین بسر کرنے کے لیے اور ہر ایک وقت مین جدا جدا وظیفہ مقرر کیا تاکہ خدا تعالی کے قرب کے طالب ہون اور دار القرار کی طرف ساعی
اسی جہت سے طریق آخرت کے علم مین ضرور ہی کہ وظائف کی تقسیم کی تفصیل بیان کیجاوے اور جو عبادات کہ انکی تشریح پہلے ہو چکی اُن کو
مقادیر اوقات پر بانٹ دیا جاوے اور یہ امر دو فصلون سے واضح ہوگا انشاء اللہ تعالی

پہلی فصل اوراد کی فضیلت اور ترتیب اوراحکام کے بیان مین

بیان اول اس بات کے ذکر مین کہ اوراد پر مواظبت کرنی ہی اللہ تعالی کی طرف کا طریق ہی اور وردون کی فضیلت بھی اسمین مذکور ہوگی
جاننا چاہیے کہ نور بصیرت سے دیکھنے والون نے جان لیا ہی کہ نجات کی صورت بدون اللہ تعالی کی لقا کے نہین اور لقا کی سبیل سواے اسکے کوئی
نہین کہ بندہ اللہ تعالی کا محب اور عارف ہو اور اسی حال پر مرے اور محبت اور انس بدون محبوب کے ذکر دائمی کے میسر نہین ہوتا اور معرفت بدون
اسکی ذات اور صفات و افعال مین فکر دائمی کے حاصل ہو اور سوا اسکے اور اُسکے افعال کے اور کچھ موجود نہین اور دوام ذکر و فکر جب میسر ہوتا ہی کہ
کہ دنیا اور اُس کی شہوات کو رخصت کر دے اور اُس سے بجز اُس مقدار کے کہ زندگی کے لیے ضرور ہو علٰحدگی اختیار کرے اور یہ سب باتین
اُسوقت ہوتی ہین کہ آدمی اپنے تمام رات دن کے اوقات کو ذکر اور فکر مین ڈوبا رکھے اور از انجا کہ نفس کی سرشت مین ہی کہ ایک طرح پر ذکر اور
فکر کرنے سے تھک جاتا ہی اور ایک ڈھنگ پر صبر نہین کرتا اور اللہ تعالی نہین تھکتا جبتک کہ بندہ نہ تھکے تو نفس کے اس امر سرشتی کی رعایت سے
ضرور ہوا کہ ہر وقت مین نئے ڈھنگ کا ورد اسکے لیے مقرر کیا جاوے تاکہ اس تبدیل اطوار سے اُسکی لذت زیادہ ہو اور رغبت بڑھے اور دوام
رغبت کے سبب سے مواظبت بھی ہمیشہ کو ہو جاوے اسی وجہ سے اوراد کی تقسیم مختلف طور پر کی گئی ہی غرضکہ ذکر اور فکر تمام اوقات خواہ اکثر کو
حاوی ہونی چاہئیں کیونکہ نفس اپنی طبیعت سے دنیا کی لذتون کی طرف مائل ہی پس اگر آدمی اپنے نصف اوقات دنیا کی تدبیرات اور اُسکی
مباح خواہشون مین مصروف اور نصف اوقات عبادت کے لیے رکھے تو چونکہ پہلے نصف مین میل طبعی کی جہت سے ترجیح موجود ہی تو برابری
دونون وقتون کی کب رہی گو ظاہری رو سے برابر ہین لیکن ایک طرف میل طبعی ہونے کی ترجیح ہی کیونکہ دنیا کے کامون پر ظاہر و باطن موافق
ہوتے ہین اور دل دنیا کی تلاش مین خوب صاف اور مجرد رہتا ہی اور عبادات کی طرف دل کا پھیرنا بناوٹ اور زبردستی سے ہوتا ہی تو عبادات
مین دل کا اخلاص اور حاضر ہونا کبھی میسر ہو جاتا ہی اسلیے جو شخص جنت مین بے حساب جانا چاہے تو اسکو چاہیے کہ اپنے سارے اوقات طاعت
مین مصروف رکھے اور جو کوئی اپنے حسنات کے پلہ کا بھاری رہنا چاہے وہ اپنے اکثر اوقات کو طاعت مین لگائے رہے اور جو کوئی کچھ اعمال

نیک کرے اور کچھ بُرے تو اُسکا معاملہ خطرناک ہی تاہم خدائے تعالی کے کرم سے اُمید منقطع نہیں اور معاف ہونے کی توقع ہی کہ کیا عجب ہے کہ وہ اپنے جود و کرم سے اسکو بخشدے۔ اور رات دن کے اوقات کو ذکر اور فکر میں مصروف رکھنا نور بصیرت سے دیکھنے والوں کو تو منکشف ہو جاتا ہی لیکن اگر تم اہل بصیرت سے نہو تو اللہ تعالی کا خطاب اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ لو اور نور ایمان سے خیال کرلو کہ اس سے کیا سمجھا جاتا ہی یعنی اللہ تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ وہ سب بندوں سے مقرب تر اور درجے میں سب سے برتر ہیں یہ ارشاد فرماتا ہی آیت ان لک فی النہار سبحا طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا اور فرمایا آیت واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا اور فرمایا آیت وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود اور فرمایا آیت وسبح بحمد ربک حین تقوم ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم اور فرمایا آیت ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ واقوم قیلا اور فرمایا آیت ومن آناء اللیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضی اور فرمایا آیت واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذہبن السیئات پھر اس باب میں تامل کرو کہ جو بندے اللہ تعالی کے کامیاب ہیں ان کی صفت میں اللہ تعالی نے کیا چیز بیان فرمائی ہی مثلاً ارشاد ہی آیت امن ہو قانت آناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور فرمایا آیت تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا اور فرمایا آیت والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما اور فرمایا آیت کانوا قلیلا من اللیل ما یہجعون وبالاسحار ہم یستغفرون اور فرمایا آیات فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون یعنی شام و صبح کو اللہ تعالی کی پاکی بیان کرو اور فرمایا آیات ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ پس ان آیات میں تامل کرنے سے تمکو معلوم ہو جاویگا کہ اللہ تعالی کی طرف کا رستہ اوقات کی نگرانی اور انکو وردوں سے مدام بھرپور رکھنا ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک اسکے بندوں میں سے زیادہ تر محبوب وہ ہیں جو سورج اور چاند اور سایوں کو ذکر الٰہی کے لیے دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی آیت الشمس والقمر بحسبان اور فرمایا آیات الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا اور فرمایا آیت والقمر قدرناہ منازل اور فرمایا آیات وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا بہا فی ظلمات البر والبحر پس یہ گمان مت کرو کہ آفتاب اور چاند کی رفتار منتظم اور مرتب اور حساب سے ہونے اور سایہ اور روشنی اور ستاروں کے پیدا کرنے سے یہ غرض ہی کہ انسے دنیا کے اُمور میں مدد لیجاوے بلکہ انکو اسلیے بنایا ہی کہ انسے اوقات کی مقداریں پہچانکر ان میں طاعات بجا لاؤ اور دار آخرت کی تجارت میں لگو چنانچہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا جاتا ہی آیات وہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا یعنی رات اور دن کو ایک دوسرے کی نیابت کرنے کو بنایا تاکہ اگر دونوں میں سے ایک میں کچھ عبادت رہ جاوے تو اسکا تدارک دوسرے میں ہوسکے

اور بیان فرما دیا کہ یہ امر ذکر و شکر کے لیے ہے نہ اور کسی کام کے لیے۔ اور فرمایا وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب و فضل سے مطلوب ثواب اور مغفرت ہی ہے **دوسرا بیان** اوقات وظائف کے شمار اور ترتیب کے ذکر میں جاننا چاہیے کہ دن کے ورد سات ہیں اور رات کے چار اب ہر ایک کی فضیلت اور مدت وغیرہ کو تفصیل وار سننا چاہیے دن کے وظیفوں میں سے پہلے کا وقت صبح صادق کے طلوع سے آفتاب کے وقت تک ہے اور یہ وقت شریف ہے اسکی شرافت ان وجہوں سے معلوم ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اسکی قسم کھائی چنانچہ فرمایا والصبح اذا تنفس اور اپنی مدح اس مذکور فرمایا فالق الاصباح اور فرمایا قل اعوذ برب الفلق اور اس وقت میں سایہ کو سمیٹنے سے اظہار قدرت کیا چنانچہ فرمایا ثم قبضناه الينا قبضا يسيرا اور یہی وقت ہے کہ آفتاب کے نور پھیلنے سے رات کا سایہ سمٹ جاتا ہے اور لوگون کو اس وقت میں تسبیح کے لیے ارشاد فرمایا یعنی یہ فرمایا فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون اور فرمایا فسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس اور فرمایا ومن آناء الليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضى اور فرمایا واذكر اسم ربك بكرة واصيلا اور دن کے اوراد کی ترتیب اس طرح کہ شروع اپنے جاگنے سے کرے یعنی جس وقت جاگے ابتدا ذکر الٰہی سے کرے کہے الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور آخر دعاؤن تک جو ہم پہلے باب میں جاگنے کے بعد پڑھنے کے ذکر میں لکھ آئے ہیں اور اسی دعائیں کپڑے پہننے اور کپڑے کے پہننے میں نیت ستر عورت کی حکم خدا کے بموجب اور اسے عبادت پر مدد لینے کی کرے اسکے سوا اور قصد ریا اور تکبر وغیرہ کا نہ کرے پھر اگر حاجت ہو تو پاخانہ میں جاوے اور اپنا بایان پاؤن پہلے پاخانہ کے اندر رکھے اور وہ دعائیں جو باب الطہارت میں پاخانہ میں جانے اور نکلنے کی ذکر کر چکے ہیں پڑھے پھر مسنون طور پر مسواک کرے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے اور وضو سب سنتون اور دعاؤن کے ساتھ کرے جنکا بیان طہارت میں گذر چکا ہے کیونکہ ہم پہلے فرادا عبادت کو اسی لیے لکھ آئے ہیں کہ اس باب میں صرف انکے مرکب کرنے اور آگے پیچھے ادا کرنے کو ذکر کرین اور جب وضو سے فارغ ہو تو دو رکعتین فجر کی سنتون کی اپنے گھر میں ادا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور سنتون کے بعد خواہ انکو گھر میں پڑھے یا مسجد میں وہ دعا پڑھے جو حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے اور پیشتر ہم لکھ آئے ہیں یعنی اللهم اني اسئلك رحمة من عندك تهدي بها قلبي آخر دعا تک پھر گھر سے مسجد کو چلے اور نہ بھولے نماز کو جو مسجد کو چلتے وقت ہم لکھ چکے ہیں اور نماز کے لیے جلد بازی کر کے نہ چلے بلکہ آہستہ تسکین اور وقار کے ساتھ چلے کہ حدیث میں اسی طرح وارد ہے اور اپنی انگلیاں کو ایک دوسرے میں نہ ڈالے اور مسجد کے اندر داہنا پاؤن پہلے رکھ کے جاوے اور مسجد میں جانے کی دعا یاد کرے پھر مسجد میں صف اول میں جگہ تلاش کرے بشرطیکہ گنجائش ہو اور لوگون کی گردنین نہ پھاندے نہ کسی کو تکلیف دے جیسے کہ جمعہ کے باب میں اسکا ذکر ہو چکا ہے پھر اگر سنتین فجر کی گھر میں نہ پڑھی ہون تو مسجد میں ادا کرکے انکے بعد کی دعا میں مشغول ہو جاوے اور اگر سنتین پڑھ چکا ہو تو مسجد میں وکا نہ تحیت پڑھ کر جماعت کا منتظر بیٹھ جاوے اور جماعت کے لیے مستحب اندھیرے سے ادا کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تاریکی میں ادا فرمایا کرتے تھے اور جماعت کو کسی وقت کی چھوڑنا نہ چاہیے اور خاص کر صبح اور عشا کی جماعت ہرگز نہ چھوڑے کہ ان دونوں میں ثواب زیادہ ہے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز صبح کے باب میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی وضو کرکے مسجد کو جاوے کہ اسمین نماز پڑھے تو اسکو ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ہوگا اور ایک برائی اسکی دور کیجاویگی اور نیکی کا ثواب دس گنا ملا کرتا ہے پھر اگر نماز پڑھکر آفتاب کے نکلنے پر بیٹھیگا تو جتنے بال اسکے بدن میں ہونگے اسقدر نیکیان اسکے لیے لکھی جاوینگی اور ایک حج

رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۳۱۷ ح بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲۵ ۴۲ ح بخاری و مسلم بروایت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲ ۵ ح ۱ مسلم عبارت ... احیا ... مسلم ... ۱۲

مقبول کا ثواب لیکر پھریگا اور اگر اسقدر اور بیٹھے کہ نماز چاشت بھی پڑھے تو ہر رکعت کے عوض دس لاکھ نیکیون کا ثواب ملے گا اور جو شخص نماز
کو مسجد مین جماعت سے پڑھے تو اسکو بھی اسی قدر ثواب ہو اور ایک عمرہ مقبول لیکر پھرے گا اور اکابر سلف کی عادت تھی کہ مسجد مین صبح ہونے
سے بیشتر جایا کرتے تھے چنانچہ ایک تابعی روایت کرتے ہین کہ مین مسجد مین صبح صادق ہونے سے بیشتر گیا دیکھا تو حضرت ابوہریرہ رضہ مجھ سے
پہلے پہونچ چکے ہین اُنھون نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ بھتیجے اپنے گھر سے اسوقت کس مطلب کو نکلے مین نے عرض کیا کہ صبح کی نماز کے لیے فرمایا کہ
تمکو مژدہ ہو کہ ہم ایسے نکلنے اور مسجد مین بیٹھنے کو خدا کی راہ مین جہاد کرنے کے برابر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین جہاد کے برابر
سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی رضہ سے مروی ہو کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہان تشریف لائے اسوقت مین سوتا تھا اور حضرت
فاطمہ رضہ بھی خواب مین تھین آپ نے فرمایا کہ تم نماز کیون نہین پڑھتے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری جانین خدائے تعالے کے قبضے مین
ہین جب وہ ہمکو اُٹھانا چاہتا ہو اُٹھ کھڑے ہوتے ہین آپ وہان سے لوٹ گئے اور مین نے سُنا کہ آپ نے اپنا ہاتھ ران مبارک پر مارا
اور کہا وکان الانسان اکثر شئی جدلا یعنی ہو انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑنے کو۔ پھر فجر کی سنتون اور اُنکے بعد کی دعا کے پیچھے استغفار اور
تسبیح مین مشغول رہنا چاہیئے جب تک کہ تکبیر ہو یعنی ستر بار یون کہے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو بار کہے سبحان اللہ
والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پھر نماز فرض تمام ظاہری و باطنی آداب کی رعایت سے پڑھے چنانچہ اُس کا ذکر باب نماز مین ہم لکھ آئے
ہین۔ جب نماز سے فارغ ہو تو مسجد مین بیٹھ کر آفتاب کے نکلنے تک ذکر الٰہی بموجب ترتیب آئندہ کرتا رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ جس جگہ مین مین نماز صبح پڑھون اُس مین میرا بیٹھا رہنا اور نماز سے لیکر آفتاب نکلنے تک ذکر الٰہی کرنا مجھکو اس بات سے محبوب تر ہی
کہ چار بردے آزاد کرون۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو نماز کی جگہ مین آفتاب نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے
اور بعض روایت مین ہی کہ آفتاب کے نکلنے کے بعد دو رکعتین پڑھتے تھے اور اس کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہوا ہی۔ اور حضرت حسن رضہ سے
مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی رحمت کے ذکر مین فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ای ابن آدم فجر کی نماز کے بعد ایک
ساعت اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میرا ذکر کرنے مین تجھکو ان دونون وقتون کے درمیان مین کافی ہونگا۔ اور جب اس بیٹھنے اور ذکر
کی فضیلت معلوم ہو چکی تو چاہیئے کہ آفتاب نکلنے تک بیٹھا رہے اور بات نہ کرے بلکہ آفتاب کے طلوع تک چار طرح کا وظیفہ رکھے اول دعائین دوم ذکر
جسکو تسبیح پر پڑھے سوم قرآن کی تلاوت چہارم فکر کرنا دعائین تو نماز سے فارغ ہوتے ہی شروع کردے اور کہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل
سیدنا محمد اللہم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پھر دعا وہ
شروع کرے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع کیا کرتے تھے یعنی یہ کہے سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

لہ الملک لہ الحمد یحیی و یمیت وہو حی لایموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر لا الٰہ الا اللہ اہل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ
مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون پھر وہ دعائین پڑھے جن کو ہم تیسری اور چوتھی فصل مین باب نہم کی لکھ آئے ہین اور اگر ہو سکے تو وہ سب پڑھے
ورنہ ان مین سے اُسقدر یاد کرے جس قدر کو دیکھے کہ میرے حال کے موافق اور دل کو نرم کرنے والی اور زبان پر ہلکی زیادہ ہین اور ذکر کے کلمات وہ
ہین جنکے مکرر پڑھنے مین بہت سے فضائل وارد ہین اور ہمنے طول کلام کی جہت سے انکو نہین لکھا انکے مکرر پڑھنے کا ادنی درجہ تو یہ ہے کہ ہر کلمہ کو تین بار
یا سات بار پڑھے اور اکثر یہ ہے کہ سو دفعہ یا ستر مرتبہ پڑھے اور اوسط درجہ یہ ہے کہ دس بار پڑھے پس جسقدر فرصت اور وقت مین گنجایش پاوے اسقدر مکرر
پڑھے اور ظاہر ہے کہ زیادہ کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور دس بار پڑھنا اوسط ہے کہ اسپر مداومت ہو سکتی ہے اور کامون مین سے بہتر وہی ہے جو ہمیشہ کو نبہ سکے
اگرچہ تھوڑا ہو اور جس وظیفہ کی کثیر پر مداومت نہو سکے تو اُسکا قلیل مع مداومت کے بہتر ہے اور اُسکی تاثیر بھی دلپر زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت بہت سے کے جو ہمیشہ
نہو سکے ناغہ کے ساتھ ہو اور تھوڑا وظیفہ جو دائمی ہو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے پانی کے قطرے زمین پر پے درپے ٹپکتے ہون کہ اُسے زمین مین گڑھا پڑ جاتا
ہے اگرچہ وہان پتھر ہی ہو اور بہت سا وظیفہ جو ناغہ کے ساتھ ہو وہ ایسا ہے جیسے پانی یکبارگی یا کئی دفعہ کرکے دیر دیر کے بعد گرا دیا جاوے
کہ اُسکی تاثیر کچھ نہ معلوم ہوگی اور یہ کلمات دس ہین **اول** لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو
علی کل شئی قدیر **دوم** سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ **سوم** سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح **چہارم**
سبحان اللہ العظیم وبحمدہ **پنجم** استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واسالہ التوبۃ **ششم** اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد
منک الجد **ہفتم** لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین **ہشتم** بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم **نہم** اللہم صل علی محمد عبدک
ونبیک ورسولک النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم **دہم** اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین واعوذ بک رب
ان یحضرون تو یہ دس کلمات اگر دس دس بار پڑھے جاوین تو سو مرتبہ ہو جاوینگے اور یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک ہی کلمہ کو سو بار پڑھین اسلیے
کہ ان کلمات مین سے ہر ایک کے لیے ثواب اور فضیلت علٰحدہ ہے اور دل کو ہر ایک سے ایک طرح کی تنبیہ اور لذت ہے اور ایک کلمہ سے دوسرے
کی طرف انتقال کرنے مین نفس کو بھی گونہ راحت اور اکتانے سے امن ہے اور قراءت قرآن مین مستحب یہ ہے کہ وہ آیتین پڑھے جن کے
فضائل احادیث مین وارد ہین یعنے سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول سے آخر سورۂ بقر تک اور یہ آیت شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو اور دو
آیتین قل اللہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء سے بغیر حساب تک اور لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورۃ تک اور لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا
بالحق آخر سورۃ فتحنا تک اور قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا آخر سورۂ بنی اسرائیل تک اور پانچ آیتین سورۂ حدید کے اول کی اور ہو اللہ الذی

[illegible]

[illegible] ۱۲

لا الٰہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ سے آخر سورۂ حشر تک پڑھے۔ اور اگر مسبعات عشر پڑھے یعنی وہ دس چیزین جو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم تیمی رح کو بطور تحفہ تعلیم کین اور انکو وصیت کی کہ ان کلمات کو ہر صبح و شام سات سات بار پڑھا کرنا تو اس صورت مین ثواب پورا ملے اور سب دعاؤن کا ثواب اُسکو حاصل ہوجاوے چنانچہ کرز بن وبرہ جو ابدال مین سے تھے روایت کرتے ہین کہ میرے پاس ایک میرا بھائی شام سے آیا اور مجھکو ایک تحفہ دیا اور کہا کہ بھائی اسکو قبول کرو کہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہی مین نے اُسسے کہا کہ بھائی تمکو یہ تحفہ کسنے دیا ہی اُنھون نے کہا کہ مجھکو ابراہیم تیمی نے دیا ہی مین نے کہا کہ تمنے ابراہیم سے نہ پوچھا کہ انکو کسنے دیا ہی اُنھون نے کہا کہ مین نے ابراہیم سے یہ سوال کیا تھا ابراہیم رح نے جواب دیا کہ مین صحن کعبہ مین بیٹھا تھا اور تہلیل اور تسبیح اور تحمید مین مشغول تھا کہ اس اثنا مین ایک شخص نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میری دہنی طرف بیٹھ گیا مین نے اپنی عمر مین اُس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ دیکھا تھا اور نہ اسکے کپڑون سے عمدہ کپڑے اور نہ اسقدر سفید اور خوشبودار دیکھے تھے مین نے اُس سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تم کون ہو اور کہانسے تشریف لائے اُنھون نے فرمایا کہ مین خضر ہون مین نے پوچھا کہ آپ میرے پاس کس غرض سے آئے فرمایا کہ تجھسے سلام علیک کرنے آیا اور تجھسے مجھکو محبت فی اللہ ہی اور میرے پاس ایک تحفہ ہی اُسکو مین تجھے دینا چاہتا ہون مین نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ آفتاب کے نکلنے اور زمین پر پھیلنے سے پیشتر اور غروب سے پہلے سورۂ الحمد اور معوذتین اور اخلاص اور کافرون اور آیۃ الکرسی سات سات بار پڑھا پھر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سات بار اور درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات بار اور استغفار اپنے لیے اور اپنے والدین اور مؤمن مردون اور عورتون کے لیے سات بار پھر یہ دعا سات بار اللّٰھم افعل بی وبھم عاجلا و آجلا فی الدین و الدنیا والآخرۃ ما انت لہ اھل ولا تفعل بنا یا مولٰنا ما نحن لہ اھل انک غفور حلیم جواد کریم رؤف رحیم اور خبردار انکو کسی صبح اور شام مین ترک نہ کرنا مین نے کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو بتادین کہ یہ عطا آپ کو کسنے بخشی آپ نے فرمایا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائی ہی مین نے کہا کہ مجھکو اسکے ثواب سے مطلع فرمایئے فرمایا کہ جب تم کو زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو تو اسکا ثواب پوچھ لینا کہ وہ ارشاد فرما دینگے ابراہیم تیمی رح کہتے ہین کہ مین نے ایک رات خواب مین دیکھا کہ گویا فرشتے میرے پاس آئے ہین اور مجھکو اُٹھا کر لیگئے ہین یہانتک کہ جنت مین داخل کیا اور وہان عجیب غریب اشیاء دیکھین پھر مین نے فرشتون سے پوچھا کہ یہ سب سامان کسکے لیے ہی اُنھون نے کہا کہ جو کوئی تیرا سا عمل کرے اُسکے لیے ہی اور ابراہیم تیمی رح نے بہت سی چیزین جو جنت مین دیکھی تھین اُنکا بیان بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ مین نے وہان کا میوہ کھایا اور پانی پیا پھر میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ساتھ ستر پیغمبر اور ستر صفین فرشتون کی تھین کہ ہر صف اس قدر تھی جیسے پورب اور پچھم کا فاصلہ ہی آپ نے مجھکو سلام سے مشرف فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے خضر علیہ السلام نے کہا ہی کہ اُنھون نے یہ حدیث آپ سے سُنی ہی آپ نے فرمایا کہ خضر نے درست کہا اور جو کچھ وہ کہتے ہین وہ سب حق ہوتا ہی زمین کے لوگون مین عالم وہی ہی اور ابدال کا سردار ہی اور اللہ تعالے کے لشکرون مین سے ہی جو زمین مین ہین پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو شخص یہ عمل کرے اور جیسا مین نے اپنے خواب مین دیکھا نہ دیکھے تو جو چیزین مجھے ملی ہین کیا اسکو بھی کچھ مرحمت ہوگا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہی مجھکو اُس ذات کی جسنے مجھکو نبی برحق بھیجا ہی کہ اسکا عامل اگرچہ مجھکو نہ دیکھے اور نہ جنت کو دیکھے مگر اتنا ثواب اُسکو ملیگا کہ اُسکے تمام گناہ کبیرہ جو اُسنے کیے ہونگے بخشے جاوینگے اور اللہ تعالیٰ اُسپر سے

یہ دعا دن پڑھے اللّٰھم اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین

اپنا غصہ اور خفگی اٹھالیگا اور بائین طرف والے فرشتے کو حکم فرماویگا کہ سال بھر تک اسکی کچھ برائی نہ لکھے اور قسم ہے مجھکو اُس ذات کی جس نے
مجھکو نبی برحق بھیجا ہے اسپر عمل وہی کریگا جسکو اللہ تعالی نے سعید پیدا کیا ہے اور اسکو وہی ترک کریگا جس کو اُسنے بدبخت بنایا ہے۔ اور یہ جو کہتے ہین
کہ ابراہیم تیمی رح نے چار مہینے تک نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا تو شاید اُسی خواب کے بعد کا حال ہوگا۔ غرضکہ قرات کا وظیفہ یہ تھا جو مذکور ہوا اگر
اسپر اپنی معمولی منزل بھی بڑھائے یا اسی قدر پر اکتفا کرے دونون صورتین اچھی ہین کیونکہ قرآن مجید مین ذکر اور فکر اور دعا سب کا ثواب ہے
بشرطیکہ تامل کے ساتھ پڑھے جسطرح کہ تلاوت کے ذکر مین ہم اُسکے آداب و فضائل کا ذکر کرچکے ہین۔ اور فکر کو بھی اپنا ایک معمول کر لینا چاہیے
اور جس چیز مین فکر کرے اُسکی تفصیل اور فکر کی کیفیت جلد چہارم کے باب تفکر مین مذکور ہوگی لیکن مجموع فکر دو قسمون مین آجاتی ہین اول یہ کہ ایسی
چیزون مین فکر کرے جو علم معاملہ مین اُسکو مفید ہون مثلاً اپنے نفس سے گذشتہ تقصیرون کا حساب لے اور جو روز اُسکے سامنے ہو اُسکے وظائف
کی ترتیب کرے اور جتنے امور کہ خیر کے مانع ہون اُنکو دفع کرے اور اپنی خطا یاد کرے اور جن باتون سے عمل مین خلل پڑتا ہے اُنکو سوچے تاکہ
عمل مین اصلاح ہو اور اپنے دل مین خود اپنے اعمال کے باب مین اور مسلمانون سے معاملہ کرنے مین عمدہ نیتون کو حاضر کرے۔ دوسری قسم فکر کی
یہ ہے کہ اُن چیزون مین فکر کرے جو علم مکاشفہ مین نافع ہون مثلاً خداے تعالی کی ظاہری اور باطنی نعمتون مین اور اُنکے پے درپے آنے کی فکر کرے
تاکہ اُنکی معرفت زیادہ حاصل ہو اور اُنکا بہت سا شکر بن پڑے یا اُسکی سزاؤن اور عقوبتون مین فکر کرے کہ اُس سے معبود کی قدرت کی معرفت
پڑے اور عقوبات و انتقامات سے زیادہ خوف کرے۔ اور ان امور مین سے ہر ایک کے بہت سے شعبے ہین کہ بعض لوگون کو اُنمین فکر کرنے کی گنجایش
ہوتی ہے اور بعض کو نہین ہوتی کہ اُنکو خوب اچھی طرح جلد چہارم مین ہم لکھینگے۔ اور جب فکر کرنا میسر ہو جاوے تو یہ اشرف عبادات ہے کیونکہ اس مین ذکر الہی
بھی ہے اور دو باتین زیادہ ہین ایک تو معرفت کا زیادہ ہونا کیونکہ فکر معرفت اور کشف کی کلید ہے دوم محبت کا زیادہ ہونا اسلیے کہ دل محبت اُسکی
کرتا ہے جسکی عظمت کا معتقد ہوتا ہے اور خداے تعالی کی عظمت بدون اُسکے صفات اور عجائب افعال اور قدرت کی معرفت کے منکشف نہین
ہوتی تو یہ سلسلہ اسطرح ہوتا ہے کہ فکر سے معرفت ہوتی ہے اور معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت اور ہرچند ذکر بھی اُنس کا موجب ہوتا ہے اور اُنس
ایک قسم کی محبت ہی ہے مگر وہ محبت جسکا سبب معرفت ہوتی ہے وہ اُنس کی نسبت کہ بہت قوی اور دیرپا اور نہایت بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص
کسی کی خوبصورتی آنکھ سے دیکھے اور اُسکے حسن اخلاق اور افعال اور خصال حمیدہ پر تجربہ سے مطلع ہو کر عاشق ہو جاوے اور دوسرا شخص ایک
غائب آدمی کا حسن و جمال چند بار مجملاً سُنے اور خوبصورتی کی باتین مفصل اُسکو معلوم بھی نہوئی ہون کہ اُسکا فریفتہ ہو جاوے تو پہلے شخص کے
عشق کو دوسرے کی محبت سے وہی نسبت ہوگی جیسے عارف کی محبت کو ذاکر غیر عارف کے اُنس سے نسبت ہے کیونکہ مثل مشہور ہے ع شنیدہ کے بود
مانند دیدہ۔ عارف کی محبت ایسی ہے جیسے دیکھنے والے کی ہوتی ہے اور ذاکر کی محبت مثل سننے والے کی محبت کے ہے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی کے ذکر پر دل اور زبان سے
مداومت رکھتے ہین اور صرف ایمان تقلیدی سے جو کچھ کہ رسول لائے ہین اُسکی تصدیق کرتے ہین اُنکے پاس خداے تعالی کے محاسن صفات مین سے
چند امور مجمل ہی ہین جنپر اُسکا اعتقاد دوسرون کے بتلانے سے ہو گیا ہے اور جو لوگ عارف ہین اُنھون نے اس جمال و جلال الہی کو چشم بصیرت سے
مشاہدہ کیا ہے جو ظاہری بینائی سے قوی تر ہے اور کسیکو یہ بات میسر نہین ہوتی کہ اُسکے جلال و جمال کی ماہیت پر واقف ہو جاوے اسلیے کہ یہ امر تو
خلق مین سے کسی کی تاب نہین جو معلوم کرسکے لیکن ہر شخص اسقدر مشاہدہ کرتا ہے جسقدر کہ اُسکے لیے حجاب دور ہوتا ہے اور جمال حضرت الوہیت کی کچھ

انتہا نہین اور نہ اُسکے حجابون کی تعداد ہان جن حجابون کو نور کہنا زیبا ہی اور جن تک سالک پہونچکر جاننے لگتا ہی کہ مین اصل تک پہونچ گیا اُنکی تعداد ستر
حجاب ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے ستر پردے نور کے ہین اگر وہ اُنکو اُٹھادے تو اُسکے چہرے کے انوار جس جسکو
اُسکی بینائی پہونچے پھونکدین یعنی تمام خلق کو جلادین اور یہ حجاب بھی ایک دوسرے کے بعد ترتیب وار ہین اور اُسکے نور آپس مین ایسے مختلف ہین
جیسے آفتاب اور چاند اور ستارون کے نور ہین اور ابتدا مین سب سے چھوٹا نور ظاہر ہوتا ہی اُسکے بعد اُس سے زیادہ پھر اُس سے زیادہ اور اسی
بنا پر بعض صوفیون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجات کے معنی بیان کیے ہین جو اُنکو ترقی کرنے مین ظاہر ہوے تھے اُنھون نے تفسیر
فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا کی یہ کہی ہی کہ جب حضرت ابراہیم پر امر مشتبہ ہو گیا تو آپ ایک نور کے حجاب پر پہونچے جو اورون سے کم تھا اسی جہت سے
اُسکو ستارہ سے تعبیر فرمایا اور اس آیت مین ستارہ سے مراد یہ ستارے رات کے چمکتے ہوے نہین اسلیے کہ اُنکو تو عوام مین سے ہر کوئی جانتا ہی کہ
رب ہونا ان اجسام کو لائق نہین بلکہ دیکھتے ہی اُنکے خیال مین یہ بات آجاتی ہی پس جس چیز کو عوام خدا نہ کہین اُسکو خلیل اللہ کس طرح خدا
کہدیتے اور ان حجابون کو جو نور کہا تو اُس سے یہ روشنی مراد نہین جو آنکھ سے سوجھتی ہی بلکہ اُس سے نور کے معنے وہ مراد ہین جو اُس آیت
مین مقصود ہین اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح الآیۃ اب ہم ان باتون سے عنان قلم پھیرتے ہین کہ یہ علم معاملہ سے
خارج ہین اور انکی حقیقتون تک پہونچنا بدون کشف کے جو فکر صادق کے بعد ہوتا ہی میسر نہین اور ایسے لوگ کم ہین جنپر یہ دروازہ مفتوح
ہوتا ہی جمہور خلق کو انھین امور مین فکر میسر ہوتا ہی جو علم معاملہ مین مفید ہون اور اس فکر کا فائدہ بھی بہت ہی اگر یہی میسر ہو جاوے غرضکہ
طالب آخرت کو چاہیے کہ ان چارون چیزون یعنی دعا اور ذکر اور قرات اور فکر کا وظیفہ صبح کی نماز کے بعد کرے بلکہ ہر وقت مین نماز معمولی سے
فارغ ہو لینے کے بعد اسکا وظیفہ کرے کہ نماز کے بعد کوئی وظیفہ ان چارون سے بڑھکر نہین اور ان امور پر قادر ہونے کی یہ تدبیر ہی کہ اپنے ہتھیار
اور سپر لیوے یعنی روزہ وہ سپر ہی جس سے شیطان کی راہین تنگ ہوتی ہین اور یہی بڑا دشمن اور خیر کی راہ سے روکنے والا ہی اور صبح
صادق ہونے کے بعد سوا فجر کی دو سنتون اور دوگانہ فرض کے آفتاب نکلنے تک اور کوئی نماز نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ
عنہم اُسوقت مین ذکر مین مشغول رہا کرتے تھے اور یہی بہتر ہی کہ ذکر اُسوقت مین کرے لیکن اگر فرضون سے پیشتر اُسکو نیند کا غلبہ ہو اور نیند بدون
نماز کے نہ ٹلے تو اُسکے دفع کرنے کو اگر نماز پڑھے گا تو کچھ مضائقہ نہین دوسرا وقت دن کے وظیفہ کا آفتاب نکلنے سے چاشت کے وقت تک
ہی اور چاشت سے ہماری مراد یہ ہی کہ آفتاب نکلنے سے زوال کے وقت تک کا نصف ہو جاوے اور یہ وقت اگر دن کو بارہ گھنٹے کا فرض
کرین تو تین گھنٹے دن چڑھے ہو جاویگا یعنی چار پہرون مین سے ایک پہر گذر ریگا اس ایک پہر مین دو وظیفے زائد ہین اول نماز چاشت اور اسکا حال
ہم باب اسرار نماز مین ذکر کر چکے ہین اور بہتر یہ ہی کہ دو رکعتین اشراق کے وقت پڑھے یعنے جب آفتاب زمین پر پھیل جاوے اور بمقدار
نصف نیزہ کے بلند ہو جاوے اور چار یا چھ یا آٹھ افضل اسوقت پڑھے جب آفتاب کی دھوپ سے ریت گرم ہو جاوے اور پانون کو پسینا
آنے لگے یعنی پہر دن چڑھے پس دو رکعتون کا وقت تو وہ ہی جس کو اللہ تعالی نے اپنے اس قول مین مراد لیا ہی یسبحن بالعشی والاشراق
کیونکہ یہی وقت آفتاب کے چمکنے اور زمین کے بخارات اور غبارات کے مقابلے سے اونچا ہو کر اُسکا نور کامل ظاہر ہونے کا ہی بلند بخار و غبار
اُس کے کمال نور کے مانع ہوتے ہین اور چار رکعتون کا وقت چاشت کہلاتا ہی جسکی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہی اور فرمایا والضحی واللیل

اذا بجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے دیکھا تو وہ اشراق کی نماز پڑھ رہے ہین آپ نے بلند آواز سے
فرمایا کہ خبردار رہو کہ اوابین کی نماز کا وقت اسوقت ہی کہ پانون جلنے لگین اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جسکو ایک نماز پر اکتفا کرنی ہو اور چاشت و
اشراق دونون نہ پڑھے تو چاشت کا وقت بہت افضل ہی گو اصل ثواب اس طرح بھی ملجاتا ہی کہ آفتاب کے نصف نیزہ کے قدر اونچا ہونے سے لیکر
زوال سے کسی قدر پیشتر تک مین پڑھ لے کہ دو مکروہ وقتون کے بیچ مین اس نماز کا وقت ہی اور اس تمام وقت کو چاشت ہی کہتے ہین مگر
افضل وقت وہی ہی دن چڑھے ہی اور گویا کہ اشراق کا دوگانہ اسوقت ہوتا ہی کہ مکروہ وقت آفتاب کے نکلنے کا گذر کر نماز کی اجازت کا وقت
شروع ہو جاتا ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آفتاب کے نکلنے کے ساتھ شیطان کا سینگ بھی نکلتا ہی جب آفتاب اونچا ہو جاتا ہی
تو شیطان اس سے علیحدہ ہو جاتا ہی اور کمتر مرتبہ آفتاب کے ابھرنے کا یہ ہی کہ زمین کے بخارون اور غبارون کے اوپر ہو جاوے اور یہ امر تخمین
اور انداز سے معلوم ہو جاتا ہی دوسرا وظیفہ اسوقت مین یہ ہی کہ جو عمدہ کام لوگون کے متعلق ہون اور انکی عادت صبح کو کرنے کی ہو وے وہ اسوقت
بجالاوے مثلاً کسی بیمار کو پوچھنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور نیکی اور تقوی پر مدد کرنی او مجلس علم مین حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی حاجت پوری
کرنی یا اور ایسے ہی امور خیر کرے اور اگر ان امور مین سے کوئی کرنے کو نہو تو انھین چارون وظیفون کی طرف رجوع کرے یعنی دعاؤن اور ذکر اور
قرارت اور فکر مین لگے اور اگر چاہے نماز نفل مین مصروف ہو کہ صبح صادق ہونے کے بعد وہ مکروہ تھی مگر اسوقت مکروہ نہین ہی تو اسوقت کے
وظیفون مین نماز پانچوان وظیفہ ہو جاویگی مگر فرض صبح کے بعد کل نمازین جنکا کوئی سبب نہو مکروہ ہین اور صبح صادق ہونے کے بعد مستحب یہ ہی کہ
صرف دوگانہ تحیت مسجد اور سنتون پر اکتفا کرے اور نفلین نہ پڑھنے لگے بلکہ وہ چارون وظیفہ ادا کرے جو اوپر مذکور ہوے تیسرا وقت دن
کے وظیفون کا چاشت سے لیکر زوال تک ہی اور چاشت سے ہماری مراد وہی چوتھائی دن کا چڑھنا اور اس سے تھوڑا سا پیشتر کا وقت ہی اسطرح
کہ ہر تین گھنٹون کے بعد نماز کا حکم ہی مثلاً تین گھنٹے بعد طلوع کے گذرین تو اسوقت اور انکے گذرنے سے پیشتر نماز چاشت ہی اور جب تین
گھنٹے اور گذرین تو ظہر ہی اور جب تین اور گذرین تو عصر ہی اور جب تین اور ہون تو مغرب ہی اور چاشت کا مرتبہ طلوع اور زوال کے درمیان مین
ایسا ہی جیسے زوال اور غروب کے درمیان مین عصر کا مرتبہ ہی اتنا فرق ہی کہ چاشت فرض نہین اسوجہ سے کہ یہ وقت اسطرح کا ہی کہ لوگ اس مین
اپنے کامون میں جھکے ہوتے ہین اسوجہ سے انپر آسانی رکھی گئی کہ یہ نماز فرض نہوئی اور اسوقت کا وظیفہ بھی وہی چارون امور مذکورہ ہین اور دو
باتین زائد مین اول کمائی مین مشغول ہونا اور معیشت کی تدبیر کرنی اور بازار مین جانا پس اگر یہ شخص سوداگر ہی تو چاہیئے کہ صدق اور
ایمانداری سے تجارت کرے اور اگر کوئی پیشہ ور ہی تو خلق کی خیر خواہی اور شفقت مدنظر رکھے اور اپنے سب کامون مین خدا تعالی کا ذکر نہ بھولے اور جب
ہر روز کمانے پر قادر ہو تو اتنی کمائی پر اکتفا کرے جو اس روز کی حاجت کی قدر ہو جب اتنا ملجاوے کہ اس روز کی قوت کو کافی ہو تو چاہیئے کہ اپنے
پروردگار کے گھر مین جا کر اپنی آخرت کے لیے توشہ حاصل کرے کیونکہ آخرت کے توشہ کی زیادہ ضرورت ہی اور اس سے نفع لینا دائمی ہی ایسی چیز کو حاصل
کرنا اس زیادہ طلبی سے اہم ہی جو سردست کی حاجت سے زیادہ ہو چنانچہ کہتے ہین کہ ایماندار آدمی تین باتون سے ایک کرتا ملتا ہی یا تو مسجد مین نماز
وغیرہ سے اسکو آباد کرتا ہوگا یا اپنے گھر مین لوگون سے کنارہ کیے ہوگا یا کسی اپنی حاجت ضروری مین مصروف ملیگا اور ایسے شخص بہت کم ہین جو جانتے
ہون کہ ضروری چیز کی مقدار کیا ہی اکثر لوگ جن چیزون سے انکو مفر بھی ہوتا ہی انکو بھی ضروری ٹھہرا لیتے ہین کہ ان سے ہمکو مفر نہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ

شیطان انکو مفلسی سے ڈراتا ہی اور بُری باتون کے لیے حکم کرتا ہی تو اسی کے کہنے کو پذیرا کرکے جو نہین کھاتے اُنکو بھی محتاج ہونے کے ڈر سے جوڑ رکھتے
ہین اور اللہ تعالی انکو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہی جو اُس سے روگردانی کرتے ہین اور بذرا راغب نہین ہوتے دوسرا وظیفہ اسوقت کا دوپہر کا
سونا ہی اور وہ سُنت ہی اس نظر سے کہ اس سے رات کے جاگنے پر مدد دے جیسے کہ سحر کھانا اسلیے مسنون ہی کہ دن کے روزے پر اس سے مدد لیوے
پس اگر رات کو نہ اُٹھتا ہو لیکن دن کو اگر نہین سوتا تو کوئی امر خیر نہین کرتا بلکہ غالبًا غفلت والون مین بیٹھکر گپ ہانکتا ہی تو ایسی صورت مین اُسکے
حق مین سُونا ہی اچھا ہی بشرطیکہ اُسکی دل لگی اذکار و وظائف مذکورہ سے نہوتی ہو کیونکہ سوتے مین سکوت اور سلامتی تو ہی اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ
لوگو نپر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اسمین سکوت اور سونا اُنکے سب عملون سے افضل ہوگا اور بہت سے عابد اسطرح کے ہین کہ اُنکا عمدہ حال سونیکی حالت ہی
اور یہ اس صورت مین ہی کہ عبادت مین اخلاص نکرتے ہون بلکہ عبادت سے نمود منظور ہو تو جب عابد کا یہ حال ہوگا تو غافل بدکار کا سونا کیسے
اچھا نہوگا۔ حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ سلف کے اکابر جب سونے کے لیے فارغ ہوتے تو طلب سلامتی کے واسطے اسکو اچھا جانتے
غرض کہ دن کو سلامتی کی طلب اور شب بیداری کی نیت سے سونا ثواب ہی مگر چاہیے کہ زوال سے اتنا پیشتر جاگے کہ نماز کی تیاری کرے
یعنی وضو کرکے مسجد مین نماز کے وقت سے پیشتر جاوے کہ یہ عمدہ اعمال مین سے ہی اور اگر دن کو نہ سوئے اور نہ کمائی مین مشغول ہو بلکہ نماز
اور ذکر مین مصروف رہے تو کیا کہنا ہی کہ دن کے اوقات مین سے عبادت کا افضل وقت یہی ہی اس لیے کہ اسوقت لوگ اپنے پروردگار سے
غافل ہوتے ہین اور دنیا کے ترددات مین مبتلا رہتے ہین تو جو دل اپنے رب کا کام ایسے وقت مین کرے اور بندے اُسکے دروازے سے
علیحدہ ہون وہ اس بات کا مستحق ہی کہ اللہ تعالے اُسکو پاک کرے اور اپنے قرب و معرفت کے لیے پسند فرماوے اور اسوقت کی عبادت کا ثواب
رات کی عبادت کے ثواب کے مثل ہی کہ وہ وقت بھی لوگون کے سُونے کی وجہ سے غفلت کا ہی اور یہ وقت خواہش نفسانی کی پیروی اور ترددات
دنیاوی مین مبتلا ہوکر غافل رہنے کا ہی اور یہ عبادت دن کی وہو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ کے دو معنون مین سے ایک کے مطابق
ہوتی ہی کہ اس سے ایک غرض یہ ہی کہ رات دن کو فصل مین ایک دوسرے کے بعد لاتا ہی اور دوسری غرض یہ ہی کہ ایک کو دوسرے کا نائب کیا کہ
آدمی سے جو ایک مین رہجاوے اسکا تدارک دوسری مین کرے تو رات کی عبادت کا تدارک اُسوقت مین ہوجاتا ہی جو اسی وقت کے مشابہ ہی چوتھا
وقت دن کے وظیفون کا زوال سے لیکر ظہر کے فرائض اور سُنتون سے فارغ ہونے تک ہی اور یہ وقت دن کے سب وقتون سے چھوٹا اور
افضل ہی پس جب زوال سے پیشتر وضو کرکے مسجد مین موجود ہوجاوے تو جسوقت دوپہر ڈھلے اور موذن اذان کہنی شروع کرے تو اس کی
اذان کے جواب تک صبر کرے پھر اذان اور تکبیر کے درمیان کے وقت کو عبادت مین صرف کرنے کے لیے کھڑا ہو کہ وقت اظہار کا یہی ہی جو
ارشاد خداوندی حین تظھرون مین مراد ہی اور اُسوقت مین چار رکعتین پڑھے کہ اُن مین سلام نہ پھیرے اور دن کی تمام نفل نمازون مین بھی
ایک نماز ہی کہ بعض علما اُسکو ایک سلام سے پڑھنے کو کہتے ہین مگر اس روایت مین طعن کیا گیا ہی۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ ہی کہ ان کو بھی
اور دن کے نوافل کی طرح دو دو پڑھے اور احادیث صحیحہ مین اسی طرح وارد ہی۔ اور چاہیے کہ ان رکعات کو لمبی لمبی پڑھے کہ اسوقت مین آسمان کے
دروازے کھلتے ہین چنانچہ اس باب مین ہمنے حدیث نماز نفل کی فصل مین بیان کی ہی اور چاہیے کہ اُن مین سورۂ بقر پڑھے یا دو سورتین سو سو آیتون
کی یا چار سورتین مفصل سے بڑی اور سو آیت کی سُورتون سے چھوٹی پڑھے کہ ان گھڑیون مین دُعا قبول ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا

معلوم ہوتا تھا کہ ان گھڑیون مین آپکا کوئی عمل اوپر جاوے پھر چار رکعتین بڑی بڑی بطور مذکور پڑھنے کے بعد خواہ چھوٹی چھوٹی رکعتین پڑھنے کے
بعد ظہر کے فرض جماعت سے پڑھے غرض چار سنتین پیشتر کی چھوڑے نہین جس طرح بن سکے پڑھکر فرض پڑھے اور بعد فرضون کے دو رکعتین
پڑھے پھر چار پڑھے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ذکر کیا ہی کہ فرضون کے بعد اتنی ہی رکعتین بدون فاصلہ کے پڑھی جاوین یا اور مستحب ہی کہ ان نفلون
مین آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کی تمامی کی آیتین اور وہ آیتین جنکو ہم اول وقت کے وظیفہ مین لکھ آئے ہین پڑھے تاکہ انکا پڑھنا اور دعا اور ذکر
اور قرارت اور نماز اور تحمید اور تسبیح کو مع وقت کی شرافت کے شامل ہو پانچوان وقت دن کے وظیفون کا ظہر کے بعد سے عصر تک اسوقت
مین یہ مستحب ہی کہ مسجد مین بیٹھکر ذکر اور نماز یا اور کسی خیر مین مشغول ہو اور عصر کی نماز کے انتظار مین معتکف رہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا
انتظار کرنا عمدہ اعمال مین سے ہی اور یہ امر پہلے اکابر کا دستور ہی جو کوئی اسوقت ظہر و عصر کے درمیان مسجد مین داخل ہوتا تو نمازیون کی تلاوت کی گونج
مکھی کی آواز کی طرح سنتا پس اگر گھر پر رہنے سے دین کی سلامتی اور فکر مین جمعیت زیادہ ہو تو اس صورت مین اسکے حق مین گھر پر چلا جانا افضل
ہی غرضکہ یہ وقت بھی لوگون کی غفلات کا وقت ہی اسکو عمل خیر مین بسر کرنا ایسا ہی جیسا تیسرے وقت مین عمدہ کام کرنا اور جو شخص زوال
سے پیشتر سو چکا ہو اسکو اسوقت سونا مکروہ ہی اسلیے کہ دن کو دو بار سونا اچھا نہین اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ تین باتون پر اللہ تعالی بہت
غصہ کرتا ہی اول ہنسنا بدون تعجب کے دوم کھانا بدون بھوک کے سوم دن کو سونا بدون شب بیداری کے اور سونے کی مقدار معتدل
یہ ہی کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین انمین سے آٹھ گھنٹے رات دن دونون مین سونے مین صرف کرے اور اگر رات کو آٹھ گھنٹے سو چکا
ہو تو پھر دن کو سونے کے کچھ معنی نہین ہان اگر رات کو کم سویا ہو تو دن کو اتنا اور سوے کہ دونون وقت کا سونا آٹھ گھنٹے ہو جاوے کیونکہ آدمی کو یہی کافی ہی
اگر ساٹھ برس کی عمر ہو تو بیس برس عمر مین سے کم ہو جاوینگے اور جس صورت مین کہ آٹھ گھنٹے کل رات اور دن کی تہائی ہو تو ظاہر ہی کہ عمر کی تہائی کم
ہو گئی لیکن ایسا ہونا ضرور ہی کہ سونا روح کی غذا ہی جیسے کھانا بدن کی غذا ہی اور ذکر اور علم دل کی غذا ہی اسکو بالکل منقطع کر دینا ممکن نہین اور درمیانی مقدار
اسکی آٹھ گھنٹے ہین اور اس سے کم کرنا بعض اوقات بدن کو مضطر کر دیتا ہی ہان اگر کوئی جاگنے کی عادت ڈالے تو ہو سکتا ہی کہ رفتہ رفتہ اسکا خوگر
ہو جاوے اور بہت طول تک بھی سوتے پاوے اور یہ وقت زیادہ لمبے وقتون مین سے ہی اور بندون کو اس سے نفع زیادہ ہی اور یہ آصال کا جو ذکر حق تعالی
نے فرمایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرہا وظلالہم بالغدو والآصال یعنی آصال وقت ہی اور جس صورت
مین کہ جمادات اللہ تعالی کو سجدہ کرتے ہون تو کیسے ہو سکتا ہی کہ بندہ باوجود عقل کے انواع عبادات سے غافل رہے چھٹا وقت اسوقت
سے شروع ہی کہ جبکہ عصر کا وقت داخل ہوتا ہی اور سورۂ عصر مین اسی وقت کی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہی ایک معنی العصر کے یہی ہین اور عشا اور ہین
گھڑیان [illegible] تفسیرون مین [illegible] اور ایسا ہی بالعشی والاشراق مین [illegible] اور اسوقت [illegible]
چار رکعتون کے درمیان اذان اور تکبیر عصر کے جیسے ظہر کے فرضون سے پہلے چار رکعتین پڑھین اور کوئی نماز نہین ان چار رکعت نفل کے بعد فرض
پڑھے اور چارون وظیفون مذکورہ سابق مین مصروف ہو یہانتک کہ آفتاب دیوارون کی منڈیرون پر چلا جاوے اور زرد پڑ جاوے اور چونکہ
اسوقت مین نماز ممنوع ہی تو بہتر یہ ہی کہ تلاوت قرآن کرے اور تامل اور سمجھنے کے ساتھ پڑھے کہ وہ ذکر اور دعا اور فکر سب کو شامل ہی تو ایک تلاوت مین
تینون باتین وہ بھی آ جاوینگی تو گویا چارون وظیفون کا ثواب حاصل ہوگا ساتوان وقت دن کے وظیفون کا آفتاب کے زرد پڑ جانے کے وقت

ابو داود ابن ماجہ بروایت ابو ایوب ۱۲

شروع ہے یعنی جسوقت آفتاب زمین کے اتنا قریب ہو جاوے کہ زمین پر کے بخار اور غبار اُسکے نور کی آڑ ہو جاویں اور روشنی مین زردی آجاوے
اُسوقت سے ساتوان وقت ہے اور جس طرح کہ پہلا وقت صبح صادق سے آفتاب نکلنے تک تھا اُسی کے مثل یہ وقت ہے کہ یہ غروب سے پیشتر ہے اور وہ
طلوع سے پیشتر تھا اور یہی وقت مراد ہے اللہ تعالی کے اس قول مین فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون اور اطراف جو اس ارشاد مین واقع ہے فسبح
واطراف النہار تو دوسری طرف دن کی یہی وقت ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ اکابر سلف اول روز کی نسبت کہ آخر روز کی زیادہ
تعظیم کیا کرتے تھے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ سلف کے لوگ اول روز کو دنیا کے لیے رکھتے تھے اور آخر کو آخرت کے لیے غرضکہ اسوقت مین تسبیح و استغفار
تو بالخصوص مستحب ہے اور جو باتین ہم نے اول وقت مین لکھی ہین وہ عموماً مستحب ہین مثلاً یون کہنا چاہیے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واسألہ التوبۃ
اور سبحان اللہ العظیم وبحمدہ اور یہ تسبیح و استغفار کا کہنا اس آیت سے نکالا گیا ہے واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار اور استغفار مین وہ نام اللہ تعالی
کے لینے اچھے ہین جو قرآن مجید مین ہین جیسے یون کہنا استغفر اللہ انہ کان غفارا استغفر اللہ انہ کان توابا رب اغفر وارحم انت خیر الراحمین فاغفر لنا و
ارحمنا وانت خیر الراحمین فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین اور آفتاب کے غروب سے پیشتر سورۂ والشمس اور سورۂ واللیل اور معوذتین کا پڑھنا مستحب ہے
اور آفتاب ایسی طرح ڈوبے کہ استغفار پڑھ رہا ہو پھر جب اذان سُنے تو یون کہے اللہم ہذا اقبال لیلک وادبار نہارک آخر تک جیسے پہلے مذکور ہوا پھر
مؤذن کا جواب دے اور مغرب کی نماز مین مشغول ہو اور آفتاب کے غروب ہونے پر دن کے اوقات تمام ہو جاتے ہین اب بندے کو اپنے حالات کا
ملاحظہ کرکے اپنے نفس کا حساب کرنا چاہیے کیونکہ اُسکے طریق مین سے ایک منزل قطع ہو گئی اگر وہ روز گذشتہ روز کے برابر ہوا تو اُسکو خسارہ رہا اور اگر
گذشتہ دن کی نسبت یہ بُرا ہوا تو ملعون ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس روز مین کہ مین خیر کے اعتبار سے زیادہ نہون اُس مین مجھے
برکت نہو پس اگر اپنے نفس کو دیکھے کہ تمام دن خیر کی کثرت مین رہا اور تکلف سے بری اور علیحدہ رہا تو یہ ایک مژدہ ہے خدا تعالی کا شکر کرنا
چاہیے کہ اُسنے توفیق دی اور اپنے طریق پر قائم رکھا اور اگر دوسری حالت معلوم ہو یعنی دن مین کچھ خیر اچھی طرح نہ بن پڑی ہو تو پھر رات دن
کا نائب ہے چاہیے کہ جو کچھ قصور دن کو ہوا ہو اسکے تدارک کا قصد کرے کہ نیکیون سے برائیان جاتی رہتی ہین اور خدا تعالی کا شکر کرے کہ اُسنے
جسم کو تندرست رکھا اور رات بھر کی زندگی باقی رکھی کہ اُسمین تدارک خطا کا ہو سکتا ہے اور آفتاب کے غروب ہونے پر اپنے دل مین یہ دھیان کرے کہ زندگی
کے روز کا بھی ایک آخر ہے کہ اُسمین آفتاب حیات ایسا غروب ہوگا کہ پھر کبھی نہ نکلیگا اور اُسوقت تدارک و عذر کرنے کا دروازہ بند ہو جاویگا کیونکہ زندگی کے
چند روز ہین جو بیشک گذر جاوینگے موت کا دن انکے گذرنے پر آموجود ہوگا جیسے صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یون ہی تمام ہوتی ہے **تیسرا بیان**
رات کے وظائف کے اوقات کا اور وہ پانچ ہین اول وقت کا شروع آفتاب کے غروب ہونے سے ہے اور اُسکا آخر سرخی شفق کی دور ہونے پر جس کے
جانے کے بعد عشا کا وقت آجاتا ہے اسوقت کا وظیفہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز پڑھے اور پھر نوافل عشا تک پڑھتا رہے اللہ تعالی نے اُسوقت کی قسم کھائی ہے
چنانچہ فرمایا فلا اقسم بالشفق اور اسوقت مین نماز پڑھنی ناشئۃ اللیل ہے کیونکہ رات کی ابتدائی ساعات مین واقع ہوتی ہے اور آیت آناء اللیل فسبح مین جو آناء آیا ہے
اُسمین سے ایک یہ ہے اور صلوۃ اوابین بھی اسیوقت کی نماز ہے اور آیت تتجافی جنوبہم عن المضاجع سے بھی یہی نماز مراد ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ
سے مروی ہے اور ابن ابی زیاد نے اس روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کیا ہے کہ آپ کی خدمت مین کسی نے اس آیت

کے حال سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز مراد ہے پھر آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز اپنے اوپر لازم کرو کہ وہ دن کے لغویات کو دُور کرتی اور اُسکے انجام کو اچھا کرتی ہے۔ اور حضرت انسؓ سے کسی نے اسوقت میں سونے کے لیے پوچھا آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کر کہ یہ ساعت وہ ہے جو تتجافی جنوبہم عن المضاجع میں مراد ہے اور اسوقت کی عبادت کی فضیلت ہم عنقریب دوسری فصل میں ذکر کرینگے یہاں اسقدر لکھتے ہیں کہ اسوقت ترتیب وظیفہ اسطرح کرنی چاہیئے کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اول میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص ہو اور اُن میں نہ کوئی گفتگو حائل ہو نہ اور کوئی کام بلکہ فرضون کے بعد ہی متصل پڑھے پھر ان دو کے بعد چار رکعتیں دراز پڑھے پھر سُرخی شفق کی غائب ہونے تک جو کچھ بن پڑے پڑھے اور اگر مسجد گھر سے نزدیک ہو اور عشا کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہنے کا ارادہ نہ ہو تو ان نوافل کو گھر پر پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور اگر عشا کا انتظار کرنا منظور ہو تب مسجد میں پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ نمود اور تکلف سے بچا ہوا ہو **دوسرا وقت** عشا کے وقت کی ابتدا سے لوگوں کے سونے کے وقت تک ہے اور یہ وقت اندھیرے کے مستحکم ہونے کا آغاز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسوقت کی قسم کھائی ہے چنانچہ فرمایا واللیل وما وسق یعنی قسم ہے رات کی اور اندھیرے کی جو اُس میں جمع ہوتا ہے اور فرمایا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل۔ یعنے نماز پڑھ آفتاب کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور تاریکی اُسی وقت زیادہ ہو کر مستحکم ہو جاتی ہے اور اسوقت کے وظائف کی ترتیب تین باتوں کی رعایت سے ہوتی ہے اول یہ کہ عشا کے فرضون کے سوا دس رکعتیں پڑھے چار تو فرضون سے پیشتر تاکہ اذان و تکبیر کے درمیان کا وقت خالی نہ رہ جاوے اور چھ فرضون کے بعد کہ اول دو رکعتیں ہوں اور پھر چار رکعتیں اور اُن میں قرآن میں سے مخصوص آیتیں پڑھے جیسے سورۂ بقر کا آخر اور آیۃ الکرسی اور سورۂ حدید کا شروع اور سورۂ حشر کا آخر اور دوسری اسی طرح کی آیتیں دوم یہ کہ تیرہ رکعتیں پڑھے کہ اُن کا آخر وتر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے رات کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور ہوشیار آدمی تو شروع شب میں ان رکعات کے اوقات ٹھہرا لیتے ہیں اور قوی آخر شب کے اوقات اختیار کرتے ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ اول شب اختیار کیجاوے کیونکہ کیا عجب ہے کہ پچھلے کو آنکھ نہ کھلے یا نماز کا پڑھنا بھاری پڑ جاوے ہاں جس صورت میں کہ پچھلے کو اٹھنا عادت ہو جاوے تو البتہ آخر شب میں ان رکعات کا پڑھنا افضل ہے پھر اس نماز میں مقدار تین سو آیتوں کی اُن خاص سورتوں میں سے پڑھنی چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے مثلاً سورۂ یٰس اور الم سجدہ اور دخان اور ملک اور زمر اور واقعہ اور اگر نماز مذکورہ نہ پڑھے تو سونے سے پیشتر اُن سب سورتوں کی خواہ بعض کی قرات ترک نہ کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہر شب پڑھا کرتے تھے تین حدیثوں میں وارد ہے اُن میں مشہور تر یہی سورۂ الم سجدہ اور ملک اور زمر اور واقعہ ہیں اور ایک روایت میں زمر اور بنی اسرائیل ہے اور ایک میں یہ ہے کہ آپ مسبحات یعنی حدید اور حشر اور صف اور جمعہ اور تغابن ہر شب پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے اور علما مسبحات کو چھ قرار دیتے ہیں اور سورۂ اعلیٰ کو اول کی پانچ پر زیادہ کرتے ہیں اسوجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلیٰ کو محبوب جانتے تھے اور وتر کی تین رکعتوں میں تین سورتیں سبح اسم اور کافرون اور اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتروں سے فارغ ہو کر سبحان الملک القدوس تین بار ارشاد فرماتے سوم وتر کا پڑھنا کہ سونے سے پہلے پڑھنے یعنی چاہئیں بشرطیکہ تہجد کی عادت نہو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ح ابن ابی ... ابن مردویہ ... عبادہ ... سے ... ابو داؤد ... ح ... عائشہ ... ح ...

اور وتر کا بیان ح ترمذی بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ح ابو داؤد و ترمذی و نسائی در کبری بروایت عرباض بن ساریہ ح احمد و بزار بروایت علی رضی اللہ عنہ ح ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ بروایت ابی بن کعب

کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ بدون وتر پڑھے نہ سوؤن - اور اگر تہجد کی عادت ہو تو تاخیر وتر افضل ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہین اور جب صبح ہوجانے کا تجھکو خوف ہو تو ایک رکعت سے اسکو طاق کر دے - اور حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر اول شب مین پڑھی اور درمیان مین اور آخر مین بھی اور آپ کے وتر کی نوبت سحر تک پہونچی تھی - اور حضرت علی رضی نے فرمایا ہی کہ وتر تین طرح پر ہین چاہو تو وتر اول شب پڑھو پھر تہجد کی دو دو رکعتین پڑھو یعنے یہ تہجد اپنے پیشتر کے وتر سے ملکر طاق ہوجاوے گا اور چاہو وتر ایک رکعت سے پڑھو پھر جب آنکھ کھلے تو اسمین دوسری رکعت ملاکر جفت کردو پھر آخر شب مین وتر پڑھو اور چاہو سب سے پیچھے وتر پڑھو تاکہ آخر نماز وتر ہوجاوے یہ حضرت علی ع کا ارشاد ہی اسمین سے اول اور تیسرے طور کا تو مضائقہ نہین مگر دوسرے قول کے بموجب وتر کے توڑنے مین ممانعت آئی ہی اسکو توڑنا نہ چاہیئے اور ایک مطلق روایت بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب مین دو وتر نہین اور جسکو اپنے جاگنے مین تردد ہو تو اسکے لیے ایک سہل تدبیر ہی جسکو بعض علماء نے مستحسن جانا ہی وہ یہ ہی کہ وتر کے بعد سوتے وقت اپنے بستر پر بیٹھکر دو رکعتین پڑھے آنحضرت جب اپنے بستر پر جاتے تو یہ دونون رکعتین پڑھتے اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین الھٰکم التکاثر کیونکہ ان دونون سورتون مین خوف دہانی اور وعید ہی اور ایک روایت مین تکاثر کی جگہ قل یا ایہا الکفرون ہی کہ اسمین ورد ن کی عبادت سے بیزاری اور عبادت کا محض خدا تعالی کے لیے کرنا ہی غرضکہ ان دونون رکعتون کو بیٹھکر اگر پھر آنکھ کھلے تو کہا گیا ہی یہ دونون رکعتین قائم مقام ایک رکعت کے ہوجاوینگی اور پیشتر کے وترون سے ملکر گویا جفت ٹھہرینگی اس صورت مین نماز تہجد کے بعد وتر کی ایک رکعت از سر نو پڑھ لینی بہتر ہی اور اس امر کو ابو طالب مکی نے مستحسن جانا ہی اور فرمایا ہی کہ اسمین تین عمل ہین ایک زندگی کی توقع کم بھی دوسرے وترون کا ہوجانا تیسرے آخر شب مین وتر کا ہونا اور یہ انکا قول تو درست ہی مگر اسمین ایک شبہہ ہوتا ہی کہ اگر یہ رکعتین پہلے وترون کو جفت کرتی ہین تو یہی حال ان کا ہونا چاہیئے گو آنکھ نہ کھلے اور وتر اول باطل ہوجانے چاہیئین اسکے کیا معنی کہ اگر آنکھ کھلے تب تو وتر کو جفت کردین اور اگر آنکھ نہ کھلے تو نہ کرین ہان اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوجائے کہ آپنے ان دو رکعتون سے پیشتر وتر پڑھے ہین اور پھر آخر شب مین وتر کو دوبارہ پڑھا ہی تب البتہ معلوم ہو کہ یہ دونون رکعتین ظاہر مین جفت ہین اور باطن مین طاق تو نہ جاگنے کی صورت مین مع وتر کے خیال کر لیے جاوینگے اور جاگنے کی صورت مین جفت پھر وتر کے سلام کے بعد یہ کہنا مستحب ہی سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات والارض بالعظمۃ والجبروت وتعززت بالقدرۃ وقہرت العباد بالموت مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر نمازین فرضون کے سوا وفات شریف تک بیٹھکر ہوتی تھین اور آپ نے فرمایا ہی کہ بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہی اور لیٹنے والے کو بیٹھنے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ نفل کا لیٹ کر پڑھنا بھی درست ہی **تیسرا وقت** رات کے وظیفون کا سونا ہی اور سونے کو وظیفہ جاننا کچھ مضائقہ نہین اس لیے کہ اگر سونے کے آداب مرعی رہین تو اُسکا شمار بھی عبادت ہی مین ہی چنانچہ مروی ہی کہ بندہ جب طہارت پر سووے اور اللہ تعالی کو یاد کرے تو اپنے بیدار ہونے تک نماز پڑھنے والا لکھا جاویگا یا اُسکے لباس و بدن مین فرشتہ آجاویگا کہ اگر سونے مین حرکت کرکے خدا تعالی کا ذکر کرے گا تو فرشتہ اُسکے لیے دعاے خیر کریگا اور خدا تعالی سے اُسکے لیے مغفرت چاہیگا اور حدیث مین ہی کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہی تو اُسکی روح عرش تک اُٹھائی جاتی ہی یہ عام بندون کے حق مین ہی تو علماء اور صاف دل والون کے لیے کیون نہو گا کہ اُنکو سوتے مین اسرار معلوم ہوتے ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت

۱ارح ابن مبارک در زہد موقوفا علی ابی الدرداء ۱۲

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم کا سونا عبادت ہے اور اسکا سانس لینا تسبیح ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے پوچھا کہ تم
شب بیداری مین کیا کرتے ہو انھون نے فرمایا کہ مین تمام رات جاگتا ہون اور کچھ بھی نہین سوتا اور قرآن کو بتدریج پڑھتا رہتا ہون یعنی لگاتار نہین
پڑھتا تھوڑا سا پارہ ایکبار پڑھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ذرا سا پڑھ لیا اور علی ہذا القیاس حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے فرمایا کہ مین اول تو سوتا ہون پھر
جاگتا ہون اور اپنے سونے مین ثواب کی نیت وہی کر لیتا ہون جو جاگتے مین کرتا ہون پھر دونون حضرات نے یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا آپ نے حضرت ابو موسیٰ رضؓ کو فرمایا کہ معاذ تم سے زیادہ فقیہ ہے اور سونے کے آداب دس ہین **اول** طہارت اور مسواک
کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہے تو اسکی روح کو عرش تک لیجاتے ہین اسوجہ سے اسکا خواب سچا ہوتا ہے
اور اگر طہارت پہ نہین سوتا تو اسکی روح وہان تک پہونچنے سے قاصر رہتی ہے اسوقت جو خواب دیکھتا ہے وہ پراگندہ ہوتا ہے سچ نہین ہوتا اس
حدیث مین طہارت سے مراد ظاہر و باطن دونون کی طہارت ہے اور غیب کے حجابون کے برطرف ہونے مین باطن ہی کی طہارت مؤثر ہے **دوم**
یہ کہ مسواک اور وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھ لے اور رات کو اٹھنے کی نیت کرے اور جب آنکھ کھلے جبھی مسواک کرے بعض اکابر سلف کی جتنے
بار رات کو آنکھ کھلتی مسواک کر لیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ تمام رات مین کئی دفعہ مسواک کرتے ہر سونے کے وقت اور
ہر ایک جاگنے کے وقت اور اگر اکابر کو پانی وضو کا نہ ملتا تھا تو صرف اعضا کو پانی سے مسح کر لیتے تھے۔ اور اگر پانی اسقدر بھی نہوتا تو قبلہ رخ بیٹھکر ذکر
اور دعا اور خدا تعالیٰ کی نعمتون اور قدرت کے اور تفکر مین مشغول ہونا چاہیئے کہ یہی قائم مقام تہجد کے ہو جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص اپنے بستر پر آوے اور اسکی نیت یہ ہو کہ رات سے اٹھکر نماز پڑھونگا پھر صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو جو کچھ اسنے نیت کی تھی وہ اسکے لیے
لکھی جاویگی یعنے تہجد پڑھنے کا ثواب ملیگا اور اسکا سو جانا خدا تعالیٰ کا صدقہ اسکے حق مین ہوگا **سوم** یہ کہ جب کسی کو کچھ وصیت کرنی ہو وہ جب
بھی سووے جب اپنی وصیت لکھکر سرہانے رکھ لے اسلیے کہ سونے مین قبض روح کا خوف ہے اور جو کوئی بدون وصیت مرجاتا ہے اسکو عالم برزخ مین
بولنے کی اجازت قیامت تک نہین ہوتی مردے اسکی زیارت کو آتے ہین اور باتین کرتے ہین مگر وہ نہین بولتا تو آپس مین کہتے ہین کہ مسکین بدون
وصیت کے مرا ہے اور ناگہانی موت کے خوف سے وصیت کر دینی مستحب ہے اور موت ناگہانی مردے کے حق مین تخفیف ہے مگر یہ شخص کہ موت کے لیے تیار نہو
اور لوگون کے حق سے پشت دو تا رکھتا ہو اسکے حق مین تخفیف نہین **چہارم** یہ کہ ہر ایک گناہ سے توبہ کرکے سب مسلمانون سے صاف دل ہو کر سووے
کسی کے ستانے کا ذکر اپنے جی مین کرے نہ اٹھنے کے بعد کسی گناہ کا ارادہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور
کسی کے ستانے کی نیت نہ رکھتا ہو نہ کسی پر کینہ رکھتا ہو تو جو کچھ اسنے گناہ کیا ہوگا وہ بخشا جاویگا **پنجم** یہ کہ عمدہ بچھونے بچھانے سے آرام طلب نہو
بلکہ بچھونے کو ترک کرے یا اسکے باب مین میانہ روی اختیار کرے بعض اکابر سلف بچھونا بچھانا مکروہ جانتے تھے اور سونے کے لیے اسکو تکلف سمجھتے تھے
اور ارباب صفہ رضی اللہ عنہم سونے کے لیے زمین پر کچھ اپنے نیچے نہ ڈالتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوے اور اسی مین جاوینگے اور
اس امر کو اپنے دلون کی نرمی اور نفسون کی تواضع مین زیادہ مؤثر جانتے تھے پس اگر کسی شخص کا دل اس مشقت کو گوارا نہ کرے تو وسط درجہ کا بچھونا بچھائے
ششم یہ کہ جبتک نیند کا غلبہ نہو تب تک نہ سووے اور نیند کو زبردستی اپنے اوپر نہ لے ہان جس صورت مین کہ آخر شب کو اٹھنے کیلیے سونے سے مدد چاہے
تو البتہ تکلف سو رہنے کا مضائقہ نہین اکابر سلف کا سونا غلبہ نیند کی حالت مین ہوا کرتا تھا اور رکھانا فاقہ کی صورت مین اور بولنا ضرورت کے وقت مین

ضعیف ۱۲ ح
باب اسرار طہارت مین گذری ۱۲
ح نسائی و ابن ماجہ بروایت ابو درداء ۱۲
ح ابن ابی الدنیا بروایت انس باسناد ضعیف ۱۲

اسی لیے اللہ تعالے نے اُنکا وصف فرمایا آیت کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون اور اگر نیند اتنی غالب ہو کہ نماز اور ذکر کی مانع ہو اور یہ نہ جانے کہ کیا کہ رہا ہی تو چاہیے کہ سورہے جبتک کہ اپنا قول سمجھنے لگے۔ اور حضرت ابن عباسؓ بیٹھکرا ونگھنے کو مکروہ جانتے تھے اور ایک حدیث مین ہی کہ رات مین سختی مت کھینچو اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان عورت رات کو نماز پڑھتی ہی اور جب اُسپر نیند غالب ہوتی ہی تو ایک رسی مین لٹک جاتی ہی آپ نے اس امر سے ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی رات مین جسقدر ہوسکے نماز پڑھے اور جب اُسکو نیند کا غلبہ ہو تو سورہے اور فرمایا کہ عمل مین سے اسی قدر کرو جسکی طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہین تھکتا جبتک تم نہ تھکو۔ اور فرمایا کہ اس دین مین سے بہتر وہ ہی جو آسان تر ہو اور کسی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص نماز پڑھتا ہی اور سوتا نہین اور روزے رکھتا ہی تو افطار نہین کرتا آپ نے فرمایا کہ مین تو نماز بھی پڑھتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ بھی رکھتا ہون افطار بھی کرتا ہون۔ یہ میرا طریق ہی جو اس طریق سے منھ موڑے وہ مجھسے نہین اور فرمایا کہ اس دین سے مقابلہ نہ کرو یہ مضبوط ہی اور جو کوئی اس سے مقابلہ کریگا یعنی بہ تکلف اپنی طاقت سے زیادہ کام کا التزام اپنے ذمہ کریگا تو دین ہی اسپر غالب آویگا پس اپنے نفس کے نزدیک عبادت الٰہی کو پرانہ ٹھہراوے ہفتم یہ کہ قبلہ رُخ ہو کر سووے اور قبلہ رُخ ہونا دو طرح ہی ایک تو ایسی طرح جیسے مرنے والا لٹایا جاتا ہی یعنی چت لیٹے کہ منھ اور تلوے قبلہ کی طرف رہین اور دوسری طرح لحد مین کی صورت ہی کہ داہنی کروٹ پر لیٹ کر منھ اور سامنے کا حصّہ بدن کا قبلہ کی طرف کو کرے ہشتم یہ کہ سوتے کے وقت دعا مانگے اور کہے باسمک ربی وضعت جنبی ویک ارفعہ آخر دعا اون تا تورہ تک جو ہم باب نہم مین لکھ آئے ہین اور مستحب ہی کہ سونے کے وقت خاص آیتین پڑھے مثلاً آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقر اور والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون کہتے ہین کہ جو کوئی اس آیت کو سوتے وقت پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ اُسکو کلام مجید یاد کرادے کہ کبھی نہ بھولے اور سورۂ اعراف مین سے یہ آیتین پڑھے آیت ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النھار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا وادعوہ خوفا وطمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور قل ادعوا اللہ سے سورۂ بنی اسرائیل کے آخر تک کہ اُنکے پڑھنے سے ایک فرشتہ اُسکے لباس مین داخل ہو کر اُسکی حفاظت کرتا ہی اور اُسکے لیے دعاے مغفرت کرتا ہی اور معوذتین کو پڑھکر اپنے دونون ہاتھون پر دم کرے اور ہاتھون کو اپنے مُنھ پر اور تمام بدن پر پھیرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اسی طرح مروی ہی اور دس آیتین سورۂ کہف کے شروع کی اور دس آیتین اُسکے آخر کی پڑھے یہ آیتین رات کو آنکھ کھلنے کے لیے ہین کہ تہجد کے وقت جاگ اُٹھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نہین معلوم ہوتا کہ جس شخص کی عقل کامل ہو وہ بدون سورۂ بقر کی ذو آخر کی آیتون کے پڑھے سورہے اور پچیس بار یہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تاکہ یہ چار دن کلمات ملکر سو بار ہوجاوین نہم یہ کہ سونے کے وقت

یہ دھیان کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہی اور جاگنا ایک طرح کا جی اُٹھنا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا اور فرمایا وَہُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ غرضکہ سونے کو وفات کے نام سے ذکر فرمایا اور جس طرح کہ جاگنے والے کو سونے مین وہ مشاہدات منکشف ہوتے ہین جو اُسکے حالات کے مناسب نہین ہوتے اسی طرح مرنے کے بعد جو شخص اُٹھتا ہی وہ ایسی چیزین دیکھتا ہی کہ کبھی اُس کے دل مین نہ گذری ہون اور نہ حس سے محسوس ہوئی ہون اور زندگی اور موت کے درمیان مین سونا ایسا ہی جیسے دنیا و آخرت کے درمیان مین برزخ ہی لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا کہ بیٹا اگر تجھکو موت مین شک ہی تو سونا مت جیسے تو سو جاتا ہی ویسے ہی مر جاویگا اور اگر تجھکو مرنے کے بعد جی اُٹھنے مین تردد ہی تو سوکر جاگیو مت کہ جیسے سونے کے بعد جاگتا ہی اسی طرح مرنے کے بعد جی اُٹھے گا۔ اور کعب احبار نے فرمایا کہ جب تو سووے تو اپنی دہنی کروٹ پر لیٹ اور مُنھ قبلہ کی طرف کو کر سونا بھی ایک مرنا ہی۔ اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو اپنا رخسار مبارک دہنے ہاتھ پر رکھتے اور جانتے کہ اسی رات مین وفات پاؤن گا اور سب سے آخر دعا آپ کی اسوقت یہ ہوتی۔ اَللّٰہُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَمَلِیْکَہٗ آخر دعا تک جو ہمنے باب الدعوات مین مذکور کی ہی غرضکہ بندے کا حق یہ ہی کہ سوتے وقت اپنے دل کو ٹٹولے کہ کس بات پر سوتا ہی اور اُسوقت دل پر کیا چیز غالب ہی اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے ملنے کی محبت غالب ہی یا دنیا کی محبت زیادہ ہی اور بعد اسکے یقین کرے کہ میری موت بھی اسی حال پر ہوگی جو دل پر غالب ہی اور اُسی پر حشر ہوگا کہ آدمی جس شخص اور جس چیز سے محبت رکھتا ہی اُسی کے ساتھ رہتا ہی **دہم** جاگنے کے وقت دعا پڑھنا تو جب کبھی جاگے اور کروٹ لے اُسوقت وہ دعا پڑھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ اور اس بات مین کوشش کرے کہ سونے کے وقت بھی سب سے پیچھے دل پر خدا تعالی کا ذکر جاری رہے اور جاگنے کے وقت بھی سب سے اول ذکر اللہ دل پر جاری ہو کہ یہ محبت کی پہچان ہی اور ان دونون حالتون مین دل اُسی چیز کے ساتھ رہیگا جو اُس پر غالب ہو چکا ہے آزما دیکھے کہ یہ علامت محبت دل کے اندر سے معلوم ہوا کرتی ہی اور یہ ذکر اسی لیے مستحب ہوے ہین کہ دل کو اللہ تعالی کے ذکر کی طرف کشش ہو پس جب آنکھ کھلے اور اُٹھنا چاہے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ آخر دعا تک جو ہم جاگنے کی دعاؤن مین لکھ آئے ہین **چوتھا وقت** رات کے وظیفون کا آدھی رات کے گذر جانے سے شروع ہوتا ہی اور اسکی انتہا اسوقت تک ہی کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہجاوے اسوقت مین آدمی کو تہجد کے لیے اُٹھنا چاہیے کیونکہ تہجد وہی ہی جو بعد بیٹھے خواب کے ہو اور سونا آدھی رات تک ہو گیا اور یہ وقت دن کے اوقات مین سے زوال کے بعد کے وقت سے مشابہ ہی کہ وہ بھی دن کے بیچا بیچ مین ہی اور یہ رات کے ٹھیک درمیان مین اور اسکی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہی چنانچہ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی یعنی قسم ہی رات کی جب ٹھہر جاوے اور اسکا ٹھہرنا اور آرام اسی وقت مین ہوتا ہی کہ کوئی آنکھ اسوقت مین جاگتی نہین بجز اُس ذات پاک کی آنکھ کے جسکو اونگھ اور نیند کچھ نہین اور بعضون نے یہ معنی کہے ہین کہ قسم ہی رات کی جب کھینچ آوے اور لمبی ہو اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ سجی کے معنی ہین تاریک ہو بہرحال اسوقت کی فضیلت مین کچھ شک نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ رات کے اجزا مین سے کون سا جز ہی جس مین دعا زیادہ سُنی جاتی ہی اور مستحق قبولیت ہوتی ہی آپ صلعم نے فرمایا کہ رات کا درمیانی حصہ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین یہ چاہتا ہون کہ تیری عبادت کرون پس سب سے بہتر وقت اسکے لیے کونسا ہی اللہ تعالی نے انکو وحی بھیجی کہ اے داؤد نہ اول شب مین اُٹھ نہ آخر مین کیونکہ جو اول شب مین جاگتا ہی وہ آخر شب

[illegible] ۱۔ [illegible] جب سوتے [illegible] ۲۔ [illegible] ۳۔ [illegible] باب الدعا مین گذری [illegible] بروایت عائشہ رضؓ [illegible] حفصہ [illegible] مذکور ہوا ۱۲۱ ح ۴ ابن السنی [illegible] بروایت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ح ۵ ابوداؤد و ترمذی بروایت عمرو بن عبسہ ۱۲

مین سورہتا ہی اور جو آخر مین جاگتا ہی وہ اول مین نہین جاگتا اس صورت مین تورات کے ٹھیک درمیان مین عبادت کرتا کہ تو میرے ساتھ تنہا ہو اور مین
تیرے ساتھ تنہا ہون اور تیری حاجتون کو پورا کرون - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے کسی نے سوال کیا کہ رات کا کونسا حصہ افضل ہی آپنے فرمایا کہ نصف
شب آخرین بہتر ہی - اور آخر شب کے باب مین احادیث مین آیا ہی کہ عرش جھومتا ہی اور جنات عدن سے ہوائین پھیلتی ہین اور آسمان دنیا پر جناب باری کا
نزول اجلال ہوتا ہی اور سوا اسکے اور بہت سے فضائل وارد ہین اور اسوقت کے وظیفہ کی ترتیب یہ ہی کہ جب جاگنے کی دعاؤن سے فارغ ہو دے تو بموجب بیان
سابق برعایت آداب و سنن وضو کرے اور اُسکی دعائین پڑھتا جاوے پھر اپنی جانماز پر آکر قبلہ رُخ ہو کر کھڑا ہو اور یہ کہے اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسبحان اللہ
بکرۃ واصیلاً پھر دس بار سبحان اللہ کہے اور دس بار الحمد للہ اور دس بار لا الٰہ الا اللہ پھر کہے اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ والجلال
والقدرۃ پھر یہ کلمات کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ تہجد کے وقت اُنکو پڑھا کرتے تھے اللھم لک الحمد انت نور السموات والارض
ولک الحمد انت بہاء السموات والارض ولک الحمد انت زین السموات والارض ولک الحمد انت قیام السموات والارض ومن فیہن ومن علیہن انت الحق
ومنک الحق ولقاءک حق والجنۃ حق والنار حق والنشور حق والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت و
الیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت
اللھم آت نفسی تقواہا وزکہا انت خیر من زکاہا انت ولیہا ومولیہا اللھم اہدنی لاحسن الاعمال فانہ لا یہدی لاحسنہا الا انت واصرف عنی سیئہا لا یصرف عنی سیئہا الا انت
اسئلک مسئلۃ البائس المسکین وادعوک دعاء المفتقر الذلیل فلا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین واکرم المعطین اور حضرت عائشہؓ
سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے اور نماز شروع کرتے تو یہ فرماتے اللھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموات و
الارض عالم الغیب والشہادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اہدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تہدی من تشاء الی صراط مستقیم پھر
نماز شروع کرے اور دو رکعتین چھوٹی پڑھے پھر دو دو رکعتین جتنی بن پڑے پڑھ لے اور اگر وتر پہلے نہ پڑھے ہون تو وتر پر خاتمہ کرے اور مستحب ہی کہ جب دو
رکعتون کے بعد سلام پھیرے تو ہر سلام کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ کہے تاکہ آرام ملتا جاوے اور نماز کا سرور زیادہ ہو - اور صحیح روایت مین آچکا ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز شب مین اول دوگانہ خفیف پڑھا پھر دوگانہ لمبا ادا کیا پھر تیسرا دوگانہ دوسرے کی بہ نسبت کم اور چوتھا تیسرے کی بہ نسبت

کم اور اسی طرح ادا فرمائے یہانتک کہ تیرہ رکعتین ہو گئین اور حضرت عائشہ رضی سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلعم نماز تہجد مین قرات آواز سے پڑھتے تھے یا آہستہ آپ نے فرمایا کہ کبھی آواز سے اور کبھی آہستہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ رات کی نماز دو دو رکعتین ہین اور جب تجھکو صبح ہو جانیکا خوف ہو تو ایک رکعت کا وتر ادا کر۔ اور فرمایا کہ مغرب کی نماز نماز دن کو طاق کر دیتی ہی تو رات کی نماز کو طاق کر دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو زیادہ سے زیادہ رکعتین تہجد کی پڑھنی ثابت ہوئی ہین وہ تیرہ ہین کہ آپ ان رکعات مین قرآن مجید کا معمولی ورد خواہ مخصوص سورتون میں سے جو آپکے اوپر ہلکی ہوتین پڑھا کرتے تھے اور یہ مخصوص سورتین بھی وردہی کے حکم مین تھین اور جبتک کہ قریب رات کا چھٹا حصہ پچھلا نہ آجاتا تب تک آپ یہ رکعتین پڑھتے رہتے **پانچوان وقت** رات کے وظیفون کا رات کا چھٹا حصہ پچھلا ہی جسکا نام وقت سحر ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وبالاسحار ہم یستغفرون یعنی سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہین اسکے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ نماز پڑھتے ہین کیونکہ نماز مین بھی استغفار ہوتا ہی اور یہ وقت فجر کے وقت کے قریب ہی جس وقت کہ رات فرشتون کے لوٹ جانے اور دن کے فرشتون کے آنیکا وقت ہوتا ہی اور یہ وہ وقت ہی کہ حضرت سلمان نے اپنے بھائی ابو درداء کو بتایا جس شب کو حضرت ابو درداء کی ملاقات کو تشریف لائے تھے یہ قصہ ایک بڑی حدیث مین مذکور ہی اسکے آخر مین یہ ہی کہ جب رات ہو گئی تو حضرت ابو درداء نماز کو چلے حضرت سلمان نے فرمایا کہ سو رہو وہ سو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھکر چلے انھون نے فرمایا کہ سو رہو وہ سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوا اسوقت حضرت سلمان نے انکو فرمایا کہ اب اٹھکر نماز پڑھو پھر دونون نے تہجد پڑھا اور حضرت سلمان نے انکو فرمایا کہ تمھارے اوپر کچھ حق تو تمھارے نفس کا ہی اور کچھ مہمان کا اور کچھ تمھاری بی بی کا تو سب حقدارون کا حق ادا کرنا چاہیئے اور اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو درداء کی بی بی نے حضرت سلمان سے کہدیا تھا کہ تمھارے بھائی رات بھر نہین سوتے پھر صبح کو دونون صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے اور رات کی گفتگو خدمت مبارک مین عرض کی آپنے فرمایا کہ سلمان نے درست کہا غرض کہ یہ پانچوان وقت ہی اس مین سحر کھانی مستحب ہی یعنی اگر صبح صادق ہو جانے کا خوف ہو تو اسوقت مین کھاوے اور وظیفہ اسوقت اور چوتھے وقت کا نماز ہی ہی اور صبح صادق ہو جاوے تو اب رات کے وظیفون کا خاتمہ ہوا دن کے اوقات شروع ہو گئے تو اسوقت اٹھکر فجر کی سنتین پڑھے اور یہی معنی ہین اس آیت کے فسبحہ وادبار النجوم یعنی اسکی پاکی بول اور ستارون کے پیٹھ دیتے پیچھے پھر یہ آیت پڑھے شہد اللہ انہ لا الہ الا اللہ ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم پھر یہ کہے وانا اشہد بما شہد اللہ بہ لنفسہ وشہدت بہ ملئکتہ واولوا العلم من خلقہ واستودع اللہ ہذہ الشہادۃ وھی لی عند اللہ ودیعۃ واسالہ حفظہا حتی یتوفانی علیہا اللھم احطط بہا عنی وزرا واجعل لی بہا عندک ذخرا واحفظہا علی وتوفنی علیہا حتی القاک بہا غیر مبدل تبدیلا غرضکہ اوقات کی ترتیب عابدون کے لیے یہ تھی جو مذکور ہوئی اور اکابر سلف اُن باتون کے سوا ہر روز چار باتین اور بھی مستحب جانتے تھے روزہ رکھنا اور صدقہ دینا اگرچہ کم ہی ہو اور بیمار کو پوچھنا اور جنازے پر حاضر ہونا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی ان چار باتون کو ایکدن مین کرے اُسکے گناہ بخشدیے جاوینگے اور ایک روایت مین ہی کہ وہ جنت مین داخل ہوگا اور اگر اتفاق سے اُن چیزون مین سے کچھ میسر ہون اور کچھ نہون تو اسکو ثواب سب باتونکا نیت کے بموجب ملیگا اور پہلے لوگ اس بات کو برا جانتے تھے کہ سارا دن گذر جاوے اور کچھ خیرات نہ کرین گو ایک خرما یا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیون نہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت مین آدمی اپنے صدقہ کے سایہ تلے رہیگا جبتک کہ آدمیون مین حکم اخیر ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ آگ سے بچو اگرچہ خرمے کا ایک ٹکڑا ہی دے کر ہو اور حضرت عائشہ رضی نے ایک سائل کو صرف ایک انگور دیا اُسنے لے لیا وہان جو لوگ موجود تھے سبھون نے ایک دوسرے کی طرف تاکنا شروع کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکو فرمایا کہ تمکو کیا ہوا ہی اس انگور مین بہت سے ذرون کا وزن ہی یعنی خداے تعالی فرماتا ہی کہ جو ایک ذرہ کے برابر خیر کریگا وہ دیکھ لیگا تو اس مین تو بہت سے ذرے ہین اور اکابر سلف سائل کا پھیر دینا اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف ایسی ہی تھی ایسا نہین ہوا کہ آپ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ نے انکار کردیا ہو ہان اگر اُسکے دینے پر آپکو قدرت نہوتی تو چپ ہو جاتے تھے اور ایک حدیث مین ہی کہ ابن آدم صبح کرتا ہی اس حال مین کہ اُسکے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہی اور بدن مین تین سو ساٹھ جوڑ ہین پس اچھی بات کے لیے تیرا کہنا صدقہ ہی اور بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہی اور ضعیف کی طرف سے کفیل ہونا صدقہ ہی اور راستہ بتانا صدقہ ہی اور ایذا کی چیز کا دُور کرنا راستے مین صدقہ ہی یہانتک کہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنے کو بھی ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ دُو رکعتین چاشت کی صدقہ ہین ان سب کو ادا کرتا یا یون فرمایا کہ یہ سب اپنے لیے جمع کرنی چاہیئین

چوتھا بیان اس امر کے ذکر مین کہ حالات کے مختلف ہونے سے اوقات کے معمولات مختلف ہو جایا کرتے ہین جاننا چاہیئے کہ جو شخص آخرت کی کھیتی کرنی چاہتا ہی اور طریق آخرت اختیار کرتا ہی وہ چھ حال سے خالی نہین یا عابد ہوگا یا عالم یا طالب العلم یا حاکم یا اہل حرفہ یا موحد کہ واحد پاک مین مستغرق رہے اُسکے سواے کی طرف التفات نہ کرے اب ان سب کے معمولی وظائف جُدا جُدا ہین تفصیل سُننا چاہیئے اول عابد یعنی وہ شخص کہ محض عبادت کے لیے ہو رہے اُسکے سوا کوئی کام اُسکو نہو اور اگر عبادت کو چھوڑ دے تو نکما بیٹھا رہے اُسکے لیے اوقات و وظائف کی ترتیب وہی ہی جو پہلے دن رات کے اوقات مین ذکر کی اور یہ بھی کچھ بعید نہین کہ اُسکے وظائف مین اندکے اختلاف ہو اسطرح کہ اپنے اکثر اوقات کو صرف نماز مین یا تلاوت مین یا سبحان اللہ کہنے مین مستغرق کردے کہ صحابہ مین بعض کا وظیفہ ایکدن مین بارہ ہزار دفعہ تسبیح کا تھا اور بعض اُن مین ایسے تھے کہ تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتے تھے اور بعضون کا معمول تین سو رکعتون سے لیکر چھ سو اور ہزار رکعت تک کا تھا اور کم سے کم رکعتین جو اُن سے مروی ہین وہ دن رات مین سو رکعتین تھیں اور بعضون کا وظیفہ کثرت سے قرآن پڑھنے کا تھا کہ کوئی ایک روز مین ایک ختم کرتا تھا اور کسی سے دن مین دو ختم مروی ہین اور بعض ایسے تھے کہ ایک دن یا تمام رات ایک ہی آیت کے فکر مین گذار دیتے تھے اور اُسی کو بار بار پڑھتے جاتے تھے اور کرز بن وبرہ مکہ معظمہ مین ٹھہرے ہوے تھے تو ایک روز مین ستر طواف سات پھیرون کے کیا کرتے اسی طرح ہر شب مین ستر طواف کرتے تھے اور باوجود اسکے دن رات مین دو ختم قرآن مجید کے بھی کرلیتے تھے اب اگر اسکا حساب لگاؤ تو دن رات کے طوافون مین قریب تیس کوس کے تو مسافت پڑتی ہی اور ہر سات پھیرون کے بعد دُو رکعتین طواف کی جمع کرنے سے دوسو اسی رکعتین ہوتی ہین اور دو ختم قرآن کے ہوئے تو بہت بڑی مشقت ہوئی اب اگر یہ کہو کہ ان وظائف مین سے اکثر اوقات کس وظیفہ مین صرف کرنے بہتر ہین تو اس کا حال یہ ہی کہ نماز مین کھڑے ہو کر قرآن مع تامل اور سمجھ کے پڑھنا سب باتون کو شامل ہی لیکن چونکہ اسپر مواظبت کرنی مشکل ہے اس لیے ہر شخص کے حال کے لحاظ سے بہتر وظیفہ مختلف ہوگا۔ اور غرض وظیفون سے دل کا تزکیہ اور پاک کرنا اور زیور ذکر آلہی سے اُسکو آراستہ کرنا اور ذکر سے اُسکو بڑھانا ہے تو طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل پر غور کرے اور جس بات کا اثر اُس مین زیادہ ہو اسی پر مواظبت کرے اور جب اُس سے دل کو تھکن اور اکتانا معلوم کرے تو دوسرا وظیفہ بدل لے اور اسی واسطے اکثر خلق کے حق مین ان امور خیر کا مختلف اوقات مین بموجب تفصیل گذشتہ کے بانٹنا اور ایک قسم سے دوسری قسم کو بدلتے رہنا ہی ہمکو اچھا معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ اکتا جانا سرشت انسانی پر غالب ہی اور ہر ایک شخص کے حالات اس باب مین بھی مختلف ہین مگر جب وظائف کی غرض اور اصل معلوم ہو گئی تو جس وظیفہ سے اصل غرض حاصل ہوتی ہو اسی کو اُس وقت

اختیار کرنا چاہیے مثلاً اگر کوئی تسبیح سنے اور اُسکی تاثیر اپنے دل مین پاوے تو اُسکی تکرار پر مواظبت کرے جبتک اُسکی تاثیر ہو حضرت ابراہیم ابن ادہم
بعض ابدال کی نقل کرتے ہین کہ وہ ایک رات دریا کے کنارے نماز پڑھتے تھے کہ ایک آواز بلند تسبیح کی سُنی اور کسی کو نہ دیکھا تب کہا کہ تو کون ہی کہ
مین تیری آواز سنتا ہون اور جسم نہین دیکھتا اُسنے کہا کہ مین فرشتہ ہون اور اس دریا پر معین ہون جب سے مین پیدا ہوا ہون اسی تسبیح سے
خدا تعالے کی پاکی بولتا ہون پوچھا کہ تیرا نام کیا ہی کہا مہلہیائیل ان ابدال نے پھر پوچھا کہ اس تسبیح کے پڑھنے والے کا ثواب کیا ہی اس
فرشتے نے کہا کہ جو کوئی اُسکو سو بار پڑھے وہ مرنے سے پیشتر اپنی جگہ جنت مین دیکھ لیتا ہی یا اُسکو دکھلا دی جاتی ہی اور وہ تسبیح یہ تھی سبحان اللہ
العلی الدیان سبحان اللہ الشدید الارکان سبحان من یذہب باللیل ویاتی بالنہار سبحان من لا یشغلہ شان عن شان سبحان اللہ الحنان المنان
سبحان اللہ المسبح فی کل مکان پس یہ تسبیح یا اور ایسی ہی اگر طالب کے کان مین پڑے اور دل مین اُسکی تاثیر پاوے تو اس کا التزام کرے اور جس چیز
سے دل مین اثر ہو اور خیر کا دروازہ اُسکے منھ پر اس سے کھلتا ہو اُسی پر مواظبت کرے **دوم** عالم جو فتویٰ دینے اور پڑھانے اور تصنیف کرنے
سے لوگون کو فائدہ پہونچاتا ہو تو اسکے اوراد کی ترتیب عابد کے وظائف سے مختلف ہی کیونکہ عالم کو کتابون کا مطالعہ کرنا اور تصنیف کرنا اور
پڑھانا ضروری چیزین ہین اور اُنکے لیے وقت درکار ہی پس اگر وہ اپنے سارے اوقات اُنھین اُمور مین مستغرق کردے تو فرائض و سنن کے
بعد اور کوئی چیز اس سے بڑھکر نہین ورباب العلم مین جو ہمنے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ذکر کی ہی وہ اسکی دلیل ہی اور کیسے نہو کہ علم مین تو ذکر
آلہی کی مواظبت اور اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلعم کے قول مین تامل کرنا ہی ہوتا ہی اور لوگون کو فائدہ پہونچانا اور طریق آخرت بتانا اسی سے ہوتا
ہی اکثر مسائل ایسے ہین کہ ان مین سے طالبعلم ایک سیکھکر اپنی عمر بھر کی عبادت کی اصلاح کرلیتا ہی اور اگر اسکو نہ سیکھتا تو سعی اُسکی رایگان جاتی اور ہماری
غرض اس علم سے جو عبادت پر مقدم ہی وہ علم ہی جو لوگون کو آخرت کی ترغیب دیوے اور دنیا مین اُنکو زاہد کردے اور جب اُسکو سلوک طریق
آخرت کی مدد کے لیے سیکھین تو اس باب مین اُن کا سہارا ہو اور وہ علوم مراد نہین ہین جنسے مال و جاہ اور لوگون کے درمیان مقبول ہونیکی خواہش
زیادہ ہو اور عالم کے حق مین بھی بہتر یہی ہی کہ اپنے اوقات کو کامون کے لیے بانٹ دے کیونکہ سارے اوقات تعلیم مین بسر کرنے کی تاب طبیعت کو نہوگی
اس صورت مین تقسیم اوقات یون مناسب ہی کہ صبح سے آفتاب نکلنے تک تو ذکر اور وظائف کے لیے کردے جیسے ہمنے دن کے اوقات مین پہلے وقت کا
حال لکھا ہی اور طلوع کے بعد سے دوپہر تک پڑھانے مین صرف کرے بشرطیکہ کوئی شخص آخرت کے لیے پڑھا چاہتا ہو اور اگر ایسا طالب علم نہو تو اسوقت کو فکر مین
بسر کرے اور وہ چیزین سوچے جو علوم دینی مین سے اُسپر مشکل ہون اسلیے کہ ذکر کرنے کے بعد اور دنیا کے ترددات مین مشغول ہونے سے پیشتر دل کی
صفائی مشکلات کے سمجھنے پر مدد ہوا کرتی ہی اور دوپہر سے عصر تک تصنیف اور کتاب بینی مین صرف کرے اور اُسکو بجز کھانے اور پاخانہ اور فرض نماز
اور دن کو تھوڑا سا سونے کے اوقات کے اور کسی وقت مین ترک نہ کرے اور دن کا سونا بھی ایسی صورت مین ہی کہ دن بڑا ہو اور عصر سے آفتاب کے
زرد ہونے تک جو کوئی تفسیر اور حدیث اور علم مفید اس سے پڑھے اُسکے سننے مین مشغول رہے اور آفتاب کے زرد پڑجانے سے غروب تک استغفار اور تسبیح مین
مشغول رہے غرضکہ اول وقت طلوع سے پیشتر کا تو عمل زبانی مین گذریگا اور دوسرا وقت دوپہر تک دل کے عمل مین بسر ہوگا اور تیسرا وقت عصر تک
آنکھ اور ہاتھ کے عمل مین تمام ہوگا کہ آنکھون سے مطالعہ کریگا اور ہاتھون سے لکھیگا اور چوتھا وقت عصر کے بعد کا کان کے عمل مین ختم ہوگا تاکہ آنکھ
اور ہاتھ آرام لے لین اور نیز بعد عصر کے لکھنے اور مطالعہ کرنے سے کبھی آنکھ کو ضرر بھی ہوا کرتا ہی اور پانچوان وقت زردی کے بعد کا پھر ذکر زبانی

مین مصروف ہوگا تو اس صورت مین کوئی حصہ دن کا اعضا کے اعمال سے خالی بھی نرہیگا اور سب مین دل بھی حاضر رہیگا ۔ اور رات کی تقسیم
عالم کے باب مین وہی بہتر ہے جو امام شافعی رح نے کر رکھی تھی کہ رات کے تین حصے کرتے ایک تہائی تو مطالعہ اور علم پڑھانیکے لیے دوسری تہائی
درمیان شب کی نماز کے لیے اور پچھلی تہائی سونے کیواسطے اور یہ بات تو جاڑون مین ہوسکتی ہے مگر گرمی کے موسم مین غالبا اسکا تحمل سکو نہو مگر ایک صورت
سے کہ دن کو بہت سا سو لیوے حاصل یہ کہ عالم کے اوقات کی ترتیب ایسی ہونی چاہیئے جیسے مذکور ہوئی سوم طالبعلم اسکو طلب علم مین مشغول
ہونا ذکر اور نوافل مین لگے رہنے کی بہ نسبت کہ اچھا ہے اسی لیے ترتیب وقات کے باب مین اُسکا اور عالم کا ایک حکم ہے اتنا فرق ہے کہ جسوقت مین عالم افادہ
مین مشغول ہو اُسوقت طالبعلم استفادہ مین مصروف ہو اور جو وقت عالم کی تصنیف کا ہے اُسوقت یہ حاشیہ چڑھانا اور کتابت کرنی اختیار کرے باقی
وقات اسیطرح ہین جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے ہین اور جو کچھ ہمنے باب العلم مین علم کی اور اُسکے سیکھنے کی فضیلت لکھی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کا سیکھنا
اُن وظائف سے بہتر ہے بلکہ اگر کوئی شخص مجلس علم مین حاضر ہو کر یون نہ سیکھے کہ لکھتا جاوے اور یاد کرتا جاوے کہ عالم ہو جاوے بلکہ وہ شخص عوام
ہی مین سے ہو تب بھی اُسکا ذکر اور وعظ اور علم کی مجلسون مین حاضر ہونا اُن وظائف سے کہین اچھا ہے جو ہم بعد صبح اور طلوع کے پیچھے اور دوسرے تمام
اوقات مین لکھ آئے ہین کیونکہ ابوذر کی حدیث مین آچکا ہے کہ مجلس ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے اور ہزار جنازون کے شریک ہونے سے اور
ہزار بیمار پرسی سے اچھا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب تم جنت کے گلزار دیکھو تو اُن مین چرو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے گلزار کیا
ہین آپنے فرمایا کہ ذکر کے حلقے اور کعب احبار رض فرماتے ہین کہ اگر علما کے مجالس کا ثواب لوگونکے سامنے ظاہر ہوجاوے تو اُسپر کٹ مرین یہانتک کہ ہر ایک امیر اپنی امارت
چھوڑ دے اور ہر ایک بازاری اپنے بازار سے دست بردار ہو اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے گھر سے ایسی طرح نکلتا ہے کہ اُسپر تہامہ کے پہاڑون کے
برابر گناہ ہوتے ہین مگر جب کسی عالم کا کلام سنتا ہے اور اپنے گناہون پر افسوس و ندامت کرتا ہے تو اپنے گھر ایسی طرح لوٹتا ہے کہ اُسپر کوئی گناہ نہین ہوتا پس
تم علما کی مجلسون سے علیحدہ مت رہو کہ اللہ تعالی نے تمام روئے زمین پر کوئی جگہ علما کے مجالس سے بزرگتر نہین پیدا کی ۔ اور کسی شخص نے حضرت حسن بصری رح
سے کہا کہ مین آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتا ہون آپنے فرمایا کہ مجالس ذکر مین بیٹھا کر سختی دل جاتی رہے گی ۔ اور عمار زاہد نے مسکینہ طفاوی
کو خواب مین دیکھا جو ہمیشہ ذکر کے حلقون مین حاضر ہوتی تھین اور کہا کہ اے مسکینہ مرحبا اُسنے کہا کہ اب مسکنت دور ہو گئی اور تو انگری آئی عمار نے کہا کہ یہ
حال تو کہو مسکینہ نے کہا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسکے لیے جنت بالکل مباح کر دی گئی عمار نے کہا کہ یہ درجہ کس سبب سے حاصل ہوا کہا کہ اہل ذکر کے پاس
بیٹھنے سے ۔ حاصل یہ کہ اگر کسی واعظ خوش کلام پاک سیرت کے کہنے سے دل کے اوپر سے محبت دنیا کی گرہون مین سے ایک بھی کھلجاوے تو یہ اُسکی
بہ نسبت اشرف اور مفید تر ہے کہ باوجود دل مین دنیا کی محبت ہونے کے بہت سی رکعتین آدمی پڑھے چہارم اہل حرفہ کہ اپنے عیال کے لیے کمائی کا
محتاج ہو اُسکو جائز نہین کہ اپنے عیال کو فاقون مار ڈالے اور سارے اوقات عبادتون مین مستغرق کر دے بلکہ اُسکو یہی چاہیئے کہ کام کے وقت بازار جاوے
اور اپنے پیشہ مین مشغول ہو ہان مناسب یہ ہے کہ اپنے پیشہ مین ذکر الہی کو نہ بھولے بلکہ تسبیحات اور ذکر اور تلاوت پر مواظبت رکھے کہ یہ باتین
کام کرنے کے ساتھ بھی ممکن ہین البتہ نماز کام کے ساتھ نہین ہوسکتی لیکن جس صورت مین کہ باغ وغیرہ کا محافظ ہو تو نماز کا ورد بھی ادا کر سکتا ہے
اور جب مقدار کفایت کما چکے تو چاہیئے کہ وہی وظائف معمولی بجا لاوے جو اوپر مذکور ہوے اور اگر دن بھر پیشہ مین لگا رہے اور جو اپنی حاجت سے
زائد ہو اُسکو دے ڈالے تو یہ اُن اوراد سے بہتر ہے جو ہمنے لکھے ہین کیونکہ جس عبادت کا فائدہ اورون کو بھی پہونچے وہ اُس سے بہتر ہے کہ اُس کا نفع

خاص ایک ہی شخص کو ہو اور صدقہ اور خیرات کی نیت سے کمانا بذات خود ایسی عبادت ہین کہ اللہ تعالی سے نزدیک کرتی ہین پھر اُس سے دوسرون کو فائدہ پہونچتا ہی اور مسلمانون کی دعا کی برکت حاصل ہوتی ہی اور اس سے ثواب دونا چوگنا ہوجاتا ہی پنجم حاکم جیسے امام اور قاضی اور مسلمانون کے امور کے نگرانی کا متولی تو ایسے شخص کے حق مین مسلمانون کی حاجتون کا پورا کرنا اور شریعت کے موافق اخلاص کی نیت سے اُنکی غرضین نکالنین اوراد مذکورہ کی نسبت بہتر ہی اسلیے اُسکے حق مین یہ مناسب ہی کہ دن کو تو فرض نماز پر اکتفا کرکے لوگون کے حقوق مین مشغول رہے اور وظائف مذکورہ کو رات مین ادا کرے جیسے حضرت عمر رض کیا کرتے تھے چنانچہ اُنھون نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھکو نیند سے کیا علاقہ کہ اگر مین دن کو سوؤن تو مسلمانون کو تلف کرتا ہون اور رات کو سوتا ہون تو اپنے نفس کو تباہی مین ڈالتا ہون اور بیان گذشتہ سے تمنے سمجھ لیا ہوگا کہ دو باتین عبادات بدنی پر مقدم ہوتی ہین اول علم دوسری مسلمانون کے ساتھ نرمی برتنی اسلیئے کہ یہ دونون چیزین بذات خود عمل و عبادت ہین اور عبادات مین سے انھین کو فضیلت ہوتی ہی جن کا فائدہ دوسرون کو پہونچے اور نفع پھیلے چونکہ یہ دونون باتین اسی قسم کی ہین اسلیئے عبادات پر مقدم ٹھہرین ششم وہ موحد کہ واحد پاک مین مستغرق ہو اور اُسکے سوا اُسکو اور کوئی فکر ہی نہو ہی ہو نہ بجز اللہ تعالی کے اور سے محبت کرتا ہو اور نہ اُسکے سوا کسی سے ڈرتا ہو اور نہ کسی دوسرے سے رزق کی توقع رکھتا ہو اور جب کسی چیز کو دیکھتا ہی تو اس مین خدا ہی نظر آتا ہی پس جس شخص کا رتبہ اس درجہ پر پہونچ جاوے تو اُسکو اپنے اوقات کے بانٹنے اور بھانٹنے کی ضرورت نہین بلکہ بعد فرائض کے اُسکے لیے ایک ہی وظیفہ ہی یعنی اللہ تعالی کے ساتھ ہر حال مین دل کا حاضر رہنا یعنی جو امر اُسکے دل مین گذرے اور جو آواز کان مین پڑے اور جو شے آنکھون کے سامنے ہو سب مین اُسکو عبرت اور فکر مزید حاصل ہو نہ اُسکا کوئی محرک خدا تعالی کے سوا ہو اور نہ کوئی ساکن کرنے والا ایسے شخص کے جمیع حالات اس بات کے شایان ہوتے ہین کہ اُسکے زیادتی مراتب کے سبب ہون اسی وجہ سے ایسے لوگون کے نزدیک ایک عبادت اور دوسری مین کچھ فرق نہین ہوتا ہی یہی لوگ ہین کہ اللہ تعالی کی طرف گریز کر گئے ہین اور انھین کے حق مین اللہ تعالی کا یہ قول صادق ہوا ہی واذا اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فاوٗا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ اور اس آیت مین بھی انھین کی طرف اشارہ ہی انی ذاہب الی ربی سیہدین اور یہ درجہ صدیقون کے رتبہ کی انتہا ہی اس درجہ پر آدمی نہین پہونچتا ہی مگر بعد اسکے کہ ایک مدت دراز تک ترتیب وراداد اور اُنکی مواظبت کرے پس طالب آخرت کو نہ چاہیئے کہ ان باتون مین سے کچھ سنکر براہ مغالطہ اپنے نفس مین اسکا مدعی ہو اور اپنی معمولی عبادتون مین سستی کرنے لگے کیونکہ ایسے لوگون کی پہچان یہ ہی کہ اُنکے دلون مین کوئی وسوسہ نہ کھٹکے نہ گناہ کا خطرہ ہو نہ ہجوم اہوال سے اپنی جگہ سے ہلین نہ بڑے بڑے اشغال اُنکے مقصود کے حارج ہون پس یہ رتبہ ہر شخص کو کہان نصیب ہی اس صورت مین تمام لوگون کے حق مین اوراد کی ترتیب ویسی ہی ہی جیسی ہمنے ذکر کی ہی اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہی وہ سب اللہ تعالی کی طرف کے راستے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ہو اہدی سبیلا راہ یاب سب ہین مگر بعض کو بعض کی بہ نسبت ہدایت زیادہ ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ ایمان کے تین سو تینتیس طریقے ہین جو شخص کہ اُن مین سے ایک طریق کی شہادت پر بھی مریگا وہ جنت مین داخل ہوگا اور بعض علمانے فرمایا ہی کہ ایمان بموافق شمار رسولون کے تین سو تیرہ اخلاق ہین پس جو ایماندار کہ اُن مین سے ایک خلق پیدا کرے وہ اللہ کیطرف راستے کا سالک ہی حاصل یہ کہ لوگون کے طریقے اگرچہ عبادت کے باب مین مختلف ہین مگر سب راہ پر ہین آیت اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب انکا مصداق ہی اُن مین اگر فرق ہی تو صرف قرب کے درجات مین ہی اللہ جل شانہ سے قریب ہین اور سب سے قریب تر اللہ تعالی کی طرف وہ ہین جو سبکی نسبت زیادہ عارف ہین اور سب سے زیادہ عارف ضرور ہی کہ وہی ہونگے جو اسکی عبادت زیادہ کرتے ہون کیونکہ جو شخص اُسکو

پہچان لیتا ہی وہ دوسرے کی عبادت نہین کرتا۔ اور وظیفون کے باب مین ہر صنف کے حق مین اصل مداومت ہی کیونکہ غرض وظائف سے صفات باطنی کا بدلنا ہی اور عمل کا ایک دو بار کرنا تاثیر کم کرتا ہی بلکہ اُسکا اثر معلوم بھی نہین ہوتا اثر تو سب اعمال پر مترتب ہوا کرتا ہی اور جب ایکبار عمل کرنے کا اثر ظاہر مین معلوم نہین ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کرے ہے اُسکی لپٹی جلد نہین کیجاتی تو اول کا اثر بالکل ہی مٹ جاتا ہی اور اُسکا حال فقیہ کا سا حال ہوجاتا ہی جو یہ چاہے کہ مین خوب فقیہ ہوجاؤن کہ وہ بھی بدون بہت سی دفعہ مسائل کے دوہرانے کے فقیہ نہوگا اگر مثلاً ایک رات بیٹھکر مسائل کو دوچار بار کہہ لے اور مہینہ بھر یا ہفتہ بھر چھوڑ دے پھر ایک رات مین محنت کرے تو اسکا کچھ اثر نہوگا اور اگر اُس محنت کو بہم راتون پر تقسیم کرکے ہر شب تھوڑی تھوڑی محنت کیا کرے تو اُسکا اثر یقینی ہوگا اور اسی بھید کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل اور حضرت عائشہ رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا حال لوگون نے پوچھا تو فرمایا کہ آپ کا عمل دائمی تھا اور جب کوئی عمل آپ کرتے تھے تو اُسکو مستحکم کرتے تھے اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس شخص کو خدا تعالی نے کسی عبادت کا عادی کردیا ہو اور وہ اُسکو اکتا کر چھوڑ دے تو اللہ تعالی اُس سے نہایت ناراض ہوتا ہی اور یہی سبب تھا کہ آپ سے جب باہر کے لوگون کے آنے کی جہت سے دو رکعتین رہ گئین تو اُنکو عصر کے بعد تدارک مافات کے لیے پڑھ لیا پھر آئندہ کو وہ دو رکعتین ہمیشہ عصر کے بعد پڑھتے رہے مگر اپنے مکان پر پڑھتین مسجد مین نہ پڑھتین تا کہ کوئی اس باب مین آپکی پیروی نہ کرے اس امر کو حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہی۔ اب اگر کہو کہ عصر کے بعد کا وقت تو مکروہ ہی اُسمین دوسرے شخص کو بھی آنحضرت صلعم کی اقتدا سے یہ دو رکعتین جائز ہین کہ نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسوقت مین نماز کا مکروہ ہونا تین وجہون سے ہم بیان کرچکے ہین اول آفتاب پرستون کی مشابہت سے بچنا یا شیطان کے سینگ نکلنے کے وقت سجدہ سے احتراز کرنا یا اکتانے کے خوف سے عبادت مین آرام کا ملجانا اور یہ تینون صورتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ہو نہین سکتین اسی لیے اس باب مین دوسرے کو آپ کے اوپر قیاس نہین کرسکتے اور اُسکا شاہد یہ ہی کہ آپنے اس فعل کو گھر مین کیا تا کہ کوئی آپکی اقتدا نہ کرے

دوسری فصل

مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت اور رات کی عبادت کی فضیلت مین اور اُن سببون کے ذکر مین جن سے رات کو جاگنا آسان ہوا اور رات کے بانٹنے کی کیفیت اور ان راتون کے بیان مین جنکا جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہی اور اس فصل مین پانچ بیان ہین

پہلا بیان مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت وغیرہ کی فضیلت مین حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالی کے نزدیک سب نمازون مین افضل مغرب کی نماز ہی کہ اسکو نہ مسافر سے کم کیا نہ مقیم سے رات کی نماز کو اُس سے شروع کیا اور دن کی نماز کو اُس سے تمام کیا پس جو شخص مغرب کی نماز پڑھے اور بعد اُسکے دو رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے لیے دو محل جنت مین بناوے راوی فرماتے ہین کہ مجھے معلوم نہین کہ سونے کے فرمائے یا چاندی کے اور جو شخص اُسکے بعد چار رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے بیس برس کے گناہ بخشدے یا چالیس برس کے گناہ عفو فرمائے اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعتین پڑھے تو اُسکے لیے یہ رکعتین ایک برس کامل کی عبادت کے برابر ہونگی یا یہ فرمایا کہ گویا شب قدر کو تمام رات نماز پڑھی اور سعید بن جبیر حضرت ثوبان رض سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مغرب و عشا کے درمیان مسجد جماعت مین معتکف ہو کہ سوا نماز یا قرآن کے اپنے آپ کوئی کلام نہ کرے تو اللہ تعالی پر شایان ہوگا کہ اُسکے لیے دو محل جنت مین بناوے کہ اُن دونون مین سے ہر محل کا فاصلہ سو برس کی راہ ہوگا اور دونون کے درمیان درخت لگاویگا کہ اگر اُن مین تمام زمین والے پھرین تو سب کی گنجائش کرجاوین اور ایک حدیث مین فرمایا جو شخص مغرب و عشا کے درمیان مین دس رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے لیے ایک محل جنت مین بناوے پس حضرت عمر رض نے فرمایا کہ

۱ ح [illegible] اسرار نماز مین گذری ۱۲
۲ ح بخاری و مسلم بروایت ام سلمہ و عائشہ ۱۲
۳ ح طبرانی در اوسط بسند ضعیف ۱۲
۴ ح ترمذی و ابن ماجہ اور ترمذی نے اُسکو ضعیف کہا ہی اور یہ جملہ کہ گویا شب قدر مین تمام رات نماز پڑھی قول کعب احبار کا ہی بقول ابو الولید صفار ۱۲
۵ ح ان الفاظ سے [illegible]

یا رسول اللہ تب تو ہمارے محل بہت سے ہو جاوینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ بہت بڑا ہی اور بڑے فضل والا یا یہ فرمایا کہ اللہ بہت پاک ہی اور حضرت انس
بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب جماعت مین پڑھے پھر اُسکے بعد دو رکعتین پڑھے اور اس درمیان مین دنیا کے باب مین
کچھ نہ بولے اور پہلی رکعت مین الحمد اور دس آیتین سورۂ بقر کے شروع کی اور دو آیتین اُسکے درمیان مین کی یعنی والٰھکم الٰہ واحد سے لقوم یعقلون تک اور پندرہ بار
قل ہو اللہ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرکے جب دوسری رکعت کو کھڑا ہو تو الحمد اور آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اولٰئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تک اور
تین آیتین سورۂ بقر کے آخر کی للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض سے آخر سورۂ تک اور قل ہو اللہ احد پندرہ بار پڑھے تو انکا ثواب حدیث مین اس قدر
ذکر فرمایا کہ خارج از حصر ہی اور کرز بن وبرہ جو ابدال مین سے مین کہتے ہین کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ مین اُس کو
ہر شب کیا کرون انھون نے فرمایا کہ جب تم مغرب پڑھو تو عشا کے وقت تک نماز ہی مین رہا کرو اور کسی سے کلام مت کرو اور دھیان نمازہی مین رکھو
اور ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرو اور ہر رکعت مین ایکبار الحمد اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھو اور جب عشا کی نماز سے فارغ ہو تو اپنے مکان کو چلے آؤ
اور کسی سے کلام نہ کرو اور دو رکعتین مکان پر پہونچکر پڑھو ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور قل ہو اللہ سات بار پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور سات بار
اللہ تعالی سے مغفرت کا سوال کرو اور سات بار پڑھو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر اپنا سر سجدے سے
اٹھاکر برابر بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھاکر یہ دعا پڑھو یاحی یاقیوم یاذی الجلال والاکرام یاالٰہ الاولین والآخرین یارحمٰن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما یارب یارب
یارب یا اللہ یا اللہ یا اللہ پھر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھاکر یہی دعا مانگو پھر جہان چاہو قبلہ رُخ دہنی کروٹ پر لیٹ رہو اور آنحضرت صلعم پر درود پڑھو اور درود
پڑھتے پڑھتے سو رہو مین نے کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ یہ بتاوین کہ آپنے یہ دعا کس سے سُنی ہی انھون نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اس دعا کی وحی ہوئی تھی اور آپ نے ایک شخص کو تعلیم فرمائی تھی مین اُسوقت آپ کی خدمت مین گیا تھا اور آپ کے پاس موجود تھا یہ معاملہ
میرے سامنے ہوا پس جس شخص کو آنحضرت صلعم نے سکھائی تھی اُس سے مین نے سیکھی ہی اور کہتے ہین کہ جو کوئی اس دعا اور اس نماز پر حسن یقین اور
صدق نیت سے مداومت کرے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نکلنے کے پیشتر خواب مین دیکھے اور بعض لوگون نے جو اس عمل کو کیا تو
خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے اور وہان انبیا علیہم السلام کو دیکھا اور اُسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب
ہوے اور آپ نے اُنسے گفتگو فرمائی اور تعلیم فرمایا۔ حاصل یہ کہ اسوقت کی عبادت کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہوا ہی یہانتک کہ کسی نے عبید آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مولی سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواے نماز فرض کے اور کسی نماز کے لیے بھی حکم فرماتے تھے کہ نہین انھون نے فرمایا کہ ہان مغرب
اور عشا کے درمیان کی نماز کے لیے ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مغرب و عشا کے درمیان مین نماز پڑھے تو یہ نماز اوابین
کی ہی اور اسود کہتے ہین کہ مین جب کبھی حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت مین اُسوقت حاضر ہوا تو اُن کو نماز پڑھتے دیکھا مین نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی آپنے
فرمایا کہ یہ وقت غفلت کا ہی اسلیے اسمین نماز پڑھتا ہون اور حضرت انسؓ اس نماز پر مواظبت فرماتے اور کہتے کہ یہ ناشئۃ اللیل یعنی رات کی طاعت ہی
اور اسی کے باب مین یہ آیت اُتری ہی تتجافی جنوبہم عن المضاجع اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے ابو سلیمان دارانی سے پوچھا کہ
آپ کے نزدیک بہتر ہی کہ مین دن کو روزہ رکھون اور مغرب و عشا کے درمیان مین کھانا کھاؤن یا یہ اچھا ہی کہ دن کو افطار کرون اور اُسوقت مین
نماز پڑھون آپ نے فرمایا کہ روزہ بھی رکھو اور نماز بھی پڑھو مین نے کہا کہ اگر دونون نہو سکین فرمایا کہ دن کو افطار کرو اور اُسوقت مین نماز پڑھو۔

دوسرا بیان رات کے جاگنے اور عبادت کرنے کی فضیلت مین آیتین اس باب مین یہ ہین ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ الآیۃ اور فرمایا ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ واقوم قیلا اور فرمایا تتجافی جنوبہم عن المضاجع اور فرمایا امن ہو قانت اناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ اور فرمایا والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما اور فرمایا استعینوا بالصبر والصلوۃ بعضون نے اس نماز کو شب کی نماز کہا ہی کہ اُس پر صبر کرنے سے مجاہدہ نفس پر استعانت لیجاتی ہی اور احادیث بھی اُسکے فضائل مین بہت ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ شیطان تم مین سے ایک شخص کی گُدّی پر جب وہ سوتا ہی تین گرہین لگا دیتا ہی اور ہر گرہ پر یہی پھونک دیتا ہی کہ ابھی رات بہت ہے سورہ پس اگر وہ شخص جاگے اور خدائے تعالے کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہی اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ ڈھیلی ہوتی ہی اور اگر نماز پڑھی تو تیسری گرہ کھلجاتی ہی اور صبح کو سرور کے ساتھ طیب النفس اُٹھتا ہی ورنہ نفس کا خبیث اور سست اُٹھتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا مذکور ہوا کہ وہ تمام رات سوتا رہا یہانتک کہ صبح ہوگئی آپ نے فرمایا کہ اُس شخص کے کان مین شیطان نے پیشاب کردیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ شیطان کے پاس ایک سونگھنی اور ایک چٹنی اور ایک انجن ہی جب وہ کسی کو سونگھنی سونگھا دیتا ہی تو اُسکی عادت بری ہوجاتی ہی اور جسوقت چٹنی چٹاتا ہی اُسکی زبان تیز اور فحش ہوجاتی ہی اور جب انجن لگا دیتا ہی تو رات کو صبح تک سوتا رہتا ہی اور فرمایا کہ دو رکعتین اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان مین پڑھے تو اُسکے لیے دنیا ومافیہا سے بہتر ہین اور اگر مین اپنی اُمت پر اُنکو مشکل نہ جانتا تو البتہ اُن دونون رکعتون کو فرض کردیتا۔ اور حدیث صحیح مین حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان من اللیل ساعۃ لایوافقہا عبد مسلم یسال اللہ تعالی فیہا خیرا الا اعطاہ ایاہ۔ اور ایک روایت مین یہ الفاظ ہین یسال اللہ خیرا من امر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ ایاہ وذلک فی کل لیلۃ اور مغیرہ بن شعبہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا کھڑے ہوے کہ آپ کے پانون پھٹ گئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ بخشے گئے آپ اتنی مشقت کیون فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ کیا مین بندۂ شکر گزار نہون اسکے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ جواب آپ کا رتبہ کی زیادتی سے کنایہ ہی اسلیے کہ شکر باعث مزید نعمت ہے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہی لئن شکرتم لازیدنکم اور حضرت ابوہریرہ رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالی کی رحمت تم پر زندہ رہنے اور مردہ ہونے اور قبر مین رہنے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے حال مین رہے تو رات سے اُٹھکر نماز پڑھو اور اس نماز سے اپنے پروردگار کی رضا چاہو اے ابوہریرہ اپنے گھر کے کونون مین نماز پڑھو تمھارے گھر کا نور آسمان مین ایسا ہوگا جیسے چھوٹے اور بڑے ستارون کی روشنی زمین کے باشندون کے پاس ہی۔ اور فرمایا کہ رات کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ وہ تمسے پیشتر کے نیک بختون کا طریقہ ہی اور اُس مین یہ خوبیان ہین کہ خدا تعالی کی نزدیکی اور گناہون کا دور ہونا اور بدن مین سے روگ کا دفع رہنا اور گناہون سے محترز رہنا اُس سے نصیب ہوتا ہی اور فرمایا کہ جس شخص کی عادت رات کو نماز پڑھنے کی ہو اور نیند اُسکو غالب ہوجاوے اور نہ پڑھ سکے تو اُسکے لیے ثواب اُس کی نماز کا لکھا جاویگا اور سونا اُسکو فائدہ مین رہا۔ اور حضرت ابوذر رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اُسکے لیے کچھ سامان کرتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر سفر طریق قیامت بے سامان کیسے ہوگا اے ابوذر مین تجھکو وہ بات بتادون جو اُس روز تیرے کام آوے اُنھون نے عرض کیا کہ فرمایئے قربان ہون آپ پر میرے مان باپ آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن کی شدت حرارت کے لیے ایک روزہ رکھو اور

رات کی تاریکی مین قبر کی وحشت کے واسطے دو رکعتین ادا کر اور بڑے بڑے اُمور کے لیے حج کر اور کچھ صدقہ کسی مسکین کو دے یا کوئی حق بات ہی
کہدے یا کسی بُری بات سے سکوت کر۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین کوئی شخص تھا کہ جب لوگ پڑکر سو جاتے تو
وہ اُٹھکر نماز پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا اور دعا مانگتا کہ اے دوزخ کے پروردگار مجھکو اُس سے پناہ دے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین مذکور ہوئی آپ نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کرے مجھے خبر کرنا چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور اپنے آپ اُسکی دعا سنی جب صبح ہوئی تو اُس سے
فرمایا کہ میان تو جنت خدائے تعالی سے کیون نہین مانگتا اُسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا یہ رتبہ نہین اور نہ میرے عمل اس قابل ہین یہ کہکر وہ تھوڑا
ہی ٹھہرا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اُس شخص سے کہدو کہ اللہ تعالے نے اُس کو
دوزخ سے پناہ دی اور جنت مین داخل کیا اور مروی ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ
عبد اللہ بن عمر اچھے شخص ہین اگر رات کو نماز پڑھا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رض سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا
مقولہ کہدیا انھون نے آیندہ سے رات کے جاگنے اور نماز کا التزام کرلیا چنانچہ نافع آپکے غلام کہتے ہین کہ آپ رات کو نماز پڑھتے اور مجھے
پوچھتے کہ نافع سحر ہوگئی مین کہتا کہ نہین ہوئی پھر آپ نماز پڑھنے لگتے پھر فرماتے کہ نافع سحر ہوگئی مین کہتا کہ ہان تو آپ بیٹھکر استغفار پڑھتے رہتے
یہانتک کہ صبح صادق ہوجاتی۔ اور حضرت امام زین العابدین رض سے مروی ہی کہ حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام نے ایک روز جو کی روٹی پیٹ
بھر کھائی اُس رات جو ورد معمولی پڑھا کرتے تھے اُس سے سوگئے یہانتک کہ صبح ہوگئی اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ اے یحیٰی کیا تم نے کوئی گھر میرے
گھر سے اچھا پالیا یا کوئی ہمسایہ میرے ہمسایہ سے بہتر تمکو ملگیا اے یحیٰی قسم ہی اپنی عزت کی اگر تو جنت کو ایک دفعہ بھی جھانک لے تو مارے اشتیاق کے
تیری چربی پگھل جائے اور تیری جان نکل جاوے اور اگر دوزخ کی طرف ایک مرتبہ جھانکے تو تیری چربی پگھلے اور آنسوؤن کی جگہ پیپ رو دے اور
ٹاٹ کے عوض لوہا پہنے۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص رات کو تو تہجد پڑھتا ہی اور صبح کو اُٹھکر چوری
کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز اُسکو اُسکے عمل سے رُوک دیگی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی رحم کرے اُس مرد پر کہ رات سے
اُٹھکر نماز پڑھے پھر اپنی بی بی کو جگادے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی چھڑک دے اور اللہ تعالی رحم کرے اس عورت پر
کہ رات سے اُٹھکر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگادے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی کا چھینٹا دے۔ اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بی بی کو جگاوے اور دونون دوگانہ نماز ادا کرین تو خدائے تعالے کے زیادہ تر ذاکرین اور ذاکرات
مین لکھے جاوینگے۔ اور فرمایا کہ فرض نماز کے بعد سب مین افضل نماز شب ہی اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص اپنے ورد یا اُس مین سے کسی قدر سے رات کو سوجاوے پھر فجر اور ظہر کے درمیان مین اُس کو پڑھے تو اُسکے لیے ایسا ہی لکھا جاوے گا
کہ گویا رات سے پڑھا ہی۔ اور آثار بھی اس باب مین بہت ہین حضرت عمر رض اپنے رات کے ورد مین کوئی آیت خوف کے مضمون کی پڑھتے
تو گر جاتے یہانتک کہ بہت دنون آپ کی عیادت کی جاتی جیسے بیمار کی عیادت ہوتی ہی اور حضرت ابن مسعود رض جب لوگ سوجاتے تو
اُنکے پڑھنے کی آواز صبح تک مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سُنی جاتی اور کہتے ہین کہ ایک رات سفیان ثوری رح نے کھانا پیٹ بھر کھایا پھر فرمایا کہ
گدھے کو جب گھاس زیادہ دی جاتی ہی تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہی پس صبح تک عبادت کرتے رہے۔ اور طاؤس رح جب اپنے بستر پر لیٹتے تو

اُسپر ایسے اُچھلتے جیسے دانہ بھوننے کے وقت اُچھلتا ہی پھر اُچھلکر اُس سے علیحدہ ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے پھر فرماتے ع عابد کی نیند یاد جہنم مین اُڑ گئی ۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ہم کوئی کام زیادہ سخت رات کی محنت اور اُس مال کے دینے سے نہین جانتے پھر کسی نے اُن سے پُوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ تہجد گزارون کے چہرے اور لوگون سے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا اس لیے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہا ہوتے ہین اسی لیے اللہ تعالےٰ اُنکو اپنے نور مین سے کسی قدر پہنا دیتا ہی اور کوئی نیک بخت اپنے کسی سفر سے پھر کر آئے اُنکے لیے بستر بچھایا گیا اُسپر سو رہے یہان تک کہ اُنکا ورد شب کا فوت ہو گیا اُنھون نے قسم کھالی کہ آیندہ کو کبھی بستر پر نہ سوؤن گا ۔ اور عبد العزیز ابن ابی رواد رات گئے اپنے بستر کے پاس آتے اور اُسپر ہاتھ پھیر کر کہتے کہ تو نرم تو ہی مگر بخدا کہ جنت مین تجھ سے بھی نرم تر ہی پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے ۔ اور فضیل رح کا قول ہی کہ جب رات میرے سامنے آتی ہی تو اول اول اُس کی درازی سے مجھے خوف لگتا ہی مگر مین قرآن شروع کر دیتا ہون تو اپنی حاجت پُوری بھی نہین کرتا کہ صبح ہو جاتی ہی ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہی تو اُسکے سبب سے رات کے اُٹھنے سے محروم رہتا ہی اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جب تم سے رات کا جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا نہو سکے تو جان لو کہ تم محروم ہو اور تمھارے گناہ بہت ہو گئے ہین ۔ اور صلۃ بن اشیم رح تمام رات نماز پڑھتے جب سحر ہوتی تو دعا کرتے کہ الٰہی مجھ جیسا شخص جنت کیسے طلب کرے لیکن اپنی رحمت سے مجھکو دوزخ سے پناہ دے ۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ مجھ سے شب بیداری نہین ہو سکتی اُسنے کہا کہ بھائی دن کو خدا تعالےٰ کی نافرمانی مت کر پھر شب بیداری نہ کرنے کا مضائقہ نہین ۔ اور حسن بن صالح کے پاس ایک لونڈی تھی اُنھون نے ایک قوم کے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا جب آدھی رات ہوئی وہ لونڈی اُٹھی اور کہا کہ اُٹھو گھر والو نماز پڑھو اُنھون نے کہا کہ کیا صبح ہو گئی جو نماز پڑھین لونڈی نے پوچھا کہ تم فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہین پڑھتے اُنھون نے کہا کہ نہین وہ لونڈی حسن رح کے پاس آئی اور کہا کہ آقا سے من تم نے مجھکو ایسے لوگون کے ہاتھ بیچ ڈالا جو تہجد نہین پڑھتے مجھکو واپس کر لو چنانچہ اُنھون نے اُسکو لوٹا لیا اور دام پھیر دیے ۔ اور ربیع کہتے ہین کہ مین امام شافعی رض کے مکان مین بہت راتون سویا ہون مین نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سوتے تھے اور ابو الجویریہ کہتے ہین کہ مین حضرت امام ابو حنیفہ رض کے ساتھ چھ مہینے رہا ہون اس عرصہ مین کوئی شب ایسی نہین ہوئی کہ آپ نے زمین پر اپنی کروٹ لگائی ہو ۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ کا دستور تھا کہ نصف شب عبادت کیا کرتے لیکن ایکبار کچھ لوگون کے پاس گزر ہوا تو اُنھون نے آپس مین ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات عبادت کرتا ہی آپ نے اپنے دلمین کہا کہ میری صفت وہ بیان کرتے ہین جو مین کرتا نہین اسی لیے آیندہ کو تمام رات عبادت کرنے لگے اور کہتے ہین کہ رات کو آپ کے لیے کوئی بستر نہ تھا اور کہتے ہین کہ مالک بن دینار رح نے ایک رات اس آیت کو پڑھ پڑھ کر صبح کر دی ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم ساء ما یحکمون ۔ اور مغیرہ بن حبیب کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو دیکھا کہ اُنھون نے بعد عشا کے وضو کیا پھر اپنی جانماز پر کھڑے ہو کر اپنی داڑھی پکڑی اور آنسوؤن سے گلا رک گیا پھر یہ کہنا شروع کیا کہ الٰہی مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کر دے الٰہی تجھے تو معلوم ہی کہ جنت مین کون رہیگا اور دوزخ مین کون رہیگا تو مالک ان دونون فریقون مین سے کونسا ہی اور ان دونون گھرون مین سے مالک کا گھر کونسا ہی اسی طرح صبح صادق ہونے تک کہتے رہے ۔ اور مالک بن دینار کہتے ہین کہ ایک رات مین اپنا ورد بھول گیا اور سو رہا خواب مین دیکھا کہ ایک عورت نہایت خوبصورت ہاتھ مین رقعہ لیے ہی اور مجھ سے کہتی ہی کہ تمکو اچھی طرح پڑھنا آتا ہی مین نے کہا کہ ہان اُسنے وہ رقعہ مجھے دیا دیکھا تو اس مین اس

مضمون کا ایک قطعہ تھا **قطعہ** تضمین کیا ہوں میں ملا الالائذ ورانانی لے ؛ کہ وہ ہو یا نقش جو جنتی دل کے سفینے سے ؛ بہار عمر دائم ہو نہیں ہو موت جنت میں ؛
ملو حوروں سے اور انکو لگاؤ اپنے سینے سے ؛ اٹھو اب خواب غفلت سے کہ اس سونے سے بہتر ہی ؛ تہجد میں ہو قرآن کی تلاوت گر قرینے سے ؛ اور کہتے ہیں کہ
مسروق نے حج کیا اور تمام سفر میں رات کو صرف سجدہ ہی کرنے میں بسر کردی اور ازہر بن مغیث جو بڑے تہجد گزاروں میں ہیں کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک
عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھسے نکاح کرلے اُسنے
کہا کہ تو میرے مالک سے منگنی کا پیام کر اور میرا مہر دے میں نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہی اُسنے کہا کہ بہت سا تہجد پڑھنا۔ اور یوسف بن مہران کہتے ہیں کہ
میں نے سُنا ہی کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی صورت ہی جسکے پنجے موتی کے اور خار سبز زبرجد کے ہیں جب اول تہائی رات جاتی ہی تو وہ اپنے
بازو پھیلا کر بانگ دیتا ہی اور کہتا ہی کہ جاگنے والے اُٹھیں اور جب آدھی رات گذرتی ہی تو بازو ہلا کر چیختا ہی اور کہتا ہی کہ تہجد پڑھنے والے اُٹھیں اور
جب دو تہائی شب گذرتی ہی تو دونوں بازو بجا کر بولتا ہی کہ نماز پڑھنے والے اُٹھیں اور جب صبح صادق ہو جاتی ہی تو بازوؤں کو ایک دوسرے پر
مار کر آواز کرتا ہی کہ غافل لوگ اپنے اوپر اپنے گناہ لیے اُٹھیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس برس اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھا اور کہا کرتے
تھے کہ اگر میں اپنے مکان میں شیطان کو دیکھوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ اس میں بستر دیکھوں کیونکہ اُسکو دیکھنے سے نیند آتی ہی اور اُنکے پاس ایک
چمڑے کا تکیہ تھا جب اُنکو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اُسپر رکھکر چند جھونکے لیتے پھر نماز میں لگ جاتے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ میں نے پروردگار
جلشانہ کو خواب میں دیکھا اور سُنا کہ یہ ارشاد فرماتا ہی کہ قسم ہی اپنی عزت اور جلال کی میں سلیمان تیمی کی خوابگاہ بہت بہتر کرونگا کہ اُسنے میرے لیے چالیس
برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہی۔ اور کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی کا مذہب یہ تھا کہ جب نیند کا اختلاط دل میں ہو جاوے تو وضو جاتا رہتا ہی اور
بعض کتب پیشین میں خدا تعالی کا ارشاد مذکور ہی کہ فرماتا ہی کہ میرا بندہ جو حقیقت میں میرا بندہ ہی وہ ہی کہ اپنے اُٹھنے کے لیے مرغ کی آواز کا انتظار نہ کرے

تیسرا بیان اُن اسباب کے ذکر میں جنسے رات کا اُٹھنا سہل ہو۔ واضح ہو کہ رات کا اُٹھنا خلق پر مشکل ہی مگر جن لوگوں کو خدا تعالی توفیق دیتا ہی کہ
اُسکے سہل ہونے کی ظاہری اور باطنی شرطوں کو بجا لاتے ہیں اُنپر کچھ دشوار نہیں آپ جاننا چاہیئے کہ ظاہر کی شرطیں اسکے لیے چار ہیں اول یہ کہ
کھانا بہت نہ کھاوے کیونکہ بہت کھانے سے پانی بہت پیویگا پھر نیند بہت آوے گی اور اُٹھنا بھاری پڑ جاویگا بعض مشائخ ہر شب دسترخوان پر
کھڑے ہو کر کہتے کہ اے گروہ مریدان بہت مت کھاؤ ورنہ پانی بہت پیوگے اور بہت سا سوؤگے پھر مرنے کے وقت بہت سا پچھتاؤگے اور
معدہ کا غذا کی ثقالت سے ہلکا رہنا ایک بڑی اصل ہی دوم یہ کہ دن کو اپنے نفس پر ایسی مشقت کے کام نہ ڈالے جن سے اعضا چور ہو جاویں اور
پٹھے سست پڑ جاویں کیونکہ اس وجہ سے بھی نیند آتی ہی سوم یہ کہ دن کو سونا نہ چھوڑے کہ رات کے اُٹھنے کے لیے یہ سونا سنت ہی چہارم یہ کہ دن
کو بہت سے گناہ نہ کرے کیونکہ گناہوں کا ارتکاب دل کو سخت کرتا ہی اور بندہ میں اور سامان رحمت میں حائل ہوتا ہی ایک شخص نے حضرت حسن سے
کہا کہ میں آرام سے سوتا رہتا ہوں اور رات کے اُٹھنے کو دوست رکھتا ہوں اور وضو کا پانی تیار رکھتا ہوں پھر مجھے کیا ہوا ہی کہ جاگتا نہیں آپ نے
فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تجھے روک رکھا ہی۔ اور حضرت حسن جب بازار میں جا کر لوگوں کی آوازہ اور بیکار باتیں سنتے تو فرماتے کہ میری دانست
میں ان لوگوں کی رات بری ہی کیونکہ یہ دن کو نہیں سوتے اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کے عوض میں پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا
لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون سا گناہ تھا فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو روتے دیکھکر اپنے جی میں کہا کہ یہ ریاکار ہی۔ اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں

کے پاس گیا اُسوقت وہ روتے تھے مین نے پوچھا کہ کہین سے کوئی خبر مرگ آپ کے کسی قریب کی آئی ہی فرمایا کہ اس سے بھی سخت بات ہی مین نے
کہا کہ آپ کے کہین درد ہی جو ایذا دیتا ہی فرمایا کہ اس سے بھی سخت ہی مین نے کہا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہی اور پردہ چھوٹا ہوا ہی اور رات
کا ورد مین نے نہین پڑھا اور اس کی وجہ بجز اس کے نہین کہ مین نے کوئی گناہ کیا ہی اور یہ اسلیے کہ خیر نیکی کی طرف بلاتی ہی اور بدی شر کی طرف
داعی ہی اور یہ دونون اگر تھوڑے بھی ہون تو بہت کی طرف کھینچتے ہین اور اسی وجہ سے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہی کہ کسی شخص سے جماعت کی
نماز بدون کسی گناہ کے فوت نہین ہوتی۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ رات کو احتلام ہونا ایک سزا ہی اور جنابت کے معنی دوری کے ہین اور بعض علما
فرماتے ہین کہ ای مسکین جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لے کہ کس کے پاس افطار کرتا ہی اور کس چیز پر افطار کرتا ہی کیونکہ بندہ ایک ایسا لقمہ کھاتا ہی جس سے
اُسکا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہی اور پھر حالت اصلی پر نہین لوٹتا۔ غرضکہ گناہ سب موجب سختی دل ہوتے ہین اور تہجد سے مانع ہین خصوص
حرام کی غذا کی تاثیر اس مین بہت ہی اور دل کی صفائی اور اُسکو خیرات کی طرف جنبش دینے مین جسقدر حلال کا لقمہ اثر کرتا ہی اُس قدر دوسری چیز
نہین کرتی اور اس بات کو جو لوگ دلون کے نگران ہین تجربہ اور شریعت کی شہادت سے جانتے ہین۔ اور یہین سے بعض اکابر فرماتے ہین کہ بہت سے
لقمے ایسے ہین کہ تہجد کے مانع ہوتے ہین اور اکثر نگاہ ایسی ہین کہ سورت کے پڑھنے سے مانع ہین اور بندہ ایک غذا کھاتا ہی اور ایک کام کرتا ہی جس سے
برس روز کے تہجد سے محروم ہو جاتا ہی اور جس طرح کہ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہی اسی طرح فحش اور برائی بھی نماز سے اور تمام خیر کے کامون سے
روکتی ہی اور ایک مجلس کے داروغہ نے ذکر کیا ہی کہ مین دینور کے بندی خانہ کا کچھ اوپر تیس برس داروغہ رہا جو کوئی رات کو گرفتار ہو کر آتا مین
اُسکا حال پوچھتا کہ اُسنے نماز عشا بجماعت پڑھی ہی یا نہین لوگ یہی کہتے کہ نہین پڑھی مین جان لیتا کہ یہی وجہ اسکی گرفتاری کی ہوئی اس سے یہ معلوم
ہوتا ہی کہ جماعت کی برکت فحش اور برائی کے ارتکاب کی مانع ہی اور باطن کے اسباب بھی تہجد کے اُٹھنے کے لیے چار ہین **اول** دل کا مسلمانون
کے کینے اور بدعتون اور فضول ترددات دنیاوی سے صاف ہونا اسلیے کہ جس شخص کا دل فکر دنیا کی تدبیرون مین ڈوبا رہتا ہی اُسکو رات کو اُٹھنا نصیب
نہین ہوتا اور اگر اُٹھتا ہی تو نماز مین تامل نہین کرتا اپنے ترددات ہی مین مبتلا رہتا ہی اور وہی وسوسے اُسکے دل کو گھیرے رہتے ہین جیسے شیخ سعدیؒ نے
لکھا ہی **شعر** شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭ **دوم** دل پر ہر وقت خوف کا غالب رہنا اور جینے کی توقع کم ہونی کیونکہ جب
آخرت کی ہولون اور دوزخ کے طبقات کو سوچیگا تو اُسکی نیند اُڑ جاویگی اور خوف بڑھ جاویگا جیسا طاؤسؒ کا قول ہی **مصرع** عابد کی نیند یاد جہنم
مین اُڑ گئی ٭ اور جیسے مروی ہی کہ ایک غلام صہیب نام بصرہ مین تھا تمام رات جاگا کرتا اُسکی مالکہ نے اُس سے کہا کہ تیرا رات بھر کا جاگنا دن کے
کام کرنے کا حارج ہی اُسنے کہا کہ صہیب کو جب دوزخ کی یاد آتی ہی تو اُسکو نیند نہین آتی اور ایک دوسرے غلام سے کہ وہ بھی رات بھر نہ سوتا تھا
کسی نے کہا کہ رات بھر کیون جاگتا ہی اُسنے جواب دیا کہ جب مین دوزخ کو یاد کرتا ہون تو مجھکو خوف زیادہ لگتا ہی اور جب جنت کو یاد کرتا ہون تو
شوق زیادہ ہوتا ہی اسلیے سو نہین سکتا اور ذوالنون مصریؒ نے ایک قطعہ اس مضمون کا فرمایا ہی **قطعہ** قرآن جو کہ حاوی ہی وعدہ وعید پہ ٭
مانع ہی شب مین اہل تلاوت کو خواب سے ٭ سمجھے ہین وہ کلام شہنشاہ اسلیے ٭ گردن جھکائے رہتے ہین اور دل کباب سے ٭ اور یہ بھی قطعہ اسی
مضمون کا ہی **قطعہ** خواب غفلت مین جو تو سوتا ہی سُن ای غافل ٭ ایکدن خواب کی کثرت سے تجھے ہو حسرت ٭ تجھکو معلوم نہین قبر مین مرنے
کے بعد ٭ مدتون تک تجھے سونے کی ملیگی فرصت ٭ یاگنا ہون کا ترے واسطے وان ہو بستر ٭ خیر کے کامون کا یا ہووے گا فرش راحت ٭

می‌بندم

کیا تجھے موت کے شبخون سے ہوا حاصل امن ؛ پڑتی کثرت سے ہی مامون پہ اُسکی آفت ؛ اور حضرت ابن مبارک رحنے اس مضمون کا قطعہ فرمایا
ہی **قطعہ** شب کی تاریکی کی ہوتی ہی اُٹھانی محنت ؛ صبح تک پھر تو عبادت ہی مین وہ ہوتے ہین ؛ خوف سے نیند اڑی اسلیے ہین شب بیدار
امن دنیا مین ہی جن لوگون کو وہ سوتے ہین ؛ **سوم** یہ کہ اُن آیات و اخبار و آثار سے جو رات کے جاگنے کی فضیلت مین مذکور ہوے جاگنے کا
ثواب معلوم کرے اور اپنی توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرے تاکہ طلب مزید اور جنت کے درجات کی رغبت اس شوق سے جوش کرے چنانچہ
مروی ہی کہ کوئی شخص جہاد سے لوٹ کر اپنے گھر آئے اُنکی بی بی نے بستر تیار کیا اور اُنکی منتظر رہی وہ بزرگ مسجد مین جاکر صبح تک نماز پڑھتے رہے
صبح کو اُنکی بی بی نے اُنسے کہا کہ ہم کو مدت سے تمھارا انتظار تھا اب جو تم آئے تو صبح تک نماز پڑھتے رہے اُنھون نے کہا کہ مین جنت کی ایک
حور کے سوچ مین تھا رات بھر اُسکے اشتیاق مین جاگتا رہا اور گھر اور بی بی کو بھول گیا **چہارم** جو سب باعثون مین اشرف ہی وہ اللہ تعالی
کی محبت اور اس بات پر اعتقاد قوی کرنا ہی کہ عبادت مین جو حرف بولتا ہون اُس سے اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات کرتا ہون اور وہ میرے
حال پر مطلع ہی اور اُسکے ساتھ جو کچھ دل مین خطرہ ہو اُسکو مشاہدہ کرے اور جانے کہ یہ خطرے اللہ تعالی کی طرف سے میرے ساتھ خطاب کے
ہین پس جب اللہ تعالی سے محبت ہوگی تو اُسکے ساتھ خلوت کو بھی پسند کریگا اور اُس سے مناجات کرنے سے لذت پاویگا اور یہی لذت
سے مناجات کی کثرت سے جاگنے کا باعث پڑیگی اور اس لذت کو کچھ بعید نہ جاننا چاہیے کیونکہ عقل اور نقل دونون اسکے شاہد ہین لیکن عقلی تو یہ ہی
کہ جو شخص دوسرے پر خوبصورتی کی جہت سے عاشق ہو یا بادشاہ کو اُسکے انعام کی جہت سے چاہتا ہو اُسکے حال کو تامل کر دیکھ خلوت مین اپنے
محبوب کے ساتھ رہنے اور اُسکی مناجات سے کیسی لذت پاتا ہی کہ نیند تک اُسکو رات بھر نہین آتی - اب اگر یہ کہو کہ خوبصورت آدمی کو دیکھنے سے
لذت ہوا کرتی ہی خدا تعالے تو معلوم نہین ہوتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر محبوب شخص خوبصورت پردہ کی آڑ مین یا اندھیرے مکان مین ہو تب
بھی عاشق کو صرف اُسکے پاس ہونے سے لذت ہوتی ہی اگرچہ اُسکی طرف نہ دیکھے اور نہ اور کسی امر کی طمع ہو اور عاشق کو اسی مین مزہ ہوتا ہی کہ
اپنی محبت اُسکے سامنے بیان کردے اور اپنی زبان سے اُسکا ذکر ایسی طرح کرے کہ معشوق بھی سنے کہ یہ میرا ذکر کرتا ہی گو اُسکو عاشق کی یہ باتین
معلوم ہون مگر عاشق کو اُن مین مزہ ملتا ہی اب اگر یہ کہو کہ عاشق اپنے معشوق کے جواب کا منتظر رہتا ہی اور جب اُسکا جواب سُنتا ہی تو اُس سے لذت
پاتا ہی اور اللہ تعالی کا کلام تو نہین سُنتا اُس مین کیسے لذت ہوگی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر عاشق کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ معشوق جواب نہین دیتا اور سکوت
ہی ہورہتا ہی تب بھی اُسکو اپنے حالات کہدینے اور مافی الضمیر کو پیش کردینے کی لذت ہی ہوتی ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی **بیت** تغافل تو مرا بیچارہ
از لطفت ؛ کہ این ہرکس و آن خاص از برای من است ؛ اور اہل یقین کو جو اثناے مناجات مین دل پر کیفیتین وارد ہوتی ہین وہ اُن کو خدا تعالی
کی طرف سے سمجھتے ہین اور اُنسے لذت پاتے ہین جیسے کوئی بادشاہ کے پاس خلوت مین ہو کر رات کے وقت اپنی حاجتین اُس سے کہے اور اُسکے
انعام کی توقع سے لذت پاوے اور چونکہ اللہ تعالی سے توقع رکھنی زیادہ بجی ہی اور جو چیز اُسکے پاس ہی وہ دوسرون کے پاس کی چیز سے
زیادہ تر پایدار اور مفید ہی تو پھر اپنی حاجتون کو اُسپر پیش کرنے سے خلوت مین لذت کیسے نہوگی اور دلیل نقلی اس لذت کی یہ ہی کہ شب بیدار
اپنے رات کے جاگنے سے لذت پاتے ہین اور اسی وجہ سے رات کو کوتاہ جانتے ہین جیسے عاشق شب وصل کو کوتاہ سمجھتے ہین چنانچہ کسی شب بیدار
سے پوچھا کہ رات کو آپکا کیا حال رہتا ہی اُنھون نے کہا کہ مین نے تو اس بات کا کبھی لحاظ نہین کیا کیونکہ رات مجھے اپنی صورت دکھاتی ہے

اور ڈھلی جاتی ہی مین سوچنے بھی نہین پاتا کہ رات ہی۔ اور دوسرے شب بیدار نے فرمایاہی کہ مین اور رات گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہین
کہ کبھی صبح تک مجھ سے آگے نکل جاتی ہی اور کبھی مجھکو فکر سے علیحدہ کردیتی ہی۔ اور ایک اور شخص سے پوچھا گیا کہ رات تمپر کس کیفیت سے ہوتی ہے
اُنھون نے فرمایا کہ ایک گھنٹہ کی شب ہوتی ہی جس مین میری دو حالتین ہوتی ہین کہ جب اندھیرا آتا دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون ابھی یہ خوشی
پوری نہین ہوتی کہ صبح ہو جانے کا غم کرتا ہون۔ اور علی بن بکار کہتے ہین کہ چالیس برس سے مجھے اور کسی چیز کا غم نہین بجز صبح ہو جانے کے
کہ ایک دم کے دم مین صبح ہو جاتی ہی۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہین کہ جب آفتاب ڈوبتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون کہ اپنے پروردگار سے
خلوت نصیب ہوگی اور جب آفتاب نکلتا ہی تو رنج کرتا ہون کہ لوگ میرے پاس آوینگے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ شب بیدارون کو
رات مین زیادہ مزا ہی بہ نسبت اہل لہو کے اپنے لہو مین رہنے کے اور اگر رات نہوتی تو مین ہرگز دنیا مین رہنا پسند نہ کرتا اور یہ بھی اُنھین کا
ارشاد ہی کہ اگر بالفرض اللہ تعالی شب بیدارون کو اُنکے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذت عنایت فرمادے جو اُنکو شب بیداری مین
ہوا کرتی ہی تو اُنکے اعمال کے ثواب سے یہ لذت زیادہ ہو۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ دنیا مین کوئی ایسا وقت نہین جو اہل جنت کے
مزے کے مشابہ ہو مگر ہان جو مناجات کی حلاوت کہ رات کو عاجزی والون کے دلون مین ہوتی ہی وہ البتہ جنت کی نعمتون کے مشابہ ہی۔
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مناجات کی لذت دنیا مین سے نہین بلکہ وہ جنت کی چیز ہی کہ اللہ تعالی نے اُسکو اپنے دوستون کے لیے ظاہر کیا ہی
اور اُنکے سوا دوسرے کو وہ نصیب نہین ہوتی اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ دنیا کی لذتون مین سے تین باقی ہین اوّل رات کا جاگنا دوم
بھائیون سے ملنا سوم جماعت مین نماز پڑھنا۔ اور ایک عارف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی سحر کے وقت مین شب بیدارون کے دلون کیطرف
نظر کرتا ہی اور اُنکو نور سے بھر دیتا ہی تو فوائد اُنکے دلون پر اُترکر روشن ہوتے ہین پھر اُنکے دلون سے نور زائد غافلون کے دلون کی طرف پھیلتا ہی
اور کسی عالم قدیم کا قول ہی کہ اللہ تعالی نے کسی صدیق کو وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ لوگ ایسے ہین کہ وہ مجھ سے محبت رکھتے ہین اور
مین اُنسے اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین اُنکا اور وہ میرا ذکر کرتے ہین اور مین اُنکا اور وہ میری طرف دیکھتے ہین اور مین اُنکی طرف پس اگر تو اُنکے
طریقہ کے مطابق عمل کریگا تو مین تجھکو دوست رکھونگا اور اگر تو اُنسے منحرف ہوگا تو تجھ پر نہایت درجہ کو خفا ہونگا اس صدیق نے عرض کیا کہ الٰہی
اُن بندون کی پہچان کیا ہی فرمایا کہ دن کو تو سایہ کی تاک ایسی رکھتے ہین جیسے چرواہا بھیڑی کی تاک رکھتا ہی اور دن ڈوبنے پر ایسے ٹوٹتے ہین
جیسے پرند اپنے گھونسلے پر ٹوٹتا ہی جب اُنپر رات آجاتی ہی اور اندھیرا اُکھلپاتا ہی اور ہر ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہا ہوتا ہی تو وہ لوگ اپنے
پاؤن میرے لیے کھڑے کرتے ہین اور چہرون کو میرے سامنے زمین پر رکھتے ہین اور میرے کلام سے میرے ساتھ مناجات کرتے ہین اور میرے
انعام کے واسطے میرے سامنے خوشامد کرتے ہین اُسوقت کوئی چیختا ہی کوئی روتا ہی کوئی آہ کرتا ہی کوئی دم شکایت بھرتا ہی جو کچھ وہ میرے لیے
مشقتین اُٹھاتے ہین وہ میری آنکھون مین ہی اور جو کچھ میری محبت مین محنت کے شاکی ہین وہ مین سب سُنتا ہون میری اول عطا اُن کو یہ ہی کہ
اپنا کچھ نور اُنکے دلون مین ڈال دیتا ہون تو وہ میرا حال بتاتے ہین جیسے مین اُنکا حال بتاتا ہون اور دوسری عطا میری یہ ہی کہ اگر ساتون آسمان اور
ساتون زمینین اور اُنکے درمیان کی چیزین اُنکے مقابل مین ہون تو مین اُن سب کو اُنکے سامنے کم جانون اور تیسری عطا یہ ہی کہ مین اپنے
چہرے سے اُنکی طرف متوجہ ہوتا ہون تو بتاؤ کہ جس کی طرف مین ایسی طرح متوجہ ہون کوئی جان سکتا ہی کہ مین اُسکو کیا دیا چاہتا ہون۔ اور مالک رح

بن دینار رح فرماتے ہین کہ جب رات سے اٹھکر آدمی تہجد پڑھتا ہی تو اللہ تعالی اُس سے قریب ہوجاتا ہی - اور اکابر سلف جو نرمی اور حلاوت اور انوار اپنے دلون مین پاتے تھے تو اُنکی وجہ یہی جانتے تھے کہ دل کو نزدیکی پروردگار کی ہوتی ہی اور اس امر کا ایک بھید اور تحقیق ہی باب محبت مین اُسکا بیان اشارۃً آویگا - اور مروی ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ای میرے بندے مین تیرے دل کے پاس ہوگیا اور تو نے میرا نور غیب مین دیکھا اور کسی مرید نے اپنے اُستاد سے شکایت کی کہ مین رات بھر جاگتا ہون کوئی تدبیر ایسی فرمائیے کہ نیند آجاوے اُستاد نے فرمایا کہ بیٹا رات اور دن مین اللہ تعالی کی رحمت کی لپٹین ہوا کرتی ہین بیدار دلون کو لگتی ہین سوتے دلون کو نہین پہونچتین اُن لپٹون کے لگنے کی تدبیر کر مرید نے کہا کہ اُستاد خوب تدبیر بتائی کہ نہ دن کو سوؤن نہ رات کو - جاننا چاہیے کہ ان لپٹون کی توقع رات کو زیادہ ہی اسلیے کہ رات کے جاگنے مین دل کی صفائی اور دوسرے کامون سے علیحدگی ہوتی ہی اور حدیث صحیح مین حضرت جابر رضی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات مین ایک ایسی ساعت ہی کہ جو بندۂ مسلمان اُس کو پاتا ہی اور اُس مین اللہ تعالی سے بہتری طلب کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو عنایت ہی کرتا ہی - اور ایک روایت مین ہی کہ بہتری امر دنیا اور دین کا طالب ہو تو اس کو دے دیتا ہی اور یہ بات ہر شب مین ہی - اور شب بیدارون کی غرض یہی ساعت ہی اور وہ تمام شب مین معین نہین کہ کس وقت ہی جیسے شب قدر رمضان کے مہینہ مین اور جمعہ کے دن کی ساعت معلوم نہین اور رحمت کی لپٹون کی ساعت وہی ہی واللہ اعلم

چوتھا بیان شب کے حصون کی تقسیم کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ رات کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے سات طرح پر ہی **اول** یہ کہ تمام شب جاگے یہ طور تو ایسے زبردست لوگون کا ہی جو خاص خدا تعالی کی عبادت کے لیے ہو رہے ہین اور اُسکی مناجات سے لذت پاتے ہین اور شب بیداری اُنکی غذا اور اُنکے دلون کی جان ہوگئی ہی اسی جہت سے وہ کثرت بیداری سے نہین تھکتے اور سونا دن کو مقرر کیا ہی جس وقت لوگ کام کاج مین ہون پہلے اکابرین سے کچھ لوگون کا دستور ایسا ہی تھا وہ لوگ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ابو طالب مکی رح نے بیان کیا ہی کہ یہ بات بر سبیل تواتر و اشتہار چالیس تابعیون سے منقول ہی اور اُنمین بعض ایسے بھی تھے کہ چالیس برس تک اس امر پر مداومت کی مثلاً سعید بن المسیب و صفوان بن سلیم مدینۂ منورہ کے اور فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد مکۂ معظمہ کے اور طاؤس اور وہب بن منبہ یمن کے اور ربیع بن خثیم اور حکم کوفہ کے اور ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار شام کے اور ابو عبداللہ خواص اور ابو عاصم عباد کے یعنی مختلف قبیلون کے اور حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی فارس کے اور مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحیی گریہ کنندہ بصرہ کے اور کہمس بن منہال جو ایک مہینہ مین نوے ختم قرآن مجید کے کرتے اور جو آیت نہ سمجھتے تو رجوع کرتے اور دوبارہ پڑھتے اور مدینۂ منورہ کے باشندون مین سے ابو حازم اور محمد بن منکدر بھی ایسے ہی تھے اور انکے سوا اور تھے جنکا شمار بہت ہی **دوم** یہ کہ نصف شب جاگے اس قسم کے لوگ سلف مین بیشمار ہین جنھون نے نصف شب کے جاگنے پر مواظبت کی ہی اور اس باب مین عمدہ طریق یہ ہی کہ شب کی اول تہائی اور پچھلا چھٹا حصہ سونے مین بسر کرے تاکہ عبادت اور جاگنا شب کے درمیان اور بیچا بیچ مین ہووے کہ یہ صورت افضل ہی **سوم** یہ کہ تہائی شب جاگے اس صورت مین نصف شب اول اور چھٹا حصہ پچھلی شب مین سووے حاصل یہ کہ آخر شب مین سونا اچھا ہی اس وجہ سے کہ اُس سے صبح کو اونگھ نہین آتی اکابر سلف صبح مین اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے دوسرا فائدہ یہ ہی کہ آخر شب مین سونے سے چہرے پر زردی کم آتی ہی اور انگشت نمائی کم ہوتی ہی پس اگر اکثر شب جاگے اور سحر کو سو رہے تو زردی چہرہ بھی کم ہوگی اور اونگھ بھی تھوڑی

ہوگی حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آخر شب مین وتر پڑھ چکتے تو اگر آپ کو حاجت اپنی ازواج کی ہوتی تب تو اُنسے قربت فرماتے ورنہ جانماز پر لیٹ جاتے یہانتک کہ بلال رضؓ آپ کو نماز کی اطلاع دیتے۔ اور یہ بھی حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی سحر کے وقت جب دیکھا ہی سوتے ہی پایا ہی۔ بعض اکابر سلف نے کہ اُن مین سے ابو ہریرہ رضؓ بھی ہین فرمایا ہی کہ یہ لیٹنا صبح سے کچھ پہلے سنت ہی۔ اور اُسوقت کا سونا مکاشفہ اور مشاہدہ کا سبب ہی کہ غیب کے پردون کے پیچھے سے اہل دل کو ہوا کرتا ہے اور ایک یہ بھی اس سے فائدہ ہی کہ اتنے آرام ملنے سے دن کے وظائف مین سے اول وظیفہ پر مدد ملتی ہی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اس طرح رات کو جاگتے کہ پچھلی نصف شب مین سے تہائی جاگتے اور چھٹا حصہ پچھلی شب کا سوتے **چہارم** یہ کہ رات کا چھٹا حصہ یا پانچوان حصہ جاگے اُسکے لیے افضل یہ ہی کہ نصف آخر شب مین ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ رات کا پچھلا چھٹا حصہ جاگے **پنجم** یہ کہ جاگنے کا کچھ اندازہ ہی نہو کیونکہ مقدار شب ٹھیک ٹھیک یا تو نبی کو وحی کی جہت سے معلوم ہوسکتی ہی یا اُس شخص کو جو ہیئت جانتا ہو اور چاند کی منزلین پہچانتا ہو اور ایک آدمی کو اُسکے دیکھنے کے لیے مقرر کردے کہ جب اُس مقام پر چاند ہو تو جگا نا تو اُس مین بھی یہ دقت ہی کہ ابر کی راتون مین گھنڈلت پڑے گی لہذا ایسے جاگنے کے لیے مناسب یہ ہی کہ اول شب مین اتنا جاگے کہ اُسکو نیند آجاوے پھر جب آنکھ کھلے تب اُٹھکر عبادت کرے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اس صورت مین ایک شب مین دو بار سونا اور دو بار جاگنا ہوگا اور رات کی محنت اُٹھانی اسی کا نام ہی اور سب اعمال سے سخت اور افضل یہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی اور حضرت ابن عمر رضؓ اور دوسرے اولوالعزم صحابہ اور بہت سے تابعیون کا طریق یہی تھا۔ اور بعض سلف کے اکابر فرمایا کرتے کہ سونا اول ہی بار کا ہی اگر مین جاگ کر پھر سو رہون تو خدائے تعالی میری آنکھ کو کبھی نہ سلاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے ایک نہج پر نہ تھا کبھی آپ نصف شب جاگتے کبھی تہائی کبھی دو تہائی کبھی چھٹا حصہ اور سال کی تمام راتون مین اس طرح مختلف طور ہوتا چنانچہ سورۂ مزمل مین دو جگہ ارشاد خداوندی سے یہ بات معلوم ہوتی ہی مثلاً فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ دو تہائی سے قریب تر گویا ایک نصف اور بارھوان حصہ پس اگر نصفہ اور ثلثہ کو کسرہ دیا جاوے تو نصف اور ثلث دو تہائی کا مراد ہوگا اور تہائی اور چوتھائی سے قریب ہو جاویگا اور اگر نصب دیا جاوے تو نصف اللیل اور اُس کا سوم حصہ مراد ہوگا۔ اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اٹھا کرتے تھے کہ جب آواز مرغ کی سنتے تھے اس حساب سے چھٹا حصہ شب کا اور اس سے کم ہوتا ہی۔ اور ایک صحابی سے مروی ہی کہ مین نے سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کو خوب دیکھا ہی آپ بعد عشا کے تھوڑا سا سو رہے پھر جاگے اور آسمان کے کنارون کو دیکھکر فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلاً یہانتک کہ انک لا تخلف المیعاد تک پہونچ گئے پھر اپنے بستر مین سے ایک مسواک کھینچی اور مسواک کرکے وضو کیا اور نماز پڑھی یہان تک کہ میری دانست مین اسقدر عرصہ ہوگیا جسقدر کہ آپ سوئے تھے پھر آپ لیٹ رہے حتی کہ مین نے کہا کہ جس قدر آپ نے نماز پڑھی تھی اُسی قدر سوئے پھر آپ جاگے اور جو اول بار آیت پڑھی تھی وہی اس بار پڑھی اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اس دفعہ کیا **ششم** جو کمتر مقدار جاگنے کی ہی یہ ہی کہ بقدر چار رکعتون یا دو رکعتون کے جاگے یا یہ کہ وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رخ ایک ساعت ذکر و دعا مین مشغول ہوکر بیٹھے تو یہ شخص خدائے تعالی کی رحمت اور فضل سے تہجد گزارون کے زمرہ مین لکھا جاویگا۔ اور ایک اثر مین آیا ہی کہ رات کو نماز پڑھ

رچہ مقدار بکری کے دودھ نکالنے کے ہو غرضکہ تقسیم شب کے یہ طریق ہین طالب آخرت اُن مین سے جو پیچھے اور آسان دیکھے اُسکو اختیار کرے
ہفتم یہ کہ جس صورت مین رات کے ٹھیک درمیان مین اُٹھنا دشوار ہو تو چاہیئے کہ مغرب اور عشا کے درمیان کیوقت کو اور عشا کے بعد کے
وقت کو عبادت سے خالی نہ چھوڑے پھر پیچھے صادق سے پیشتر سحر کے وقت اُٹھ کھڑا ہو ایسا نہو کہ صبح صادق ہونے کی حالت مین ہو جاوے
اس صورت مین رات کی دونون طرفون مین جاگنا اور عبادت ہو جاوے گی اور چونکہ مقدار شب کی طرف اس بیان مین لحاظ تھا تو ان
مراتب کی ترتیب موافق وقت کی زیادتی اور کمی کے ہے لیکن پانچوین اور ساتوین طریق مین مقدار کی طرف لحاظ نہین کیا گیا اس لیے
انکا حال آگے پیچھے ہو جانے مین ترتیب مذکورہ سابق کی طرح نہین کیونکہ ساتوان مثلاً اُس وقت سے کم نہین جو ہم چھٹے طریق مین لکھ آئے ہین
اور نہ پانچوان طریق چوتھے کی نسبت کر کم ہے

پانچوان بیان برس مین جتنے دن اور جتنی راتین عمدہ ہین اُنکے ذکر مین سو واضح ہو کہ جو راتین کہ فضیلت اُنمین زیادہ ہے اور اُن مین
جاگنا اور عبادت کرنا بتاکید مستحب ہے وہ برس مین پندرہ راتین ہین طالب آخرت کو اُن سے غافل نہونا چاہیئے کہ وہ راتین خیر کی اوقات
اور تجارت کی جگہین ہین اور جس صورت مین کہ تاجر اپنے موسم سے غافل رہیگا تو اُسکو فائدہ نہ ملیگا اور جب طالب عمدہ اوقات سے بیخبر ہوگا تو فلاح
نہ پاویگا اُن پندرہ کی تفصیل یہ ہے کہ چھ راتین ماہ رمضان المبارک مین ہین پانچ تو اخیر عشرہ کی طاق راتین یعنی ۲۱ اور ۲۳ اور ۲۵ اور ۲۷ اور ۲۹ اس
وجہ سے کہ اُن مین شب قدر تلاش کیجاتی ہے اور ایک سترھوین شب رمضان ہے کہ جس کی صبح کو یوم الفرقان اور یوم التقی الجمعان ہوا یعنی روز
مین جنگ بدر ہوئی اور ابن الزبیر رض نے فرمایا ہے کہ یہ رات شب قدر ہے اور باقی نو راتین یہ ہین اول ماہ محرم کی پہلی شب دوم شب عاشورہ
سوم اول شب ماہ رجب چہارم پندرھوین شب ماہ مذکور پنجم ستائیسوین شب ماہ مسطور جو شب معراج ہے اور اس شب مین ایک نماز حدیث مین
وارد ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[۱] کہ جو شخص اس رات مین عمل نیک کرے اُسکو سو برس کی نیکیان ملین گی پس جو شخص اس
رات مین بارہ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور قرآن کی ایک سورت پڑھے اور دو دو رکعتون کے بعد التحیات پڑھتا جاوے اور
سلام سب رکعتون کے بعد پھیرے پھر سو دفعہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور سو بار استغفار پڑھے اور سو دفعہ درود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کے امور مین سے جو چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالی اُسکی سب
دعا قبول فرماویگا بشرطیکہ دعا گناہ کے باب مین نہو **ششم** پندرھوین شب ماہ شعبان کی اُس مین سو رکعتین ہین ہر رکعت مین الحمد کے بعد
سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اکابر سلف اس نماز کو ترک نہ کرتے تھے چنانچہ نفل نماز کے ذکر مین ہم اسکو لکھ آئے ہین **ہفتم** شب عرفہ
ہشتم و نہم عیدین کی راتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۲] کہ جو شخص عیدین کی دونون راتون مین عبادت کرے اُس کا دل نہ مریگا
جس روز کہ دل مرین گے۔ اور برس کے دنون مین عمدہ دن اُنیس ہین جن مین وظائف کا پیاپے پڑھنا مستحب ہے پہلا عرفہ دوم عاشورا تیسرا
ستائیسوان دن رجب کا جو بہت بڑا شرف رکھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۳] کہ جو شخص ستائیسوین تاریخ رجب کو روزہ رکھے
اُس کے لیے اللہ تعالی ساٹھ مہینے کے روزے لکھدیتا ہے اور یہ وہ روز ہے جس مین حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رسالت لیکر اُترے تھے چوتھا سترھوان دن رمضان مبارک کا جو بدر کی لڑائی کا دن ہے پانچوان پندرھوان روز شعبان کا چھٹا

۱ح - ابو سعد نے ایسا ہی ... ابو جعفر خبازی نے بروایت محمد بن فضیل عن ابان عن انس رض روایت کیا ہے اور بیہقی نے نقل کیا ہے اور محمد بن فضیل اور ابان دونون ضعیف ہین اور حدیث منکر ہے ۱۲

۲ح ابن ماجہ بروایت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲

۳ح ابو موسی مدنی بروایت شہر بن حوشب

جمعہ کا روز ساتوان عید کا روزا ور دس دن ذیحجہ کے جو ایام معلومات کہلاتے ہین اور چونکہ عرفہ پہلے گذر چکا تو یہ نو روز رہے اور تین دن
ایام تشریق یعنی گیارھوین بارھوین تیرھوین ذیحجہ کی جنکو ایام معدودات کہتے ہین اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب جمعہ اچھی طرح گذرتا ہی تو سب دن اچھے گذرتے ہین اور جب ماہ رمضان سلامت
رہتا ہی تو تمام سال سلامت رہتا ہی۔ اور بعض علمانے فرمایا ہی کہ جو شخص دنیا مین پانچ روز اپنی لذتون مین رہیگا وہ آخرت مین لذت نپاویگا
اور ان پانچ روز دن سے انکی مراد دو روز عید کے اور ایک جمعہ اور ایک عرفہ اور ایک عاشورا ہی اور ہفتہ کے دنون مین سے بہتر روز پنجشنبہ
اور دوشنبہ ہی جن مین اعمال خداوند تعالی کی طرف اٹھائے جاتے ہین اور روزہ رکھنے کے لیے جو مہینے اور دن اچھے ہین انکی فضیلت
ہم باب الصوم مین لکھ آئے ہین اب دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہین واللہ اعلم

جلد اول احیاء العلوم کی خدائے تعالے کی عنایت سے پوری ہوئی اس کے بعد دوسری جلد آتی ہی اور اُس کا شروع کھانے
کے آداب سے کرینگے بعون اللہ تعالی وحسن توفیقہ والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی وعلی
سیدنا محمد وآلہ واصحابہ ائمۃ الہدے

خاتم الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب احیاء العلوم مصنفۂ امام غزالی رحمۃ اللہ کی جلد اول کا نفیس ترجمہ مذاق العارفین مترجمہ
مولانا العلامۃ محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۲۹ عیسوی مین مطبع
منشی نولکشور صاحب مین بہزاران خوبی طبع ہوا۔ فقط
رجسٹرڈ نمبر ۵۰۴

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ اور ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب اخلاق و تصوّف اُردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی حاصل ہو۔

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتب تصوف بزبان فارسی		بہترین کتاب ہے۔	۱ر۴	پندنامہ عطار۔ اخلاق و تصوف میں درسی مبتدیان	۱ر
کلمۃ الحق۔ وحدت وجود پر کمل بحث کتاب نو مطلق جو مولوی نور اللہ صاحب کی لکھی ہوئی ہے اس کے ساتھ قصر شامل ہے از شاہ عبد الرحمن صاحب	۷ر	مطالب رشیدی۔ از حضرت تراب علی شاہ قلندر قدس سرہ	۱۴ر	منطق الطیر۔ جانوروں کی بولیاں اور تصوف کے نکات از شیخ فرید الدین عطارؒ	۱۰ر
مکتوبات حضرت شرف الدین یحیی منیری متضمن مذاق تصوف۔	۱۲ر	رسالہ معرفت السلوک۔ رنگ استانہ کلام عارفانہ از حضرت شاہ محمود خوش زبان۔	۱۴ر	فوائد الفواد۔ بیان تصوف از حضرت نظام الدین اولیاؒ	۱۰ر
مکتوبات جوابی تصوف کے بےمثل اور نادر مضمون۔	۲ر	نفحات الانس مع حواشی مفیدہ رموز تصوف میں مشہور و معروف کتاب ہے اور بہت سے تصوف کے نکات اس میں درج ہیں از ملا عبد الرحمن جامی قدس سرہ	۱ر۱۰	دیباچہ پسندیدہ۔ نصائح دلپذیر از شاہ رفعت علی صاحبؒ	سے/
مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی۔ اس میں مریدوں وغیرہ کو تصوف کے آداب سمجھائے گئے ہیں	۶ر۸	گنجینۂ عرفان۔ اس میں مثنوی عطار، بیسر نامہ عطار، مرغوب القلوب حضرت شمس تبریز، رسالہ رموز الحقیقت، مثنوی گرہ بند راجہ شامل ہیں نہایت ہی بیش بہا مجموعہ ہے جس کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک شعر انمول ہے۔	۲ر	زبدۃ المقامات حضرت خواجہ باقی باللہ صاحبؒ اور ان کے خلفا کے حالات۔	عمر
گلشن اسرار رموز تصوف کے بیان میں از مولوی انور علی صاحب	۱۰ر	فوائد سعدیہ مشتمل بر مضامین تصوف مصنفہ قاضی ارتضا علیخان	۱۲ر	رسالہ رموز الحقیقت۔ بہت سے بیش بہا تصوف کے نکات اس میں درج ہیں۔	۹ پائی
کیمیائے سعادت از امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مقبول عام ہے کہ مختلف ترجمے ہوئے اور سب کے سب مقبول ہو کر اطراف عالم میں پھیل گئے مسائل تصوف میں				مثنوی عطار مشہور و معروف نکات تصوف۔	ــ/
				مثنوی راجہ متضمن مذاق تصوف	ــ/
				دیباچہ دیدار از ملا حسین صاحب	۱ر
				دیباچہ پسندیدہ نصائح دلپسند و	

نام کتاب	قیمت
نکات سودمند مصنفہ منشی رائے چند صاحب زمیندار۔	۱ر
مثنوی شاہ بوعلی قلندر بہت مشہور و معروف ہے۔	۳ پائی
مثنوی شیخ بہلول۔ حکایات عارفانہ و کلام صوفیانہ	۱ر
مثنوی مولانا رومؒ کامل از حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ	۴ر
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ لطائف معنوی از شاہ عبد اللطیفؒ صاحب اس مین نکات مثنوی کو نہایت عمدہ طریقہ سے حل کیا ہے	۱۲ر
التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم	
نکات فقر و تصوف از مولوی محمد حسن صاحب امروہوی	عہ ر
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ مکاشفات رضوی از ملا محمد رضا صاحب	عہ ر
جواہر غیبی بحث وحدت وجود و توحید تحقیق رسالت و مراتب نبوت از حضرت مظفر علی شاہ صاحب اکبر آبادی و دیگر مسائل تصوف کاغذ سفید و حنائی	۱۲ر
شرح مثنوی مولانا رومؒ۔ کامل دو دو جلد حامل المتن ایسی بےنظیر	

نام کتاب	قیمت
شرح ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسری شرحون کی حاجت نہین رہتی تمام مطالب کو نہایت صفائی سے بیان کیا ہے جو اکثر شارحون کا طریقہ ہے کہ شرح مین علمیت سے کام لیکر اسکو ادق بنا دیتے ہین وہ بات اس مین نہین ہے بعض دیگر شرحون مین جو اغلاط و اسقام ہین وہ بھی اس مین دکھائے گئے ہین۔ مصنفہ مولوی ولی محمد صاحب اکبر آبادی کامل در دو جلد۔	[illegible]
جواہر الاسرار شرح مثنوی مولانائے روم۔ یہ صرف تین دفترون کی شرح ہے نہایت تلاش سے اسی قدر دستیاب ہوئی چونکہ عجیب و غریب شرح ہے اس لئے مجبوراً اسی کو چھاپ دیا گیا از مولانا حسین ابن حسن سبزواری	[illegible]
تذکرۃ الالٰہی۔ سوانح عمری شاہ مظفر علی صاحب مع ملفوظات از مولانا ابو الحسن صاحب فیدآبادی	۶
فتوح الغیب مع شرح تصوف کے بیش بہا نکات غوث الاعظم حضرت عبد القادر صاحب جیلانیؒ	

نام کتاب	قیمت
[illegible]ت یادگار ہین۔	عہ ر
دلیل العارفین یعنی ملفوظات حضرت شاہ معین الدین صاحب اجمیری اس کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔	۳ پائی
لوائح جامی۔ در تصوف از مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ	ـ/
مثنوی [illegible] تصوف	۱ر
مثنوی [illegible]	
[illegible] از مولوی [illegible] خان [illegible]	۲ر
انوار [illegible] یعنی ملفوظات شاہ [illegible] صاحب [illegible]	۲ر
[illegible]	۱ر
[illegible]	۲ر